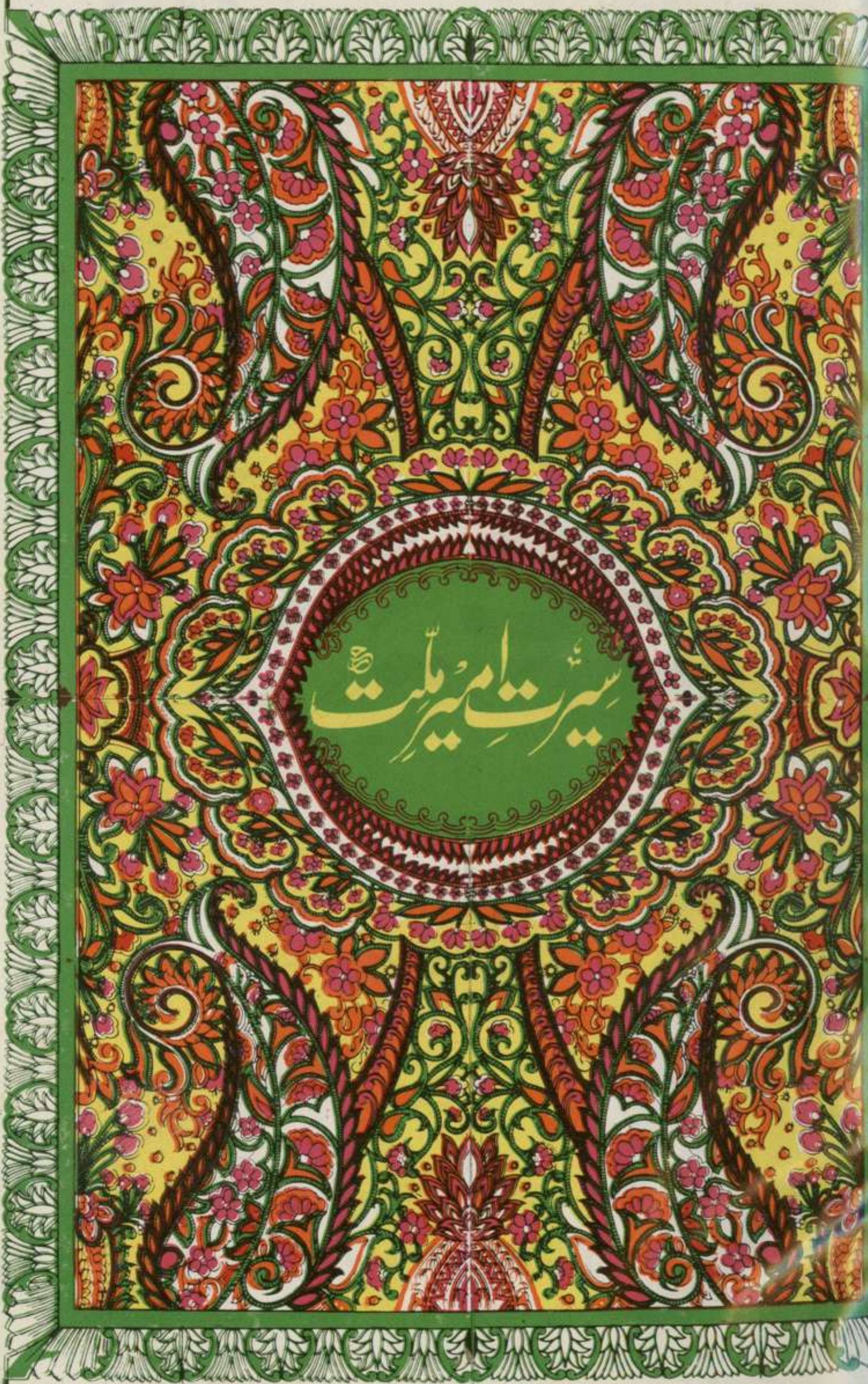

سیرتِ امیرِ ملت

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

سوانحِ حیات

قدوۃ الواصلین، زبدۃ العارفین، غوثِ زماں، مجددِ دوراں، ابو العرب، سنوسیِ ہند، امیرِ ملت قبلۂ عالم
اعلیحضرت، حاجی، حافظ، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدثِ علی پوری قدس سرہ العزیز

موسوم بہ اسمِ تاریخی

سیرتِ امیرِ ملت رح

۹۱ ہجری ۱۳

مصنفہ

حضرتِ جوہرِ ملت جناب الحاج، حافظ، صاحبزادہ پیر سید اختر حسین شاہ مدظلہ العالی
(نبیرہ حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب و تسوید

از پروفیسر محمد طاہر فاروقی ایم اے (فارسی، اردو) دکتورِ ادب (جامعہ)
سابق پروفیسر و صدرِ شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی، پشاور





کتاب ________ "سیرت امیرِ ملّتؒ"

ناشر ________ صاحبزادہ الحاج پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب

تعداد صفحات ________ ۷۵۰ (سات سو پچاس)

اشاعت ________ ایک ہزار

بار اوّل ________ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

قیمت ________ مجلد ۵۰ روپے

کتابت ________ 'امین رقم' سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

مطبع ________ مکتبہ جدید پریس۔ لاہور

عکاسی (پوزیٹو) ________ کرما افق آرٹ سٹوڈیو۔ ملک منزل۔ ۹۔ ایبک روڈ لاہور

ملنے کا پتہ

دربار شریف علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ



فقیر محمد عارف قادری عفی عنہ



فہرست









مقصدِ تخلیق ——— معرفت و محبت

حقیقتِ محمدیہ ——— خاتم المرسلین

بیعت ——— سلاسل طریقت

تعارف کتاب



مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

حمدِ بے حد اس خدائے پاک کو ۔۔۔ نورِ ایماں جس نے بخشا خاک کو
خاک کو پُر نور سرتا پا کیا ۔۔۔ قطرۂ ناچیز کو دریا کیا

یَاصَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَاسَیِّدَ الْبَشَرْ ۔۔۔ مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَایُمْکِنُ الثَّنَآءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ ۔۔۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مقصدِ تخلیق خالقِ کائنات اور مالکِ سماوات نے عجائبِ قدرت اور غرائبِ فطرت کی طرف اپنے کلامِ معجز نظام میں بار بار انسانوں کو توجہ دلائی ہے۔ اور ان کو تاکید کی ہے کہ تفکّر و تدبّر کو کام میں لائیں۔ تاکہ ایک طرف اگر وہ حقیقتِ مطلقہ کا عرفان حاصل کریں، تو دوسری طرف اس کی عطا کردہ امانت کے حقوق ادا کرسکیں۔ اور اس مقام بلند تک پہنچنے کے اہل بنیں جو ربِ تعالیٰ نے اپنے کرمِ خاص سے انسانِ کامل کے لئے معین فرمایا ہے۔

باری تعالیٰ کے خالقِ مطلق اور ربّ الارباب ہونے کے بارے میں مومن و کافر سب اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: وَلَئِنْ سَأَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ (ترجمہ) "اور اگر تم ان (مشرکوں) سے پوچھو کہ کون ہے وہ (ذات) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، تو البتہ وہ یہی کہیں گے کہ (وہ ذات صرف) اللہ تعالیٰ (کی ذات) ہے"۔ یہ اور بات ہے کہ کفار اپنے اس اعتراف و یقین پر دوسرے توہمات اور تاویلات کا پردہ ڈال کر خود اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح ربّ عزّ و جلّ نے فرمایا ہے: وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (ترجمہ) "اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اس مقصد کے لئے کہ وہ میری عبادت کریں"۔

"عبادت" ایسا جامع لفظ ہے کہ اس کا اطلاق جُملہ فرائض انسانیت پر عاید ہوتا ہے۔ حیاتِ انسانی کے وُہ تمام حقوق و فرائض جو اس پر کسی اعتبار سے بھی واجب ہوتے ہیں اس میں شامل ہیں۔ اخلاق و کردار، معاملات و معاشرت، عبادات و اطاعات، واجبات عقلی و نقلی، فرامین الٰہی کی بجاآوری، کاروبار دُنیوی اور معرفت الٰہی، وظائف ظاہری اور مدارجِ رُوحانی سب اس ایک لفظ "عبادت" کے تحت آجاتے ہیں۔ اور جو انسان ان سب سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہوتا ہے، وہ منشاے ایزدی بجالاکر اس ربّ العزت کے انعام واکرام کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اسی مقصدِ تخلیق کو ایک حدیث قدسی میں یُوں بیان فرمایا ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (ترجمہ) (رب تعالیٰ فرماتے ہیں) "میں ایک گنجِ مخفی تھا۔ توجب مَیں نے یہ پسند کیا کہ میری معرفت کی جائے تو مَیں نے مخلوق کو پیدا کیا"۔ امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رح اس حدیث کو الفاظِ بالا کے ساتھ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ

معرفت و محبّت

"ذات بحت ایک مخفی خزانہ تھی۔ اس کی مشیت کا تقاضا ہُوا کہ اپنی ذات کو جو جمیع صفاتِ کمال کی مستجمع اور اوصافِ متضادہ ومتبائنہ کی جامع ہے، جلوہ گرِ شہود اور عیاں کرے، اور اپنی بے رنگی کا جلوہ آئینہ قلوب میں مشاہدہ فرمائے، تو اس وقت اس نے مخلوقات کی تخلیق کا سلسلہ شروع فرمایا۔ کائنات کی تکوین کی بنیاد ڈالی، اور تمام عالم کو پیدا کر کے عالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت میں جلوہ گرِ شہود ہُوا۔ چونکہ تخلیق کی اہم ترین غایت وحکمت (جیسا کہ اس حدیثِ قدسی سے ظاہر ہے) "معرفت" رکھی گئی ہے، اور اس سلسلۂ معرفت کی اصل محرک "محبت" ہے، جیسا کہ "فَاَحْبَبْتُ" کے کلمہ سے واضح ہے، تو اس غایت کی تکمیل اور مقتضائے محبّت کی خاطر، ضروری تھا، کہ سب سے پہلے منصّۂ شہود پر جو جلوہ فگن ہو، وُہ "محبوب" ہو۔ جو صانع کی ذات و صفات کا مظہر اتم واکمل ہو۔ اور جو نسبت اس صادر اوّل کو خالق کے ساتھ ہو۔ ایسی نسبت کائنات اور مخلوق میں سے کسی دوسرے کو حاصل نہو، اور وہی محبوب صدورِ کائنات کا واسطہ اور تخلیق عالم کا سبب ہو، وہی دُرِّ مکنون کل مکنونات کا ذریعہ ٹھیرے، اور وحدت سے کثرت کا جس قدر بُروز وظہور ہو اسی جوہر یکتا کے طفیل ہو، اور وہ کافّۃ الخلق کے لئے

رحمت اور خدائی امانت کا حامل ہو اور وہ صادرِ اوّل صانع مطلق کی صنعت اور کاریگری کا سب سے بہتر نمونہ ہو اور قرب وعرفان کی سب سے اعلےٰ منزل پر متمکن ہو، کائنات کی رشد وہدایت کا بے پناہ جذبہ اس میں موجود ہو، اسمائے الٰہی کے اسرار ورموز کا پورا عالم اور تدبیر خلق کا مدبر کامل ہو، اور اس کی آغوشِ رحمت میں رہ کر کائنات پر وصول الی الحق کی راہیں منکشف ہوں، اور اس کے ذریعے سے رضائے آلہی حاصل ہو۔ اس کے اتباع سے بعض لوگ سعید بنیں، اور کچھ لوگ شقی اور راندۂ درگاہ ٹھیرائے جائیں۔ الغرض اس صادر اوّل کا ان تمام صفاتِ کمال اور شمائلِ عالیہ کا جامع ہونا ازبس ضروری تھا۔"

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ صادر اوّل نُورِ محمدیؐ اور حقیقت محمدیہ ہے۔ جو انوار و تجلیات، اسرار ورموز، اور حقایق وغوامض کو ذات بحت سے بلاواسطہ حاصل کر کے جمیع کائنات کو علی حسبِ مراتب تفویض فرماتا ہے۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (ترجمہ) "سب سے پہلے اللہ نے جسے خلق فرمایا وہ میرا نور تھا" کی حدیث اس بیان پر شاہد عادل ہے۔ نور محمدی میں حرکت بالذات مضمر ہے۔ اگر آپ کا نُور متحرک نہوتا تو عوالم وکائنات کا ظہور محال تھا۔ جیسا کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے فرمایا ہے، لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (ترجمہ) "اگر تو نہ صادر ہوا ہوتا تو میں افلاک (اور کائنات) کو ہی پیدا نہ کرتا۔"

بعض روایات میں "نوری" کے بجائے "العقل" کا لفظ آیا ہے۔ اس میں نہ اختلاف ہے نہ تضاد۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ (باب ششم) میں لکھا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا مصداق "حقیقتِ محمدیؐ" ہے۔ اسی حقیقت کو کبھی "نور" کہا گیا ہے اور کبھی "عقل"۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اِنَّ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ۔ لِاَنَّ حَقِیْقَةَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) تَارَةً یُعَبَّرُ عَنْهَا بِالْعَقْلِ وَتَارَةً بِالنُّوْرِ ۔ (ترجمہ) بے شک ان دونوں کا معنی ایک ہے کیونکہ حقیقت محمدیہ کو کبھی عقل اور کبھی نُور کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتوبات شریف میں یہی فرماتے ہیں کہ "حقیقت محمدیہ" جامع نور وشعور ہے۔ اس کو کبھی عقل فرمایا کبھی نُور۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"وہر دو یکے است - ہم نور است وہم عقل و شعور۔"

کنزِ مخفی سے جس صادرِ اوّل نے ظہور و شہود کیا وہ "حقیقتِ محمّدی" ہے۔ اس تعین اوّل کو حضرت مجدّد الف ثانیؒ دو اصطلاحات کا نام دیتے ہیں۔ آپ "تعیّنِ حبّی" کو "تعیّن وجودی" پر مقدّم بتاتے ہیں۔ "تعیّنِ حبّی" کو "حقیقتِ محمّدی" اور "تعیّن اوّل" اور "تعیّن وجودی" کو "حقیقت محمّدی" کا ظل اور "تعیّن ثانوی" قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

"ان دونوں روایتوں کو عمیق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے قبل جو چیز منصّۂ ظہور پر آئی "محبّت" تھی۔ یہ محبت ہی تخلیقِ خلائق اور تکوینِ کائنات کا سبب ہوئی۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجادِ عالم کا دروازہ ہی نہ کھلتا۔ گویا "تعیّنِ حُبّی" بمنزلہ دائرہ کے مرکز کے ہے۔ اور "تعیّن وجودی" بمنزلہ دائرہ کے محیط کے۔ اور ظاہر ہے کہ مرکز کا درجہ محیط پر مقدّم ہوتا ہے۔ لہٰذا تعیّن حُبّی ہی تعین اوّل ہے۔ اور حقیقتِ محمّدی یا حقیقۃ الحقائق سے ہماری مراد بھی یہی تعیّن حُبّی ہے۔"

تو واضح ہوا کہ خلقتِ کائنات کی سب سے اہم غایت "معرفت اور محبت" ہے۔ کائنات میں سے جس مخلوق کو "معرفت اور محبّت" میں کمال حاصل ہوگا وہی بارگاہ الٰہی میں بھی سب سے زیادہ افضل قرار پائے گی۔

وہ "امانت الٰہی" جس کا بوجھ اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ بھی عاجز رہے، اس کا بار انسان نے اٹھایا۔ "امانت" کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں لیکن مرتبۂ اعلےٰ میں اس کی توجیہہ "محبّت و معرفت" ہی سے کی جاتی ہے۔ ملائکہ بھی محبت سے سرشار اور معرفت میں غرق ہیں لیکن انسان کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے کہ وہ محبّت جو مصائب و آلام کی بھٹی میں تپنے، ریاضاتِ شاقہ انجام دینے، ہوا و ہوس دُنیوی سے احتراز کرنے اور تکلیفات شرعی کی بجا آوری کے بعد حاصل ہو، اس سے صرف انسان ہی بہرہ وَر ہوتا ہے۔ اور "یہ محبّت" "معرفت کے جن مدارج بلند کی جانب لے جاتی ہے وہ صرف انسان کا حصّہ ہیں۔

تخلیقِ آدمؑ

تخلیقِ آدمؑ کے بیان میں قرآن مجید صراحتہً بیان کرتا ہے کہ جب ملائکہ نے یہ اعتراض کیا کہ بارِ الٰہا! کیا تُو اپنی نیابت اس کو دینا چاہتا ہے جو

زمین میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائے گا، حالانکہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس میں مصروف رہتے ہیں (اور اس لئے تیرے نائب بنائے جانے کے زیادہ مستحق ہیں)"۔ تو جہاں باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) "میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تمھارے علم میں نہیں ہے"۔ وہیں ملائکہ کا اس طرح امتحان بھی لیا کہ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (ترجمہ) آدم کو تمام اسماء سکھا دیے"۔ اور پھر ان کو فرشتوں کے سامنے لاکر ان کی بابت استفسار فرمایا۔ ظاہر ہے کہ تعلیم الٰہی کے بعد آدمؑ کو فرشتوں پر برتری حاصل ہو چکی تھی۔ ملائکہ کو اعترافِ عجز کے علاوہ چارۂ کار نہ رہا اور انھوں نے اعتراف کیا کہ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (ترجمہ) "اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے۔ ہمیں جو کچھ تو نے سکھایا ہے، اس کے علاوہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ بے شک تو ہی (ہر ظاہر و باطن کا) جاننے والا اور (اسرار و رموز کی) مصلحت کو پہچاننے والا ہے"۔

جب فرشتوں کو اس امتحان میں آدم کے مقابلے میں زک اٹھانی پڑی، اور انھوں نے خود اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا، تو باری تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کے آگے سجدۂ تعظیمی بجا لائیں۔ یہ گویا بارگاہِ ربّ العزّت سے اس امر کا اعلان تھا کہ انسان تمام کائنات سے افضل و برتر ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (ترجمہ) "اور تم اپنے نفوس کے باطن میں کیوں نظرِ تعمق سے نہیں دیکھتے"۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (ترجمہ) ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، نیز خود ان کے نفوس میں (نشانیاں دکھائیں گے) تاکہ ان پر روشن ہو جائے کہ وہی حق ہے"۔ تدبر و تفکر کا یہ مادّہ اور غور و تعمق کی یہ صلاحیت انسان کو ہی ودیعت کی گئی ہے۔ تاکہ وہ عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ کا مظہر کامل بن سکے، اور اسے معرفت کاملہ حاصل ہو۔ یہ صفت ملائکہ تک میں نہیں پائی جاتی، اسی لئے انسان کو ملائکہ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار　　ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار (سعدیؒ)

خدائے قدوس اپنے بندوں پر خصوصی شفقت فرماتا ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی رحمتِ کاملہ

اور حکمتِ بالغہ سے انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر ، اور اسے اپنے مدارج تک رسائی حاصل کرنے میں رہبری و رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً ایسے برگزیدہ نفوس کو بھیجا، جو اس کی بارگاہ میں تقرب کامل رکھنے کی وجہ سے اس ذات بحت سے بلا واسطہ (یا بواسطہ رُوح القدس) فیوضات و برکات حاصل کرتے تھے، اور فرمانِ الٰہی کی رُو سے مسندِ ارشاد پر متمکن ہوتے تھے۔

بعثتِ رسل

یہ مقدس نفوس یعنی انبیاء و مرسلین من جانب اللہ مامور ہوتے تھے کہ انسان کے اعمال و افعال، عادات و اخلاق اور معاملات و کردار کو الٰہی احکام کا پابند بنائیں۔ اسے نفسِ امارہ اور شیطان کی مفسدہ پردازیوں سے محفوظ رکھیں اور اسے معرفتِ الٰہی اور تقرب خداوندی کی راہیں بتائیں۔ جن لوگوں نے ان برگزیدہ شخصیتوں کے پیغام پر عمل کیا، انعاماتِ الٰہی اور احساناتِ خداوندی کے مستحق قرار پائے۔ اور جنھوں نے ان کی تعلیمات سے مجرمانہ غفلت برتی اور سرکشی کی وہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَة (ترجمہ) "دُنیا اور آخرت (دونوں) میں گھاٹے میں رہے" کے مصداق بنے اور عذاب الٰہی کے سزاوار ہوئے۔ رب العزت فرماتے ہیں وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (ترجمہ) "ہم اس وقت تک عذاب نہیں اتارتے جب تک کہ ہم اپنے رسول کو نہ بھیجیں"۔ یہ قاعدہ کلّیہ اسلئے ہے کہ اس کی ذات ارحم الراحمین ہے۔ اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے پورے مواقع فراہم کرے اور اتمام حجّت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے سب کی نبوت زمان و مکان میں محدود تھی۔ ان کی جو تعلیمات دُنیا میں باقی ہیں وہ خود شہادت دیتی ہیں کہ ان کا پیغام صرف ان کے زمانے یا اُن کی قوم کے لئے محدود و معیّن تھا۔ اور ان کے احکامِ شریعت عالم گیر حیثیت اور آفاقی قدروں کے حامل نہ تھے۔ صرف وقتی اور ہنگامی تقاضوں کو پورا کرتے تھے۔ لیکن آخر وہ وقت آیا کہ دربارِ خداوندی سے وہ ضابطۂ حیات بھیجا جائے، جو گذشتہ پیغامات کی تکمیل کرے، اور مخلوق کی رہنمائی کے لئے ابدالآباد تک روشن رہے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:

جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دُنیا   تو زندگی کے لئے آخری نظام آیا

چنانچہ نبیٔ اکرم اور رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم شانِ رحمۃٌ للعالمینی کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔

قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (ترجمہ) "ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔" نیز ارشاد ہوا کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝ (ترجمہ) آج میں نے تمھارے لئے دین کو مکمل کر دیا (جو فرامین و احکام آدمؑ سے اب تک جزئی طور پر اور وقتی مصالح کے لحاظ سے بھیجے گئے تھے، آج وہ مجموعی اور تکمیلی صورت میں مکمل ضابطہ حیات بنا دیے گئے) اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا (اب تک بعثت انبیاءؑ ہماری، طرف سے انسانوں کے لئے نعمت بنی رہی ہے لیکن آج وہ نعمت و احسان جس کامل و اکمل شکل میں تمہارے اوپر نازل ہوئے، اس کے بعد انسان کو کسی اور پیام کی ضرورت نہیں ہوگی۔) اور میں نے تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ (یہی دین اسلام اگلے انبیاء عظامؑ کے ذریعے تم تک پہنچایا گیا، لیکن آج وہ دین اپنے تمام اصول و احکام کے لحاظ سے مکمل ترین صورت میں تم کو دیا گیا ہے، تاکہ ابدالآباد تک انسان کی رہنمائی کا ضامن اور ان کی مشکلات کا کفیل بنا رہے۔ اور وہ ان تعلیمات کی بدولت صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر فرائضِ تخلیق کو بخوبی و بآسانی انجام دیتے رہیں۔)"

خاتم المرسلین

فرمانِ الٰہی ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (ترجمہ) محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں (یعنی آپ کی اولاد ذکور بقید حیات نہ رہی) لیکن وہ خدا کے رسولؐ اور خاتم النّبیین ہیں۔" خاتَم ت کے زبر سے ہے۔ لیکن عربی کے لغات اور تفسیروں کا مطالعہ کیجیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ خاتَم کے معنے بھی خاتِم ہی کے ہیں۔ زبر اور زیر کا فرق معانی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ قاموس اور تاج العروس عربی کے مستند ترین لغات ہیں۔ وہاں صاف لکھا ہے اَلْخَاتَمُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عَاقِبَتُهٗ وَآخِرَتُهٗ وَالْخَاتَمُ آخِرُ الْقَوْمِ كَالْخَاتِمِ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اَيْ آخِرُهُمْ (ترجمہ) "ہر چیز کی خاتَم وہ (چیز) ہے جو اس کا

انجام اور اس کا آخر ہو۔ خاتَم القوم بھی خاتِم القوم ہے۔ (یعنی زبر سے ہو یا زیر سے معنے آخری ہی ہوتے ہیں۔) اور یہیں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول خاتم النبیّن یعنی نبیوں میں سے آخری نبی۔"

لسان العرب اور صراح جیسے مستند لُغات میں بھی یہی معنے بتائے گئے ہیں۔ مفردات امام راغب اصفہانی، جامع البیان، ابن جریر، تفسیر عباسی، تفسیر خازن، ابن کثیر، تفسیر کشاف، اور دیگر بہت سی تفسیر کی کتابوں میں انہی معانی کی تائید و تاکید ملتی ہے۔ جس میں نہ کسی توجیہہ کی ضرورت ہے نہ کسی تاویل کی گنجایش۔ علمائے زبان اور ماہرین لسان کو ان معانی کے تسلیم کرنے میں کبھی ذرّہ برابر بھی تاَمّل و تردّد نہیں ہوُا اس لئے کہ عربی زبان کا روزمرّہ صرف انھی معانی پر شاہد عادل ہے۔

یُوں تو اور بہت سی آیات ختمِ نبوّت کی شہادت دیتی ہیں۔ لیکن ابتدا میں جو دو آیات نقل کی گئیں، انہی پر غور کیجئے تو تاَمّل کی گنجایش نہیں رہتی۔ جب رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت زمان و مکان میں محدود نہیں اور آپ کَافَّۃً لِلنَّاسِ کے لِئے رسول بنا کر بھیجے گئے تو آپ بے شک آخری رسُول ہیں۔ ورنہ (نعُوذ باللہ) رب تعالیٰ کا فرمانا بجا نہیں۔ حالانکہ یہاں زمان و مکان کی قید کے بغیر تمام مخلوقات اور سارے انسانوں کے لئے آپ کو رسُول بیان فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح جب باری تعالیٰ نے "تکمیل دین" اور " اتمام نعمت " کا برملا اعلان فرمایا۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی اور کوئی رسول مبعُوث ہو۔ جو دین خداوندی اور نعمت آلٰہی کو جاری کرے۔ کوئی بدبخت اللہ اور اس کی نازل کردہ کتاب پر ایمان کا دعوٰی کرتے ہوُئے، یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ کا یہ فرمانا کہ "مَیں نے تمہارے لئے دین کو مکمّل کر دیا" اور "مَیں نے تم پر اپنی نعمت کو پُورا کر دیا" درست نہیں ہے۔ اگر یہ تصور کیا جائے کہ آپ آخری رسُول اور خاتم النبیّن نہیں ہیں تو (معاذ اللہ) "تکمیلِ دین" اور " اتمامِ نعمت "، کا مفہوم ہی صحیح نہ ہوگا۔ ربّ العزّت سب مسلمانوں کو ایسی "بے دینی" سے محفوظ رکھے!!

احادیثِ صحیحہ سے حضورؐ پر ختمِ نبوّت ہو جانے کا مزید واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ سے ترمذی اور ابو داوُد میں روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ عَلَیہِ وَسَلّم

نے فرمایا وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (ترجمہ" اور میں سب نبیوں میں آخری نبی ہُوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا" (۲) مسلم، ترمذی اور نسائی میں حدیث مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (ترجمہ" میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہُوا ہوں۔ اور میرے اوپر نبی ختم ہوگئے" (۳) بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا الْعَاقِبُ۔ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ (ترجمہ) میں عاقب ہوں۔ (یعنی سب سے بعد میں آنے والا یا میرا ایک نام عاقب ہے) اور عاقب وُہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دُنیائے فانی سے پردہ فرمایا تو وصیت فرمائی تھی کہ" میں تمہارے درمیان اپنی عترت اور یہ کتاب (قرآنِ حکیم) چھوڑے جارہا ہوں۔ جب تک تم اس پر عمل کرتے رہوگے کبھی راہِ راست سے نہیں ہٹو گے" نیز آپ کا ارشاد ہے۔ عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (ترجمہ) "میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں"

علمائے ربانی

انبیائے کرام میں صاحب شریعت رسُول صرف چند ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین اپنی اُمّت کے لئے لائے تھے۔ جب ان پیغمبروں کی اُمت احکام خداوندی سے سرتابی کرتی اور راہِ راست سے بھٹکتی تو بنی اسرائیل کے نبی ان کو شریعت الٰہی کے فرمان بتاتے اور سعی بلیغ فرماتے کہ وہ صراطِ مستقیم سے دُور بھٹک کر عقوبت الٰہی میں گرفتار نہوں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت ختم ہوگئی، وحی الٰہی بند ہوگئی، آخری کتاب اتاری جا چکی اور دین ایزدی کی تکمیل ہوچکی۔ لیکن رحمتِ خداوندی اور سنّت الٰہی بدستور جاری ہے۔ اس لئے فرمانِ نبوی کے مطابق صالحین اُمّت اور علمائے ربّانی کو ارشاد وہدایت کے اس منصب پر فائز کیا گیا جو بنی اسرائیل کے انبیاء کو حاصل تھا۔ تاکہ دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت جاری رہے اور بندگانِ خدا رحمتِ الٰہی سے محروم نہ ہونے پائیں۔

قرآنِ مجید میں صالحین، متقین، علماء، اولیاء وغیرہ کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبّت الٰہی اور معرفتِ خداوندی کے حاملین ہر دَور میں پائے گئے۔ یہی وہ علمائے امتِ محمدیہ ہیں جن کو حضورؐ نے انبیاء بنی اسرائیل کی مانند بتایا ہے اور جو تبلیغ وارشاد کے منصب پر قائم

رہ کر لوائے محمدی کو سر بلند رکھیں گے۔ اور محبت و معرفت آلہی کے دروازے دوسروں کے لئے کھولیں گے۔ تاکہ منشائے ایزدی کے مطابق مومنوں کو "نعمتِ آلہی" سے حصۂ وافر نصیب ہو، اور وہ اپنے اندر اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ برگزیدہ پیدا کر کے انسانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکیں۔

بیعت

رشد و ارشاد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے قائم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاری فرمایا اور قائم رکھا۔ حضورؐ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام، اور صالحین عظام نے بھی اسی پر عمل کیا۔ اور آج تک صلحائے اُمّت اور برگزیدہ نفوس اسے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس طریقہ خاص کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اور اسی کو عرفِ عام میں "بیعت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انسان کے تمام دُنیوی معاملات میں قول و قرار اور عہد و پیمان کو خاص مقام حاصل ہے۔ معاملات، اقتصادیات، کاروبار، سیاسیات، صلح و امن جملہ اُمور میں روز معاہدے کئے جاتے ہیں اور حلف اٹھائے جاتے ہیں، یہی عمل جب ظاہری و باطنی اعمال، تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ رُوح جیسے اہم اور مقدّس مقصد کے لئے انجام دیا جاتا ہے۔ تو "بیعت" کی اصطلاح پاتا ہے۔ عقلِ سلیم اور فہم مستقیم کی رُو سے یہ امر منطقی، سائنسی اور عقلی حیثیت سے بیحد مستحسن اور واجب ہے۔ جس پر فرامینِ الٰہی کی تصدیق اور تجرباتِ زندگی کی مُہر لگی ہوئی ہے۔

بیعت کرنا یا لینا (یعنی عہد کرنا یا عہد لینا)، ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے بحث و تمحیص کی چنداں ضرورت نہیں۔ جب روزمرّہ کے معمولات میں ہم آئے دن عہد و پیمان کرتے رہتے ہیں بلکہ اسے پسندیدہ اور لازمی جانتے ہیں، تو اعمال صالحہ اور اوامر و نواہی میں اسے کیونکر روا نہ رکھیں اور مستحسن نہ جانیں۔ بلکہ آخرالذکو حیاتِ انسانی کی فلاح و نجات میں جو عظمت و اہمیت حاصل ہے، اس کے پیشِ نظر "بیعت" اور عہد کو یہاں اور بھی زیادہ لازم و اہم سمجھا جانا چاہیئے۔ اسی لئے قرآن مجید اور حدیث شریف میں "بیعت" لینے اور بیعت کرنے کے احکام وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

صلح حُدیبیہ کے موقع پر جو عہد نامہ مرتب ہوا، اور حضرت عثمان ابنِ عفان رضی اللہ عنہ کے مکہ سے واپس نہ آنے سے جو غلط فہمی پیدا ہوئی، جس کے باعث حضورؐ نے صحابہ کرام سے

بَیعت لی، اسے "بیعتِ رضوان" کے مقدس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور ربّ العزت نے اس بَیعت اور معاہدے میں اپنی ذاتِ اقدس کو شامل فرما کے اسے عظیم ترین عہد نامہ (بَیعت) کی حیثیت عطا فرمائی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ط (ترجمہ) "بے شک جو لوگ تمھاری بَیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بَیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ تو جس نے عہد کو جو اس نے اللہ سے باندھا ہے پُورا کیا، تو اللہ اس کو جلد ہی بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس عہد اور بَیعت کو جو صحابہؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی خود اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ تکمیل و توثیق کے لئے اپنے دستِ مبارک کو مومنین کے ہاتھوں پر جتایا۔ اور ایفائے بَیعت اور عہد شکنی کے لئے جزا و سزا کا وعدہ فرمایا۔ اس سے زیادہ واضح اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے!! معاملات دُنیوی ہوں یا کاروبارِ آخرت، سب میں "بَیعت" کی اہمیت اور وجوب صرف اس ایک آیت مبارکہ اور سنّت حضرت رسالتِ مآبؐ سے ثابت و مبرہن ہے۔

ایک اور مقام پر ربّ العزت فرماتے ہیں: اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ط (پ۲۸) (ترجمہ) "اے نبیؐ! جب مسلمان عورتیں تمھارے پاس اس بات پر بَیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھیرائیں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی، اور نہ وہ اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان کوئی بُہتان اٹھائیں گی، اور نہ کسی نیک بات میں تمھاری نافرمانی کریں گی، تو تم ان سے بَیعت لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں بَیعت کرنے والی عورتوں کو "مؤمنات" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ یعنی اس بَیعت سے قبل وہ مشرف بہ ایمان ہو چکی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا شرف حاصل کر لینے کے بعد

چند اوامر و نواہی یا بعض خصوصی معاملات کے لئے "بیعت" ہوتی یا ہو سکتی ہے۔ اور یہ عمل از روئے فرمانِ الٰہی اور سنّت نبوی نہایت مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں "بیعت" کی بے شمار مثالیں صحیح احادیث میں جابجا روایت ہوئی ہیں۔ جس کے بعد بیعت کی رسم کے رواج عام کا استحسان بلکہ لزوم و وجوب شک و شبہ سے ہر طرح بالاتر، دل نشین اور عقل و فہم کے لئے قابلِ قبول ہو جاتا ہے۔

(۱) بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ الدِّیْنِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (ترجمہ) "میں نے نماز ادا کرنے، زکواۃ دینے اور ہر مسلمان کو دین سکھانے پر رسول اللہؐ سے بیعت کی۔"

(۲) امام مسلم رحؒ نے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِکَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا نَزْنِیْ وَلَا نَسْرِقُ وَلَا نَقْتُلُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (ترجمہ) "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے، اور بدکاری نہیں کریں گے، اور چوری نہیں کریں گے اور حق بات کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کریں گے۔"

غرض اس طرح کی احادیث بکثرت ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورتوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنات و اوامر کی انجام دہی اور محرمات و منہیات سے بچنے اور ان سے دور رہنے پر بیعت لی ہے۔ اور یہی سنّت نبویہ آج تک جاری ہے کہ تصوف کے سلاسل عالیہ میں اہل ایمان صالحین و مشائخ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے ہیں۔ گویا اوامر کی بجاآوری، نیکیوں پر مداومت، ممنوعات سے احتراز اور رب تعالیٰ سے انابت پر اسی کے ایک برگزیدہ بندے کو گواہ بنا کر عہد کی توثیق کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے آپ کو اس کے فضل و کرم اور انعام و احسان کا مستحق بنائیں۔

سلاسل طریقت

واضح ہو کہ تمام سلاسل طریقت حق ہیں، اور کسی پر نکتہ چینی روا نہیں۔ منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود

مختلف سلسلوں میں بیعت لیا کرتے تھے ۔ البتہ آپ کا پسندیدہ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے ۔ اس کی ابتدار دوسروں کی انتہا ہے ۔"

سلسلۂ نقشبندیہ

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: "طریقہ نقشبندیہ کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، جو انبیائے کرام کے بعد تحقیقی طور پر تمام نبی آدم سے افضل ہیں ۔ اسی لحاظ سے اس طریقہ کے بزرگواروں کی تحریروں میں آیا ہے کہ "ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے ۔" نسبت سے ان کی مراد خاص حضور اور آگاہی ہے ، جو بعینہٖ حضرت صدیق اکبرؓ کی نسبت اور حضور ہے ۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے ۔"

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ فیوض الٰہی اور برکات یزدانی سے ممتاز بنایا گیا ہے ۔ یہاں انسان ہر وقت خطرات اور وساوس سے بالاتر رہ کر متوجہ الی اللہ اور ذاکر رہ سکتا ہے ۔ وہ دنیا کے کاموں میں مشغول نظر آتے ہوئے بھی اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا کا مصداق بن سکتا ہے سلطان الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ "آپ کے طریقے کی بنیاد کس چیز پر ہے" تو آپ نے فرمایا : (ترجمہ) تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو ؛ "خلوت در انجمن ۔ ظاہر با خلق و باطن با حق سبحانہ و تعالیٰ ۔"

"خلوت در انجمن" سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں خلقت اور باطن میں حق تعالیٰ سے مصروف رہے ۔

دِل در ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار　　می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش　　ایں چنیں زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

تعارفِ کتاب

زیر نظر کتاب میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک درویش کامل ، مومن صالح ، صوفی با صفا ، مرد خدا ، غوث زماں ، قطب دوراں کے سوانح حیات پیش کئے جا رہے ہیں ۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری قدس سرہ العزیز فی الواقع اس عصر کے غوث ، قطب اور مجدد تھے ۔ آپ مسند ارشاد و ہدایت پر تقریباً ایک صدی

تک رونق افروز ہے۔ اور اس تمام مدت میں احیائے دین، تبلیغ و ارشاد اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تفصیلی اور جامع سیرت کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں ہو سکتے لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ مختصر طور پر آپ کی دینی، روحانی، اخلاقی، مذہبی اور ملی خدمات و فیضان کا ذکر کر دیا جائے تاکہ یادگار رہے اور موجودہ نیز آئندہ نسلوں کو معلوم ہو کہ بزرگانِ دین، کاملینِ اُمت، اور علمائے کرام کا مثالی کردار اور سیرتِ طیبہ کیا ہوتی ہے اور وہ کس کس طرح ان کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرمِ عمل رہتے چلے آئے ہیں۔

مجھے حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کے آغوشِ عاطفت میں اور زیرِ سایہ پوری عمر گزارنے کی عزت و سعادت حاصل رہی ہے۔ اور تقریباً پچیس سال میں حضور کی حیات مبارک میں مہتمم امور اور نگرانِ کار کی حیثیت سے اور بھی زیادہ قربت کا شرف حاصل کر سکا ہوں۔ نیز آپ کے خلفِ اکبر اور سجادہ نشین اوّل حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر ہونے کے لحاظ سے مجھے حضور کی شفقتِ بزرگانہ اور محبتِ کریمانہ سے بھی حظِ وافر حاصل ہوتا رہا۔ میں نے اس کتاب میں عام طور پر وہی احوال و کوائف درج کئے ہیں جن کا مجھے ذاتی طور پر علم اور مشاہدہ ہوا۔ یا پھر کچھ باتیں وہ ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں نے خود مجھ سے بیان کیں، اور مجھے ان کی تصدیق و توثیق دوسرے ذرائع سے بھی حاصل ہوئی۔ تاکہ سیرتِ طیبہ اور حیات مبارک کے تمام پہلو مستند ہوں۔ اور قارئین کے لئے فیض کا سامان بہم پہنچائیں۔

میں اس اعتراف میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ العزیز کے شاندار کارنامے، درخشاں خدمات، روحانی فیوضات اور بلند درجات کے ذکر مبارک کا پورا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کے کمالات ظاہر و باطن فیوضاتِ روحانی و دُنیوی اور خدماتِ دینی و ملی کا کما حقہٗ تذکرہ از بس دشوار ہے۔ اور اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی کفایت نہیں کر سکتے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ سیرت امیر ملت بہت تاخیر سے شائقین کی خدمت میں

پیش کی جارہی ہے۔ جب میں نے محسوس کرلیا کہ کوئی اور صاحب اس خدمت کی حامی نہیں بھرتے، تو میں نے مواد جمع کرنا شروع کیا۔ فرائض اور مصروفیات کی کثرت اور تنوع نے اس مرحلے کو میرے لئے بہت دشوار بنادیا۔ مگر میں لگا رہا۔ اور کئی سال میں بہت سا مواد جمع کرلیا۔ یہ کام اک گونہ مکمل ہُوا تو تسوید و ترتیب کا مرحلہ اور بھی مشکل نظر آیا۔ بارے یہ دشواری بھی حل ہُوئی۔ اور خدا خدا کرکے کتاب مکمل ہوگئی۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی ۱۹۲۴ء میں اس وقت داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فتنۂ ارتداد کے انسداد کے سلسلے میں پہلی مرتبہ آگرہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے درس نظامیہ اور دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ اور فارسی اور اُردو میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ایم اے کے ان دونوں امتحانوں میں آپ نے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے میں آگرہ یونیورسٹی میں ریکارڈ قائم کیا۔ جو آج تک برقرار و قائم ہے۔ آپ پینتالیس سال معلمی کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آگرہ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں ملازم رہے۔ آخر میں پشاور یونیورسٹی میں شعبۂ اُردو کے پروفیسر اور صدر تھے۔ ۱۹۶۸ء میں یہاں سے ریٹائر ہوکر آپ ترکی کی انقرہ یونیورسٹی گئے اور وہاں شعبۂ زبانِ اُردو و مطالعۂ پاکستان کے پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے تین تعلیمی سال گزار کر اب پشاور میں ہی توطّن رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد کئی درجن تک پہنچتی ہے۔ جن میں زیادہ تر زبان و ادب کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ اب آپ اپنا وقت گھر بیٹھ کر لکھنے پڑھنے میں گزار رہے ہیں۔ میں نے سیرت امیرِ ملّت کی ترتیب و تسوید کے لئے فاروقی صاحب کا انتخاب کیا تو انھوں نے بڑے شوق اور کمال رغبت سے یہ بار اُٹھانا منظور کیا۔ اور توجہ، شوق اور تن دہی سے اسے تکمیل تک پہنچایا۔

مواد جمع کرنے کے دَوران یارانِ طریقت میں سے بہت سے افراد مجھے اپنے مشوروں سے فائدہ پہنچانے کی سعی کرتے رہے۔ ان میں خاص طور پر دو صاحبان کا ذکر مناسب ہے۔ پروفیسر زاہد حسن فریدی ایم اے (فارسی و اُردو) حال پرنسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ) اور پروفیسر منشاد علی ایم اے (فارسی و اُردو) حال پروفیسر گورنمنٹ کالج بہاول نگر معین معتمد مرکزی انجمن خدام الصوفیہ۔ ان دونوں اصحاب نے میرے جمع کئے ہُوئے مواد پر نظر ڈالی اور مشورے دیے۔

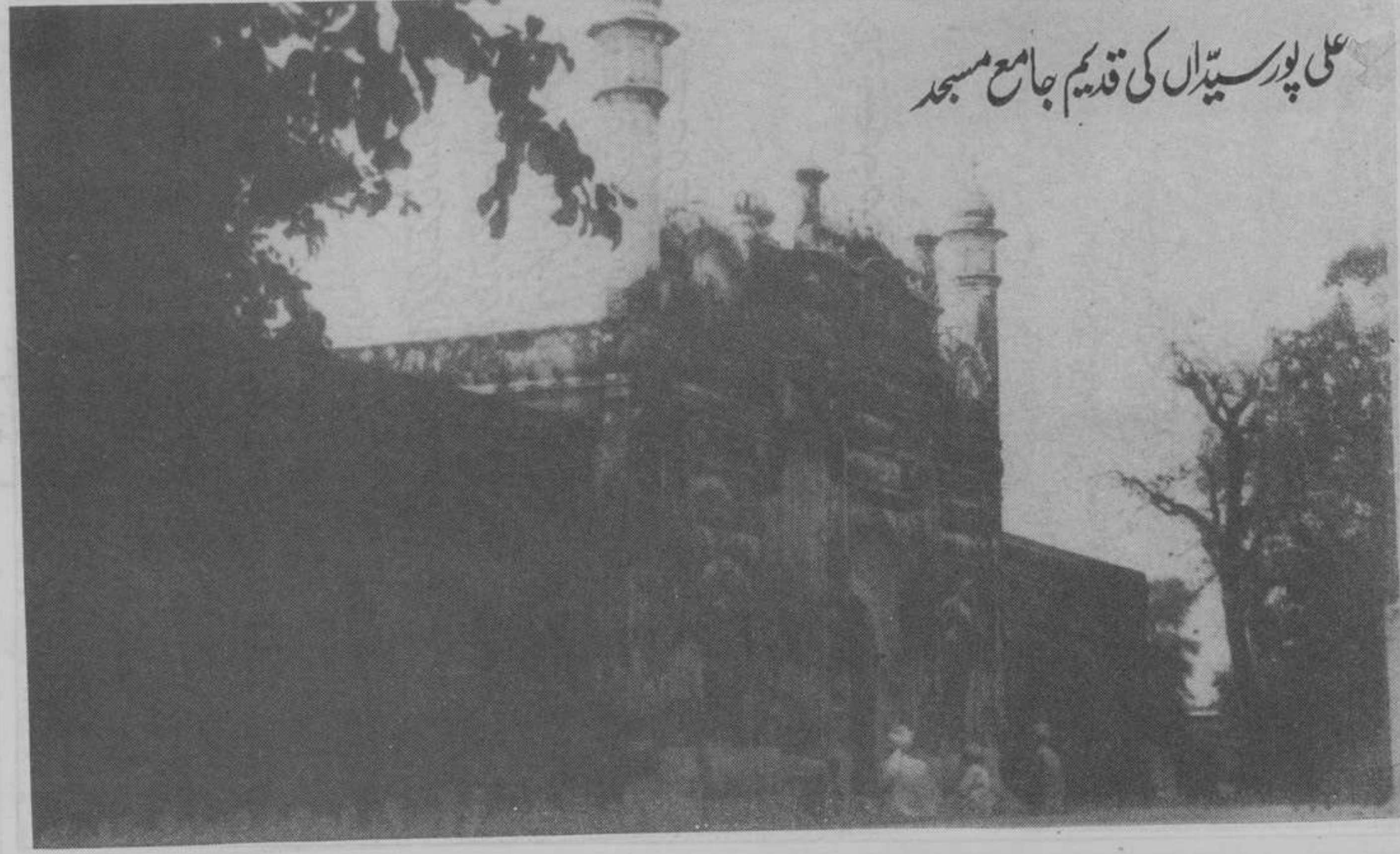
مولوی الحاج محمد اسماعیل صاحب خیراللہ پوری۔ منشی فاضل، ایس وی ہیئیشہ کے لحاظ سے مدرس، درسِ نظامیہ کے سند یافتہ اور علم دوست یاروں میں سے ہیں۔ مواد کی فراہمی میں نقل اور املا میں، مجھے ان سے بہت زیادہ مدد ملتی رہی ہے۔ میں ان سب یاروں کے تعاون کا معترف ہوں اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ فلاحِ دینی و دنیوی کی دُعا کرتا ہوں۔

از گدا جز دُعا نیاید ہیچ
چہ کند بے نوا ہمیں دارد

فاروقی صاحب اور منشاد صاحب کو کتاب کا نام تجویز کرنے میں توارد ہوا۔ دونوں نے اپنے اپنے طور پر "سیرت امیرِ ملّت" تاریخی نام تجویز کیا تھا جس سے ۱۳۹۱ سن ہجری برآمد ہوتے ہیں۔ توقع تھی کہ اُس سال ترتیب وتسوید کا کام مکمل ہو جائے گا۔ اس لئے سب نے کتاب کے لئے یہی نام طے کیا۔ مگر کام بڑھتا گیا اور وقت گزرتا گیا۔ تا آنکہ ۱۳۹۳ھ بھی ختم پر آگیا۔ مگر چونکہ سب کو یہی نام پسند ہے، اس لئے کتاب کے لئے یہی نام اختیار کیا گیا ہے۔

سیّد اختر حسین عفی عنہ

علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ
۱۱ر ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ
۱۵ر دسمبر ۱۹۷۳ء



علی پور سیداں کی قدیم جامع مسجد



آباؤ اَجداد وِلادت و تربِیت

آباؤ اَجداد — شجرۂ طیبہ — مولودِ مسعود

حضرت قبلہؒ کے والدِ ماجدؒ — آپؒ کے والدِ ماجد کی اولاد

عہدِ طفولیت — تحصیلِ علم — عقدِ مبارک

بیعت — شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آباؤ اجداد

ہندوستان آنا اور آباد ہونا

آباء و اجداد

جب ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ سوری کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ اور اسے مجبور ہو کر ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ تو ایران میں جاکر پناہ لی۔ طہماسپ صفوی شاہِ ایران نے پذیرائی کی۔ لیکن عرصہ دراز تک مصالح ملکی کی بنا پر امداد و اعانت سے گریز کرتا رہا۔ آخر کسی درویش کی رہنمائی پر ہمایوں بادشاہ نے حضرت سید حسین شاہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ عَنِ الْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۴۴۶)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ بالوں والے لوگ، جن کو دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے (ایسے ہیں کہ) اگر وہ خدا کی قسم کھا کر (کسی کام کی بابت) حکم لگا دیں تو خدا ان کے قول کو سچا کر دیتا ہے۔"

سچ ہے جب کسی کے اچھے دن آتے ہیں تو اس کو خدا کی طرف سے توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ بارگاہِ خداوندی کے مقبول بندوں کی جانب رجوع کرتا ہے۔ جن کے فیض و کرم سے اس کا نصیبہ چمک اٹھتا ہے۔ اور وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ ‎ ‎ تیرِ جستہ باز گردانند زِ راہ (رومیؒ)

جب ہمایوں بادشاہ نے حضرت سید حسین شاہ شیرازیؒ کے درِ اقدس پر حاضری دی۔ اور شرف ملاقات حاصل کر کے اپنی مشکلات پیش کیں۔ اور کامیابی و کامرانی کی دعا کی درخواست کی۔ تو حضرت اقدس نے ہمایوں کے لئے دعا کی۔ اور دوبارہ سلطنت ہندوستان حاصل ہونے

کی بشارت دے کر ہندوستان پر فوج کشی کی ہدایت فرمائی۔

ھمایوں بادشاہ نے حصولِ برکت وسعادت کے لئے التماس کیا کہ صاحبزادگان والاشان میں سے حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت سید حسن شاہ صاحب اور صاحبزادے سید محمد سعید نوروز شاہ صاحب کو بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان جانے کی اجازت مرحمت کی جائے۔ دربارِ اقدس کے متوسلین نے بھی ھمایوں بادشاہ کی سفارش کی۔ تو حضرت اقدس نے ان دونوں صاحبزادگان والاتبار کو سفر کی اجازت دے دی۔

دراصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اقدام فرمانِ غیبی کے تحت اس مصلحت سے تھا کہ، ان بزرگوں کے وسیلے سے ہندوستان میں تبلیغ اسلام ہو۔ اس سرزمین میں اسلام کا نور پھیلے اور نومسلموں کو شریعت مطہرہ کی صراطِ مستقیم دکھائی جائے۔ چنانچہ ھمایوں بادشاہ نے صاحبزادگان والاتبار کی ہمراہی میں ہندوستان پر فوج کشی کی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اسے یہ توفیق حاصل ہوئی کہ مغل سلطنت دوبارہ ہندوستان میں قائم کرے۔

کیسی سچی بات کہی گئی ہے کہ "پیران ما در میان ما بود۔ خدائی در دستِ ما بود۔" ھمایوں نے جو مانگا ان صاحبزادگان کے فیض سے اس کو مل گیا۔ ایسا ہی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیراہن مبارک محمودؒ نے حاصل کیا۔ اور اس کی برکت کے اعتماد پر خدا کے فضل وکرم سے سومنات فتح کیا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنا تو کیا خوب فرمایا تھا کہ "محمود نے بارگاہِ رب العزت سے میری قمیص کا کیا معاوضہ طلب کیا ہے! صرف سومنات کی فتح۔ اگر تمام ہندوستان کے کفار کے مسلمان ہو جانے کی آرزو اور التجا کرتا تو سب مسلمان ہو جاتے۔

علی پور سیداں

جب ھمایوں بادشاہ نے وفات پائی اور اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا۔ تو حضرت صاحبزادہ سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ نے گوشہ نشینی اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اکبر نے آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ کو حکمِ الٰہی زیادہ عزیز تھا۔ آپ نے اپنا ارادہ نہ بدلا۔ تو اکبر بادشاہ نے آپ کے اور متوسلین کے اخراجات کے لئے پسرور (ضلع سیالکوٹ) سے نو میل کے فاصلے پر ایک سرسبز قطعہ اراضی آپ کی خدمت میں نذر کیا۔

حضرت محمد سعید نوروز شاہؒ نے اپنے اور درویشوں کی رہایش کے لئے ایک مختصر عمارت تعمیر کی۔ اور اس طرح "علی پور" کی بنیاد پڑی۔

حضرت نے اس بستی کا نام اپنے جد امجد کے نام پر "علی پور سیداں" رکھا۔ علی پور سیداں کی تحصیل نارووال اور ضلع سیالکوٹ ہے۔ سیالکوٹ سے جنوب مشرق میں تیس میل۔ نارووال سے نو میل۔ لاہور سے شمال مشرق میں تقریباً ۶۳ میل ہے۔ وزیر آباد نارووال ریلوے لائن پر علی پور سیداں کا ریلوے اسٹیشن آبادی سے تقریباً ایک میل پر واقع ہے۔

حضرت نوروز شاہؒ کی اولاد

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کی اولاد مفصلہ ذیل چار دیہات میں آباد ہے۔ علی پور سیداں۔ خیر اللہ پور سیداں۔ فتح پور سیداں۔ اور اونچی رسول پور سیداں۔ علی پور سیداں اور فتح پور سیداں کے سادات اپنے آباؤ اجداد کے مذہب اہل سنت پر قائم ہیں۔ مگر خیر اللہ پور سیداں اور رسول پور سیداں کے سادات نے صرف چند پشت اوپر سے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے شیعہ مسلک اختیار کر لیا ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کا مزار مبارک اونچی رسول پور سیداں میں واقع ہے۔ حضورؒ کے وصال کے سال و ماہ کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکا۔ ان چاروں گاؤں میں سادات کے علاوہ کوئی دوسری قوم زمین کی مالک نہیں۔ دیگر قوموں کے افراد جو ان گاؤں میں آباد ہیں مختلف پیشوں سے متعلق اور تابع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کی اولاد میں سے سید شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع ابہال سیداں تحصیل کھاریاں ضلع جہلم میں جا کر آباد ہو گئی ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کے چچا حضرت سید حسن شاہؒ کو اکبر بادشاہ نے ضلع گورداسپور میں زمین دی تھی۔ آپ نے اپنی اور درویشوں کی رہایش کے لئے مکانات تعمیر کیے۔ اور اس بستی کا نام بھر پور سیداں رکھا۔ جو بعد میں بگڑ کر بھوپر سیداں مشہور ہوا۔ حضرت سید حسن شاہؒ کی اولاد اسی گاؤں میں آباد رہی۔ چونکہ یہ شاخ آبائی عقاید اہل سنت پر قائم رہی، اس لئے علی پور سیداں اور بھوپر سیداں کے سادات میں رشتے ناتے ہوتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد بھوپر سیداں ہندوستان میں چلا گیا، تو وہاں کے سادات ہجرت کر کے موضع

کھاریاں والا (تحصیل و ضلع شیخوپورہ) موضع ڈھولہ اور موضع پنجگرائیں (ضلع سیالکوٹ) میں آکر آباد ہو گئے۔ یہ گاؤں علی پور سیّداں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

شجرۂ طیّبہ

فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (پارہ ۲۷) (ترجمہ) "اور جو ایمان لائے۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے۔ اور آیت بالا کے صحیح مصداق۔ گویا آپ کا شجرۂ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ترجمہ) "مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں"۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس مقدّس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے، جن کا شجرۂ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمالِ صالحہ ان کی علوّشان پر شاہد عادل ہیں۔ آپ کی حیات پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخصوص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمّل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دَور میں آپ نے اعلائے کلمۃ الحق اور اتباعِ سُنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ایمان افروز اور روح پرور مثال قایم کی کہ باید و شاید۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (ترجمہ) "یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے"۔



پدری شجرۂ نسب

۱	رسولِ اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنتِ رسولِ خدا (زوجہ) حضرت علی ابن ابی طالبؓ	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہداء رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید منور علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیرِ ملت محی السنت مجددِ دوراں قیوم زماں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		

مادری شجرۂ نسب

آپ کا مادری شجرۂ نسب ساتویں پشت پر پہنچ کر پدری شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت سید عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے حضرت سید امان اللہ آپ کے جدِّ امجد (دادا) اور دوسرے صاحبزادے حضرت عزیز الرحمان آپ کے نانا تھے۔

۱	رسولِ اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النسأ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا (زوجہ) حضرت علی بن ابی طالبؓ	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین بن علی سید الشہدا رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید سوندھی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید حسن علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	نور فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بنت حضرت سید حسن علی رحمۃ اللہ علیہ (زوجہ) حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت محی السنت مجدد دوران قیوم زمان قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		

مولودِ مسعود

عمر ہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات   تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں (اقبال)

برِّ صغیر کی زبُوں حالی

چمنِ ہند جہاں صدیوں سے اسلامی شاہین حکمراں رہے تھے، وہاں بوم کا تسلّط نظر آ رہا تھا۔ جہاں کبک اٹھکیلیاں کرتے تھے وُہ کرگسوں کی جولاں گاہ تھی۔ جہاں گل ہائے نوبہار فردوسِ نظر ہوتے تھے وہاں خس و خاشاک خارزنگاہ تھے۔ غرض گلستانِ ہستی خزاں رسیدہ تھا، اور خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیاں اور عنادل کی نغمہ ریزیاں گلدستۂ طاقِ نسیاں بن چکی تھیں۔

سکھا شاہی کا دَور تھا۔ ان کی مسلم دشمنی اور وحشیانہ بربریت تاریخِ عالم کا تاریک ترین زمانہ ہے۔ اذان کی آواز تک سے سکھوں کا خون کھَولنے لگتا تھا، اور وُہ مرغِ سحر کو بھی گردن زدنی خیال کرتے تھے۔ مسلمانوں کا دین و ایمان، جان و مال، عزّت و آبرو ہمہ وقت شدید ترین خطرے میں تھی۔ عدل و انصاف کا نام بھی باقی نہ تھا اور جور و ظلم، قتل و غارت سکۂ رائج الوقت تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کہنے کو تو "سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا تھا"، لیکن دِل کا اندھا اور عقل سے بے بہرہ تھا۔ جس آنکھ میں بصارت تھی، مسلمانوں کے خلاف، اس پر بھی تعصب و انتقام کی عَینک لگی ہُوئی تھی۔

رنجیت سنگھ کے بعد آنے والے سکھ حکمران اور بھی بدتر تھے۔ مسلمانوں کے عناد کے علاوہ اسلام دشمنی ان کی رگ وپے میں سرایت کئے ہُوئی تھی۔ اسلام کے استیصال اور مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ اتارنے کے لئے ہر قسم کی سازشیں اور سفاکیاں ان کا روزمرہ تھیں۔ غرض باسباب ظاہر مسلمان بدترین حالات سے گزر رہے تھے۔ اور سکھا شاہی برِّصغیر سے ان کا نام و نشان مٹانے کے لئے تمام حربے استعمال کرنے میں سرگرم تھی۔

سکھا شاہی کے وارث انگریز قرار پائے تو انھوں نے مسلم دشمنی کو اپنے تدبّر اور فراست سے خوش رنگ پردوں میں پروان چڑھایا۔ سکھّوں نے مسلمانوں میں مفسد گروہ قائم کرکے ان کی

سرپرستی کی تھی۔ اور فرقہ بندی کو ہوا دی تھی۔ انگریزوں نے ان اندرونی تفرقیوں اور گروہ بندیوں کو اور مستحکم کیا۔ تاکہ مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو جائے۔ اور اس برِّ صغیر سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مِٹ جائے۔

اسلام کو روزِ اوّل سے ایسی فتنہ پردازیوں اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ حق و باطل کی یہ جنگ ابتدا سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ مگر اسلام ان معرکوں میں ہمیشہ فتح یاب و کامران ہوا ہے۔ اور شعلۂ نمرود سے اور زیادہ درخشان و تابناک ہو کر نکلا ہے۔

؎ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے ۔۔۔ اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

فرمانِ حق ہے: یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ (ترجمہ) "وہ چاہتے ہیں کہ پھونکیں مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں۔ لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناپسند ہو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آیا نہ آئے گا۔ سُنّت اللہ یہ ہے کہ جب اسلام پر بُرا وقت آیا ہے، اس نے حفاظت دین کے لئے کسی برگزیدہ ہستی کو پیدا کر دیا ہے۔ جس نے دشمنوں کی مساعی کا سدِّ باب کیا۔ اور شمع اسلام کی روشنی کو اور زیادہ درخشندہ و تابندہ کر دیا۔

چنانچہ گمراہی و ضلالت، اور کُفر کی چیرہ دستیوں کے اس دَور میں بھی یہی سُنّتِ الٰہی قائم رہی۔ اور ایک بندۂ خدا اور مردِ باخدا کے ظہور سے نخلِ اسلام کی آبیاری کا ہر قطرہ بہار آفرین اور ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ چنانچہ کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور ہر طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے شادیانے بجنے لگے۔

ولادت

یعنی ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیانی وہ ہے میں مُبارک و مسعود سال؛ مہینے اور دن میں حضرت سیّد کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ نظر امیرِ ملّت قبلۂ عالم حضرت سیّد جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں ظہور فرمایا۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کی ولادتِ مسعود کا صحیح دن اور وقت کسی طرح تحقیق

نہ ہوسکا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی وفات سے چند روز قبل ایک ڈاکٹر صاحب نے آپ کی عمر دریافت کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ "ایک سو دس سال سے ایک سو بیس سال تک"۔ اس سے صرف اتنا اندازہ کرنا ممکن ہے کہ آپ کی ولادت ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیان ہوئی ہوگی۔

آپ کے والدِ ماجد حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل ولی اللہ تھے۔ آپکو از روئے کشف نومولود کے عظیم المرتبت ہونے کا حال روشن تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت امیرِ ملت کی ولادت پر غیر معمولی جوش و مسرت کا اظہار کیا۔ تہنیت و تبریک کے لئے آنے والے کو مناسب داد و دہش سے نوازا۔ اور بارگاہ ربّ العزت میں ہدیۂ عجز و نیاز پیش کیا۔ عقیقہ کا دن آیا تو قصاب کو حکم ہوا کہ صحیح عمر و صحت کے بکرے لائے جائیں تاکہ سنّت کی ادائیگی کما حقہٗ انجام پائے۔ عقیقہ کے بال بجائے چاندی کے سونے میں تولے گئے۔ تاکہ بندگانِ خدا کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچ سکے۔

نام

نام رکھنے کا مرحلہ پیش آیا تو جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہر شخص نے اپنی رائے اور خیال کے مطابق نام تجویز کیا۔ لیکن آپ کے والدِ ماجد نے "جماعت علی" نام پسند کیا۔

ع "خدا کی باتیں خدا ہی جانے"۔ ایک فرد کا نام جماعت انوکھی سی بات ہے۔ لیکن منشائے ایزدی میں یہ امر مضمر تھا کہ یہ فرد ایک نہیں، اس کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ لاکھوں انسانوں کی جماعت۔ نام کا یہ انتخاب منجانب اللہ اشارہ تھا، اس عظیم کام کی جانب جو اس فردِ واحد کے ہاتھوں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنّت نبویؐ کے لئے انجام پانے والا تھا۔

سکھوں کی مسلمان کُش اور اسلام دشمن حکومت حضرت قبلہ عالم قدس سرّہ العزیز کی ولادت مسعود کے بعد ہی ختم ہوگئی تھی۔ مگر انگریز جو اس حکومت کے وارث بنے، اس سے زیادہ خطرناک دشمن ثابت ہوئے۔ جنھوں نے مسلمانوں میں افتراق و تشتّت کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کیجئے۔ مگر حضور والا کی سیرت طیبہ شاہد ہے کہ آپ نے مدّت العمر کیسی ہمّت اور پامردی سے ان سب کا مقابلہ کیا۔ اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے انگریزوں، ہندوؤں اور دوسرے فرقِ باطلہ کے مقابلے میں کس کس طرح کامیابیاں حاصل کیں۔

اہلِ دل اور اہلِ نظر کی بات کوئی کیا پا سکتا ہے۔ اونچی رسول پور سیداں والے مولوی غلام رسول مرحوم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے قلعہ سوبھا سنگھ جایا کرتے تھے۔ جب آپ علی پور سیداں پہنچتے

تو جُوتا اتار کر ننگے پاؤں ہو جاتے۔ اور فرماتے کہ اس سرزمین میں عنقریب اللہ کا ایک بندہ پیدا ہونے والا ہے۔ جو تمام ہندوستان میں دین کی دولت بانٹے گا، اور دین کی خدمت انجام دے گا۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت سیّد کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی، دیندار، سادہ مزاج، حلیم الطبع اور دریا دِل تھے۔ آپ اپنے زمانے کے صاحبِ عزم و خدمت ولی اللہ تھے۔ مخلوقِ خدا خدمت میں حاضر ہوتی، اپنی مشکلات پیش کرتی، اور فیض یاب ہو کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو فرمان صادر ہوتا پورا ہوتا۔ کیوں ایسا نہ ہوتا، آپ پر رب تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ آپ کی ددھیال اور ننھیال بلند پایہ کامل ولی اللہ حضرات پر مشتمل تھی۔

آپ کے نانا حضرت سیّد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف (ضلع گورداسپور) والے اپنے زمانے کے کاملین میں سے گزرے ہیں۔ آپ آٹھ سال کے تھے کہ حضرت سیّد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ساتھ لے کر پیدل سموال شریف (ضلع میرپور) ایک بزرگ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ ان کی ضعیف العمری کا تھا۔ بچّہ کو اس لئے ساتھ لیا تھا کہ راستے میں خدمت کرتا رہے۔ آپ کی خدمت سے حضرت شاہ صاحبؒ اس قدر خوش ہوئے کہ واپسی میں آپ کو بشارت دی کہ "تیری اولاد میں قیامت تک ولی اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔"

پابندی شریعت

حضرت سیّد کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی پابندی شریعت کا یہ حال تھا کہ تمام عمر قلعہ سوبھا سنگھ جا کر نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔ حضرت امیرِ ملّت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بارہ تیرہ سال کا تھا، ایک بار اپنے والد صاحب کے ہمراہ تحصیل شکر گڑھ میں گھوڑی پر سوار جا رہا تھا۔ راہ میں بیلنا چل رہا تھا۔ میں نے عرض کیا، رس پینے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ چار پیسے کا ان سے رس خرید لاؤ۔ اس نے جا کر زمینداروں سے کہا پیسے لے لو۔ اور بچے کو رس دیدو۔ ان زمینداروں نے جواب دیا ہم رس فروخت نہیں کرتے۔ یہ کوئی دکان ہے۔

جس جگہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کھڑے تھے اسی کے قریب انھی میں کی ایک عورت گائے کا دُودھ دوہ رہی تھی۔ والد صاحب نے فرمایا "یہ ہم کو قیمتاً رس نہیں دیتے، توان کو دُودھ کیوں دیتی ہے۔" یہ سنتے ہی گائے نے ایسی لات ماری کہ وہ عورت ایک طرف اور دُودھ کا برتن دوسری طرف جا پڑا۔ وہ عورت بھاگ کر اپنے آدمیوں کے پاس گئی اور ان کو سارا قصہ سنا کر ملامت کی کہ تم نے ان بزرگ کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رس کیوں نہ دیا۔ وہ لوگ دوڑے اور منت سماجت سے معافی چاہی۔ حضور نے معاف فرما دیا۔ مگر رس قبول نہیں کیا۔

شیخ سعدیؒ نے کس قدر سچی بات کہی ہے :

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　که گردن نه پیچد ز حکمِ تو ہیچ

آپ نے تقریباً ایک سو پچیس سال کی طویل عمر پائی۔ اس تمام مدت میں نماز قضا ہونے کا تو کیا سوال، آپ نے کبھی بیٹھ کر بھی نماز ادا نہیں کی۔ آخر عمر میں کسی شخص نے عرض کیا کہ "آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ بیٹھ کر نماز ادا فرما لیا کیجیے۔" جواب دیا "نہیں! کوئی کمزوری نہیں۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھ لیتا ہوں۔ اور کون سی کُشتی لڑنی ہے۔ جو کام ہے وہ میں کر ہی لیتا ہوں۔"

حضرت امیر ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "والد صاحب کی آخری عُمر تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ شبینہ سناؤ۔ مَیں نے تعمیل ارشاد کی۔ پہلی رکعت میں پچیس پارے پڑھے اور دوسری رکعت میں چار پارے سنا کر سلام پھیرا۔" تو والد صاحب نے فرمایا "حافظ جی! خیال رکھنا چاہیئے ضعیف لوگ بھی پیچھے ہوتے ہیں۔ نماز ختم کرنے کے بعد میں نے ساتھ والے نمازی سے پوچھا کہ کسی نے کھڑے ہو کر بھی پورا قرآن پاک سنا کہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ "ہاں! صرف آپ کے والد صاحب نے۔"

اللہ اکبر! یہ ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کا کمال۔ یہ ہے رُوحانیت کا کرشمہ، کہ ایسی ضعیفی کے عالم میں بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنا پسند نہ کیا۔ اور کھڑے ہو کر سارا کلام مجید سنا۔

کشف

حضرت قبلہ سید کریم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور آپ کی بے شمار کرامات عام طور پر معروف ہیں۔ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک خادمہ گوہر بی بی ساکنہ سادھو کے حضرت کے دودمانِ عالی کے ایک بچے کو گود میں لیے ہوئے ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا "گوہر! تیرا بھی کوئی بچہ ہے۔" اس نے عرض کیا "حضور!

میرے تو کوئی اولاد نہیں۔" فرمایا "رب تعالیٰ تجھے بھی لڑکا دے گا۔" حضورؒ کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا۔

ایک دن گوہر کا وہ بچہ گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ سامنے حضور تشریف فرما تھے۔ گوہر بی بی نے عرض کیا۔ حضور! یہ اکیلا ہے۔" ارشاد فرمایا۔ "یہ اکیلا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے آٹھ بیٹے عطا فرمائیں گے۔" وہ بولی "حضور! میرے مرنے کے بعد ہوئے تو مجھے کیا!" فرمایا "نہیں! تیری زندگی ہی میں ہوں گے۔" اس نے عرض کیا "حضور! تو میں ان لڑکوں میں سے ایک حضور کی خدمت میں پیش کروں گی۔" ساتھ ہی اس نے مزید جرأت کر کے کہا "حضور! اس کے تو آٹھ بیٹے ہو جائیں گے مگر یہ خود تو پھر بھی اکیلا ہی رہا۔" فرمایا "نہیں! اللہ تعالیٰ اسے بھی بھائی دے گا۔" چنانچہ سامنے کی بات ہے، سب کو معلوم ہے کہ حضور کے ارشاد کے مطابق ہی ہوا۔ چودھری حاکم دین گوہر بی بی کے دوسرے لڑکے ہیں۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اس کے آٹھ پوتے ہوئے۔ ان میں سے چھ اب بھی بقیدِ حیات ہیں۔ دو کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔ ان پوتوں میں سے ایک لڑکا محمد خان اس نے حسبِ وعدہ خدمت کے لئے نذر کر دیا تھا۔

والدِ ماجد کا احترام

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ ماجد حضرت سید کرم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا بغایت احترام فرماتے تھے۔ مدت العمر اُن کی خواہش کے مطابق تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے اور جیسا کہ ذکر آچکا ہے حکم کے مطابق تشبیہے بھی سُنایا کرتے تھے۔ اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر احترام اور پاس خاطر ملحوظ رہتا تھا، اس کا کچھ اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

جب مولوی سید حشمت علی شاہ صاحب باہر سے تعلیم حاصل کر کے نئے نئے گاؤں آئے تو برادری میں جھگڑا ہو گیا۔ اہل سنت و الجماعت اور شیعہ مسلک رکھنے والوں میں اتنا اختلاف بڑھا کہ مناظرہ کی ٹھن گئی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں میسور تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ برادری والوں نے آپ کو تار پہ تار دے کر وہاں سے بلایا۔ اور مناظرہ کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ مقررہ تاریخ پر دُور دُور سے خلقت جمع ہو گئی۔ فساد کا اندیشہ تھا اس لئے پولیس بھی آگئی۔ اسی اثنا میں برادری کے شیعہ سُنّی بزرگ جمع ہوئے۔ اور بڑی ردّ و کد کے بعد یہ فیصلہ ہو گیا کہ مناظرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک راضی نامہ لکھا گیا جس پر سب نے دستخط کئے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دستخط کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

اور فرمایا کہ میں مناظرہ ضرور کروں گا۔ تاکہ حقانیت واضح ہو جائے۔ اور سب پر کھل جائے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خوشامد در امد سے کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ساری برادری حضرت کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپ سے امداد کی درخواست کی۔ آپ از راہِ کرم برادری کے ساتھ حضرت قبلہؒ کے پاس آئے۔ حضرت قبلہؒ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو آتا دیکھ کر فوراً احترام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضور نے صرف اتنا فرمایا "حافظ جی! ساریاں کھیڈاں کھیڈیاں، اک کھیڈی ہارن، سارے کم سنوارن"

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے فوراً راضی نامہ کا غذ لے لیا اور اس پر دستخط فرما دیے۔

چونکہ لاتعداد خلقت دور دور سے آئی ہوئی تھی، اس لئے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستور کے مطابق ان کے استفادے اور استفاضے کے لئے مواعظ حسنہ سے نوازا۔ اور دیر تک حقانیت اسلام اور حقانیت مسلک اہل سنت پر تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین کے قلوب نور ایمان سے روشن ہو گئے۔

آپ کے والدِ ماجد کی اولاد

حضرت قبلہ نجابت علی شاہ صاحب

حضرت قبلہ و کعبہ سیّد کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔

(۱) حضرت قبلہ سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فرزند تھے۔ آپ بڑے پایہ کے بزرگ اور سیف زبان تھے۔ جو زبان سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ آپ نہایت خوبصورت، خوش مزاج، اور بارعب شخص تھے۔ لباسِ فاخرہ زیب تن کرتے اور صفائی کو بے حد پسند کرتے تھے۔ چہرۂ مبارک شاندار، رنگ سرخ سپید، داڑھی میں مہندی لگی ہوئی، حج بیت اللہ شریف اور روضۂ نبویؐ کی حاضری کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ فرائض، واجبات، سنن اور نوافل کی ادائیگی میں پورا انہماک رکھتے اور ذوق و شوق سے ادا کرتے تھے۔ شریعت پر کاربند تھے اور تمام اعمال کو مطابق سنت پورا کرتے تھے۔

آپ گھوڑوں کے بڑے تاجر تھے۔ اس لئے راجاؤں اور مہاراجوں سے کام پڑتا تھا۔

دوسرے تاجر آپ کی بزرگی اور تقویٰ کی عزت کرتے اور آپ سے عقیدت و احترام سے پیش آتے تھے۔ آپ دم اور تعویذ کچھ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ضرورتمندوں سے کہہ دیتے کہ "جاؤ۔ یہ کام یوں ہو جائے گا" اور خدا کا کرنا یہ کہ جیسا آپ کی زبان مبارک سے نکلتا ویسا ہی ظہور میں آتا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود   (رومیؒ)

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑے فرزند حضرت حاجی سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ منجھلے فرزند حضرت حاجی سید احمد حسین شاہ صاحب چھوٹے فرزند حضرت حافظ سید محمود حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی چار لڑکیاں۔ اور ایک لڑکا حاجی حافظ پیر سید نذیر حسین شاہ ہے۔

حضرت سید احمد حسین شاہ صاحب کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ اور سید محمود حسین شاہؒ کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔

حضرت قبلۂ عالم سید جماعت علی شاہ صاحب

(۲) دوسرے فرزند حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کے احوال مبارک اس کتاب میں قارئین کی نظر سے گزریں گے۔

حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب

(۳) تیسرے اور چھوٹے فرزند حضرت حاجی پیر سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ بڑے متقی، پرہیزگار، پابند شریعت، متبعِ سنت اور سخی تھے۔ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ نبوی سے مشرف ہوئے تھے۔ چونکہ بڑے صاحبزادے تاجر تھے۔ اور تجارتی مصروفیات کے باعث گھر پر مستقل قیام نہ کر سکتے تھے۔ اور منجھلے صاحبزادے حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ و اشاعت دین کی ہمہ وقتی سرگرمیوں کے باعث اکثر و بیشتر سفر میں رہتے تھے، اس لئے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین قرار دیے گئے تھے۔

آپ بڑے بزرگ اور کامل ولی اللہ تھے۔ دربار شریف کے جملہ انتظامات، اور زمینداری کاشتکاری کے تمام امور آپ کی نگرانی میں بخیر و خوبی انجام پاتے تھے۔ مسلمان زائرین کے علاوہ ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ بکثرت حاضر خدمت ہوتے۔ آپ مہمان نوازی فرماتے۔ اور ضرورت مندوں کی خدمت

کرتے۔ کوئی آپ کے آستانے سے مایوس وناکام واپس نہ جاتا تھا۔

آپ عادات و اعمال میں سنّتِ نبویؐ کی کامل پیروی کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت سے غربا، ومساکین، بیوہ عورتیں اور یتیم بچے یکساں فیض یاب ہوتے تھے۔ ہزارہا روپے کی آمدنی تھی لیکن ورثہ میں ایک پیسہ بھی نہیں چھوڑا۔ آپ روپیہ ہرگز جمع نہ فرماتے۔ جو آتا بندگانِ خدا اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔

تینوں بھائی ایک ہی جگہ اقامت گزین تھے۔ حضرت قبلہ سیّد صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بڑے بھائیوں کی حد درجہ عزّت و توقیر کرتے۔ اور بڑے دونوں بھائی اُن پر کمال شفقت و مہربانی کرتے تھے۔ اتباعِ سنّتِ نبویؐ اور سلف الصالحین کی پیروی میں سب بزرگ خلقِ خدا کی مقصد برآری اور مہمانوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے۔

حضرت قبلہ سیّد صادق علی شاہ صاحبؒ کے دو صاحبزادے ہیں۔ حاجی سیّد پیر اولاد حسین شاہ صاحب۔ اور حافظ سیّد پیر آل حسین شاہ صاحب۔ حاجی سیّد اولاد حسین شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے ہیں۔ حاجی حافظ پیر سیّد حیدر حسین شاہ صاحب دام اللہ بقاءٗ۔ حضرت حیدر شاہ صاحب حضرت امیرِ ملّت رحمۃ اللہ کے نواسے بھی ہیں۔ حافظ سیّد آل حسین شاہ صاحب کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہو گئی اور خود اُنھوں نے بھی جوانی میں وفات پائی۔

حضرت قبلۂ عالم کی اولاد امجاد

مناسب ہے کہ حضرت امیرِ ملّت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد کا مختصر ذکرِ مبارک بھی یکجائی کی خاطر یہیں کر دیا جائے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ فرزند اکبر فاضلِ اجل عالمِ بے بدل حضرت قبلہ حاجی حافظ پیر سیّد محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا لقب سراج الملّت تھا۔ اور آپ حضرت امیرِ ملّت کے پہلے سجادہ نشین تھے۔ منجھلے فرزند حضرت قبلہ حاجی مولانا حافظ پیر سیّد خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اور سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت قبلہ حاجی حافظ مولانا پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و ادام اللہ بقاءٗ۔ آپ کا لقب شمس الملّت ہے۔ اور آپ حضرت سراج الملّت کے وصال کے بعد سجادہ نشین ثانی ہیں۔ حضرت امیرِ ملّتؒ کی صاحبزادی سیّدہ حاجیہ بنت رسول صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔

عہدِ طفولیت

فرمانِ ایزدی ہے:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿سورہ فرقان - پارہ ۱۹﴾ ترجمہ" اور وہ لوگ جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پاک کے صحیح مصداق تھے۔

امتیازی صفات

آپ بدوِ طفلی ہی سے وہ شاہبازِ ولایت تھے کہ اپنے ہم عمروں سے امتیازی صفات کے مالک تھے۔ آپ کا بچپن عام بچوں سے جداگانہ نوعیت رکھتا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ پاکی و تقوٰی کا نمونہ تھیں۔ تو آپ ابتدا ہی سے حاجات ضروریہ تک میں ایسے پابندِ وقت تھے کہ گویا چاہتے تھے کہ والدہ محترمہ کے حفظِ اوقات اور طہارت و پاکیزگی میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پائے۔

آپ ابتدا سے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے اور فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ (ترجمہ) "تم مجھے یاد رکھو تو میں تمہیں یاد رکھوں گا" کے حکم ربانی پر عمل پیرا رہتے۔ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ دل خوش کن باتیں اور حیران کن الہامی گفتگو آپ سے سرزد ہونے لگی۔ یہاں تک کہ عمر مبارک چار سال چار ماہ چار دن کی ہوگئی۔ تو آپ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کے لئے مسجد میں بھیجدیا۔

آپ کے والدِ ماجدؒ حضرت حافظ شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خاص طور پر اس کام کے لئے قلعہ سوبھا سنگھ سے علی پور تشریف لائے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صاحب کا تلمذ اختیار کیا۔ اور سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ حافظ صاحب مرحوم کو خانوادۂ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام نونہالوں کی استادی کا شرف حاصل رہا۔

پسندیدہ اطوار

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بدوِ طفلی ہی سے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اطوار کے حامل تھے۔ صفائی اور پاکی کا ابتدا سے خصوصی لحاظ تھا۔ خوددار، بردبار، متواضع صاحب مروت اور مہمان نواز تھے۔ لہو و لعب سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر بے فائدہ قول و فعل سے گریز فرماتے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی لہو و لعب میں وقت ضائع کرنے سے روکتے۔ ہمہ وقت

حفظِ قرآن میں مشغول اور پڑھائی میں مصروف رہتے۔

آپ کے بچپن کے ساتھی نمبردار قایم علی شاہ صاحب کہتے تھے کہ "حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ یا تو اپنے چھوٹے چھوٹے دوستوں کو حویلی کے اندر ساتھ لے جاکر ان کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ یا باہر کھانا لے آتے اور ان سب کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ آپ کے سب ساتھی آپ کا احترام کرتے۔ اور آپ کا حکم ماننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔"

آپ کا لباس نہایت صاف ستھرا ہوتا۔ کبھی جسم کے کسی حصّے کو برہنہ نہ ہونے دیتے۔ یہاں تک کہ بحالتِ غسل بھی کبھی برہنہ نہ ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو بھی شرم دلاتے اور برہنگی سے باز رکھتے۔ آپ کے اُستاد آپ کے ساتھ خصوصی شفقت سے پیش آتے تھے۔ اور آپ کے ذوق وشوق اور محنت وشغف کے باعث دوسرے شاگردوں کے مقابلے میں آپ پر زیادہ توجہ مبذول کرتے تھے۔

آپ کی دادی صاحبہ

آپ کی دادی صاحبہ حضرت سیّد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ ایک بار آپ دادی صاحبہ کے ہمراہ سات سال کی عُمر میں ان کے گاؤں مکان شریف (ضلع گورداسپور) جارہے تھے۔ تو آپ نے راستے میں دادی صاحبہ سے کہا: "مجھے کچھ کھلاؤ تو آپ کو ایک بات سناؤں۔" دادی صاحبہ نے زادِ راہ میں سے کچھ کھانے کو دیا۔ آپ تناول فرماچکے تو کہا کہ "میری پیدائش کے بعد نال کاٹنے کے لئے آپ تیز دھار آلہ تلاش کر رہی تھیں، جو نہیں ملتا تھا۔ میں بتانے لگا کہ کوٹھی کے نیچے پڑا ہے۔ مگر کسی نے میرا مُنہ بند کر دیا۔ اور میں نہ بتاسکا۔")

اسی سفر کے موقع پر واپسی کے وقت آپ نے دادی صاحبہ سے کہا کہ "آج نہیں کل چلیں گے۔" مگر بچّہ کی بات سمجھی انہوں نے توجّہ نہ کی۔ دریا پر پہنچے تو کشتی موجود نہ تھی مجبورًا واپس آنا پڑا۔ آپ نے فرمایا "میں نے تو پہلے ہی منع کر دیا تھا کہ آج نہیں کل چلیں گے۔"

حفظِ قرآن مجید

غرض اس طرح کے بہت سے عجیب وغریب واقعات ہیں جو بچپن میں رُونما ہوئے۔ مگر طوالت کے خیال سے ذکر سے گریز کیا گیا۔ آپ کے والدین آپ پر بے حد شفیق تھے۔ جب بہت چھوٹی سی عُمر میں آپنے قران پاک حفظ کر لیا تو گاؤں کی درمیانی مسجد میں

سُنایا۔ کم عمری کے باوجود حفظ میں پختگی اور صحت سے سب نمازی بے حد متاثر ہوئے۔ اور انھوں نے باپ اور استاد کو پورے اخلاص سے مبارک باد پیش کی۔

آپ کے والدِ ماجدؒ نے اس خوشی میں پلاؤ زردے کی دیگیں پکوا کر تقسیم کیں۔ اور آپ کے اُستاد حافظ صاحبؒ کی خوب خدمت کی اور ان کو خوش کر کے خود بھی مسرور ہوئے۔ علی پور سیداں میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے خوش قسمت بچے تھے جس نے قرآنِ پاک حفظ کیا۔ اتنی چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنا حضرت قبلہؒ کے علوِ مراتب کی روشن دلیل ہے۔

اتباعِ شریعت

آپ کو بچپن ہی سے اتباعِ شریعت کا اہتمام تھا۔ جس وقت بچے پر نماز فرض نہیں ہوتی، اسی عمر سے آپ پابند صلوٰۃ تھے۔ اور کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہونے پائی۔ اسی طرح دیگر اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ آپ میں بچپن سے پائے جاتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی بچپن سے التزام تھا۔ چنانچہ آپ کی رفاقت میں رہنے والے دوسرے نوعمر بھی احکامِ شریعت کے پابند ہو گئے تھے۔ آپ کا فیضِ عام آپ کے بچپن ہی سے ہر ایک کی رہنمائی کا ضامن تھا۔

تحصیلِ علم

عِلم ورثہ نبوّت ہے۔ اور فرمانِ نبویؐ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ (ترجمہ) "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" کے مطابق ہر شخص پر لازم۔ علم بغیر عرفانِ الٰہی بھی ناممکن ہے۔

ع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اور علم ہی کے ذریعے اتباعِ شریعت وسُنّت میسّر ہو سکتا ہے۔ علم ایمان کا زیور ہے اور اعمالِ حسنہ کی صحت کے لئے شرط۔ عباد الرحمان سدا علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے مزیّن رہے ہیں۔ اور صالحین نے حصولِ علم کے لئے سخت مشقتیں برداشت کی ہیں۔

تحصیل علم میں دشواریاں

انیسویں صدی کے وسط میں ذرائع حمل ونقل بے حد دشوار بلکہ ناپید تھے۔ لیکن حکمِ نبویؐ کی پیروی اور سنّت سلف کے اتباع میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیلِ علم کے لیئے ہر قسم کی مشکلات کو آسان سمجھا اور دُور دُور کے سفر کیئے۔ انیسویں صدی کے وسط میں عام طور پر نہ سڑکیں تھیں نہ سواریاں نہ ریلیں۔ گھوڑوں پر، بیلوں کے تانگوں پر اور پیدل سفر کیئے جاتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور تک کے پیدل سفر کے واقعات معلوم ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ حضورؒ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ صرف زمیندار تھے۔ اس لیئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحصیلِ علم کے لیئے سفر کرنے میں کیسی کچھ دشواریوں کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا ہوگا۔ علی پور سیداں سے لاہور تک کا سفر ہی سو، سوا سو سال پہلے آسان نہ تھا۔ اور حضور صبح پیدل چلتے تھے اور شام تک لاہور پہنچ جاتے تھے۔ آپ کے اساتذۂ کرام کے صرف نام جان لینے سے واضح ہوجاتا ہے کہ آپ نے سہارنپور، کانپور، لکھنؤ اور گنج مرادآباد جیسے دُور دراز مقامات پر جاکر تحصیلِ علم فرمائی تھی اور مشکلات سفر و حضر کو سہل جانا تھا۔ اور یہ تمام سفر پیدل یا گھوڑے پر کیئے۔

اُس صدی کے اوائل تک ہمارے دینی مدارس عموماً مساجد میں ہوتے تھے۔ ان کے لیئے علیحدہ عمارتیں نہ تھیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ پھر طالب علموں کے قیام وطعام کے لیئے کوئی مستقل انتظام نہ ہوتا تھا۔ اور ان کو ہر طرح کی صعوبتوں کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا گھر متوسط الحال زمیندار کا گھر تھا۔ ایسے خانوادے کے نوجوان کو تحصیل علم کے لیئے دُور دراز کے سفر اور مدّتوں گھر سے دُور رہ کر کیسی کیسی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہوگا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مگر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کے لیئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب مشقتیں برداشت فرمائیں۔ اور سلف صالحین کا اتباع کر کے اس آخری زمانے میں ایک اعلیٰ مثال قایم کی۔

می تافت ستارۂ بلندی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذۂ گرامی شان کے پورے نام بھی کسی کو معلوم نہیں۔ مگر یہ تحقیق ہے کہ آپ کے اساتذہ آپ کے ساتھ کامل شفقت اور خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کو نظر آتا تھا کہ

بالائے سرش ز ہوش مندی　　می تافت ستارۂ بلندی

اس لیئے وہ آپ کو تمام علوم ظاہر و باطن سے مشرف و ممتاز بنانے میں خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ تا آنکہ آپ علوم فقہی معقولات و منقولات کے جامع اور فاضلِ اجلّ بن گئے۔ اور علم و فضل میں یگانۂ روزگار اور علامۂ ذی وقار ہونے کا شہرہ دُور دُور تک عام ہو گیا۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ اہلِ بصیرت اور فکر و نظر والوں کو اسی وقت سے نظر آتا تھا کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز مستقبل میں اس دَور کے مجتہد و مجدّد بنیں گے۔ اور دین متین کی وہ خدمات انجام دیں گے جو آپ ہی کی شان کے شایاں ہیں۔ جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو حضرت پیر امام علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیر صاحب نے فرمایا "صاحبزادے! میری طرف دیکھو"۔ چند بار آپ کے چہرۂ مبارک پر نظر ڈالی اور پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "ان صاحبزادے کی پیشانی میں ایسا نور ہے جو سارے ہندوستان میں روشنی پھیلائے گا"۔

● آپ کے جن اساتذہ کے اسمائے گرامی کا علم ہو سکا درج ذیل ہے:۔

(۱) حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب کاشمیری کو آپ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ قلعہ سوبھا سنگھ سے علی پور سیداں لائے تھے۔ تاکہ آپ کو حفظ کرائیں۔ آپ نے بہت کم مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ آپ کے حفظ قرآن کا یہ حال تھا کہ مدت العمر ہر سال رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہر رات شبینہ سنایا کرتے تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ اور منجھلے صاحبزادے حضرت خادم الملّت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قاری شہاب الدین صاحب سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ جب کہ چھوٹے صاحبزادے حضرت شمس الملت مدظلہ العالی نے قاری صاحب کے لڑکے حافظ عبدالرحمان صاحب سے حفظ کیا تھا۔ قاری حافظ شہاب الدین صاحب کشمیری دیندار، صالح اور متقی شخص تھے۔ قرآن مجید بہت اچھا حفظ تھا اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ قراءت کرتے تھے۔

(۲) حفظِ قرآن سے فارغ ہوئے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہت کم سن تھے۔ اس لیئے تحصیلِ علم کے لیئے کہیں باہر بھیجنا مناسب نہ تھا۔ چنانچہ آپ کو حضرت مولانا مولوی عبدالرشید صاحب علی پوری کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ مولوی عبدالرشید صاحب کا تمام خاندان دولت علم و عمل

سے مالا مال تھا۔ مولوی صاحب خود بڑے عالم، بڑے بزرگ اور صوفی مشرب تھے۔ اپنی جدّی مسجد علی پور سیداں واقع کوٹ میں مخلوق خدا کو فیض یاب کرتے تھے۔ یہیں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور کریما، گلستان، بوستان اور مولانا جامی کی احسن القصص پڑھیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جلد یہ ابتدائی مدارج طے کر لیے۔ اور اسی کے دوران خوش نویسی میں کمال حاصل کیا۔ آپ کو بچپن سے تصوف سے خصوصی تعلق تھا۔ مولوی صاحب خود عالم اور صوفی تھے، پھر شاگرد وہ جو عباد الرحمان کے زمرے میں تھا۔ ان ابتدائی کتب کے مطالعے کے دوران ہی رموز و نکات اور مطالبِ روحانی و باطنی منکشف ہوتے جاتے تھے۔ جن کی تشریح بیان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

(۳) عنفوانِ شباب میں آپ حضرت مولانا مولوی صوفی قاری عبدالوہاب صاحب امرتسری کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔ صرف، نحو، منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ اس زمانے میں بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت و فطانت اور ذوق و شوق نے آپ کو اپنے ہم سبق ساتھیوں میں امتیاز اور سبقت دی۔

(۴) اس کے بعد آپ حضرت مولانا مولوی غلام قادر صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علومِ دینیہ کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا غلام قادر صاحب جلیل القدر عالم اور فاضل بے بدل تھے۔ آپ علم تصوف و طریقت کے بحرِ ذخّار اور صوفی کامل تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اور ایک عالم آپ سے فیض پاتا تھا۔ مولوی صاحب نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی خوشی کے ساتھ اپنے شاگردوں کے حلقہ میں داخل کیا۔ وہ آپ کی تعلیم پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ خصوصیت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے آپ کو اپنے کمالات علمی و عملی اور فیوضاتِ معنوی و روحانی سے مستفیض فرمانے میں کامل توجہ مبذول کی۔

مولوی صاحب کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا تعلق خاطر پیدا ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت معتقدین اور متوسلین کو تاکید کی تھی کہ وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضری دیتے رہا کریں۔ چنانچہ شاگردی کے اس زمانے میں آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

(۵) حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر عالم تھے حمد اللہ منطق کی معرکہ کی کتاب ہے اور درس نظامیہ میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔ مفتی صاحب نے اس کی جو شرح لکھی ہے وہ آپ کے تبحر علمی کا ثبوت ہے۔ مفتی صاحب عالم باعمل، متقی اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ مخالفین بھی آپ کے پاس آکر آپ کے گرویدہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ آپ کے حلقۂ درس کا دُور دُور شہرہ تھا۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہونے کا قصد ظاہر کیا تو مفتی صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور خاص شغف اور توجّہ مبذول کی۔ چنانچہ آپ نے تھوڑی مدّت میں لایق استاد سے بہت کچھ فیض پایا۔ اور علوم دینیہ کے ساتھ تصوّف کے اسرار و رموز بھی حاصل کیۓ۔

(۶) اس کے بعد آپ سہارن پور گئے۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسِ اوّل مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کی خدمت میں علوم دین کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی مولانا موصوف اپنے وقت کے فاضل ترین استاد اور عالم شمار کیۓ جاتے تھے۔ آپ اوصافِ حمیدہ اور اخلاق کریمہ سے آراستہ تھے۔ اتباع سُنّت کا خاص اہتمام تھا اور ہر کام میں رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش فرماتے تھے۔ مولانا صاحب نے بھی حضرت قبلہ رح کو اپنے علم و عرفان کے سمندر سے فراخ دِلی کے ساتھ فیضیاب کیا۔

(۷) حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جس قدر تحصیل علم میں آگے بڑھتے جاتے تھے، آپ کی تشنگی بڑھتی جاتی تھی۔ اور علومِ دینیہ کے حصُول کا شوق اور زیادہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپ استاذ الکل حضرت مولانا مولوی فیض الحسن سہارن پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا فاضل اجل اور صُوفی کامل تھے۔ علم و عرفان میں دُور دُور آپ کی شہرت تھی۔ ملک بھر سے تشنگانِ علم سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے تفسیر و حدیث کے مطالب و معارف حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ بڑی فراخ دِلی سے ان کی سیری فرماتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مقبول تلامذہ میں تھے اور آپ کے علم و عرفان سے کماحقہٗ بہرہ ور ہوئے تھے۔

(۸) حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے شوق و ذوق کا یہ عالم تھا کہ آپ تحصیل علم میں بدستورِ سابق سرگرم تھے۔ چنانچہ سہارن پور سے آپ نے لکھنؤ کا سفر کیا۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء کا تلمذ اختیار کیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ خدا رسیدہ عالم تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم کے محرم اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ آپ نے بیک وقت لایق وفایق شاگرد کے مراتب کو پہچانا۔ بفخر ومسرت حلقۂ شاگرداں میں شامل کیا۔ اور بہت کم مدت میں علومِ ظاہر و باطن کی تکمیل فرمائی۔

(۹) لیکن حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق اب بھی تشنگی محسوس کرتا تھا۔ اس لئے آپ کانپور تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ حدیث میں شرکت کی۔ حضرت مولانا شارح مثنوی مولانا رومؒ اور محدث عصر ہونے کی حیثیت سے ملک بھر میں خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ آپ متواضع، خوش اخلاق، متقی، حلیم الطبع، کریم النفس اور خدا ترس بزرگ تھے آپ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس اوّل مدرسہ عالیہ کلکتہ، اور حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب مفتی اکبر آباد جیّد عالم باعمل گزرے ہیں۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ اہلِ دل اور صاحبِ نظر تھے۔ آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کو دیکھا تو پہچانا کہ یہ شہبازِ معرفت رُتبہ بلند پر فائز اور خلق اللہ کی فیض رسانی پر مِن جانب اللہ مامور ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجّہ مبذول کی۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ بھی آپ کے فیض سے پوری طرح مستفید ہوئے۔

(۱۰) حضرت مولانا مولوی میر محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی منش اور درویش صفت عالم و فاضل بزرگ تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے رجوع کیا۔ اور آپ نے بھی شاگرد رشید کی حالت و کیفیت سے باخبر ہو کر خصوصی توجّہ فرمائی۔ دیگر علوم کے علاوہ آپ عقاید کی کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ دَورانِ درس عقاید کے رموز و نکات حضرت قبلہؒ بیان فرماتے تو خود استادِ کامل کو حیرت ہوتی۔

(۱۱) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مشہورِ زمانہ بزرگ اور عالم حضرت مولانا مولوی عبد القادر صاحب لاہوری سے استفادہ فرمایا۔ اور انھوں نے بھی کامل دلچسپی اور پوری توجہ سے شاگرد کو فیض یاب کیا۔

(۱۲) اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے بھی کمال لطف و مہربانی فرمائی اور دیگر شاگردوں کے مقابلے میں خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔

(۱۳) انھی ایام میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد آباد شریف حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر ولی اللہ اور زاویہ گزین درویش تھے۔ آپ نہایت اخلاق و محبت سے پیش آئے۔ جو دینا تھا دیا۔ اور کلاہ مبارک اپنے سر سے اُتار کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی۔ ضروری اوراد تعلیم کئے۔ اور فرمایا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا نام خلقِ خدا کو بتایا کرو۔ نیز سندِ حدیث کی اجازت دی۔

(۱۴) حضرت مولانا مولوی عبد الحق صاحب الٰہ آبادی مہاجر مکی بہت بڑے ولی اللہ تھے عالمِ باعمل، متقی، شب زندہ دار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ اہل مکہ آپ کو "قطب مکۂ مکرمہ" کہا کرتے تھے۔ آپ نے بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث سنیں اور روایت حدیث کی سند عطا فرمائی۔ حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے مکۂ مکرمہ شریف میں آپ کو پانی دم کرکے پلایا۔ کھجور دم کرکے کھلائی۔ اور حدیث اَسْوَدَیْن کی اجازت عطا کی۔

(۱۵) حضرت مولانا مولوی عبد العلیٰ صاحب محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سندِ حدیث حاصل کی۔

(۱۶) نیز حضرت اجل، علامہ محمد عمر ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث استانبول (ترکی) نے بھی آپ کو سندِ حدیث عطا کی تھی۔

علم و فضل میں یگانۂ روزگار

حق یہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہن وقاد، طبع سلیم اور عقلِ کامل فطری طور پر عطا ہوئی تھی۔ استادانِ کامل الفن نے خصوصی توجہ سے ان پر اور جلا کر دی۔ علوم عقلی و نقلی پر عبور کامل حاصل کرنے کے ساتھ ہی

آپ باطنی و رُوحانی ترقیاں حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ عالم پر روشن ہے کہ آپ حفظ میں امام ذہبیؒ اور ضبط میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے ہم پلّہ ہوئے۔ تو فصاحت میں سحبانِ عصر اور خطابت میں یگانۂ دہر بنے۔

وَلَیسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُستَنکِرٍ
اَن یَّجمَعَ العَالَمَ فِی وَاحِدٍ

(ترجمہ) "اللہ کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ وہ ایک عالم (کے صفات وکمالات) کو ایک فردِ واحد میں جمع کردے۔"

حدیث شریف میں آیا ہے: مَاصَبَّ اللّٰہُ فِی صَدرِی شَیئًا اِلَّاصَبَبتُہٗ فِی صَدرِ اَبِی بَکرٍؓ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۴۸) (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا، وہ مَیں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا۔"

نیز حدیث ہے کہ اَنَامَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (مناقب الخلفاء صفحہ ۱۱۰)
(ترجمہ) "مَیں علم کا شہر ہوں تو علیؓ اس شہر کا دروازہ ہیں۔"

سلسلۂ نسب کی رُو سے آپ حدیث دوم کے وارث تھے تو سلسلۂ طریقت کے واسطے سے پہلی حدیث کے۔ اس لیے لازم تھا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جامع کمالات بنیں۔ کہ آپ کو زمانے بھر کو اپنے رشد و ہدایت سے فیض یاب کرنا تھا۔ اور آپ کے ذریعے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو رواج عام حاصل ہونا تھا۔ اسی لئے وہبی طور پر آپ نے جو اسرار و رموز جانے اور جن عوارف و معارف پر عبور حاصل کیا، ان کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔

ملازمت سے اعراض

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بار مجھے اورینٹل کالج لاہور میں استاد کا عہدہ پیش کیا گیا۔ مَیں نے والد صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مَیں نے تمھیں اس لئے نہیں لکھایا پڑھایا ہے کہ تم ملازمت کرو اور اس کے صلہ میں تنخواہ پاؤ۔ تمہاری اعلےٰ تعلیم سے میرا مقصد یہ ہے کہ تم خلقِ خدا کی خدمت کرو، دین کی تبلیغ کرو اور لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے منوّر کرو۔ رزّاقِ حقیقی رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ تم خلقِ خدا کی خدمت کروگے تو رب العزّت تمہاری اعانت فرمائیں گے۔ بس تم رمضان شریف میں مجھے قرآن مجید

سُنایا کرو۔ اور باقی تمام سال مخلوق کی ہدایت و رہنمائی میں صرف کرو"۔ سارے عالم پر روشن ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مدّت العمر اپنے والد ماجد کے فرمان پر عمل کیا۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا نے آپ کے وسیلے سے صراط مستقیم پر چلنا سیکھا۔

انور پیر صاحب و حاجی عبدالرحمٰن کے واقعات

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جھنگ مگھیانہ کے جلسہ میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب اور حاجی لقمان صاحب نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو سو روپے نذرانہ پیش کرنا چاہا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا تو مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش کی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولوی جی! میرے باپ نے مجھے علم فروخت کرنے کے لئے نہیں پڑھایا ہے"۔ اور وہ نذرانہ قبول نہ کیا۔ ایسے واقعات بارہا پیش آئے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس جلسے میں بھی تشریف لیجاتے، اپنی جیب خاص سے زرکثیر صرف فرماتے۔ مہتمین جلسہ کی حوصلہ افزائی اور اعانت کے ساتھ اس کارِ خیر پر کاربند رہنے کی ان کو تلقین فرماتے۔ مگر ان کی جانب سے کوئی رقم قبول نہ کرتے۔

ایک بار حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بریکانیر راجپوتانہ تشریف لے گئے۔ وہاں جلسے میں شرکت فرمانی تھی۔ لیکن دورانِ سفر حضور کی طبیعت خراب ہوگئی تو خود جلسے میں شرکت نہ فرما سکے۔ آپ نے برادرم عزیزم الحاج سیّد انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بجائے جلسے میں شرکت کے لیے بھیج دیا۔ اور سختی سے تاکید فرمائی کہ اگر جلسے والے کچھ خدمت کرنا چاہیں تو ہرگز ہرگز قبول مت کرنا۔ چنانچہ انھوں نے حکم والا کی پابندی کی۔ آپ اہلِ خاندان میں سے ہر ایک کو ایسی ہی تاکید فرماتے تھے۔ اور جلسوں کی شرکت پر کسی قسم کا نذرانہ قبول نہیں کرنے دیتے تھے۔

علمی تبحر

آپ کے خادم غلام حسین نے بیان کیا کہ "ایک دن شام کا وقت تھا۔ میں نے عرض کیا جناب! مغرب کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ نے التفات نہ فرمایا۔ میں نے دوسری اور تیسری مرتبہ توجہ دلائی۔ تو آپ نے فرمایا "مجھے وقت کا تم سے زیادہ پتہ ہے میں نے اساتذۂ کرام کی خدمت میں تیس سال کا عرصہ گذارا ہے۔ اور علوم شرعی کو بخوبی پڑھا ہے"۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ العزیز فرماتے تھے کہ ایک بار میرے پاس امرتسر میں ایک پٹھان

آیا۔اور اس نے کہا "میرے ساتھ چلئے ، آج ایک مجتہد کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہے۔" مَیں وہاں پہنچا تو مجتہد نے سوال کیا: "آپ نے کتنے علوم حاصل کئے ہیں۔" مَیں نے جواب دیا "ستائیس" وُہ حیران ہوکر کہنے لگا "علوم کی تعداد تو اِتنی نہیں ہے۔آپ گِن کر بتائیے۔" مَیں نے گِن کر بتا دیئے۔ تو وہ بولا کہ "آپ نے علم صِلات بتایا ہے۔مَیں نہیں جانتا یہ کیا ہے ،تشریح کیجئے" مَیں نے جواب دیا " نَظَرَ فِیۡہِ ، نَظَرَ عَلَیۡہِ ، نَظَرَ مِنۡہُ ۔ دیکھو نَظَرَ کا صِلہ تبدیل ہو جانے سے معنے یکسر بدل جاتے ہیں۔

فِیۡہِ کی وجہ سے نَظَرَ کے معنی غور کرنا ہوئے۔

عَلَیۡہِ کی وجہ سے نَظَرَ کے معنی سبقت کرنا۔

مِنۡہُ کی وجہ سے نَظَرَ کے معنی ناراض ہو جانا۔

اس پر وہ مجتہد خاموش ہوگیا۔پٹھان اُٹھ کر خوشی سے ناچنے کودنے لگا ، مجھے اُوپر اُٹھا لیا۔اور کہنے لگا۔"ہم جیت گئے۔یہ اچھا مجتہد ہے ، جسے علموں کی قسمیں اور تعداد بھی معلوم نہیں۔"

حفظِ احادیث

بھائی ذاکر علی صاحب رُہتکی خلیفہ مجاز بیان کرتے ہیں کہ ایک بار عرس شریف کے موقع پر دورانِ وعظ حضرت امیرِ ملّت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "مجھے مع اسناد کے دس ہزار احادیث زبانی یاد ہیں۔جس کا دِل چاہے میرا امتحان کرلے۔" سُننے والے حیران ہوگئے۔

سچ ہے: ع لوح محفوظ است پیشِ اولیا

یہ قدرت و وسعت اور حافظہ و ذہن صرف عطیۂ خداوندی ہے۔کسبی علوم وہبی کمالات کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ان مختصر نگارشات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علوم وفنون ، اور معقولات ومنقولات وشرعیات میں کیسی کچھ بصیرت حاصل کی تھی۔اور کتنی طویل مُدت تک تحصیلِ علوم میں سعی بلیغ فرمائی تھی۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔جسے چاہے عطا فرمائے۔

عقد مُبارک

نکاح سُنّتِ نبوی ؐ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (مسلم شریف مع النووی صفحہ ۴۴۹۔ فتح القدیر جلد ۲۔ صفحہ ۳۴۳) (ترجمہ) "میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ تو جو کوئی میری سُنّت سے ہٹے گا وہ مجھ سے نہیں ہے"۔

چنانچہ فرمانِ مصطفوی ؐ کی تعمیل میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں حضرت سید توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دُختر نیک اختر سیدہ امیر بیگم سے شادی کی۔ یہ نیک بخت خاتون جملہ اعمال وافعال میں شریعت کی کامل پابند تھیں۔ تہجّد گزار، مہمان نواز، حلیم الطبع اور نہایت پارسا بی بی تھیں۔ خود چکّی پیستیں اور دیگر امورِ خانہ داری انجام دیتی تھیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں خاص مسرّت محسوس کرتیں۔ اور کاروبار کے دوران بھی ذکر اور اوراد میں مشغول رہتی تھیں۔

آپ کی شادی احکامِ شریعت کے مطابق نہایت سادگی سے انجام پائی تھی۔ نہ گانا نہ بجانا۔ نہ شور نہ غوغا۔ واہیات رسموں اور بدعتوں سے یکسر مبرّا۔ بس حکم شرعی کے مطابق خطبۂ مسنونہ پڑھا گیا۔ ایجاب وقبول ہُوا۔ اور وقت مقرّرہ پر خویش واقارب اور غربا و مساکین کو دعوتِ ولیمہ میں شریک کیا گیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی چار اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی۔ چاروں زمانۂ وصال مبارک تک بہ قیدِ حیات رہے۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

بیعت

بیعت کیا ہے

بیعت ایک عہد اور اقرار کا نام ہے۔ بیعت کرنا اور بیعت لینا حکمِ خدا اور سُنّتِ رسول ؐ کے عین مطابق ہے۔ اعمالِ صالحہ، اتباعِ شریعت اور پیروی سُنّت کی پابندی کے لئے اور منہیات وممنوعات سے بچنے کے لئے عہد اور بیعت ہو تو یقیناً ثواب اور صواب ہے۔ قرآن مجید میں مومنین اور مومنات کے اس طرح کے عہد واقرار کو بیعت کے نام سے یاد

کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ خود رب تعالیٰ جن اشخاص کو مؤمن کے لفظ سے یاد فرماتے ہیں، ان کی بیعت کا بھی ذکر کرتے ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تجدیدِ عہد اور توثیقِ عہد کیلئے بھی بیعت ہوتی اور ہو سکتی ہے۔

مقدمہ میں ہم نے آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی سے اس مسئلہ کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ وہاں تفصیل کا مطالعہ کیجئے۔ تکرار اور اعادہ موجب ملال ہوگا۔ البتہ یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ احادیث کثیرہ اس بارے میں موجود ہیں کہ حضرت رسولِ اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لیا کرتے تھے۔ جس کی نوعیت مختلف بھی ہوتی تھی۔ مگر ماحصل سب کا یہی ہوتا ہے کہ وہ اوامر کا اتباع اور نواہی سے احتراز کریں گے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، ترمذی، طبرانی اور دیگر مستند کتب حدیث میں ایسی بہت حدیثیں وارد ہیں۔ جو صحیح ہیں۔ جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔ غرض بیعت ایک طرف نصِ صریح سے ثابت ہے تو دوسری جانب سُنّتِ رسولؐ ہے۔ اسی لئے اُمّتِ مسلمہ میں رسمِ بیعت ہمیشہ سے عام اور شایع ہے۔ اور پسندیدہ و مستحسن سمجھی جاتی ہے۔

ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو زندگی کے معمولی کاروبار میں تو عہد، اقرار، رجسٹری، حلف اور ہر قسم کی تاکید و توثیق روا رکھتے ہیں۔ اور امور دینی اور معاملات روحانی میں عہد و بیعت کو بے ضرورت گردانتے ہیں۔ درانحالیکہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ سے بیعت کا وجود ہی نہیں لزوم و استحسان ثابت ہے۔ البتہ یہ بھی لازم ہے کہ بیعت کے لئے صحیح شخص کا انتخاب کیا جائے۔ شیخ میں جن صفات کا پایا جانا ضروری ہے وُہ کتب تصوّف میں منقول ہیں۔ اسی طرح بیعت کنندہ پر جو فرائض عاید ہوتے ہیں وہ بھی بہ تفصیل کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان پر پوری طرح کاربند ہونے والوں کو یقیناً منجانبِ اللہ اجرِ عظیم حاصل ہوگا۔ اور وُہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے۔

والدِ ماجد اور اساتذہ کرام سے فیض

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت قبلہ سیّد کریم شاہ صاحب سلسلۂ نقشبندیہ میں اپنے نانا حضرت سیّد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے داخل تھے۔ آپ کامل ولی اللہ تھے اور آپ کا فیض عام تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجدؒ سے اپنا حصہ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں کئی

بزرگ بڑے پایہ کے کاملین میں تھے اور انھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو فیض پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ لیکن حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ اور آپ شیخ طریقت کی تلاش میں کوشاں تھے۔

حضرت قبلہ و کعبہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

انہی ایام میں شاہباز ولایت، قطب زماں، حضرت بابا فقیر محمد صاحب چوراہی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، علی پور شریف کے قریب ہی، موضع چک قریشیاں ضلع سیالکوٹ، میں مولوی غلام نبی صاحب کے یہاں تشریف لائے۔ اطلاع ملتے ہی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت باباجی صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت باباجی صاحب رح نے کمال شفقت فرمائی۔ اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا۔ اور خاص توجہ اور مسرت کا اظہار رکھا

اعطائے خلافت

کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت باباجی صاحب رح کی خدمت اقدس میں چورہ شریف حاضر ہوئے۔ یہ آپ کی چورہ شریف میں پہلی حاضری تھی۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستارِ مبارک اتار کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی۔ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور فرمایا کہ "یادِ الٰہی کیا کرو۔ اور لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو۔"

بعض حضرات نے چہ می گوئیاں شروع کیں۔ اور شکایت کی کہ ہم عرصۂ دراز سے حاضر خدمت ہیں، دن رات محنت کرتے ہیں، تعمیلِ ارشاد میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ ابھی آئے اور ابھی ان کو رتبۂ بلند عطا کر دیا گیا۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم بغیر اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ حافظ جی صاحب چراغ بتی تیل سب کچھ اس کا دیا ہوا ساتھ لائے تھے۔ میں نے حکم خداوندی کے مطابق چراغ کو روشن کر دیا۔" ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝

حضرت قبلہ باباجی رح صاحب کے ارشادات

حضرت قبلہ باباجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ قطب زمانہ اور کامل ولی اللہ تھے۔ شائقین کو چاہیئے کہ آپ کے سوانح حیات کا مطالعہ کریں۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ پر بے حد مہربان تھے۔ اکثر یاروں

سے کہتے "مجھ سے ملنے کو دل چاہے تو شاہ صاحب سے مل لیا کرو۔" کبھی فرماتے "مجھے دیکھنا ہو تو شاہ صاحب کو دیکھ لیا کرو۔" بعض یارانِ طریقت سے کہا "شاہ صاحب تم کو دیے ہیں۔ اب یہ تمھارے پیر ہیں۔" آپ نے یہ بھی دُعا فرمائی تھی کہ "شاہ صاحب کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔" ایسا بھی ہُوا کہ اپنی موجودگی میں آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عورتوں کے بعیت کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا "شاہ صاحب مردوں اور عورتوں کے پیر ہوں گے۔" نیز ارشاد ہُوا کہ "عنقریب وہ وقت آئے گا کہ حافظ صاحب کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔" بعض دفعہ فرماتے "حافظ جی کا مقام بہت بلند ہے۔" کبھی کہتے کہ "شاہ صاحب کے مقام کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنا بلند ہو گا۔"

جناب محمد اویس خاں صاحب غوری "پنج گنج علی پوری" میں لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "لاہور میں حضرت چنن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے موقع پر حضور کو تمام خاندان ہائے قادریہ۔ چشتیہ۔ اویسیہ۔ رسولیہ کی بھی اجازت عطا کی۔ اور دیر تک دُعا کرتے رہے۔"

انہی کا بیان ہے کہ "حضور کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ حضرت قبلہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ "اب تو آپ کے غلام کے مرید قصور اور فیروز پور تک پھیل گئے ہیں۔" حضرت باباجی صاحب رح نے ارشاد فرمایا "شاہ صاحب! حافظ صاحب کے مرید تمام ہندوستان میں ہوں گے۔""

توسیع سلسلۂ عالیہ

آپ نے ارشادِ شیخ کے مطابق ساری عمر تبلیغِ دین اور ترویج سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں صرف کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیف زبان اور غوث زمان تھے۔ جو فرما دیتے تھے ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے بارے میں بھی ان کے ارشادات لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ چنانچہ پشاور اور کشمیر سے مدراس اور میسور تک اور بمبئی سے کلکتہ اور دارجیلنگ تک آپ کے لاکھوں مرید پھیلے ہوئے ہیں۔ بلکہ افغانستان، برما، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک میں حضور کے غلام موجود ہیں۔

بڑے بڑے علماء اور فضلا نے آپ کے دستِ حق پرست پر بعیت کی۔ مغربی تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے بھی لاتعداد آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہُوئے۔ جن میں پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، بیرسٹر

اور افسر شامل ہیں۔حضورؒ کے فیض و توجہ سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی جو باوجود اعلیٰ انگریزی تعلیم کے علومِ دینیہ سے بخوبی واقف ہے۔پنجاب، یوپی، حیدرآباد دکن، میسور اور دیگر مقامات پر ایسے بہت حضرات تھے جنھوں نے اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ وارشاد کو اور آگے بڑھانے میں کارنامے انجام دیے۔اور فیض وہدایت کو عام کیا۔

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

(تصنیف جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت امیرِ ملتؒ)

رحم اے رحیم اپنی ہی قدرت کے واسطے
دیتا ہوں تیری رحمت و رافت کے واسطے

کر مجھ پہ رحم ختم رسالتؐ کے واسطے
صدیقؓ اولیں کی صداقت کے واسطے

سلمان فارسیؓ کی ریاضت کے واسطے
قاسمؒ کے اتقاء و اطاعت کے واسطے

جعفرؓ کے علم و فضل و امامت کے واسطے
اور شاہ بایزیدؒ کی طاعت کے واسطے

ہاں بوالحسنؒ کے خرقۂ عزت کے واسطے
ہاں بوعلیؒ کے پایۂ رفعت کے واسطے

یوسفؒ کے حسن ذوق عبادت کے واسطے
خالقؒ کے خلق نیک و کرامت کے واسطے

عارفؒ کی حق شناس طبیعت کے واسطے
محمودؒ کے محامد خصلت کے واسطے

رامیتنیؒ صاحب برکت کے واسطے
سماسیؒ ہمائے سعادت کے واسطے

میر کلالؒ تارکِ کثرت کے واسطے
اور نقشبند اولِؒ وحدت کے واسطے

عطارؒ عطر بیز مودّت کے واسطے
یعقوبؒ اشک ریز محبت کے واسطے

احرارؒ کی فقیری و دولت کے واسطے
زاہدؒ کے زہد و ترک و قناعت کے واسطے

درویشؒ بادشاہ ولایت کے واسطے
اور مقتدائے راہ ہدایت کے واسطے

باقیؒ بحق فنا کنِ بدعت کے واسطے
شیخ احمدؒ مجددِ امت کے واسطے

معصومؒ خواجہ صاحب عصمت کے واسطے
اور نقشبند ثانیؒ حجت کے واسطے

خواجہ زبیرؒ ہادی ملت کے واسطے
قطبؒ سپہر جاہ و جلالت کے واسطے

شاہ جمالؒ روئے طریقت کے واسطے
عیسیٰؒ آسمانِ حقیقت کے واسطے
فیضؒ خزانۂ صمدیت کے واسطے
نورؒ یگانۂ احدیت کے واسطے
بابا فقیرؒ پیرو سنّت کے واسطے
میرے امام شاہ جماعت کے واسطے

شاہ جماعتؒ آیۂ حکمت کے واسطے

ان کے کمال شان و فضیلت کے واسطے

ہاں ان کی عفت اور عدالت کے واسطے
ان کی سخاوت اور شجاعت کے واسطے
علم حدیث و فقہ و شریعت کے واسطے
قرآں کے حفظ اور تلاوت کے واسطے
ان کی بزرگی، ان کی سیادت کے واسطے
ان کی ہدایت ان کی قیادت کے واسطے
ان کے حج اور ان کی زیارت کے واسطے
عشقِ نبیؐ میں قطع مسافت کے واسطے
ہاں ان کی ماہتاب سی صورت کے واسطے
ہاں ان کی آفتاب سی سیرت کے واسطے
ان کی جلائے طبع وقریحت کے واسطے
ان کی صفائے خاطر وطینت کے واسطے
ان کی فلک کمال جبلّت کے واسطے
ان کی ملک خصال طبیعت کے واسطے
ان کی ولائے نام نبوت کے واسطے
ان کی صلائے عامِ اُخوت کے واسطے
ان کی صفا شعاری خلوت کے واسطے
ان کی وفا نگاری جلوت کے واسطے
ان کی ادا شناسی قدرت کے واسطے
ان کی رضا اساسی فطرت کے واسطے
ان کے وسیع سایۂ رحمت کے واسطے
ان کے رفیع پایۂ رافت کے واسطے
ان کے توکّل اور قناعت کے واسطے
ان کی فقیری اور امارت کے واسطے
ان کے مجاہدات و ریاضت کے واسطے
ان کی افادت اور افاضت کے واسطے
ان کے خلوص و پاکی نیّت کے واسطے
ان کے وثوق قصد و عزیمت کے واسطے
ہاں ان کے پند و وعظ و نصیحت کے واسطے
ہاں ان کے لطف و مہر و مروّت کے واسطے
ہاں ان کی بے نظیر خطابت کے واسطے
ہاں ان کی بے عدیل فصاحت کے واسطے
ہاں ان کی نہی منکر و بدعت کے واسطے
ہاں ان کے امر خیر و شریعت کے واسطے
احکامِ دیں سے ان کی محبت کے واسطے
اعدائے دیں سے ان کی عداوت کے واسطے

ان کے وفورِ جوشش غیرت کے واسطے
کافی ہے جو عقول کی حیرت کے واسطے

ان کی عجیب قوت و ہمت کے واسطے
جو وقف ہے جہان کی خدمت کے واسطے

ان کے فیوض حلقۂ بیعت کے واسطے
ان کے تمام اہل ارادت کے واسطے

ان کی عطائے فخر خلافت کے واسطے
اور ان کے صاحبان اجازت کے واسطے

ان کی تمام آل کے عترت کے واسطے
اولاد برگزیدہ سریرت کے واسطے

فرزند اکبرؒ اہل کرامت کے واسطے
مخدوم قوم خادم ملت کے واسطے

نورِ نگاہ نورِ ہدایت کے واسطے
سب اختران چرخ سیادت کے واسطے

کر فضل اے خدا مرے حضرت کے واسطے
اس خضر گمرہان ضلالت کے واسطے

دے علم مجھ کو کسب فضیلت کے واسطے
دے عمر مجھ کو شیخ کی طاعت کے واسطے

صحت عطا کر اپنی عبادت کے واسطے
دولت دے اپنے بندوں کی خدمت کے واسطے

زندہ رہوں میں تیری محبت کے واسطے
دوں جان دین حق و صداقت کے واسطے

یاں عزم جاں ہو منزل رفعت کے واسطے
واں حکم فتح باب ہو جنت کے واسطے

حکم قیام جب ہو قیامت کے واسطے
اذن کرم ہو میری شفاعت کے واسطے

یہ سب کرم ہو شاہ جماعتؒ کے واسطے
یارب کرم ہو شاہ جماعت کے واسطے

طفیل نقشبندانِ گرامیؒ
الٰہی کار ما یابد تمامی

شجرہ طیّبہ نقشبندیہ مجدّدیہ

از جناب ماسٹر محمد کرم آلہی صاحب بی اے ایل ایل بی - ایڈووکیٹ سیالکوٹ
خلیفۂ مجاز حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز

اے خدا دارین میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
شافع اعظم حبیب کبریا کا ساتھ ہو

حضرت صدیقؓ و سلمانؓ قاسمؒ ذی التقا
جعفر صادقؒ امام الاصفیا کا ساتھ ہو

بایزیدؒ و بو الحسنؒ بو القاسمؒ و شہ بو علیؒ
یوسف ہمدانیؒ یوسف لقا کا ساتھ ہو

عبد خالق غجدوانیؒ عارفؒ و محمودؒ کا
اور عزیزانؒ علیؒ حق نما کا ساتھ ہو

حضرت بابا سماسیؒ سید میر کلالؒ
شہ بہاؤ الدینؒ شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

خواجہ عطارؒ و یعقوبؒ و عبید اللہؒ ولی
خواجہ زاہد محمدؒ پارسا کا ساتھ ہو

خواجہ درویشؒ و امکنگیؒ محمد مقتدا
حضرت باقی باللہؒ با خدا کا ساتھ ہو

اور مجدد الف ثانیؒ خواجہ معصومؒ کا
حجۃ اللہؒ اور زبیرؒ اولیا کا ساتھ ہو

خواجہ قطب الدین اشرفؒ شہ جمال اللہؒ ولی
سید عیسیٰؒ شہ فیض اللہ شاہ کا ساتھ ہو

خواجہ نور محمدؒ بابا تیراہی فقیرؒ
شہ جماعت علی مقتدا کا ساتھ ہو

میر ملت غوث اعظم - اور قیوم زماں
اس مجدد عصر - صدر اولیا کا ساتھ ہو

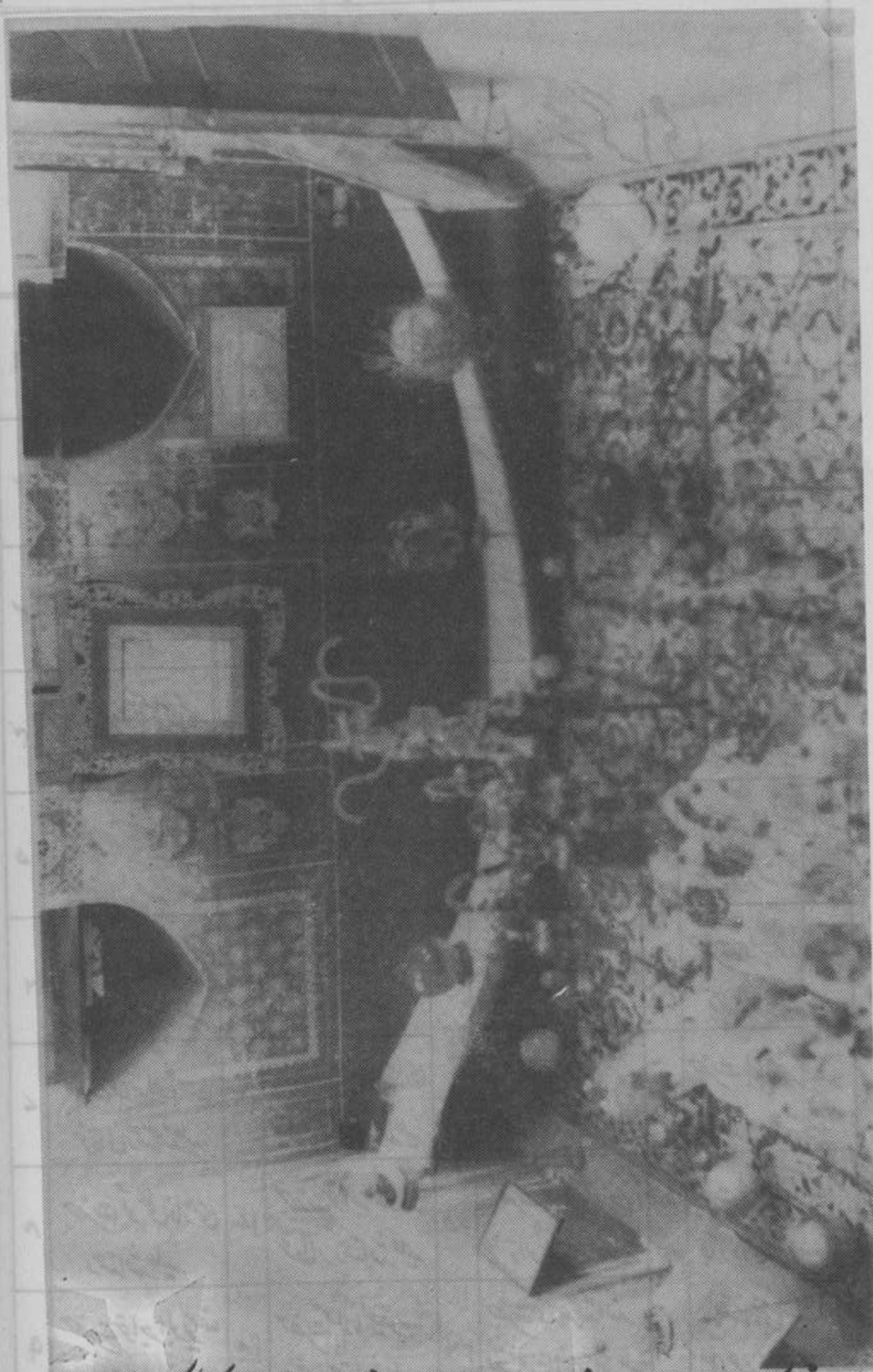
عارف کامل ولی و متقی پرہیزگار
شہ محمد حسینؒ شاہ اتقیا کا ساتھ ہو

بہر حسنینؓ و علیؓ و سیدہ خیر النساءؓ
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو

جملہ یاران طریقت کا بروز حشر بھی
نقشبندی سلسلے کے اولیاء کا ساتھ ہو

اصحابِ شجرۂ طیّبہ کے اسمائے گرامی

۱	رسول اکرم و نبی معظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ
۲	امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۱	حضرت خواجہ محمد عارف دیوگری رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ
۳	سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۲	حضرت خواجہ محمد انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت خواجہ درویش رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت خواجہ حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۴	سیدنا حضرت قاسم ابن محمد ابن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت خواجہ محمد مقتدی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۵	سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت بابا فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵	حضرت خواجہ میر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶	حضرت خواجہ بہاؤالدین بخاری نقشبند اوّل رحمۃ اللہ علیہ			۳۳	حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ
۸	حضرت ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت امیر ملت قبلۂ عالم مجدد دوراں سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ		



مسجد نور کا اندرونی منظر (مچھلی کا کانٹا بطور شہتیر استعمال کیا گیا ہے)



سیرتِ طیّبہ

حلیۂ مبارک ۔ لباس ۔ غذا ۔ اخلاقِ حسنہ

تقویٰ ۔ جود و سخا ۔ توکّل

فراستِ مومن ۔ معمولاتِ مبارک ۔ اتّباعِ شریعت و سُنّت

پیرانِ عظام اور سادات کی خدمت ۔ حجّ و زیارت

بارگاہِ رسالت میں تقرب

حُلیۂ مُبارک

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ موزوں، متناسب اور مائل بر بلندی۔ جوانی میں اعضا سڈول اور مضبوط تھے مگر ضعیفی میں لاغر و نحیف ہو گئے تھے۔ جوانی میں سُرخ و سفید تھے۔ پیری میں بھی چہرے کی صباحت و نظارت قائم تھی۔ سر بڑا، پیشانی کشادہ و بلند، اور اس پر نہایت خفیف سجدے کے نشان۔ گردن بلند اور ناک اُونچی تھی۔ آنکھیں متوسط اور روشن، اور پُتلی سیاہی مائل۔ لب پتلے اور دہن متوسط و خوبصورت۔ تبسّم میں صرف آگے کے دانت نظر آتے تھے۔ کبھی آواز سے نہیں ہنسے، خوش طبعی کے موقع پر بھی تبسّم فرماتے تھے۔ کندھے اُٹھے ہوئے اور سینہ کشادہ تھا۔ دانت سفید تھے۔ نوّے سال کی عمر تک اتنے مضبوط رہے کہ خود گنّا چھیل کر چوستے تھے۔ ہاتھوں کی انگلیاں پتلی، نرم اور دراز تھیں۔ ٹانگیں مضبوط اور توانا۔ میلوں چلتے اور نہ تھکتے۔ عالم ضعیفی میں البتّہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔

سَر کے بال اُسترے سے منڈواتے تھے، اس لئے کبھی بڑھے ہوئے نظر نہ آئے۔

بائیں ہاتھ کی بنصر میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس پر ایک نگینہ ہوتا تھا۔ جسم مبارک اور اعضا اس قدر قوی و توانا تھے کہ دبانے والے پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ بلکہ ایسے میں بھی باتیں کرنا اور مسئلے سنانا جاری رہتا۔ اور آواز میں لرزش تک نہ آتی۔ آواز دھیمی اور مدّھم تھی۔ مگر بڑے سے بڑے مجمع میں سُنی جاتی تھی۔ گفتگو اور تقریر آیاتِ قرآنی، احادیث نبویؐ، اشعار، امثال، شواہد سے مزیّن ہوتی۔ اور ایسی پُر تاثیر کہ دِلوں میں اُترتی چلی جاتی تھی۔ چلتے تھے تو درمیانہ رفتار سے چلتے تھے۔ مگر تیز رفتار والے بھی آپ سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ رِیش مبارک سنّتِ نبویؐ کے مطابق تھی۔ کبر سِن میں مہندی استعمال فرماتے تھے۔ اس لئے داڑھی خوب سُرخ نظر آتی تھی۔ سِنِ کہولت سے آخر عمر تک ہلکا اور خوب صورت عصا راہ چلنے میں ہاتھ میں رکھتے تھے۔

لباس

آپ ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ کرتا چکن کا اور شلوار قیمتی لٹھے کی ہوتی تھی۔ سفید تنزیب کا کرتا بھی کبھی کبھی زیب تن فرمایا ہے۔ عمامہ دس گز باریک ململ کا ہوتا تھا۔ پوٹھوہار کا زری کا قیمتی جوتا پاؤں میں ہوتا تھا۔ گرمیوں میں جرابیں نہیں پہنتے تھے معتدل موسم میں عدن سے آئی ہوئی بُردِ یمانی اوڑھتے تھے۔ کبھی مدینہ منوّرہ سے لایا ہوا کھدّر کا لباس بھی جاڑوں میں زیب تن فرماتے تھے۔

سرد موسم میں واسکٹ اور وایکونا کی سیاہ شیروانی پہنتے تھے۔ آخر عمر میں بانات کی شیروانی بھی پہنی ہے۔ زیادہ سردی میں شیروانی کے اُوپر سمور کی واسکٹ اور پوستین پہن لیتے تھے۔ جاڑوں میں کابل یا کشمیر کا دُھسّہ بھی اوڑھتے تھے۔ ادھیڑ عمر میں سفید پشمینہ کا لباس بھی جاڑوں میں پہنا ہے۔ سرما میں سبز رنگ کے پشمینہ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے دونوں کناروں پر کشمیری کام ہوتا تھا۔ آخر عمر میں یہ چھوٹ گیا تھا اور جاڑوں میں بھی ململ کی پگڑی ہی باندھتے تھے۔ سردی میں سفر و حضر میں چمڑے والے موزے (مُتنعّلین) استعمال فرماتے تھے۔ کبھی زیادہ سردی میں کمبل بھی اوڑھ لیتے تھے۔ آپ کا بستر گداز اور نرم ہمیشہ زمین پر ہوتا تھا۔ البتّہ گرمیوں میں اوّل شب میں کوٹھے پر پلنگ کے اوپر استراحت فرماتے تھے۔

غذا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ غذا تناول فرماتے تھے۔ بارہ مہینے حضور کی غذا مُرغی کا شوربا۔ پھلکا اور خشکہ ہوتی تھی۔ شہد بہت مرغوب تھا اور اسی طرح لسّی بھی۔ دونوں وقت کھانے کے ہمراہ استعمال فرماتے تھے۔ دِن کے کھانے کے ساتھ دہی بھی ضرور تناول فرماتے۔ نہار منہ دُودھ نوشِ جان فرماتے۔ گرمیوں میں بکری کا اور جاڑوں میں عموماً بھینس کا۔ گرم گرم نوش فرماتے تھے۔ جاڑوں میں سرسوں کا ساگ بہت مرغوب تھا۔ کھانے کے وقت مکھن کے ساتھ تناول

فرماتے تھے۔ ساگ کو سُکھا کر رکھ لیتے جو دوسرے موسموں میں پکاتے کھاتے تھے۔ رس کی کھیر (رساول) بھی پسند تھی۔ دہی کے ساتھ تناول فرماتے۔ گنّا پسند فرماتے تھے۔ اور خود منہ سے چھیل چھیل کر کھاتے۔ جب تک دانت قائم رہے یہ عادت مبارک جاری رہی۔ رس نکلوا کر نوش فرماتے۔ اور پسند کرتے تھے۔ اسی طرح گاجر بھی بہت مرغوب تھی۔ کدوکش میں کسوا کر اس کا گجریلا پکواتے اور تناول فرماتے تھے۔ گاجریں کس کے اور سُکھا کے رکھ لی جاتی تھیں۔ تاکہ دوسرے موسموں میں گجریلے کے کام آئیں۔ کھانے کے وقت تھوڑی سی مولی کھانا بھی مرغوب خاطر تھا۔ ضرور تناول فرماتے۔ شلغم پسند تھے۔ عموماً سالن میں شلغم ڈلواتے تھے۔ ہریسہ مرغوب خاطر تھا۔ نمکین پسند فرماتے تھے۔ کسٹرڈ کی کھیر بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

گرمیوں میں آپ کو کدو بہت پسند تھا۔ اس لئے سالن میں ڈالا جاتا تھا۔ کدوکش میں کسوا کر کدو کی کھیر بھی تیار کرواتے اور شوق سے تناول فرماتے۔ پھلوں میں آم بہت مرغوب تھا۔ اسی طرح انناس، لیچی، خربوزہ اور تربوز (ہندوانہ) پسند فرماتے تھے۔ سالن میں سُکھایا ہُوا سرسوں کا ساگ پکواتے۔ ورنہ خرفہ کا ساگ بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

جیسا کہ دوسرے مقامات پر ذکر آئے گا، حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ قہوہ نوش جان فرماتے تھے۔ اور وُہ بھی ہمیشہ تلخ (بغیر شکر چینی کے) استعمال فرماتے تھے۔ کالی چائے کبھی پیتے نہیں دیکھا۔ دُودھ کی چائے نوش فرماتے تو سبز چائے ہوتی۔ جسے عرفِ عام میں کشمیری چائے کہتے ہیں۔ حضور کے قہوہ میں عام طور پر ادرک بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ نیز حضرت کی پیالی میں عنبر کی ایک چھوٹی سی ڈلی بھی ڈالی جاتی۔ اگر کسی اور کو قہوہ عطا فرماتے تو وہ عنبر کی ڈلی نکال لی جاتی۔

شلغم کا اچار بہت مرغوب تھا۔ ادرک کا مربّہ اور زیتون کا اچار بھی پسند خاطر تھا۔ آم کا اچار اور چٹنی بھی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔ دوسرے اچار بھی کبھی کبھی استعمال فرمائے ہیں۔

ذبیحہ میں خصوصی احتیاط مدّنظر ہوتی تھی۔ جب تک یہ اطمینان نہو کہ ذبح کرنے والا نمازی اور متقی ہے ہرگز گوشت استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بے نمازی، ہندو اور دوسرے غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہُوئی کوئی چیز ساری عمر بھی تناول نہیں فرمائی۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے بتاکید منع فرماتے تھے۔

نذرانے کے طور پر پیش کی جانے والی چیزوں میں اگر مال حلال نہونے کا شمہ برابر شبہ بھی ممکن ہوتا تو ہرگز نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے۔



اخلاقِ حسنہ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اخلاق کریمانہ اور صفاتِ حسنہ سے متّصف تھے۔ آپ اپنے جملہ اعمال واقوال میں صاحب خلق عظیم نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ خود اخلاقِ نبویہؐ کے پرتو سے مومن کامل کی صفات سے آراستہ ہو گئے تھے۔ اس کتاب میں جابجا آپ کے محامد کا ذکر ہوا ہے، کچھ عادات و اخلاق کا ذکر یہاں اس عنوان کے تحت بھی کیا جاتا ہے۔

شفقت و مدارات

آپ اپنا ہو یا غیر ہر ایک کے ساتھ انتہائی شفقت اور مدارات سے پیش آتے تھے۔ مہمان داری اور مہمان نوازی آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ اور یہ خصوصی برتاؤ غیر مسلموں تک عام تھا۔ جو بھی آپ کے پاس حاضری دیتا فیضِ عام سے مستفید ہوتا تھا۔ ہر کس و ناکس کے ساتھ آپ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور سب کی یکساں خاطر مدارات فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت کے ساتھ ایسا محبّانہ و مشفقانہ برتاؤ فرماتے کہ آج تک سب یہی محسوس کرتے ہیں کہ مجھی پر سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

جُود و سخا ضبط و تحمّل

آپ کے جُود و سخا کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کوئی سائل اور حاجتمند آپ کے در سے خالی نہیں جانے پایا۔ حد یہ ہے کہ خود کچھ پاس نہ ہوتا تو دوسروں سے قرض لے کر ضرورت مند کی ضرورت اور سائل کا سوال پورا فرماتے۔ دردمندی اور غمخواری کا یہ عالم تھا کہ خود جاکر دوسروں کی مشکلات حل کرتے اور ان کو تسلّی تشفی دیتے تھے۔ ضبط و تحمّل اور صبر و استقلال اس درجہ تھا کہ کسی مخالفت، عناد اور مصیبت کے وقت بھی پائے استقامت میں لغزش نہ آتی۔ بلکہ دشواریاں جتنی زیادہ اور مقابلہ جتنا سخت ہوتا آپ کا

حوصلہ بھی اتنا ہی بلند اور عزم اتنا ہی راسخ ہو جاتا تھا۔ تن تنہا ان جا کر سکھوں کے عظیم اجتماع میں حقانیت اسلام پر بڑے دھڑلے سے وعظ فرمایا اور ذرا باک نہ کیا۔ خلافت، فتنۂ ارتداد اور قیام پاکستان کے ادوار میں آپ کی خدمات اور خطبات اس اعتبار سے یادگار حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا ذکر آگے آئیگا۔

بیباکی و جرأت

مذہبی معاملات میں مداخلت یا اسلام کی مخالفت میں کہیں سے بھی آواز اُٹھتی تو آپ پورے اہتمام سے تحفظ مذہب اور حفاظت شعائرِ اسلام کے لئے سینہ سپر ہو جاتے اور کسی قسم کی مخالفت اور طاقت سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ جب ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں ساردا بل پیش ہوا ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ کم عمری کی شادیاں خلافِ قانون قرار دی جائیں۔ اور اس عمل کو تعزیراتِ ہند کی رُو سے قابلِ سزا گردانا جائے، تو آپ نے اس کے خلاف بیانات جاری کئے۔ اور حکومتِ ہند کو کھلا الٹی میٹم دیا کہ "اگر اس بل کو قانونی شکل دی گئی، تو فی الفور میں اپنے لاکھوں مُریدین کو حکم دوں گا کہ اپنے صغیرسن بچوں کی اسی دم شادیاں کر دیں۔ یہ مداخلت فی الدین ہے جسے ہم کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے۔"

حج و زیارت کے عنوان کے تحت مدینہ منوّرہ میں سرکاری امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے سلسلے میں مدینہ شریف کے گورنر سے آپ کے ٹکر لینے کا ذکر آگے آئے گا۔ اسی طرح حضور نظام دکن کو برملا ٹوکنے میں آپ نے جس جرأت کا اظہار فرمایا وہ بھی بیان ہوگا۔ غرض دینی مسائل اور شعائرِ اسلام کے معاملے میں آپ کبھی کسی مصلحت اور تامّل کے قائل نہ تھے۔ اور بے محابا جرأت مندانہ اقدام فرماتے تھے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی کردار عظیم کے لئے کہا ہے۔

بندۂ مومن کا دل بیم و رجا سے پاک ہے — قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

نیز علامہ کا یہ شعر بھی آپ ہی کے حسبِ حال ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم — رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

خُلقِ عظیم

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز از رُوئے توارث نیز موہبتِ ایزدی سے خُلقِ عظیم کے رتبۂ بلند پر فائز تھے۔ کافر بھی آپ کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے اور ہزاروں لاکھوں ڈانواں ڈول مسلمان آپ کی رفق و ملاطفت اور رافت و شفقت کے گرویدہ ہو کر صالح اور دیندار بن جاتے تھے۔ خلافِ شریعت کوئی بات

آپ ہرگز برداشت نہ فرماتے اور طرح طرح سے روکتے ٹوکتے تھے۔ اگر کوئی بدبخت باز نہ آتا تو حضور عملی طور پر سختی فرماتے۔ اور یہ سب اللہ، رسول اور شریعت کی خاطر ہوتا۔ ذاتی طور پر آپ مجسم رافت و شفقت تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت اپنی چھت پر کھڑی ہوئی زور زور سے گالیاں بک رہی تھی۔ حضور نے فرمایا یہ کس کو برا بھلا کہہ رہی ہے۔ غور فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کر رہی تھی۔ ارشاد فرمایا "دروازہ بند کر دو۔ اللہ اس کو ہدایت دے۔" اس وقت حضور کی خدمت والا میں بہت لوگ حاضر تھے، وہ سب کرم و رافت کے اس عظیم مظاہرے سے بے حد حیران و متاثر ہوئے۔

درحقیقت حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی صحیح مثال پیش فرماتے تھے۔ گوجرانوالہ کے خطیب مولوی عبدالعزیز صاحب فالج میں بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری نے طول کھینچا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی غلطیوں اور گستاخیوں کی معافی طلب کی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "مولوی صاحب! مجھے آپ سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے۔ نہ ہی مجھے آپ کی کوئی بات یاد ہے۔ البتہ آپ نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان مبارک میں گستاخیاں کی ہیں۔ اس لئے آپ اللہ تعالیٰ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کیجئے۔ میں بھی آپ کے لئے دعا کروں گا۔" اس کے بعد مجھے طلب کیا اور حکم دیا۔ مولوی صاحب بیمار ہیں۔ ان کا علاج کراؤ۔ ان کی تیمارداری اور خدمت گزاری کرو۔ مولوی صاحب کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ مولوی صاحب آپ کے خلق و کرم سے بے حد متاثر ہوئے۔ اپنی غلطیوں اور قصوروں سے تائب ہوئے۔ اور فلاح دارین حاصل کی۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیال کوٹی سے حضور نے جس لطف و کرم کا اظہار کیا وہ دوسرے مقامات پر آیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلقِ عظیم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مولوی ابراہیم صاحب کے داماد اور بھتیجے عبدالقیوم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول۔ پسرور علی پور سیداں آئے تو کس طرح ان کی اصلاح فرمائی اور ان کا اجڑا گھر بسایا، یہ بھی اپنی جگہ پر درج ہوا ہے، اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ کی جھلک پیش کرتا ہے۔ افغانستان کے سفر میں آئے گا کہ آپ گورنر قندھار اور نادر شاہ بادشاہ سے

کیسی ملاطفت سے پیش آئے اور ان کو اپنے خلق عظیم سے کس طرح گرویدہ بنایا۔ آپ کی حیات طیبہ میں ایسے ہزاروں واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ کچھ کا ذکر اس کتاب میں بھی مناسب مقامات پر کیا گیا ہے۔ اعادہ و تکرار سے بچنے کے لئے یہاں محض اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خدمت و ایثار

مسجد، مدرسہ اور دوسرے فلاحی اداروں کے قیام اور تعمیر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حد درجہ اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ اور تعمیر کے موقع پر مزدوروں کے ساتھ مل کر خود بھی کام کرتے تھے۔ موضع ٹھیس ضلع لائل پور کی مسجد میں آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ اور لوگوں کے ساتھ دوسرے کاموں میں لگے رہے۔ سادھوکے تحصیل نارووال کی مسجد کی تعمیر کے وقت پختہ اینٹیں خود اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ علی پور سیداں ریلوے اسٹیشن کی مسجد اور سرائے کی تعمیر میں آپ نے خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا۔ علی پور شریف کی مسجد نور کی تعمیر کے دوران آپ خود دور سے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لائے، پتھر کی رگڑائی میں مزدوروں کے ساتھ شریکِ کار بنے اور دوسرے بہت سے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیے۔ اگر کوئی شخص آپ کا کام خود سر انجام دینے کے لئے آگے بڑھتا تو آپ اسے نہ کرنے دیتے۔ اور فرماتے "تم اپنی قبر میں جاؤ گے میں اپنی میں"۔

غرض مکارم اخلاق، خلق و مدارات، خدمت و تحمل، سخاوت و ایثار، عزیمت و استقامت تواضع و مہمان نوازی آپ کے ایسے ممتاز اوصاف تھے کہ دشمن بھی متاثر ہوتے اور مخالف بھی رام ہو جاتے تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہزاروں غیر مسلم صرف آپ کے خُلقِ عظیم اور اخلاقِ کریمانہ کی بدولت دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے۔

تقویٰ

شریعت و طریقت

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے کامل پابند اور سُنّت کے پکے متبع تھے۔ آپ سے زیادہ کوئی کیا جان سکتا تھا کہ شریعت کی حقیقت پر عمل کرنے کا نام تصوّف ہے۔ ترکِ شریعت یا خلافِ شرع کیا تو وہ تصوّف نہیں زندقہ ہے۔ شریعت کی حد یہ ہے کہ انسان دلی تسلی سے یقین حاصل کرے۔ اگر سہواً غلطی ہو جائے تو معاف ہے۔

مگر تصوف میں عزیمت پر عمل کرنا واجب ہے۔ ورنہ ولایت سلب ہوجانے کا خطرہ ہے۔ ولایت کی دو شرطیں ہیں۔ ایک ایمان دوسرے تقویٰ۔ فرمانِ خداوندی ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (ترجمہ) "وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو تقویٰ کرتے ہیں" اسی لئے تصوف کی رُو سے مشکوک اور مشتبہ چیز سے پرہیز لازم ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ نہ ہو تو ولایت کہاں!

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پابندیٔ شریعت اور اتباعِ سنّت کے ساتھ ہی تقویٰ پر عامل اور کاربند تھے۔ اور مدت العمر خلاف احتیاط اور مشکوک عمل سے پرہیز فرماتے رہے۔ کھانے پینے میں نیز استعمالی چیزوں میں ہمیشہ طہارت، پاکیزگی اور تقویٰ آپ کا معمول رہا۔ اور آپ کے فیض سے آپ کے ادنیٰ غلام بھی پابند شریعت اور پرہیزگار بن گئے۔

حضورِ والا ہمیشہ پاک اور صاف کپڑوں سے نماز ادا فرماتے تھے۔ یُوں بھی ہمیشہ آپ کے کپڑے صاف شفاف ہوتے تھے مگر نماز میں اس کا اور بھی زیادہ اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ پسینہ زیادہ آجائے تو فوراً غسل فرمالیتے اور ارشاد ہوتا کہ پسینے میں بُو ہوتی ہے۔ خوشبو پسند تھی۔ عطر اور خوشبو کا استعمال عموماً فرماتے تھے۔

کھانے میں احتیاط

کھانا پکانے کے برتن، پانی کے ظروف، چائے کا سامان، وضو کا لوٹا، لباس، دوسرے کپڑے سب ہر طرح پاک وصاف ہوتے۔ اور آپ کے لئے بالکل الگ رکھے جاتے۔ کسی غیر محتاط شخص کو ہاتھ لگانے سے بھی سختی سے منع فرماتے۔ جن اصحاب کا پاک وصاف ہونا درجۂ یقین کو پہنچا ہوتا صرف وہی آپ کے استعمال کی چیزوں کو اٹھاتے، چھُوتے اور رکھتے تھے۔ ہندوؤں کا پانی اور ان کی پکائی یا تیار کی ہُوئی کوئی چیز آپ نے کبھی استعمال نہیں کی۔ خود بھی کامل احتراز فرماتے اور تمام پیر بھائیوں کو بھی ہندوؤں کی ہر چیز سے کامل پرہیز اور احتراز کی شدید واشدّ تاکید کرتے تھے۔

کھانا دستر خوان پر آنے سے قبل لازم تھا کہ سب ہاتھ دھوئیں۔ آپ کھانے کے لئے ہاتھ دھوتے تو کپڑے سے نہ پونچھتے اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت فرماتے۔ کھانے کے بعد خود بھی صابن سے ہاتھ دھوتے اور دوسروں کے ہاتھ بھی صابن سے دھلواتے اور پاک تولیہ سے ہاتھ خشک کرتے۔

وضو اور استنجا

حضورِ والا استنجا دہرا کرتے تھے۔ اوّل مٹی کے ڈھیلے سے پھر پانی سے۔ دونوں کام ایک ساتھ انجام دیتے اور سفر و حضر میں اس کا التزام رکھتے۔ فارغ ہو کر واپس آتے تو صابن سے پھر ہاتھ دھوتے۔ اسی طرح وضو کے بعد آپ گیلے پاؤں جوتے میں نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ چمڑا گیلا ہو جانے کے بعد مشکوک ہو جاتا ہے۔ لکڑی کی کھڑاؤں جس پر نواڑ کی پٹی لگی ہوتی تھی وضو کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

پانی کی احتیاط

کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے آپ ہر ڈول استعمال نہیں کرتے تھے۔ بھلوال کے شیخ فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحیح ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال خود اپنے گھر اہتمام کے ساتھ پکوا کر ڈول تیار کر کے لاتے تھے تو وہی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اسی طرح جس کنوئیں میں سے ہر کس و ناکس اچھے بُرے ظروف سے پانی نکالتا ہو اس کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے۔ پانی بھرتے وقت ڈول میں ہاتھ ڈالنے سے بھی منع فرماتے۔ اسی طرح آپ اس بات کو بھی خلاف احتیاط فرماتے کہ جہاں پاؤں رکھے جاتے ہوں وہیں ڈول رکھا جائے۔

متبرک جانماز

آپ جس جانماز پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ پینتیس ۳۵ سال حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ کے استعمال میں رہ چکا تھا۔ حضرت آغا صاحب رح روضۂ مطہرہ کے جابی بردار تھے، ان کا ذکر حج و زیارت کے باب میں آچکا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ پچیس تیس سال اسی جانماز پر نماز پڑھتے رہے۔ اب یہ جانماز بطور تبرّک برادرم عزیزم حاجی حافظ سیّد پیر حیدر حسین شاہ صاحب کے پاس رکھا ہے۔

ریل کے سفر میں احتیاط

ریل کے سفر میں سیٹ کو صاف کروا کے اس پر اپنا پاک کپڑا بچھواتے تب تشریف رکھتے۔ یارانِ طریقت کو بھی مشکوک چیزوں کے استعمال سے منع کرتے، اور نماز کے لئے تو خصوصیت سے تاکید فرماتے کہ ہرگز مشکوک چیز پر نہ ادا کی جائے۔ ایک بار ایسے ہی ایک موقع پر صوفی غلام رسول صاحب زرگر کو تین دفعہ نماز لوٹانے کا حکم دیا اور آئندہ کے لئے سختی سے احتیاط کی تاکید فرمائی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے خادم خاص کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے۔

دعوتوں میں آپ میزبان کو ہدایت کرتے کہ میرا خادم آئے گا اور تم سے خشک جنس لے کر خود میرے لیئے پکائے گا۔ یارانِ طریقت میں سے بعض حضرات اور خلفاء جن کے یہاں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و توجہ سے کامل احتیاط برتی جاتی تھی، ان کے پیش کردہ کھانے کو البتہ اولوش فرما دیتے تھے۔ ریل گاڑی اور بحری جہاز میں بھی یہی خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اس عمل میں یہ راز مضمر تھا کہ آپ نے مدت العمر تماکو نوش اور بے نمازی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہیں تناول فرمایا۔

بازار کی چیزیں

اسی طرح حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بازار کا عام گوشت خرید کر نہیں کھاتے تھے۔ نہ مہمانوں کے لیئے ایسا ہونے دیتے تھے۔ علی پور شریف میں جو قصاب آتا وہ عادت مبارک سے واقف ہوتا۔ اس لیئے اپنا بکرا حافظ رحمت علی صاحب یا مدرسۂ نقشبندیہ کے کسی مدرس سے ذبح کراتا تو آپ اس سے مہمانوں کے لیئے گوشت خرید لیتے۔ ورنہ مہمانوں کے لیئے بھی مُرغ ذبح کراتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں ایک پیر بھائی شکار مار کے لایا۔ میں نے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا "اگر حاجی مہر عبدالحق نے ذبح کیا ہے تو پکالو، کھالیں گے۔ ورنہ اسی کو واپس کر دو۔ وہ اپنے گھر پکا کر بچوّں کے ساتھ کھالے۔ پتہ نہیں اس نے درست ذبح کیا ہے کہ نہیں"۔

آپ نے کسی دوکان دار کے ہاتھ کی بنائی پکائی ہوئی کوئی چیز کبھی تناول نہیں فرمائی۔ اگر پیر بھائیوں میں سے کوئی دُکان دار پاکی و پاکیزگی کا پورا لحاظ کر کے کوئی چیز تیار کر کے لاتا تو آپ قدرے تناول فرما لیتے۔ البتہ مدینہ منورہ کی دوکانوں کی بنی ہوئی چیزیں تناول فرمانے میں کوئی تامل نہ کرتے اور فرماتے "یہاں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مہمان ہیں۔ یہاں جتنا پیٹ بھر کر کھائیں حضورؐ خوش ہوں گے"۔

تلخ قہوہ

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر قہوہ استعمال کرتے تھے۔ جس میں راز یہ تھا کہ دوسرے مقامات پر غیر مشکوک دُودھ دستیاب ہونا یقینی نہ ہوتا تھا۔ آپ نے بے نمازی یا تماکو پینے والے کے ہاتھ کا دُودھ کبھی عمر بھر استعمال نہیں فرمایا۔ سفر میں اگر اپنا آدمی خود جا کر پاک و صاف برتن میں دُودھ دوہ کر لاتا تو استعمال کر لیتے تھے۔ اسی طرح اگر

کوئی نیک نمازی پیر بہن اپنے گھر کا صاف ستھرا گھی لا کر پیش کرتی، اور اطمینان دلاتی کہ اس نے اس کی تیاری میں پوری احتیاط برتی ہے تو آپ استعمال فرماتے۔ ورنہ سفر میں ہمیشہ گھر کا تیار کیا ہوا گھی آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور ختم ہو جاتا تو آپ اور منگوا لیتے تھے۔

آبِ جاری

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ دریا، نہر، نل یا چلتے کنوئیں کا پانی استعمال فرماتے تھے۔ علاقہ میرپور (آزاد کشمیر) جانا ہوتا تو آپ پانی کے گھڑے ساتھ لے جاتے تھے، کیونکہ وہاں دریا یا چلتے کنوئیں کا پانی دُور دُور تک دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی خلیفہ مجاز نے بیان کیا کہ "جب رہتک میں حضرت ہمارے گھر مہمان ہوتے تو والد صاحب (یعنی حضرت حافظ حاجی انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) چھ سات میل دُور سے تانگہ یا گڈے پر نہر کا پانی منگواتے۔ اور یہ اہتمام کرتے کہ وہیں سے پانی کے برتن پر ڈھکنا ڈھک کر اور منہ پر کپڑا باندھ کر لایا جاتا کہ کسی قسم کا شبہ نہ پیدا ہو"

گھر پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑی حویلی والے کنوئیں کا پانی استعمال کرتے تھے آپ کے شیخ طریقت حضرت بابا فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "شفا" فرمایا ہوا ہے۔ اس پانی کے استعمال سے بے شمار مریض شفایاب ہوئے ہیں۔ اس کنوئیں سے پانی نکالنے میں بھی آپ پاکیزگی کی پوری احتیاط ملحوظ رکھتے۔ کبھی کبھی اس کنوئیں کا پانی نکلوا کر اس کو صاف بھی کرواتے رہتے تھے۔

بے نمازی اور تماکو نوش سے پرہیز

بے نمازی کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیزوں سے یا اس کی جھوٹی چیز سے کامل پرہیز فرماتے۔ بے نمازی کا جھوٹا کیا ہوا برتن جب تک اچھی طرح پاک صاف نہ کر لیا جائے استعمال نہ کرتے۔ حقّہ، سگرٹ، سگار سب کے پینے سے سختی سے منع فرماتے۔ اور تماکو نوش کرنے والے کے جھوٹے سے خود بھی پرہیز کرتے اور تمام پیر بھائیوں کو بھی پرہیز کی سخت تاکید فرماتے۔

نئے کپڑے

نیا کپڑا ہمیشہ دھوبی سے دُھلوا کر پہنتے تھے، اور یارانِ طریقت کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ ہر شہر میں آپ کے کپڑے دھونے کے لئے خاص پیر بھائی مقرر تھے۔ صرف انہی کے دھوئے ہوئے کپڑے آپ استعمال کرتے تھے۔ وہ

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق بہتے ہوئے پانی یا نلکے سے دھوتے، پاک رسی پر سکھاتے، غرض کامل احتیاط کرتے اور پاکیزگی کا لحاظ رکھتے۔ یہی صورت حجامت کی ہوتی تھی کہ جب تک کوئی نیک مسلمان حجام نہ ملتا آپ حجامت نہ بنواتے۔ سفر میں بعض دفعہ دھوبی اور نائی کے معاملے میں کافی دشواری کا سابقہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی کہتے تھے کہ بنگلور میں مسلمان دھوبی اور حجام ایک دو ہی تھے۔ اور وہ بڑی مشکل سے ہاتھ آتے تھے۔ مسلمان حجام کو بھی حکم دیتے کہ اپنے سارے اوزار اچھی طرح پاک کرے اور خوب دھو کر ہاتھ پاک کرے۔

شکر اور گڑ

آپ شکر اور گڑ صرف اپنے گھر کا تیار کرایا ہوا استعمال کرتے تھے۔ گھر پر گڑ خاص اہتمام سے تیار کیا جاتا تھا۔ بیلنے کے اوپر خاص پردہ ہوتا کہ کتے کے منہ لگانے کا احتمال بھی نہ ہو۔ اس پردے کو اتار کر بیلنے کو خوب دھو کر پاک صاف کیا جاتا۔ دوسرے برتن گو پختہ مکان میں بند ہوتے مگر ان کو بھی خوب دھویا جاتا۔ نمازی اور پرہیزگار درویشوں کے علاوہ کوئی دوسرا گڑ کی تیاری میں ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا۔

ابتدائی زمانے میں آپ نے چینی بنانے کی مشین بٹالہ سے منگوا کر گھر میں لگوائی تھی۔ صفائی اور پاکیزگی کا پورا اہتمام کیا جاتا، اور آپ خود پاس کھڑے ہو کر تیار کراتے کہ کوئی بے احتیاطی نہ ہونے پائے۔ بعد میں آپ مدینہ منورہ سے مصر کی بنی ہوئی چینی اور مصری کی ٹکڑیوں (کیوب) کے بند ڈبے خرید کر لے آتے تھے اور بوقت ضرورت استعمال فرماتے تھے۔ ورنہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آپ عموماً تلخ قہوہ پیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ چینی کے کارخانے تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ چینی کی تیاری، سوکھنا، بوریوں میں بند ہونا، سارا کام بغیر ہاتھ لگائے مشینوں سے انجام پاتا ہے تو آپ چینی استعمال کرنے لگے تھے۔

ولایتی صابن اور دوائیں

آپ نے ولایت کا بنا ہوا صابن کبھی استعمال نہیں کیا، کہ معلوم نہیں اس میں مردار جانور کی چربی کی آمیزش نہ ہوئی ہو۔ دیسی صابن بھی ہر جگہ کا استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بعض صابن ساز پیر بھائی آپ کے لئے پوری احتیاط اور پاکیزگی سے صابن تیار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر انگریزی دوائیں استعمال نہیں کیں کہ ان میں اسپرٹ شامل ہوتی ہے۔ فرماتے تھے "جب انگریزی دوائیں نہیں تھیں تو کیا بیماروں کو شفا نہیں

ہوتی تھی"۔ طب کی بھی صرف وہ دوائیں استعمال کرتے تھے، جن کی بابت یقین ہوتا تھا کہ کسی متقی پرہیزگار پیر بھائی نے احتیاط سے تیار کی ہیں۔

دائم باوضو

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود تو ہمیشہ باوضو رہتے ہی تھے، یارانِ طریقت کو بھی خاص تاکید تھی کہ ہر وقت باوضو رہیں۔ مگر یہ بھی عادت تھی کہ باوجود باوضو ہونے کے ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے۔ آپ کو پیشاب کا عارضہ بہت عرصہ رہا۔ آخر عمر میں اس سبب سے بعض دفعہ ایک نماز کی تکمیل کے لئے آپ کو کئی بار وضو کرنا پڑتا۔ مگر خواہ کتنی ہی بار وضو کیوں نہ کرنا پڑتا آپ تیمم کے روادار نہ ہوئے۔ سوائے آخر کے چند ایام کے کہ اس وقت آپ کے لئے اُٹھنا، بیٹھنا، وضو کرنا سب ناممکن ہو گیا تھا۔

مشکوک ہدیہ سے اجتناب

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مشکوک مال کا ہدیہ اور نذرانہ بھی ہرگز قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار چوراں والی کے فضل الٰہی صاحب تھانیدار نے کوہ مری میں مُرغ نذر میں پیش کئے۔ آپ نے قبول نہیں فرمائے اور کہا کہ یہ رشوت کے مال کے ہوں گے۔ اُنھوں نے کہا حضور! یہ میں تنخواہ کی رقم سے خرید کے لایا ہوں۔ فرمایا تم تھانیدار ہو۔ تم کو سستے ملے ہوں گے۔ وہ واپس چلے گئے۔ اور اپنی تنخواہ کے پیسوں میں سے کسی دوسرے شخص سے خریدوا کے دوبارہ پیش کئے۔ اور یہ ساری تفصیل بیان کی۔ تو حضورِ والا نے ان کی نذر قبول فرمائی۔ غرض حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تقوٰی کے درجۂ کمال پر فائز تھے۔ مدت العمر حضور نے کامل احتیاط اور تقوٰی میں بسر فرمائی اور سینکڑوں ہزاروں کو اپنے فیضان و کرم سے متقی بنا دیا۔

جُود و سخا

جواد کسے کہتے ہیں

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کا جود و سخا فضل خداوندی کا ایک کرشمہ تھا جس کی مثال تلاش سے بھی نہیں مل سکتی۔ آپ دینی اور رُوحانی نعمتوں کی عطا کے ساتھ مال و متاع دُنیوی سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ سخاوت کے مفہوم تک پہنچنا بہت مشکل بات ہے۔ سخاوت یہ نہیں ہے کہ کسی کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں، اور

وہ ان میں سے دس بیس، سو دو سو یا ہزار دو ہزار بخش دیتا ہے تو وہ سخی ہے۔ بلکہ سخاوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو، وہ اپنی عادت مستمرہ کے مطابق خوش دلی کے ساتھ دیتا رہے۔ بلکہ تنگی کے وقت جب اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اس وقت بھی خندہ پیشانی کے ساتھ سائل کو اس کی ضرورت اور سوال سے زیادہ عطا کرے۔ سخی کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس کے پاس کچھ ہے یا نہیں۔ بخشش و عطا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ سخاوت کے درجہ سے بھی آگے بڑھتا ہے تو اس میں جواد کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ جود و سخا اب اس کی طبیعت اور سرشت بن جاتا ہے۔ وہ سائل کے سوال کا بھی منتظر نہیں ہوتا۔ اپنی عادت اور سرشت کے مطابق ہر ایک کو اپنے عطیات سے سرفراز کرتا رہتا ہے۔ جو لوگ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، ان کو بخوبی معلوم ہے کہ حضور جود و سخا کے رتبہ عالی پر فائز تھے۔ اور ہر وقت، ہر حالت میں، ہر شخص کو اپنے فیضِ عام سے نوازتے رہتے تھے۔ خود ارشاد فرماتے "ہمارا ہاتھ خدائی خزانے میں ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔"

سخیاں ز اموال بر می خورند بخیلاں غمِ سیم و زر می خورند

غیب کے خزانے

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہبی طور پر امیر تھے۔ آپ نے تحصیلِ دولت کے لئے کوئی کام کبھی نہیں کیا۔ آپ کی عمرِ مبارک کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے دین متین کی خدمت اور خلق خدا کی ہدایت میں گزرا۔ رب العزت کا آپ پر خاص کرم تھا کہ خزانۂ غیب سے آپ کو عطا فرماتا۔ آپ بھی سنّت نبوی پر عامل رہے کہ جو آتا فوراً سائلوں اور ضرورتمندوں کو بخش دیتے تھے۔ آپ کے پاس صدہا سائل روز آتے اور اپنی مراد پاکر واپس جاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "خدا جانے یہ لوگ مجھے کوئی جاگیردار یا امیر کبیر جانتے ہیں جو برابر دوڑے چلے آتے ہیں۔ یہ تو فقط رب تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے کہ اس نے مجھے خدمت کے لئے مامور فرمایا ہے۔ اور وہی اپنے خزانے سے عطا فرماتا ہے۔"

ایک دفعہ مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز وعظ فرما رہے تھے۔ دورانِ وعظ کہا کہ "حدیث قدسی ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (ترجمہ) رب تعالیٰ نے فرمایا کہ "میں اپنے بندے کے ساتھ اسی طرح ہوتا ہوں جیسا وہ میری بابت گمان کرتا ہے۔" دیکھو! دھوبی، لوہار،

ترکھان، زمیندار وغیرہ سب کسب دار یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کام کرتا ہُوں تو کماتا کھاتا ہوں۔ کام نہ کروں تو بھوکا رہوں۔ اس کا اپنے رب کے ساتھ یہی ایمان اور اعتقاد ہے۔" اس کے بعد انھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: "یہ وُہ لوگ ہیں کہ ان کا ایمان ہے کہ رَبّ دیتا ہے، ہم کھاتے ہیں اور کھلاتے ہیں۔ اکیلے نہیں اپنے ساتھ سینکڑوں اور ہزاروں مہمانوں کو۔ اور وہ بھی فقط دال روٹی نہیں، اچھے سے اچھا اور قیمتی سے قیمتی کھانا سب کو کھلاتے ہیں۔ ان کا ایمان اور اعتقاد اپنے رَبّ پر ایسا ہی قوی ہے۔ وہ بھی ان کے لئے غیب کے خزانے کھولے ہوئے ہے۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مولوی صاحب! وہ کما کر کھاتے ہیں۔ ہم رب کی اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہیں، اس لئے دُنیا کے کسب کی طرف سے بے نیاز ہیں۔ وُہ ہم کو دیتا ہے، ہم بھی اسی کی راہ میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ یہ اس ذات پاک کا کرم ہے، ورنہ ہم کس قابل ہیں۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ محض زمیندار تھے۔ اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا۔ پھر آپ کا معمول رشد و ارشاد اور تبلیغ و ہدایت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ مگر آپ جس قدر راہِ خدا میں خرچ فرماتے، اسی قدر مال و دولت من جانب اللہ عطا ہوتا تھا۔ عام لوگ سمجھتے تھے کہ ان کے لاکھوں مریدین ان کو بیش قرار نذرانے دیتے رہتے ہیں۔ ورنہ یہ کہاں سے دیتے دلاتے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ بعض ارادت مند "لنگر شریف" میں شرکت کی سعادت حصولِ ثواب کے لئے ضرور حاصل کرتے تھے۔ مگر یہ شرکت ایسی ہی ہوتی جیسے آٹے میں نمک۔ اس کی مزید تفصیل "یارانِ طریقت" کے عنوان کے تحت آئے گی۔

ایک دفعہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "یا اللہ پاک مَیں کیا کروں"۔ منشائے مبارک یہ تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں، مانگنے والوں کو کیا دوں! ۔مَیں نے عرض کیا۔ "اللہ تعالےٰ نے تو غیب کے خزانے آپ کے لئے کھول دیے ہیں۔ مگر آپ تو سر کے اُوپر ہی سے بخش دیتے ہیں، نیچے تک آنے ہی نہیں دیتے۔" فرمایا "کیا کہتا ہے۔ میرے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں، دینا ہی کیا ہے!" بات یہ تھی کہ آپ ہر سائل کو زیادہ سے زیادہ عطا فرمانا چاہتے تھے۔ کئی دفعہ

ایسا ہُوا ہے کہ پاس کچھ نہیں نکلا تو قرض لے کر سائل کی ضرورت پوری کی۔ اور بعد میں قرض اُتارا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مانگنے والوں کو کئی دن اپنے پاس مہمان رکھتے۔ اور اس وقت تک واپس جانے کی اجازت نہ دیتے جب تک ان کی ضرورت حل نہو جاتی۔ ایسا کبھی نہیں ہُوا کہ حاجت مند اور سائل آپ کے پاس بغیر اپنی حاجت روائی کے واپس گیا ہو۔

اَنْفِقُوْا یا اَجْمَعُوْا؟

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر اپنے پاس کوئی پیسہ نہیں رکھا۔ آپ کے کرتے میں جیب ہوتی ہی نہ تھی۔ اِدھر آتا اُدھر سائل کو یا دوسری ضروریات کے لیے عطا فرما دیتے۔ بظاہر آتا ہُوا بھی نظر نہ آتا تھا۔ بس تکیہ یا گدی کے نیچے سے نکال نکال کر عطا فرماتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے "قرآن شریف میں رب تعالیٰ نے اَنْفِقُوْا (خرچ کرو) ارشاد فرمایا ہے۔ اَجْمَعُوْا (جمع کرو) کا حکم نہیں دیا" قرآن مجید میں رب العزت نے ارشاد کیا۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (پارہ ۳ ربع اوّل) (ترجمہ) جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک دانہ جیسی ہے کہ اس دانے سے پھوٹیں سات بالیں۔ ہر بال کے اندر سَو دانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گُنا زیادہ فرما دیتا ہے اور اللہ بڑی فراخی والا اور جاننے والا ہے۔"

مہمان نوازی

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع دستر خوان کا ذکر حسب موقع جا بجا آیا ہے۔ دن رات مہمان آتے اور جاتے رہتے تھے۔ کبھی کسی کو بغیر کھانا کھائے واپس جانے نہیں دیا۔ آپ کی اپنی خوراک نہایت سادہ اور مختصر ہوتی تھی۔ تھوڑا سا خشکہ، شوربا اور پھلکا۔ مگر مہمانوں کے لئے لذیذ سے لذیذ کھانے تیار کرواتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، کھانے کے وقت جملہ حاضرین کو حکم ہوتا کہ خوان یغما میں شریک ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شرکائے طعام کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور عرس شریف کے دنوں میں تو سب کا مشاہدہ ہے کہ ہر وقت مہمانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہُوا کرتی ہے۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود ان مہمان داریوں اور مہمان نوازیوں کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے تھے۔ ہم لوگ جو جنس فراہم کرتے وہ ہرگز کافی و وافی نہ ہوتی تھی مگر کبھی کسی چیز کا توڑا

دیکھنے میں نہ آیا۔ بس اللہ تعالیٰ کی دین تھی کہ سب اخراجات بے غل وغش انجام پاتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی ارشاد فرمایا ہے کہ "ہمارا سب سے بڑے شہنشاہ کے خزانے میں ہاتھ ہے۔ ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ رب تعالیٰ ہمیں اتنا دیتا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اتنا نصیب نہیں ہوتا۔"

نہ زکوٰۃ فرض تھی نہ حج

یہ سُن کر اور پڑھ کر لوگوں کو شاید تعجب ہوگا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر ساری عمر نہ زکوٰۃ فرض ہوئی اور نہ حج۔

آپ کبھی صاحب نصاب نہ ہوئے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی۔ پچیس سال سے زیادہ لین دین کا سارا کام مجھ سے متعلق رہا۔ میرا تجربہ ہے کہ حضور کے پاس جس قدر آتا اس سے زیادہ غرباء و مساکین اور حاجات و ضروریات میں خرچ فرما دیتے تھے۔ کبھی اس کے بھی روادار نہ ہوتے کہ آئی ہوئی رقم چند روز پاس رہ جائے۔ آپ نے جتنی زیادہ تعداد میں حج کئے، اتنے اس صدی میں یقیناً کسی کو حاصل نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے حولانِ حول کی کبھی نوبت نہ آئی، اسی طرح اخراجاتِ حج کی پوری کیا ادھوری رقم بھی کبھی پہلے سے جمع نہ ہوئی۔ حج کے باب میں آپ کی دریا دلی اور شاہ خرچی کا کچھ اور ذکر آئے گا۔

ترکہ صرف دو روپے

بعض بے خبر اور کم فہم لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کی اولاد کو ورثہ میں لاکھوں روپے ملے ہوں گے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر حکومتِ پاکستان نے حضرت والد صاحب قبلہ (یعنی سراج الملت حضرت الحاج حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلفِ اکبر اور سجادہ نشین اوّل) سے حساب فہمی کا مطالبہ کیا۔ انکم ٹیکس آفیسر سیالکوٹ نے والد صاحب قبلہ کو بلا کر حلفی بیان لیا کہ ترکہ میں آپ کو کتنا نقد روپیہ ملا۔ آپ نے ارشاد کیا "صرف دو روپے۔ جس میں ہم تین بھائی اور ایک ہمشیرہ حصہ دار ہیں۔ حضرت کی شیروانی کی جیب سے صرف دو ہی روپے برآمد ہوئے تھے۔" حکومت نے تمام بینکوں سے استفسار کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ کبھی کسی بینک میں آپ کا ذاتی حساب نہیں رہا۔ آخر کامل تحقیقات کے بعد حکومت کو صورت حال تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور مسل بند کر دی گئی۔

رتبۂ فقر و غنا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فقیر بھی تھے اور غنی بھی۔ آپ فقر سے بڑھ کر غنا کے بلند مقام پر فائز تھے۔ مال و دولت بے اندازہ ہو تو انسان کو ظاہر ہے

کہ فقیر نہیں کہا جا سکتا مگر وہ غنی بھی نہیں ہوتا۔ جب تک دل قلیل و کثیر اور جمع خرچ میں مبتلا ہو انسان غِنا سے دُور رہتا ہے۔ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے دریافت کیا "آپ کا رب کی رزاقیت پر ایمان کیا اور کیسا ہے۔" انھوں نے جواب دیا "تمام رُوئے زمین پر اگر ایک دانہ بھی نہ رہے، تب بھی وہ رزق دے گا۔" پہلے بزرگ نے فرمایا۔ "میرا ایمان تو یہ ہے کہ زمین بھی ہو یا نہو، وہ رزق دے گا۔" میں تو کہتا ہوں کہ کائنات کا خیال بھی دل میں آنا غِنا کے منافی ہے۔ غنی کا دِل تو ماسوا سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے "حد سے گزرے تو ولی۔ بے حد سے گزرے تو پیر۔ اور حد بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر۔" میں کہتا ہُوں کہ غنی کا مقام فقیر سے بھی ماورا ہے وہاں تو حد بے حد کا خیال آنا بھی غِنا کے منافی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے یہی بات ان الفاظ میں کہی جا ہی ہے۔

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد　　دُنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

حضورؑ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سائلوں اور حاجت مندوں کو بے اندازہ و بے حساب دیتے تھے مگر دل سیر نہ ہوتا تھا۔ اور پھر بھی یہی فرماتے کہ "میرے پاس ہے ہی کیا۔ مَیں کیا دے سکتا ہوں۔" غنی کی یہی شان اور یہی مقام ہوتا ہے۔ ربّ العزّت کے فضل و کرم سے آپ غنا کے مقام بزرگ و برتر پر فائز تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

سائل کو رَدْ نہ کرنا

جیسا کہ ابھی بیان ہُوا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ نہوتا تو قرض لے کر حاجتمندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔

بسا اوقات اہل مجلس سخت مکدّر ہوتے کہ اس وقت حضرت کے پاس نہیں ہے، پھر بھی سائل حضور کو تنگ کرنے سے باز نہیں آتے۔ اور آپ کو قرض کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ مگر آپ ہرگز تنگ نہوتے۔ بلکہ سائلوں کی کثرت سے خوش ہوتے اور فرماتے کہ "یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

آپ ہمیشہ سائلوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے پیش آتے۔ ایسا بھی ہُوا ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے تو آپ نے اپنے کپڑے اتار کر عطا فرما دیے۔ ایک دفعہ آپ آگرہ میں حضرت الحاج پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی خلیفۂ مجاز کے گھر قیام فرما تھے

تو ایک سائل کو اپنی اُونی شیروانی، اور دوسرے کو اپنا قیمتی دھسّہ اُتار کر عطا فرما دیا۔ اور خود لحاف اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ اس پر درویشِ خاص حاجی بوٹا صاحب نے کہا۔ "اب غریب درویش کے کمبل کی باری آیا چاہتی ہے!"

ایک مرتبہ نواب افتخار حسین صاحب ممدوٹ حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا "نواب صاحب آپ کی اچکن بہت ہلکی ہے، یہ کیا سردی کو روکتی ہوگی۔" اور اپنی پوستین کی قیمتی صدری اتار کر نواب صاحب کو پہنا دی۔ نواب صاحب نے کہا "آپ کو سردی لگے گی۔" فرمایا میرا رب مجھے اور دے دیگا۔

علمائے کرام کی خدمت

علمائے کرام کی آپ بہت زیادہ خدمت فرماتے تھے۔ نقد، لباس اور دوسرے تحائف سے ان کو نوازتے تھے۔ اگر وہ لینے سے انکار کرتے تو آپ باصرار لینے پر مجبور کرتے اور فرماتے۔ "مولوی جی! دینا مشکل ہے، لینا مشکل نہیں۔ لے لو، مَیں دے کر واپس نہیں لیا کرتا۔ عجیب بات ہے آپ کو لینا بھی مشکل ہو رہا ہے۔" اسی طرح جو عرب ہندوستان آتے اور آپ کے مہمان ہوتے، ان کو ہفتوں اور مہینوں مہمان رکھتے، خوب خاطر مدارات کرتے۔ اور رخصت کرتے وقت نقدی اور تحائف سے مالا مال کر دیتے تھے۔ حرمین الشریفین میں آپ کی داد و دہش کا کچھ تذکرہ "حج و زیارت" کے باب میں آئے گا۔

کبھی چندہ نہیں طلب کیا

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی دینی، فلاحی یا قومی کام میں دوسروں سے کبھی چندہ طلب نہیں کیا۔ مگر ہوتا یہ کہ آپ کے عطیہ سے از خود سب کو تحریک ہوتی اور روپوں کی ریل پیل ہو جاتی۔ مساجد، مدارس، اور دوسرے فلاحی و قومی اداروں میں اس فراخ دلی سے چندہ مرحمت فرماتے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ لائل پور کی قدیم جامع مسجد میں ایک جمعہ پر ایک ہزار روپیہ اپنے پاس سے عطا فرمایا۔ تو اسی وقت حاضرین نے سات ہزار روپیہ چندہ دیا۔ دوسرے جمعہ میں پھر ایک ہزار روپیہ عطا کئے اور فرمایا "مسجد کی چھت منزدر کی ہے۔ میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے۔ میرا یہ دُھسّہ ہے، اس کو خرید لو۔" چنانچہ پھر لوگوں

نے سات ہزار چندہ جمع کر دیا۔ اور مسجد کی چھت پڑ گئی۔

حاجی امام الدین کا نذرانہ

حاجی امام الدین صاحب کے لڑکے کی شادی میں آپ نے شرکت کی تو اُنھوں نے تین ہزار روپے ایک بڑے پرات میں رکھ کر اور رومال سے ڈھک کر پیش کیے۔ دریافت فرمایا "آخر یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کیا "نذرانہ ہے۔" فرمایا "ہمیں کیا کرنے ہیں؟" اسی وقت مولوی عبد الغنی صاحب کو بلا کر کہا "مولوی صاحب یہ لے جاؤ۔ روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا اور پرات میں آٹا گوندھنا"۔ حاجی امام الدین صاحب لکھ پتی آدمی تھے مگر یہ شانِ بے نیازی و عطا دیکھ کر ان کا رنگ فق ہو گیا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دلی کیفیت بھانپ کے فرمایا "ماسٹر صاحب! میرے اور آپ کے نامۂ اعمال میں قیامت تک اس کا ثواب درج ہوتا رہے گا۔ اگر میں اس کو گھر لے جا کر خرچ کرتا تو نہ مجھے کچھ ملتا اور نہ آپ کو"۔ ماسٹر صاحب نے عرض کیا کہ اس میں صاحبزادگان کے نذرانے بھی شامل تھے۔ ارشاد فرمایا۔"ان کا ثواب اُن کو ملے گا"۔

سائیں کمال الدین صاحب سے فرمایا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ جیب ٹٹولتے ہوئے کہا لو جو تمہاری قسمت میں ہو نکلے گا۔ انھوں نے کہا سَو کا نوٹ ہے۔ فرمایا الحمد للہ میرے پاس تو کچھ نہ تھا۔ تمہاری قسمت ہے۔

اکثر لوگ حاضر ہوتے اور عرض کرتے ہماری لڑکیاں جوان ہیں، شادیاں کرنی ہیں مگر ہمارے پاس کوئی چیز نہیں جو خرچہ اُٹھائیں۔ فرماتے اچھا ذرا ٹھہرو۔ پھر جو کچھ آتا اس ضرورت مند کو عطا فرما دیتے۔ اور کہتے "لے جاؤ۔ گھر جا کر دیکھنا۔ کام ہو جائے گا"۔ وہ گھر جا کر گِنتا تو اس کی ضرورت سے بہت زیادہ روپیہ ہوتا۔

سردیوں میں کمبل، رُوئی کی بنڈی، ٹوپی اور پوستین وغیرہ زیادہ تعداد میں منگوا کے غُربا میں تقسیم فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت کو بھی عطا فرماتے تھے۔ بعض کے پاس اب تک تبرکاً موجود ہیں۔ جن غریب یارانِ طریقت کو آمد و رفت کا کرایہ عطا فرمایا کرتے ان کی تعداد سینکڑوں

سے زیادہ ہے۔ اکثر ضرورت مند پیر بھائیوں کو ان کے خانگی اخراجات کے لئے بھی عطا فرمایا کرتے۔ کسی عالم اور نعت خوان کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے۔ کسی حاجت مند سے یہ نہ کہتے کہ اس وقت نہیں ہے پھر آنا۔ کچھ نہ بھی ہوتا تو اسے روکے رکھتے، تاوقتیکہ غیب سے کوئی سبب پیدا ہو جاتا۔

مہاجرین کی اعانت

۱۹۴۷ء میں جو مہاجر پیر بھائی ہندوستان سے آئے۔ ان کو لباس، خوراک اور نقد روپیہ عطا فرماتے رہے۔ دوسرے مہاجر جو بھی حاضر خدمت ہوئے عطیات سے نوازے گئے۔ اگر میں کسی وقت عرض کرتا کہ "قرض بہت زیادہ ہو گیا ہے۔" تو فرماتے "اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ کہ ان لوگوں کو ہمارے دروازے پر بھیجا ہے۔ اگر وہ ہمیں ان کے دروازے پر بھیجتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ قرض کی کوئی بات نہیں۔ اتر جائے گا۔"

• محمد صدیق صاحب (حال ساکن کہروڑ پکا) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے ماموں رسالدار یسین خان صاحب مہاجر بن کر آئے تو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو پچاس پچاس روپے اور ایک ایک کھیس عطا فرمایا۔ صدیق صاحب نے چاہا کہ صرف کھیس لے لیں اور روپے نہ لیں۔ ادب سے عرض کیا تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا "لوگوں کو دنیا مشکل ہوتا ہے۔ اور تجھے لینا مشکل ہو رہا ہے۔" چنانچہ ہر دو اشخاص کو نقدی اور کھیس قبول کرنے پڑے۔

آپ نے مدت العمر ایسا نہیں کیا کہ کچھ پاس رکھا ہو اور کچھ سائل کو دے دیا ہو۔ بلکہ جو کچھ پاس ہوتا سب کا سب سائل کو دیتے تھے۔ حضور کا دل چاہتا تھا کہ سائل کو اتنا غنی کر دیں کہ پھر اسے سوال کی حاجت نہ رہے۔ اکثر گھر کا گڑ، شکر، گنے، مکئی کا آٹا وغیرہ عطا فرماتے۔ اور اس مقدار میں دیتے کہ اٹھا کر لے جانا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ کی سخاوت پنجابی کی اس ضرب المثل کا صحیح مصداق تھی۔

"سخی کال باجوں، گھوڑا چال باجوں، تاہیں جانیئے جو لکھ شعور ہووے۔"

توکّل



توکّل کیا ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کی صفات پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کامل یقین اور پکا بھروسا تھا۔ سخت مشکلات کے وقت بھی آپ کے دِل میں کوئی وسوسہ نہ آنے پاتا۔ اور آپ آڑے وقتوں میں بھی صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ کو ربّ العزّت کی ذات پر کامل اعتماد ہوتا، اور رضائے مولیٰ پر راضی رہتے۔ توکّل کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیکار بیٹھ جاؤ۔ حیلہ اور وسیلہ تلاش کرنا لازم ہے۔ البتہ اس حیلے اور وسیلے کو داتا خیال کرنا کفر ہے۔ داتا صرف اسی کی ذات پاک ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر کوئی روپیہ پیسہ اپنے پاس نہیں رکھا۔ اِس ہاتھ آتا اُس ہاتھ دے ڈالتے۔ کبھی بستر اور مسند پر ہی چھوڑ دیتے۔ بعد میں کوئی خادم اٹھا لیتا۔ کوئی ضرورت پیش آتی تو خادم کو حکم ہوتا، وہ خرچ ہو جاتا۔ "جود و سخا" اور "حج و زیارت" کے تحت ایسے کئی واقعات بیان ہوں گے۔ سفرِ حج میں آپ کی ہدایت کے مطابق میں خرچ کرتا رہا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ جب علی پور سیداں کے اسٹیشن پر واپس پہنچے تو مجھ سے دریافت کیا "پاس کیا ہے" میں نے عرض کیا "دس آنے"۔ فرمایا "الحمد للہ۔ اب حویلی اور کنوئیں والی مسجد بن جائے گی۔ ہم اللہ تعالیٰ کا کام کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا کام پورا کر دیں گے۔"

سفرِ حج کا ایک واقعہ

ابتدائی دِنوں کی بات ہے۔ حج کے ایک سفر میں بحری جہاز میں راشن بہت کم رہ گیا۔ تو حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو تاکید کی کہ "صرف حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھانا پکاؤ۔ ہم جہاز والوں سے بھنے ہوئے چنے لے کر گزارا کر لیں گے۔ بادِ مخالف کی وجہ سے جہاز کے سفر میں کافی رکاوٹ اور کئی دِن کی تاخیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت کو تکلیف ہو۔" اتفاقاً عصر کے وقت حضور باورچی کی طرف سے گزرے۔ دریافت فرمایا کہ "اتنا تھوڑا کیوں پکا رہے ہو۔" اس نے تفصیل عرض کر دی۔

حکم دیا" جتنا راشن ہے سب لے آؤ۔ اور سب کا سب ابھی پکالو" باورچی نے تعمیل کی۔ سب کھانا کھا چکے تو جو بچا وہ پکار پکار کے اور بُلا بُلا کے دوسروں میں تقسیم کرا دیا۔

اگلے دن کوئی چیز پاس نہ تھی، اس لئے صبح کچھ تناول نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا صاحب اور دوسرے یارانِ طریقت سخت پریشان کہ حضور نے آج قہوہ بھی نوش نہیں فرمایا۔ اس زمانے میں جہاز میں خور دو نوش کی کوئی چیز خریدنی بھی ممکن نہ تھی۔ سب اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ اتنے میں جہاز کا انگریز کپتان حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ دورانِ گفتگو مولوی صاحب کی وساطت سے انگریزی میں کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنی چاہتا ہوں۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم تکلیف مت کرو۔ اس کے بہت زیادہ اصرار پر آپ نے ارشاد کیا کہ "میں تمہارے باورچی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا" اس نے جا کر آٹا، چاول، چینی اور خورد و نوش کی دوسری چیزیں بند بوریوں میں بھیجدیں۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا "مولوی صاحب یہ کیا ہے" عرض کیا آپ کی دعوت کے لئے کپتان نے کچی جنس بھیجی ہے۔ فرمایا "مولوی صاحب! رب تعالیٰ کو خشکی کا رازق مانتے ہو تری کا نہیں۔ وہ ہر جگہ ہر چیز کا رازق ہے" حکم دیا۔ "زیادہ سے زیادہ پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اوروں کو بھی کھلاؤ"

حاجی عبداللہ صاحب اور حاجی اسرائیل صاحب کے ساتھ خوان یغما اور دعوتِ عام کے واقعات "کشمیر" کے ذکر میں مطالعہ کیجیئے تاکہ حضور کے توکل اور تصرف کی ایک جھلک نظر آئے۔

عرس شریف کا اہتمام

ایک دفعہ عرس شریف قریب تھا اور میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ میں نے کئی بار عرض کیا مگر آپ خاموش رہے۔ جب بالکل وقت آہی گیا تو میں پھر حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا "پرسوں عرس ہے۔ کئی ہزار مہمان آئیں گے۔ تمام چیزیں خریدنی ہیں اور پیسہ مطلق نہیں" فرمایا "میرے تکیہ کے نیچے سے لے لو۔ مگر تکیہ مت اٹھانا" میں نے تکیہ کے نیچے سے رقم اٹھالی۔ اور نارووال جا کر ہر قسم کا سامان خرید لایا۔ جو عرس شریف کے ختم ہو جانے پر گھر میں بھی استعمال ہوتا رہا۔

مسجد نور

آپ مسجد نور کے لئے لکڑی خریدنے سیال کوٹ تشریف لے گئے۔ ماسٹر کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار عرض کیا کہ مسجد کے لئے عمدہ اور اچھی لکڑی خریدیے۔ تو آہستہ سے ان کے کان میں کہا " ماسٹر صاحب! کرایہ گنگا رام کھشتری سے قرض لے کر آیا ہوں "۔ مسجد نور کیسے تعمیر ہوئی تھی کوئی نہیں جانتا۔ یہ بخوبی سب کو معلوم ہے کہ حضور نے اس کی تعمیر کے لئے کبھی کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ اور یہ بھی سب کے سامنے ہے کہ سنگِ مرمر کی اس خوبصورت مسجد کی تعمیر میں کئی لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

مسجد اعظم میسور

میسور کی مسجد اعظم بہت خستہ اور بوسیدہ ہو گئی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو از سرِ نو بنوانے کا اہتمام فرمایا۔ پاس پیسہ نہیں اور ملک پردیس کا۔ خرچ ہزاروں سے زیادہ کا درپیش۔ مگر آپ نے عزم کیا تو بے تامل کام شروع کرا دیا۔ سیٹھ جمال صاحب مدراسی نے دس ہزار روپے تعمیر مسجد کے لئے ارسالِ خدمت کئے۔ مہاراجہ میسور نے بھی دس ہزار روپے ارسال کئے۔ حضور نے مہاراجہ کو پیغام بھیجا کہ اب مسجد تعمیر ہو جائے گی۔ اس لئے کہ آپ کے عطیہ کے ساتھ سیٹھ جمال صاحب کے دس ہزار بھی وصول ہو گئے ہیں۔ مہاراجہ نے اگلے دن دس ہزار روپے اور ارسال کئے کہ میں سیٹھ جمال سے زیادہ دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فراخ دلی سے مسجد تعمیر کروائی۔ اور کہا کہ اگر اور ضرورت پڑی تو مزید تمام خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ چنانچہ نہایت عمدہ اور فراخ مسجد تعمیر ہو گئی۔ میں نے بھی اس مسجد کی زیارت کی ہے۔ اب اسی مسجد میں مدرسۂ نقشبندیہ بھی جاری ہے۔

مسجد جھنگ بازار لائل پور

لائل پور تشریف لے گئے تو جامع مسجد جھنگ بازار کے لئے جلسۂ عام میں پانچ سو روپے دینے کا وعدہ فرمایا۔ فرودگاہ پر تشریف لائے تو مجھے بلا کر کہا کہ " میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں، اور میں پانچ سو کا وعدہ کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں گے "۔ اگلے جمعہ کو مجھے بلا کر حکم دیا کہ " نصیب خان کے پاس جو کچھ ہو لے لو۔ اور باقی خود پورے کر کے ساتھ لے چلو "۔ حاجی نصیب خان صاحب کے پاس آٹھ سو چھتر روپے تھے۔ انہوں نے سب کے سب پیش کر دیے۔ میں نے سوچا کہ باقی روپے کسی اور ضرورت میں کام آئیں گے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ " آپ کے وعدے

سے اتنے روپے زائد ہیں"۔ ارشاد ہُوا "تم اور روپے شامل کر کے پورے ہزار کر دو"۔ مَیں نے حکم کی تعمیل کی۔ وعظ کے دَوران مسجد میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مَیں نے جب وعدہ کیا تھا تو میرے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار روپے کا انتظام کر دیا ہے۔ تو مَیں ایک ہزار دیتا ہُوں"۔

حدیث قدسی ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (ترجمہ) "مَیں بندے کے خیال کے مطابق اس کے پاس ہی ہوتا ہُوں"۔ جتنا ایمان مضبوط ہوگا اُتنا ہی توکّل کامل اور بھروسہ پختہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (ترجمہ) "جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو وُہ خود اس کے لئے کافی ہوگا"۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا۔ آپ نے کبھی کسی مقصد کے لئے چندہ جمع نہیں کیا۔ فرمایا کرتے "کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ پورا کرنے والے ہیں"۔ چنانچہ توکّل بخدا کام شروع کر دیا جاتا اور فضلِ خدا اسے انجام کو پہنچ جاتا۔ یہی آپ کے توکّل کی شان تھی۔ اسی لئے ہمیشہ آپ کے فرمان کے مطابق سارے کام پورے ہوتے تھے۔

تیس ہزار روپے

ایک دفعہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری نے اپنی نئی کوٹھی بنائی تھی اس میں فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا اس کی تعمیر پر کتنا خرچ ہُوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کہا تیس ہزار روپے۔ ارشاد فرمایا "مَیں نے تو کبھی تیس ہزار روپے کی صورت بھی نہیں دیکھی"۔ یہ حقیقت ہے۔ جود وسخا کے باب میں سینکڑوں اور ہزاروں کے نہیں، لاکھوں کے عطیات کا ذکر آیا ہے۔ مگر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واقعی کوئی رقم نہیں ہوتی تھی۔ وہ تو آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں تھا۔ ورنہ گھر پر سوائے توکّل کے اور کچھ نہ تھا۔ اِدھر سے آتا اُدھر عطا فرما دیا جاتا۔ دینے والا بے حد و بے شمار دیتا مگر آپ کے پاس ایک حبہ نہ ہوتا۔ جو ہوتا سائل اور حاجت مند کو عطا فرما دیا جاتا اور خود بدستورِ سابق رب تعالیٰ کے توکّل پر تکیہ کئے رہتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک میں آیت شریف وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (ترجمہ: جو خدا پر توکل کرے، اللہ تعالیٰ اسکے لئے کافی ہے) کا صحیح مصداق اور سچا نمونہ نظر آتا تھا۔

فراستِ مومن

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت اور ملاقاتیوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ پھر ان میں کتنے ایسے ہوتے تھے جو سالہا سال بعد دوسری دفعہ سامنے آتے تھے مگر آپ ہر ایک کو بیک نظر پہچان لیتے تھے، اور ایسی تفصیل سے پُرانی باتیں اس کو یاد دلاتے کہ سب کو حیرت ہو جاتی تھی۔ سفر و حضر میں آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے کہ جو لوگ اپنی آنکھوں دیکھتے اور اپنے کانوں سُنتے تھے، ان کو بھی باور کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

بائیس سال بعد پہچان لینا

یارانِ طریقت میں سے اگر کوئی دس پندرہ اور بیس سال بعد بھی ملنے آتا تو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کو نہ صرف یہ کہ پہچان لیتے بلکہ سال مہینہ اور دن یاد دلا کر فرماتے کہ آپ اتنی مدت بعد آئے ہیں۔ ایک شخص قصور میں ملا۔ بہت ضعیف تھا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے پہچانا۔ حضرت نے فرمایا بائیس سال کا عرصہ ہُوا، تم بمبئی کی بندرگاہ پر داخل ہوئے تھے۔ وہ حیران رہ گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ اس دن کے بعد آج ہی حاضر خدمت ہُوا ہُوں۔ اُس نے کہا "مجھے یقین ہے کہ حضور قیامت میں بھی مجھے یاد رکھیں گے"۔

محمد یعقوب اوورسیر

لائل پور میں محمد یعقوب اوورسیر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مَیں فلاں شخص کا بیٹا ہُوں۔ ارشاد فرمایا "اس کے کوئی بیٹا نہ تھا" یعقوب نے کہا مَیں اس کے بھائی کا لڑکا ہوں۔ فرمایا "اس کے تین بھائی تھے"۔ سب کے نام بتائے۔ پھر ان کے لڑکوں کے نام گنائے اور دریافت کیا "تمھارا کیا نام ہے"۔ تب اوورسیر نے اپنا نام بتایا۔ محمد یعقوب مجھ سے کہتا تھا "اس کا نام یادداشت نہیں، یہ تو رُوحانی کیفیت اور نورانیت ہے۔ ورنہ کسے ایسی غیر متعلق تفصیلات محفوظ رہ سکتی ہیں"۔

انسپکٹر پولیس

ایک پولیس افسر حاضر خدمت ہُوا۔ آپ نے پوچھا "تمھارا گھر کہاں ہے"۔ اس نے کہا ضلع سرگودھا۔ قوم پوچھی اس نے بتائی۔ فرمایا "اس قوم کا تو ضلع سرگودھا میں ایک آدمی بھی نہیں"۔ تب اس نے اپنے گاؤں اور ضلع کا صحیح نام بتایا۔ فرمایا "میں تمہارے

گاؤں میں ایک دفعہ گیا ہوں"۔ پھر ایک شخص کا نام لے کر پوچھا اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔ اس نے کہا میں اس کا پوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا" اس کے چار لڑکے تھے"۔ پھر ان سب کی اولاد کی تفصیل بیان کی اور پوچھا" تم ان میں سے کس کی اولاد ہو"۔ اس نے بتایا بڑے لڑکے کا بیٹا ہوں۔ فرمایا" اسے گھوڑوں کا بڑا شوق تھا"۔ پھر ارشاد ہوا۔" تمھارا دادا اور والد بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے"۔ وہ پولس افسر یہ سب دیکھ سن کر بے حد حیران ہوا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی خدمت سے فارغ ہو کر نیچے آیا تو کہتا تھا" یہ تو محض نورانیت ہے۔ ورنہ سو سال کی عمر والوں کو تو خود اپنی خبر نہیں رہتی۔ میرے دادا کو تو فوت ہوئے بھی اب پچاس سال ہو چکے ہیں"۔

حافظ محمد شفیع انسپکٹر پولس

کشمیر کے سفر سے واپسی میں ہم کو رام بن میں رات ہو گئی تو سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ٹھیر گئے برابر کے کمرے میں سے ایک آٹھ نو سال کی بچی لالٹین لے کر آئی۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا" تیرا گھر کہاں ہے"۔ اس نے سیالکوٹ کا نام لیا۔ باپ کا نام دریافت کیا تو اس نے محمد شفیع نام بتایا۔ حضرت نے قبلہ عموی صاحب مدظلہٗ سے فرمایا یہ فلاں شخص کی پوتی ہے۔ بچی سے فرمایا" تیرا باپ تو ہم سے کبھی نہیں ملا۔ تیرا دادا بہت نیک اور بزرگ آدمی تھا"۔ لڑکی نے واپس جا کر اپنی ماں کو بتایا تو وہ دوڑی ہوئی آئی۔ اور عرض کیا اس کا باپ دورے پر گیا ہوا ہے۔ اس نیک خاتون نے بہت خدمت کی۔

ریل میں ٹکٹ چیکر

بنگلور سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ٹکٹ سید سے علی پور سیداں تک کے تھے۔ سفر کے وقت ٹکٹ وہیں بھول گئے۔ راستہ میں ٹکٹ چیکر آگیا۔ ٹکٹ نہ پا کر اس نے کئی سو روپے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نماز پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہو کر چائے پینے لگے تو فرمایا اسے بھی چائے پلاؤ۔ اس سے پوچھا" تمھارا گھر کہاں ہے"۔ اس نے جواب دیا حیدر آباد دکن۔ آپ نے فرمایا" تمھاری اردو حیدر آباد کی نہیں ہے"۔ اس نے کہا در اصل سیالکوٹ کا ہوں۔ ایک شخص کا نام لے کر پوچھا" تم اس کے کیا لگتے ہو"۔ اس نے عرض کیا اس کا پوتا ہوں۔ فرمایا" اس کے چار بیٹے تھے"۔ ان کے نام گنائے اور دریافت کیا کس کے لڑکے ہو۔ اس نے باپ کا نام بتایا۔ اور استفسار کیا کہ" آپ

کہاں کے رہنے والے ہیں؟" علی پور سیداں کا نام سُن کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ معافی طلب کی۔ اور حیدرآباد دکن پہنچ کر خود ہی ٹکٹوں کے بارے میں ضروری کارروائی کی۔ اور ذمّہ لیا کہ کل تک بنگلور سے ٹکٹ آجائیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن ایک آدمی ٹکٹ لے کر آگیا۔

غرض حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نورانی قیافہ شناسی اور فراستِ مومن کے ایسے صدہا عجیب و غریب واقعات ہیں، جن کو جان کر حیرت بھی ہوتی ہے اور حضرت کی روحانی بلندی کا یقین بھی ہوتا ہے۔

معمولاتِ مُبارک

روزانہ معمولات

خدا کے فضل و کرم سے حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے بہت طویل عمر پائی تھی۔ تحصیلِ علم کے زمانے کے بعد سے مدّت العمر آپ نے اپنا سارا وقت تبلیغ و ارشاد میں صَرف کیا۔ عمر کا وہ حصّہ جسے کہولت میں شامل سمجھا جاتا ہے، اس دَور میں بھی آپ شبانہ روز خلقِ خدا کی خدمت اور ہدایت میں مصروف رہتے تھے۔ سفر ہو یا حضر ان معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔ ہزاروں لاکھوں آدمی دن رات حاضرِ خدمت ہوتے رہتے، مگر آپ مطلق تھکنے نہ پاتے، ان کی مقصد برآری فرماتے اور ان کی خدمت سے خوش ہوتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کا بیشتر حصّہ سفر میں گزارا ہے۔ اور اکثر مہینوں بلکہ بعض دفعہ برسوں وطن سے دُور رہے ہیں۔ ان مواقع پر زیادہ تر یہ ہوتا تھا کہ دن بھر عقیدت مند اور ملنے والے آتے رہتے اور آپ ان کو مسائلِ شرعیہ سنانے اور اُمورِ دینیہ بتانے میں مصروف رہتے۔ رات کو عموماً جلسوں میں شرکت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے وعظ فرماتے۔ جلسے سے واپسی پر بمشکل کچھ وقفہ میسّر آتا ورنہ نمازِ تہجد ادا فرماتے۔ سب یارانِ طریقت بھی نمازِ تہجد ادا کرتے۔ پھر جملہ حاضرین چائے یا قہوہ پیتے۔ نمازِ فجر سے قبل نئے ارادت مند داخلِ سلسلہ ہونے کے لئے جمع ہو جاتے۔ آپ ان کو توبہ کراتے، عہد لیتے اور داخلِ سلسلہ فرماتے۔ اس کے بعد نمازِ فجر ادا کرتے اور تھوڑا وقت ذکر و مراقبہ میں صَرف فرماتے تھے۔

اس کے بعد عورتوں کی حاضری کا وقت ہوتا تھا۔ عورتیں داخل سلسلہ ہوتیں۔ ان سے صوم وصلوٰۃ اور دیگر اعمال صالحہ کی پابندی کا عہد لیتے۔ ان میں سے کتنی ہی عورتوں کو تعویذ عطا کرتے۔ نیز ان کے لئے دُعا فرماتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر محفل مردوں کی ہو جاتی۔ چائے اور قہوہ پیا جاتا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس دَوران میں برابر شرعی مسائل بیان فرماتے رہتے۔ لوگ اپنی مشکلات کے لئے دُعا اور تعویذ کی درخواست کرتے۔ اور حضور جو مناسب خیال فرماتے اس کے مطابق عمل کرتے۔ دُعا فرماتے تو سب حاضرین کو ہدایت کرتے کہ دُعا کرو۔

نماز اور کھانے کے اوقات کے علاوہ سارا دِن ملاقاتوں، حاجت روائیوں، اور مسائل بتانے میں صرف ہو جاتا۔ اور رات آتی تو پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا جس کا اوپر ذکر ہُوا۔ کبھی کبھی بعد عشا بھی داخل سِلسلہ کرنے کے لئے حلقہ منعقد کیا جاتا۔ غرض دن رات میں کوئی وقت تخلیے اور تنہائی کا نہیں تھا۔

چائے اور کھانے کے اوقات میں جُملہ حاضرینِ محفل کو شرکت کا حکم دیا جاتا۔ اس میں سفر وحضر کا کوئی فرق نہ ہوتا۔ ریل کے ڈبے میں جو دوسرے مسلمان ہم سفر ہوتے ان کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ پہلے آپ کے وسیع دسترخوان اور مہمان نوازی کا مختلف مقامات پر ذکر آچکا ہے۔

آخر عمر میں جب حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بے حد کمزور ہو گئے تو آپ نے رمضان شریف میں شبینہ سنانا چھوڑ دیا تھا، ورنہ مدت العمر یہ معمول رہا کہ ماہ رمضان المبارک میں آپ کئی کئی شبینے سُنایا کرتے تھے، اور عمُوماً صرف دو رکعتوں میں سارا کلام مجید ختم فرماتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ ایک رات ایک مقام پر شبینہ سُنایا تو دوسری رات دوسرے مقام پر۔ اسی طرح آپ گاؤں گاؤں شہر شہر قرآن مجید شبینے میں سناتے ہُوئے دہلی پہنچ جاتے تھے۔

نرم و گرم بستر

سردی میں بستر مبارک بہت نرم ہوتا تھا۔ اور عمُوماً پَروں کا بستر استعمال فرماتے تھے جو نرم کے ساتھ گرم بھی ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ عشا کے بعد دیر تک مہمانوں اور ارادتمندوں میں وعظ وتذکیر کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ لیکن سحری کے وقت تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے تھے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "آپ کا بستر سینبل اور پروں کا بہت نرم و گرم ہوتا ہے۔ باوجود اس کے آپ رات کو دو بجے سے اُٹھ بیٹھتے ہیں، یہ آپ ہی کا

کمال ہے۔ حافظ صاحب کے دل میں خدا کا خوف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق بہت زیادہ ہے۔"
نیز فرمایا کہ " سو سال کی عمر میں پوہ کے مہینے میں اتنے نرم و گرم بستر کو چھوڑ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں، یہ درجۂ کمال کی دلیل ہے۔ ان کے مدارج بہت بلند ہیں "۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات روزمرّہ پر نظر ڈالیے تو حیرت ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ " دل بہ یار و دست بکار " اسے کہتے ہیں۔ "بے ہمہ و باہمہ " کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ اور " ہتھ کار وَل دِل یار وَل " کا اجتماع اس طرح ہوتا ہے۔

تازہ وضو اور مسواک

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے تھے۔ بیماری اور کبر سنی کے زمانہ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی نماز کی تکمیل کے لئے بار بار وضو فرمانا پڑا ہے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ دوسروں کو بھی مسواک کی پابندی کی تاکید فرماتے اور اس کے فوائد نیز اس سنّت مبارک کی اہمیت بیان فرماتے۔ آخر عمر تک یہ عادت مبارک جاری اور قایم رہی۔ یہاں تک کہ جب دانت بالکل نہیں رہے تھے تب بھی اتباع سُنّت کی خاطر ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔

کھانے کے معمولات

کھانے میں تمام مہمانوں اور فی الوقت موجود لوگوں کو باصرار و تاکید شریک کرتے تھے۔ اوّل سب کے ہاتھ دھلوانے کا حکم دیتے۔ آفتابہ اور سلفچی یا لوٹا اور تسلہ لاکر سب کے ہاتھ دھلوائے جاتے۔ سب کے بعد خود ہاتھ دھوتے۔ اس وقت ہاتھ تولیہ سے نہیں پونچھتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت ہوتی تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسنون دُعا پڑھتے اور پھر ہاتھ دھوئے جاتے۔ اوّل خود ہاتھ دھوتے۔ صابن اور تولیہ پیش کیا جاتا۔ صابن سے ہاتھ دھونے اور تولیہ سے پونچھنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بھی اسی طرح دھلوائے جاتے تھے۔

نمازِ تہجد

نماز تہجد ہمیشہ تنہائی میں ادا کرتے تھے۔ نماز فجر کے بعد طلوع تک اور نماز عصر کے بعد غروب تک مطلق گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجاتی تو اشاروں سے ہدایت فرماتے تھے۔ نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے

بعد عموماً خلوت پسند فرماتے تھے۔ ان اوقات میں حضور استراحت فرماتے تو خدّام جسم مبارک کو دباتے تھے۔ حسب ہدایت و ضرورت کبھی صرف ٹانگیں، کبھی ہاتھ اور ٹانگیں، اور کبھی سارا جسم زور زور سے دبایا جاتا تھا۔

روزمرّہ اوراد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اوراد شدید پابندی سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ کا معمول یہ اوراد تھے۔

(۱) تہجّد کے بعد تین سو مرتبہ درود شریف ہزارہ پڑھنا۔

(۲) نمازِ فجر سے قبل سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔

(۳) بعد نماز عصر ختم معصومیہ پڑھنا۔

(۴) ختم معصومیہ کے بعد نماز مغرب تک تلاوت کلام مجید کرنا۔ جب عالمِ ضعیفی میں خود تلاوت فرمانا دشوار ہو گیا تو کسی دوسرے سے سماعت فرماتے تھے۔ جیسا کہ مولوی عبدالرشید صاحب اور صاحبزادہ سیّد فضل حسین شاہ سلمہٗ اور دیگر حضرات سناتے رہے ہیں۔

(۵) بعد نماز عشا سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔

(۶) سوتے وقت دائیں کروٹ قبلہ رُو لیٹ کر سو بار سورۂ اخلاص پڑھنا۔

اتّباعِ شریعت و سُنّت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ علوم نقلی و شرعی کے جیّد عالم فقیہ اور محدّث تھے۔ چنانچہ آپ کامل طور پر احکام شرعیہ کے پابند رہے اور مریدین و معتقدین کو راہِ شریعت دکھاتے اور مسائل شرعیہ پر کاربند رہنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ شاہبازِ اوج طریقت تھے، تمام عمر یارانِ طریقت کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرتے رہے اور کتنوں کو اعلےٰ روحانی مدارج پر پہنچا دیا۔ آپ کو از حد التزام تھا کہ ہر امر میں حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتکریم کی پیروی فرماتے اور دوسروں کو بھی سُنّت نبوی پر قائم رہنے کی تاکید کرتے تھے۔

پابندیٔ شرع پر تاکید

حضورِ والا سجدۂ تعظیمی کو تو حرام جانتے ہی تھے کسی کو قدم بوسی کی بھی اجازت نہ دیتے اور سختی سے منع فرماتے۔ اگر کوئی شخص مصافحہ کی بجائے پاؤں کی طرف جھکنے لگتا تو تنبیہہ کرتے کہ "سُنّت ترک کر کے حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور مجھے بھی گنہگار کرنا چاہتا ہے۔" ہندو اور سکھ زمین پر ماتھا ٹیک کر اپنے قاعدے کے مطابق بندگی بجا لانا چاہتے تو ان کو بھی منع کر دیتے، کہ "ہمارے مذہب میں ایسا کرنا منع ہے۔"

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی ادائگی کی سخت سے سخت تاکید فرماتے۔ اور جزئیات وفروعات میں بھی پابندی شریعت کا تاکیدی حکم دیتے تھے۔ اسی طرح محرمات اور مکروہات سے دور رہنے کا سختی سے حکم دیتے، اور معمولاتِ زندگی میں ہر قسم کی ممنوعات شرعیہ سے باز رہنے پر سخت تاکید فرماتے تھے۔ ساز، طبلہ، مزامیر سُننا ناجائز سمجھتے تھے۔ خود بھی کبھی سماعت نہ فرمایا اور دوسروں کو بھی تاکیداً منع کیا۔ تماکو نوشی سے سختی سے روکتے، حُقہ، سگرٹ، بیڑی، سگار وغیرہ نہ پینے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ تماکو نوشی کرنے والے اور بے نمازی افراد کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے یا ان کا جھوٹا کھانے سے بھی منع کرتے تھے۔ غرض جزئیات تک میں آپ حرام تو حرام، مکروہات تک سے بچنے اور پرہیز کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ حد یہ ہے کہ کبرسن میں جب دانت نہیں رہے ہیں تب بھی آپ وضو کے ساتھ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی پابندی سے مسواک کرتے رہنے کا حکم دیتے تھے۔

عورتوں کو احکام شریعت کا پابند بنانا

عورتیں جاہل اور اکھڑ ہوتی ہیں۔ مگر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض اور توجہ سے سینکڑوں، ہزاروں عورتیں بے حد نیک اور پارسا بن گئیں۔ آپ عورتوں کو نماز روزے کے مسائل بتاتے اور پابندی کی سخت تاکید فرماتے۔ عورتوں کے مخصوص مسائل سے ان کو واقف کرتے۔ پاکی پلیدی، غسل و وضو، فرائض خانگی اور حقوقِ خاوندان کے احکام تفصیل سے ان کو بتاتے اور ان پر کاربند رہنے کی سخت تاکید کرتے۔ پردے کا حکم تاکیدی طور پر دیتے اگر کوئی

عورت حکم شرعی کے مطابق لباس پہنے ہوئے نہ ہوتی تو اُسے آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

کشمیری عورتیں عام طور پر ایک لمبا کُرتا پہنتی ہیں۔ اسی طرح دکن میں عورتیں صرف ساڑھی باندھتی ہیں۔ دونوں جگہ نیچے سلوار یا پاجامہ پہننے کا رواج نہیں ہے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرماتے کہ "نیچے شلوار ضرور پہنا کرو۔ عورت کو تو کفن میں بھی شلوار کا حکم ہے۔" جو عورتیں صرف تہ بند باندھتیں ان کو بھی شلوار پہننے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ "یہ پردہ دار لباس ہے۔"

بعض عورتیں نصف آستین کی قمیص پہنے ہوئے سامنے آتیں تو تنبیہہ فرماتے تھے۔ نواب ظہیر یار جنگ بہادر کی بیوی سے فرمایا "تم کو ایک بالشت بھر کپڑا اور دستیاب نہ ہُوا جو آستین پوری کر لیتیں۔ عورتوں کے لئے بازو ننگا رکھنا حرام ہے۔ نیم آستین سے نماز نہیں ہوتی۔" چنانچہ انھوں نے توبہ کی کہ آئندہ ایسی قمیص نہیں پہنوں گی۔ سر ننگا رکھنے سے، ایسا باریک دوپٹہ اوڑھنے سے جس میں بال نمایاں ہوں اور باریک کپڑا پہننے سے بھی عورتوں کو منع فرماتے تھے۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے احکام و فرامین پر عامل و کاربند ہو کر بعض عورتیں تو اپنے شوہروں سے زیادہ متّقی اور صالح بن جاتی تھیں اور پھر اپنے خاوندوں کی کوتاہیوں کی شکایت حضور سے کرتی تھیں۔ بلوانہ ضلع جھنگ کی ایک مائی نے عرض کیا "میرے سر کا کپڑا پلید ہے۔" آپ نے فرمایا "دھولے۔" اس نے عرض کیا "میرے دھونے سے پاک نہیں ہو سکتا۔" آپ نے حاضرین سے دریافت کیا "مائی جانگلیانی کیا کہتی ہے۔" سب نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ آپ نے مائی سے فرمایا "محبّت کے صابن سے دھو تو انشاءاللہ پاک ہو جائے گا۔" وہ منّت سماجت کر کے اپنے خاوند کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس پر ایسی توجّہ کی کہ وہ نماز روزے کا پابند بن گیا۔ چوری بدکاری سے بھی توبہ کی۔ متّقی اور دیندار بن گیا۔ قرآن مجید پڑھ کر مستقل پابند شرع ہو گیا۔ آپ دوبارہ اس گاؤں میں تشریف لے گئے اور وہ مائی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے فرمایا "الحمدللہ! اب مائی کے سر کا کپڑا پاک ہو گیا ہے۔"

چند سال ہوئے میں نے اسی گاؤں بلوانہ میں نور محمد صاحب کی والدہ سے دریافت کیا "مائی کبھی نماز پڑھتی ہو؟" یہ مائی بہت ضعیف اور نابینا تھیں۔ ان کے پوتے پڑپوتے، نواسے پڑنواسے

پورا خاندان تھا۔ مائی نے جواب دیا "الحمدللہ! پابندی سے پڑھتی ہوں۔ میری تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ میرے پیر کا حکم ہے "جان جائے پر نماز نہ جائے"۔ پھر مائی نے کہا "میرے پیر کی برکت سے مجھے ہر طرح کا آرام ہے۔ پیر کی توجہ سے میرے لڑکے لڑکیاں، پوتے پوتیاں سب میری خدمت میں حاضر رہتے ہیں"۔ یہ مائی ہر وقت درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتی تھی۔ اس گاؤں میں اور بہت عورتیں نماز، روزہ، تہجد، تلاوت، درود کی پابند تھیں۔

مثال کے طور پر میں نے ایک گاؤں کا نام لیا۔ ورنہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تو اس برِ صغیر میں دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ سیالکوٹ، موضع بھوپر سیداں، موضع مہیس ضلع لائل پور وغیرہ میں لاتعداد بیبیاں اسی طرح اتباعِ شریعت و سنّت میں سرگرم عمل رہتی تھیں۔ اکثر گھروں میں سحری کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دن نکل آیا ہے، محلّہ محلّہ میں گہما گہمی نظر آتی ہے۔ رہتک، دہلی، آگرہ، پشاور، کوہاٹ، کوئٹہ، کراچی، حیدر آباد دکن، بنگلور، میسور، نیل گرھی، کرک، مدراس، کشمیر وغیرہ ہر جگہ حضور کا فیض عام تھا۔ مردوں اور عورتوں کو ہزاروں کی تعداد میں آپ نے احکامِ شرعیہ کا پابند اور سنّت نبویہ کا متبع بنا دیا۔ آج تک وہ لوگ اور ان کے گھر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے پکّے مسلمان اور اچھے دیندار بنے ہوئے ہیں۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ داخل سلسلہ فرماتے تو دیگر احکام اور پابندی شریعت کے اقرار کے ساتھ یہ حکم بھی دیتے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھانے سے پرہیز کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اپنی بیبیوں اور گھر کی عورتوں کو صوم و صلوٰۃ کی تاکید کرتے۔ چنانچہ کتنی ہی عورتیں اس طرح راہ راست پر آگئیں۔ اور نماز روزے کی پابند بن گئیں۔ گھر کی عورتوں کا پابند شرع ہونا دوسرے افرادِ خانہ پر اچھا اثر ڈالتا ہے۔ اس لئے ان کے اچھے کردار سے دوسروں کی اصلاح ہوتی اور خاندان کے خاندان اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ بن جاتے تھے

یاروں کو پابند شریعت و سنّت بنانا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ یارانِ طریقت کو پابند شریعت و سنّت بنانے میں خصوصی توجہ صرف فرماتے تھے۔ اور یہ فیضان و توجہ دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بدستور جاری رہا۔ خطا کاروں اور گناہگاروں پر حضور اور زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے ان کا دین اور دُنیا سدھر جاتی تھی۔

مثال کے طور پر بعض واقعات لکھے جاتے ہیں۔

بنگلور میں سیٹھ یونس صاحب نے اور میں نے فجر کی نماز حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جماعت سے ادا کی۔ سیٹھ صاحب نے نماز کے بعد میرے کان میں کچھ کہا۔ آپ نے آواز سُنی تو دریافت فرمایا "اختر! کون ہے" میں نے عرض کیا سیٹھ یونس۔ فرمایا "الحمد للہ! رب تعالیٰ نے میری مدت کی آرزو پوری کی۔ اور دُعائیں قبول فرمائیں۔ کہ سیٹھ صاحب نماز جماعت سے پڑھا کریں۔" سیٹھ صاحب نے دَوڑ کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پکڑ لیے۔ اور رو رو کر عرض کرنے لگے "حضور! میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھا کروں گا۔" ارشاد فرمایا "اسی لئے تو کہتا ہوں کہ آج رب تعالےٰ نے میری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا ہے۔" معلوم ہوا کہ حضور طویل عرصے تک بھی اصلاحِ احوال کے لئے توجہ اور دُعا میں مصروف رہتے تھے۔ تاکہ یارانِ طریقت کی عاقبت سدھر جائے۔

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی منشی احمد دین صاحب کو ایک پیر صاحب کی خدمت میں کسی کام سے بھیجا۔ منشی صاحب کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ پیر صاحب داڑھی منڈے کو مرید نہیں کرتے۔ واپس آئے تو انھوں نے حضرت سے یہ بات عرض کی۔ ارشاد فرمایا۔ "یہ کیا کمال ہے! اگر گھر ہی سے داڑھی رکھ کر آیا تو پیر کو کیا ملا۔ نہ رکھنے والے کو داڑھی رکھائے گا تو پیر کو ثواب ملے گا۔ اتباعِ شریعت نہ کرنے والے کو شریعت کے راستے پر لگائے گا تبھی تو اجر کا مستحق بنے گا۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا۔ اور آپ نے ہزاروں لاکھوں کو اتباعِ شریعت و سنت کی صراطِ مستقیم پر گامزن بنا دیا تھا۔

خواب میں تنبیہہ فرمانا

محمد یعقوب صاحب جنڈو والے کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر حکم دیا کہ محمد اسلم کو منع کرو۔ یہ عادت درست نہیں بُری ہے۔" اُنھوں نے محمد اسلم صاحب سکنہ ڈسکہ کو حکم پہنچایا۔ تو انھوں نے کہا "میں بہت زیادہ تھکن کی وجہ سے تین دن سے عشا کی نماز چارپائی پر پڑھ رہا ہوں۔ آیندہ کے لئے توبہ کرتا ہُوں۔ اللہ معاف فرمائے۔"



سید اکبر شاہ کو داڑھی رکھوانا

سید اکبر شاہ صاحب سکنہ مومدی پور مدینہ ضلع گجرات کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار ہدایت فرمائی کہ "داڑھی رکھو"۔ مگر وہ جوان تھے خیال نہ کیا۔ تاآنکہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ اور وہ حضور کی ہدایت بھی بھول گئے۔ ایک روز ایک درویش جس سے پہلے کوئی تعارف نہ تھا، کراچی سے ان کا پتہ معلوم کرتا ہوا آیا۔ اور ان کا مہمان بنا۔ وہ درویش تین ماہ سے زیادہ اکبر شاہ صاحب کے یہاں ٹھیرا رہا۔ اس دوران اس نے بارہا ان سے داڑھی رکھنے کو کہا۔ مگر اکبر شاہ صاحب نے کوئی توجہ نہ کی۔ ایک دن اس درویش نے کہا "مجھے اجازت دو، میں جاتا ہوں"۔ اکبر شاہ صاحب نے اور زیادہ قیام پر اصرار کیا۔ تو اس نے کہا کہ "مالک مجھ پر ناراض ہوتے ہیں کہ تو تین چار ماہ سے حرام کھا رہا ہے۔ جس کام کے لیے تجھے بھیجا تھا وہ تو نے اب تک نہیں کیا۔ تیرے یہاں رہنے کا کیا فائدہ ہے"۔ اکبر شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ "کون مالک اور کیسا کام۔ میں تو کچھ نہ سمجھا"۔ اس نے کہا "وہ بات بتانے کی نہیں ہے۔ میں مجرم بنوں گا"۔ اکبر شاہ صاحب نے بہت اصرار کیا تو اس نے جواب دیا۔ "آپ کے پیر صاحب نے مجھے کراچی سے آپ کو داڑھی رکھوانے کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ آپ داڑھی نہیں رکھتے۔ وہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں"۔ اکبر شاہ کہتے تھے کہ یہ سن کر مجھے غش آنے لگا۔ کہ کم بخت! حضور کو اب بھی تیری داڑھی کا اتنا خیال ہے۔ انھوں نے درویش کے سامنے قسم کھائی۔ کہ آج کے بعد کبھی داڑھی کو قینچی بھی نہیں لگاؤں گا۔

شاہ صاحب اس درویش کو لے کر علی پور شریف حاضر ہوئے۔ تو اس درویش نے مجھ سے کہا کہ "حضرت اب بھی تبلیغ کا کام اسی طرح انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے میری ڈیوٹی اکبر شاہ صاحب پر لگائی تھی۔ ورنہ میں تو نہ ان کو جانتا تھا نہ ان کے گاؤں سے واقف تھا"۔ اتنے میں کھانا آگیا۔ سائیں صاحب سے کھانے کو کہا گیا تو آپ نے کہا کہ "مجھے تو حضرت نے حکم دیا ہے کہ ماش کی دال کھاؤ۔ اور وہ دسترخوان پر نہیں ہے۔ اس لئے میں کھانے میں شامل نہیں ہوتا"۔ میں بہت حیران ہوا کیا کروں۔ مگر دیکھا تو روٹیوں کے نیچے ماش کی دال موجود تھی۔ میں نے ان سائیں صاحب کے سامنے پیش کر دی۔ چنانچہ وہ کھانے میں شامل ہوئے۔ مگر صرف وہ دال کھائی۔ کسی اور کو دال کو ہاتھ نہ لگانے دیا اور خود کسی اور کے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔

پیرانِ عظام اور سادات کی خدمت

پیر خانہ کا احترام

اپنے شیخ طریقت حضرت قبلہ و کعبہ بابا فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جیسا احترام فرماتے تھے اس کی مثال کم ملتی ہے۔ جب چورہ شریف حاضری دیتے تو اسٹیشن سے چورہ شریف تک پیدل تشریف لے جاتے اور پیدل ہی اسٹیشن واپس آتے تھے۔ شیخ عبد الشکور صاحب (ولد شیخ عبد الغفور صاحب) لاہوری بیان کرتے تھے کہ چورہ شریف کی حاضری میں ایک بار میں بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب تھا۔ چورہ شریف کی زمین میں داخل ہونے سے قبل آپ نے جوتا اتار دیا اور جب تک وہاں قیام رہا جوتا نہیں پہنا۔ حالانکہ سخت سردی کا موسم تھا۔" مستری علم دین صاحب (ساکن مرڑ چک ۲۴۷ متصل سانگلہ ہل) نے بیان کیا کہ؛ "حضور فرماتے تھے کہ میں اپنے پیر خانہ میں کبھی جوتا پہن کر نہیں جاتا۔"

میرے بچپن کا واقعہ ہے میں حضرت عموی سجادہ نشین ثانی مدظلہ العالی کے ہمراہ چورہ شریف حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے کلاہ پر طرہ دار پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ زمین چورہ شریف سے باہر استنجے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں سامنا ہوا۔ میں نے سلام کر کے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ اور فرمایا "پیر خانہ میں اس طرح نہیں آیا کرتے۔ پیر خانہ میں ننگے سر ننگے پاؤں حاضر ہونا چاہیئے۔" چنانچہ میری پگڑی اُتروا دی۔ کلاہ اور صافے کو جُدا کروایا۔ پھر مجھے دست بوسی کا شرف حاصل کرنے کی اجازت دی۔

پیر خانے کے درویشوں کی خدمت

حضرت قبلہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی آپ کے مہمان ہوئے تو حضور نے ان کے ہمراہی درویشوں کی ایسی خدمت کی کہ باید و شاید۔ سب درویش بے حد خوش اور مطمئن واپس جاتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ

ع خدمت از رسم و رہ پیغمبری است - حضرت قبلہ باباجی صاحب قدس سرہ العزیز تو آپ کے شیخِ طریقت تھے ان کی خدمت سبھی سے بڑھ چڑھ کر فرماتے تھے - بہتر سے بہتر کھانے پکواتے - اور خود کھڑے ہو کر حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو کھلاتے - حدیہ کہ حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی درویشوں کے خود ہاتھ دُھلاتے - خود دستر خوان لگا کر کھانا پیش کرتے - اور کھڑے ہو کر خود کھلاتے تھے - اسی طرح ان کی تمام دوسری ضروریات اور آرام کا خیال رکھتے تھے -

حافظ مہر دین صاحب حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص تھے - ان کو حلوا بہت مرغوب تھا - حضور کڑاہی بھر کر ان کے لیے حلوا تیار کراتے - اور اس میں بافراط میوے (بادام، پستہ، چارمغز وغیرہ) ڈلوا کر اسے زیادہ سے زیادہ لذیذ بنواتے تھے - اور وہ ساری کڑاہی حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کرتے - وہ بہت خوش ہوتے اور خوب کھاتے اور دعائیں دیتے تھے -

ایک بار حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علی پور سیداں تشریف لے چلنے کی درخواست کی - حضرت باباجی صاحب نے انکار فرمادیا - حضور نے سائیں حافظ مہر دین صاحب سے کہا کہ "حضرت علی پور سیداں تشریف لے جانے پر راضی نہیں ہیں" سائیں صاحب نے حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا - اُنھوں نے ارشاد فرمایا "اس شرط پر سبب بتاتا ہوں کہ تم شاہ صاحب کو نہ بتانا -" ساتھ ہی ان سے یہ الفاظ کہلوائے کہ "اگر میں شاہ صاحب کو بتاؤں تو جہنّم میں جاؤں -" مگر حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سبب معلوم کر کے باہر آ کے اُنھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دیا - حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے مبارک معلوم کر کے اس کا تدارک کیا - آخر حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں آنے پر راضی ہو گئے - مگر سائیں صاحب سے فرمایا کہ "تم نے تو قول دیا تھا کہ اگر میں شاہ صاحب کو بتاؤں تو جہنّم میں جاؤں - پھر بھی تم نے بتا دیا -" سائیں صاحب نے جواب دیا "میرا اکیلے کا کیا ہے - حضور کی اور شاہ صاحب کی وجہ سے اتنی مخلوق جہنّم سے بچ جائے، اور میں اکیلا جہنّم میں چلا جاؤں،

توکیا مضائقہ ہے۔" حضرت باباجی صاحبؒ ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا "تو بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔"

صاحبزادگان چورہ شریف کی خدمت

حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادگان میں سے کوئی بھی جب علی پور سیداں تشریف لاتے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کا کمال احترام اور بزرگداشت فرماتے۔ کوشش فرماتے کہ وُہ آپ کی مسند پر تشریف رکھیں۔ وُہ باوجود اصرار کے بھی مسند پر نہ بیٹھتے تو آپ بھی مسند سے الگ ہوکر تشریف رکھتے۔ اسی طرح صاحبزادگان کے قیام علی پور کے زمانے میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کو کھانا کھلاتے اور خود بھی شریک ہوتے تھے۔ عُرس شریف کے دنوں میں صاحبزادگان میں سے کوئی صاحب تشریف لاتے تو آپ ان سے اجلاس کی صدارت کرواتے۔ اور دوسرے یارانِ طریقت کو چھوڑ کر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ واپسی پر ان کی خدمت کرتے، تحفے دیتے اور نذرانہ پیش فرماتے تھے۔ اسی طرح چورہ شریف کے درویشوں بلکہ باشندوں میں سے اگر کوئی علی پور سیداں آجاتا تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کی خوب خاطر مدارات فرماتے اور احترام کرتے تھے۔ وہ واپس جانے لگتے تو ان کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ نقد نذرانہ اور تحفے پیش فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک میں جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف حاضر ہوتے، تو دورانِ قیام کپڑے، نقدی، تحفے پھل وغیرہ جو آپ کے پاس ہوتے تھے سب خدمتِ شیخ میں پیش کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہ رہتا تھا۔

ایک دفعہ کسی معاملے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عموی شمس الملّت صاحب مدّظلہ (سجادہ نشین ثانی) سے ناخوشی کے ساتھ فرمایا کہ "یہ جو کچھ ہے میرے پیر کا صدقہ ہے۔ حتیٰ کہ رزق بھی اُنھی کے صدقے میں ملتا ہے اور لوگ پیر خانہ کا احترام نہیں کرتے۔" حضرت شمس الملّت مدظلہ، نے حقیقتِ حال بیان کی اور بتایا کہ یہاں کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس میں پیر خانہ کی سرمو مخالفت کا تصوّر کیا جاسکے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مطمئن ہوگئے تو آپ نے فرمایا "تم خود چورہ شریف جاکر ساری بات بتاؤ اور صفائی کرو۔" چنانچہ اس معاملے کی اصلاح اور

غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے حضرت شمس الملت مدظلہ کو چوُرہ شریف جانا پڑا۔

پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب گولڑہ شریف

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مشائخ عظام، علمائے کرام اور سادات کے اعزاز و احترام کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ ایسے بعض واقعات اس کتاب میں بھی آئیں گے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیداں تشریف لانے اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی خاطر و مدارات میں اہتمام فرمانے کا حال "تحریک قیام پاکستان" میں تفصیل سے آئے گا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) سے بھی آپ کے بیحد خصوصی مراسم تھے۔ "ردِّ مرزائیت" میں ان کا ذکرِ خیر آئے گا۔ حضرت صاحبزادہ پیر غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف حج کو گئے تو حضور بھی تشریف لے گئے ہوئے تھے ـــــــ وہاں ہر مقام اور ہر موقع پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تواضع اور مدارات فرمائی۔ جب وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے ہیں تو ہم سب نے ان کی ضیافت کی عزت حاصل کی۔

حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب

جب حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ۱۹۴۹ء میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف بھی حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ مکہ شریف میں دونوں کے معلم بھی عبدالمحسن صاحب تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دعوت کی تو ان کے تمام ساتھیوں کو بھی بلایا۔ انھوں نے بہت اصرار اور عذر کیا کہ میرے ساتھ بہت آدمی ہیں۔ آپ اتنی تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر حضرت نہ مانے۔ عادت کے مطابق نہایت پُرتکلف کھانے پکوائے اور خوب اہتمام سے کھلائے۔ مزید اصرار کیا کہ آپ ہر روز میرے ساتھ کھانا کھایا کریں۔ اس پر حضرت سجادہ نشین صاحب گولڑہ شریف نے معذرت کی اور فرمایا میرے ساتھی سخت بددِل ہوں گے۔ اس لئے یہ التزام نہ فرمایئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مان گئے۔ مگر روزانہ کھانا۔ پھل۔ مٹھائی وغیرہ ان کی فرودگاہ پر بھیجتے رہے۔ منیٰ میں دونوں حضرات کے خیمے قریب قریب ہی تھے تو حضرت تہجد کے وقت قہوہ بھی بھیجا کرتے تھے۔ غرض محبت و شفقت کا وہ

بے مثال نمونہ نظر آتا تھا کہ باید و شاید۔ حضرت سجادہ نشین گولڑہ شریف نے واپس آکر یہاں مختلف صحبتوں میں ان مداراتوں کا تشکر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ رجب علی ساکن بلوآنہ راوی ہے کہ ایسی ہی ایک صحبت میں انھوں نے فرمایا کہ حضرت امیر ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر میرے باپ سے بھی زیادہ شفقت فرمائی ہے۔

حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے بڑے خصوصی مراسم تھے۔ مدینہ منورہ میں ان دونوں بزرگوں کے ساتھ خاطر مدارات، دعوت و ضیافت اور تحفہ تحائف کے جو واقعات گزرتے رہتے تھے، ان کا مختصر بیان "حج و زیارت" کے باب میں آئے گا۔

بغداد شریف کے ایک بزرگ کی تواضع و مدارات

حضرت نقیب الاشراف (بغداد شریف) کے بھائی ہندوستان کی سیاحت کے لئے تشریف لائے تھے۔ بمبئی کے قیام کے دوران حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملاقات کر چکے تھے۔ جب وہ میسور آئے تو ایک ہوٹل میں قیام فرمایا۔ انھی دنوں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی میسور تشریف لے گئے۔ آپ کو علم ہوا تو ان سے ملنے ہوٹل تشریف لے گئے۔ ساتھ میں یارانِ طریقت بھی تھے۔ پھل، پھول، مٹھائی وغیرہ پیش کی۔ اور باصرار ان کی دعوت فرمائی۔ اس دعوت کے لئے ان کے شایانِ شان بڑے خصوصی اہتمامات کئے گئے تھے۔ جب وہ میسور سے واپس جانے لگے ہیں تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مشایعت فرمائی اور شہر میسور کے دروازے تک ان کو رخصت فرمایا۔

سادات کا احترام

اسی طرح آپ سادات کا خاص طور پر احترام فرماتے تھے۔ اس میں شیعہ سنّی کی قید بھی نہ تھی۔ برادرم عزیز سیّد نذر حسین سلمہٗ کی برات میں ساری برادری کے سادات مدعو تھے۔ اور بھی بہت سے معززین اور مہمان جمع تھے۔ آپ نے ان سب مہمانوں سے فرمایا۔ آج میں اپنی برادری کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔ جب سب دستر خوان پر بیٹھ گئے تو ہم سب کو حکم دیا کہ "تم سب کے ہاتھ دھلاؤ اور خود ساری برادری کو کھانا کھلاؤ۔" آپ خود ساتھ بیٹھ گئے۔ برادری نے احتجاج کیا اور کہا کہ

ہم صاحبزادگان کو ہاتھ نہیں دُھلانے دیں گے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جی تو میرا یہ چاہتا تھا کہ مَیں خود آپ سب کے ہاتھ دُھلاتا۔ اور آپ کی خدمت کرتا۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ مَیں معذور ہوں۔ آپ سب سے عذر خواہ ہوں"۔

ایک بار نواب صاحب ممدوٹ وزیرِ اعلیٰ پنجاب کی آمد پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کسی ناراضگی کے باعث علی پور سیداں سے چلا جانا چاہتے تھے۔ کوئٹہ کے لئے سیٹ محفوظ کرالی گئی تھی۔ مَیں نے برادری کے سادات سے درخواست کی کہ وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کریں۔ سب حاضر خدمت ہوئے تو تھوڑی دیر حضور ان سے خوش طبعی فرماتے رہے کہ مَیں نے تو ٹکٹ خرید لیا ہے۔ مَیں سب کو مطلع کر چکا ہوں۔ مگر کہنے سننے پر آپ نے سفر کا ارادہ ملتوی فرما دیا۔ ان سب نے شکریہ ادا کیا تو آپ نے فرمایا "شاہ صاحب! جب سے آپ لوگ یہاں آئے اسی وقت سے مَیں نے رکنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ کیونکہ مَیں نے ساری زندگی کسی سیّد کا کہنا ردّ نہیں کیا"۔

بابا تیرے پیچھے قرآن مجید ہے

حضرت مولانا سید ضیا جعفری قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ (پشاور) نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی کو اپنا یہ واقعہ کئی دفعہ سنایا تھا کہ وہ میری نوجوانی کا زمانہ تھا۔ داڑھی مونچھ منڈاتا تھا۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لائے تو مجھے ملاقات کا اشتیاق ہُوا۔ حضور کے پاس اس وقت بھی حسبِ دستور بہت اجتماع تھا۔ میں حاضر ہُوا۔ حضور نے میرے اور میرے خاندان کے تمام حالات دریافت کئے اور مجھے اپنے سامنے ہی بٹھا لیا۔ کمرے میں ہجوم تو تھا ہی، اتنے میں ایک بڈھا آیا۔ اور حضرت سے دست بوس ہو کر میرے اور حضرت کے درمیان بیٹھ گیا۔ حضرت نے اس سے پنجابی میں فرمایا "بابا! دیکھ تیرے پیچھے قرآن مجید ہے"۔ اس نے پلٹ کر ہر طرف نظر ڈالی کہیں قرآن مجید نظر نہ آیا تو پھر میری طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت نے دوبارہ تاکیداً ایسے ہی الفاظ فرمائے۔ اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ پھر ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تیسری بار حضرت نے ذرا ناگواری کے لہجے میں فرمایا "دیکھتا نہیں پیچھے سیّد بیٹھا ہُوا ہے"۔ اب اس بڈھے نے بات سمجھی اور میرے آگے سے ہٹ کر ایک طرف ہو بیٹھا"۔

میجر سیّد مبارک علی شاہ صاحب کی تواضع

۱۹۴۳ء میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ میں بھی میسور میں تھا کہ میجر سیّد مبارک علی شاہ صاحب میسور آئے اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑے احترام کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔ ان کی مدارات فرمائی۔ اور یاروں میں سے ایک سیٹھ صاحب کو کار لانے کا حکم دیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم شاہ صاحب کے ساتھ جاؤ اور انھیں سارے میسور کی سیر کراؤ۔ ہم عصر تک سب جگہ گھومتے دیکھتے پھرے۔ اس کے بعد میجر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ "مجھے اسی وقت کی گاڑی سے واپس جانا ہے۔ اس لئے مجھے اسٹیشن پہنچادو۔ میرا آدمی سامان لے کر پہنچ چکا ہوگا"۔ میں انھیں اسٹیشن پہنچا کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس آیا۔ تو دریافت فرمایا "شاہ صاحب کہاں ہیں"۔ میں نے تفصیل عرض کی۔ ارشاد فرمایا "سارے دن انھوں نے کچھ نہیں کھایا۔ تمھیں چاہیئے تھا کہ ان کو ساتھ واپس لاتے"۔ اسی وقت برتنوں میں ــــ کھانا جمع کیا گیا اور تیار ہوگیا تو مجھے حکم دیا کہ فوراً شاہ صاحب کے پاس لے جاؤ۔ ان کا تو روزہ ہوگیا! ۔کچھ برس ہوئے ایک بار میجر مبارک علی شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہت ضعیف ہوچکے تھے۔ کئی گھنٹے ساتھ رہا۔ اس دوران برابر تشکر و امتنان کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرتے رہے۔

ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو سب کے سب ضبطِ تحریر میں نہیں آسکتے۔ دیگر ابواب کی طرح یہاں بھی اختصار ملحوظ ہے۔ حضرت قبلہ رح کے اس خصوصی وصف کی ایک جھلک بھی کافی ہے۔ "دانا را اشارہ بس است"۔

حج وزیارت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے زیادہ حج کئے ہیں کہ کسی کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ صرف اتنا علم ہے کہ آپ نے سب سے پہلا حج ۱۳۱۰ ہجری میں کیا تھا۔ بعض سال ایسے گزرے ہیں کہ آپ حج و زیارت کے لئے نہ جاسکے، ورنہ آپ ہمیشہ ذہنی طور پر تیار رہتے

تھے۔ البتہ ادھر سے بلاوے کا انتظار ہوتا تھا۔ جب تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ ہوتا آپ روانگی کا ارادہ نہ فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنجی بردار روضۂ مقدس حضرت کو تحریر کرتے کہ "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ امسال پھر حاضر ہوں گے" یا کبھی خود حضور کو ہی بشارت ہوتی، تو آپ فوراً حرمین الشریفین کے لئے روانہ ہو جاتے۔

فضل ان کا ہے کرم ان کا ہے احساں ان کا

دل بیتاب ہوا دید کا خواہاں ان کا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں پہلی مرتبہ ۱۳۱۰ ہجری میں گیا تھا۔ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پہلی دفعہ حج کو تشریف لے گئے ہیں تو جاتے ہوئے ممبئی تا جدہ بحری جہاز کا کرایہ پانچ روپے اور واپسی میں بحری جہاز کا کرایہ سات روپے تھا۔ آج یہ معمولی رقمیں پڑھ سن کر موجب حیرت ہو گا۔ مگر اس سے یہ اندازہ ممکن ہے کہ پرانے زمانے میں کرایے کتنے کم تھے۔ اگر کوئی شخص پوچھتا کہ آپ نے کتنے حج کئے ہیں تو فرماتے کہ "میں نے گنتی کے لئے حج نہیں کئے، اللہ کے لئے کئے ہیں۔ اللہ جل شانہ بلاتے رہے میں حاضر ہوتا رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کشش مجھے لے جاتی رہی" یہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا کہ آپ نے مدت العمر میں اور پھر ضعیف العمری اور بیماریوں کی حالت میں لاتعداد حج کئے، مشکل ہے کہ کسی اور کو اتنی تعداد میں حج نصیب ہوئے ہوں!

اچانک عزم حج فرمالینا

بعض دفعہ ایسے اچانک ارادہ فرما لیتے کہ کسی قسم کی تیاری اور سامان ظاہری ہے نہیں، اور حاجی بوٹا صاحب کو حکم ہو گیا کہ "بستر باندھو اور چل پڑو"۔ ایک دفعہ قصور میں ایک مجلس میں کسی نے یہ شعر پڑھا۔

ڈبویا مجھ کو ہمت نے نہ پہنچا طیبہ تک ؎ یہ جھوٹا دم محبت کا "مدینہ آرزو دارم"

حضرت بوٹا صاحب مرحوم درویش کو، جس نے حضور کی رفاقت میں سب سے زیادہ حج کئے ہیں، حکم ہوا کہ آج ہی چلو۔ اس نے عرض کیا، "اس وقت نہ تو پیسہ پاس ہے اور نہ ہی کوئی اور سامان۔ گھر سے ہو کر چلیں گے"۔ ارشاد فرمایا

پلے خرچ نہیں بندھدے پنچھی تے درویش ۔ جنھاں تقوی رب دا اونھاں رزق ہمیش

ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ آج ہی چلو۔ گھر بھی اطلاع مت کرو"۔ بس قصور ہی سے براستہ بمبئی روانہ ہو گئے۔ اور عادت مبارک کے مطابق بے دریغ خرچ فرماتے رہے۔

ایک دفعہ مجھے علم ہوا کہ حضور اچانک حج کے ارادے سے روانہ ہو گئے ہیں میں دوڑتا ہوا اسٹیشن پہنچا۔ مجھ سے فرمایا "میرا اور بوٹا کا بمبئی کا ٹکٹ خرید دو"۔ میں نے عرض کیا "میں پیسے لے کر نہیں آیا۔ اسٹیشن ماسٹر سے پوچھتا ہوں۔ وہ ٹکٹ اُدھار دیدے، تو گھر سے اسے روپیہ بھجوا دوں گا"۔ علی پور سیداں کے ہندو اسٹیشن ماسٹر سے میں نے صورتِ حال بیان کی تو اس نے ٹکٹ دیدیے۔ حضور کو ریل میں سوار کرانے کے بعد میں گھر آیا تو میں نے اسٹیشن ماسٹر کو روپیہ بھجوایا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی پہنچے تو وہاں سے مجھے گیارہ سو روپے ارسال کئے۔ اور یہ ہدایت لکھ کر بھیجی کہ میں حج کو جا رہا ہوں۔ اس رقم سے میرے تمام قرضے ادا کر دو۔

حضرت حافظ پیلی بھیتی کی نعتیہ غزل پر فوراً حج کے لئے روانگی

۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ ایک طویل دَورہ کے بعد لاہور مسجد پٹولیاں میں فروکش تھے۔ سردی کا موسم تھا اور آپ کو شدید بخار تھا۔ میر ہدایت اللہ صاحب مرحوم پرنسپل میڈیکل کالج امرتسر، میر حبیب اللہ صاحب اور حافظ انور علی صاحب مرحوم رہتکی جج آپ کے پاس تھے۔ اتنے میں خادم نے اطلاع کی کہ حضرت حافظ پیلی بھیتی سلام کو آئے ہیں۔ حافظ صاحب برصغیر کے مشہور نعت گو شاعر تھے۔ حافظ خلیل الدین آپ کا نام اور حافظ تخلص تھا۔ پیلی بھیت (یو پی) میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ آپ کی نعتیہ غزلوں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا "فوراً بلاؤ"۔ حالانکہ آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور کپکپی طاری تھی۔

شیخ عبد الشکور صاحب لاہوری کا بیان ہے کہ "میں بھی اس وقت حاضر تھا۔ آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا "آپ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیں لکھتے ہیں۔ افسوس کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کر سکا"۔ پھر دریافت فرمایا "حافظ صاحب کوئی تازہ نعت لکھی ہے"۔ حافظ صاحب فوراً دو زانو ہو بیٹھے۔ بیاض کھولی

اور نعت شروع کی۔ مطلع تھا۔

زائروں کی بھیڑ بھو روضہ ترا ہو میں نہوں ۔ وائے ناکامی کہ اک خلقِ خدا ہو میں نہوں

مطلع بے پناہ تھا، سب محظوظ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا مکرر پڑھو۔ دو تین بار سماعت فرمایا۔ اور لحاف چہرۂ مبارک سے دُور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا شعر پڑھا۔

صدقے اس روضے کے جس پر سر سے دل سے جان سے ۔ اک جہاں اک خلق اک عالم فدا ہو میں نہوں

اب تو حضور نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اُتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ جائے۔ حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا۔

مَیں وہ ردّ خلق ٹھیرا ہوں کہ بزمِ شاہ میں ۔ انس ہو جن ہو فرشتہ ہو۔ ہوا ہو میں نہوں

اَب تو حضور اُٹھ کر اس طرح بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں۔ جسم سے پسینہ جاری تھا، بے اختیار داد دے رہے تھے اور کیف طاری تھا۔ جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

میں وہاں ہوں وہ وہاں ہوں یا نہوں پر یہ نہو ۔ شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہوں

تو حضرت بے تاب ہو گئے۔ اور اک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور حاجی بوٹا کو حکم دیا "جلد اسباب باندھو۔ اور مدینہ شریف چلو۔" جہاز پر سوار ہوتے وقت بھی یہ مصرع زبان پر جاری تھا "شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہوں۔"

۱۹۴۲ء کا سفرِ حج

۱۹۴۲ء میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ گجرات سے علی پور سیداں تشریف لائے۔ بہت سے یارانِ طریقت کے ساتھ میں بھی اسٹیشن پر حاضر تھا۔ فرمایا "اختر! چلو تم کو بھی حج کرا لائیں۔" میں نے دِلی مسرت سے شکر گزار ہوتے ہوئے عرض کیا "بہت اچھا۔" فرمایا "میں کل دس بجے لاہور جاؤں گا۔ تم پرسوں آ جانا۔ میں تمہارا ٹکٹ کراچی کا لاہور سے خرید لوں گا۔" اور صورت یہ تھی کہ نہ تو میرے پاس خرچ کا انتظام تھا نہ حضرت کے پاس۔ حضرت قبلہ عموی الحاج حافظ سیّد نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے مجھے سفر حج کے لئے سات سو روپے عطا فرمائے۔ کچھ رقم میرے پاس بھی۔ اگلے دن لاہور حاضرِ خدمت ہوُا تو عبدالعزیز درویش نے حضور سے پوچھ کر مجھے چھ سو روپے دیے۔ حاجی بوٹا درویش سمیت ہم تو دوسرے روز کراچی روانہ ہو گئے۔

دوران سفر حضور جو کچھ عطا فرماتے میں بے گنے جیب میں ڈال لیتا۔ اور جب خرچ کا حکم دیتے خرچ کرتا رہتا۔ کئی بار آپ نے دریافت فرمایا "کیا باقی ہے"۔ میں عرض کرتا "نہ گن کر لیتا ہوں، نہ گن کر دیتا ہوں، بس تعمیلِ ارشاد کرتا ہوں"۔ واپسی پر جہاز میں سوار ہونے کے بعد فرمایا "گن کر بتاؤ اب کیا باقی ہے"۔ شمار کرنے پر پتہ چلا کہ ایک سو پچپن روپے دس آنے بچے ہیں۔ فرمایا "الحمدللہ! کراچی سے علی پور تک کے ٹکٹ آجائیں گے"۔ میرا اندازہ ہے کہ اس سفر میں ہزاروں سے زیادہ خرچ ہوئے ہوں گے۔ علی پور سیداں کے اسٹیشن پر پھر دریافت کیا "کیا بچا ہے"۔ میں نے عرض کیا "صرف دس آنے"۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "الحمدللہ! اس کے لاکھ پلے جس کا کام چلے"۔

اللہ تعالیٰ دیتے تھے، آپ خرچ کرتے تھے۔ خرچ کرنے والوں کو ہی ملتا ہے۔ جو لے کر دیتے نہیں انھیں پھر کون دیتا ہے!!

خوشنودیٔ مزاج کا اظہار

حضرت قبلہ عموی الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہٗ ہمیشہ حج سے واپسی پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشوائی کے لئے کراچی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں بھی حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے جہاز میں بھی آپ ہی پہنچے۔ دست بوسی کے بعد مزاج پرسی کی تو حضور نے فرمایا "مردہ گیا تھا زندہ آیا ہوں"۔ پھر کہا "میری زندگی میں یہ پہلا سفر ہے کہ اختر نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ پیسے ختم ہوگئے ہیں۔ میں جس جگہ خرچ کرنے کو کہتا یہ فراخ دلی سے خرچ کرتا۔ اس وجہ سے میرا دل خوش رہا اور خون بڑھتا رہا"۔ حضرت قبلہ عموی صاحب مدظلہٗ نے فوراً کہا "میں آپ کی خدمت کے صلہ میں اختر کو دوسرے حج کے لئے دو ہزار روپیہ بطور انعام دیتا ہوں"۔ چنانچہ آنجناب نے حسبِ وعدہ بندہ کو ۱۹۴۶ء میں دو ہزار روپیہ عطا کیا تو میں ایک دفعہ پھر حرمین الشریفین کی زیارت اور حج سے مشرف ہوا۔

رفقائے سفر کی مدارات اور تعلیم

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے اکیلے کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ ہمیشہ پورا قافلہ ہمراہ ہوتا تھا۔ جس کے لئے سفرِ حج کا اشارہ اور حکم ہو جاتا، وہ نیت کر لیتا۔ اور ظاہری اسباب کے

نہوتے ہوئے بھی سامانِ سفر مہیا ہو جاتا۔ بہت سے غربا بھی ہمرکاب ہو جاتے اور آپ خود ان کا بار برداشت کرتے۔ دوران سفر سب ہمراہیوں کو ہدایت ہوتی کہ "میرے ساتھ کھانا کھائیں" کئی کنستر گھی، کئی بوری آٹا اور چاول علی پور سیداں سے ساتھ لے جاتے اور حاجیوں کی مہمان داری فرماتے۔ آپ ہر حاجی کی خدمت کرنے کو سعادت جانتے اور فرمایا کرتے کہ "حاجیوں کی خدمت کا نام حج ہے" جہاز میں ہر روز وعظ فرماتے، حج کے مسائل و احکام اور زیارت کے ادب و آداب تعلیم کرتے، نیز دیگر مسائلِ شرعیہ اور امورِ دینیہ کی تعلیم دیتے۔ اسی طرح مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران شبانہ روز تبلیغ و تلقین کا کام جاری رہتا۔

۱۹۴۶ء میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کراچی پہنچ کر ایسے شدید بیمار ہو گئے، کہ عقیدت مندوں کے اصرار پر حج کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ تو تقریباً ستّر حاجیوں کے قافلہ کی خدمت کا موقع مجھے ملا۔ میں اور بھائی ذاکر علی صاحب اسے خوش بختی اور فلاحِ دارین کا ذریعہ سمجھتے ہوئے، پوری دلچسپی سے فرائض خدمت انجام دیتے رہے۔ واپسی پر حضور نے حاجیوں سے ہمارے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کلماتِ خیر کہے اور ہماری خدمت کا اعتراف کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا "ان دونوں کا حج مقبول و مبرور ہے حاجیوں کی خدمت کا نام حج ہے"

حرمین الشریفین میں دل کھول کر خرچ کرو

حرمین الشریفین کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت جس فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی سے یہاں خرچ کیا کرتے تھے وہ بادشاہوں کو بھی ممکن نہیں۔ آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں تھا ورنہ ایسی دریا دلی سے تو بڑے بڑے خزانے بھی خالی ہو جائیں۔ کسی دنیا دار میں یہ ہمت کہاں کہ ایسی سخاوت کر سکے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارا واسطہ کسی کنگال سے نہیں ہے" سفر حجاز سے واپسی پر آپ نقدی، کپڑے، بستر، اشیائے خورد و نوش اور دوسرا سامان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا میں تقسیم فرما دیتے۔ اور کوئی چیز واپس ساتھ نہ لاتے۔ سب ساتھیوں کو بھی یہی تاکید ہوتی کہ کوئی چیز بچا کر ساتھ نہ لے جاؤ۔ مکہ شریف میں ایک کے بدلے لاکھ کا اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ

آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔"

اوّل مدینہ منوّرہ کی حاضری

جب حضورِ والا حج کے لئے تشریف لے جاتے تو پہلے مدینہ منوّرہ حاضر ہوتے اور سب ہمراہیوں کو بھی پہلے مدینہ شریف ساتھ لے جاتے۔ اگر کوئی شخص اپنے طور پر علیحدہ حج کے لئے جاتا تو اسے بھی یہی تاکید فرماتے کہ پہلے دربارِ رسالت میں حاضر ہونا۔ کیونکہ ربّ العزت جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ؀ (پارہ ۵۔ رکوع ۶) (ترجمہ) "اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے محبوب) تمہارے حضور میں حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائیں۔ تو البتہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

اہلِ مدینہ کی خدمت

جب مدینہ شریف قریب آجاتا تو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا چہرۂ مبارک ہشّاش بشّاش نظر آنے لگتا۔ سب ساتھیوں سے ارشاد ہوتا "اب وقت آگیا ہے۔ خوب تقسیم کرو۔ بہت اجر ملے گا" یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایے ہیں۔ یہ بہت مستحق ہیں۔ ہم ان کی خدمت کے لئے ہی آتے ہیں۔ ہر روز یہ موقع کہاں نصیب ہوتا ہے۔" خود بھی اتنا دیتے کہ لوگ لیتے لیتے تھک جاتے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں ہمراہی بھی کھلے دل سے خرچ کرتے تو آپ بہت خوش ہوتے۔ جو کوئی جتنا زیادہ خرچ کرتا اسے اتنا ہی زیادہ شاباشی دیتے۔ اور فرماتے "ڈرو مت۔ کھلے دل سے خرچ کرو۔ مجھے یہاں سے قرض مل جاتا ہے۔ میں یہاں سے لے کر دے دوں گا۔"

مدینہ منوّرہ میں تو خصوصاً حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ ہر کہ ومہ کے لئے چوبیس گھنٹے کھلا رہتا۔ جو شخص خدمتِ والا میں حاضر ہوتا اسے خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ اس کی توقع سے زیادہ عطا فرماتے۔ تاکہ اہلِ مدینہ کی خوشنودی حاصل ہو۔ عوام میں مشہور تھا کہ حضرت کے علاوہ کوئی بادشاہ بھی یہاں آکر اس طرح اپنا دروازہ ہر وقت کھلا نہیں رکھ سکتا۔ شاہی خزانہ بھی ختم ہو جائے اور وہ کنگال ہو جائے۔ مدینہ شریف میں آپ کا قیام عموماً کئی ہفتے اور کئی مہینے تک طویل ہوتا تھا۔ سائلین کا ہجوم شب و روز یکساں رہتا اور آپ کا ہاتھ بھی کبھی نہ رکتا۔ اگر کوئی کہہ دیتا کہ یہ سائل تو ابھی لے کر

گیا تھا، اور اب دوبارہ آگیا ہے، تو آپ فرماتے "ہمارے پاس کون سی کمی آگئی ہے۔ اس کو اور زیادہ دو۔ شاید اس کو زیادہ ضرورت ہو۔ اسی لئے دوبارہ آیا ہے۔"

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ سائلوں کا بڑا ہجوم ہُوا تو اُٹھ کر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا "مہر جی بیٹھو"۔ مہر صاحب نے عرض کیا "یہ اجاڑہ میں نہیں دیکھ سکتا۔" فرمایا "مہر جی! ان کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ میں بلانے نہیں جاتا۔ یہ اس کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا ہے۔ اگر وہ مجھے ان کے پاس بھیجنا چاہتا تو اس کے لئے یہ بھی بعید نہ تھا۔"

ماسٹر نواب دین صاحب لکھ پتی آدمی تھے ایک دن مدینہ شریف میں اُنھوں نے خیال کیا کہ آج میں بھی حضرت کی طرح تقسیم کروں گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مساکین آئے تو ایک بار تو اُنھوں نے بھی حضور کے برابر ہی ان کو دیا۔ کمرہ پھر دوسری دفعہ بھر گیا تو اب کے ماسٹر صاحب نے حضرت سے ایک ایک روپیہ کم دیا۔ یہ جماعت رخصت ہوئی تو کمرہ پھر بھر گیا۔ حضور تو معمول کے مطابق اب بھی سب کو مساوی تقسیم فرماتے رہے۔ ماسٹر صاحب نے اب کے دو دو روپے کم دیے۔ اور اس کے بعد اُٹھ کر چلنے لگے۔ حضور نے فرمایا "ماسٹر جی! آپ تو لکھ پتی ہیں۔ سیّد کا ایک رگڑا تو برداشت کرتے۔" ماسٹر صاحب نے عرض کیا "ہم تو دُنیادار لوگ ہیں آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں ہے۔"

حاجی بشیر احمد صاحب ولد حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سب روپیہ لا کر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسی وقت وہ سب کا سب روپیہ ایک ہی آدمی کو عطا فرما دیا۔ اور مجھ سے کہا کہ "حاجی بشیر احمد کو جتنی ضرورت پڑے دیتے رہو۔ اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" آپ فرماتے تھے کہ "آج تک میرے ساتھ جتنے آدمی حج کو آئے ہیں، ان میں سے دو افراد، ایک بخشی مصطفےٰ علی خاں صاحب اور دوسرے مہر حاکم دین صاحب نے بادشاہوں سے زیادہ خرچ کیا ہے۔"

ائیر کنڈیشنڈ ڈبا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری حج میں (۱۹۴۹ء) حضرت کے اور ہمراہیوں کے تمام اخراجات سفر قبلہ عموی الحاج حافظ سیّد نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے برداشت فرمائے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ کمزور تھے۔

پھر موسم گرم اور راستہ میں گرد اور ریت۔ اس خیال سے کہ کہیں ۱۹۴۶ء کی طرح طبیعت خراب نہ ہو جائے، عموی صاحب قبلہ نے ایک پورا ایئر کنڈیشنڈ ڈبا محفوظ کرا لیا تھا۔ راستے میں حضور نے مجھ سے دریافت کیا "اختر! ٹھنڈی ہوا کہاں سے آتی ہے۔ دروازے تو بند ہیں"۔ میں نے بتایا کہ یہ ڈبا ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ تفصیل جان کر ارشاد کیا "یہ رقم کیوں فضول خرچ کی ہے۔ ہم یہ رقم مدینہ منوّرہ میں غربا کو دیتے"۔ میں نے عرض کیا "یہ مدینہ منوّرہ ہی کا سفر ہے"۔ فرمایا "اس کا اتنا ثواب نہیں ملتا۔ جتنا وہاں جا کر خرچ کرنے کا ملتا ہے"۔ فرمایا "یہ سفر ہے۔ مدینہ منوّرہ نہیں"۔

مدینہ منوّرہ کے احباب

جب آپ مدینہ منوّرہ حاضر ہو جاتے تو پہلے دن ہی آپ کے سب دوست احباب ملاقات کے لیے مکان پر آتے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ حضرت آغا صاحب کو ان کے دو ملازم بازو پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے سیڑھیاں چڑھاتے اور حضرت کے کمرے میں لاتے۔ اسی طرح حضرت حمزہ رفاعی صاحب خدّام کی مدد سے حضور تک آتے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے "آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ جب میں اتنے ہزار میل سے سفر کر کے یہاں حاضر ہو گیا ہوں، تو اور چند قدم چل کر آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا"۔ وہ حضرات جواب دیتے "آپ نے اتنے ہزار میل سفر کا ثواب حاصل کیا ہے، تو ہم ان چند قدموں کا ثواب بھی نہ لیں"۔ یہ دونوں بزرگ فرماتے تھے کہ "مدینہ منوّرہ میں بڑے بڑے بادشاہ آتے ہیں۔ مگر ہم کسی کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب آپ تشریف لاتے ہیں تو ہم سے کسی طرح گوارا نہیں ہوتا کہ گھر بیٹھے رہیں، اور آپ سے آ کر نہ ملیں"۔ ان حضرات کے کمرے میں داخل ہوتے ہی حضور فرماتے "مجھے پکڑ کر اٹھاؤ"۔ آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ اور نہایت محبّت اور خلوص کے ساتھ ان حضرات سے معانقہ و مصافحہ فرماتے۔

مدینہ منوّرہ میں دعوتیں فرمانا

مدینہ شریف پہنچتے ہی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف کے خدّام، اغوات، جاروب کش، پانی پلانے والے، دربان، مؤذن، اور دیگر امراء و غربا کے جملہ طبقات کی الگ

الگ دعوت کرتے۔ پُرتکلف کھانے تیار کرا کے ضیافت کرتے اور سب مہمانوں کی نقد اور جنس سے بھی خدمت فرماتے۔ ہر جماعت کے سرکردہ افراد کو دُگنا حصّہ عطا کرتے۔ اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہونے دیتے۔ ہر ایک کو خود جاکر دعوت دیتے۔ اور عرب کے مہمان داری کے جملہ لوازم پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے۔

روزانہ کثیر رقم حرم شریف کے کبوتروں کے دانے پر صرف کرتے تھے۔ اسی طرح اوروں کی دعوتوں کے بعد سگانِ مدینہ کی دعوت کرتے۔ یُوں تو دعوتوں کے باعث کُتّے روز ہی جمع رہتے تھے اور ان کو خاص طور پر روٹی ڈالی جاتی تھی لیکن ایک دن کتوں کی خصوصی دعوت کا ہوتا تھا۔ عمدہ سے عمدہ چیزیں پکوائی جاتیں اور اپنے آدمیوں کے ذریعے محلّوں اور بازاروں میں دُور دُور بھیج کر کُتّوں کی ضیافت کی جاتی۔ یہ جو معاندین نے بعض خلاف شرع باتیں اُڑا رکھی ہیں کہ آپ نے کُتّے کو گود میں بٹھایا یا ہاتھوں میں اُٹھایا محض افترا، دروغ اور لغو ہے ایسی خلاف شرع باتوں کی کوئی اصل نہیں۔ بس صرف اتنا درست ہے کہ آپ کو دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز عزیز تھی، ہر شے سے محبّت تھی۔ مگر حدودِ شرعیہ سے آپ نے کبھی سرِمُو تجاوز نہیں فرمایا۔ شریعت اور سُنّت کی پابندی تو آپ کو ہر جزئی اور فروعی امر میں ملحوظ رہتی تھی۔ ان سے تجاوز کا احتمال تو دُور سے بھی ممکن نہ تھا۔ صحیح یہ ہے کہ

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

احبابِ مدینہ حضُور کی دعوت کرتے

جس طرح حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب کی دعوتیں کرتے، وُہ حضرات بھی آپ کو مدعو فرماتے اور آپ کے تمام رفقا کو بھی بُلاتے۔ جس طرح حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پُرتکلف ہندوستانی کھانوں کا اہتمام کرتے تھے، اسی طرح وہ بھی کئی کئی سالم دُنبے اور لذیذ کھانے پکواتے۔ غرض جب تک آپ مدینہ منورہ میں فروکش رہتے خوب رونقیں رہتیں اور دعوتوں کے دَور چلتے رہتے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ وُہ حضور کی اور تمام رفقاء کی دعوت باغوں میں لے جاکر کرتے۔ خود آکر دعوت دیتے، اور لے جاکر خود سامنے کھڑے ہوکر کھلاتے۔

مجھے یاد ہے ۱۹۴۲ء میں آغا خلیل صاحب نے کئی سالم دنبے پکائے تھے اور انواع واقسام کی نعمتیں دسترخوان پر تھیں۔ آغا صاحب خود کمر میں پٹکا باندھ کر کھلا رہے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سب نے بہت کہا کہ "آپ تکلیف نہ فرمائیں، آپ کے ملازمین موجود ہیں مگر آغا صاحب نہ مانے۔ فرمایا کہ " خدمت کرنا میرا فرض ہے، ملازمین کا نہیں "۔

حضرت آغا خلیل صا. کی ضیافتیں

۱۹۴۶ء میں ہم اکثر افراد خاندان حج کو گئے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ شدید علیل ہو جانے کی وجہ سے کراچی سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ ہم سب مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے۔ روضۂ اقدس کی حاضری کے بعد حضرت آغا خلیل صاحب کے پاس گئے۔ انھوں نے دریافت کیا "خادم حسین کہاں ہیں"۔ میں نے عرض کیا " ابھی آتے ہیں"۔ فرمانے لگے "مجھے اٹھاؤ" میں نے کہا آپ تشریف رکھیں۔ اصرار اور تاکید سے کہا " نہیں! مجھے اُٹھاؤ"۔ حضرت قبلہ عموی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بغل گیر ہو کر ملے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا " میرے پاس بادشاہ بھی آتے ہیں۔ میں کسی سے کھڑے ہو کر نہیں ملتا۔ یہ شاہ صاحب کی اولاد ہیں میرا دِل گوارا نہیں کرتا کہ یہ آئیں اور میں بیٹھا رہوں "۔

میں آغا صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان کے غلام نے آکر کہا کہ " دعوت کے لئے تین دُنبے خریدے ہیں۔ اور رقم تو ادا کر دی ہے، مگر تینتیس ریال باقی ہیں"۔ آغا صاحب نے سب جیبیں ٹٹولیں تو بھی صرف بائیس ریال نکلے۔ عربی میں کہا " دُنبے والے سے کہنا کہ شاہ صاحب کی برکت سے گیارہ ریال اور ابھی آئے جاتے ہیں، ذرا دیر میں دیدیں گے "۔ میں نے کہا میں دیئے دیتا ہوں۔ فرمایا " ہرگز نہیں۔ تمھاری ہی تو دعوت ہے"۔ ضلع سرگودھا کا ایک آدمی اسی مجلس میں موجود تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ "میرے لڑکے پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ دُعا کرا دو"۔ میں نے عربی زبان میں آغا صاحب سے دُعا کے لئے درخواست کی۔ آغا صاحب نے دُعا کے بعد فرمایا " وہ بری ہو گیا ہے"۔ میں نے اس شخص کو خوشخبری سُنائی۔ اُس نے تاریخ دریافت کی۔ میں نے تاریخ بتائی تو بولا " آج ہی فیصلے کی تاریخ تھی۔ ضرور بری ہو گیا ہو گا"۔ اس نے گیارہ ریال نذر پیش کی۔ آغا صاحب نے فرمایا " اختر! اگر یہ

ریال دس یا بارہ ہوتے تو میں خیال کرتا کہ شاہ صاحب کی توجہ سے نہیں آئے۔ یہ گیارہ ہیں۔ حضرت کی توجہ سے ہی آئے ہیں۔" پھر میں نے عرض کیا کہ "ہمارے قافلے میں ستّر آدمی ہیں۔ آپ صرف ہماری یعنی حضرت کے خاندان کی دعوت کر دیجئے۔ سارے قافلے کی دعوت کی تکلیف نہ فرمایئے۔" کہنے لگے "میں شاہ صاحب کی دعوت ہمیشہ مع سارے قافلے کے کیا کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ تو کئی سو ہمراہی ہوتے ہیں۔ اب صرف ان کی اولاد کی دعوت کروں۔ تو شاہ صاحب کیا خیال فرمائیں گے۔ آپ کے ساتھ تو صرف ستّر آدمی ہیں۔ کئی سو ہوتے جب بھی معمول کے مطابق دعوت کرتا۔"

کھانے کے بعد ہم نے حضرت آغا صاحب کی خدمت میں گیارہ سو ریال حضرت کی طرف سے پیش کئے۔ پھر سب اہلِ خاندان نے اپنے اپنے نذرانے دیئے۔ میرے اشارے پر سب قافلہ والوں نے بھی حسبِ حیثیت نذریں پیش کیں۔ اس طرح کُل چھ ہزار ریال سے زیادہ ہو گئے۔ آغا صاحب نے فرمایا "تمھیں معلوم ہے میں اس رقم کا کیا کروں گا؟ میں نے حضرت کے نام سے ایک مسجد شروع کی ہے۔ جو بابِ قبا کے باہر ہے، اس کی تعمیر پر خرچ کروں گا۔" میں نے عرض کیا "یہ مسجد اپنی نیّت سے کیوں نہیں بناتے۔" تو آغا صاحب نے کہا "واہ! روپیہ تو شاہ صاحب دیں اور نیّت میں اپنی کروں۔" پھر فرمایا "مجھے بھی ربِ تعالیٰ ان کی بدولت اجر عطا فرمائیں گے۔ جتنا ثواب انھیں ملے گا، اتنا ہی مجھے بھی ملے گا۔"

عرب کے لوگ بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مہمانداری اور مہمان نوازی دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ مدینہ شریف کے معلّم شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے تو کئی ماہ تک حضرت کے مہمان رہے۔ رخصت کے وقت حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں ہزاروں روپے نقد اور بہت سے قیمتی تحائف عطا کئے۔ مکّہ شریف کے معلّم عبدالمحسن صاحب جب کبھی ہندوستان تشریف لاتے تو وہ بھی کئی کئی مہینے حضرت کے مہمان رہتے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو سرد مقامات، کشمیر، مری وغیرہ ساتھ لے جاتے۔ ان کے تمام اخراجات کی خود کفالت کرتے اور بیش قرار رقم اور تحفے عطا فرماتے۔ مدینہ شریف

کے موجودہ معلّم حیدر الحیدری صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی بھی ایسی خدمت اور خاطر داری کی کہ دوسرے کے لیے ممکن نہیں۔

ایک دفعہ حجاز میں حکومت کی تبدیلی کے باعث حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے سفر مناسب سمجھا۔ تو ایران، ترکی، مصر، عراق، ہندوستان کے تمام سلاطین و امراء کو چھوڑ کر سیدھے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ سیال کوٹ پہنچے تو معلوم ہُوا کہ حضور حیدر آباد دکن تشریف لے گئے ہیں تو کابل جانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت آغا صاحب عازم کابل ہوئے تو وزیر آباد کے اسٹیشن پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غلام حافظ غلام مصطفیٰ صاحب نے ان سے عرض کیا کہ "آپ میرے گاؤں تشریف لے چلئے۔ میں فوراً حضرت کو تار کے ذریعے آپ کی تشریف آوری سے مطلع کر دوں گا۔ تو حضرت واپس چلے آئیں گے۔" مگر آغا صاحب نے فرمایا کہ "اب تو میں نے پشاور کا ٹکٹ خرید لیا ہے۔" آخر حافظ صاحب نے جو کچھ ان کے پاس تھا، نقدی، چھتری، لوٹا سب آغا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس کے بعد حافظ غلام مصطفیٰ صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کو گئے، تو آغا صاحب بھی واپس مدینہ منوّرہ پہنچ چکے تھے۔ حضرت نے پوچھا "آغا صاحب آپ نے انھیں پہچانا؟" آغا صاحب نے پہچانا تو کھڑے ہو کر معانقہ کیا اور فرمایا "میں انھیں قیامت تک نہیں بھول سکتا۔" پھر آپ نے حافظ صاحب کی خصوصی دعوت کی۔

آغا صاحب کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی۔ حضرت کو بھی آپ سے دِلی اُنس اور عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ مدینہ منوّرہ میں آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے عرض کیا کہ "میں نے آپ کے لئے مدینہ شریف میں ایک عالی شان کئی منزلہ مکان تعمیر کیا ہے۔ آپ اس میں تشریف لے چلیں۔" آپ نے ارشاد کیا "شرط یہ ہے کہ اپنا مکان ہو جانے کے بعد میں ہرگز ہندوستان نہیں جاؤں گا۔" آغا صاحب نے فرمایا "یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ ہندوستان واپس نہ جائیں۔ اس طرح تو ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان ضائع ہو جائیں گے۔ اور ہزاروں لاکھوں کافر دولتِ اسلام سے محروم رہ جائیں گے۔" آپ نے

کہا "جو ارشاد ہو میں تعمیل کروں گا"۔ آغا صاحب نے فرمایا "آپ کا ہندوستان جانا نہائیت ضروری ہے"۔ پھر آغا صاحب نے اس مکان میں تالا لگوادیا، اور خود اپنے پُرانے مکان ہی میں اقامت پذیر رہے۔ ۱۹۴۶ء میں جب میں حج کو گیا تو آغا صاحب نے زیارت کے لئے مجھے اس مکان کی کنجی عنایت کی۔

حضرت حمزہ رفاعی صاحب

آغا صاحب موصوف کے علاوہ مدینہ منوّرہ کے دوسرے بزرگ اور خدا رسیدہ اصحاب بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاص احترام کرتے تھے۔ مدینہ شریف میں سلاطین ترک کے مرشد حضرت حمزہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اقامت گزیں تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے ہم کئی افراد ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا "تم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے تمھیں حضرت کی اولاد میں پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حضرت بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آج زمانے میں ان کا کوئی ثانی اور ہمسر نہیں ہے۔ وہ ہندوستان میں ہیں، مگر میری ضروریات اور حالات کا بھی ان کو کامل علم ہے"۔ پھر اپنا یہ قصہ سنایا کہ "ایک دفعہ میرا بڑا لڑکا میرے پاس آیا کہ کل عید ہے اور ایک پیسہ پاس نہیں ہے۔ میں نے ہدایت کی کہ دادا سیٹھ کے پاس جاؤ اور میرے نام سے گیارہ سو ریال قرض لے آؤ۔ اس نے دادا سیٹھ سے جا کہ کہا تو دادا سیٹھ نے گیارہ سو ریال دیے اور کہا کہ "یہ حضرت نے علی پور شریف سے آپ کے لئے بھیجے ہیں"۔ میں نے خیال کیا کہ حضرت شاہ صاحب کو دہاں بھی میرے حالات کا علم ہے کہ نہ زیادہ نہ کم، ضرورت کے مطابق رقم ارسال کی ہے۔ وہ بہت خدا رسیدہ ہیں اور ان کے مدارج بہت بلند ہیں"۔ میں نے علی پور شریف واپس آکر حضرت سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا "میرے متعلق ان کا حُسنِ ظن محبّت پر مبنی ہے۔ وہ خود بڑے بزرگ اور بزرگوں کی اولاد ہیں"۔ حضرت حمزہ رفاعی صاحب کی عمر اس وقت سو سال سے زیادہ تھی۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔

مدینہ شریف کے ان بزرگوں کو جیسے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تحائف عطا کرتے تھے،

ویسے ہی یہ حضرات بھی حضرت کو عمدہ سے عمدہ تحفے دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ہاتھ حضرت کی خدمت میں ایک نہایت قیمتی چغہ ارسال کیا۔ یہ چغہ انھیں کسی بادشاہ نے تحفتہً بھیجا تھا۔ میں نے عرض کیا "آپ نے خود تو کھدر کا پہن رکھا ہے، اور حضرت کے لئے بانات کا بھیج رہے ہیں۔" فرمایا "وہ بادشاہ ہیں میں درویش۔ وہ تو بانات کا بھی سادہ چغہ پہننا پسند نہیں کرتے۔ پہلے میں نے ان کو بانات کا ایک سادہ چغہ دیا تھا، تو آپ نے اس پر پشاور میں سو روپے کا کام بنوا کے پہنا تھا۔" پھر کہنے لگے "یہ کھدر میرے لئے حضرت نے گھر کا سوت کتوا کر اور بنوا دھلوا کے بھیجا ہے۔ میں اسے ہر بانات پر ترجیح دیتا ہوں۔"

حضرت آغا صاحب کی نشست گاہ میں نیچے قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اور اس کے اوپر گابا۔ میں نے عرض کیا "یہ معمولی قیمت کا گابا آپ نے اوپر بچھایا ہے اور اتنا قیمتی قالین نیچے۔" ارشاد ہوا "یہ گابا حضرت نے میرے لئے کشمیر سے تیار کرا کے بھیجا ہے۔ اور یہ قالین ایک بادشاہ کا تحفہ ہے۔ میری نظر میں اس گابا کے مقابلے میں اس قالین کی کوئی وقعت نہیں ہے۔" اس گابا کا واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ کشمیر میں ایک نمایش تھی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نمایش میں تشریف لے گئے تو آپ کے پاس تین سو روپے تھے۔ ہر دکاندار سے آپ نے کچھ نہ کچھ خریدا تو وہ روپے ذرا سی دیر میں ختم ہو گئے۔ پھر کچھ چیزیں ادھار لیں اور بعد میں قیام گاہ سے وہ رقم بھیجی۔ اس وقت وہ گابا خاص طور پر فرمایش کر کے بنوایا تھا۔ اور حضرت آغا صاحب کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تھا۔

بحری جہاز کے بعض دلچسپ واقعات

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے سفروں کے ابتدائی دور میں جہاز میں میٹھا پانی صرف پینے کے لئے ملتا تھا اور وہ بھی بہت کم ہوتا تھا۔ وضو اور طہارت کے لئے سمندر کا کھاری پانی استعمال ہوتا تھا۔ جس سے جسم پر آبلے پڑ جاتے تھے۔ ایک بار حضرت کو بھی یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ آپ مدینہ شریف پہنچے تو بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ زخموں سے پانی رِستا ہے۔ وضو نہیں رہنے پاتا، اس طرح میں حاضری سے قاصر ہوں۔" ہدایت کی گئی کہ حرم پاک کے کنوئیں کا پانی

زخموں پر لگاؤ۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "پہلے تو خیال آیا کہ زخموں پر اِس پانی کو لگانا سوءِ ادب ہے۔ پھر سوچا کہ یہ تو خود انہی کا حکم ہے، تعمیل ضروری ہے"۔ رات کو زخموں پر چھڑک کر سو گئے۔ صبح اُٹھے تو زخموں کا نام نشان نہ تھا۔

سب کو ابتدائی ایام میں جہاز میں کھانا خود پکانا پڑتا تھا۔ بعد میں جہاز والے خود کھانا پکا کے دینے لگے اور مسافروں کو خود پکانے کی ممانعت ہوگئی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ خادم ہوتا تھا جو آپ کے لئے کھانا تیار کرتا تھا۔ مرغ کراچی سے خرید کر ساتھ لے لئے جاتے، دوسری تمام چیزیں گھر ہی سے ساتھ آتی تھیں۔ جہاز کے کپتان سے اجازت لے کر باورچی خانے میں ایک چولھا حضرت کے لِیے محفوظ ہو جاتا۔ ۱۹۴۲ء کے سفر میں خود مَیں نے جا کر کپتان سے اجازت لی تھی۔ جہاز والے کھانے کی قیمت بھی کرایہ کے ساتھ وصول کر لیتے تھے۔ آپ بھی اس رقم کی ادائگی فرماتے۔ جہاز والے آپ کے حصّے کا کھانا ضرور بھیجتے، جو دوسرے رفقا کے کام آجاتا تھا۔

ایک دفعہ جہاز کا انگریز کپتان آیا اور درخواست کی کہ "حضور دُعا فرمائیں کہ میری اولاد پانی کی نوکری نہ کرے"۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان کی وساطت سے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے کہا "میری ساری زندگی اسی فکر میں گزری کہ اب ڈوبا۔ اب ڈوبا"۔ حضرت نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا "کیا خشکی پر موت نہیں آتی؟ یا سمندر میں قبل از وقت آجاتی ہے؟ موت کا تو ایک وقت مقرر ہے، پھر فکر کس بات کی"۔ کپتان نے یہ جواب سُنا اور سمجھا تو جوشِ مسرّت سے اچھل پڑا اور بولا "حضرت! آپ نے ایک اشارے میں میرا زندگی بھر کا غم دُور کر دیا"۔ فرمایا "بوڑھے ہوگئے، اب عقل آئی ہے"۔ پھر تو وُہ کپتان حضور سے اس قدر مانوس ہوگیا تھا کہ روزانہ سلام کے لئے حاضر ہوتا۔ اور حضرت کو مستقل ہز ہولی نیس (مقدس ذات) کہہ کر خطاب کرتا۔ آپ بھی ہر دفعہ اسے کوئی نہ کوئی تحفہ عنایت فرماتے۔

یوسف زینل صاحب

اسی جہاز میں مغل کمپنی کا ایک حصہ دار یوسف زینل بھی ہم سفر تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باورچی کے پکائے ہُوئے کھانے میں سے یوسف صاحب کو دونوں وقت میرے ہاتھ کھانا بھیجتے تھے۔ وہ بہت شکریہ ادا

کرتا اور بار بار کہتا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر حضور فرماتے "وہ بیمار ہے۔ جہاز کا کھانا اس کے لئے مفید نہ ہوگا۔ تم اسے کہنے دو۔ اور شوربا خشکہ پھلکا دے آیا کرو۔" وہ احسان مند ہوتا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں سلام کو بھی حاضر ہوتا۔

یوسف زینل جدّہ کا بڑا رئیس تھا۔ بندرگاہ پر اس کی لانچ آئی ہوئی تھی۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا "پہلے آپ میری لانچ میں ساحل پر تشریف لے چلیں۔ یہ لوگ دوبارہ آکر مجھے لے جائیں گے۔" آپ نے فرمایا "آپ تشریف لے جائیے میں تو مسافر اور درویش ہوں۔ عام کشتی میں آجاؤں گا۔" اس وقت تو زینل صاحب لانچ پر بیٹھ کر بندرگاہ پر چلے گئے۔ مگر دوبارہ حضرت کے لئے لانچ بھیج دی۔ ہم جدّہ میں وکیل کے مکان پر پہنچے ہی تھے کہ زینل صاحب نے پھلوں کی کئی پیٹیاں ارسال کیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "ہم تو چند آدمی ہیں۔ اتنے کا کیا ہوگا۔" یوسف زینل صاحب نے کہلا بھیجا "وہ آپ اکیلے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پاس بہت مہمان بھیجتا ہے۔" دوسرے دن زینل صاحب نے حضرت کے اعزاز میں ایک بہت بڑی دعوت کی، جس میں کئی سو مہمان شامل تھے۔

مدینہ منورہ کے معلم شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتوں کا ذکر بھی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ وہ کئی بار دعوتیں کرتے۔ اور باغات میں جاکر نہایت عمدہ قسم کے کھانے تیار کراتے اور اصرار کرکے کھلاتے۔ انواع اقسام کی چیزیں ہوتیں، سالم دُنبے بھی ہوتے۔ ہزارہا روپے دعوتوں پر خرچ کرتے۔ پھر بھی کہتے حضرت تو بادشاہ ہیں، ہم آپ کے شایان شان کچھ نہیں کر سکتے۔

افغانستان کے سفر کے ذکر میں بیان ہوا ہے کہ آپ نے نادرشاہ بادشاہ کی دعوت میں شریف مکّہ کی دعوت کا ذکر فرمایا تھا۔ کہ کس طرح حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سُنّت رسول کے مطابق ہاتھ سے کھانا کھا کر سب کو اسلامی طریقہ پر عامل ہونے کی راہ دکھائی تھی۔

جالی مُبارک کے اندر شب باشی

ترکوں کے زمانے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی بہت سی مراعات حاصل تھیں جو اوروں کے نصیب

میں نہ ہوتیں۔ آپ مدینہ منوّرہ میں رات کو روضہ شریف کی جالی مبارک کے اندر شب باش ہوتے تھے۔ پُرانا اور نیا دستور یہاں کا یہ ہے کہ نماز عشاء کے کچھ بعد سب کو حرم شریف سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر حضرت کے ساتھ یہ خصوصی رعایت تھی کہ آپ جالی مبارک کے اندر رات بسر کرتے تھے۔ اور مزید یہ کہ اپنے ہمراہ ہر رات چار اشخاص کو جالی مبارک کے اندر رکھ سکتے تھے۔ ساتھیوں میں سے باری باری چار چار خوش نصیب لوگ اس سعادت سے سرفراز ہوتے اس بات کا ذکر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ ملفوظات شریف میں بھی آیا ہے۔

اپنی جماعت الگ کرنا

سلطان ابن سعود کے زمانے میں آپ حج کو تشریف لیجاتے تو مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ میں سرکاری امام کے پیچھے نماز میں شامل نہ ہوتے اور اپنی جماعت ہمیشہ الگ کرتے۔ امیر مدینہ سے یہ شکایت کی گئی تو اس نے بُلا کر دریافت کیا کہ "ہماری جماعت کے ساتھ آپ نماز کیوں ادا نہیں کرتے" آپ نے فرمایا "جس پانی کو آپ پاک سمجھتے ہیں، وہ حنفیوں کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ اب کیا معلوم کہ امام نے کیسے پانی سے وضو کیا ہے" اس نے اعتراض کیا کہ "آپ روضہ شریف کی طرف مُنہ کر کے دُعا مانگتے ہیں، اس لئے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں" حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے جواب دیا "ہم تو شرک نہیں کرتے۔ ہم تو اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (ترجمہ) "تم جس طرف کو بھی مُنہ کرو گے وہاں اللہ کے روبرو ہو گے" پر عمل کرتے ہیں۔ تمھی نے اللہ تعالیٰ کو کعبہ شریف میں بند کر رکھا ہے" اس نے کہا "مدینہ شریف سے چلے جاؤ۔" آپ نے فرمایا "ہم نے مدینۂ منوّرہ میں زیادہ دن قیام کرنے کے لئے سارے قافلے کا کئی ہزار زائد ٹیکس ادا کیا ہے وہ ہم کو واپس کر دو" اس پر وُہ لاجواب ہو گیا۔ اس نے اپنے خادم سے کہا "شاہ صاحب کے لِئے چائے لاؤ" آپ نے فرمایا "میں اس وقت چائے نہیں پیوں گا" اور واپس تشریف لے آئے۔

مولوی اسماعیل غزنوی مرحوم بھی حج کو گئے ہُوئے تھے، ان کو علم ہُوا تو انھوں نے سلطان ابن سعود کو سارا واقعہ سُنایا۔ سلطان نے کہا تم میری طرف سے شاہ صاحب کی کھانے کی دعوت کر دو، تاکہ وہ خود آکر سارا معاملہ بتائیں۔ حضرت سے عرض کیا گیا تو آپ نے نہایت

سخت الفاظ میں دعوت رد فرما دی - اور فرمایا وُہ سخت بے ادب ہے۔ اس نے جنّت البقیع کے تمام مزارات کو منہدم کرا دیا ہے - اور دوسری خرابیاں بھی کی ہیں ۔ عرض کیا گیا آپ دعوت قبول نہیں کرتے ، تو بھی وہاں جاکر امیر مدینہ کا سارا معاملہ تو سُنا دیں - آپ نے فرمایا "مَیں تو مدینہ والوں کا غلام ہُوں - چہ جائیکہ امیر مدینہ کی شکایت کروں ، اور قیامت کے دن شکایت کرنے والوں میں اٹھایا جاؤں ۔" دریافت کیا گیا دعوت کی بابت کیا جواب دیا جائے - ارشاد ہُوا "وُہ بادشاہ ہے - مَیں فقیر ہُوں - اس لئے مجبور ہُوں ۔" یہی تفصیل سلطان ابنِ سعود کو پہنچا دی گئی - سلطان نے امیرِ مدینہ کو تبدیل کر دیا - اور آپ کے علیحدہ جماعت کرنے سے معترض نہ ہُوئے ۔

آپ کے دل میں صرف اللہ ربّ العزّت کا خوف تھا - اور آپ احکام الٰہی کے معاملے میں کسی بڑے سے بڑے حاکم اور جابر کی بھی پروا نہ کرتے تھے ۔

بندۂ مومن کا دل بیم و رجا سے پاک ہے ۔ قوتِ فرماں روا کے سامنے بیباک ہے (اقبالؒ)

مدینہ مُنوّرہ میں فرودگاہ

ابتدائی زمانے میں تو معلوم نہیں کہ آپ مدینہ منوّرہ میں کہاں قیام فرماتے تھے - البتہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے آپ ہمیشہ مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر قیام کرتے رہے - عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں ایک بار قیام فرمایا ، پھر بغیر کسی سبب کے دوسری جگہ تشریف نہ رکھتے - چنانچہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۹ء کے آخری حج تک آپ مولوی ضیاء الدین صاحب ہی کے گھر ٹھیرتے رہے - مولوی ضیاء الدین صاحب کلاس والا کے باشندے ہیں - کلاس والا علی پور سیداں سے پانچ میل مغرب میں ہے - آپ ہجرت کے ارادے سے مدینہ منوّرہ گئے تو پھر واپس نہیں آئے - مولوی صاحب نے اب تک حضرت کی چارپائی اور بستر محفوظ رکھا ہُوا ہے -

حرمین کے معلّم

مکّہ شریف اور مدینہ شریف کے معلّم بھی ہمیشہ ایک ہی رہے محمد حسین سندھی صاحب مکّہ معظمہ کے اور شیخ عتیق صاحب مدینہ منوّرہ کے - ان دونوں کی وفات کے بعد ان حضرات کے جانشین عبدالمحسن صاحب اور غلام حیدر صاحب معلّم بنتے رہے ۔

مدینہ میرا وطن ہے

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غرق تھے۔ آپ فرمایا کرتے "مدینہ پاک میرا وطن ہے، اور یہی معنے ہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کے" (ترجمہ) "وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے"۔

مدینہ منورہ کی چیزوں سے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عشق تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ شریف کی ہر چیز پیاری تھی، سنتِ نبویؐ کے اتباع میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدینہ شریف کی ہر شے سے محبت تھی۔ آپ کھجوریں، خاکِ شفا، رومال، ٹوپیاں، تسبیح، جانماز اور دیگر تبرکات کے علاوہ مدینہ شریف سے ہر قسم کے بیج خرید کر لاتے۔ اور ان کو اپنی زمینوں میں کاشت کراتے تھے۔ جب ان میں سے کوئی چیز دسترخوان پہ آتی تو بڑے شوق سے تناول فرماتے، اور دوسروں سے بھی کہتے۔ "خوب کھاؤ، یہ مدینہ منورہ کی ہے"۔ اکثر بال بچوں کے لئے بھی عطا کرتے کہ "گھر لے جاؤ۔ یہ مدینہ شریف کی چیزیں ہیں۔ برکت ہوگی"۔ آپ مدینہ شریف کی صراحیاں بھی لاتے۔ خود ہمیشہ وہیں کی صراحی سے سفر حضر میں پانی پیتے۔ بعض یارانِ طریقت کو بھی صراحی عطا فرماتے۔

آپ مدینہ شریف سے کپڑا بھی لاتے تھے۔ خود وہاں کا کپڑا زیب تن فرماتے، خوش ہوتے، اور فخر سے فرماتے "یہ مدینہ شریف کا ہے"۔ ایک دفعہ سردی کے موسم میں نواب افتخار حسین خان ممدوٹ علی پور شریف آنے والے تھے۔ آپ نے عبدالعزیز درویش سے فرمایا "میرے کھدر کے کپڑے لاؤ"۔ اس نے عرض کیا "نواب صاحب کیا کہیں گے کہ آپ کھدر کے کپڑے پہنے ہیں"۔ ارشاد ہوا "یہ کھدر مدینہ شریف کا ہے۔ یہ نواب کے بڑوں کو بھی نصیب نہیں"۔

مدینہ شریف کے بازاروں میں مختلف دوکانوں سے مٹھائی وغیرہ خرید کر ساتھیوں کو کھلاتے اور فرماتے "کھاؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ہم جہاں بھی کھائیں حضور خوش ہوتے ہیں"۔ ایک دن بازار میں ایک سبزی فروش آواز دے رہا تھا۔ اِشْتَرُوا الْبُوْدِیْنَۃَ زُوْرُوْا الْمَدِیْنَۃَ (ترجمہ) "پودینہ خریدو اور مدینہ کی زیارت کرو"۔ آپ نے مجھے حکم دیا "سارا پودینہ خرید لو۔ خدا اسے سچا کرے"۔

یہ بات اُوپر آچکی ہے کہ حضور والا ہمیشہ پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے، اور تمام

رفقا کو بھی پہلے مدینہ شریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ میرے حبیبؐ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ گے تو مجھے پا لو گے۔

دربارِ نبوت میں حاضری

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جس طرح سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کامل تھا، اسی طرح ادب بھی بے نہایت تھا۔ سچ ہے

ع "عشق بن یہ ادب نہیں آتا" آپ مدینہ منورہ پہنچ کر اوّل غسل فرماتے، پھر ـــــ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دربار رسالتؐ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے۔ حضوری کے وقت آپ کا جسم کانپتا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے۔ چہرۂ مبارک کی رنگت کبھی سرخ ہو جاتی کبھی زرد۔ مواجہہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا کر بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی کافی دیر تک پنکھا جھلنا پڑتا۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپ پر کامل رعب طاری ہے۔ یہ شہنشاہوں کے شہنشاہِ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی حاضری کوئی آسان بات نہیں۔ بے خبروں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

ایک دفعہ میں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا "آپ جالی مبارک کو بوسہ دے لیں"۔ لیکن آپ اسی طرح ادب سے کھڑے رہے۔ واپس آ کر فرمایا "تم کو نجدی سپاہی کچھ نہیں کہتے"۔ میں نے عرض کیا "وہ میرے دوست بن گئے ہیں"۔ فرمایا "یہ تو اپنی ماں کے بھی دوست نہیں ہوتے تمہارے دوست کس طرح بن گئے"۔ میں نے جواب دیا "مولوی ضیاء الدین صاحب سے میں نے دریافت کیا تھا کہ حکومت کے آدمیوں کو کچھ دیا جائے یا نہیں"۔ تو مولوی صاحب نے کہا "یار کے دروازے پر کتا ہو تو روٹی ڈال کر رسائی حاصل کرنے میں کوئی ہرج نہیں"۔ حضرت نے فرمایا "میں تو ایسے کتے کو جو یار کا بے ادب ہو روٹی نہیں ڈالتا۔ تمہاری مرضی"۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے افسروں اور ملازموں کی کوئی خدمت نہیں کرتے تھے۔ بعض کوچوں میں سے گنبد مبارک نظر آتا تھا۔ آپ انھی کوچوں سے ہو کر حاضری کے لئے جاتے، اور راستے میں دیر تک کھڑے ہو کر، خوب جی بھر کے زیارت سے مشرف ہوتے۔

حکومت نے پابندی لگا رکھی ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ میں دس دن سے زیادہ نہ رہے۔ زیادہ ٹھہرنا چاہے تو فی کس ایک ریال روزانہ زائد ٹیکس ادا کرے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ ٹیکس دے کر حرم نبویؐ میں زیادہ عرصہ گزارتے۔ دوسرے ہمراہی بھی ٹیکس دے کر قیام کی مدّت بڑھاتے۔ اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کے قریب مکۂ معظمہ کے لئے روانہ ہوتے۔

مدینہ منوّرہ میں صدقاتِ جاریہ

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مدینۂ منوّرہ میں ہر سال جو بے شمار روپے تقسیم فرمائے وہ تو حساب میں آ ہی نہیں سکتے۔ اس کے علاوہ صدقاتِ جاریہ میں آپ سعی بلیغ فرماتے۔ سرزمین طیبہ میں آپ نے ایک یتیم خانہ تعمیر کرایا۔ اور جو سابق یتیم خانے تھے ان کی بیش قرار مدد کی۔ آپ نے جو یتیم خانہ بنوایا تھا، اس کا ناظم بمبئی والے سیٹھ دادا کے بڑے بھائی کو مقرر کیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد دادا سیٹھ کی دستار بندی کرائی اور اُن کو ناظم بنایا۔ اس ادارے کو ہر سال اپنی جیب خاص سے ہزاروں روپے عطا کرتے۔ آپ کی تقلید میں اور ترغیب سے دوسرے لوگ بھی بہت زیادہ امداد کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں وہاں ایک جلسے میں مَیں بھی شامل تھا۔ مجھ سے تقریر کی فرمائش ہوئی۔ مَیں نے تقریر کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چار ہزار روپیہ پیش کیا۔ تو اٹھارہ ہزار روپیہ اسی وقت اور جمع ہو گیا۔ الحمدُ للہ کہ وہ یتیم خانہ اب بھی بخوبی خلقِ خدا کی خدمت کر رہا ہے۔ اور اس کی عمارت دو منزلہ بن گئی ہے بخشی مصطفٰے علی خاں صاحب مہاجر مدنی اس کی بہبود میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔

اُبوالعرب کا لقب

حجازِ مقدس کی خدمت میں حضور کو خاص اہتمام تھا۔ ہر موقع اور ضرورت پر خود بھی بے دریغ خدمت فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کارِ خیر میں حصّہ لینے کی ترغیب دیتے۔ ایک دفعہ عرب شریف میں سخت قحط پڑا تو آپ نے "مدینہ فنڈ" قائم کیا۔ اس کی رسیدیں چھپوائیں اور بڑے اہتمام سے امدادی کام شروع فرمایا۔ خود زرِ خطیر عطا کیا اور دوسروں سے بے شمار روپیہ جمع کر کے بھجوایا۔ عرب میں اس خدمتِ جلیلہ کو بہت سراہا گیا اور آپ کو "ابوالعرب" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

مکۂ معظّمہ میں حاضری

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے مکۂ معظمہ حاضر ہوتے تو خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت مستجاب الدعوات ہونے کی دعا مانگتے۔

خانۂ کعبہ کی عمارت کے اندر نہ خود داخل ہوتے نہ دوسروں کو اجازت دیتے۔ بلکہ منع فرماتے اور خلافِ ادب جانتے۔ دھوپ اور چاندنی میں جب کہ خانہ کعبہ کا سایہ فرش پر پڑتا ہو طواف فرماتے۔ تاکہ خانۂ کعبہ کے سایہ پر پاؤں نہ پڑنے پائیں۔ آخر عمر میں جب کہ آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے، کمزوری کے باعث بعض واجبات کی ادائگی کے لئے وکیل مقرر کرتے۔ طواف اور صفا و مروہ کی سعی اسٹریچر (کھٹولے) پر کرتے تھے۔ طواف کے بعد معلّم کو انعام سے نوازتے اور سب ساتھیوں کو بھی ہدایت فرماتے کہ "ان کی خوب خدمت کرو۔ انھوں نے ہم کو خانۂ کعبہ کا طواف کرایا ہے"

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری میں خدمت

ایک حج میں ایسا ہوا کہ میدان عرفات میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے خیمہ کو بھول کر دوسری سمت میں چلے گئے۔ حضرت قاری صاحب اس وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ مگر دونوں کے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ موسم خوب گرم تھا۔ پیاس لگی تو پانی میسّر نہ آیا۔ خیمہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔ گرمی، پیاس اور تھکن کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ نیز پیشاب بند ہو گیا۔ اس کے بعد ساری زندگی پیشاب کی تکلیف رہا کی ہے۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری اور ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی نے علاج شروع کیا۔ اس وقت چودھری ابراہیم صاحب کنڑو والوی چوبیس گھنٹے خدمت عالی میں حاضر رہتے تھے۔ جب حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جدّہ واپس آگئے ہیں تو آپ نے چودھری ابراہیم صاحب سے فرمایا کہ تم مدینہ منوّرہ حاضری دو۔

انھوں نے عرض کیا کہ "میں آپ کو بیماری کے اس عالم میں چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں" ارشاد فرمایا "مجھے گنہگار نہ کرو۔ اور ضرور جاؤ"۔ غرض بڑی تاکید سے ان کو مدینہ منوّرہ کی حاضری پر مجبور کیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد حاجی منشی احمد دین صاحب (ساکن کالرہ کلاں) نے تیمار داری کے فرائض سنبھال لیے۔ وہ بھی حضرت پیر ولایت شاہ صاحب کے ساتھ اس سفر میں حاضر خدمت تھے۔ بحری جہاز میں بھی منشی صاحب دن رات خدمت کرتے رہے۔ بعد میں ایک دفعہ منشی صاحب نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی، تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا "میں تمھاری حج کے زمانے کی خدمت نہیں بھولا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم کو بہت دیں گے"

یاروں کو حج کی ترغیب اور حکم

جس طرح حضورِ والا کا تمام وقت اشاعت دین اور تلقین مذہب میں صرف ہوتا تھا، اسی طرح آپ سب دوست احباب کو حج کی ترغیب بھی دیتے رہتے تھے کسی سے کہتے "تم پر حج فرض ہے، اس سال ضرور چلنا ہے"۔ کسی کو ہدایت ہوتی "زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ حج کے فریضہ سے فوراً سبکدوشی حاصل کرو"۔ اگر کوئی عرض کرتا "حضور! میرے پاس تو زادِ راہ کا کوئی انتظام نہیں"۔ ارشاد ہوتا "بس تم نیت کر لو۔ انتظام ہو جائے گا"۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خود بخود خلاف اندازہ و توقع انتظام ہو جاتا۔ کسی سے فرماتے "حج مبارک ہو"۔ وہ حیران ہوتا کہ نہ میرا ارادہ ہے نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے، یہ کیسی مبارک باد۔ لیکن غیب سے مدد ہو جاتی اور کوئی نہ کوئی وسیلہ پیدا ہو جاتا۔

حاجی خوشی محمد صاحب زرگر خلیفہ مجاز سے علی پور شریف میں فرمایا کہ تم بھی حج کو چلو۔ اُنھوں نے کہا میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ فرمایا "تم تیاری کرو۔ اللہ مسبب الاسباب ہے"۔ جب وہ فیروز پور اپنے گھر پہنچے تو غیب سے زادِ راہ کا انتظام ہو گیا۔ ایک مائی نے خود اپنے گھر بُلا کر کہا "تمہارے حج کے اخراجات میں برداشت کروں گی، تم جا کر حج کر آؤ"۔

چوہدری غلام جیلانی صاحب مہاجر ہوشیار پوری (حال لائل پوری) نے خود بیان کیا۔ کہ "مجھ سے حضور نے فرمایا تم حج کو چلو گے۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تو خرچ بالکل نہیں ہے۔ فرمایا تیاری کرو، سب انتظام ہو جائے گا۔ انھوں نے گھر پہنچ کر ایک رشتہ دار کو تار دیا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ "آمد و رفت کا کرایہ ارسال کرتا ہوں۔ میری بیوی کو ساتھ لے جا کر حج کر آیئے"۔ چنانچہ ان کو حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی طرح بھائی نصیب خان صاحب مرحوم خلیفہ مجاز کو بھی بھائی ذاکر علی صاحب کی وساطت سے حج کروا دیا۔

حاجی عبدالواحد صاحب لائل پوری سے فرمایا "تم نے مسافروں کی امداد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے گا"۔ ہفتہ گذرا تو وہ میرے پاس آئے۔ بہت خوش تھے۔ کہا کہ "میری حج کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔ جس روز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جزا کا مژدہ سُنایا تھا میرے پاس کچھ نہ تھا۔ مگر اب خدا کے فضل سے زادِ راہ کا بھی انتظام ہو گیا ہے"۔

۱۹۳۲ء کے حج کے لئے پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی اور پروفیسر حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما (ہر دو خلیفہ مجاز آگرہ) کو ہدایت فرمائی کہ "اس سال ہمارے ساتھ حج کو چلو"۔ وہ سخت حیران کہ نہ چھٹی کا کوئی انتظام نہ زادِ راہ میسر، کیوں کر تعمیل ارشاد ہوگی۔ لیکن حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر کامل اعتماد بھی تھا۔ آخر یہی ہوا کہ سب انتظامات بآسانی مکمل ہوگئے۔ یہ دونوں حضرات خود ہی نہیں گئے بلکہ ان کی والدہ صاحبہ اور فریدی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے بھی سعادت حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حاجی محمد اسحاق صاحب امرتسری سلام کو حاضر ہوئے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کو تشریف لیجانے والے تھے۔ ان سے کہا "حج مبارک"۔ شام تک ان کا سفر خرچ مہیا ہوگیا۔ جہلم والے صوفی اللہ دتا صاحب سے بھی اسی طرح فرمایا اور وُہ حج و زیارت کی سعادت سے فیض یاب ہوئے۔ پیر ولایت شاہ صاحب، منشی احمد دین صاحب، کو بھی یہ سعادت اسی طرح نصیب ہوئی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ بعض لوگوں کے لئے دُعا فرماتے وہ حج و زیارت کی سعادت پالیتے۔ بعض لوگوں کو اپنے خرچ پر ساتھ لے جاتے۔ کچھ لوگ خدمت کے لئے ہمراہ جاتے۔ آپ کے خادم خاص حاجی بوٹا صاحب نے اتنے حج کئے تھے کہ کسی دولت مند شخص کو بھی نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ حاجی عبداللہ صاحب امرتسری کو خدمت کی بدولت کئی دفعہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔ حاجی محمد الدین صاحب فوجی، سائیں فضل دین صاحب درویش، امام الدین صاحب کمہار درویش۔ سائیں حبیب اللہ صاحب، حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر، دوسرے حاجی عبدالعزیز صاحب درویش، حاجی سید احمد صاحب خادم خاص، نیز حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے کئی خدام نے خدمت کے طفیل حج اور زیارت کا شرف حاصل کیا۔

بعض کو ہجرتِ مدینہ کا حکم دینا

بعض یاروں کو حضورِ والا رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ تم ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ چلے جاؤ۔ انھوں نے ارشاد مبارک کی تعمیل کی اور بقیہ زندگی جوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم میں بسر کی۔ اور جنّت البقیع میں پیوند خاک ہوئے۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس طرح اپنی ظاہری غیر موجودگی میں بھی وہاں اپنی نیابت کے لئے کسی کی حاضری پسند کرتے تھے۔ حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب خلیفۂ

مجاز (میسور) اب بھی وہاں حکمِ عالی کے مطابق مقیم ہیں۔ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ جانے کا حکم دیا تو بہت سے مسائل درپیش ہوئے۔ بھارت سے ہجرت، بھارت کی پنشن کا پاکستان منتقل ہونا، پھر اس پنشن کا پاکستان سے سعودی عرب بھیجنے کا اجازت نامہ وغیرہ۔ وہاں کے اخراجات کی زیادتی کے پیشِ نظر حضرت بخشی صاحب کی پنشن بہت معمولی تھی۔ مگر یہ تمام مشکلات بخوبی حل ہو گئیں۔ "جماعت منزل" کی تعمیر و تکمیل میں لاکھوں روپے کا صرفہ بھی انھی کے ہاتھوں ہوتا رہا۔ مدینہ منوّرہ کے قیام میں دوبار ان کی پنشن پہنچنی بند ہو گئی۔ تو ان کو اور زیادہ شدائد سے سابقہ پڑا۔ لیکن کچھ دن بند رہنے کے بعد پنشن دوبارہ جاری ہو گئی۔ اور پاکستان سے یہ رقم مدینہ منوّرہ پہنچنے لگی۔ بخشی صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکمِ ہجرت کی مصلحتوں کے عجیب واقعات سُناتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ان کو ہجرت کا حکم دیا تو جہاں اس میں یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نمایندے کی حیثیت سے دربارِ نبوی میں حاضر رہیں گے، وہاں دوسری بہت سی دینی اور فلاحی کشائشیں بھی ملحوظِ خاطر تھیں۔

بارگاہِ رسالت میں تقرّب

قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (ترجمہ) "اے پیغمبرؐ! کہدو کہ اگر تم خدا سے محبّت کرتے ہو تو (اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ) میرا اتباع کرو۔ تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔" یہ کلامِ خدا کی بلاغت کا کمال ہے کہ کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ پیروی اسی وقت کامل کہی جا سکتی ہے جب اسوۂ حسنہ کا قدم قدم پر اتباع کیا جائے۔ جب پیروی کامل ہو گی تو محبت پیدا ہو گی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت راسخ ہو گئی، تو پھر رب العزت اپنے پاک محبوبؐ سے نسبتِ محبّت قایم و استوار کر لینے والے پر اپنے انعامات کی بارش فرماتے ہیں۔ جس کا سب سے ارفع درجہ یہ ہے کہ خود اللہ پاک اس بندے کو اپنی محبت سے

سرفراز فرمائیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اور اعتقاد جس طرح رب تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل درجے کا تھا، اسی طرح آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ہر کام اور ہر وقت میں کامل اتباع مقصود ہوتا تھا، اور اسی لئے آپ ہمہ وقت عشقِ رسولؐ میں سرشار رہتے تھے۔ حرمین الشریفین کا سفر درپیش ہوتا تو آپ قبل از وقت روانہ ہوتے تاکہ ایام حج سے قبل زیادہ مدت مدینہ منورہ میں اور دربارِ رسول کی حاضری میں صرف کر سکیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضورؐ کا ادب

"حج و زیارت" کے بیان میں آچکا ہے کہ نعت کے والہانہ اشعار آپ کو کیسا بے تاب کر دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے آپ کو روحانی کیف اور قلبی سرور حاصل ہوتا تھا۔ اور آپ کا جی چاہتا تھا کہ یہی مبارک ذکر جاری رہے۔ آپ کی محفلوں میں نعت خوانی عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ آپ اچھے اشعار بار بار سنتے اور نعت خوانوں کی ہمت افزائی فرماتے۔ ان کو نقد انعامات سے نوازتے۔

یہ ذکر بھی پہلے آچکا ہے کہ اگر کوئی بدبخت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کسی طرح کی گستاخی کا ارتکاب کرتا تو آپ بے قرار ہو جاتے۔ اور اس کی قرار واقعی سرزنش فرماتے۔ آپ کو یہ گوارا نہ ہوتا کہ کسی قسم کی بدتمیزی اور ہرزہ سرائی آپ کے علم میں آئے اور آپ اس گستاخ شخص کو ضروری سزا فوراً ہی نہ دیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کی ہر شے سے آپ کو کمال محبت و عقیدت تھی۔ جس کا تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے۔ اگر کوئی شخص مدینہ شریف کی کسی چیز کا ذکر نامناسب یا معترضانہ انداز میں کرتا تو آپ اس کو سخت تنبیہ فرماتے۔ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک عزت و احترام سے اچھے اور مناسب الفاظ میں کرتا، اس سے آپ بہت خوش ہوتے، اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی فرماتے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا۔ علامہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی بھی جلسہ کی شرکت

کے لئے آئے تھے۔ انھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ "مَیں نے سُنا ہے اہلِ لاہور میرے درپے آزار ہیں۔ ایسا کیوں ہے"۔ آپ نے فرمایا "مولوی صاحب! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں"۔ مولوی صاحب نے کہا "مَیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر اور مرتد سمجھتا ہوں۔ یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کرسکتا ہوں"۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوگئے اور آپ نے علامہ صاحب کو گلے لگا لیا۔ اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں۔ جلسے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا "علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہو۔ میرے سامنے انھوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے"۔ مولوی صاحب حضرت کے اخلاقِ کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بلند روحانی مدارج

دربارِ خداوندی اور سرکارِ نبوی میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کیا بلند رُتبہ حاصل تھا، اس کا ہم کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ یہ البتہ ہم جانتے ہیں کہ دین کی خدمت اور سنّت نبویؐ کا کامل اتباع کرنے والوں کے لئے مدارج بلند کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور محبّت الٰہی اور عشقِ رسولؐ میں سرشار رہنے والوں کا رتبہ اعلیٰ وارفع بتایا گیا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عمر تبلیغ وارشاد اور خدمت دین وملت میں صرف ہوئی، اس کا اجر جمیل اور صلۂ عظیم یقیناً بارگاہ ربّ العزّت سے عطا ہُوا اور آپ ان مراتب بلند اور مدارج عالی پر فائز ہوئے اور آپ کو اخص الخواص کا سب سے اعلیٰ مقام مرحمت ہوا۔

ولایت کا آخری درجہ پانا

حضرت قبلۂ عالم کے وصال کے بعد مولوی عبدالرشید کو جو عرصہ دراز تک علی پور سیداں کے مدرسے میں مدرس اوّل رہے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی انھوں نے دیکھا کہ آپ نہایت شاندار لباس زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ آپ نے مولوی سے فرمایا "مولوی! میں مدینہ منورہ سے آرہا ہوں۔ ولایت کے چھتیس ۳۶ درجے ہوتے ہیں۔ چھتیسویں درجے کا خلعت مجھے آج عطا ہوا ہے"۔ اس

خلعت کی نورانی چمک دمک سے مولوی کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔

چاہ اروڑ سنگھ والا پر ایک حکیم صاحب نے بیان کیا کہ "ایک نجومی نے مجھے بتایا کہ میں نے تمھارے پیر کے ستارے کا حساب لگایا ہے۔ کئی مرتبہ میرے حساب میں آیا ہے کہ اگر وہ پیر نہ ہوتے تو بادشاہ ہوتے۔"

یاروں کو نبی کریمؐ کی زیارت کرانا

حافظ غلام حسن صاحب علی پور شریف حاضر ہوئے تو مجھ سے دریافت کیا کہ "مجھ جیسے گنہگار کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے؟" اور بیان کیا کہ مَیں زیارت سے مشرف ہُوا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ "اگر تمھیں زیارت ہوئی تو اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ وُہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے۔" ان کو اطمینان نہ ہوا۔ میرے ساتھ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے کچھ عرض کرنے سے قبل حضور نے فرمایا "غلام حسن تمھاری طرف بارش ہُوئی ہے یا نہیں۔" عرض کیا "نہیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "فرنگیوں کا ایک مُلک ہے، وہاں ہر روز بارش ہوتی ہے۔ مدینہ شریف اور مکہ شریف میں کئی کئی سال نہیں ہوتی۔ چٹیل میدانوں میں برستا رہے اور باغ میں ایک قطرہ بھی نہ پڑے۔ وہ مالک ہے جو چاہے کرے۔" اس مثال سے آپ نے حافظ غلام حسن صاحب کے شک کا از خود ازالہ فرما دیا۔ حافظ صاحب پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شفقت اور خاص توجہ تھی۔ ان کو کئی مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ وُہ ہر بار مجھے بتا دیا کرتے تھے۔

مستری فضل دین صاحب ساکن پنجگرائیں کو زیارت کا شرف حاصل ہُوا تو اُنھوں نے حضرت کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت فرمائی کہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں مستری فضل دین صاحب نے خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کی۔ ان دنوں وہ سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ حضور نے خواب میں فرمایا "جسے تین مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہو گئی، وہ فکر کیوں کرے۔" مستری صاحب کو واقعی اس وقت

تک تین بار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس فہمایش کے بعد ان کی ساری پریشانی از خود دُور ہو گئی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں بے شمار خوش قسمت لوگ ایسے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ چونکہ تفصیل سے اجتناب مقصود ہے اس لئے سب کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ خواب تو خواب، کئی یارانِ طریقت ایسے ہیں جن کو آپ نے بیداری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا دیدار کرا دیا۔ اور جتا دیا "کیوں بھائی تمھاری آرزو پوری ہو گئی"۔

بیداری میں زیارتِ رسُول

برادرم عزیزم سیّد نذر حسین شاہ نے بیان کیا کہ ان سے ماسٹر حکیم غلام محمد صاحب سکنہ ناڑہ نے کہا کہ "میں ایک دوست کے ساتھ چورہ شریف حاضر ہوا۔ میرا دوست پہلے سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے داخل سلسلہ تھا۔ اس نے راستے میں مجھ سے کہا کہ میں کوئی دوسرا پیر پکڑنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ میں تو اسے مرشد بناؤں گا جو مجھے عالمِ بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت عام مجلس میں کرا دے۔ غرض ہم دونوں چورہ شریف پہنچے۔ مجلسِ وعظ میں جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا "مرید پیر کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس انڈے کو ایک مرغی گندہ کر دے، اس سے کوئی مرغی بچہ نہیں نکال سکتی"۔ اسی مجلس میں مجھے عالم بیداری میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ وعظ ہی فرمایا کہ "تمھاری سب کی نیّت پُوری ہو گئی ہے"۔ چنانچہ میرے ساتھی نے اپنا غلط ارادہ بدل دیا۔ اور مجھے بھی ہدایت حاصل ہُوئی کہ میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گیا"۔

ڈاکٹر حاجی محمد یٰسین صاحب ساکن راولپنڈی نے سُنایا کہ مجھے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت نصیب ہُوئی۔ جب میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو سب سے پہلے آپ نے مبارکباد دی۔ میں نے عرض کیا کہ وہ خواب میں زیارت ہُوئی تھی۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیداری میں بھی ہوگی۔ جب میں مدینہ منورہ میں مسجد شریف میں حاضر تھا تو میں نے دیکھا کہ ریاض الجنۃ میں روضہ اقدس کے دروازے کے باہر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ بیداری میں زیارت کے شرف سے مشرف ہوا

دربارِ نبوت میں اعزاز

حافظ غلام حسن صاحب کا بیان ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ اس طرح کہ آپ کا ہاتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔ حافظ غلام حسن نے خواب میں حضرت سے مصافحہ کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "پہلے ان سے۔ یہی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا تو ہر روز کلمہ پڑھتا ہے"۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمھارے پیر کی شان دنیا کیا جان سکتی ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول جانتے ہیں کہ اس کے مراتب کتنے بلند ہیں۔ جتنی خدمت اس نے دین کی کی ہے اس زمانے میں کسی نے نہیں کی"۔

ایک دفعہ حافظ غلام حسن صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "غلام حسن تیرے پیر کی شان بہت بلند ہے۔ لوگ اس کے مرتبہ کو نہیں جان سکتے"۔

ایک اور شخص نے خواب میں دیکھا کہ دربار لگا ہوا ہے۔ کرسیاں بچھی ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اولیائے کرام بھی خدمت میں حاضر ہیں۔ ایک کرسی خالی ہے۔ وہ شخص دیکھتا رہا۔ اتنے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے اور اس خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مولوی محمد یوسف صاحب کلانوری

مولوی محمد یوسف صاحب نے بیان کیا کہ "اکثر میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ میرے پیر کی شان بلند ہے یا حافظ صاحب کی" (بہت لوگ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ صاحب یا شاہ صاحب یا امیرِ ملت ہی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔) "میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اولیاءِ کرام اپنے

اپنے رتبہ کے مطابق صفوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور میرے پیر صاحب سب سے آخری صف میں ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ دیکھیں حضرت امیرِ ملّت کہاں ہیں، دربار رسالت میں ان کا کیا مرتبہ ہے۔ غور سے دیکھا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے پنکھا جھل رہے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دُنیادار مولوی اس کی شان کیا جان سکتے ہیں۔ اس نے میرے دین کی بہت خدمت کی ہے۔ تُو اس کے درجے کو کیا دیکھتا ہے، ہم جانتے ہیں" ان مولوی صاحب نے خدمت میں حاضر ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مبارک باد پیش کی۔ تو حضرت نے فرمایا "ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ ان کا لطف و کرم ہے کہ مجھ ایسے ہیچ میرز کو نوازتے ہیں"

اللہ ودھایا صاحب (دلایل پور) بیان کرتے ہیں کہ "میں نے تہجد کے وقت خواب میں دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہے اور حضرت امیرِ ملّت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وضو کرا رہے ہیں۔ میں نے یہ خواب حضرت مولوی امام الدین صاحب سے بیان کیا۔ اور ان کی اجازت کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا "حاجی صاحب! مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔ حاجی صاحب! عصر کا وقت نہیں ظہر کا وقت تھا"۔ سُبحان اللہ! کیا مقام ہے!! حضور نے مجھے چار بار مبارک دی تھی۔ نتیجہ یہ کہ مجھے چار دفعہ حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ورنہ اسکول کے ایک غریب مدرس کو یہ توفیق کہاں ہو سکتی ہے"

مرتبہ قُطبیت و غوثیت

حاجی میاں احمد صاحب کوہاٹی نے بیان کیا کہ وہ حج و زیارت کے لئے گئے تو مدینہ منوّرہ میں پشاور بہادر گلی کے ایک بزرگ حاجی حافظ محمد عمران صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے چھیالیس حج کئے تھے اور اکثر دربارِ نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ بڑے روشن ضمیر اور بزرگ آدمی تھے۔ حاجی عمران صاحب نے بیان کیا کہ "جب تک کسی کی مسل پر حضرت آغا خلیل صاحب دستخط نہ کریں، اس کا ولایت کے کسی درجہ پر بھی تقرر نہیں ہوتا"۔ حاجی میاں احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حاجی عمران صاحب سے کہا کہ "دہلی کی جامع مسجد میں باتیں ہو رہی تھیں تو میں نے سُنا تھا کہ آج کل غوثِ

زمانہ فلاں بزرگ ہیں۔" حاجی عمران صاحب تنک کر بولے "بھائی جو غوثیت اور قطبیت یہاں سے ملتی ہے وہ تو نہیں، البتہ جامع مسجد دہلی سے ملی ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔" میاں احمد نے سوال کیا "اچھا بتایئے، اس وقت ہمارے حضرت قبلۂ عالم محدث علی پوری کس درجۂ ولایت پر فائز ہیں۔" حاجی عمران صاحب کہنے لگے کہ "اس وقت تمام رُوئے زمین پر آپ کا تصرف ہے۔ درجہ ولایت میں کوئی مرتبہ باقی نہیں جو آپ کو نہ ملا ہو۔"

دربارِ رسالت سے خلعتِ فاخرہ

اس کے بعد حاجی عمران صاحب نے فرمایا۔ "میں کبھی کسی بزرگ اور ولی اللہ سے ملنے کا مشتاق نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرا تعلق شہنشاہوں کے شہنشاہ سے ہے۔ اس در کے بعد کسی اور کی جانب رُخ کرنے کے کیا معنی۔ مگر ایک واقعہ ایسا گزرا کہ اب مجھے حضرت قبلہ محدّث علی پوری کی خدمت میں حاضری کا شوق تڑپاتا رہتا ہے۔" پھر حاجی صاحب نے یہ تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ:

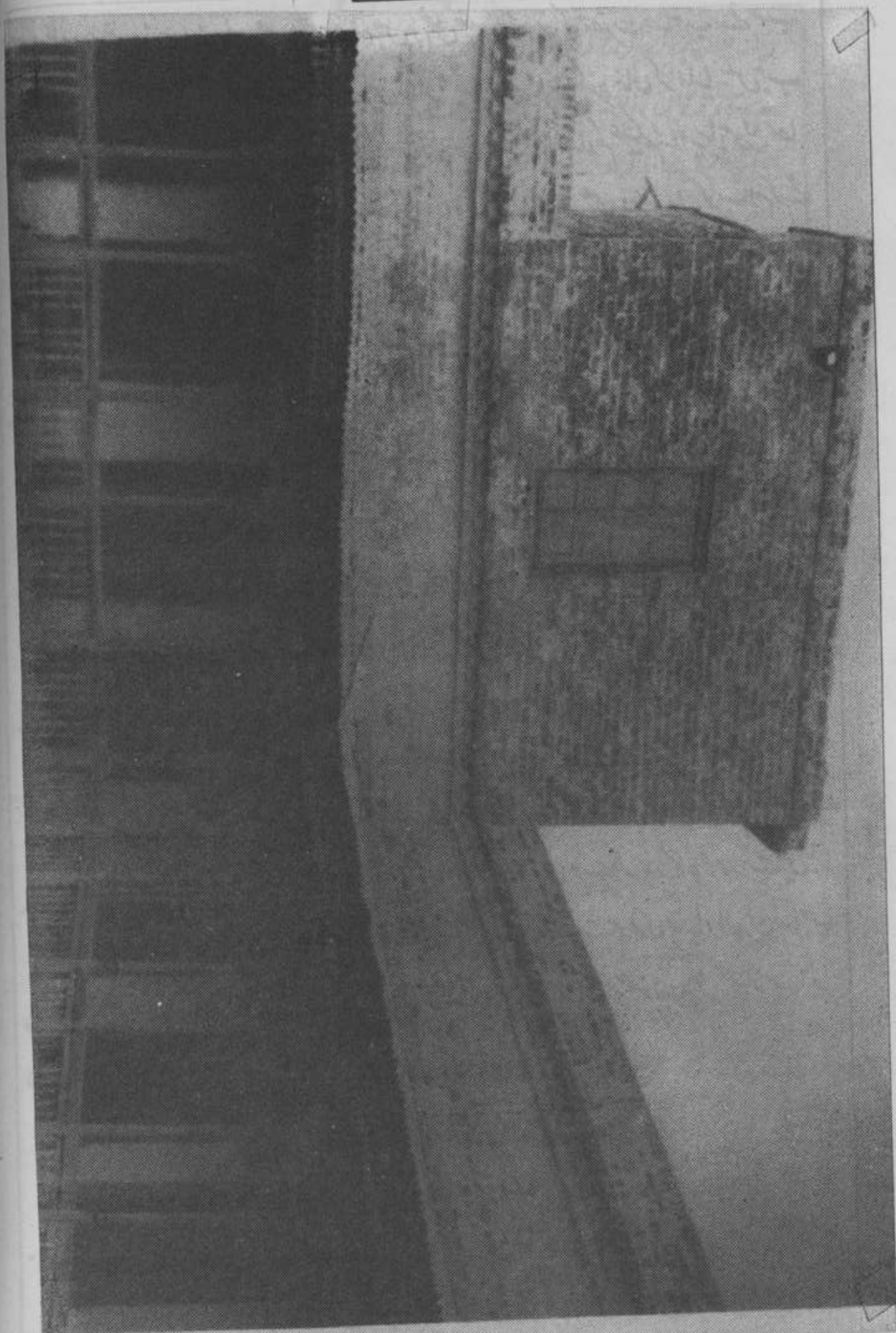
"ہر سال حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوتا ہے۔ جس میں سب کو حسبِ مراتب خلعت عطا کئے جاتے ہیں۔ ایک بار جب دربارِ عالی کا انعقاد ہوا۔ تو حسبِ دستور سب کو خلعت مرحمت کئے گئے۔ مگر ایک بہت شاندار اور قیمتی خلعت سب سے علیحدہ رکھا تھا۔ اس پر ہر ایک کی نظر تھی اور یہ معلوم کرنے کے مشتاق تھے کہ یہ کس خوش نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ آخر حضرت قبلہ عالم محدّث علی پوری کا نام پکارا گیا۔ آپ اس سال حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ عرض کیا گیا کہ وُہ اس سال حاضر نہیں ہوئے۔ اس پر میرا نام لے کر حاجی عمران کہہ کر پکارا گیا۔ میں نے عرض کیا "لبیک! بندہ حاضر ہے۔" ارشاد ہوا "یہ خلعت تمھارے حوالے ہے۔ ہماری یہ امانت لے کر علی پور سیداں جاؤ۔ اور شاہ صاحب کو پہنچاؤ۔" حاجی عمران صاحب نے کہا یہ دیکھ اور سُن کر میں ششدر رہ گیا۔ اور اس دن مجھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان کا اندازہ ہوا۔"

حاجی عمران صاحب نے آگے فرمایا کہ "ایامِ حج گزرنے کے بعد میں واپس ہوا تو سیدھا

علی پور شریف حاضر ہوا۔ میں ابھی حویلی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ حضرت صاحب نے سب حاضرین کو حکم دیا کہ باہر دوسرے کمرے میں جاکر بیٹھو۔ اور اپنا کمرہ خالی کرالیا۔ میں جب دروازے پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی "حافظ صاحب! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ"۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت صاحب نے سلام میں مجھ پر سبقت فرمائی۔ ورنہ ہمیشہ میں دوسروں کو سلام کرنے میں سبقت کیا کرتا ہوں۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور دَوڑ کر قدم چُوم لئے۔

میاں احمد صاحب کہتے ہیں کہ "میں نے حاجی عمران صاحب سے دریافت کیا کہ پھر آپ نے حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں خلعت پیش کیا؟۔ حاجی صاحب نے جواب دیا "میاں صاحب! تم تو ہر بات کی تحقیق کرتے ہو۔ یہ باتیں پوچھنے کی نہیں ہوتیں"۔ پھر فرمایا "اب میرا یہ حال ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہاں آتا ہوں تو واپس جانے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں، مجبور ہوں، تین چار جگہ درس قرآن کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ ورنہ میں تو ہمیشہ حضور کی خدمت ہی میں حاضر رہتا"۔

حضرت بخشی مصطفٰے علی خان صاحب کا مکتوب تعزیت آخر میں پیغامات تعزیت کے عنوان کے تحت مطالعہ کیجئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شریف کے بعد روضۂ مطہرۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پہ حاضری دے کر بارگاہ صمدیت میں جانا دربارِ نبوّت میں حضور کے تقرب کی روشن دلیل ہے۔ حضرت مولوی ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی کے اس بیان کا اقتباس "وصال مبارک" کے عنوان میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔



شیش محل کا اندرونی منظر " کونے میں باب رحمت ہے "

باب چہارم

تبلیغ وارشاد

تجدید واحیاءِ دین — تبلیغ وارشاد — دکن میں — کشمیر میں — جدید تعلیم والوں میں — فوجیوں میں — افغانستان میں — ردِّ مرزائیت — ردِّ اہلِ حدیث — چور ڈاکو کو پارسا بنانا — جنّات کو مرید بنانا۔

تجدید و احیاء دین

"حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دَور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نورِ ایمان سے دِلوں کو روشن کردے۔ کفر و الحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔ اور ڈرے سہمے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شپرّہ چشمی کی بدولت خلقت اس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام النّاس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صِبْغَةَ اللّٰہِ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا رسُول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبردِ آزما تھے اور ہندوستان سے اسلام کا نام ہٹا دینے پر کمربستہ۔ غرض پورا برِ صغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دَور سے مماثل نظر آتا تھا۔"

اس تمہید کے بعد حضرت صاحبزادہ مولانا فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار شریف نے علی پور شریف کے جلسے میں فرمایا تھا کہ "ایسے وقت میں جب کہ روشیں ویران اور آبجوئیں خشک ہو چکی تھیں، کہ اچانک ابرِ رحمت نمودار ہوا گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہویدا ہوئے۔ اس کا تقاطر بہار آفریں اور مُردہ زمین کو حیاتِ جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پہ رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سرِ نو خلعت برگ و بار عطا ہوا۔ کہ وہ آفتاب عالم تاب طلوع ہوا۔

اس نیرِ اعظم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے ، ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا و روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منوّر و ضوفشاں کر دیا۔ ان سیاہ ذرّوں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازت عالم تاب سے پژمردہ دلوں کو گرمایا۔ اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا۔ اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا۔ نہ جلسہ تھا نہ جلوس۔ نہ انجمن تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت امیر ملّت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یکہ و تنہا اصلاحِ دین کا بیڑا اٹھایا تھا"

انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی

انیسویں صدی میں مسلمانانِ ہند کی مذہبی حالت بے حد زبوں تھی۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکساں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ دیہات کے مسلمان تو صرف برائے نام مسلمان تھے۔ سکھا شاہی کے اثراتِ بد کی وجہ سے شمالی ہند اور خصوصاً پنجاب میں مسلمانوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ سکھوں کی وحشی حکومت اور ان کی بربریت و اقتدار ختم ہوا تو انگریز آئے۔ وہ ان سے زیادہ اسلام دشمن اور مسلم کش تھے انہوں نے معاندینِ اسلام کے کام کو اور آگے بڑھایا۔ اپنے منافقانہ اور مفسدانہ عزائم کو نئی شکل دی۔ اور اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کئے۔ جگہ جگہ اپنے پادری بھیجے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئے طریقے استعمال میں لائے۔ تاکہ مسلمان صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں۔ ان میں حلال و حرام کا امتیاز جاتا رہے۔ اور اسلام کی بیخ کنی کی راہ ہموار ہو جائے۔

ہندوستان میں مسلمانوں پر جو برا وقت آیا تھا اس کا آغاز دو سو سال قبل ہو چکا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی اجتماعی کوششوں اور سکھا شاہی نے اسے تقویت پہنچائی۔ اور انیسویں صدی عیسوی میں اس پورے برّ صغیر میں دینِ متین کا چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آنے

لگا۔ عام مسلمانوں اور خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور دوسرے احکامِ شریعت مطلق بھول چکے تھے۔ اسلامی اعمال و شعائر سے قطعاً نابلد ہو چکے تھے۔ رمضان شریف میں دن کو پکاتے اور کھاتے تھے۔ نماز کی کوئی پروا نہیں رہی تھی۔ اسی طرح دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے اور ان کو احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں۔ اور راہِ راست سے کتنی دُور بھٹکے جا رہے ہیں۔

اکثر مقامات اور دیہات میں مسلمانوں کے نام بھی ہندوؤں جیسے ہونے لگے تھے۔ وُہ ہندوؤں اور سکھوں کا پس خوردہ کھاتے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہندوؤں کے کنوؤں پر ان کو دُور کھڑا کر کے اوک سے پانی پلایا جاتا اور انھیں شرم نہ آتی تھی۔ مسلمان اگر ہندو کے چوکے اور رسوئی کے پاس سے گزر جائے تو اُسے پلید سمجھنے لگتے تھے اور اس مسلمان کی توہین و تذلیل کرتے تھے۔ سکھوں کے گھروں میں بیٹھ کر مسلمان ان کا جھٹکے کا گوشت کھاتے تھے اور حرام حلال کی تمیز باقی نہیں رہی تھی۔ گاؤں میں مسجدیں منہدم کر دی گئی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بھی ویران اور غیر آباد تھیں۔ سکھ مسجدوں میں اذان کے روادار نہ تھے۔ اگر کوئی جرأت کر کے اذان دیدیتا تو اس کو مارتے پیٹتے اور سختی سے پیش آتے تھے۔ مسلمانوں کو ذبیحہ کی اجازت نہ تھی۔ گائے تو کیا کوئی بکری بھی ذبح کرے تو اس کو زدوکوب کرتے تھے اور جھٹکے کا گوشت کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ غرض مسلمانوں کی زبوں حالی اور اسلام کو مٹا دینے کی کوششیں شباب پر تھیں اور مسلمان روز بروز قعرِ مذلت میں گرتے جا رہے تھے۔

ہندو ماشکی (جھیور) مسلمانوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ اور یہ پانی صرف ہندوؤں کے کنوؤں سے لایا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کنوؤں کا حال سب کو معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں پاک سمجھے جاتے ہیں۔ خواہ ان میں گوبر، بول، براز، بچوہا، بلی کچھ بھی گر کر اُسے گندہ کر دے۔ مساجد کو ہندوؤں اور سکھوں نے ویران

اور غیر آباد تو کر ہی دیا تھا، مگر کتنی مسجدوں کو ان بدبختوں نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا اور وہاں مویشی باندھتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر طرف نجاست اور غلاظت پھیلی رہتی تھی۔ لوگوں کو انیسویں صدی کے ان حالات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن دیہات میں جو ابتر حال تھا اس سے صرفِ نظر کر کے اس تاریخی حقیقت پر غور کیجیئے تو آپ اپنا سر پیٹ لیں گے کہ اس زمانے میں پشاور جیسے مسلمان اکثریت کے شہر میں کتنی ہی مسجدیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضے میں مدتوں رہیں۔ اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ دہلی کی جامع مسجد مدتوں غیر مسلموں کے تصرف میں رہی۔ پشاور اور دہلی کی یہ مسجدیں موجودہ صدی میں واگذار ہو سکی ہیں اور تاریخ کی شہادت حقیقت کی صداقت پر گواہ عادل ہے۔

بیسویں صدی کے دو دل دوز واقعات

موجودہ صدی کے دو واقعات سُناتا ہوں، ان پر قیاس کیجیئے تو گذشتہ صدی کی زبوں حالی کی تصویر سامنے آجائے گی۔ میں نے بچشمِ خود چیچو کی ملیاں ریلوے اسٹیشن پر دیکھا کہ سکھ دوکاندار مسلمانوں کو لسی پلانے کے لئے علیحدہ برتن استعمال کرتا تھا۔ جب مسلمان کو لسی پلاتا تو خالی برتن کتے کے سامنے ڈال دیتا تھا۔ کتا اس برتن کو چاٹ لیتا تو اسی پر کپڑا پھیر کر دوبارہ استعمال کے لئے تیار رکھتا۔ اور دوسرے مسلمان کو اس میں لسی پلاتا تھا۔

پنجاب کے علاوہ دوسری مثال سی پی کی سُنیئے۔ پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب نے بتایا کہ ان کے ایک دوست جناب غلام جیلانی صاحب مرحوم جو پیرزادگان فتحپور سیکری (ضلع آگرہ) میں سے تھے، سی پی میں سب انسپکٹر پولیس تھے۔ وہ اپنے اوپر گزرے ہوئے ایسے کئی واقعات سناتے تھے، جن کو سن کر مسلمانوں کی جہالت، ناواقفیت اور زبوں حالی پر حیرت ہوتی ہے۔ اور رونا آتا ہے۔ سی پی کے دیہات میں مسلمان برائے نام ہوتے ہیں۔ گاؤں بھر میں لوہار، بڑھئی، بہشتی (ماشکی) قسم کے دو اک گھر مسلمان نظر آتے ہیں۔ ان پیرزادہ صاحب کو تفتیش کے سلسلے میں گاؤں گاؤں جانا پڑتا تھا۔ وہ کٹر مسلمان اور پابند شریعت تھے۔ ایسے گاؤں میں پہنچتے جہاں مسلمان گھر نہ ہوتا تو بھوکے رہتے۔ مسلمان گھر مل جاتا تو وہاں کچھ کھا پی لیتے۔ وہ کہتے تھے کہ

میں ایک گاؤں میں پہنچا۔ پہلے بھی یہاں آچکا تھا۔ اس لئے مجھے مسلمان بہشتی (ماشکی) کا گھر معلوم تھا۔ اس کے گھر پہنچا تو اس نے آؤ بھگت کی۔ اور کھانا لایا۔ کھانا سامنے آیا تو اس میں گوشت تھا۔ مجھے تجسس ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں گوشت تمھیں کیسے دستیاب ہوگیا۔ تو اس نے بتایا کہ گاؤں کا نمبردار شکار کو گیا تھا۔ سور مار کر لایا تو اس نے گاؤں میں تقسیم کیا۔ میرے بھی حصے میں آیا ہے۔ پیر زادہ صاحب نے کھانا کھانے کا ارادہ تو ملتوی کیا۔ اور اس مسلمان بہشتی کو سور کے گوشت کے حرام ہونے کی تلقین کرنے لگے۔ اس غریب جاہل دیہاتی کو اسلام کا نام لیوا ہوتے ہوئے بھی یہ بات معلوم نہ تھی۔ غریب نے توبہ کی اور ساری ہنڈیا پھینک دی۔ یہ دونوں قصے بیسویں صدی کے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انیسویں صدی میں ملک بھر میں عام مسلمان کیسے جاہل اور ناواقف تھے اور اسلام کن کٹھن حالات سے گزر رہا تھا۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ و ترویج دین کا حکم دیا تھا۔ جس پر آپ ابتداء سے عامل تھے۔ جب آپ کے شیخ طریقت حضرت قبلۂ کعبہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تبلیغ و ارشاد کی ہدایت فرمائی تو آپ اور زیادہ سرگرمی سے اس کام میں مصروف ہوگئے۔ اور احیائے دین متین اور ترویج شعائر اسلام میں ہمہ تن دن رات مشغول رہنے لگے۔ اور جب تک آپ نے اصلاح و تجدید کے کام کی تکمیل نہ فرمائی چین سے نہ بیٹھے۔

اُنیسویں صدی میں وسائلِ سفر

اب ذرا اسی کے ساتھ انیسویں صدی کے وسائل نقل و حرکت پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جس عظیم الشان خدمت کا بیڑا اٹھایا وہ کیسا دشوار اور مشکل تھا۔ پچھلی صدی میں ریل کا تو سوال ہی کیا ہے۔ کلکتہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور تک ریل گزشتہ صدی میں جاری ہوگئی تھی۔ مگر ضلعوں کو آپس میں ریل سے ملانے کا کام بہت بعد میں تکمیل کو پہنچا ہے۔ دو ضلعوں کو آپس میں ملانے کے لئے پکّی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ موٹر اور بس تو اس صدی میں بھی ہمارے آپ کے سامنے جاری ہوئی ہے ــــ

سڑکیں عموماً کچی اور دشوار گزار تھیں۔ پھر دیہات میں تو کچی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ لوگ یونہی پگڈنڈیوں پر ہوتے ہوئے راستے طے کرتے تھے۔ راستوں میں گاؤں پڑتے تو کنوئیں بھی مل جاتے۔ ورنہ دُور دُور پانی کا نشان تک نہ ہوتا تھا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ زمیندار تھے۔ ابتدائی ایام میں تو گھر میں گھوڑا اور سواری کا تانگہ یا اس کے لئے بیل بھی نہ تھے۔ وسائل سفر کے کامل فقدان کے ساتھ نہ زادِ راہ میسر تھا نہ توشۂ سفر موجود۔ مگر حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز اس دینی خدمت کے لئے مِن جانب اللہ مامور ہوئے تھے، اس لئے آپ نے مشکلاتِ راہ کی مطلق پروانہ کی۔ ضرورت تھی کہ کوئی بندۂ خدا اور مردِ باخدا میدانِ عمل میں اترے۔ احیائے دین اور ترویج شریعت کا بیڑا اٹھائے اور مسلمانوں کو از سرِ نو صراطِ مستقیم پر گامزن کرے۔ تو آپ بمنشائے ایزدی دینِ متین کی تجدید و احیا اور شریعت حقہ کی ترویج و تبلیغ کے لئے صرف توکل اور نصرت الٰہی کے بھروسے پر سرگرمِ عمل ہو گئے اور مدت العمر اس منصب عالی پر فائز رہ کر جفاکشی، تن دہی، اور ریاضت شاقہ کی وہ مثال قائم فرمائی، جس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی میں ملنی ناممکن ہے۔ آپ کو خداوند رب العزت کی تائید اور نصرت حاصل تھی کہ باوجود ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کے کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چومتی رہی۔ اور ترویج شریعت، تجدید دین اور احیائے اسلام میں آپ کو حیرت انگیز اور عظیم کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

الاقرب فالاقرب

سب سے پہلے حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے علی پور سیداں کی اصلاح فرمائی۔ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا اصول اور سنّتِ نبویؐ کا مکمل اتباع منظور تھا۔ یہاں سادات کرام کا اثر تھا۔ اس لئے آپ کو اپنے مقصد میں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے آس پاس کے دیہات کی جانب توجہ کی اور ان کی اصلاح کے بعد دُور دُور کے دیہات اور قصبات تک اپنے دائرہ عمل کو بڑھایا۔ اسی طرح پنجاب کے شہروں میں تبلیغ و ارشاد فرمائی۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تمام سفر پیدل انجام پاتے

تھے۔ جیسا کہ بیان ہُوا اس زمانے میں ریلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، سڑکیں اور سواریاں نام کو بھی نہ تھیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے گھر کی بھی کوئی سواری نہ تھی کہ اس پر سفر کرتے۔ سیالکوٹ اور لاہور تک کے پیدل سفر کے واقعات بہت سے لوگوں کو ذاتی طور پر معلوم ہیں۔ اور بعض عینی شاہد کل تک بقید حیات تھے۔ جو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیدل سفروں کا حال بیان کرتے تھے۔

غرض اس طرح بتدریج حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے دائرۂ عمل کو وسعت دیتے رہے۔ پنجاب کے بعد دہلی اور یو پی۔ اور اس کے بعد سی پی اور دکن۔ اور مشرق و مغرب کے دوسرے شہروں اور مضافات میں احیائے دین اور تجدید اسلام کے لئے ہر طرح کی صعوبتوں اور ریاضتوں کو آسان جان کر سفر فرماتے اور اس مقصدِ عظیم کی تکمیل فرماتے تھے۔ بیسویں صدی میں آپ کو رب العزّت کے فضل و کرم سے گھوڑے اور تانگہ کی سواری بھی فراہم ہو گئی۔ چنانچہ آپ دُور کے سفروں میں گھوڑے یا تانگہ سے کام لینے لگے۔ ریلیں پھیلتی گئیں تو لمبے سفر ریل سے طے فرمانے لگے۔ مگر آپ کو اپنے فرض کی انجام دہی اور مقصد کی سربلندی کے لئے سہولتوں کی تلاش نہ ہوتی تھی۔ آپ نے سینکڑوں سفر ایک ضلع سے دوسرے ضلع، اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل ہی سر انجام دیے ہیں۔

تبلیغی سفروں کا طریقِ کار

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جس جگہ پہنچتے وہاں مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ جیسے لاہور میں مسجد پٹولیاں (چوک لوہاری منڈی)، اور سیالکوٹ میں مسجد امام صاحب رح میں قیام ہوتا تھا۔ کسی گاؤں میں تشریف لے جاتے اور وہاں مسجد ویران اور غیر آباد ہوتی تو اس کی فکر نہ فرماتے۔ وہیں اپنے رفقاء کے ساتھ ٹھہر جاتے۔ نماز کا وقت آتا تو اذان دی جاتی۔ جس کو سُن کر کبھی کوئی آجاتا اور کبھی کوئی بھی نہ آتا۔ ایسی صورت میں آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو نماز کے لئے بُلاتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ خود حضورؒ نے بیان فرمایا تھا کہ آپ ایک گاؤں کی غیر آباد مسجد میں جا کر قیام پذیر

ہو گئے۔ نماز کے وقت ایک شخص آیا، اذان دی اور چلا گیا۔ آپ نے تعجب فرمایا کہ یہ شخص اذان دے کر نماز پڑھے بغیر کیسے چلا گیا۔ دوسری نماز کے وقت وہ آیا اور اذان دے کر جانے لگا۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور دریافت فرمایا کہ تم اذان دیتے ہو تو نماز کیوں ادا نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا۔ نماز تو گاؤں میں کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ اذان میں اس لئے دیتا ہوں کہ اس خدمت کی مجھے اُجرت ملتی ہے۔ اگر لوگ اذان کی آواز نہیں سُنیں گے تو مجھے فصل پہ گندم نہیں دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روک کر نماز پڑھائی۔ اور پھر دوسروں کو نماز کی اہمیت جتا کر مسجد میں لائے اور مسجد کو آباد فرمایا۔ نیز ان کو احکام شرعی کی تعلیم دی اور اسلام کے ارکان پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترویج دین متین کے لئے طویل سفر اختیار فرمائے تو اکثر ایسا ہُوا ہے کہ آپ علی پور سیداں سے روانہ ہوئے تو لاہور کے دیہات میں تشریف لے گئے۔ اور ضلع لاہور سے سفر شروع فرمایا تو قصور ہوتے ہُوئے فیروز پور کے دیہات تک پہنچ گئے۔ یا لائل پور سے سفر شروع کیا تو جھنگ اور سرگودھا کے ضلعوں کا دَورہ ایک ہی سفر میں انجام کو پہنچایا۔ یہ سفر ابتدا میں پیدل انجام پاتے تھے۔ بعد کو گھوڑے کی سواری بھی میسّر آنے لگی تھی دیہات کے دوروں میں ریل کے سفر کا تو عرصۂ دراز تک کوئی سوال ہی نہ تھا۔

اپنے تمام اخراجات خود اُٹھانا

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا قیام کسی گاؤں میں کم ہوتا تھا اور کسی میں زیادہ عموماً مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان قیام کے لئے جگہ فراہم کرتا تو عام طور پر اس کو قبول کرنے میں تامّل فرماتے تھے۔ جس گاؤں میں قیام ہوتا وہاں کام کی تکمیل کے بعد ہی اگلے گاؤں کا قصد فرماتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے کئی کئی مہینے اس طرح کے تبلیغی دَوروں میں صرف فرمائے۔ اور کبھی کبھی یہ مدت سال بھر اور اس سے بھی زیادہ طویل ہو گئی ہے۔ اس تمام مدّت میں آپ اپنا بار کسی دوسرے پر

نہیں ڈالتے تھے۔ کھانے پکانے کا سامان آپ کے ہمراہ ہوتا تھا۔ جہاں قیام فرماتے اپنا پکاتے اپنا کھاتے۔ کم ہوں یا زیادہ، جو رفقا آپ کے ساتھ ہوتے، ان کے اخراجات کی کفالت بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے تھے۔ اپنی وجہ سے کسی دوسرے کو کسی طرح کی تکلیف اور زیرباری نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر آپ کا توشہ اور زادِ راہ ختم ہو جاتا اور گاؤں میں کوئی مسلمان بھٹیارا ہوتا تو آپ اس سے چنے یا مکئی بھنوا کر تناول فرما لیتے۔ مگر عام طور پر ایسا ہوتا کہ زادِ راہ ختم ہونے لگتا تو آدمی کو گھر بھیج کر سامان خورد و نوش منگوا لیا جاتا تھا۔ دیہات کے مسلمان پاک و ناپاک پانی کا فرق بھی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے آپ اپنے لئے صرف آبِ جاری رواں رکھتے اور چلتے کنوئیں کا پانی استعمال کرتے تھے اور اس طرح اپنے عمل سے دوسروں کے لئے صحیح اور اچھی مثال قایم فرماتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز جس گاؤں اور مقام پر پہنچتے، وہاں لوگوں کو از سرِ نو مسلمان بناتے تھے۔ ان کو کلمہ یاد کراتے۔ نماز روزے کی سخت تاکید فرماتے۔ ارکانِ اسلام سکھاتے۔ شرعی مسائل بتاتے۔ پابندی شریعت اور اتباعِ سنّت کا راستہ دکھاتے سمجھاتے۔ جزئی اور فروعی احکام اور مسائل سکھاتے۔ غیر اسلامی رسموں اور رواجوں سے منع کرتے اور ان کو بند کراتے۔ غرض جاہل، ناواقف اور بے خبر نام نہاد مسلمانوں کو سچا مسلمان بناتے اور ان کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق دیتے تھے۔

مجدّدِ دَوران

قطبِ ارشاد اور سیّد بھی — اس صدی کے وہی مجدّد بھی

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ منجانب اللہ مجدّد دوراں کے مرتبے پر فائز اور تجدید و احیاءِ دین کے لیے مامور تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ پر صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا اَمْرَ دِیْنِھَا (ترجمہ: بے شک اللہ اس اُمّت میں ہر صدی کے آغاز پر

ایسے شخص کو بھیجے گا جو اُمت کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔) بلاشبہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اس حدیث نبوی کا مصداق تھے۔ اور آپ ہی چودھویں صدی ہجری کے مصلح، اور مجدّد تھے۔ آپ نے مسلسل وطویل ریاضات شاقّہ کو آسان بنا کر، طول طویل اور دُور دراز مقامات پر پہنچکر، ہر قسم کی مشکلوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے، اپنی شبانہ روز محنت وریاضت سے دین حق کی تجدید کی، ارکان وشعائرِ اسلام کا احیا فرمایا، اور طول وعرض ہندوستان کے نام نہاد مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر کے راہ نجات پر چلنا سکھایا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مشیت ایزدی نے حزب اللہ کا سردار بنایا تھا۔ اور بمصداق اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ نصرتِ الٰہی اور اعانتِ ربانی آپ کے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس پُورے برصغیر میں جہاں مسلمانوں میں دین متین کی صحیح روح مفقود ہونے لگی تھی، آپ نے تجدید دین فرمائی۔ احیائے مذہب کیا۔ اور مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی راہ پر چلنا سکھایا۔ اور اس طرح جہاد اکبر یعنی تبلیغ دین واحیاء اسلام کے فرائض بہ یک وقت انجام دے کر اس صدی ہجری کے مجدّد کے منصب جلیلہ پر مدّت العمر فائز رہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اور "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب العزّت نے عظیم الشان قوت برداشت، ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی۔ آپ مہینوں تک مسلسل شبانہ روز جفاکشی اور ریاضت کی زندگی میں مصروف رہتے، مگر حوصلۂ واستقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پاتا تھا۔ اور کبھی ایسی کٹھن صعوبتوں اور مشقتوں سے تھکن تک محسوس نہ فرماتے تھے۔ پھر یہ کہ یہ عمل صرف جوانی کے زمانے میں نہ تھا، بلکہ سو سال سے اوپر عمر، بیماریوں اور ضعف میں بھی یہی معمولات جاری رہے۔ جہاں آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی طاقت وہمت عطا کی تھی، اسی کے ساتھ آپ کی زبان فیض ترجمان میں وہ تاثیر بھر دی تھی کہ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے پند ونصائح سے اثر پذیر ہوتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ "جو خدا کا ہو جاتا ہے، خدا بھی اس کا

ہو جاتا اور اس کی اعانت فرماتا ہے۔" درحقیقت یہ سب کچھ اسی کا فیضان تھا۔ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اقتدا کے ثمرات تھے جو آپ کو ساری عمر حاصل ہوتے رہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید مذہب، احیائے دین اور ترویج احکام و شعائرِ اسلام کے لئے بے شمار طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ اور حالات و مقامات کے مطابق مناسب راہ اختیار فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر جستہ جستہ امور کی تھوڑی سی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کی ایک جھلک نظر آسکے۔

نرمی و ملاطفت و سختی و تشدّد

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عموماً پیار محبت اور نرمی و ملاطفت سے دینِ متین کے احکام بتاتے اور ارکان و شعائر سکھاتے تھے۔ سب سے زیادہ تاکید نماز اور روزے کی ہوتی تھی۔ اگر کوئی ضدی اور بدبخت نہ مانتا اور مخالفت و سرکشی پر آمادہ ہوتا تو آپ بھی اس کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔ اور دوسروں کو حکم دیتے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا۔ رشتہ ناتا۔ علیک سلیک۔ بول چال سب بند کر دو۔ عام طور پر اسی گاؤں میں دوسرے لوگ آپ کی اس نیک کام میں حمایت کرتے تھے۔ ایسا نہ ہوتا تو آپ آس پاس کے گاؤں والوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرتے، اور ان کو حکم دیتے کہ اس گاؤں کے باشندوں سے ہر قسم کا قطع تعلق کر لو۔ بعض شقیّ القلب زیادہ سرکشی اور مخالفت پر آمادہ ہوتے تو آپ ان کے مقاطعہ کے ساتھ ہی حکم صادر فرماتے کہ ان کے جنازے مت پڑھو۔ یہ مر جائیں تو اپنے قبرستان میں دفن مت ہونے دو۔ غرض اس طرح کی سختی اور سزاؤں سے بڑے بڑے سرکش رام ہو گئے۔ اور نصرت الٰہی کے فیض سے انھوں نے ہدایت پائی اور پکے دیندار بن گئے۔

رمضان شریف کا احترام

رمضان شریف میں حضور اپنے گاؤں کی بڑی مسجد میں تراویح پڑھتے اور قرآن مجید سناتے تھے۔ لوگوں

کو خود تشریف لے جاکر ان کے گھروں سے بلا کر لاتے تھے۔ ان کو نماز روزے کی اہمیت بتاتے، قرآن مجید کی برکات سے واقف بناتے، اور ارکان اسلام کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے؛ نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوتا اور بہت لوگ حضور کے فیض سے پابند شریعت بن گئے۔ رمضان شریف ہی میں فجر کی نماز کے بعد آپ بعض رفقا کو ساتھ لے کر آس پاس کے دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ اگر کسی گھر سے دھواں اٹھتا نظر آتا تو وہاں پہنچ کر چولھے میں پانی ڈال کر آگ بجھا دیتے۔ اگر گندھا ہوا آٹا نظر آجاتا تو اسے مال مویشی کے آگے ڈال دیتے۔ اس کے ساتھ ہی ان کو روزے کی فرضیت اور رمضان میں دن دہاڑے روزے کی بے حرمتی کرنے کی مذمت پر وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ اگر دن میں کوئی عورت کھیت پر کھانا لے جاتی نظر آتی تو اس سے کھانا چھین کر کتوں کے آگے ڈال دیتے تھے۔ اور ان کسانوں کو روزے کی تعلیم دیتے اور تبلیغ فرماتے تھے۔ اگر انہی میں سے کوئی برا مانتا اور مقابلے کو تیار ہو جاتا، تو آپ بھی مقابلے پر ڈٹ جاتے تھے۔ تاآنکہ وہ زمیندار شریعت کی فرماں برداری کا اقرار نہ کرلے۔

بڑے زمیندار اور نمبردار اپنے مویشیوں کو کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ جو کھیتوں اور قبرستانوں میں گھس جاتے۔ فصلیں خراب کرتے اور قبروں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ آپ بنفسِ نفیس وہاں پہنچکر ان بڑے اور سرکش لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ حقوق العباد کی تعلیم دیتے اور احکامِ شریعت سے آگاہ کرتے تھے۔ اگر وہ لوگ سرکشی اور نافرمانی پر آمادہ ہوتے تو آپ بھی ان کے ساتھ سختی کرتے اور مقابلے کی ٹھان لیتے تھے۔ تائید ایزدی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوتی اور بالآخر ان کو اپنے اعمالِ قبیحہ سے باز آنا پڑتا تھا۔

تواضع اور مہمان نوازی

جیساکہ ذکر ہو چکا ہے، حضور اپنا کھانا الگ پکاتے کھاتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کا ابتدا سے دستور رہا ہے۔ دیہات میں جہاں آپ تبلیغ و ارشاد کے لئے تشریف لے گئے ہوتے، وہاں کے لوگوں کو اپنے دسترخوان پر پاک غذا سے شکم سیر ہونے کی دعوت دیتے اور ضیافت فرماتے تھے۔ سفر حضر میں یہ معمول ہمیشہ جاری رہا ہے۔ علی پور سیداں آنے والوں کی ضیافت

ومہمانداری ہی نہیں، سفر میں بھی ایک عالم اس خوان یغما سے فیض یاب ہوتا رہا ہے۔ یہ بھی دراصل احکام شریعت اور فرامین سنّت سکھانے کا ایک طریقہ تھا جس پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ عمل فرماتے رہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مہمانوں کے آنے سے انتہائی خوشی ہوتی تھی۔ اور آپ ان کی بے حد و غایت خاطر تواضع فرماتے تھے۔ ان کے لئے طرح طرح کے عُمدہ کھانے پکواتے اور اصرار کے ساتھ ان کو کھلاتے تھے۔ سنّتِ ابراہیمی پر آپ اس شدّ و مد سے عامل تھے کہ اگر کسی وقت بیرونی مہمان اتفاق سے موجود نہ ہوتے، تو آپ گاؤں کے لوگوں اور خادموں کو ہی دستر خوان پر ساتھ بٹھا لیتے تھے۔ غیر مسلم مہمانوں کے لئے ہندو رسوئیا ملازم تھا۔ اسے خشک جنس دی جاتی۔ اور وہ ہندو سکھ مہمانوں کے لئے علیحدہ کھانے کا انتظام کرتا۔ اس پر بھی آپ ان مہمانوں سے برابر دریافت فرماتے رہتے کہ انھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی اور آپ کے دستر خوان کی وسعت شہرۂ آفاق ہے۔ اور ضرب المثل بن چکی ہے۔ دستر خوان پر بھی وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور آپ مسائل بیان فرماتے رہتے تھے۔

مہمانوں کے لئے آپ طرح طرح کے لذیذ کھانوں کا اہتمام فرماتے اور پھر باصرار ان کو شکم سیر ہو کر کھلاتے تھے۔ مہمان اچھی طرح پیٹ بھر کر کھاتے تو آپ اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ الحاج حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "میں نے ایک دفعہ حضور کے ساتھ بیٹھ کر ایک پوری روٹی کھائی۔ تو حضور نے کئی مرتبہ الحمد للہ الحمد للہ کہا۔ میں نے الحمد للہ کہنے کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرے پیٹ بھر کر کھانے پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں"۔ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خدا کا شکر ادا کرتے اور اکثر یہ کہاوت زبان مبارک سے ادا کرتے۔

کھاندیاں کھاندیاں ٹٹ جائے تڑاگی
نام جیب دیاں جیب دیاں ہو جائے بیراگی

یعنی پیٹ بھر کر کھائے تبھی تو خوب اللہ کی یاد کر سکتا ہے۔

تراویح اور شبینہ

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف کا مہینہ اکثر علی پور سیداں میں گزارتے تھے۔ گاؤں کی بڑی مسجد میں تراویح میں قرآن مجید سُناتے۔ نمازیوں سے مسجد بھر جاتی تھی۔ آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو تراویح کے لئے بُلا کر لاتے تھے۔ دُور دُور سے لوگ قرآن مجید سُننے آتے تھے۔ آپ ان کو مہمان رکھتے۔ اور ان کی کامل خاطر و مدارات فرماتے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد آخری عشرہ میں شبینہ بھی سناتے تھے اور سامعین کو ہدایت فرماتے کہ ہمیشہ تراویح پڑھا کرو اور قرآن مجید تراویح میں سُنا کرو۔

ضعیفی و کمزوری سے قبل آپ رمضان شریف میں اکثر سفر بھی فرماتے تھے۔ سیالکوٹ پسرُور۔ قصوُر۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ فیروزپور۔ امرتسر۔ لدھیانہ۔ جالندھر۔ دہلی تک تشریف لے گئے اور وہاں شبینے سُنائے۔ حاجی محمد حسین صاحب سیالکوٹی کہتے تھے کہ "میں ایک دفعہ رمضان شریف میں دہلی گیا۔ تو مَیں نے اشتہار لگا دیکھا کہ آج رات کو حضرت قبلۂ عالم فتحپوری مسجد میں شبینہ سنائیں گے۔ اس طرح مجھے حضور کے دہلی تشریف لانے کا علم ہوُا۔ تو مَیں نے قیام گاہ کا پتہ معلوم کیا اور خدمت والا میں حاضر ہوُا۔ رات کو حضور کے ہمراہ فتحپوری مسجد گیا اور شبینہ سُنا۔ بڑی مخلوق اور لوگ بڑے شوق ذوق سے شبینہ سُننے حاضر ہوئے تھے۔ اور کمال حیرت اس بات پر تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر تمام نمازیوں میں صفِ آخر تک آپ کی آواز سُنائی دیتی تھی"۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام بیٹوں۔ پوتوں۔ نواسوں کو قرآن مجید حِفظ کرایا۔ یارانِ طریقت کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ "بچّوں کو کلام مجید حِفظ کراؤ"۔ پروفیسر حاجی عابد حسن صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ حضور کے خلیفۂ مجاز تھے۔ آگرہ میں حضور کی تشریف آوری پر انھوں نے درخواست کی کہ "مجھے چھوٹے لڑکے ظفر حسن فریدی کی رسمِ مکتب ادا کرنی ہے۔ مَیں نے طے کیا تھا کہ اس کی بسم اللہ کی رسم حضور کے دستِ مبارک سے انجام پائے گی"۔ آپ نے فرمایا کہ "مَیں اس شرط پر بسم اللہ

پڑھاتا ہوں کہ تم اوّل اس کو حفظ کراؤ گے۔ بعد میں دنیوی تعلیم شروع کرو گے"۔ حضرت فریدی صاحب نے بدل و جان اقرار کیا۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ پڑھائی اور دُعا فرمائی۔ فریدی صاحب نے اپنے عہد کا پاس کیا۔ اور حفظ شروع کرا دیا۔ فریدی صاحب کے انتقال اور تقسیم ملک کے حوادث بھی اس ارادے میں رکاوٹ نہ بنے۔ اور ظفر حسن سلمہٗ نے چکوال آ کر اول حفظ قرآن مکمل کیا۔ اس کے بعد اسکول میں داخلہ لیا۔

مَیں نے کشمیر میں حضور کو رمضان مُبارک میں قرآن مجید سنایا۔ اٹھائیس تاریخ کی صبح کو آپ نے فرمایا "تم قرآن مجید شروع سے سناؤ۔ مَیں سُنتا ہوں"۔ نو پارے پڑھ کر مَیں نے عرض کیا "مَیں تھک گیا ہوں"۔ فرمایا "تیرے باپ نے ایک دفعہ انتیس پارے دو رکعتوں میں پڑھے تھے"۔ پھر فرمایا "مجھے تو یاد نہیں کہ مَیں نے سارا قرآن پاک کتنی دفعہ دو رکعتوں میں ختم کیا ہے"۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ موضع مہار نزد ناروال تشریف لے گئے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ "حافظ جی! لوگ آپ کا قرآن سُننا چاہتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "سپاہی کا کام ہی کیا ہے"۔ فوراً تراویح کا انتظام ہو گیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے عشا کی نماز کے بعد تراویح شروع کیں۔ اور تراویح کی دو رکعتوں ہی میں پورا قرآن مجید ختم کر دیا۔ غرض جب تک جسمانی قوت برقرار رہی اور کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو معذور نہ بنا دیا، تراویح میں قرآن مجید پڑھنا، شبینہ سنانا، اور دو رکعتوں میں پورا کلام پاک ختم کرنا آپ کا معمول رہا۔

پابندِ شریعت بنانا

عورتیں اپنی مشکلات اور حاجات حل کرانے کے لیئے دُعا اور تعویذ کے لئے اکثر خدمتِ والا میں حاضر ہوتیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کی فریاد سُنتے۔ اوّل ان کو نماز روزے پر عامل بننے کا حکم دیتے، پابندی کی تاکید فرماتے، اور احکامِ شرعیہ کے مطابق عمل کرنے کا پختہ وعدہ لیتے تھے۔ اسی طرح بیماروں کو دُعا اور دوا سے قبل نماز کی پابندی اور شریعت پر

قایم رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ غرض لاکھوں ضرورتمند جو حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے، حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سب سے نماز پر قیام و دوام اور احکام شرع کی پابندی کا عہد لیتے۔ اور ان کی حاجت کے مطابق تعویذ عطا کرتے، پانی دم کر کے دیتے، اپنا پس خوردہ بخش دیتے، یا اور جو مناسب طریقہ ہوتا اختیار فرماتے تھے۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں مرد عورت دربار والا سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کر کے کامیاب و بامراد لوٹتے۔ اور پھر آخر دم تک نماز اور احکام شرع کے پابند رہتے تھے۔ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ کئی کئی پشت تک ان کے گھروں میں حضورؐ کا فیض جاری نظر آیا ہے۔ اور ان کی اولاد در اولاد پابندِ شریعت اور متبع سنّت بن گئی ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدّت العمر سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم پر عامل اور کاربند رہے۔ جزئی اور فروعی اُمور میں بھی آپ سنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا اہتمام فرماتے تھے۔ اسی لئے آپ کی حیاتِ پاک ایک مثالی نمُونہ تھی۔ اور آپ کی ذاتِ اقدس خلق عظیم اور اسوۂ حسنہ کا جلوہ دکھاتی تھی۔ آپ کے اقدامات محض اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنّت رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاطر ہوتے تھے۔ اس لئے نصرتِ الٰہی اور فتوحاتِ غیبی آپ پر سایہ فگن ہوتیں۔ اور آپ کی بات میں معجز نما اثر نظر آتا تھا۔ آپ اپنے تبلیغی مشن کی خاطر دُور دراز علاقوں میں گئے۔ اکثر ایسے مقامات پر بھی پہنچے جہاں لوگ آپ کی زبان نہ سمجھتے تھے، اور آپ ان کی بولی سے ناواقف ہوتے تھے۔ لیکن ہر جگہ آپ کو بے مثال کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا آپ کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتے تھے۔

تبلیغ کے اس مقصد کے ذیل ہی میں آپ ترویج سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں سرگرم عمل رہے۔ جو لوگ حضرت قبلۂ عالم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوتے، آپ ان کو تعلیم و تلقین فرماتے۔ اوراد و وظائف سکھاتے۔ تہجّد کا پابند بناتے۔ اور دیگر تعلیمات پر پابندی کی ہدایت کرتے۔ اس سلسلے میں بارہا ایسا ہوُا ہے کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہینوں اپنے گاؤں سے باہر رہے۔ کبھی سال سال بھر وطن سے

بہت دُور گزارا ہے۔ مگر اس مشقتِ شاقہ سے آپ کا شوق و ذوق بڑھتا ہی جاتا تھا۔

تبلیغی دَوروں کے رُفقا

ان تبلیغی دَوروں میں حضُور کے ہمراہ کم یا زیادہ تعداد میں یارانِ طریقت اور علمائے دین بھی شریکِ کار ہوتے تھے۔ آپ ان سب رُفقا کے جُملہ اخراجاتِ سفر و طعام و قیام کے کفیل ہوتے اور ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ استاذ العلماء، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی جیسے جلیل القدر عالم کئی سفروں میں ساتھ رہے۔ آپ کے خلفائے مجاز میں سے حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری، حضرت مولوی امام الدین صاحب، حضرت مولوی محمد شریف صاحب، حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری، حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی۔ حضرت مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرتسری، حضرت حافظ مولوی ظفر علی صاحب پسروری اور حضرت محمد خوب صاحب احمد آبادی اور دیگر علماء و صلحاء آپ کے ہمراہ رہے۔ اس کے علاوہ اپنے اپنے مقام پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند شبانہ روز تبلیغِ دین میں سرگرم اور عامۃ الناس کے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن میں مشغول رہے۔

سُؤرِ المُؤمِنِ شِفَآءٌ

حدیث شریف میں آیا ہے فِی سُؤرِ الْمُؤمِنِ شِفَآءٌ (ترجمہ) "مومن کے مابقی میں شفا ہے" اور یہ حدیث کتب صحاح میں مختلف اسنادِ صحیحہ سے نقل ہوئی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مومن کامل اور بندۂ صالح تھے۔ کتنے مریض حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اولوش مبارک سے شفایاب ہو کر دیرینہ بیماریوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ ایک بار مَیں خود دو سال تک مسلسل بیمار رہا۔ ہر قسم کے علاج کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن کسی طرح تکالیف میں کمی نہ ہوتی تھی۔ اور مرض لاعلاج قرار دے دیا گیا تھا۔ ایک بار حکیم حاذق حاجی خادم علی صاحب سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ "اختر حسین کو کیا بیماری ہے"، حکیم صاحب نے عرض کیا "اگر ہمیں بیماری کا علم ہوتا تو ہم علاج بھی کر سکتے۔ اور خدا کے فضل سے ان کو شفا ہو جاتی۔ آپ ہی کو صحیح علم ہے۔ اس لئے آپ علاج فرمائیں"۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا "کیا میں حکیم ہوں؟" حکیم صاحب نے عرض کیا "حضور آپ ظاہر و باطن

دونوں کے حکیم ہیں۔ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔" حضرت قبلہ عالم نے قہوہ کے ایک دو گھونٹ خود پی کر پیالی مجھے دی اور حکم دیا پی لو۔ میں نے پی لی۔ اسی طرح تین پیالیاں پلائیں خدا کا فضل اور حضور کی توجہ کہ مجھے چند روز میں کامل صحت حاصل ہو گئی۔ اور وہ شکایات اور بیماری آج تک پھر کبھی نہیں ہوئی۔ غرض اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں۔

مولوی عبدالقیوم کے ساتھ حسنِ سلوک اور اُنکی اصلاح

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مکارم اخلاق اور فیض عام کے ہزارہا واقعات ہیں۔ ایک دلچسپ واقعہ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی (جو علمائے اہل حدیث میں سے تھے) کے بھتیجے مولوی عبدالقیوم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول پسرور (ضلع سیالکوٹ) کا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نہایت محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ کھانے کے وقت دریافت کیا "مولوی صاحب کہاں ہیں"۔ میں نے عرض کیا "دستر خوان کی دوسری جانب بیٹھے ہیں"۔ فرمایا ان کو میرے پاس بلاؤ"۔ مولوی صاحب آکر حضور کے پاس بیٹھ گئے۔ ارشاد ہوا "مولوی صاحب میرے برتن میں سے کھاؤ"۔ مولوی صاحب پر رقت طاری ہو گئی۔ حضور ان کو گوشت کی بوٹیاں نکال نکال کر دیتے۔ وہ لے تو لیتے مگر کھاتے کم اور روتے زیادہ رہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو چکے تو مولوی عبدالقیوم صاحب نے اجازت طلب کی۔ حضور نے مجھے حکم دیا گھوڑی پر سوار کرا کے اسٹیشن پہنچاؤ۔ اور اپنا آدمی ساتھ بھیجو۔ اور مولوی صاحب کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا "ایک بات کہتا ہوں بشرطیکہ آپ مان لیں"۔ انھوں نے عرض کیا "ارشادِ گرامی کی بدل و جان تعمیل کروں گا"۔ آپ نے فرمایا "مولوی ابراہیم صاحب آپ کے چچا اور خسر ہیں۔ بجائے باپ کے ہوئے۔ آپ نے ان کی لڑکی کو بیس سال سے ان کے گھر چھوڑ رکھا ہے۔ بیوی کے حقوق آپ کے ذمے ہیں۔ قیامت میں آپ رب تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اس دن مولوی ابراہیم صاحب آپ سے ناراض ہوں گے تو آپ کو جواب نہ بن پڑے گا۔ یہ حقوق العباد ہیں۔ رب تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے۔ میرا مشورہ مانیں تو آج ہی اپنی بیوی کو گھر لے جائیں۔ مولوی ابراہیم

صاحب کو میرا پیغام دو۔ کہ اُس نے مجھے بھیجا ہے۔ اپنی لڑکی میرے ساتھ بھیجدو۔ اور میرا قصور مُعاف کرو۔"

مولوی صاحب پر یہ سُن کر اور زیادہ رقت طاری ہوگئی۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ "آج ہی ارشاد والا کی تعمیل کروں گا۔" اجازت لے کر میرے ساتھ نیچے آئے تو کہا "میں ہرگز گھوڑی پر سوار نہیں ہوں گا۔ اور آیندہ جب بھی حاضری دیا کروں گا پیدل آؤں گا۔"

مَیں نے پوچھا "مولوی صاحب آپ پر اس بُری طرح رقّت کیوں طاری ہے۔" انھوں نے جواب دیا۔ "مجھے خیال تھا کہ "حضور مجھے الگ بٹھا کر کھانا کھلائیں گے۔ اور بعد میں حُکم دیں گے کہ ان برتنوں کو پاک کیا جائے۔" جب حضور نے اپنے ساتھ اپنے برتن میں کھانا کھانے کا حکم دیا تو مَیں حیران رہ گیا۔ مگر مجھے خیال آیا کہ آپ میں صاحب خُلقِ عظیم کا عکس پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بھی کفار کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔" مولوی صاحب نے مزید کہا کہ "میں سچ کہتا ہوں۔ چالیس سال سے مجھے اللہ کے بندوں کے متعلق ہرگز خوش عقیدگی نہ تھی بلکہ مَیں ان کے خلاف تھا۔ آج حضور کی ادنیٰ توجہ اور اخلاقِ کریمانہ سے میرا ایمان درست ہوگیا۔ اور حضور نے مجھے راسخ العقیدہ مسلمان بناکر اپنے ساتھ مجھے کھانا کھلایا۔ اور اپنے برتن میں میرا ہاتھ ڈلوایا۔ یہی نہیں، آپ نے چچا صاحب قبلہ اور میری بیوی کے متعلق مجھے ہدایت فرما کر میری عاقبت سدھار دی ہے۔ اور مجھے جہنّم کی آگ سے بچا لیا ہے۔ مجھے در اصل آج پتہ چلا ہے کہ ایسے اولیائے کرام اور عباد الرحمان آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اگر ہم جیسے بد نصیب ان سے دُور رہ کر ان کے فیض سے بے بہرہ رہیں تو یہ ہماری انتہائی بدبختی ہے۔ خدا میری توبہ قبول کرے اور میرے گزشتہ گناہوں کی معافی عطا فرمائے۔"

مولوی عبدالقیوم صاحب حضرت قبلہؒ کی ہدایت اور اپنے وعدے کے مطابق سیدھے اپنے چچا صاحب کے پاس گئے۔ اور حضرت کا پیغام سُنایا۔ مولوی ابراہیم صاحب نے حضورؒ کا پیغام سُن کر نہ صرف یہ کہ ان کے قصور معاف کئے۔ بلکہ بیٹی کو حکم دیا کہ "آج شاہ صاحب کا پیغام آگیا ہے۔ تم فوراً اپنے شوہر کے ساتھ ان کے گھر چلی جاؤ۔"

غرض یہ تھا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ کریمانہ اور فیوضات جاریہ کا پاکیزہ نمونہ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہزاراں ہزار مخلوق خدا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی۔ تو چہرہ مبارک کے دیدار ہی سے ان کے دِل نورِ ایمان سے روشن ہو جاتے۔ آپ کی زبان مبارک سے پند و نصیحت سُنتے ہی بدل و جان قبول کرتے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے ذکرِ خدا اور یادِ حق میں منہمک ہو جاتے۔ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو کر شریعت کی پابندی اور سنّتِ نبوی ؐ کی پیروی کا عہد کرتے۔ اور پھر تادمِ آخر صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر نجاتِ اُخروی کے مستحق بنتے تھے۔

فیض رسانی کا اثر کئی پُشتوں تک

حاضرِ دربار ہونے والوں تک ہی یہ فیض رسانی محدود نہ تھی۔ بلکہ اس کا اثر ان کے خاندان میں کئی پشت تک باقی و جاری دیکھا گیا ہے۔ ایک دفعہ میں چاہ موڈ سنگھ والا (نزد قصور) گیا۔ وہاں چوہدری اللہ دتہ کے پاس تھا کہ اس کے لڑکے غلام رسول نے، جس کی عمر اُس وقت بمشکل دس سال تھی، باپ کے کان میں کچھ کہا۔ میں نے پوچھا "کیا کہتا ہے"؟ چوہدری نے جواب دیا کہ "عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ کہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو تو پڑھ لو۔ ورنہ میں اپنی نماز پڑھ کر سو جاؤں گا" میں نے سوچا کہ دیکھو یہ ہے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا اثر۔ چوہدری اللہ دتا کے دادا چوہدری شادا اوّل حضور سے بیعت ہوئے تھے۔ پھر ان کے باپ چوہدری چوغتہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد چوہدری اللہ دتا نے بیعت کی۔ گویا چوہدری شادا کی چوتھی پشت میں اس بچے غلام رسول کی پابندی نماز کا اس کم عمری میں یہ حال تھا۔ حالانکہ اس کو تو حضرت قبلہ رح کی زیارت کا شرف بھی اس وقت تک حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہی حال میں نے حاجی عطا محمد صاحب سیالکوٹی کے گھرانے کا پایا۔ کہ پانچ چھ پشت تک اس گھرانے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ و تلقین کا اثر پایا جاتا ہے۔ ان میں حافظ بھی ہیں، حاجی بھی ہیں، اور نماز روزے کی تو اس گھر میں بے حد کامل پابندی پائی جاتی ہے۔

حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری حیاتِ پاک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھال لی تھی۔ آپ کا کوئی فعل خلافِ سنّت نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر امر میں آپ نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت پر کاربند رہنا لازم قرار دے رکھا تھا۔ یہی تلقین آپ دوسروں کو فرماتے اور کہتے کہ "مولائے کل فخرِ رسل نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلّم کا کامل اتباع کرو۔ کہ صرف اسی میں فلاحِ دارین کا راز پوشیدہ ہے"۔ لوگ آپ کو سرتاپا اسوۂ حسنہ میں ڈھلا ہوُا دیکھتے، اور آپ کے اتباعِ سنّت کے اہتمام سے باخبر ہوتے، تو آپ کی نصیحت قبول کرتے۔ اور کوشش کرتے کہ فرمان مبارک پر سرگرمی سے عمل کریں۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مجھے جو کچھ حاصل ہوُا ہے وہ سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے کامل اتباع سے حاصل ہوُا"۔ اسی اتباعِ کامل کی بدولت حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بلند ترین مدارجِ روحانی پر فائز ہوئے۔

ہندوانہ رسموں کا انسداد

جیسا کہ پہلے ذکر ہوُا دیہات کے مسلمانوں میں کتنی ہی ہندوانہ رسمیں عام طور پر رائج تھیں۔ ان کو پتہ ہی نہ تھا کہ بہت سی رسمیں خلافِ شریعت ہیں۔ وہ اپنے اجداد کی رسموں کو صحیح سمجھتے تھے اور کوئی بتانے والا نہ تھا کہ وہ اس طرح واضح طور پر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ راجپوت اور جاٹ قبائل کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے، وہ بے چارے ایسے بہت سے خلافِ شرع اعمال پر قایم تھے۔

اس زمانے میں مسلمانوں میں مشرکانہ رسوم رائج تھیں۔ جن کی بجا آوری وہ ضروری سمجھتے تھے۔ آپ پہلی مرتبہ موضع نکو در ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت کی جڑ میں بہت بڑا پتھر گڑا ہوُا تھا۔ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس کی گائے بھینس نئے دوُدھ دینے والی ہو وہ پہلی مرتبہ سارا دوُدھ اس پتھر پر لا کر ڈالے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اس کی گائے بھینس کے تھنوں میں سے خون آنے لگے گا۔ اس عقیدے کے مطابق سب لوگ پہلی مرتبہ دوُدھ اس پتھر پر لا کر ڈال دیتے تھے۔ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی اس مشرکانہ رسم کا علم ہوُا تو آپ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اکھاڑ دو اور فرمایا کہ

ہم آج نکودر والوں کے خدا کو دریائے جہلم میں ڈالنے لیئے جا تے ہیں۔سب کو حکم دیا کہ کوئی آج سے دوُدھ یہاں نہ ڈالے، اگر کسی کی گائے بھینس کے تھن میں سے خون آئے گا تو اس کا میں ذمے دار ہوں۔ اس طرح اہل نکودر کی اس مشرکانہ رسم کو محو کیا۔

رہتک حصار وغیرہ اضلاع کے دیہات میں جہاں اور بہت سی ہندوانہ رسمیں رائج تھیں، انھی میں بیوہ کا معاملہ بھی تھا۔ہندو مذہب کا اصول ہے کہ عورت کسی عُمر کی ہو اور اس کا شوہر چاہے اگلے دوسرے دن ہی وفات پا گیا ہو، وہ بے چاری مجبُور ہے کہ ساری عمر سسرال میں گزارے۔ اور دوسروں کے رحم وکرم پر بسر کرے۔نتیجہ ظاہر تھا کہ بدکاری عام تھی۔اور بیوہ عورتوں کی حالت زنان بازاری سے بد تر بنی ہوُئی تھی۔جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دیہات میں تشریف لے گئے اور آپ کو مشرکانہ رسموں اور کافرانہ رواجوں کا علم ہوُا تو آپ نے برملا تبلیغ شروع فرمائی اور وعظ میں برسرِ عام اس طرح کی بے دینی کی مذمت کی۔نکاح بیوگان کے مسئلے کو شرح وبسط سے بیان کیا۔بیوہ کا نکاح نہ کرنے کو گناہِ عظیم بتایا۔شریعت کے مسائل واضح کئے۔اور زور دیا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کرو۔اور اس طرح خدا رسول کے احکام کی تعمیل کرکے اپنی دنیا اور عاقبت سدھارو۔

نکاح بیوگان اور مخالفت

نکاح بیوگان کی ایسی صاف صاف تبلیغ ان لوگوں کے لئے ایٹم بم تھی۔سب برگشتہ ہوکر مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اور اعلان کر دیا کہ یہ ہماری خاندانی روایات کے منافی ہے۔ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیوہ کا نکاح نہ کرنے کی خرابیاں سمجھائیں۔ بتایا کہ اس بُری رسم کی وجہ سے تمھارے گھروں میں بدکاری کا عام طور پر رواج ہے۔اور اس طرح تم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کی کئی طریقے سے سرتابی کرکے اپنی دُنیا اور عاقبت خراب کر رہے ہو۔آپ نے اعلان فرما دیا کہ میں بیوہ عورتوں کا نکاح کرائے بغیر یہاں سے قدم نہیں اٹھاؤں گا۔اس پر بات بہت بڑھ گئی۔دونوں طرف سے مقابلہ کے چیلنج دیے جانے لگے اور فتنہ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بڑوں کو جمع کیا۔ان کو ساتھ لے کر گھروں کے

اندر گئے۔ زمین کھود کر حرام کے نومولود بچّوں کے ڈھانچے دکھائے۔ پھر انھیں جنگل لے گئے۔ اور وہاں لے جاکر جابجا زمین کھدائی۔ اور حرام کی اولاد کی دفن شدہ لاشیں نکال کر دکھائیں۔ اب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اپنی مخالفت پر شرمندہ ہوئے۔ آپ نے احکامِ شریعت کی مصلحت اور قدیم غلط رسم کی خرابیاں سمجھائیں۔ تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب سے کفر کی تاریکیاں دُور کیں۔ اور وہ حضور کے قدموں میں گر گئے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اور آیندہ کے لئے احکامِ شریعت پر کاربند ہونے کا عہد کیا۔

ان اضلاع کے دیہات میں اس کے بعد سے نکاح بیوگان نے رواج پایا۔ اور خدا کے فضل وکرم سے ان گھروں نے دولت ایمان حاصل کی۔ رہتک اور حصار کے ان راجپوتوں کو راہ راست پر لانے اور دین پر چلانے کے کام میں حضرت امیرِ ملّت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا مولوی عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کو اس کارِ خیر کا زیادہ سے زیادہ اجر عطا کرے۔

ع : از گدا اجز دعا نیاید ہیچ

حضور والا کے کارنامے

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم الشان کارناموں کا احاطہ کرنا ہماری توفیق سے باہر ہے۔ آپ کو جن اہم کاموں کی تکمیل کا فریضہ سونپا گیا تھا، اس کی انجام دہی آپ ہی سے ممکن بھی تھی۔ ع ہر مردے و ہر کارے، ہر کارے و ہر مردے۔

جس قدر مقصد بلند اور کام عظیم ہوتا ہے، اتنا ہی عظیم المرتبت شخص اس کی انجام دہی کے لئے معیّن کیا جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اس کے مراتب و مدارج میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ صحیح حدیث ہے۔ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (ترجمہ: نیکی کی رھنمائی کرنے والا بھی اس نیکی پر عمل کرنے والے کی مانند ہوتا ہے، یعنی دوسروں کو نیک بناؤ تو ان کی مانند تمھیں بھی اجر ملے گا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں لاکھوں کی ہدایت اور رہنمائی فرمائی تو آپ کے اجر جزیل اور مراتب بلند کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے!!

حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اوّل اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ کے سوانح حیات شایع ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ یارانِ طریقت کے لئے خصوصاً ایمان افروز ہے۔ ایک بار انھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یارانِ طریقت سے پوچھا کہ "دیکھو، نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں اور حضور بھی۔ اتباعِ سنّت کا ہم بھی پورا اہتمام کرتے ہیں۔ پھر بتاؤ کیا وجہ ہے کہ حضور کے مدارج روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں اور ہمارا یہ حال نہیں ہے۔ تو آخر کیوں؟"

سب خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ بن پڑا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مولوی صاحب! آپ بتاؤ" حضرت مولانا صاحبؒ نے کہا "حضور! آپ نے ہم جیسے لاکھوں انسانوں کو دیندار بنایا، نمازوں کا پابند کیا، اتباعِ سنّت کا راستہ دکھایا تمام کاموں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں بردار بننا سکھایا۔ تو جتنا اجر ہم کو ملتا ہے، اتنا ہی حضور کے حسناتِ اعمال میں شامل ہوتا ہے۔ صحیح حدیث شریف ہے کہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ (ترجمہ "بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی ایسا ہی ہے جیسا اس بھلائی پر عمل کرنے والا")۔ تو جب حضور کے حصّے میں دوسرے لاکھوں انسانوں کے اعمالِ صالحہ جتنا اجر بھی شامل ہوتا جاتا ہے، تو دوسرا کوئی کیسے حضور کے برابر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور کے مدارج میں وہ اضافہ ہوتا رہتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔"

تبلیغ و ارشاد

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ و ارشاد کے لئے برِّ صغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہندوستان کے تمام صوبوں کے آپ نے دورے فرمائے۔ ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ قیام فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو خدا کا پیغام سنایا۔ ہزاروں

کی تعداد میں لوگ آپ کے جلسوں میں حاضر ہوتے اور ہدایت پاتے۔ قیام گاہ پر ہر وقت زائرین و معتقدین کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص سے بااخلاق پیش آتے۔ اس کا حال معلوم کرتے اور مناسب پند و نصائح سے نوازتے۔ مہمان نوازی میں آپ کو قلبی حظ حاصل ہوتا تھا۔ باہر سے جو لوگ آتے ان کو کئی کئی دن مہمان رکھتے۔ ناشتے اور کھانے کے اوقات پر تواضع میں اہتمام فرماتے اور باصرار کھلاتے تھے۔ اور رخصت کے وقت عموماً عطایا و ہدایا سے نوازتے تھے۔

پنجاب، سرحد، بہاول پور، سندھ، کراچی، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، میسور، دکن، حیدرآباد، دہلی، بنگال، آسام اور دُور دراز علاقوں میں آپ نے بار بار تبلیغی دَورے فرمائے ہیں۔ یاغستان۔ افغانستان، سعودی عرب وغیرہ اور برصغیر کی مسلم اور ہندو ریاستوں میں بھی تشریف لے گئے ہیں اور ہر جگہ لوگوں کو اسلام سے رُوشناس کیا، ان کے ایمان کو بچایا، دین و شریعت کا پابند بنایا، غیر مسلموں کو زیورِ ایمان سے مالامال کیا، اور صراطِ مستقیم پر چلنا سکھایا ہے۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان طویل سفروں اور قیام کے لمبے عرصوں میں جس انہماک اور تن دہی سے رشد و ارشاد میں مصروف رہتے تھے وہ انسانی برداشت سے بالاتر ہے۔ عام جلسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں منعقد فرماتے اور گھنٹوں وعظ کہتے تھے۔ بغیر لاؤڈ سپیکر کے ہزارہا انسانوں کے مجمع میں سب آپ کی آواز سُنتے اور فیض پاتے تھے۔ آخر شب میں تہجد کے آپ اوائل عمر سے پابند تھے۔ سفر ہو یا حضر یہ عادت جاری رہتی۔ تہجد کے کے وقت سے قبل کتنی دیر آپ کے لئے آرام کرنا ممکن ہوتا یہ کہنا مشکل ہے۔ حاضرین نے تو اکثر یہ محسوس کیا کہ شاید ایک گھنٹہ بھی استراحت نہ فرمائی ہوگی۔ تہجد کے وقت سب یاروں کو بیدار کر دیتے۔ اور نماز فجر کے تھوڑی دیر بعد سب کو ناشتے میں شریک فرماتے تھے۔ پھر نمازوں کے اوقات کے علاوہ سارا دن مسئلے بتانے اور پند و نصیحت فرمانے میں گزر جاتا۔

انھی اوقات میں معتقدین حاضر ہو کر اپنی مشکلات عرض کرتے اور فیض پاتے تھے۔

نئے ارادت مندوں کے لئے حلقہ ذکر سفر میں تو تقریباً روز ہی قایم ہوتا تھا۔ اور ہزارہا لوگ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ ہر حاجت مند کے لئے خود بھی دعا کرتے اور حاضرین کو بھی دعا میں شامل ہونے کی ہدایت فرماتے تھے۔ شبانہ روز اس طرح خلق خدا کی خدمت اور رہنمائی میں مصروف رہنا حضور کا شعار تھا۔ خدمت خلق کے ساتھ ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا آپ کا معمول تھا۔ خود ہی نہیں، اپنے ساتھ حاضرین کو بھی ذکر میں مصروف رکھتے تھے۔ ظاہری طور پر ایک گھنٹہ تو کیا کچھ لمحات بھی آپ کو تنہائی کے میسر نہ آتے تھے۔ آپ کا وظیفہ یہ تھا:

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش — ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

آپ فرمایا کرتے تھے: "ہتھ کار وَل دل یار وَل"

تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کے احیاء و تجدید کے مقصد جلیل کے لئے جو دورے فرماتے تھے وہ تمام ملک ہندوستان پر محیط تھے۔ اسی کے ساتھ آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج بھی فرماتے۔ جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کا اشتیاق ظاہر کرتے آپ انھیں حلقۂ ارادت میں شامل کرتے۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی اتباعِ سنت نبوی اور پیروی سلف صالحین اس طریقہ کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح داخلِ سلسلہ ہونے والوں کو گناہوں سے توبہ کرانا اور اعمالِ صالحہ پر کاربند بنانا مقصود ہوتا۔ محرمات و منہیات سے باز رکھنا۔ قرآن و حدیث کے مطابق صراطِ مستقیم اور نیک کاموں پر چلنا۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہِ راست پر اپنے اعمال کو ڈھالنا۔ اور شریعت و سنت کا کامل اتباع کرنا سلسلۂ عالیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصدِ والا یہی تھا کہ اس طرح لوگ اچھے مسلمان اور پابند شریعت و سنت بن جائیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ اسم ذات کی ضرب لگاتے تو سب پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ تو بیہوش ہو جاتے

تھے اور گھنٹوں ان کو ہوش نہیں آتا تھا۔ آپ داخل سلسلہ ہونے والوں کو کلمۂ طیبہ پڑھواتے۔ اس کے معنے اور اس کی رُوح بتاتے۔ اسم ذات کی تلقین فرماتے۔ اور اپنے رُوحانی تصرّف سے ان کے دلوں میں ایمان کی روح اور اسلام کی محبت راسخ فرما دیتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہونے والے حضور کے ایسے گرویدہ ہو جاتے کہ حضور والا کے ارشاداتِ عالیہ کی پیروی و پابندی پر دل و جان سے مستعد ہوتے۔ اور ساری عمر کوتاہی نہ کرتے۔ پانچوں نمازیں ہی نہیں تہجد بھی پابندی سے ادا کرتے۔ درُود شریف کا وِرد اور حضور کے بتائے ہوئے دیگر اورادُ وظائف کی پابندی، نیز فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کی ادائیگی انکی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی۔ بلکہ یہ خوبیاں ان کے گھروں میں نسل درنسل باقی رہتیں۔ اور ان کے گھرانے اسلامی کردار کا صحیح نمونہ بن جاتے تھے۔

عورتوں کی اصلاح اور تلقین

عورتیں عموماً مسائلِ شرعیہ کے بارے میں تساہل اور حیلے کیا کرتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں جو عورتیں آتیں، خواہ وہ داخل سلسلہ ہونے آئیں، یا تعویذ لینے، یا دُعا کرانے یا کسی اور دُنیاوی احتیاج کی حل برآری کے لئے، آپ ان کی درخواست پوری کرنے سے قبل، ان کو نماز روزے کے مسائل اور شریعت کے احکام سکھاتے۔ اور ان سے ارکان و فرائض پر پابندی سے عامل بننے کا وعدہ لیتے، تب ان کے لئے دُعا فرماتے یا ان کو تعویذ عطا کرتے۔ چنانچہ تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بے شمار عورتیں حضور کی تعلیم و تلقین کی بدولت پابند شریعت بن گئیں۔ نماز، روزہ، تہجد ان کا شعار بن گیا۔ اور ان کی نیکی و راستبازی کی بدولت ان گھروں کی اصلاح ہوگئی۔ جو پشت در پشت سے جاری ہے۔

شبانہ روز محنت اور اصلاحِ احوال

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی ذات والا صفات میں ایسی کشش تھی کہ لوگ جُوق در جُوق حاضری دیتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تو ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ ہوکر واپس جاتے تھے۔ بے ایمان آتے تو ایمان دار بن کر لوٹتے۔ بے نمازی آتے تو نمازی

بن کر واپس جاتے۔ روزہ خور آتے اور روزہ دار بن جاتے۔ چور ڈاکو بدمعاش آتے اور توبہ کر کے نیکو کار پرہیزگار بن جاتے۔ غرض حضور والا کا یہ فیضِ عام تقریباً سو سال تک پورے ملک میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک جاری رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ اور اطراف و اکناف میں دین متین کی تجدید و احیاء کے ساتھ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کامیابی کے ساتھ جاری رہی ہے۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سفر میں ہوتے تو گھوڑا، تانگہ، پیدل جس طرح بھی ممکن ہوتا سفر کرتے۔ اور کبھی تھکن کا اظہار نہ فرماتے۔ اپنے اور ہمراہیوں کے سفر، قیام، طعام سب کا بار خود برداشت کرتے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ زائرین کو آپ نے مالی لحاظ سے بھی ضرورت مند پایا تو ان کو زادِ راہ اپنے پاس سے مرحمت فرمایا۔ جسمانی امراض کے مریض بھی حاضرِ خدمت ہوتے اور آپ کی دُعا اور تعویذ سے صحت حاصل کرتے۔ جو بیمار لائے جانے کے قابل نہ ہوتے، خود ان کے گھر جاتے تھے۔ غرض آپ جس طرح خضرِ طریقت تھے اسی طرح امراض جسمانی و روحانی کے مسیحا بھی تھے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا آپ کے لطف و کرم سے شفائے کامل حاصل کرتے تھے۔

سہاری کا ویران مقام

ایک بار میں میاں عبداللہ کے ہمراہ ایک گاؤں سہاری میں گیا۔ وہاں ایک جگہ کچھ کھنڈر سے نظر آئے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا "یہاں نہ مکان ہے نہ انسان۔ نہ کھیت ہے نہ فصل۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" اس نے کہا "یہاں حضرت صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لا چکے ہیں۔ وہ جو مسجد سامنے نظر آرہی ہے حضور کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں کنواں بھی آپ ہی نے بنوایا ہے۔ تاکہ مسلمان ہندوؤں کے کنوؤں سے پانی لینے پر مجبور نہ ہوں۔

غرض میں نے رات اس مقام پر گزاری۔ اور مسائل بیان کیے۔ صبح کو بہت سے پیر بھائی ملنے آئے۔ ان میں اکثر بہت ضعیف العمر تھے۔ انھوں نے بیان کیا "ہم اپنے مذہب سے بالکل بیگانہ اور بے خبر تھے۔ حضرت نے ہم کو مسائل شرعی سے واقف کیا۔

نمازی بنایا۔ اور اسلام پر چلنا سکھایا۔ جوانی سے اب تک حضور کے پند و نصائح ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اس گاؤں میں سب لوگ حضور کے سچے خادم اور یارِ طریقت ہیں۔ حضور نے ہماری عاقبت سدھاری ہے۔ ہم حضور کا یہ احسان کس طرح بھلا سکتے ہیں۔ ہم تو ہر وقت حضور کے اور حضور کے خاندان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ان کا سایہ قیامت تک ہمارے سروں پر قایم رہے"

اسی طرح ایک بار ضلع جھنگ میں میں نے ایک یار سے دریافت کیا "کہ تم لوگ حضور کی خدمت میں حاضری کے لئے اتنا لمبا سفر کیسے طے کرتے تھے" اس نے کہا:

"جب خود حضور اتنا لمبا سفر طے کر کے ہمارے پاس تشریف لا سکتے تھے، تو پھر ہمارے لئے تو یہ سفر اتنا مشکل بھی نہ تھا۔ اور ہوتا بھی تو ہماری عیرت اور شوق ہماری رہبری کے لئے کافی تھا"

یاغستان میں تبلیغ و اصلاح

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاغستان میں کئی بار تشریف لے گئے۔ اور ہزارہا پٹھانوں کو راہِ راست پر لائے۔ ایک بار میں بھی ہمراہ تھا۔ ایک علاقے کے سربرآوردہ حضرات نے عرض کیا کہ "اس کو ہمارے پاس چھوڑ دیجئے۔ ہم اسے اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اور مال گزاری اور دیگر واجبات ادا کیا کریں گے" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "یہ اپنی بادشاہی نہیں سنبھال سکتا۔ تمھاری بادشاہی کیا کرے گا" ان لوگوں نے بہت زور دیا۔ مگر آپ ہرگز نہ مانے۔

یاغستان میں کھبل کے موضع میں آپ نے ایک مکان اور ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی تھی۔ جو نہایت کشادہ اور پُرفضا مقام پر ہے۔ آپ نے گرمیوں میں یہاں طویل قیام بھی فرمایا ہے۔ اور کئی دفعہ رمضان شریف بھی وہاں گزارا ہے۔ تراویح قایم کی اور قرآن مجید سنایا۔ لوگوں کی دعوتیں کیں۔ مسائل دین بتائے۔ اور بہت سے پٹھانوں کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کیا۔ ایک مرتبہ برادرِ عزیز حاجی حافظ سیّد انور حسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔ اور انھوں نے وہاں قرآن مجید سنایا تھا۔ ان علاقوں میں یہ بھی رسم عام ہو

گئی تھی کہ ان کے عمائد سے جو فیصلے نہ ہو سکتے تھے، ان پیچیدہ معاملات کو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی تشریف آوری پر اٹھا رکھتے تھے۔ حضور تشریف لے جاتے تو آپ کے سامنے ایسے مقدمات پیش ہوتے۔ اور آپ ان کا شرع کے مطابق فیصلہ کرتے۔ وہ لوگ آپ کے فیصلوں کو برضا و رغبت قبول کرتے تھے۔ حاجی عظیم خان صاحب اور حاجی احمد خان صاحب بہت نیک اور مخلص پیر بھائی ہیں۔ یاغستان لے جانے کے اصل محرک وہی تھے۔ سب سے پہلے انہی کی درخواست پر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاغستان گئے تھے۔ پھر تو یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور ان حضرات کے اخلاص و عقیدت نے اور بہت سے پٹھانوں کو حضور کے فیضِ عام سے سرفراز کیا۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جن علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے وہاں آپ کی برکت اور اثر سے نمازیوں کی کثرت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ دیہات اور دُور افتادہ مقامات میں نمازیوں کی سہولت کے لئے آپ نے مساجد کی توسیع کی ہے، ضرورت کے مطابق ان کی مرمت اور تزیین فرمائی ہے۔ جہاں مسجدیں نہ ہوتیں وہاں نئی مسجدیں تعمیر کرتے۔ مسجدوں کے ساتھ کنوئیں، غسل خانے اور وضو خانے بناتے۔ بعض جگہ گرمیوں اور رمضان شریف میں آرام کی خاطر زیر زمین تہ خانے بنوائے۔ اور ان کے اوپر مسجد تعمیر کی۔ ان تعمیرات کے وقت حضور خود مزدوروں کے ساتھ کام میں شرکت فرماتے۔ آپ کے شریک کار ہونے کے باعث مزدور بھی زیادہ دلچسپی اور محنت سے کام کرتے۔ اور گاؤں کے دوسرے لوگ بھی وقت نکال کر خانۂ خدا کی تعمیر میں حصہ لیتے اور سعادت دارین کے مستحق بنتے تھے۔ ایسی مساجد جو حضور نے تعمیر کرائیں شمار سے زیادہ ہیں۔

مہمانداری میں اصلاحِ احوال

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل اور خُلق عظیم کے حامل تھے۔ اپنے یارانِ طریقت سے ہی نہیں، غیروں کے ساتھ بھی انتہائی خُلق و مدارات سے پیش آتے تھے۔ اس لئے جو آپ کی خدمت میں آجاتا آپ کا گرویدہ بن جاتا تھا۔ آپ کی مہمان داری اور مہمان نوازی ضرب المثل کے درجے تک پہنچ گئی تھی۔ جتنے زیادہ مہمان ہو جاتے آپ اتنے ہی زیادہ مسرور ہوتے تھے۔ اور ان کی مہمانداری و ضیافت کے لئے

پلاؤ، زردہ، مرغ، گوشت، ترکاریاں وغیرہ تیار کرنے کا حکم دیتے۔ اس میں یہ مصلحت بھی پوشیدہ ہوتی کہ مہمانوں کے قیام کے دوران نمازوں کا وقت آتا تو وہ آپ کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ نشست و برخاست، کلام و طعام اور دیگر معمولات میں ان کو مسائلِ شریعت اور سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کی تلقین فرماتے اور اس کے مطابق عمل کراتے۔

حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر بیان کرتے تھے کہ ایک نیا مہمان خدمت عالی میں حاضر تھا۔ نماز کا وقت آیا تو حاجی صاحب نے اس سے کہا کہ اٹھو۔ وضو کر کے نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں تو نماز نہیں پڑھا کرتا۔ حضرت قبلہ سُن رہے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ نماز نہ پڑھنے والے کو ہم رات کو اپنے پاس نہیں ٹھہرنے دیتے۔ اور نہ اُسے کھانا اور بستر دیتے ہیں۔ وہ شخص شرمندہ ہُوا۔ فوراً اٹھا، وضو کیا اور جماعت سے نماز ادا کی۔ حضور والا نے بھی اس کے بعد اس پر کامل شفقت فرمائی اور اس کی خصوصی مدارات کی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضر ہی میں نہیں، سفر میں بھی سب مسلمانوں کے ساتھ بڑی شفقت، مدارات اور مہمان نوازی سے پیش آتے تھے۔ ان کی دعوتیں فرماتے۔ اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے اور برابر تواضع فرماتے رہتے تھے۔ جو لوگ اقامت گاہ پر رات گزارتے ان کو تہجّد کیلئے بیدار کیا جاتا اور وہ نماز تہجّد ادا کرتے۔ اس بارے میں آپ کوئی سختی نہیں کرتے تھے بلکہ نرمی اور ملاطفت سے کام لیتے تھے۔ لوگ دیکھتے کہ یہاں تو سبھی سحری کے وقت بیدار ہیں اور نماز تہجّد ادا کر رہے ہیں۔ تو انھیں خود غیرت آتی اور خود بھی تہجد ادا کرنے لگتے۔ آپ کو سب علم ہوتا اور آپ ایسے حضرات کے ساتھ خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ چک نمبر ۵ جنوبی (متصل بھلوال) میں مولوی محمد عالم صاحب کو حکم دیا کہ سحری کے وقت جو لوگ تہجد پڑھنے مسجد میں آئیں، ان کو چائے پلایا کرو۔ اور رس اور بسکٹ کھلایا کرو۔ اس کے جو اخراجات ہوں گے وہ میں ادا کروں گا۔ خود مجھ سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ " اس سے میری غرض یہ تھی کہ حافظ

غلام مصطفےٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں کے لوگ نمازی اور تہجد گزار بن جائیں"۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے تصرف اور روحانیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان مبارک سے فرما دیتے ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ یہ رب تعالیٰ کا آپ پر خاص کرم تھا۔ "جو خدا کا ہو جائے اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے"۔ ع گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ جو مرد یا عورت اپنی کوئی غرض لے کر خدمت والا میں آتے، مقدمات کی مشکلات بیان کر کے حل چاہتے، روزگار کے خواہشمند ہوتے۔ اولاد کی خواہش لے کر آتے، یا کسی دوسری جائز آرزو کی تکمیل کے عرض گذار ہوتے، آپ ان سے ارشاد فرماتے کہ تم شریعت پر کاربند ہو جاؤ۔ احکامِ شرع کے پابند بن جاؤ تو رب تعالیٰ تمھاری مشکل حل فرماویں گے۔ تم مقدمہ جیت جاؤ گے۔ تم کو روزگار مل جائے گا۔ تم صاحبِ اولاد ہو جاؤ گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض ایسے مواقع پر بھی حضورِ والا مسلمانوں کی اصلاح اور ان کو راہِ شریعت پر گامزن بنانے کے مقصد اعلےٰ کی تکمیل کا احسن طریقہ اختیار فرماتے تھے۔

مشکل برآری اور اخلاق حسنہ کی بدولت اصلاح

بعض لاعلاج بیمار حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا اور تعویذ کی درخواست کرتے، تو آپ ان سے وعدہ لیتے کہ رب تعالیٰ تم کو صحت عطا فرمائے گا تو وعدہ کرو اور قول دو کہ تم نماز، روزہ اور احکام شریعت کی پابندی کرو گے اور مدت العمر راہِ راست پر عامل رہو گے۔ وہ پختہ وعدہ کرتے تو حضور ان کے لئے دعا فرماتے۔ کلام مجید کی آیات پڑھ کر پانی پر دم کر کے عطا کرتے۔ اپنا پس خوردہ بخش دیتے یا تعویذ عطا فرماتے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو صحت کاملہ عطا کرتا۔ اور وہ دل و جان سے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ ہو کر اسلامی فرائض و احکام کی بجا آوری میں ساری عمر صرف کرتے، اور متقی و دیندار بن جاتے تھے۔

جیسا کہ ذکر ہوا حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز صاحب خُلقِ عظیم، رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ پر عامل اور سنّتِ نبوی کے اتباع میں کامل تھے۔ اس لئے آپ کے اسوۂ پاک اور اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر ہزاروں لاکھوں انسان آپ کی طرف مائل

ہوتے تھے۔ اور آپ کے اوصاف و کمالات کے گرویدہ بن کر آپ کے فرامین پر عمل کرتے تھے۔ شریعت و سنّت کے اجراء و نفاذ کے معاملے میں آپ بحدِّ کمال بے باک اور بے خوف تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی مخالفت اور منازعت کے ڈر سے حق گوئی اور حق پژوہی میں کمی نہ آنے دی۔ حد یہ کہ حکومتِ وقت بھی اسلام کے خلاف کوئی اقدام کرتی تو آپ بے باکی و بے خوفی کے ساتھ صدائے حق بلند کرتے اور حکومت سے مطلق رعب نہ کھاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں آیندہ قارئین کے مطالعہ میں آئیں گی۔

ترن تارن میں نعرۂ حق

پنجاب کے علاقوں میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ اور وُہ بڑے سرکش اور جنگجو واقع ہوئے تھے۔ مسلمان سکھوں کے زمانۂ حکومت سے ان کے مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔ ایک بار حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر میں میاں غلام جیلانی صاحب کے گھر تشریف فرما تھے کہ ترنتارن سے ایک وفد آیا اور ان کے بیحد اصرار پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترنتارن کا دَورہ فرمانے کا وعدہ کر لیا۔

یارانِ طریقت نے آپ کو ترنتارن کے ارادے سے باز رکھنے کے لیے بہت منّت سماجت کی۔ عرض کیا کہ "وُہ سکھوں کا مرکز ہے۔ وہاں ان کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے۔ وُہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ایسا نہو کہ حضور کی ایذا رسانی کے درپے ہو جائیں۔ یا مقابلے پر آمادہ ہوں اور کوئی فساد برپا کر دیں۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تم مجھے کافروں سے ڈراتے ہو۔ مَیں سیّد ہوں۔ جو سیّد ہے وہ ڈرتا نہیں۔ اور جو ڈرتا ہے وُہ سیّد نہیں۔ مَیں اسلام کی حقانیت بیان کرنے اور تبلیغ کرنے کے لئے ضرور جاؤں گا۔" نیز ارشاد کیا کہ "سوائے رحمت علی کے میرے ساتھ اور کوئی نہیں جائے گا۔"

اب تو یارانِ طریقت اور زیادہ پریشان ہوئے۔ بہت منّت سماجت کی۔ اور عرض کیا کہ "ہم ضرور حضور کے قدموں کے ساتھ رہیں گے۔ اور حضور کو تنہا نہیں جانے دیں گے۔" آپ نے فرمایا "تم میرے محافظ ہو؟ ہرگز نہیں۔ میرا محافظ میرے ساتھ ہے۔ وُہ خود

میری حفاظت فرمائے گا۔ مَیں اکیلا نہیں ہُوں۔ میرے ربّ کی قوت اور طاقت میرے ساتھ ہے۔"

حافظ رحمت علی صاحب کا بیان ہے کہ "میں اکیلا ہی حضرت قبلۂ عالم کے ہمراہ گیا۔ ہر اسٹیشن پر لوگ زیارت کے لئے آتے۔ جن میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہوتی تھی۔ مَیں حضور سے عرض کرتا تو آپ گاڑی کے دروازے پر آجاتے۔ وہ لوگ آپ کے قدموں کو ہاتھ لگاتے اور سلام پیش کرتے۔ اور کہتے "یہ مسیح کا گرو ہے۔" غرض اسی طرح گاڑی ترن تارن اسٹیشن پر پہنچی۔ وہاں لاتعداد مسلمان اور سکھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ سکھ مسلمانوں سے کہتے تھے۔ "ہمارے گرو ہمیشہ یہاں آتے رہتے ہیں۔ آپ کا گرو پہلی دفعہ یہاں آیا ہے۔ پہلے ہمیں درشن کراؤ۔" مسلمانوں نے حضور سے عرض کیا تو آپ گاڑی کے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ تمام سکھ ادب سے قدموں کو ہاتھ لگا کر سلام بجالاتے تھے۔ اسٹیشن پر ہر طرف یہی آواز گونج رہی تھی کہ "یہ مسیح کا گرو ہے۔"

"غرض ترن تارن اسٹیشن سے قیام گاہ تک حضور کو ایک بڑے جلوس کے ساتھ پہنچایا گیا۔ رات کو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے جہاں بڑا اجتماع تھا۔ جلوس کی طرح جلسے میں بھی مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں سکھ جمع تھے۔ ایسا ہونا ہی تھا۔ اس لئے کہ ترن تارن سکھوں کا مقدس مقام ہے اور یہاں آبادی بھی سکھوں ہی کی بہت زیادہ تھی۔"

"حضور نے تلاوت سے اپنے خطبہ کا آغاز فرمایا۔ اور کہا کہ میں اپنے میزبانوں سے بہت خوش ہوں۔ آپ نے اسٹیشن پر جمع ہو کر مجھے خوش آمدید کہا۔ اور اب میری تقریر سننے آئے ہیں۔ آپ نے میزبانی کا حق ادا کر دیا ہے۔" پھر فرمایا "مذہب اپنا اپنا ہے اور عقیدہ اپنا اپنا۔ مگر ہمارا مذہب اللہ کے فضل سے سچّا ہے اور آپ کا غلط۔ آپ کے پاس انسانی کتاب ہے جو بندے کا کلام ہے اور ہمارے پاس آسمانی کتاب جو خدا کا کلام ہے۔ ہمارا دین اللہ کا دین ہے۔ ہمارا رسُول سچا ہے۔ جس کے واسطے سے اللہ نے ہم پر کتاب اتاری اور ہمیں اپنے دین کا راستہ دکھایا۔" حضور خود فرماتے تھے کہ "مَیں نے لاؤڈ سپیکر کے بغیر تین گھنٹے تک تقریر کی۔ اسلام کی صداقت بیان کی۔

ان کے مذہب کو جھوٹا اور اپنے مذہب کو سچا ثابت کرتا رہا۔ مگر سکھ پھر بھی مجھے تقریر ختم نہیں کرنے دیتے تھے۔ اور اصرار تھا کہ تقریر جاری رکھئے"۔ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ تھک گئے تو بمشکل ان سکھوں نے تقریر ختم کرنے دی۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جلسے میں فرمایا کہ "میں تمہارے سامنے بلند آواز سے قرآن مجید کی آیت پڑھ کر تلوار پر دم کرتا ہوں۔ پھر تم وہ تلوار کسی کو بھی مارو، ہرگز نہیں کاٹے گی۔ اسی طرح تم کسی قسم کا کیسا ہی مریض میرے پاس لے آؤ، میں اس پر قرآن شریف پڑھ کر دم کرتا ہوں، تو وہ خدا کے فضل سے اسی جلسے سے صحت یاب اور تندرست ہو کر واپس جائے گا"۔ آپ نے چیلنج کیا کہ "تم سب لوگ گرنتھ صاحب پڑھ کر دم کر کے دیکھ لو کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون"۔ سارے جلسے میں کسی کو مجال نہ ہوئی کہ حضور کے چیلنج کو قبول کرتا۔ یا مخالفت کی جرأت کر سکتا۔

کلاس والا میں ایک سکھ ذیل دار نے ایک تیز دھار والی تلوار حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی خدمت میں پیش کی کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے نہیں کاٹتی۔ آپ نے اس تلوار پر دم فرمایا۔ اور ایک سنگترہ سامنے میز پر رکھ کر اس پر بہت زور سے تلوار کا ہاتھ مارا سنگترہ کٹتا تو کیا اس کے چھلکے پر بھی ذرا سا اثر نہ ہوا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور معاندین ششدر رہ گئے۔

گُڑی والا میں اعلائے کلمۃ الحق

اسلام کی حقانیت کا بیان اور تبلیغ وارشاد کا مقصد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہمہ وقت مقصود وملحوظ تھا۔ اہل سنت والجماعت کے جلسوں میں حضور والا ضرور شرکت فرماتے اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ہر وقت مستعد اور تیار رہتے۔ ایک بار چورہ شریف کے سجادہ نشین صاحب نے موضع گڑی والا ضلع لائل پور میں علمائے اہل حدیث سے مناظرہ طے کیا۔ اور حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی۔ آپ فوراً وہاں پہنچ گئے۔ آپ کے ہمراہ کئی اور علماء بھی تھے۔ حضور کی تشریف آوری کا حال سن کر ان لوگوں نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ مگر جلسے کا اہتمام ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے

مفادِ عام کی خاطر جلسہ منعقد کیا۔ اور صداقت مذہب پر تقریر فرما کر لوگوں کو فیض یاب فرمایا۔

بہاولپور میں بیباکی کے ساتھ مسائلِ شریعت کا بیان

ایک بار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور تشریف لے گئے۔ وہاں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوُا تھا۔ جس میں وزراء و عمائد کے علاوہ خود نواب بہاولپور اور ان کے رشتہ دار شریک ہوُئے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تقریر لڑکیوں کو مغربی تعلیم دلوانے کی مذمت کی۔ اور سخت الفاظ میں اس کی خرابیاں بیان کیں۔ بعض لوگوں نے قریب جا کر عرض کیا کہ "ان اکابر و عمائد کی لڑکیاں کالجوں میں انگریزی پڑھتی ہیں، اس لئے اس موضوع سے گریز فرمائیے تو بہتر ہے"۔ آپ نے برجستہ و برملا کہا کہ "مجھے سچ کہنے اور دین کی تبلیغ کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ اگر یہ لوگ سچی بات سُننا پسند نہیں کرتے تو مجھے کیوں بلایا تھا"۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وعظ جاری رکھا اور سب کان دبائے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل سنتے رہے۔

مخالفین کے ساتھ ملاطفت

بے شک حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت بھی ہوتی تھی۔ اور اہلِ غرض اپنے مفاد، مصلحت اور رغبت کے خلاف باتیں سُنتے تو ناشائستگی پر بھی اُتر آتے تھے۔ مگر آپ کا مقصد حق گوئی تھا جس سے کسی حال میں باز نہ رہتے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّتِ مقدسہ کے مطابق دُعا فرماتے کہ "خداوندا! ان کو راہِ راست دکھا اور شریعت کا پابند بنا"۔ آپ نے اپنی ذات کی مخالفت کو کبھی کوئی اہمیّت نہ دی۔ نہ کبھی اور کسی کو اجازت دی کہ وہ ذاتیات پر حملوں کا جواب دے۔ آپ کا عمل اس پر تھا کہ

دشنام دہد اگر خسیسے — چارہ بنود بجز شنیدن
گر پائے کسے سگے گزیدہ — لازم بنود ورا گزیدن

اگر کسی نے دشمنوں کے بُرا بھلا کہنے اور جھوٹے اشتہاروں کا جواب دینے کی اجازت طلب کی ہے تو آپ نے سختی سے منع فرمایا۔ کہ "جواب کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ ہم جواب دے کر اپنے اجر میں کیوں کمی کریں"۔

ایک دفعہ مولوی عبدالعزیز دیوبندی سخت بیمار اور مایوس العلاج ہوکر گوجرانوالہ سے آپ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ "آپ مجھے معافی عطا کریں"۔ آپ نے فرمایا "مولوی صاحب آپ نے میرا کوئی قصور نہیں کیا۔ جن کی شان میں آپ بے ادبی کرتے رہے ہو، اُنہی سے معافی طلب کرو"۔ انھوں نے کہا "میں آپ کی شان میں بھی بہت کچھ ناسزا الفاظ کہتا رہا ہوں"۔ ارشاد فرمایا۔ "نہ مجھے کوئی بات یاد ہے نہ میں نے اپنی ذات کی مخالفت کا کبھی کوئی خیال کیا ہے۔ آپ اللہ رسول سے معافی طلب کریں"۔ مولوی صاحب کو آپ نے تین دن مہمان رکھا۔ مہمان داری اور تیمار داری فرمائی۔ مولوی صاحب نے سچے دل سے توبہ کی۔ اور آپ نے ان کی توبہ قبول ہونے کی دعا فرمائی۔

قرآن مجید کی بیحرمتی پر حضرت قبلۂ عالمؒ کا عتاب

مستری فضل دین صاحب پنج گرائیں نے بتایا کہ ایک روز ایک مسلمان زرگر نے آکر خدمت والا میں عرض کیا کہ ایک شخص گنگا رام نے کہا کہ "میں قرآن شریف پر گھٹنا رکھتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کون میری ٹانگ توڑتا ہے"۔ حضور نے فرمایا "تو کیسا مسلمان ہے۔ کہ یہ بات سن کر یہاں مجھ سے کہنے آیا ہے۔ تو نے اس بے ایمان کی ٹانگ اسی دم کیوں نہ توڑ دی"۔ یہ فرما کر اسے نکال دیا۔ اور موضع پنجگرائیں کے معزز سکھوں اور مسلمانوں کو بلاکر فرمایا کہ "یا تو گنگا رام آکر اپنے الفاظ واپس لے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے توبہ کرے کہ میں ایسے الفاظ نہیں کہوں گا۔ ورنہ میں وہاں آج ہی گائے ذبح کراؤں گا۔ اور پھر لائسنس لے کر ہمیشہ کے لئے وہاں بوچڑ خانہ قایم کردوں گا۔ تاکہ روزانہ گائے ذبح ہوا کرے"۔ سب نے گنگا رام کو بہت لعنت ملامت کی۔ اور اس کو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق معافی تلافی کرنی پڑی۔ لیکن حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔

کچھ دن کے بعد گنگا رام سخت بیمار ہوگیا۔ جب وہ زندگی سے عاجز آگیا تو اس نے مستری فضل دین کو بلاکر کہا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر میرا اسلام عرض کرو۔ اور التجا کرو کہ میری توبہ قبول ہو۔ مستری صاحب نے آکر عرض کیا۔ تو آپ نے

فرمایا۔" اس نے میرا تو کچھ بگاڑا نہیں"۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ" اس سے کہو کہ اگر وہ کلمہ پڑھ کر دل سے مسلمان ہو جائے تو اس کی جان آسانی سے نکل جائے گی۔ وُہ اپنے وارثوں کو ہدایت کر دے کہ وُہ اسے جلائیں نہیں دفن کریں"۔ مستری صاحب نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام اس کو پہنچا دیا۔ دوسرے دن اس نے مستری صاحب کو پھر بلایا اور فرمائش کی کہ" مجھے کلمہ پڑھاؤ، میں مسلمان ہوتا ہوں"۔ مستری صاحب نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ مسلمان ہو کر آخرت کو سدھارا۔

اسی طرح ایک دفعہ جب حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پشاور اور کوہاٹ کے سفر سے واپس آ رہے تھے، گاڑی میں ایک گجراتی مولوی صاحب نے آپ کو یہ واقعہ سنایا کہ" گجرات میں ایک شخص نے قرآن مجید کرسی پر رکھا اور اس کے اُوپر بیٹھ گیا"۔ آپ نے اس مولوی کو سخت ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ" تم مسلمان نہیں ہو جو تم نے اس کافر کو زندہ چھوڑ دیا"۔ اس کے بعد آپ گجرات تشریف لے گئے۔ وہاں جلسہ منعقد کیا۔ اور عوام کو اس شخص کی گستاخی سے آگاہ کر کے اسے چیلنج کیا۔ اس کو خبر لگی تو وہ چپکے سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ایڈیٹر جماعت امرتسر کی بیان کردہ رُوداد سفر

رسالہ جماعت امرتسر کے ایڈیٹر جناب عزیز مخدومی امرتسری ایک سفر میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کے ہم رکاب تھے۔ یہ نومبر ۱۹۲۴ء کی بات ہے جب کہ حضور کی عمر مبارک اسّی سے یقیناً تجاوز فرما چکی تھی۔ اس سفر کی رُوداد انہی کے الفاظ میں" ملی اور فلاحی ادارے" عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ اشاعت اسلام میں کیسی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اور دینی اداروں کی سرپرستی میں کیونکر پیش پیش رہتے تھے۔" فتنۂ ارتداد" اسی زمانے کی بات ہے۔ اسی عنوان کے تحت اس کی تفصیلات کا ذکر آئے گا۔ اس سے قبل" تحریک خلافت" میں آپ پُورے جوش وخروش سے غیرت دینی اور حمیّت اسلامی کا مظاہرہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے بعد" سارد اایکٹ" اور مسجد شہید گنج کی تحریکوں میں باوجود کبرسن اور ضعف جسمانی کے آپ جوانوں سے زیادہ جوش

کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان اور اس ذیل کی تحریکات کا زمانہ وہ ہے جب آپ کا سن مبارک سو سال سے بہت زیادہ تجاوز کر چکا تھا۔ اور جبکہ ضعف اور امراض نے آپ کو چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا۔ لیکن اس قومی وملی تحریک میں آپ نے جس جوش عمل کا مظاہرہ فرمایا، اور آپ کی حمایت اور سرپرستی میں تحریک قیام پاکستان جس طرح پروان چڑھی، اس کا ذکر اسی عنوان کے تحت پڑھیے۔

اس کتاب میں ہر بات تفصیل سے لکھنی ممکن نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مختصر طور پر ہی سہی، حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کی حیات مبارک کے تمام پہلو قارئین کے سامنے آجائیں۔ اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا کام دیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ تجدید و ترویج دین، اور نشر و اشاعت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے لئے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریبًا ایک سو سال تک جو خدمات جلیلہ کیں اور مساعی جمیلہ فرمائیں ان کا حصر و احاطہ ممکن نہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت و جفاکشی اور محنت و خود سپاری کی مثال اس زمانے میں ناپید ہے۔ آپ ربّ العزت کی جانب سے تجدید و احیائے دین کے منصب جلیل پر فائز کئے گئے تھے۔ اس لئے نصرت الٰہی اور تائید ایزدی آپ کے شامل حال تھی۔ ورنہ ہندوستان بھر میں ظلمت و جہالت، اور بے دینی و گمراہی کی جو تاریکی چھائی ہوئی تھی، اسلام کے خلاف جس طرح دشمن قوتیں محاذ آرا تھیں اور مسلمان جیسے خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے فرائض دینی اور احکام شرعی سے ناواقف اور بے بہرہ ہو چکے تھے، اس کا انجام سخت خطرناک نظر آتا تھا۔ لیکن ربّ العزت کو ہماری نجات و فلاح مقصود تھی، کہ اس نے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کو اس مقصد عظیم کے لئے متعین فرمایا۔ اور آپ نے ظاہری بے سروسامانی اور دنیاوی صعوبات و مشکلات کے باوجود، اپنے عزم و استقامت، جرأت و بے خوفی اور حوصلہ و استقلال سے اس برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کے علَم کو سربلند کرنے اور شریعت حقہ کے اوامر و نواہی کو مروّج کرنے میں خدا کے فضل و کرم اور فتح و نصرت کے زیر سایہ نمایاں کامیابی و کامرانی حاصل فرمائی۔ اول عمر میں پیدل چل کر اور آخری عمر میں چارپائی پر لیٹ کر تبلیغ فرماتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔

دکن میں تبلیغ و ارشاد

حضرت پیر خیر شاہ صاحب امرتسری خلیفہ مجاز حضرت امیر ملّت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق تبلیغ کے لئے ہندوستان کے دَورے پر نکلے تو دکن میں کوہ نیل گرھی میں پہنچ گئے۔ وہاں حضرت قبلۂ عالم کے حکم کے مطابق آپ نے قیام کیا۔ کئی دفعہ واپسی کا ارادہ کیا مگر حضرت نے خط یا تار کے ذریعے روک دیا۔ اور حکم فرمایا کہ ابھی وہیں کام جاری رکھو۔ اس دَوران مولانا خیر شاہ صاحب کی مخالفت ہونے لگی۔ جس کے بانی مبانی قاضی عبد الغفار اور ان کے رفیق پیر حیدر شاہ المعروف کالا پیر تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نیل گرھی جانا

نیل گرھی کے بعض معتقدین نے سعی بلیغ کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں بلایا۔ آپ تشریف لے گئے تو تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ نقشبندیہ کو قوّت حاصل ہوئی۔ اور حضور کے اثر سے لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہونے لگے۔ قاضی عبد الغفار اور کالا پیر کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگ پابند شریعت بن گئے۔ اور ان کو شرعی مسائل معلوم ہو گئے تو ان کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اور لوگ ان کے ڈھونگ سے باخبر ہو کر ان سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ جس سے ان کی آمدنی میں خلل آئے گا۔ ان دونوں نے کچھ سر پھرے بیہودہ لوگوں کو ساتھ ملا کر مخالفت تیز کر دی۔ مگر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق پروا نہ کی۔ اور لوگ بھی زیادہ سے زیادہ داخل سلسلہ ہوتے رہے۔

حضور کی مخالفت

نیل گرھی سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ میسور اور پھر بنگلور تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے اپنی مخالفت جاری رکھی۔ بنگلور میں ان کا کافی اثر تھا۔ وہاں انھوں نے اشتہارات چھپوا کر تقسیم کئے۔ اور الزام لگایا کہ یہ پیر صاحب نہ کسی کے مرید ہیں نہ خلیفہ۔ نہ حافظ قرآن ہیں نہ عالم دین نہ سیّد ہیں صرف

مسمریزم جانتے ہیں۔ حلقہ میں اس کے اثر سے بیہوش کر دیتے ہیں۔ کوئی ان کے پاس نہ جائے۔ نہ ان کا وعظ سنو اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو۔

مخالفین کے یہ دونوں سرغنہ علوم شرعی سے بالکل ناواقف تھے۔ اور ان کے اعمال بھی خلافِ شریعت تھے لیکن انھوں نے ایک ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ جس سے ان کا جتھا بن گیا تھا۔ لوگ انھیں اپنا پیر و مرشد سمجھتے اور ان کے حکم بجا لاتے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کی، وعظ کہے اور مسائل شرعیہ بیان کئے۔ تو انھوں نے سمجھا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اگر عوام دین و شریعت سے واقف ہو گئے تو ہماری بات کون مانے گا۔ غرض ان دونوں مفسدوں نے اپنے جاہل مریدوں کو ورغلا کر حضور کی خوب مخالفت کی۔ حضور کی ایذا رسانی کی راہیں پیدا کیں۔ آپ کے جلسوں میں اینٹ پتھر برسائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مارنے کے درپے ہو گئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس دُور افتادہ مقام پر بالکل بے یار و مددگار تھے۔ سوائے ذات الٰہی کے کسی پر بھروسا نہ تھا۔ آپ تمام تکلیفیں بخوشی برداشت کرتے۔ اور بارگاہِ رب العزت میں دُعا فرماتے کہ "خدا ان کی ہدایت فرمائے۔" آخر حالات سے مجبور ہو کر حضور کو شہر چھوڑ کر باہر قیام کرنا پڑا۔ مگر سچ یہ ہے کہ؛

چراغِ مقبلاں ہرگز نہ میرد   وگر گیتی سراسر باد گیرد

غیبی امداد عباس خاں صاحب بلدیہ میسور کے سربراہ تھے۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ "ایک رات میں سو رہا تھا۔ کہ خواب میں مجھ سے کہا گیا کہ تو آرام سے گھر میں سو رہا ہے۔ اور ایک سیّد آل رسول مسافر، بے یار و مددگار کو کچھ بدبخت جاہلوں نے سخت تنگ کر رکھا ہے۔ میں اس بات کو خواب و خیال سمجھ کر پھر سو گیا۔ دوبارہ خواب میں کسی نے پھر مجھ سے یہی کہا۔ میں نے اب کے بھی پروا نہ کی اور سو گیا۔ تیسری دفعہ کسی نے میرے چپت رسید کیا اور کہا کہ تو سوتا ہی رہے گا۔"

عباس خاں صاحب کہتے تھے کہ "اب تو میں سخت حیران پریشان ہوا اور اٹھ

کر بیٹھ گیا۔ میری بیوی نے دریافت کیا کہ "معاملہ کیا ہے۔ آج آپ کو نیند کیوں نہیں آتی"۔ مَیں نے اُنھیں خواب کا سارا واقعہ سنایا۔ وہ بھی سُن کر حیران ہُوئیں۔ مگر سوچ کر کہا کہ اپنے کوچوان کو بُلا کر دریافت کرو۔ ممکن ہے اسے کچھ خبر ہو۔ مَیں نے کوچوان کو بلایا اور پوچھا تو اُس نے بیان کیا کہ "پنجاب سے ایک بزرگ آئے ہُوئے ہیں۔ یہاں لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور اُنھیں ستایا ہے۔ ممکن ہے یہ اشارہ اسی طرف ہو"۔ مَیں نے اسی وقت گاڑی جوتنے کا حکم دیا۔ اور کوچوان کی رہنمائی میں سحری کے وقت حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا۔ آپ نے ایسے ناوقت حاضری کا سبب دریافت کیا تو مَیں نے عرض کیا۔ "آپ کو گھر لے چلنے کے لئے حاضر ہُوا ہُوں"۔ فرمایا خاں صاحب! مَیں آپ کو خواہ مخواہ تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ مَیں تو مسافر ہُوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا بسر کروں گا۔ میری وجہ سے آپ کیوں تکلیف برداشت کریں"۔

"جب میرے بہت اصرار کرنے پر بھی حضور راضی نہ ہوئے، تو مجبوراً مَیں نے خواب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں تو حکماً بھیجا گیا ہوں۔ اگر آپ میرے ساتھ جانا پسند نہ فرمائیں گے تو میں یہاں آپ کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ غرض بڑی منّت سماجت کے بعد حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہوئے تو وہ بصد عزّت و احترام حضور کو گھر لائے اور اس خوش نصیبی پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجا لائے۔

مہاراجہ میسور کا حضور کے پیغامِ حق سے متأثر ہونا

عباس خاں صاحب کہتے تھے کہ "پھر وہ مہاراجہ کی خدمت میں گئے۔ اور ان سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پنجاب سے وعظ و ارشاد کے لئے تشریف آوری، غنڈوں کا آپ کو ستانا، آپ کا شہر سے باہر جانا، خواب میں ان کا تنبیہہ کیا جانا، ان کا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمراہ گھر لانا، ساری تفصیلات بیان کیں۔ مہاراجہ نے ڈی سی کو حکم دیا۔ اور مجھے ہدایت فرمائی کہ میں ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کروں۔ ڈی سی نے پولیس کپتان کو طلب کر کے سارا واقعہ سنایا۔ غرض اس طرح ریاست کے افسران کی امداد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔ شر پسندوں کو

اب کیا ہمت ہوتی کہ کھلم کھلا مخالفت کر سکتے۔"

مہاراجہ نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ بھی حضور کا وعظ سننا چاہتا ہے۔ تو ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو عمائد و اکابر بھی شریک ہوئے اور خود مہاراجہ نے بھی شرکت کی۔ عباس خان صاحب کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے آپ کی حق گوئی اور بے باکی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ "حضرت! مہاراجہ ہندو ہے اور یہ ریاست بھی ہندوؤں کی ہے۔ اگر آپ ان کے مذہب کے خلاف کوئی بات نہ کہیں تو اچھا ہے۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا تو اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ اور دلائل سے جملہ مذاہب باطلہ کی تردید فرمائی۔ آپ کے بیان کا معجزنما اثر یہ تھا کہ بعد میں مہاراجہ نے عباس خان صاحب سے کہا کہ "آپ کے پیر صاحب یقیناً خدا کے نیک بندے ہیں۔ تبھی تو ان میں یہ جرأت ہے کہ ہمارے سامنے بیباکی کے ساتھ ہمارے مذہب کے خلاف تقریر کرتے ہیں۔" چنانچہ مہاراجہ نے حکم دیا کہ آپ کا وعظ روز کرایا جائے۔ اور افسران کو ہدایت کی کہ "معقول انتظام کیا جائے۔ تاکہ شر پسند کسی قسم کا فساد کھڑا نہ کر سکیں۔ ایسے نیک انسان اب دنیا میں کہاں ملتے ہیں، جو مخالف موافق کی پروا کئے بغیر حق گوئی کریں۔ اور بندگانِ خدا کی رہنمائی کے لئے اتنا دور دراز سفر اور راہ کی صعوبتیں برداشت کریں۔"

مہاراجہ کی موافقت کی وجہ سے اب کس کی مجال تھی کہ مخالفت کرتا۔ چنانچہ آپ کے وعظ بکثرت ہونے لگے۔ زائرین ہمہ وقت حاضر رہنے لگے۔ آپ کا علم و فضل، اور زہد و تقویٰ دور دور مشہور ہونے لگا۔ روزانہ علماء، عہدہ دار، تاجر، فوجی، ملازمت پیشہ ہر طرح کے لوگ حاضر ہونے لگے۔ سلسلۂ عالیہ میں لوگ جوق در جوق داخل ہوتے تھے۔ اور پند و نصائح سن کر اتباعِ شریعت میں سرگرم ہوتے تھے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی کثرت سے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئیں۔ ہر روز مغرب و عشائ کے درمیان محلہ نعل بندواڑی میں صوبیدار سید محمد صاحب کی حویلی میں ذکر کا حلقہ منعقد ہوتا تھا۔

بنگلور، میسور، نیل گرھی وغیرہ میں آپ کا قیام گیارہ مہینے تک رہا۔ آپ کا شہرہ سُن کر دُور دُور سے لوگ آتے تھے اور داخل سلسلہ ہو کر فیض پاتے تھے۔ چند پٹن، منڈا، مدھور، کنور، ہیرٹوڑ، ننجن گڈہ، گگے سری، نوی پیٹ، پھکیشوان، صالح گرام، گنجام، سرنگاپٹم وغیرہ دُور دُور سے لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ غرض بیس پچیس ہزار خلق خدا اس زمانے میں آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئی۔

انہی دنوں مشہور انجمن ندوۃ العلماء کے اشتہارات بنگلور میں حضور کے پاس پہنچے۔ جن میں آپ کے نام نامی کے ساتھ "مولانا مولوی محدث زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حاجی حافظ" القاب چھپے ہوئے تھے۔ یہ اشتہار اہلِ بنگلور نے دیکھے اور جانا کہ حضور ندوۃ العلماء کے صدر ہیں تو مخالفین و مفسدین کو اور زیادہ مُنہ کی کھانی پڑی۔ اور اہلِ میسور پر ان کا دروغ وفساد اور زیادہ روشن ہو گیا۔ سچ ہے:

چراغے را کہ ایزد برفروزد　　ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

یارانِ پنجاب کا اضطراب

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قیام اتنا طویل ہو گیا تھا کہ پنجاب اور دوسرے علاقوں کے یارانِ طریقت سخت ملول تھے۔ ہر جگہ سے حضور کی خدمت میں واپسی کی درخواست کے لئے عریضے ارسال کئے گئے۔ حاجی ماسٹر کرم الٰہی صاحب بی اے ایل ایل بی خلیفۂ مجاز اور سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ نے عریضہ تحریر کیا کہ "آپ اتنے لمبے عرصے سے وہاں تشریف فرما ہیں۔ اور یہاں یارانِ طریقت آپ کے دیدار کے لئے تڑپ رہے ہیں" تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

"رشتہ در گردنم افگندہ دوست　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

مَیں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا" بلکہ "نتھ خصم دے ہتھ" پنجابی کا مقولہ ہے۔ میرا دل بھی یارانِ طریقت کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔ مَیں ان کو کبھی نہیں بھولا۔ مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ پر عمل کرتا ہوں" جب کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو آخر کار سیالکوٹ کے چند

اصحاب وفد کی صورت میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بڑی منت سماجت کے بعد واپسی پر رضامند کیا۔ تو اب وہاں کے یارانِ طریقت سخت مضطرب ہوئے۔ روتے اور گڑگڑاتے کہ حضور ابھی اور قیام فرمائیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی اجازت ہو چکی تھی۔ اس لئے واپسی کا دن اور تاریخ مقرر ہو گئی۔

الوداعی جلسہ

جب طے ہو گیا کہ حضور تشریف لیجانیوالے ہیں تو وہاں کے مسلمانوں اور یاران طریقت نے ایک عظیم الشان الوداعی جلسہ منعقد کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی تو بڑے پیمانے پر الوداعی جلسے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ بنگلور کے خاص اہل ہمت خصوصاً جناب عباس خان صاحب ٹمبر مرچنٹ، سیکرٹری انجمن، حکیم عبدالستار صاحب اور قاضی عبدالباسط صاحب وغیرہ نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر انتظامات کئے۔ اشتہار عام کے ذریعے عامۃ المسلمین کو اس جلسے کے انعقاد کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ بیرونی مقامات پر نوابان و رؤسائے عظام اور تاجران وسیٹھ صاحبان کو خطوط اور تاروں کے ذریعے مطلع کیا گیا تھا۔

چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۸ء کو اتوار کے دن پروگرام کے مطابق الوداعی جلسہ بڑی شان وشوکت سے منعقد ہوا۔ مغرب کے وقت سے قبل عظیم الشان اجتماع ہو گیا تھا۔ مغرب کی نماز وہیں میدان میں حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ڈوڈنا ہال میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز اور آپ کے یارانِ طریقت جو پنجاب اور دوسرے مقامات سے آئے ہوئے تھے سب کو کرسیوں پر امتیازی مقام پر بٹھایا گیا۔ خان بہادر محمد عبدالرحمن خان صاحب مجسٹریٹ کا نام صدارت کے لئے پہلے ہی باتفاق رائے تجویز ہو چکا تھا۔ اس وقت ان کا نام جلسہ کی صدارت کے لئے باقاعدہ پیش کیا گیا۔ جس کی ہر طرف سے تائید اور تائید مزید کی گئی۔ عبدالرحمان خان صاحب کرسی صدارت پر آئے تو آپ نے مختصر تقریر میں صدارت کے لئے اپنے منتخب کئے جانے پر عامۃ المسلمین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد صاحب صدر کی اجازت سے جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔

الوداعی جلسے کی کارروائی

اوّل تلاوت قرآن مجید کی گئی۔ کئی قاری صاحبان نے تلاوت کی۔ جن میں مولانا میر محمد حسین صاحب امام مسجد میمنان میسور کی قرأت امتیازی درجہ رکھتی تھی۔ اس کے بعد کئی نعت خوانوں نے نعت اور قصائد خوش آوازی سے سنائے۔ پھر توثیق بنگلوری، غلام محمود بنگلوری، اور مولوی عبداللہ حسین خلیل صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ لشکر بنگلور نے منتخب طبع زاد غزلیں سنائیں۔ مولوی عبداللہ شریف صاحب تصدیق مدرس دوم اسکول مذکور نے ایک مسدس نہایت دردناک اور پُرسوز آواز میں سنایا۔ مولوی عبداللہ خلیل صاحب مذکور الصدر، مولوی واحد علی خاں صاحب اور مولوی حافظ ظفر علی صاحب لسپروری نے نظمیں پڑھیں۔ پھر سیٹھ عیسیٰ صاحب میسوری نے ایک قصیدہ فراقیہ سنایا۔ اس کے بعد جناب صدر نے سب کی نیابت کرتے ہوئے اپنی تقریر فرمائی۔

صدر جلسہ کی تقریر

صدر جلسہ جناب خان بہادر محمد عبدالرحمان صاحب کی تقریر ایسی پرتاثیر تھی کہ وہ خود بھی متاثر نظر آتے تھے اور سب اہلِ جلسہ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔ آپ کی تقریر کا ملخص یہ تھا کہ دو میں بھی آپ سب صاحبان کے ساتھ آج حضرت شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو الوداع کہنے یہاں حاضر ہوں۔ آپ کی ذات بلاشبہ ابنیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کا صحیح نمونہ اور حدیث نبوی کا صحیح مصداق ہے۔ جب سے میرے پیر و مرشد حضرت صاحب قبلہ مدظلہٗ اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے ہیں، آپ نے اپنے فیض و کرم سے ہر طرف جنات الفردوس کے باغ کھلا دیے ہیں۔ اور ہمیں اور آپ سب کو جنّت کے ان باغوں کی گل چینی اور میوہ خوری کے راستے بھی دکھا دیے ہیں۔ آپ سب نے اپنی شاعرانہ مہارت سے گل ہائے سخن کی ریزہ چینی کی اور آبدار موتی بکھیرے۔ مگر میرے خیال میں یہ مشتے نمونہ از خروارے بھی نہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے ہم اور آپ ان کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔ اور بلاشبہ حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ بھی انھی میں سے ہیں۔ آپ سید السادات ہیں، حافظ ہیں، حاجی ہیں، اور

عابد وزاہد ولی اللہ ہیں۔ آپ جیسے اصحاب کی مدح میں بارہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کی خدمت کرنا، ان کی محبّت رکھنا، ان کا ادب کرنا اور ان کا اتباع کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جن کے لئے عذاب سے مخلصی اور فلاح دارین کا وعدہ کیا گیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی شخص ان کی مخالفت اور عداوت میں پھنس کر اپنے ایمان اور اسلام کو برباد کرے۔ اور دوسروں کو بھی صراط مستقیم سے دُور رکھنے کی کوشش کرے۔ مجھے یقین نہیں کہ کوئی بقائمی ہوش و حواس ایسی کم عقلی کی اور بے جا حرکت کر سکتا ہے "۔

جناب صدر کی طبیعت ناساز تھی مگر پھر بھی آپ نے دیر تک اپنے مدلل خطبہ سے حاضرین کو نوازا۔ اور آخر میں معذرت کے ساتھ ان اشعار پر اپنی تقریر کو ختم کیا

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ — کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی ور قبول — من و دست و دامان آلِ رسول

یہ رُباعی پڑھتے ہوئے جناب صدر بے اختیار رو پڑے، دونوں ہاتھوں سے حضرت قبلہ کا دامن پکڑ لیا اور رو رو کر تین بار یہ اشعار پڑھے۔ ساری محفل بھی ان کے ساتھ اشکبار تھی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صدر صاحب کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا اور دُعا کے واسطے کھڑے ہو گئے۔

حضور کے ارشادات

حضور نے اسی ضمن میں فرمایا کہ "گو مجھے بے سبب ستایا گیا۔ میرے اوپر جھوٹے الزام لگائے گئے۔ مجھے گالیاں دی گئیں۔ میرے خلاف جھُوٹے اشتہارات چھاپے گئے۔ مجھے جسمانی تکلیفیں پہنچانے کی تدابیر کی گئیں۔ مگر تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے سب دشمنوں کو معاف کیا۔ میرے آباؤ اجداد کا بھی یہی طریقہ تھا اور میں بھی اسی پر عامل ہوں۔ بلکہ میں سب یاروں اور دوستوں کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ میرے مخالفوں کو معاف کر دیں۔ اور ان سے مطلق رنجش نہ رکھیں۔ میں اپنا اجر بارگاہ رب العزت سے طلب کرتا ہوں۔ میرا واسطہ اسی پاک ذات سے ہے۔ نہ دشمن میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ دوست میرا کچھ سنوار سکتے ہیں۔ کوئی بگاڑے گا تو اپنا۔ اور سنوارے گا تو اپنا "

اعطائے خلافت

اسی جلسے میں دوسری کارروائی کے بعد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے برسرِ عام تین بزرگوں کو "دستارِ خلافت" عطا فرمائی۔ اور بیعت کی اجازت بخشی۔ (۱) مولوی عبداللطیف صاحب کابلی۔ حال وارد میسور (۲) مولانا مولوی غلام محمد صاحب صفی سرزیگا پٹی (۳) مولانا مولوی عبداللہ حسین صاحب خلیل ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ لشکر بنگلور۔ اجازت و خلافت عطا فرمانے کے بعد حضور نے زبان فیض ترجمان سے کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ جن کے لئے عام شرکاء جلسہ سے زیادہ خصوصیت سے ان تینوں خلفاء سے تخاطب مقصود تھا۔ ارشاد فرمایا۔

"اے صاحبان! رازق حقیقی اسی کو جانو جو تمھارا مالک و خالق ہے۔ بے ریا عبادت کیا کرو تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ اپنے مولا کو کسی حال میں مت بھولو۔ سوائے اس جبّار اور قہّار کے کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے ذاتی نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبّت اور اُلفت رکھو اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر عمل کرتے رہو۔"

اَلوداع کا دِل دوز سماں

چونکہ حضور کی روانگی کا دن اور وقت مشتہر کر دیا گیا تھا۔ اس لئے چہار شنبہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۸ء کو ہزاروں آدمی رخصت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ نواب صاحب میسور میر نظام الدین علی خان صاحب، نواب کولار جناب غلام محمد خاں صاحب، خان بہادر محمد عبدالرحمان خان صاحب مجسٹریٹ، اور علماء، سادات، تجّار، فوجی احباب رسالدار، صوبیدار، جمعدار وغیرہ کثرت سے شام کو ۵ بجے حضور کی فرودگاہ پر پہنچ گئے۔ ان میں میمن۔ بستی۔ دکھنی اور اطراف و اکناف سے لوگ اُمنڈ آئے تھے۔ جس وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سوار ہو کر روانہ ہوئے ہیں تو یہ تمام معززین اور معتقدین دائیں بائیں رواں تھے۔ سوار بھی اور پیدل بھی۔ ایک شاندار جلوس کا منظر نظر آتا تھا۔ جسے دیکھنے کے لئے راستے کے دونوں طرف خلقت جمع تھی جس میں ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اس شان و

شوکت سے سواری مبارک ریلوے اسٹیشن پہنچی تو انگریز اور دوسرے لوگ حیران تھے کہ ایسا شاندار جلوس کس کا ہے۔

حضور کے جاں نثاروں کے لیئے یہ ساعت قیامت سے کم نہ تھی۔ اسٹیشن عجب سماں پیش کر رہا تھا۔ کوئی گریہ وزاری کر رہا ہے تو کسی کا دل بے قرار ہے۔ اضطراب سے کوئی غش ہوا جا رہا ہے تو کسی کے آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں۔ کوئی حسرت زدہ ہے تو کوئی پژمردہ۔ کوئی افسردہ ہے تو کوئی نوحہ کناں۔ کوئی حضور سے دوبارہ تشریف آوری کا وعدہ لے رہا ہے تو کوئی پتہ لکھ رہا ہے۔ کوئی وظیفہ کی اجازت چاہتا ہے تو کوئی دعا کروا رہا ہے۔ کسی کے حیرت و افسوس نے ہونٹ سی دیے ہیں تو کوئی تڑپ رہا ہے۔ غرض عجب شورِ قیامت برپا تھا۔ جب یارانِ میسور کا یہ حال تھا تو خود حضور کے قلب مبارک پر ان جاں نثاروں سے جدا ہونے کا کیسا کچھ قلق ہوگا کوئی کیا جان سکتا ہے۔

الغرض وہاں سے سوار ہو کر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بروز جمعہ ممبئی پہنچے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک روز احمد آباد قیام فرمایا۔ دو روز دہلی دو روز رہتک۔ غرض اسی طرح قصور، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ ہوتے ہوئے آپ علی پور شریف میں رونق افروز ہوئے۔ راستے میں ان مقامات کے علاوہ جہاں حضور نے ایک دو روز قیام فرمایا، دوسرے تمام اسٹیشنوں پر بھی جہاں گاڑی ٹھہرتی تھی، بہ کثرت یارانِ طریقت دیدار سے سرفراز ہوئے۔ ہر جگہ کثیر التعداد معتقدین کی چشم براہِ نظر آتی تھی جو حضور کی زیارت کے لئے بے چین تھے اور عقیدت و ارادت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے مضطرب تھے۔

اس کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک حضور سال دو سال کے وقفے سے دکن کے علاقوں میں تشریف لے جاتے رہے۔ عموماً دو تین ماہ ان علاقوں میں گزارتے۔ یارانِ طریقت کے اصرار پر کئی کئی مقامات پر جاتے۔ نئے حضرات ان دوروں میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے اور نئے پرانے سب یارانِ طریقت حضور کے پند و نصائح سے فیضیاب ہو کر اپنے ایمان کو تازہ اور دلوں کو منور کرتے تھے۔

مکتوبِ گرامی بابو غلام حسین کوہاٹی کے نام

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی، جو آپ نے بابو غلام حسین صاحب کوہاٹی کو تحریر فرمایا تھا جس میں کوہاٹ کے جملہ یارانِ طریقت کو خطاب فرمایا ہے، یہاں نقل کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ آپ کے سفر کی کیفیت و نوعیت کیا ہوتی تھی۔

پیر وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

جیہڑا ذات تے وطن دل دھیان رکھیا   دُنیا دار اے پھیر درویش کیہا

نقل مکتوبِ گرامی

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو غلام حسین صاحب و جمیع یارانِ طریقت کوہاٹ، زاد اللہ محبتکم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔ فقیر عرس شریف کے بعد کلکتہ کے یاران طریقت کے اصرار کے باعث قرعہ ڈالنے کے بعد دارجلنگ کا قرعہ نکلنے پر دارجلنگ پہنچا۔ وہاں رمضان شریف بخیر و خوبی گزار کر حیدر آبادی یاروں کی درخواست پر کلکتہ سے سیدھا دو رات دن میں براہ ریل حیدر آباد پہنچا۔ وہاں پر پچیس دن گزار کر میسور و بنگلور کے دو ڈیپوٹیشن آجانے کے باعث بنگلور پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر میسور پہنچا۔ ایک مہینہ وہاں گزار کر نیل گڑھی کے ڈیپوٹیشن آجانے کے باعث بسواری موٹر نیل گڑھی پہنچا۔ جو وہاں سے ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ پندرہ دن وہاں گزار کر ملک لیا بنیوں کی درخواست پر جہاں فقیر پہلے کبھی نہیں گیا تھا، اس ملک میں پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر براہ ریل بنگلور میں دو دن گزار کر بسواری موٹر میسور پہنچا۔ پانچ دن وہاں گزار کر ملک کرٹک والوں کی درخواست پر بسواری موٹر یہاں پہنچا۔ جہاں پانچ دن سے وارد ہوں۔ اور پھر یہاں سے بلگنڈ و مرکارہ و میسور میں چند دن گزار کر سیدھا علی پور ان شاء اللہ پہنچنے کا ارادہ ہے۔

افسوس کہ اس سال فقیر دربار شریف میں عرس شریف پر بھی حاضر نہیں ہو سکا۔ سب یاروں کو بعد سلام علیکم بصد اشتیاق اطلاع کر دیں۔ وجہ یہ تھی کہ اس سال مخالفین و معاندین

وغیرہ نے میرے برخلاف ہزارہا کی تعداد میں اشتہارات وغیرہ تقسیم کیئے تھے۔ اگر فقیر آج کل چلا آتا تو دشمن خوش ہوتے۔ اور طریقۂ حضرت خواجگان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بدنامی ہوتی۔ اور تبلیغ دین پوری نہوتی۔ اور دشمنان دین کا داؤ چل جاتا۔ اس واسطے فقیر حاضری سے محروم رہا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ میسور کا الوداعی جلسہ ہو جانے کے بعد فقیر کا راہ میں کسی جگہ ٹھیرنے کا قصد نہیں۔ وَالعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ (ترجمہ) اور علم اللہ کے ہاں ہے) اور آپ کی رپورٹ درباره حلقۂ یاران طریقت کوہاٹ پہنچتی رہی۔ اس کو پڑھ کر دل بہت خوش ہوتا رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ۔ سوائے کوہاٹ کے تمام ہندوستان میں اور کسی جگہ اتنی تعداد میں یاران طریقت جمع نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی محبّت و ہمت میں اور بھی زیادہ برکت بخشے۔ آمین ثمّ آمین۔ فقیر کوہاٹی یاروں پر جس قدر خوش ہے، اور کسی جگہ کے یاروں پر اتنا نہیں۔ فقیر غائبانہ بھی ان کی سعادت دارین کے واسطے دُعا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو اور سب یاران طریقت کو اپنی محبّت میں مستغرق فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور دُنیا میں کسی کا محتاج نہ فرمائے۔ اور اس سال آپ کی ملاقات نہ ہونے کا جو صدمہ فقیر کے دل پر ہے، وہ احاطۂ تحریر و تقریر سے خارج ہے۔ آپ سب یاران طریقت کو تاکید کریں۔ کہ وہ ذکر و فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب مشکلات دینی و دُنیوی آسان ہو جائیں گی۔

اور یہ ملک ایسا آباد ہے کہ تمام دُنیا میں کوئی ملک ایسا آباد نہیں۔ یہاں چار مہینے برابر بارش ہوتی رہتی ہے۔ اور تمام ملک قدرتی گلزار ہے۔ ہر سال ایک سو ساٹھ انچ بارش ہوتی ہے۔ اور ہمارے پنجاب میں سارے سال میں صرف دو یا تین انچ بارش ہوتی ہے۔ آپ اس سے اس ملک کی آبادی کا قیاس کر لیں کہ اس کی سرسبزی و آبادی کے سامنے کشمیر بھی کچھ نہیں۔ سب یاران طریقت و پرسان حال کو سلام علیکم بصد اشتیاق۔ یہ ملک پنجاب سے تین ہزار میل کے فاصلے پر ہے سات دن میں یہاں سے پنجاب میں ریل پہنچتی ہے۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرساں یک بیک را سلام ما برساں

فقط　　　　الراقم جماعت علی
عفا اللہ عنہ بقلم خود

از ملک کرٹک - ۱۲ ستمبر ۱۹۲۲ء

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دکن کا پہلا سفر ۱۹۰۷ء میں کیا تھا - اس کے بعد بھی کئی بار تشریف لے گئے - یہ خط ۱۹۲۲ء کا ہے - یعنی پہلے سفر کے پندرہ سال بعد کا - اس خط کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین و معاندین اس وقت بھی آپ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے تھے - مگر حضور ان مخالفتوں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرتے تھے - اور فرمایا کرتے تھے - ہم خدا کے مہمان ہیں ہمیں کوئی کیا تکلیف دے سکتا ہے - چنانچہ آپ نے سارے ملک دکن میں دین حق کی اشاعت فرمائی - شہروں اور گاؤں کے ناموں کی کہاں تک تفصیل بیان کی جائے - البتہ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان دوروں میں آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، عموماً ساہوکار محمد حسین صاحب میزبانی کی عزت حاصل کرتے -

بخشی مصطفٰے علی خاں صاحب کا بیان

بخشی صوفی مصطفٰے علی خاں صاحب مہاجر مدنی، جو حضور کے خلیفہ مجاز بھی ہیں، اپنے رسالہ آفتاب عالم تاب میں تحریر فرماتے ہیں "نیاز مند کی ملازمت کے ایام میں ایک مرتبہ ۱۹۲۸ء میں تین دن - ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۱ء میں بمقام راج مندری ایک ایک ہفتہ - اور ۱۹۳۴ - ۱۹۳۵ ——— ۱۹۳۶ء میں بمقام پن کنڈا تین تین دن - اعلیٰ حضرت ممدوح الشان نے نیاز مند کی عاجزانہ درخواست پر ناچیز کو میزبانی کا شرف بخشا - ان مقامات پر آپ کے مواعظ حسنہ کی مجالس روزانہ منعقد ہوتی رہیں - بے شمار طالبان حق نے آپ سے بیعت کی - بمقام راج مندری ایک رات آپ کے مؤثر و مدلل وعظ سے متأثر ہو کر پچپن غیر مقلدین اپنے عقاید سابقہ سے تائب ہو کر آپ سے بیعت ہوئے - اور صحیح راستے پر اہل سنت والجماعت کے عقاید کے مطابق چلنے کا وعدہ کیا"

"میرے پنشن لینے کے بعد اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ نور اللہ مرقدہٗ نے چار مرتبہ میری عاجزانہ درخواست پر بنگلور میں نیاز مند کو ایک ایک ماہ سے زیادہ مدت شرفِ میزبانی

سے نوازا۔ گو بنگلور اور اس کے اطراف و اکناف میں اعلیٰ حضرت موصوف کے وابستگان پہلے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن ان ایّام کے دوران قیام میں ہر روز مزید ارادت مند شرفِ بعیت حاصل کرتے رہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، جس میں نئے ارادت کیش داخل سلسلہ نقشبندیہ نہوئے ہوں۔"

حضرت بخشی صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور حضور کی توجہ سے دینداری میں کامل اور مدارج سلوک طے کر چکے تھے، اس لئے انھی سفروں میں سے کسی ایک میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب کو دستارِ خلافت عطا فرمائی۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ تاکہ خلقِ خدا کی خدمت، اشاعتِ دین، اور ترویج سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ذریعے مزید ترقی درجات اور فلاح دارین حاصل کریں۔

بمبئی تشریف لے جانا

مولانا مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز نے بیان کیا کہ جب آپ پہلی مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے تو میں بھی ہم رکاب تھا۔ وہاں آپ نے غلام محی الدین صاحب امرتسری کے یہاں قیام فرمایا، جو پیر بھائی تھے اور وہاں تجارت کرتے تھے۔ عدم تعارف کی وجہ سے کوئی ملنے نہ آیا۔ میزبان نے خیال کیا کہ یہ بات اچھی نہیں کہ حضور اکیلے بیٹھے رہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "مجھے آرام سے بیٹھنا کیا بُرا لگتا ہے۔ میں تو گھر سے یہاں آ گیا ہوں۔ آگے جو رب تعالیٰ کو منظور ہے ٹھیک ہے۔" اگلے دن غلام محی الدین صاحب کے ایک دوست نے چائے کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں چند آدمی اور بھی تھے۔ بس اتنا تعارف ہوا کہ "یہ پنجاب کے پیر صاحب ہیں۔ بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ اور غلام محی الدین صاحب کے گھر مہمان ہیں۔"

"اس کے بعد سے تو لوگوں کا وہ ہجوم ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کوئی دُعا کرانے آ رہا ہے تو کوئی تعویذ لینے۔ کوئی بیماری کی شکایت لا رہا ہے تو کوئی دوسری مشکلات کا حل چاہتا ہے۔ کوئی عقاید و مسائل معلوم کرتا ہے تو کوئی داخل سلسلہ ہونے کی درخواست کر رہا ہے۔ مرد بھی ہیں عورتیں بھی۔ پیدل بھی آ رہے ہیں موٹروں میں بھی۔ غرض ایک تانتا

بندھ گیا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جسم کر بیٹھے ہیں، اور خندہ پیشانی سے خلقِ خدا کی خدمت وہدایت فرما رہے ہیں۔ بارگاہ رب العزّت میں عجز وانکسار فرماتے اور کہتے کہ "رب تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے مجھے نوازا ہے۔ ورنہ میں بھی اس کی ایک مخلوق ہوں۔"

"جو شخص جس قسم کی مشکل لے کر آتا، حضور کی توجہ سے حل ہو جاتی۔ عموماً آپ دعا فرمایا کرتے تھے کبھی تعویذ بھی دیتے تھے۔ مگر بسا اوقات صرف آپ کا یہ فرما دینا کہ "تیرا کام ہو جائے گا" "تجھے صحت حاصل ہو جائے گی" کافی ہوتا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ فرماتے تھے" لوگ کہتے ہیں کہ یہ دکان داری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دوکان پر جاتا ہے۔ دکان میں اگر مال ہو تو دکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے۔"

حیدر آباد دکن کے پہلے سفر کا سبب

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلی دفعہ حیدر آباد (دکن) میں ورودِ مسعود کا واقعہ بے حد پُر لطف اور دلچسپ ہے۔ غلام جیلانی کلیم حیدر آبادی جماعتی (حال سیالکوٹی) نے بتایا کہ ان کے والد ماجد حضرت حاجی غلام احمد ارشاد (خلف وجانشین حضرت الحاج غلام محمد صاحب رکن صدیقی نقشبندی خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا تھا کہ حضور قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز مدینہ منوّرہ سے واپسی کے وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سلام پیش کرنے کے بعد آپ نے اجازت چاہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "ہندوستان پہنچ کر حیدر آباد (دکن) میں مولوی خیر المبین صاحب (خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب رح) کو ہمارا سلام پہنچاؤ۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوّرہ کے قیام و زیارت اور مکّہ معظمہ میں مناسکِ حج ادا کرنے اور اقامت فرمانے کے بعد براہ بمبئی مراجعت فرما ہوئے۔ تو بمبئی سے سیدھے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ یہاں کسی سے آپ کی واقفیت نہ تھی۔ اسٹیشن سے تانگہ میں سوار ہو کر محلہ پتھر گٹی میں مولوی خیر المبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرودگاہ موسوم بہ

نبی خانہ پہنچ گئے۔ جس وقت حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے ہیں محفل سجی ہوئی تھی۔آپ کا لباس اور انداز قطعاً اجنبیانہ تھا۔لوگ حیرت میں تھے کہ آج یہ کون نئے صاحب تشریف لائے ہیں۔آپ نے اہلِ محفل کو سلام علیک کی اور سیدھے مولوی خیرالمبین صاحب کی طرف بڑھے۔ مولوی صاحب نے سلام کا جواب دے کر بیٹھے ہی بیٹھے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آنا ہوا۔حضور نے فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہوں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آنحضرت کا سلام آپ کو پہنچانے آیا ہوں۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ سُن کر عجب کیفیت طاری ہوئی۔چند منٹ کے لئے مدہوش سے ہو گئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو کھڑے ہو کر معانقہ اور مصافحہ کیا۔اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قریب مسند پر بٹھایا۔

حیدر آباد میں قیام

پہلی بار اس طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد تشریف لے گئے تھے۔پھر آپ نے کئی دن وہاں قیام فرمایا۔جمعہ آیا تو نمازِ جمعہ کے بعد حاضرین کو مواعظ حسنہ سے مستفید فرمایا۔مولوی خیرالمبین صاحب نے آپ کو کئی دن مہمان رکھا اور ضیافت و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔آپ اس کے بعد بھی جب حیدر آباد تشریف لے جاتے نبی خانہ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ حضور نظام کی دعوت پر حیدر آباد گئے ہیں۔اسٹیشن پر شاہی سواریاں اور شاہی عمائد اور حکام استقبال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔مگر آپ سیدھے نبی خانہ گئے اور وہاں تھوڑی دیر قیام کیا۔اس دوران شاہی مہمان دار سخت پریشان ہوتے اور بار بار خوشامدانہ عرض کرتے کہ ہم سے جواب طلبی ہوگی۔ہم کو عتاب شاہی سے بچایئے۔ وہاں انتظار ہوگا۔جلد تشریف لے چلئے۔ان کی منت سماجت پر آپ نبی خانہ سے حضور نظام کے مہمان خانے میں چلے جاتے۔حضرت مولوی خیرالمبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ جناب قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرودگاہ پر قیام فرماتے رہے۔اور آخری سفر تک یہی معمول رہا۔

حیدر آباد کے معمولات

حیدر آباد کا قیام کئی بار مہینوں طول کھینچ جاتا تھا۔ دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی شبانہ روز خلقِ خدا کی رہنمائی اور ہدایت میں مصروف وقت گزرتا۔ اکثر نبی خانہ یا دوسرے مقامات پر عام جلسوں میں رات کو ایک بجے تک وعظ فرماتے تھے۔ تھوڑی دیر آرام فرما کے تہجد کے لئے بیدار ہوتے، اور سب یارانِ طریقت کو بھی نماز کے لئے اٹھاتے۔ پھر تمام دن وعظ و نصیحت کا سلسلہ لگا رہتا۔ پنجاب سے آپ کے ہمراہ کئی اور علماء بھی آیا کرتے تھے۔ ان کے جملہ اخراجات کے آپ کفیل ہوتے۔ ان علما کے مواعظ حسنہ سے بھی خلقِ خدا فیض یاب ہوتی تھی۔ مگر بذات خود بھی ہر روز ضرور وعظ فرمایا کرتے تھے۔ نبی خانہ میں دیگر عمایدو اکابر کے علاوہ خود حضور نظام دکن بھی حاضر خدمت ہوئے ہیں۔

حضرت قبلہؒ اور حضور نظام کے مراسم

ایک بار مسجد باغ عامہ میں نماز جمعہ کے بعد حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔ نظامِ دکن بھی تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے دورانِ وعظ عورتوں کے پردے کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت کیا۔ اور برملا کہا کہ "جب مسلمانوں کے بادشاہوں کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی لڑکیوں کو بے پردہ باہر نکلنے دیں، اور اپنے ساتھ باہر پھرائیں، تو رعایا کا اللہ حافظ ہے" سب جانتے تھے کہ نظام دکن کی دو لڑکیاں جو جوان العمر تھیں ان کے ساتھ باہر آتی جاتی ہیں۔ مخالفین کو ایک شوشہ ہاتھ آیا۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کی اور باقاعدہ تحریری درخواست پیش کی۔ کہ "اس طرح سرکار کی توہین ہوئی ہے' جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔" نظام دکن نے اسی درخواست پر لکھ دیا کہ "مولانا مردِ مومن ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف آپ ہی کو دیکھا کہ برملا حق بات کہنے میں باک نہیں کرتے۔ انھوں نے قرآن مجید اور حدیث شریف سے مسئلہ بیان کیا ہے، جو یقیناً درست ہے۔"

ایک بار حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کہ دورانِ وعظ حضور نظام دکن کا آدمی آیا۔ اور اس نے کہا کہ "سرکار نے آپ کو طلب کیا ہے۔" فرمایا۔ "میں اس وقت

ان سے بڑی سرکار کی خدمت میں حاضر ہُوں۔ نہیں آسکتا۔" نظامِ دکن یہ جواب سُن کر خوش ہوئے۔ اور پھر کبھی مصروفیت کے وقت میں آپ کو طلب نہیں کیا۔

ایک دفعہ حیدر آباد دکن سے کچھ منافقین نے وائسرائے ہند کے پاس نظامِ دکن کی شکایتیں پہنچائیں۔ اور معاملہ پیچیدہ ہو گیا۔ تو حضور نظام نے اپنا ایک خاص ایلچی علی پور سیداں بھیجکر دکن طلب کیا۔ آپ نے دعوت قبول نہ کی۔ ایلچی دربار شریف بہت دن حاضر رہا اور حضور کی منت سماجت کرتا رہا۔ اور آخر آپ کو راضی کر کے حیدر آباد لے گیا۔ نظام دکن نے قضیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا "آپ وائسرائے سے کہیں کہ معاملہ کے تصفیہ کے لئے فریقین کی موجودگی ضروری ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں سامنے ہوں تو بات آسانی سے صاف ہو سکتی ہے۔" چنانچہ نظام دکن نے آپ کے مشورے کے مطابق عمل کیا۔ سامنے آکر کسے مجال تھی کہ شکایات پیش کرتا چنانچہ معاملہ بڑی سہولت سے نظام کے حق میں فیصل ہو گیا۔

ایک بار حضور نظام کی صاحبزادی بیمار تھیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ "حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ اور آپ نے مجھ پر دم کیا ہے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے مجھے پانچ روپے عطا فرمائے۔" ان دنوں آپ حیدر آباد (دکن) میں قیام فرما تھے۔ اگلے دن آپ شاہی محل گئے تو لڑکی کی عیادت کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے صاحبزادی پر دَم فرمایا اور پانچ روپے مرحمت کئے۔ لڑکی نے سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "یہ تو مطلب کا سلام ہے۔" حضور نظام نے کہا "یہ بچی اپنا خواب سچّا کر رہی ہے۔" آپ نے پانی پر دَم کیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ اسے یہی پانی پلایا جائے۔ خدا کے فضل سے وہ لڑکی بالکل صحت یاب ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نظام دکن کو دو تیتر بطور تحفہ بھیجے۔ سب حیران تھے کہ ایسا معمولی تحفہ بادشاہ کی خدمت میں کیوں بھیجا گیا۔ ایک دن قاری شہاب الدین صاحب مرحوم نظام دکن سے ملنے گئے تو انھوں نے کہا "میں حیران تھا کہ مولانا نے یہ تیتر میرے لئے کیوں ارسال کئے ہیں۔ چند روز گزرنے پر پتہ چلا کہ یہ تیتر سحری

کے وقت "سُبحان تیری قُدرت"، کی رٹ لگاتے ہیں تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور مَیں نمازِ تہجّد ادا کر لیتا ہُوں۔ ورنہ مجھے تہجّد کی عادت نہ تھی۔

ایک بار نظامِ دکن حاضرِ خدمت ہوئے تو کہا کہ "میں ایک بار اور اس طرف سے گزرا تھا۔ اور حاضری کا خیال بھی کیا لیکن اس وقت نصف آستین والی قمیص پہنے ہوئے تھا، اس لئے مناسب نہ سمجھا۔" ایک مرتبہ شاہی محل کی ایک خاتون خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ نصف آستین کی قمیص پہنے ہُوئے تھی۔ آپ اس پر سخت ناراض ہُوئے۔ اور کہا "تمھیں ایک بالشت کپڑا اور نہ مِل سکا جو آستین پوری کر لیتیں۔ اور نماز ادا ہو جاتی۔ یاد رکھو، عورتوں کے لئے اپنے بازوؤں کو ننگا رکھنا حرام ہے۔" اس خاتون نے اسی وقت توبہ کی، اور عہد کیا کہ آیندہ پوری آستین کی قمیص پہنا کروں گی۔

مسائلِ وعظ پر انعام کا عطیہ

ایک دفعہ میسور کے قیام میں مَیں بھی حضور کے ہمراہ تھا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا "میں روز ایک نیا مسئلہ بیان کیا کروں گا۔ جو شخص رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو مجھے ستائیس مسئلے یاد کر کے سُنا دے، اُسے میں پچاس روپے انعام دُوں گا۔" حضور کمزور تو تھے ہی، اس پر دن کو روزہ رکھنا، تمام دن مسائل بیان کرنا، رات کو تراویح پڑھنا قرآن پاک سُننا، اور پھر وعظ فرمانا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ چند روز بعد آپ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ چنانچہ مجھے حکم دیا کہ "ہر روز نیا مسئلہ سُنایا کرو۔" مَیں ارشادِ والا کی تعمیل کرتا رہا۔ ہماری مسجد میں خوب رونق ہوتی۔ بہت لوگ نمازِ تراویح اور وعظ میں شریک ہوتے۔ بعض لوگ وعظ کے بعد سحری تک مجھ سے مختلف مسائل پر سوال جواب کرتے رہتے۔ مگر خدا کے فضل اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجّہ سے بہت لوگوں کی اصلاح ہُوئی اور وہ حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئے۔ ستائیسویں تاریخ کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ "سُنے ہوئے مسائل سناؤ اور انعام لو۔" مگر کوئی نہ اٹھا۔ "آپ نے فرمایا اچھا جتنے یاد ہوں اتنے ہی سنا دو۔ اس پر بھی انعام ملے گا۔" مگر پھر بھی کسی نے سُنے ہوئے وعظ دہرانے کی ہمّت نہ کی۔ آخر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پچاس روپے انعام

دیے اور شاباشی دے کر فلاحِ دارین کی دُعا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

سادہ انداز میں وعظ و نصائح

اور لوگ وعظ کہتے ہیں تو کچھ نذرانہ لیتے ہیں۔ حضور الٹا خود مہمان نوازی کرتے، دعوتیں کھلاتے اور انعامات عطا کرتے تھے۔ آپ حاضر ہونے والوں سے دریافت فرماتے کہ کیا تم وعظ میں شریک تھے۔ اگر جواب نفی میں ملتا تو آپ فرماتے، "میں تو اتنی دُور سے تمھارے پاس آیا ہوں۔ اور تم گھر سے یہاں تک نہیں آسکتے۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے احکام نہیں سنتے کہ مجھے بارگاہِ ربّ العزّت سے اس کا اجر ملے۔" اس پر لوگ متاثر و محظوظ ہوتے۔ اور اس طرح روز بروز مجالس وعظ میں آنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔ حضور کا وعظ نہایت سادہ زبان میں اور بڑے دلکش اور واضح انداز کا ہوتا تھا۔ لوگ سمجھتے اور لطف لیتے تھے۔ اور آپ کے مواعظ پر کاربند ہو کر اپنی دُنیا اور عاقبت سدھارتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد جا کر کئی کئی مہینے قیام فرماتے تھے۔ پیر بھائی پُرتکلف دعوتیں کرتے تھے۔ حضور اپنے خادم کے ہاتھ کا پکایا ہوا خشکہ، پھلکا اور مرغی کا شوربا ہی تناول فرماتے۔ شرکاء معتقدین دکن کے خاص اور لذیذ کھانوں سے سیر ہوتے۔ حضور نظام دکن کی طرف سے مہرِ شاہی کے ساتھ دعوت کا کھانا آتا تو حضور قبول فرماتے مگر یہ کھانا بھی یارانِ طریقت ہی کے لذّتِ کام و دہن کے لیے ہوتا۔ حضور اپنے خادم خاص کے سادہ کھانے پر ہی قناعت فرماتے تھے۔

سفر کے لئے قرعہ اندازی

مدراس، بنگلور، میسور، نیل گڑھی وغیرہ کے یارانِ طریقت حیدر آباد آکر مقیم ہو جاتے۔ اور منّت سماجت کرتے کہ اب حضور ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حیدر آباد والے کب چاہتے تھے کہ وہ حضور کی برکت کے فیض سے محروم ہو جائیں۔ ادھر یہ سب آنیوالے اپنے اپنے شہروں کو لے جانے پر بضد ہوتے تھے۔ آپس میں کوئی فیصلہ کہاں ممکن تھا۔ کوئی بھی اس برکت و نعمت سے کیوں دست بردار ہوتا! آخر فیصلہ حضور پر چھوڑا جاتا۔ آپ کو سب کی دل جوئی یکساں منظور تھی۔ لہٰذا فرماتے "اچھا قرعہ ڈالو۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور

ہوگا وہی قرعہ میں نکلے گا"۔ چنانچہ قرعہ کے مطابق عمل کیا جاتا۔

بیز واڑہ اسٹیشن پر پُر تکلف ضیافت

ایک دفعہ میں حضور کے ہمراہ تھا۔ مدراس کا قرعہ نکلنے پر ہم لوگ مدراس جارہے تھے۔ بیز واڑہ سے ایک اسٹیشن قبل ایک سیٹھ صاحب مع چند رفقا کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ "بیز واڑہ کے اسٹیشن پر میری ضیافت قبول کر کے میری عزّت افزائی کیجئے"۔ بیز واڑہ اسٹیشن پر اُنھوں نے پہلے سے بہت پُر تکلّف کھانے کا ویٹنگ روم میں اہتمام کر رکھا تھا۔ حضور نے ان کی درخواست قبول کی اور تشریف لے گئے۔ فرمایا "میرے لئے میرے آدمی نے کھانا تیار کر لیا ہے۔ آپ مہمانوں کو کھلائیں"۔ مگر کھانا بہت ہی زیادہ مقدار میں تھا۔ حضور نے ارشاد کیا "اتنا تکلّف آخر کس لئے"۔ سیٹھ صاحب نے عرض کیا "حضور! آپ کا دستر خوان تو شاہانہ ہوتا ہے۔ مَیں تو مہمانوں کی پوری خدمت بھی نہیں کر سکتا۔ حضور کا یہ کرم کیا کم ہے کہ آپ نے میری درخواست قبول فرمائی۔ مَیں تو اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں کہ آج میرے گھر میں برکت و رحمت کا نزول ہوُا ہے"۔

مَیں نے بہت دیر بعد پہچانا کہ یہ وہ سیٹھ صاحب ہیں، جو ایک دفعہ اپنے کسی کام سے لاہور گئے تھے، تو علی پور شریف بھی آگئے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم نے ان کو تین دن مہمان رکھا وہ جلد جانا چاہتے تھے مگر حضور نے کہا کہ "میرے پاس رہنے سے آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اگر ہوُا تو مَیں دُگنا ادا کر دوں گا"۔ وہ مجبور ہو گئے۔ اور تین دن کی پُر تکلّف مہمان داری کے بعد انھیں واپسی کی اجازت ملی تھی۔ آج ان کو موقع ملا تو اسٹیشن پر ہی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اس دن اسٹیشن پر وہ سیٹھ صاحب اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی داخل سلسلہ ہوئے۔

حضور کی کرامت کہ خالی ڈبا مل گیا

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "دس میل سے مدراس جاؤں گا"۔ اسٹیشن ماسٹر سے دریافت کیا۔ اس نے کہا گاڑی میں ایک سیٹ بھی خالی نہیں ہے۔ حضور سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا "ہم تو اسی گاڑی سے جائیں گے۔ ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ وہ

انتظام فرمائیں گے۔ ع خدا خود میر سامان است ارباب توکل را۔" سیٹھ علی محمد صاحب بنگلوری نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ "ایک بوگی اور لگا دو۔ ہمیں پانچ سیٹوں کی ضرورت ہے"۔ اسٹیشن ماسٹر نے اس سے بھی انکار کیا۔ حضور نے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ "ہم اسی گاڑی سے جائیں گے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی"۔ آخر گاڑی آئی۔ ہم اے ایس ایم کے ساتھ خالی سیٹ تلاش کرنے لگے۔ ایک سیکنڈ کلاس اندر سے بند تھا۔ اسے کھلوایا تو اس میں صرف ایک انگریز تھا۔ وہ سو رہا تھا حالانکہ اسے اسی اسٹیشن پر اترنا تھا۔ جگائے جانے پر اس نے الٹا ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اور ہمیں سیکنڈ کلاس کا پورا ڈبہ خالی مل گیا۔ جب سب کے بستر لگ گئے، تو حضور نے مجھ سے فرمایا "تو کہتا تھا کہ تکلیف ہوگی۔ مجھے ساری عمر کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ہمیں تکلیف کیسی"۔

مدراس میں استقبال

صبح مدراس پہنچے تو اتنی خلقت تھی کہ الامان والحفیظ۔ اور حضور کا کمال یہ تھا کہ ہر شخص سے معانقہ اور مصافحہ کر کے حال اور خیریت دریافت فرماتے رہے۔ لوگ ہار گلے میں ڈالتے۔ جب ہار منہ تک آجاتے تو حضور اپنے گلے سے اتار اتار کر ان کے گلوں میں پہناتے تھے۔ اسٹیشن ماسٹر انگریز تھا۔ حیران کھڑا دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے۔ آخر اس نے کسی سے دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ہمارے بزرگ۔ اور پیر ہیں۔ وہ حیرت زدہ ہو کر کہتا تھا کہ "یہ واقعی بڑے بزرگ ہیں۔ ورنہ اتنی مخلوق تو کسی بادشاہ کے لئے بھی جمع نہیں ہوتی، نہ کسی کے سامنے ایسی محبّت اور عقیدت کا اظہار کرتی ہے"۔

سیٹھ بیڑی صاحب کی کوٹھی پر قیام

آخر عقیدت مندوں اور یاروں کے ہجوم میں آپ سیٹھ بیڑی صاحب کی کوٹھی پر پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔ سیٹھ صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا "سیٹھ صاحب آپ کہاں تھے۔ میں نے بارہ سال قبل آپ سے وعدہ کیا تھا کہ مدراس آؤں گا تو پہلے آپ کی کوٹھی پر آؤں گا۔ آپ اسٹیشن پر ملنے کے بعد نظر ہی نہیں آئے"۔ سیٹھ صاحب نے حضور کا شکریہ ادا کیا۔ اور عرض کیا کہ "یہ کوٹھی حضور ہی کی ہے۔ حضور نے بڑا کرم فرمایا کہ وعدہ پورا کیا۔ اور مجھے اس

عزّت و برکت سے نوازا "۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا " الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے غیبی تائید سے میرا وعدہ پورا کرا دیا "۔

حیدر آباد دکن کی طرح مدراس میں بھی دعوتوں، جلسوں، وعظوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر قرعہ نکلنے پر وہاں سے بنگلور تشریف لے گئے۔ مدراس سے رخصت اور بنگلور میں استقبال کے موقعوں پر وہی شوق و ذوق اور ہجوم و انبوہ نظر آتا تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بنگلور میں بخشی مصطفےٰ اعلیٰ خان صاحب مہاجر مدنی (خلیفہ مجاز) کے مہمان ہوئے۔ اور پھر تبلیغ و ارشاد اور دعوتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ عبدالغنی شاہ صاحب۔ ٹھیکیدار شمس الدین صاحب۔ سیالکوٹ کے ٹیلر ماسٹر عبدالسلام صاحب تینوں نے ایسی شاندار وسیع اور پرتکلف دعوتیں کیں کہ باید و شاید۔ گو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنا ہی پھلکا، شوربا اور خشکہ تناول فرماتے رہے۔ مگر آپ نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شاہانہ دعوت

تیسری دعوت کے اختتام پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت عموی شمس الملت خلفِ اصغر مدظلہٗ، بخشی صاحب مہاجر مدنی اور میں ایک ہی سواری میں واپس آ رہے تھے۔ تو حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ " اختر! ہم بھی ان تینوں کی دعوت کریں گے "۔ میں نے عرض کیا " بہت اچھا "۔ فرمایا " اگر کرتے ہو تو ان سے اچھی کرو۔ ورنہ نہیں "۔ میں نے عرض کیا " بہت اچھی دعوت کریں گے "۔ ہم یہ گفتگو پنجابی میں کر رہے تھے، اسلئے بخشی صاحب کچھ سمجھے زیادہ نہ سمجھے۔ مجھ سے تفصیل معلوم کی تو کہنے لگے " حضورؐ میرے مہمان ہیں۔ دعوت کا انتظام بھی میں ہی کروں گا "۔ حضور نے ارشاد کیا کہ " نہیں اختر کرے گا "۔ بخشی صاحب نے بہت منّت سماجت کی تو آخر یہ طے ہوا کہ اچھا آدھا آدھا انتظام تم دونوں کرو۔ چنانچہ ہم نے کھانے بانٹ لئے۔ اور تیار کرنے لگے۔

بخشی صاحب مہاجر مدنی نے دوسرے پیر بھائیوں کو صلائے عام دے دی کہ جو چاہے اپنی مرضی سے کھانا پکوا کر لے آئے۔ غرض دعوت ہوئی تو ایسی دھوم دھام سے کہ بادشاہوں کو رشک آئے۔ اتنے کھانے تھے کہ شمار ممکن نہ تھا۔ ایسے لذیذ کہ آدمی ہونٹ

چاہتا رہ جائے۔ اور مہمان اتنی زیادہ تعداد میں کہ حیرت ہوتی تھی۔ شمس الدین صاحب ٹھیکیدار لکھ پتی آدمی تھے۔ بار بار پوچھتے تھے "یہ کیا کھانا ہے؟" "یہ چیز کہاں سے آئی؟" "یہ چیز کیسے تیار ہوئی" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ "مجھے کچھ پتہ نہیں۔ یہ تو مائدہ ہے۔ رب تعالےٰ نے جو بھیجدیا سامنے ہے۔"

دعوت کے بعد تینوں مقدم الذکر اصحاب کو حضور نے لطور تحفہ و عطیّہ نہایت قیمتی شالیں عطا فرمائیں۔ سب مہمان درویش کی اس شاہانہ فیاضی کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اگلے دن ٹھیکیدار شمس الدین صاحب نے ایک ہزار روپے کی نذر پیش کرنی چاہی۔ مگر حضور نے انکار فرمادیا۔ اُنھوں نے بڑی منّت سماجت اور لاکھ کوشش کی۔ لیکن آپ انکار ہی فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ "اس سے میرے ثواب میں فرق آتا ہے۔" ایسی ہی شاہانہ فیاضیوں اور شاہ خرچیوں پر ایک بار حضور نظام دکن نے تحریری طور پر پیام بھیجا تھا کہ "اگر سارا مال اللہ کی راہ میں دیدیا جائے گا تو پھر دُنیا کا کام کیسے چلے گا؟" آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "جو ذات پاک ایسا دل بخشتی ہے۔ وہی نظام چلانے کی ضامن ہے۔"

نوعمر قاریوں کی سرپرستی کے لئے سفر

سیٹھ غلام حسین صاحب میسوری نے اپنے دو صاحبزادوں کو حفظ کرنے اور قرأت سیکھنے کے لئے مدینہ منوّرہ بھیجا تھا۔ وُہ دونوں لڑکے حفظ و تجوید کی تکمیل کر کے واپس آئے تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے طے کیا تھا کہ رمضان شریف میں ان کا قرآن مجید سماعت فرمائیں گے۔ اس لئے آپ نے میسور جانے کا حکم صادر فرمایا۔ یہاں بھی استقبال کے لئے بے حد ہجوم اور بہت اعلےٰ انتظام تھا۔ حضور کو ایک پرتکلف شامیانے کے نیچے کرسی پر لاکر بٹھایا گیا۔ اور سب نے اردین یکے بعد دیگرے دست بوسی سے مشرّف ہوتے رہے اسٹیشن پر سب زیارت سے فیض یاب ہو چکے۔ تو آپ کو ایک اجلاس میں غلام حسین صاحب کے مکان پر جو آپ کی پرانی قیام گاہ تھی۔ لایا گیا۔ قیام میسور کے زمانے میں آپ تراویح کے بعد وعظ فرماتے۔ جمعہ کے بعد بھی وعظ کا اہتمام ہوتا۔ اور رات دن یہ فیض رسانی جاری رہی۔ اور بہت

لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

قرآن مجید ختم کرنے کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پھر بنگلور تشریف لائے۔ اس دفعہ عباس خان صاحب اور دیگر اصحاب کی فرمائش پر آپ نے عید کی نماز بنگلور کی عید گاہ میں پڑھائی۔ اور اگلے دن وہاں سے حیدر آباد (دکن) کو روانہ ہو گئے۔ اس نواح میں دُور دُور تک یاران طریقت پھیلے ہوئے تھے۔ اوٹا کمنڈ، کورگ، حاسن، لبابین۔ وغیرہ ہر جگہ آپ تشریف لے جاتے رہے۔ ہر مقام پر استقبال اور رخصت کے وقت وہی مناظر پیش آتے تھے جن کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ زیادہ وقت سفر میں گزارتے تھے۔ تاکہ دُور دُور تک دین متین کی تبلیغ ہو سکے، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔ ہر شہر اور مقام پر کسی یار کو امیر حلقہ مقرر فرماتے تاکہ ہر ہفتے پیر بھائی ایک جگہ جمع ہو کر ختم شریف خواجگان و مجددیہ و معصومیہ پڑھیں، حلقۂ ذکر منعقد ہو۔ اور ازدیاد محبت کے مواقع بہم پہنچیں۔ ان حلقوں کی روداد یں رسالۂ انوار الصوفیہ وغیرہ میں شایع ہوتی تھیں۔ انشاء اللہ یارانِ طریقت کے ذکر میں میر حلقہ کی تفصیل شامل کی جائے گی۔

کشمیر میں تبلیغ و ارشاد

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارک تھی کہ آپ گرمی کے موسم میں عام طور پر کسی نہ کسی سرد مقام پر تشریف لے جاتے تھے۔ تاکہ امراؤ خواص کا جو طبقہ وہاں مقیم ہوتا ہے ان کی اصلاح کی جا سکے۔ چنانچہ آپ ان کی دعوتیں کرتے اور ان کو احکامِ دین و مسائل شریعت بتاتے۔ جس مقام پر جاتے، عوام کے فائدے کی خاطر، مساجد میں نماز جمعہ پڑھاتے۔ اور نماز کے بعد وعظ فرماتے۔ اور اس طرح عام وخاص کو فیض یاب کرتے تھے۔

چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ بارہا کشمیر بھی تشریف لے گئے ہیں۔ اس زمانے میں کشمیر

میں سڑکیں تک پوری نہ تھیں اور اکثر مقامات پر لاری بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ آپ گھوڑے اور تانگہ پر زیادہ تر سفر کرتے تھے۔ پیدل بھی بسا اوقات چلنا ہوتا تھا۔ راستے کی ان دشواریوں کا آپ کوئی لحاظ نہ فرماتے۔ بلکہ اس طرح راستے میں تبلیغ وارشاد اور وعظ ونصیحت کا کام جاری رہتا۔ راستے کے دیہات اور الگ تھلگ مقامات اس طور پر حضور کے فیضِ عام سے استفادہ کا موقع پاتے۔ اور ہزاروں لوگ راہِ راست حاصل کر لیتے۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سری نگر سے آس پاس کے مقامات پر ہی نہیں، دُور دراز علاقوں میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ ویری ناگ، ویربین، بٹ گنڈ، کاچھوان، اصھابل، پہلگام، اسلام آباد، نشاط باغ، حضرت بل، گل مرگ، گلگت، کشتواڑ، بانڈی پورہ، بارہ مولہ، ہیورا، اوڑی، گڑھی حبیب اللہ، مظفر آباد، میر پور وغیرہ، میں آپ کا بارہا جانا ہوا۔ بلکہ ان قصبوں اور شہروں کے مضافات میں بھی دُور دُور تک اندر پہنچتے تھے۔ دین کی تبلیغ واشاعت اور سلسلۂ عالیہ کی ترویج کے لئے آپ کے یہ سفر وقفوں کے ساتھ عرصہ دراز تک جاری رہے۔ جہاں تشریف لے جاتے پرانے یارانِ طریقت کی تجدید وترقی اور نئے لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کا کام دن رات جاری رہتا۔ اور اس طرح ہزارہا بندگانِ خدا کی اصلاح ہوتی۔ ان کا ایمان تازہ ہوتا، اور وہ احکامِ شریعت کی پابندی کرنے لگتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم کے رفقائے سفر

اسداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ کشمیر کے دوروں میں اکثر ساتھ ہوتے تھے۔ بڑے نیک انسان تھے۔ انھیں ہمہ وقت دین اسلام کی اشاعت اور یارانِ طریقت کی بہبود مدِّ نظر رہتی تھی۔ میر حیات محمد صاحب سیالکوٹی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ وہ اصلاً کشمیری تھے اور کشمیری زبان جانتے تھے۔ وہ بھی ان سفروں میں اکثر ساتھ ہوتے اور ترجمانی کے فرائض انجام دیتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ان دوروں میں کئی کئی مہینے تک حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز پیر افضل شاہ صاحب، ان کے چھوٹے بھائی پیر گل شاہ صاحب خلیفۂ مجاز، ساکنانِ درین، اور پیر عبدالرحمان شاہ صاحب خلیفۂ مجاز

ساکن کلگام کشمیر، حضور کے ساتھ ہم رکاب رہے۔ اور ترجمانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

کشمیر کے معمولات

عام اجتماعات ہوں یا فرودگاہ پر زائرین کی حاضری، ہمہ وقت حضور کا ایک ہی کام ہوتا۔ وعظ فرماتے، مسائل سُناتے اور شریعت کی پابندی کی تاکید کرتے۔ احکامِ شرعیہ کی حقیقت اور صداقت، فرمانِ خدا اور سنتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اہمیّت اور عظمت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمالِ صالحہ کی پابندی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظمت ہر وقت حاضرین وزائرین کے دلوں پر نقش فرماتے رہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں یہ کشش اور زبان حق ترجمان میں یہ اثر تھا کہ لوگ جوق در جوق دُور دراز مقامات سے کھنچے چلے آتے تھے۔ اور احکامِ شریعت کی پابندی اور سنّتِ نبوی ؐ کی پیروی کا عہد کر کے فلاحِ دارین حاصل کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی خاص کام لینا چاہتے ہیں، تو اس کی شخصیت اور فرمودات میں ایسی ہی خاص کشش اور تاثیر بھر دیتے ہیں۔ تاکہ خلقِ خدا اس کی طرف مائل ہو، اس سے فیض حاصل کرے، اور اپنے لئے سعادت و فلاح کی راہیں کھول سکے۔

ان دَوروں میں ہزاروں عجیب اور دلچسپ واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ جن سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سفر حضر کی نوعیت، مشکلات وصعوبات، آپ کے توکّل و قناعت، تصرفات اور فیوضات وغیرہ کے حقایق سامنے آتے ہیں۔ کچھ احوال سُنیئے۔

کاچھوان میں

میری موجودگی کی بات ہے۔ حاجی اسرائیل صاحب رئیس کے یہاں حضور کا قیام تھا۔ حاجی صاحب اپنے علاقہ کے بڑے امیر آدمی تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں ان کے مویشیوں کے گلّے تھے۔ کاچھوان کے مقام پر سرسبز پہاڑوں کے درمیان میدانی علاقے میں ان کا عالی شان محل تھا۔ جہاں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ قیام فرما تھے۔ حاجی صاحب بڑے جوش اور عقیدت سے میزبانی کرتے اور اپنی خوش بختی پر نازاں تھے۔ تقریبًا ایک ماہ ہم سب حاجی صاحب کے مہمان رہے۔ اس اثنا میں ہزاروں آئے، داخل سلسلہ ہوئے۔ حاجی صاحب نے مہمان نوازی اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا۔ اور خوش تھے کہ" اب کے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصے تک میرے غریب خانہ پر قیام فرما رہیں گے۔ اور مجھے یہ سعادت و شرف حاصل ہوا کہ میری فرودگاہ دین کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بن گئی ہے۔ شاید یہی بات میرے لئے نجات و فلاح کا وسیلہ بن جائے۔"
مگر ہوا یہ کہ اس جگہ کا پانی حضور کو موافق نہ آیا۔ اور طبیعت خراب رہنے لگی۔ ایک دن حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ" یہاں مجھے کمزوری زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور میری طبیعت خراب رہتی ہے۔ اس لئے یہاں سے سات میل نیچے اچھابل چلو۔"

حاجی اسرائیل صاحب کی دلی آرزو تھی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ وہیں تشریف فرما رہیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور منت سماجت کرنے لگے کہ "حضور! یہاں گھر ہے۔ ہر طرح کی آسائش اور سہولت میسر ہے۔ وہاں کوئی واقفیت نہیں۔ حضور کو وہاں تکلیف ہوگی"۔ مگر آپ نے ارادہ نہ بدلا۔ بلکہ جوش میں آکے فرمایا" سامان باندھو اور ابھی چلو۔ میں اللہ کا مہمان ہوں۔ مجھے کہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی"۔ بڑی خوشامد کے بعد ایک رات اور وہیں قیام فرمانے پر راضی کیا گیا۔ صبح وہاں سے چل کر ہم "اچھابل" آگئے۔

اچھابل کے چشمے پر

اچھابل کے چشمے کے پاس پہاڑ کے دامن میں تین چار چنار کے درخت تھے۔ وہ جگہ قیام کے لئے پسند کی گئی۔ حاجی اسرائیل صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک خیمہ ساتھ لے آئے تھے، آپ کے لئے وہ خیمہ لگا دیا گیا اور اس میں آپ کی چارپائی بچھا دی گئی۔ میری چارپائی چنار کی کھوہ میں بچھائی گئی۔ فجر کی نماز کے بعد حضور نے مجھ سے فرمایا کہ" آبادی میں جا کر دودھ لاؤ اور گرم کر کے مجھے پلاؤ"، یہ ارشاد فرما کے آپ استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک آدمی ایک ہاتھ میں گائے کے دودھ کا برتن اور سر پر لکڑیوں کا گٹھا لئے ہوئے حاضر ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم یہاں کیسے پہنچے تو اس نے بیان کیا کہ

آج سے تین سال قبل میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لائے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور دریافت کیا کہ آپ کا گھر کہاں ہے تو

انھوں نے ارشاد فرمایا۔ "علی پور"۔ میں تین سال سے تلاش میں تھا مگر مجھے پتہ نہ چلا کہ علی پور کہاں ہے۔ آج میں اسی خواب والی جگہ پر بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار آرہے ہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں، جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں آپ سب صاحبوں کے پیچھے پیچھے یہاں تک آیا۔ جب خیمہ لگایا جانے لگا تو میں واپس چلا گیا۔ اور اب یہ دودھ اور لکڑیاں لے کر حاضر ہوا ہوں۔"

چنانچہ ہم نے دودھ گرم کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد تو بڑی مخلوق آنی شروع ہوگئی۔ اور جو آتا چاول، گھی، سبزی مرغ لیے ہوئے آتا۔ اتنی کثرت سے لوگ آنے اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہونے لگے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حلقہ کرانے سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ لوگوں سے دریافت کیا جاتا کہ "تمھیں حضرت کے متعلق کس نے بتایا۔ تم یہاں کیسے پہنچے۔" تو جواب دیتے۔ "ہمیں یہ تو نہیں معلوم کہ کہنے والا کون تھا۔ مگر ہم نے یہ سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "اچھابل" کے قریب پنجاب کے ایک بزرگ آکے ٹھیرے ہیں۔ جاؤ اور ان سے فیض حاصل کرو۔ ہم یہ غیبی آواز سن کر آئے ہیں۔"

غرض اس غیر آباد جگہ میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دن قیام فرمایا۔ تاآنکہ آپ کی طبیعت بہتر ہوگئی۔ اس قیام کے دوران خوان یغما اور فیضِ عام جاری رہا۔ ہم لوگوں کو ہدایت تھی کہ چاول، مرغ، ترکاری تیار کرو اور سب کو کھلاؤ۔ چنانچہ مستقل لنگر جاری رہتا۔ اسی طرح حلقہ کرانے اور سلسلے سناتے کا سلسلہ بھی مسلسل چلتا رہا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرماتے اور مسائل بتاتے بتاتے تھک جاتے تھے۔ مگر اس فیض رسانی میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

توکّل کی شان

حاجی عبد اللہ صاحب سناتے تھے کہ کشمیر میں ایک بار شہر سے باہر حضور ہاؤس بوٹ میں قیام فرما تھے۔ ایک دن حضرت نے کچھ پیر بھائیوں کی دعوت کی۔ میں نے عرض کیا۔ "حضور! آٹا، چاول، گھی، مرغیاں سب تھوڑی تھوڑی رہ گئی ہیں۔ نقد پیسے بھی ختم ہیں۔ اگر اس دعوت میں ہی سب کھا پکا لیا گیا تو آیندہ کا کیا انتظام ہوگا۔" فرمایا۔ "لاؤ مجھے دکھاؤ۔ کیا کیا موجود ہے۔" میں نے سب سامان لاکر پیش کر دیا۔

حکم ہُوا "یہ سب آج پکا ڈالو۔ کوئی چیز باقی نہ رہنے دو۔ جہانوں کی خوب مدارات کرو۔ آیندہ کا اللہ مالک ہے" اور یہ شعر پڑھا۔

پلّے خرچ نہیں بندھدے پنچھی تے درویش   جنہاں تقویٰ رب دا اونہاں رزق ہمیش

مَیں نے حکم کی تعمیل کی۔ جو کچھ میسر تھا پکا لیا۔ اور مہمانوں کو سب کچھ کھلا دیا۔ جب مہمان رخصت ہو گئے تو ڈاکیہ ڈاک لے کر آیا۔ حضور نے ڈاک دیکھی اور مجھے طلب فرما کر کہا "لو یہ تین سو روپے لے لو۔ رب تعالیٰ نے بنگلور سے بھیج دیئے ہیں۔ جو چاہتے ہو خرید و۔ اور کام چلاؤ"

خواجہ مام کلو کا ہدایت پانا

ایک دفعہ میں حضور کے ہمراہ نشاط باغ میں تھا۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت آرام کے لیئے لیٹ گئے۔ اور مجھے حکم دیا "جاؤ پھل لے آؤ" مَیں باغ والوں کے پاس گیا۔ اور پھل خریدے۔ باغ کے ٹھیکیدار خواجہ مام کلو صاحب نے دریافت کیا "یہ پھل کس کے لئے لے جاتے ہو" مَیں نے حضور کی بابت کچھ بتایا۔ اُس نے پوچھا "یہ قاضی شمس دین صاحب کے پیر ہیں" مَیں نے کہا "ہاں" میرے آنے کے کچھ دیر بعد وہ بھی حاضر خدمت ہُوا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ عصر ادا کرنے کے بعد کسی سے کوئی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ وہ پاس بیٹھا رہا۔ جب اجازت لے کر جانے لگا تو حضور نے مجھے اشارے سے حکم دیا کہ یہ سارے پھل اس کو دے دو۔ میں نے کہا "خواجہ صاحب یہ پھل حضور آپ کو عطا فرماتے ہیں" اس نے عرض کیا۔ "یہ باغ میرا ہے۔ یہ پھل مجھ سے قیمتاً خریدے گئے ہیں۔ اَب میں ان کو کس طرح واپس قبول کر سکتا ہُوں" حضورؐ نے اشارے سے فرمایا کہ "اب تو یہ پھل ہمارے ہیں۔ ہم تم کو دیتے ہیں۔ لے جاؤ" وہ برابر انکار کرتا رہا۔ مگر حضورؐ نے خادم کو اشارہ فرمایا کہ اس کے ساتھ لے جاؤ۔ اس نے بڑی کوشش کی حضور پیسے واپس لے لیں۔ مگر آپ نے رقم واپس نہ لی۔ وہ مجبور ہو کر چلا گیا۔

ہم سب ڈل میں کشتی کے اندر رہا کرتے تھے۔ دوسرے روز وہ ملازموں کے ساتھ پھلوں کے ٹوکرے لئے ہوئے حاضر ہُوا۔ سلام عرض کر کے بیٹھ گیا۔ اور پھل تحفہ گزارے۔ حضور نے معذرت کی کہ "عصر کے بعد مَیں بولا نہیں کرتا۔ آپ پہلی دفعہ آئے تھے مگر مَیں بات بھی نہ کر سکا"

حضور نے اس کو روکے رکھا۔ اور مجھے حکم دیا کہ کھانا تیار کراؤ۔ غرض پرتکلف کھانا تیار ہوا۔ اس کو کھلایا گیا۔ تب اُسے واپسی کی اجازت ملی۔ اسی طرح وہ روزانہ پھل لے کر حاضر ہوتا اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ روز اسے پرتکلف دعوت کھلا کر رخصت کرتے۔ حضور روزانہ اسے مسئلے سناتے اور احکامِ شرعی تلقین فرماتے رہے۔ وہ حضور کا حد سے زیادہ معتقد بن گیا۔ داخلِ سلسلہ ہوا۔ مجھ سے بعد میں کہتا تھا کہ "میں پیروں کا بالکل قائل نہ تھا۔ میں سب انسانوں کو ایک جیسا سمجھتا تھا۔ مگر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ بندگانِ خدا کون ہوتے ہیں۔ اگر یہ مردانِ حق نہوں تو شاید دنیا ہی باقی نہ رہے۔" غرض وہ خدا کے فضل اور حضور کی توجہ سے بڑا متقی اور دیندار بن گیا اور حضور سے اسے کامل ارادت اور بیحد محبّت ہوگئی۔

خواجہ عبدالاحد کی شفایابی

اس کے بعد جب دوبارہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر گئے ہیں تو خواجہ صاحب فوت ہو چکے تھے۔ خواجہ صاحب کے لڑکے خواجہ عبدالاحد نے بڑے اصرار سے حضور کو اپنے عالی شان مکان میں ٹھیرایا۔ اور بڑی خاطر مدارات کی۔ اتفاق کہ عبدالاحد سخت بیمار ہوگیا۔ اس کے منہ سے خون آتا تھا اور کسی علاج سے افاقہ نہوتا تھا۔ دو ڈاکٹر جن میں ایک انگریز اور دوسرا سکھ تھا اس کے معالج تھے۔ مگر ان کی کوئی دوا کارگر نہوتی تھی۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ عبدالاحد کی طبیعت بہت خراب ہے۔ حضور عیادت کے لئے تشریف لے چلیں۔" آپ نے قبول کیا۔ ظہر کی نماز کے بعد میں اور خادم عبدالعزیز حضور کو سہارا دے کر اس کے پاس لے گئے۔ اس کی والدہ، بیوی، بہنیں اور دوسری عورتیں زور زور سے رونے لگیں۔ اور التماس کی کہ "ہمارے گھر میں اب صرف یہی ایک مرد ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہی ہمارا سہارا ہے۔ حضور اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ اس کو صحت عطا کرے۔" حضور نے عبدالاحد کی والدہ کو مخاطب کر کے کہا کہ "ماں کی دُعا بارگاہ ربالعزّت میں بہت مقبول ہوتی ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ دُعا کریں۔" یہ کہہ کر حضور نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں قریب ہوگیا اور کان لگا کر سُننے لگا کہ حضور کن الفاظ میں دُعا فرماتے ہیں۔ حضور نے بارگاہ خداوندی میں صرف یہ عرض کیا "میرا یہاں آنا قبول فرمائے۔"

تین چار دفعہ یہی الفاظ کہہ کر مُنہ پر ہاتھ پھیر لئے اور دُعا ختم فرمادی۔ اور مائی صاحبہ کو مخاطب کر کے کہا :" اس بیماری سے یہ ہرگز نہیں مرے گا۔ صحت یاب ہوجائے گا۔ تم کوئی فکر مت کرو۔" اور حضور وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔

پہلے ہم مسلم شریف کی صحیح حدیث پوری لکھ چکے ہیں۔ فرمان نبوی ہے لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ (ترجمہ) " اگر وہ قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیتا ہے تو خدا اُسی کے مطابق اس کام کو پورا کر دیتا ہے۔" اس وقت بھی یہی صداقت حقہ" سب کو نظر آئی۔ نماز عصر سے قبل دونوں ڈاکٹر حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے مریض کا حال دریافت کیا۔ اُنھوں نے کہا " بالکل تندرست ہے۔" آپ نے دریافت کیا " اس کو کیا بیماری تھی ؟" انھوں نے عرض کیا :" بیماری کا ھم کو صحیح علم ہو جاتا تو وہ آپ کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی، ہمارے علاج سے صحت یاب ہو جاتا۔ آپ ہی کو صحیح علم ہوگا کہ کیا بیماری تھی۔" فرمایا " میں کوئی ڈاکٹر ہوں ؟" ڈاکٹروں نے عرض کیا کہ " جب سے آپ دُعا فرما کر واپس آئے ہیں، اب تک اس نے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھوکا۔ وہ بالکل ہوش میں ہے۔ اور اب کوئی خطرہ باقی نہیں۔" سکھ ڈاکٹر نے کہا کہ " یہ انگریز حیران ہے کہ یہ مریض کس طرح صحت یاب ہوگیا۔ یہ رَب کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ کہ اس نے آپ کی دُعا کو قبول کیا۔ ورنہ ہمیں مریض کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔" اس واقعے کے بعد بہت دن تک خواجہ عبدالاحد زندہ رہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی بیماری سے پہلے انھی کے مکان پر قائدِ اعظم محمد علی جناح کی دعوت کی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

مہاراجہ جموّں سے رنجش

مہاراجہ جموّں کی کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ اسی وقت کی بات ہے۔ اس نے حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آدمی بھیجا اور خط لکھ کر اپنے محل میں طلب کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا :" اگر اس کو مجھ سے کام ہے تو وہ میرے پاس آئے۔ مجھے تو اس سے کوئی کام نہیں جو وہاں جاؤں۔" خط لانے والے نے عرض کیا :" میں تو ملازم ہوں۔ آپ جو جواب تحریر فرمادیں گے پہنچا دوں گا۔" حضور نے اسی خط کی پشت پر یہ شعر لکھ دیا۔

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے ؎
سر جہاں رکھتے ہیں سب ہم واں قدم رکھتے ہیں

مہاراجہ نے رنجیدہ خاطر ہو کر آپ کا داخلہ ریاست میں بند کر دیا۔ آپ تو درویش تھے۔ آپ کو اس کی کیا پروا۔ آپ ہر بات کو من جانب اللہ خیر جانتے تھے۔ چنانچہ آپ ریاست سے چلے آئے۔

مسلمانان جموں اور یاران طریقت کو سخت صدمہ ہوا۔ سب نے مل کر کوشش کی۔ مسلمانوں کے کئی وفد مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے مہاراجہ کو سارے حالات بتائے۔ حضور کی عظمت و جلالت سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ "حضرت تو فقیر آدمی ہیں۔ ان کا مقصد تبلیغ و ارشاد ہے۔ وہ یہاں نہیں دوسرے مقامات پر اپنا مقصد انجام دے سکتے ہیں۔ مگر محرومی تو ہماری ہے۔ وہ ہمیں سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ ہمارا دین ایمان سنوارتے ہیں۔ وہ یہاں نہ آئیں گے تو ہمیں نقصانِ عظیم ہوگا۔ آپ کا یہ حکم مداخلت فی الدین ہے۔ اس سے مسلمانوں میں سخت ہیجان ہے۔ جو خود ریاست کے حق میں مفید نہیں۔" آخر الامر مہاراجہ جموں مجبور ہوا کہ امتناعی حکم منسوخ کرے۔ چنانچہ آپ پھر ریاست جموں میں خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے تشریف لانے لگے۔

کشمیر میں قیامگاہ

ابتدائی زمانے میں جب حضور کشمیر تشریف لے جاتے تو سری نگر میں اکثر خواجہ نور الدین صاحب کے مکان پر قیام فرماتے تھے۔ خواجہ صاحب بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ ان کے اکلوتے بیٹے خواجہ مصطفٰے کی کوئی اولاد نہ تھی۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے خواجہ غلام مصطفٰے کو رب تعالیٰ نے فرزند عطا کیا جس کا نام غلام حسین رکھا گیا۔ خواجہ نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ "یہ بچہ اور یہ کوٹھی جو دریائے جہلم کے کنارے پر ہے۔ دونوں میں حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آپ قبول فرمائیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔" خواجہ صاحب نے عرض کیا "میرے بعد جب کبھی آپ تشریف لایا کریں گے، تو اس کوٹھی میں غلام حسین کے مہمان ہوا کریں گے۔" حضور نے فرمایا کہ "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی آؤں گا، غلام حسین کے پاس ٹھہرا کروں گا۔ اور اس کا مہمان رہوں گا۔ میں نے

غلام حسین آپ کو دیا۔ اور کوٹھی غلام حسین کو دی۔"

چنانچہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ جب بھی سری نگر تشریف لے جاتے غلام حسین کی کوٹھی میں قیام فرماتے اور اپنا وعدہ پورا کرتے۔ یہ بھی دستور تھا کہ اوّل آپ بہت بڑے پیمانے پر غلام حسین کی دعوت کرتے، جس میں کثیر تعداد میں یارانِ طریقت اور دوسرے مہمان بلائے جاتے۔ آپ فرماتے "یہ چاول، آٹا، گھی سب رب تعالیٰ کا دیا ہوا اور ہمارے گھر کا ہے۔ خوب کھاؤ۔" آپ کی دعوت کے بعد غلام حسین سب یارانِ طریقت کے ہمراہ حضرت کی دعوتیں کرتے۔ اسی طرح دوسرے یارانِ طریقت کے گھروں پر دعوت ہوتی تو اس میں دوسرے سب یار شامل ہوتے تھے۔ ہفتوں تک یہ فیض عام جاری رہتا۔ اور ان محفلوں میں تبلیغ وارشاد اور مسائل شرعیہ کی تعلیم وتلقین سے خلق خدا استفادہ کرتی رہتی تھی۔

ایک دفعہ حضور نے فرمایا "کشمیر میں آنا یا امیر کا ہے یا فقیر کا۔" میں نے عرض کیا۔ "اور جہاں دونوں باتیں جمع ہوں۔" دریافت فرمایا "وہ کیسے!" میں نے عرض کیا "آپ میں"۔ فرمایا "میں تو ایک درویش ہوں۔"

پیری کی قیمت

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چند کشمیری پیر بھائیوں کے ساتھ میں بھی کشتی میں تھا۔ ایک شخص سیب بیچتا ہوا آیا۔ ارشاد ہوا "اس سے سیب خرید لو۔" میں نے اس سے سیب کا بھاؤ پوچھا۔ اس نے کہا "چار آنے سیر۔" ایک پیر بھائی غلام علی نے کہا "یہ پنجاب کے رہنے والے اور ہمارے پیر ہیں۔ ان سے ساڑھے تین آنے سیر لو۔" حضور تھوڑی تھوڑی کشمیری زبان سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا "او غلام علی! پیری کی قیمت دو پیسے۔" وہ شرمندہ ہو کر چپ ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا "سارے سیب خرید لو۔ اور اسے پانچ آنے سیر کے حساب سے قیمت چکا دو۔"

کشمیری تحائف

کشمیر سے حضور جانماز، مومیائی، زیرہ، بادام، اخروٹ، زعفران اور ایسی دوسری چیزیں کافی مقدار میں خرید کر ساتھ لاتے۔ اور پیر بھائیوں میں تبرک اور تحفے کے طور پر تقسیم کرتے۔ جانماز مساجد میں بھی بھیجتے اور یاروں میں بھی بانٹتے۔ علی پور سیداں کی جامع مسجد کوٹ میں اب تک عیدین کی نماز انہی جانمازوں پر پڑھی

جاتی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص زیارت کے لئے حاضر ہوتا اس کو خالی واپس نہ جانے دیتے۔ کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تب اجازت دیتے۔ اور فرماتے: "میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں اور ہم دے کر۔ وہ کھا کر خوش ہوتے ہیں اور ہم کھلا کر۔"

کشمیر کے علاوہ کبھی کبھی دوسرے سرد مقامات جیسے مری۔ ایبٹ آباد۔ کوئٹہ۔ دارجیلنگ۔ نیل گڑھی وغیرہ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ سب جگہ آپ کا یہی معمول ہوتا کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ گرد و نواح کے دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ گاؤں کے یہ غریب لوگ مذہب سے بالکل بے خبر اور مسائل سے یکسر ناواقف ہوتے۔ آپ نے ہزاروں کو احکامِ دین بتائے مذہب کے مسائل سے خبردار کیا۔ اور اس طرح ان کی عاقبت سنواری۔ کشمیر کے جنگلوں میں رہنے والے بکروال مذہب ہی سے سرے سے ناواقف تھے۔ آپ نے ان کو مسلمان بنایا۔ ہزاروں کی تعداد میں داخل سلسلہ ہوئے اور اپنی عاقبت سنواری۔

بے موسم بادل آگئے

میرپور کے ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ "ایک بار حضور جلسے کی شرکت کے لئے جہلم تشریف لائے ہوئے تھے۔ شامیانے لگے ہوئے تھے۔ مگر گرمی اس شدّت کی تھی کہ بیٹھنا مشکل تھا۔ کچھ لوگ مقررین اور واعظین کے پاس کھڑے ہاتھ کا پنکھا جھل رہے تھے کہ کچھ تو ان کے لئے گرمی کا احساس کم ہو جائے۔ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ "پنکھا چھوڑ دو۔ مجھے زیادہ گرمی نہیں لگتی۔ کیا یہ سب اللہ کی مخلوق نہیں ہیں" لوگوں نے پنکھا ہٹا لیا۔ آپ نے وعظ شروع کیا۔ اسی دم سورج پر بادل آگیا۔ گرمی کم ہو گئی۔ اور ہلکی ہلکی خوشگوار ہوا چلنے لگی۔ خلقِ خدا نے بڑے اطمینان سے حضور کا بیان سنا۔ ورنہ اس سے قبل کی تقریریں گرمی کی بدحواسی میں سُنی نہ سُنی برابر تھیں۔"

"جلسہ کے بعد ہم سب میرپور والوں نے خدمتِ والا میں التماس کیا کہ حضور ہمارے علاقہ میں تشریف لے چلیں۔ تاکہ وہاں کے لوگ بھی فیضیاب ہو سکیں۔ حضور نے ہماری درخواست قبول فرمالی۔ کچھ سفر تانگہ پر اور زیادہ گھوڑے پر طے ہوا۔ منزل بہ منزل اور گاؤں گاؤں تبلیغ اور

وعظ فرماتے ہوئے، حضور میرپور میں تشریف فرما ہوئے۔ جامع مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ اور بعد نماز وعظ کہا۔

اسی کرامت کا اعادہ

"یہاں سے آپ میرپور کے قریب ہی جھنگ ارائیاں تشریف لائے۔ یہاں بھی شدید گرمی تھی۔ اور شامیانوں تک کا انتظام نہ تھا۔ مجمع بہت کثیر تھا، سب دھوپ میں بیٹھے، گرمی سے پریشان ہو رہے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپ کے لئے چھتری کھول دی گئی۔ بابا بدر دین چھتری تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا "اسے ہٹا لو۔ میں بھی اللہ کی مخلوق اور یہ سب بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ مجھے ان سے زیادہ گرمی نہیں لگتی"۔ چھتری ہٹا لی گئی۔ اسی دم ابر کا ایک ٹکڑا سورج کے سامنے آ گیا۔ اور دیکھتے دیکھتے دُور تک پھیل گیا۔ معمولی بُوندیں پڑیں اور ہوا میں خنکی آ گئی۔ آپ وعظ فرماتے رہے اور لوگ دل جمعی کے ساتھ آرام سے سُنتے رہے۔ اس واضح کرامت نے لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور حضور کے دستِ اقدس پر توبہ کر کے گناہوں سے احتراز اور شریعت پر کاربند رہنے کا عہد کیا۔

سبِ صحابہ پر سخت عتاب

میرپور ہی کا واقعہ ہے۔ آپ وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ کہ ایک ملنگ نے مسجد میں آ کر صحابۂ کرام کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیے۔ آپ نے اس کو منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آپ نے اپنے دستِ مُبارک سے اس کو پیٹنا شروع کیا۔ تو اور لوگ بھی اس پر پل پڑے۔ اور اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اس کے بہی خواہ اسے اٹھا کر لے گئے۔ اور تھانہ میں جا کر رپٹ لکھوائی۔ تھانیدار نے دریافت کیا کہ "یہ مسجد میں گیا تھا۔ یا شاہ صاحب نے یہاں آ کر اس کو مارا ہے"۔ سب نے شہادت دی کہ یہ خود مسجد میں گیا تھا۔ تھانیدار نے کہا تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس نے مسجد میں جا کر شرارت کی تو مار کھائی۔ چنانچہ معاملہ وہیں ختم ہو گیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کی مخالفت کو نظر انداز فرما دیتے تھے۔ لیکن کوئی شخص اگر دین کے خلاف زبان سے کوئی لفظ نکالے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی

شانِ اقدس میں کوئی نازیبا کلمہ منہ سے نکالے یا قرآن مجید کی توہین کا ذرا سا بھی ارادہ کرے، تو آپ ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ فوراً اس کو سزا دیتے تھے۔ یا آپ کے سامنے ایسا سانحہ نہ ہوا ہو اور کسی نے آکر بیان کیا ہو، تو فوراً اس شہر اور اس جگہ تشریف لے جاتے۔ جلسہ منعقد کر کے سب مسلمانوں کو اس شخص کی گستاخی سے آگاہ فرماتے۔ اس کو روبرو آکر گستاخی کرنے کی سزا کے لئے چیلنج کرتے۔ اور سب لوگوں کو حکم دیتے کہ ایسے گستاخ اور بے دین شخص سے مکمل قطع تعلق کیا جائے۔ اگر کسی کو اپنی گستاخی پر ندامت ہوتی اور وہ حاضر ہو کر جلسۂ عام میں توبہ کر کے عہد کرتا کہ آئندہ ایسی کوئی بدتمیزی کی بات نہ کرے گا تو آپ اس کی معافی قبول فرما لیتے تھے

حکیم نُور دین کی گستاخی پر عتاب

لائل پور کی جامع مسجد کی تعمیر کے وقت بڑے دروازے پر ایک طرف یااللہ اور دوسری طرف یامحمدؐ لکھا گیا۔ تو حکیم نور دین لائلپوری نے کہا کہ گورو گوبند کا نام کیوں نہیں لکھتے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ فوراً لائل پور تشریف لے گئے۔ انجمن خدام الصوفیہ لائل پور کے اہتمام میں جامع مسجد میں ایک بڑا جلسہ منعقد فرمایا۔ باہر سے دوسرے علماء کو بھی بلایا۔ ان سے تقریریں کروائیں۔ اور خود بھی تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا "اس سور دین کو میرے سامنے لاؤ۔ میں دیکھوں وہ کیسے ہماری مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی بجائے گرد گوبند کا نام لکھواتا ہے۔ اور پھر مسجد سے زندہ چلا جاتا ہے۔" فرمایا "مسلمانو! کہو وہ نور دین نہیں، سور دین ہے۔" آپ کے ساتھ متفق ہو کر سب نے بیک زبان نعرہ لگایا۔ حکیم نور دین شہر کا بڑا ذی اثر آدمی تھا، مگر آپ حق گوئی اور حمایت دین میں کسی کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی (اقبال)

کشمیر کی دعوتیں

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے سفر میں مجھے کئی دفعہ خدمت والا میں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ سرینگر میں بہت زیادہ یارانِ طریقت تھے۔ آپ غلام حسین یوسف شاہ اشاعی کے مکان پر قیام فرماتے اور سب یارانِ طریقت کی دعوتیں کرتے۔ عبداللہ گھنائی صاحب، احمد جو صاحب، غلام علی صاحب اور حبیب اللہ صاحب کی الگ الگ دعوت فرماتے۔ اور سب یارانِ طریقت کو ان

دعوتوں میں شرکت کا حکم دیتے۔ آپ فرماتے یہ چاول، آٹا، گھی وغیرہ سب میرے گھر کا ہے۔ جو کچھ میں ہمراہ لایا ہوں سب مل کر کھاؤ۔ پھر اللہ مالک ہے۔

اس کے بعد پیر بھائیوں کی دعوتوں کی باری آتی۔ کشمیری پیر بھائی بڑے مہمان نواز تھے۔ اور خوب پرتکلف دعوتیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اور بھائی سردار علی شاہ صاحب نے گنا تھا تو دعوت میں سینتالیس قسم کے سالن تھے۔ ایک بار بخشی مصطفےٰ علی خاں صاحب، حافظ غلام مصطفےٰ صاحب اور کئی اور یارانِ طریقت بھی حضورؒ کے ہمراہ تھے۔ نشاط باغ میں سب لوگ ٹھیرے ہوئے تھے۔ غلام علی صاحب اور حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم یہیں دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "تمھیں تکلیف ہوگی۔ پکا کر یہاں کس طرح لاؤ گے؟" انھوں نے عرض کیا "یہ سب پیر بھائی کیا کہیں گے کہ ہم اتنی دور سے چل کر گئے تھے کسی پیر بھائی نے ہمیں کھانا بھی نہیں کھلایا۔ حضور ضرور اجازت دے دیں۔" آپ بہت خوش ہوئے اور کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے گا۔" چنانچہ وہ لوگ دیگیں تیار کرا کے کشتیوں پر بار کر کے باغ میں لائے۔ حاضرین کی تعداد کئی سو ہو گئی تھی۔ مگر وہ بھی اس کثیر مقدار میں کھانا تیار کرا کے لائے تھے کہ پھر بھی زیادہ تھا۔

حضور کی دعوت کرنا بھی آسان کام نہ تھا۔ آپ کے دسترخوان پر ہمیشہ بے شمار آدمی ساتھ ہوتے تھے۔ غریب حیثیت کے پیر بھائی دعوت کرتے تو آپ اپنی طرف سے ان کی اعانت کرتے تھے۔ ظاہری طور پر بھی اور معنوی طریقے سے بھی۔ کبھی کھانے پر دم فرما دیتے۔ کبھی اپنی چادر یا رومال کھانے پر ڈال دیتے۔ تو اس کی برکت سے بہت زیادہ تعداد میں مہمان شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیتے۔ اور کھانا پھر بھی بچ رہتا۔

کشمیر میں عید الفطر

ایک بار کشمیر میں عید الفطر آ گئی۔ گھر کا گھی۔ آٹا۔ چاول وغیرہ سب رمضان شریف میں افطار کی دعوتوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا کہ عید کا کچھ انتظام کر دوں۔ ارشاد فرمایا "قاضی تاج دین صاحب سے تین سو روپیہ قرض لے لو۔ لاری کا ٹکٹ خرید کے شہر جاؤ۔ اور ضروری چیزیں خرید لاؤ۔ کل عید ہے۔ سب یار آئیں گے۔ ان کی ضیافت کرنی ہے۔" قاضی صاحب نے تین سو روپے قرض دیے۔ اور خود بنی

اجناس بھی اپنے پاس سے دیدیں۔ چنانچہ عید کا دن بخیر و خوبی ضیافت و مدارات میں ہنسی خوشی گذارا۔ دوسرے روز وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا "اختر! کوئی پیسہ ہے؟" میں نے عرض کیا سات سو روپے ہیں۔ فرمایا "قاضی کا قرضہ ادا کر دو۔" میں نے کہا ان کو دے دیے ہیں۔ فرمایا تو یہ روپے کہاں سے آ گئے۔ میں نے عرض کیا۔ کل آپ مجھے بلا کر دیتے رہے تھے۔ فرمایا "مجھے تو مطلق یاد نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ یہ اس نے عطا فرمائے ہیں۔ جس نے دیے ہیں اس کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے رہو۔" حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کی ذات مبارک میں فقر۔ غنا۔ توکل۔ اور جود کے جو اوصاف حمیدہ جمع تھے، ان کا بیان کرنا اور سمجھنا بھی مشکل ہے۔ سیرت میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ مشتے از خروارے ہے۔

جدید تعلیم والوں میں تبلیغ و ارشاد

ہمارے نوجوان مغربی تعلیم اور اس کے مضر اثرات سے پوری طرح نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جن کو گھر پر ابتدائی ایام میں صحیح تربیت نصیب نہیں ہوتی، اور وہ ابتدا سے مشن کے یا ایسے ہی دوسرے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کو مذہبی معلومات میں ذرا سی بھی شدبد نہیں ہوتی۔ پھر وہ اپنی ناقص تعلیم کی بدولت اور غلط قسم کے خلافِ مذہب پروپگنڈے کی وجہ سے دین سے برگشتہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعد میں یہ لچر خیالات ان کے دلوں میں ایسے راسخ ہو جاتے ہیں کہ وہ مذہب کے نام سے بھی دور بھاگنے لگتے ہیں۔ اور اعمالِ صالحہ اور مکارم اخلاق کی اہمیت کو بھی محسوس نہیں کر پاتے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے نوجوانوں کی اصلاح کی جانب خاص توجہ تھی۔ اس مقصد سے آپ اسکولوں اور کالجوں میں تشریف لے جاتے۔ اور نوجوانوں کو نصیحت فرماتے اور مسائلِ دین بتاتے تھے۔ اکثر نوجوان آپ کے پاس کامیابی کی دعا کرانے یا ملازمت کی خواہش

لے کر آتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ "میں تمہارے لئے دُعا کروں گا۔ اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے۔ بشرطیکہ تم مجھ سے حلفیہ وعدہ کرو کہ تم احکامِ شریعت کی پابندی کرو گے۔ نماز کبھی ناغہ نہ کرو گے۔ اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اپنی عاقبت سنوارو گے۔" ساتھ ہی ان کو مسائل بتاتے۔ دین کی حقانیت اور اعمالِ حسنہ کی اہمیّت سمجھاتے۔ چنانچہ بہت سے نوجوان راہ نیک پاتے۔ اور توبہ کرکے شریعت پر کاربند ہونے کا وعدہ کرتے۔ یہ نوجوان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تو آیندہ ان کے دوسرے ساتھی بھی حاضری دیتے۔ اور فیضیاب ہوتے۔

نوجوانوں کی حوصلہ افزائی

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نیک اور پابندِ شرع نوجوانوں کو وظائف اور انعامات سے بھی نوازتے تھے۔ یہ وظایف بعض اوقات کئی کئی سال تک جاری رہتے۔ اور طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے میں معاون بنتے۔ ایک بار آپ لاہور کے کسی کالج میں گئے۔ طلبہ آپ کے گرد جمع تھے۔ آپ نے فرمایا "اگر تم میں کوئی نوجوان ایسا ہو جو ثابت کرے کہ اس نے کبھی داڑھی نہیں منڈوائی تو میں اسے دس روپے ماہوار وظیفہ دیا کروں گا۔" مکان شریف کے صاحبزادہ داؤد شاہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور بتایا کہ انھوں نے ابتدا سے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ کبھی نہیں منڈوائی تو آپ نے ان کے لئے فوراً وظیفہ کا اعلان کیا۔ جو ان کی مدت تعلیم میں برابر جاری رہا۔

مولوی محمد عظیم صاحب کا بیان

مولوی محمد عظیم صاحب لاہوری بی اے رحمۃ اللہ علیہ، جو حضور کے خلیفۂ مجاز بھی ہوئے، کہتے تھے کہ "حضور ہم طلبہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ہم سے ملاقات کے لئے خود کالجوں میں آتے تھے۔ پیار محبت سے پیش آنے کے علاوہ ہمیں قسم قسم کے تحفے عطا کرتے تھے۔ مقصد صرف ہماری تالیفِ قلب اور رشد وہدایت ہوتا۔ چنانچہ ہمیں تو سچ یہ ہے کہ صرف حضور کے صدقے میں ایمان نصیب ہوا۔ ورنہ ہم دین و مذہب سے بالکل نابلد تھے۔ حضور نے ہمیں دین کی باریکیاں سکھائیں۔ شریعت کی راہ دکھائی۔ اور ہماری دُنیا اور عاقبت سدھاری۔" مولوی صاحب نے بتایا کہ وہ خود بھی انہی طلبہ میں تھے جو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ان تبلیغی دوروں سے پکّے

دیندار بنے۔ اور انھوں نے مدارج سلوک طے کئے۔

حاجی عبدالرحمان صاحب کا بیان

حاجی شیخ عبدالرحمان صاحب شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ "دوسرے پیر بھائیوں کے ساتھ ہم بھی حضور کی خدمت میں حاضر رہتے ہم اجازت طلب کرتے کہ صبح امتحان ہے تو آپ فرماتے "اچھا! عشا کی نماز میرے ساتھ پڑھو"، عشا کے بعد اجازت چاہتے تو حکم ہوتا "تہجد کی نماز کے بعد کہنا۔" غرض فجر کی نماز بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ادا کرتے۔ اور سیدھے امتحان دینے چلے جاتے۔ پرچہ سامنے آتا تو معلوم ہوتا کہ سب کچھ ہمیں یاد ہے۔ ہم بڑے اطمینان سے پرچہ حل کرتے" ان کا بیان ہے۔ کہتے تھے کہ "گھر والے سب ہم پر ناراض ہوتے۔ طعن کرتے کہ تم ہر وقت پیر صاحب کے ساتھ دعوتیں اڑاتے رہتے ہو۔ لکھتے پڑھتے خاک نہیں۔ امتحان میں کیا پاس ہوگے۔ ہم حضور کی خدمت میں آکر عرض کرتے۔ فرماتے "ان کو پاس ہونے سے غرض ہے یا کچھ اور۔ تم نمازیں پڑھا کرو۔ اور رب کی یاد کیا کرو۔ باوضو ہوکر امتحان میں بیٹھا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ پاس کردے گا" اور حقیقت یہ ہے کہ جیسا حضور فرمادیتے تھے ویسا ہی ہوتا تھا" ہم بھی خوش تھے کہ حضور کے حکم کی تعمیل بھی ہوئی اور والدین بھی خوش ہوگئے"

شیخ صاحب فرماتے تھے کہ "حضور میں ایسی کشش تھی کہ جو شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا بس آپ کا ہو کے رہ جاتا تھا۔ حضور جو حکم دیتے بخوشی اسے قبول کرتا اور تعمیلِ ارشاد میں ہرگز عذر نہ لاتا۔ یہی حال ہم سب نوجوانوں کا تھا۔ ورنہ ہم اور ہمارے ساتھی اپنے والدین کا حکم ٹال جاتے تھے۔ ہم لوگ مذہب ہی کے کچھ خاص قائل نہ تھے، پیری مریدی کو کیا مانتے۔ مگر حضور نے ہر بات ہمارے دل میں اُتار دی۔ اور ہمیں ایسا اپنا متوالا بنایا کہ آج ہم بوڑھے ہوگئے ہیں مگر حضور کے لئے ہمارے دل میں آج بھی وہی محبت اور عقیدت کی تڑپ موجود ہے"

میسور میں اسکولوں کالجوں کا معائنہ

مولوی خیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ مجاز، "برکات علی پور" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "میسور کے قیام کے دوران حضور اسکولوں اور کالجوں میں بھی گئے۔ طلبہ میں تبلیغ کی۔ اور ان کو پند و نصیحت فرمائی"۔ حاجی بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی اور خلیفہ مجاز اپنے رسالے "آفتاب عالم تاب"

میں لکھتے ہیں کہ "میں جب داخل سلسلہ ہوا تو ایف اے میں پڑھتا تھا۔ بنگلور میں طالب علمی کے زمانے میں بلاناغہ روزانہ مَیں مغرب سے عشاء تک حاضر خدمت رہتا۔ اور فیض حاصل کرتا تھا۔"

میر سلیم محمود کی کامیابیاں

حاجی ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری خلیفۂ مجاز کے صاحبزادے حاجی میر سلیم محمود صاحب ولایت سے امتحانات پاس کر کے آئے تھے۔ مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ "آپ نے تین سال کے عرصے میں اتنی بہت سی ڈگریاں کیسے حاصل کر لیں"، تو انھوں نے جواب دیا۔ "میرے والد صاحب قبلہ حضور کی خدمت میں علی پور شریف حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا سلیم کو ولایت میں تحریر کر دو کہ "تمام نمازیں ادا کرتا رہے۔ حلال کھایا کرے۔، ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیا کرے۔ تو انشاء اللہ ہر امتحان میں کامیاب ہوتا رہے گا"، یہ حکم والد صاحب قبلہ نے مجھے لکھ بھیجا۔ مَیں برابر آپ کے فرمان کے مطابق عمل کرتا رہا۔ جو ڈگری دوسرے طالب علم ایک سال میں حاصل کرتے میں تین ماہ بعد امتحان میں کامیاب ہو کر حاصل کر لیتا۔ مجھے خود حیرت تھی کہ کیسے پاس ہو جاتا ہوں۔ بس یہ سب قرآن شریف کی آیت کی برکت اور حضور کے تصرّف رُوحانی سے ممکن ہوتا رہا"۔ ڈاکٹر سلیم محمود صاحب خدا کے فضل سے حاجی بھی بنے اور اب تک پکّے نمازی اور دیندار ہیں۔

ماسٹر کرم آلٰہی کی دینداری

حاجی ماسٹر کرم الٰہی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ اور حضرت کے خلیفۂ مجاز تھے۔ وہ ابتدا میں میٹرک پاس کر کے کوہاٹ میں مدرس کی اسامی پر تعینات ہو گئے تھے۔ بعد کو انھوں نے ایف اے، بی اے، ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے۔ اور سیالکوٹ میں وکالت کرتے رہے۔ مدّت العمر ان کی عادت رہی کہ تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور پھر نہ سوتے۔ شریعت کے پوری طرح پابند، اعمالِ صالحہ میں پختہ اور متقی شخص تھے۔ آخر عمر میں کئی حج بھی کئے تھے۔ بہت نیک اور ولی اللہ تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جو بات ان کے مُنہ سے نکلتی ویسے ہی ہو کر رہتا۔ یہ سب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجّہ اور فیضان کا اثر تھا۔

حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی اے رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اوّل تھے۔ آپ نے ساری عمر انگریزی خوانوں کے طبقے میں گزاری۔ بہت بڑے پایہ کے بزرگ، ولی اللہ اور واقف اسرار و رموز تھے۔ جس پر نظر ڈال دیتے دولتِ ایمان سے مالا مال کر دیتے۔ جس پر توجّہ فرماتے اس کے دل کا سارا زنگ دُور کر دیتے۔ اُنھوں نے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔

انگریزی ڈگریاں ناموں کے ساتھ لکھا کرو

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ انگریزی خوان متوسلین کو حکم دیتے تھے کہ اپنے ناموں کے ساتھ انگریزی ڈگریاں اور عہدے ضرور لکھا کرو۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفیائے کرام کی جماعت میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں۔ ورنہ انگریزی دان لوگ عام طور پر ہمیں دنیوی علوم سے ناواقف خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ناواقفیت اور غلط فہمی دُور کرنی بہت ضروری ہے۔

حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ پر اظہارِ خوشنودی

انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس منعقدہ مئی ۱۹۳۳ء کی پہلی نشست میں حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے۔ ایل ٹی۔ ایم آر اے ایس پروفیسر وصدر شعبہ فارسی و اُردو سینٹ جانس کالج۔ آگرہ۔ کی تقریر کے بعد حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

"آج میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور جس قدر مجھے خوشی ہوئی اس کو مَیں ہی جانتا ہُوں۔ (ان پاک الفاظ کے فرمانے کے وقت اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جو کیفیت تھی اسے صرف صاحبانِ حال ہی جان سکتے تھے۔) ارتداد کے زمانے میں جب میں آگرہ گیا تو وہاں ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہاں ایک پروفیسر ہیں۔ خود بھی ایم اے ہیں اور ایم اے کلاس کو پڑھاتے ہیں۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ وہ کسی طرح سلسلے میں داخل ہو جاویں۔ دوسرے روز وہ فریدی صاحب کو ساتھ لے آئے۔ اسی دن وہ خدا کے فضل و کرم سے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ فریدی صاحب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے متبع بن جاویں۔ اور خداوند تعالیٰ ان کو انسان کامل بنا دے۔ الحمد للہ کہ آج وہ دُعا پوری ہو گئی۔

اور میرے دل کی دعا پوری ہوئی۔ آج اس حال کو میں ہی جانتا ہوں کسی نے کیا خوب کہا ہے:

حدیث حسن یوسف را چہ می دانند اخوانش
زلیخا را بہ پرس از وے کہ صد شرح و بیاں دارد

"حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند کریم جنّت فردوس عطا فرماوے۔ ہمیشہ آپ کی خواہش تھی اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ پرانی شراب نئے شیشوں میں بھر کر پلائی جاوے۔ تصوف پرانا علم ہے۔ مگر جب تک انگریزی خوانوں کے شیشوں میں نہ بھر دیا جاوے، ہمارا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ الحمد للہ کہ حافظ صاحب کی مرادیں پوری ہوگئیں۔ اگر سو آدمی بھی اولڈ فیشن داخل سلسلہ ہوں تو ان کو اتنی خوشی نہ ہوتی جس قدر ایک انگریزی خواں سے ہوتی ہے۔"

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کے فیضان و کرم سے دوسرے مذاہب کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک تمام برِّ صغیر پاک و ہند میں کتنے ہی غیر مسلم آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنے ہیں۔

لارڈ اور بیگم اسکپوٹ کا مشرف باسلام ہونا

ایک انگریز کرنل تھے لارڈ اسکپوٹ۔ ان کی بیگم شاہ سویڈن کی چچازاد بہن تھیں۔ لارڈ اسکپوٹ بنگلور میں تعیّنات تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنگلور چھاؤنی میں "اسلام ہی سچا مذہب ہے" کے موضوع پر جمعہ کے بعد وعظ فرمایا تھا۔ کرنل صاحب موصوف اس وعظ سے ہی متأثر ہو کر شرف ایمان سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو فطری طور پر ان کی خواہش ہوئی کہ لیڈی اسکپوٹ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جناب عبدالوہاب صاحب ایم اے۔ بیرسٹر کو ترجمان بنا کر بیگم صاحبہ کو تبلیغ کی اور حقانیتِ اسلام سے آگاہ کیا۔ تین گھنٹے سے زیادہ دیر یہ نشست رہی۔ بیگم کے دل میں نورِ ایمان کی کرن پھوٹی تو اس نے پھر بھی استفادہ کیا۔ اور آخر کار حضور کے روحانی تصرّف نے اسے بھی مشرّف بہ اسلام کیا۔ یہ دونوں میاں بیوی پکے مسلمان اور پابند شریعت بن گئے۔ حضور نے کرنل صاحب کا اسلامی نام علی، اور ان کی بیگم کا زینب رکھا تھا۔ دونوں یورپ واپس گئے تو وہاں جا کر بھی خدا کے فضل سے اسلام پر قایم رہے۔ اور اسلام پر ہی وفات پائی۔ اسی طرح دوسرے انگریز اور عیسائی بھی حضور کے

دستِ حق پرست پر مشرف بہ ایمان ہوئے۔ کئی تو ایسے تھے جنھوں نے باقی ساری عمر علی پور شریف میں گزار دی۔ حضور نے ان کی شادی کی۔ ان کو حج کرایا اور وہ تمام عمر شریعت و سنّت کے پابند رہے۔

بنگالی ہندو کا اسلام قبول کرنا

سری نگر کشمیر میں ایک بنگالی ہندو نوجوان جو ایک ہائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا، حضور کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوا۔ ان کا اسلامی نام حضور نے نور محمد رکھا تھا۔ وہ ہر سال عرس شریف کی شرکت کے لئے علی پور سیداں حاضر ہوا کرتے تھے۔ انھوں نے حج بھی کیا۔ اور مدینہ منورہ میں بخشی صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ انھوں نے حضرت بخشی صاحب کو بتایا تھا کہ بعد میں وہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں شعبہ انگریزی کے صدر مدرس ہو گئے تھے۔

سائیں فضل دین صاحب کا مسلمان ہونا

انگریزی تعلیم پانے والے حضرات پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ خاص توجہ فرماتے تھے۔ حاجی سائیں فضل دین صاحب پہلے عیسائی تھے۔ حضور کے فیض و کرم سے مسلمان ہوئے۔ حضور کے ساتھ فریضۂ حج بھی ادا کیا۔ اور ساری عمر حضرت کے قدموں میں بسر کی۔

سکھ کا مسلمان ہونا

حاجی گلزار محمد صاحب ضلع گورداسپور کے رہنے والے اور سکھ تھے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم سے متاثر ہو کر پکّے مسلمان بنے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور تہجّد گزار تھے۔ کئی حج کئے۔ آخری حج میں وہیں وفات پائی۔ بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ ان کا زیادہ قیام موضع اراکیان والا ضلع لائل پور میں رہا ہے۔ وہاں کے لوگ حاجی صاحب کے حالات سے واقف ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک جنّ حاجی صاحب کا تابع تھا۔ آپ کے سارے احکام بجا لاتا تھا۔ اور آپ کی کامل خاطر مدارات کرتا تھا۔

غرض سینکڑوں ہزاروں غیر مسلم حضور کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ صرف چند نام مثال کے طور پر لکھے گئے۔

فوجیوں میں تبلیغ وارشاد

اسی طرح حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ العزیز چھاؤنیوں اور پلٹنوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں مختلف حیثیتوں اور طرح طرح کے خیالات کے جو افسر اور جوان ہوتے تھے، آپ ان کو خدا کے احکام سناتے۔ اور مسائلِ شریعت بتاتے تھے۔ آپ ان کو سمجھاتے کہ "تم سب فوج کے نظام کے قایل اور اس پر عامل ہو۔ تم افسروں کا حکم ماننا لازم جانتے ہو۔ تو کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ احکم الحاکمین، جس نے تمھیں پیدا کیا، جو تمھارا رزّاقِ حقیقی ہے، جسے ہر قدرت اور طاقت حاصل ہے۔ کیا اس کا حکم ماننا ہم تم سب پر فرض نہیں ہے۔ دیکھو! وُہ سب حاکموں کا حاکم اور سب افسروں کا مالک ہے۔ اس کے حکم سے سرتابی کیسی کچھ خطرناک ہو سکتی ہے۔ لازم ہے کہ اس کے احکام پر سر جھکاؤ، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔ اس طرح تمہاری دنیا بھی سدھرے گی اور تم اپنی عاقبت بھی سنوار سکو گے۔ چنانچہ فوجیوں میں بہت لوگ آپ کا حکم مانتے، سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوتے، اور پابند شریعت بن کر فلاح دارین حاصل کرتے تھے ۔ فوجیوں کے فرائض بہت سخت ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے فرائض کے سلسلے میں خطروں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آپ عام طور پر ارادت مند فوجیوں کو قرآن مجید کی ایک آیت کی اجازت عطا کرتے۔ اور ہدایت فرماتے کہ نماز عشا کے بعد ہدایت کے مطابق، اس آیت کا حصار کر لیا کرو۔ اس طرح تم ہر قسم کی بلا آفت اور گولی تک سے محفوظ رہو گے۔ وُہ حضور کی ہدایت پر عمل کرتے اور حضور کی توجّہ اور فیضان کا عملی تجربہ ان کے سامنے آتا تو ان کے ذوق وشوق میں اضافہ ہوتا تھا۔

کئی فوجیوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ وہ اپنے فرایض کے سلسلے میں کسی جنگل میں یا کسی ویران مقام میں جا پھنسے ہیں۔ بھوک پیاس سے تنگ ہیں۔ اور دُور دُور کچھ کھانے پینے کو دستیاب نہیں۔ اُنھوں نے حضور کو یاد کیا۔ تو ان کی مشکل آسان ہُوئی۔ غیبی طور پر ان کو کھانے پینے کو مِل گیا۔ یا وہ اور کسی قسم کی مشکل اور مصیبت میں پھنس گئے اور اُنھوں نے حضور کو یاد کیا۔ تو

بروقت غیب سے ان کو امداد میسّر آئی۔ اور ان کی مشکل دُور ہو گئی۔

حاجی نصیب خان صاحب کا بیان

حاجی نصیب خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہوئے، کہتے تھے کہ "ہم چند دوست سیالکوٹ چھاؤنی سے شہر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی حضور کے چہرۂ مبارک پر نظر پڑی، ہم سب نے داخل سلسلہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور نے ہم سب پر شفقت فرمائی۔ اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھلایا۔ عشار کی نماز کے بعد توبہ کرائی اور داخل سلسلہ فرمایا۔ حضور کی توجہ مَیں برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو مَیں نے دیکھا کہ میرے ساتھی مجھے سہارا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب چھاؤنی کی طرف جا رہے ہیں۔ راستے میں مجھے سگرٹ پینے کی خواہش ہوئی۔ مَیں نے جیب میں سے ڈبیہ نکالی۔ مگر فوراً ہی یاد آیا کہ حضور نے حکم دیا ہے کہ سگرٹ حقہ تماکو ہرگز کبھی مت پینا۔ مَیں نے ڈبیہ پھینک دی۔ اور الحمد للّٰہ اس کے بعد کبھی نہیں پیا۔"

آپ ہی نے سنایا۔ کہتے تھے کہ "جب تک ہماری پلٹن سیالکوٹ میں رہی، ہمارا یہ معمول رہا کہ جب حضور سیالکوٹ تشریف لاتے، تو ہم سب یارانِ طریقت اپنے افسروں کے پاس جاتے۔ ان سے گھوڑا گاڑی مانگ لاتے۔ اسٹیشن سے حضور کو فوجی اور شہری یارانِ طریقت گھوڑا گاڑی میں سوار کر کے، سارے شہر میں جلوس کی شکل میں گشت کراتے۔ اور پھر قیامگاہ پر لے جاتے۔ روزانہ سب پیر بھائی مِل کر مساجد میں یا بازاروں میں جلسوں کا اہتمام کرتے۔ اس طرح خلقِ خدا حضور کے مواعظِ حسنہ سے فیض یاب ہوتی۔ اور رات کو قیام گاہ پر حاضر ہو کر بہت لوگ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو جاتے۔ شہر والے پیر بھائی اپنی دعوتوں میں ہم فوجیوں کو شمولیت کے لئے بلاتے۔ اسی طرح فوجی پیر بھائی بھی شہر والوں کو مدعو کرتے۔"

حاجی اسلم خان صاحب کی دست گیری

صوبیدار میجر حاجی اسلم خاں صاحب جس زمانے میں سپاہی تھے اور کوہاٹ میں تعینات تھے۔ تو ایک بار حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کوہاٹ تشریف لے گئے۔ ایک دن حضور ایک دعوت میں چھاؤنی تشریف لے گئے، تو راستے میں حاجی اسلم صاحب دھوپ میں کھڑے ہوئے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔

تین بجے جب حضور واپس ہوئے تب بھی وہ اس شدید گرمی میں اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے دل میں خیال آیا۔" یا اللہ پاک! میں بھی تیری مخلوق اور یہ بھی تیری ہی مخلوق۔ مجھے بجلی کے پنکھے کے نیچے بھی آرام نہیں، اور یہ مسلسل اس گرم دھوپ میں کھڑا ہے" حضور نے ان کے پاس کار رکوائی۔ اسلم خان صاحب نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا" اسلم خان کے لئے دُعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ اس ڈیوٹی سے اس کی جان چھڑائے اور اس کو آرام عطا کرے"۔ چنانچہ خدا کے فضل اور حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے اسلم خان صاحب ترقی کرتے کرتے صوبیدار میجر بنے۔ اور انھیں آرام سے بیٹھنا نصیب ہوا۔ میجر اسلم خان صاحب گراس فارم کے انچارج تھے۔ لوگوں کی بھیڑ بکریاں فارم میں آجاتیں۔ اور گھاس چرتیں اور خراب کرتیں۔ حضرت نے آیت شریف پڑھ کر دم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ازاں بعد بھیڑ بکریاں ان کے فارم کے قریب آتیں تو دُور بھاگ جاتیں۔ فارم میں داخل ہونے یا اس کو خراب کرنے کی جرأت نہ کرتیں۔

صوبیدار علی گوہر صاحب کا بیعت ہونا

صوبیدار میجر علی گوہر صاحب ساکن تھوہا بہادر (تحصیل چکوال ضلع جہلم) کا بیان ہے کہ " وہ بحیثیت سپاہی کے بمبئی میں تعینات تھے۔ وہاں ایک عورت تھی بی بی جان۔ بڑی نیک اور خدا رسیدہ عورت تھی۔ اوروں کے ساتھ علی گوہر صاحب بھی اس کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ اِن کو اُس سے ایسی عقیدت ہوئی کہ اس سے بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب بی بی جان سے انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ عورت کا مرید بننا جائز نہیں۔ اسی نے ان کی رہنمائی کی۔ اور حضرت صاحب قبلۂ عالم کا نام نامی اور پتہ بتا کر ہدایت کی کہ تم جا کر ان کے مرید ہو جاؤ۔ تمہارا حصّہ وہاں مقرر ہے"۔

علی گوہر صاحب کہتے تھے کہ " اس طرح وہ علی پور شریف حاضر ہوئے۔ اور کئی دن قیام کیا۔ انھوں نے اپنے ساتھی سپاہی سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں تمہارے ساتھ قادیان چلونگا۔ حضور کی خدمت میں اپنا یہ ارادہ ظاہر کر کے اجازت چاہی، تو آپ نے فرمایا" وہاں جا کر کیا کروگے۔ مرزا قادیانی تو اپنا بوجھ بھی نہیں سنبھال سکتا۔ وہ خود ہی محروم ہے۔ تمہارا بوجھ کیا اٹھائے گا اور تمھیں کیا فائدہ پہنچائے گا"۔ جب یہ ارشاد ہوا اس وقت آپ بڑی حویلی سے کنوئیں

کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بی بی جان بہت نیک اور صالح عورت تھی۔ اب فوت ہو گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "۔

علی گوہر صاحب کہتے تھے کہ "میرے اور حضور کے علاوہ اس گفتگو کا مطلب اور کوئی کیا سمجھتا۔ میں یہ سن کر البتہ چونکا۔ میں نے حضور کے فرمان کا دن۔ تاریخ۔ وقت سب لکھ لیا۔ اور اجازت لے کر گھر چلا آیا۔ چند روز بعد بمبئی سے آئے ہوئے ایک اور سپاہی سے ملاقات ہوئی، تو اس نے بی بی جان کی وفات کی اطلاع دی۔ بعینہٖ وہی دن، تاریخ اور وقت تھا۔ اب تو میں بے چین ہو گیا۔ فوراً علی پور شریف واپس آیا۔ اور بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اس طرح حضور کے کرم سے میرا ایمان بچ گیا اور میری عاقبت سُدھر گئی۔

غرض حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ عامۃ المسلمین کی طرح فوجی مسلمانوں میں بھی تبلیغ و ارشاد کا کام ضروری جانتے تھے۔ آپ فوجیوں کو سمجھاتے کہ جب دنیوی اور فوجی احکام میں دنیوی اور فوجی افسران بالا کے احکام کی بجاآوری ضروری ہے۔ تو سادہ سی بات ہے کہ جس صانع حقیقی اور خالق مطلق نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے لئے ہر قسم کی نعمتیں فراہم کیں، اس کے احکام پر سر خم کرنا اور اس کے فرائض کو بجا لانا کتنا کچھ اہم ہے۔ جو اس کا حکم نہیں مانتا اس کا دین اور دنیا سب خراب ہے۔ دنیوی حکام کی حکم عدولی پر سزا ملتی ہے تو وہ احکم الحاکمین ہے، اس کے فرامین سے سرتابی کرنے کی صورت میں انسان کیسے بچ سکتا ہے۔ دین اور دنیا سب میں کامیابی کی شکل صرف یہ ہے کہ ہم اس خالق حقیقی، مالک کل، اور رب العالمین کے احکام و فرامین کو پوری طرح بجا لائیں۔ فوجی لوگ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و توجہ اور تصرف رُوحانی کی بدولت عملی طور پر اچھے مسلمان بن جاتے۔ ان میں سے سینکڑوں ہزاروں حضور کے کرم سے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو کر متقی اور پارسا بن گئے اور مدارج عالیہ پر فائز ہوئے ان کے دنیوی کام بھی سدھر گئے اور ان کو دینی و رُوحانی کمالات بھی حاصل ہوئے۔



افغانستان میں تبلیغ وارشاد

تبلیغ اور ارشاد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرائض منصبی تھے۔ جب تک آپ حیات رہے شبانہ روز اسی میں مصروف رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس دن میں اپنے فرضِ منصبی کو ادا نہ کر لوں اور اسلام کی خدمت نہ کر لوں، میرے لئے کھانا بھی حرام ہے۔ چنانچہ اس مقصد خیر کے لئے آپ نے غیر ممالک کے سفر بھی اختیار کئے ہیں۔

نادر شاہ بادشاہ کی دعوت

حضرت نادر شاہ بادشاہ افغانستان کی دعوت پر آپ کوئٹہ۔ قندھار کے راستے سے کابل تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں جہاں جہاں قیام ہوتا، آپ حسب عادت زائرین اور حاضرین کو وعظ و تذکیر، اور پند و نصائح سے سرفراز کرتے۔ اور جو لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ان کو سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل کرتے تھے۔

گورنر قندھار کو فہمائش

جب حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ قندھار پہنچے، تو آپ کو قندھار کے گورنر کا خط ملا کہ "میزبانی کے تمام انتظامات مکمل کر کے میں ایک ضروری کام سے شہر سے باہر جا رہا ہوں۔ کل حاضر خدمت ہوں گا۔" آپ نے اسی خط کی پشت پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دیا۔

غرض از سیر قلندر طلب دیدار است
ورنہ ایں نان و نمک در ہمہ جا بسیار است

گورنر یہ پیام پا کر شرمندہ ہوا۔ دورہ موقوف کر کے فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ "بادشاہ کے سامنے میری اس کوتاہی کا ذکر نہ فرمائیں۔" دیر تک خدمت میں موجود رہا۔ غرض اسی طرح منزل منزل قیام فرماتے اور تبلیغ وارشاد سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے ہوئے آپ کابل پہنچے۔ یہاں کئی دن قیام فرمایا۔ افغانوں کو شریعت کی پابندی اور احکام دین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ بہت لوگ سلسلۂ عالیہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

شاہی دعوت میں باحسن وجوہ تبلیغ

پہلی شاہی دعوت میں جب حضور شامل ہوئے تو دسترخوان پر چھریاں کانٹے وغیرہ موجود تھے۔ آپ نے نادر شاہ کو متوجہ کرکے ایک پرانا واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ "میں احرام باندھے ہوئے شریفِ مکّہ کی دعوت میں شریک ہوا۔ سب لوگ انگریزی طرز سے چھری کانٹوں سے کھانے لگے۔ مگر میں سنّت کے مطابق ہاتھ سے کھاتا رہا۔ شریفِ مکّہ کے ولی عہد نے میرے معلّم سے دریافت کیا کہ "یہ کون شخص ہے۔ اور کس طرح کھاتا ہے"۔ معلّم نے جواب دیا "شریف نے خاص طور پر اس شخص کی دعوت کی ہے۔ اصل مہمان تو یہی ہے۔ ہم سب تو طفیلی ہیں"۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "میں عربی سمجھتا جانتا ہوں۔ یہ گفتگو سمجھ کر میں نے عربی میں کہا "میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اور مسلمانوں کے قبرستان ہی میں دفن ہوں گا۔ مسلمانوں کی طرح سنّت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں"۔

"شریفِ مکّہ ساتھ بیٹھا ہوا کھا رہا تھا۔ اس نے فوراً چھری کانٹے ہاتھ سے رکھ دیئے اور حکم دیا کہ "یہ اٹھا لو۔ اور آج کے بعد کبھی دسترخوان پر مت رکھو۔ سب ہاتھ سے کھایا کرو"۔ نادر شاہ نے یہ قصّہ سنتے ہی فوراً چھری کانٹے اٹھوا دیئے۔ اور حکم دیا کہ آئندہ بھی دسترخوان پر نہ لائے جائیں"۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے (صفحہ ۴۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (ترجمہ) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے بڑے جہادوں میں ایک جہاد ہے"۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اسی پر تھا۔ شریفِ مکّہ ہو یا شاہِ افغانستان نظام حیدر آباد ہو یا مہاراجہ میسور، آپ دین کے معاملے میں کسی کے بھی روبرو حق گوئی میں تامل نہ فرماتے تھے۔ اور برملا ٹوکتے اور نصیحت فرماتے تھے۔

آئینِ جواں مردان حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (اقبال)

جُوتے اتار کر نماز پڑھوانا اور شاہی نذرانہ

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کابل کے قیام کے دَوران جمعہ پڑھایا، وعظ فرمائے اور حسب عادت لوگوں کو مسئلے سناتے اور ہدایت فرماتے رہے۔ رخصت کے وقت نادر شاہ بادشاہ نے نقد و جنس ہر طرح کے تحائف، شاہی شان کے مطابق، پیش خدمت کئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "میں نے سب تحفے قبول کئے اور آپ کو واپس بطورِ عطیہ بخش دیئے" پھر کہا کہ "میری ایک خواہش ہے، اگر آپ مان لیں تو کہوں" بادشاہ نے وعدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ "آپ کے فوجی جوتوں سمیت نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ خلافِ سنّت ہے ان کو حکم دیجئے کہ جُوتے اُتار کر نماز پڑھا کریں" نادر شاہ نے کہا "آپ میرا یہ حقیر ہدیہ قبول فرما لیجئے، میں ان کو جُوتے اتار کر نماز پڑھوانے کا پختہ وعدہ کرتا ہوں" حضرت نے فرمایا کہ "اگر میں روپیہ قبول کر لوں تو جوتے اتروانے کے ثواب سے محروم ہو جاؤں گا" بادشاہ نے پھر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا "اچھا مجھے آپ کا تحفہ قبول ہے۔ اب آپ میری طرف سے یہ سب فوج میں تقسیم کروا دیجئے" چنانچہ گراں قدر شاہانہ نذرانہ کی ساری رقم فوجیوں میں تقسیم کر دی گئی۔

چنانچہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ درویش اور فقیر تھے۔ آپ کے مزاج میں استغنا بدرجۂ کمال پایا جاتا تھا۔ جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراد رؤسا دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ سلاطین و اُمراء کی ملاقاتوں میں آپ کی یہ صفاتِ عالیہ اور نمایاں ہو کر سامنے آجاتی تھیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارا ہاتھ اس شہنشاہ کے خزانے میں ہے، جو ساری دُنیا کا داتا اور پروردگار ہے۔ پھر ہمیں کسی کی کیا پروا" ؎

تخت سکندری پر وُہ تھوکتے نہیں ہیں بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

رَدِّ مرزائیت

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوّت کا دعوٰے کیا تو مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ سب علماء اور صلحاء نے اس کے دعوے کی تکذیب کی اور دینِ متین میں اس نئے رخنے کا سدِّ باب

کرنے کی مساعی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے سرخیل بنے رہے۔ اور ابتدا سے کامل سرگرمی کے ساتھ مرزا کی مخالفت اور تکذیب فرماتے رہے۔ جہاں ضرورت ہوتی آپ فوراً پہنچ کر انسدادی اور تبلیغی کام شروع کر دیتے اور مسلمانوں کے دین ایمان کے تحفظ میں مشغول ہو جاتے۔ مرزا اور مرزائیوں سے ان مخالفتوں اور مخاصمتوں کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے جس سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار، جوش و عزم، اور کامرانی و فتح مندی کا اندازہ ہو سکے گا۔

سیالکوٹ میں

نومبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ کے مسلمان وفد بنا کر حضور کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ مرزا غلام احمد اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے سیال کوٹ آنے والا ہے۔ آپ فوراً سیالکوٹ پہنچ گئے۔ اور مختلف بازاروں، محلّوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے۔ دوسرے علما کو بھی باہر سے دعوت دے کر بلایا۔ دوسروں کی تقریروں کے بعد آپ خود وعظ کہتے۔ اور ختم نبوّت کے مسئلے کو تفصیل سے سمجھاتے۔ اور دین متین اور عقاید حقّہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حضورؒ فرماتے کہ "دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضایقہ نہیں، لیکن دین اپنا وہی پُرانا رکھو۔" چنانچہ آپ نے کم و بیش ایک ماہ سیال کوٹ میں قیام فرمایا۔ اس دَوران تمام اہتمامات کا بار خود برداشت کیا۔ اپنے اور رفقا کے لئے گھر سے برابر سامان خورد و نوش منگواتے رہے۔ مسلمانانِ سیال کوٹ نے ان اجتماعات اور مواعظِ حسنہ سے کامل فیض پایا۔ اور خدا کے فضل سے مرزا کو تمام عمر یہ ہمّت نہ ہوئی کہ سیالکوٹ کا رُخ کرتا۔

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب کا چیلنج

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ "ایک مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی لاہور آیا۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت مولانا مولوی پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑے سے لاہور تشریف لائے۔ آپ بہت جیّد عالم اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ نے مرزا کو چیلنج کیا۔ اور فرمایا کہ تم اپنی نبوّت کا دعویٰ کرتے ہو۔ میں تو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک معمولی غلام ہُوں۔ مقابلے کی جرأت ہو تو میرے سامنے آؤ۔ مَیں اپنی میز پر قلم دوات رکھ کر بلا ہاتھ لگائے اپنے قلم کو حکم دوں گا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھے۔ تم اپنی میز پر قلم دوات رکھو اور نبی ثابت کرنے کے

لئے اپنے قلم کو لکھنے کا حکم دو۔ تمہارا قلم کچھ بھی نہ لکھ سکے گا۔ اور میرا قلم بغیر میرے ہاتھ کی مدد کے قرآن پاک کی تفسیر لکھے گا۔" حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی دن لاہور میں قیام فرما رہے اور چیلنج کرتے رہے۔ مگر مرزا کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔

لاہور میں

اسی طرح ایک بار مسلمانان لاہور کا ایک وفد علی پور سیداں آیا۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مرزا کے مقابلے کے لئے لاہور چلنے کی درخواست کی۔ حضور اسی دن جمعہ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ پڑھایا اور جمعہ کے بعد وعظ فرمایا۔ حاجی مہتاب دین صاحب اس جلسے میں موجود تھے۔ کہتے تھے کہ "نماز کے بعد شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، مولانا مولوی سیّد اصغر علی صاحب روحی، مولانا حافظ مولوی احمد علی صاحب اور دیگر علمائے لاہور نے جلسے میں تقریریں فرمائیں۔ اور مرزا کے عقاید باطلہ کی تردید کی۔ آخر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے فرمایا۔

حضور کی پیشین گوئی

"میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میری زبان سے چند کلمات بطور پیشین گوئی کے نکل گئے تھے۔ جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرمادیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلّت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آرہا ہے، جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد عنقریب ذلّت اور رسوائی کی موت مرے گا۔ اور تم اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیشین گوئی کو مرزا کی پیشین گوئی مت سمجھنا"، اسی جلسے میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "اگر مرزا میرے روبرو آکر اپنے دعوائے رسالت کو صحیح ثابت کرے یا کوئی روحانی طاقت دکھادے تو میں اس کو پانچ ہزار روپے نقد بطور انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔"

حضور نے یہ بھی اعلان کیا کہ "جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جائے، میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔" پھر آپ نے حاضرین جلسہ سے دریافت کیا کہ "وہ نبوّت کا دعویٰ کرنے والا کہاں ٹھیرا ہوا ہے۔ وہ تو ہمارے سامنے آنے کی کیا ہمت کرے گا۔ چلو ہم اس کے پاس چلتے ہیں"۔

مسلمانوں نے عرض کیا کہ وہ خواجہ کمال الدین کے مکان پر قیام پذیر ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب حضرت قبلہ کے ذمے لگا کر واپس ہو گئے

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی گولڑہ شریف سے تشریف لائے تھے۔ ایک جمعہ کی نماز اور جلسہ کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا "آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے"۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا۔ مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے لئے مقدّر ہے۔ اس لئے آپ ٹھیریں اور اپنا کام کرتے رہیں"۔ چنانچہ اگلے دن حضرت پیر صاحب گولڑہ واپس تشریف لے گئے۔

حاجی مہتاب دین صاحب کی زبانی تفصیلات

حاجی مہتاب دین صاحب لاہوری ان دنوں جوان تھے۔ وہ ان جلسوں کے اہتمام میں پیش پیش رہتے تھے۔ انھوں نے خود مجھے تفصیلات سنائی تھیں۔ حاجی صاحب جلسوں میں نعت خوانی بھی کیا کرتے تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ برانڈرتھ روڈ پر کسیلوں والی سڑک کے قریب جس جگہ اب انجمن حمایت اسلام کا اسلامیہ کالج واقع ہے، وہاں خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے ایک بڑا باغ تھا۔ اس باغ میں ایک یارِ طریقت غلام محمد صاحب ٹمبر مرچنٹ نے شہتیروں کا ایک بڑا اسٹیج قایم کیا۔ حاجی مہتاب دین صاحب ہر روز وہاں جاکر صفائی کراتے، اور دریاں بچھاتے تھے شام کی نماز حضور والا بلا ناغہ جلسہ گاہ میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ جلسہ گاہ کے قریب ہی بڑے پیمانے پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کھانے پکانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ تمام مسلمان بلا امتیاز اس خوانِ یغما پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی۔ اور پھر نصف شب کے بعد تک جلسہ جاری رہتا۔

ردِّ مرزائیت میں جلسے

یہ جلسے اور اہتمام اور دعوت ہر روز ہوا کرتے۔ حضور کی دعوت پر باہر سے بھی بہت سے علماء تشریف لائے ہوئے تھے جو وقتاً فوقتاً اپنے مواعظِ حسنہ سے فیض یاب کرتے۔ اور آخر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مسائل بیان

فرماتے، ختم نبوت پر طرح طرح روشنی ڈالتے۔ اور مرزا کو مقابلے میں آنے کی دعوت دیتے تھے۔ مگر مرزا کو کبھی آپ کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان جلسوں میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری خلیفۂ مجاز، مولوی امام الدین صاحب رائے پوری خلیفۂ مجاز، مولوی محمد شریف صاحب، مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب بسروری خلیفۂ مجاز، مولانا مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی خلیفۂ مجاز، مولانا مولوی نور حسن صاحب سیالکوٹی، مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی، مولانا مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری خلیفۂ مجاز، مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرتسری خلیفۂ مجاز، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی (اہلحدیث) اور دیگر علمائے کرام نے شرکت کی۔ ان بزرگوں کی آمد و رفت کے اور قیام طعام و آرام کے تمام اخراجات کی کفالت خود حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ یہ جلسے کم و بیش ایک ماہ تک جاری رہے۔ اور خلقِ خدا بڑی تعداد میں شریک ہوتی رہی۔ اور اپنا ایمان اور عقائد تازہ کرتی رہی۔

حضور والا نے مرزا کو آخری چیلنج دیا

آخر کار ۲۵، ۲۶ مئی کی درمیانی رات کو حضور نے اعلان فرمایا کہ "میں مرزا کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں کہ وہ آکر میرے ساتھ مباہلہ کرے۔" پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں آپ سب کے روبرو اعلان کرتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے کو نہیں آئیگا۔ کیونکہ میرا نبیؐ سچا ہے۔ اور میں صدقِ دل سے اس سچے نبیؐ کا غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے میں اس جھوٹے نبی سے ہمیں نجات عطا فرمائے گا۔" ان الفاظ اور اس چیلنج پر وہ جلسہ ختم ہوا۔

حضرت مولانا رومؒ نے سچ فرمایا ہے:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

مرزا کی وفات

مرزا غلام احمد نے ایک بار کہا تھا کہ "جو کوئی ہیضے کی موت مرے گا۔ وہ کتے کی موت مرے گا۔" آسمان کا تھوکا منہ پر آیا۔ جس رات حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسے میں پیشین گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوڑی دیر

بعد مرزا کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدّت اختیار کرلی۔ کہتے ہیں کہ مُنہ سے بھی قے میں نجاست بر آمد ہوتی تھی۔ آخر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح تک مرزا غلام احمد اپنے مقام کی طرف رحلت کر گیا۔

حاجی مہتاب دین نے صبح حسبِ معمول اپنی دکان کھولی۔ ۹ بجے کے قریب کسی نے آکر ان کو مرزا کی موت کی خبر سنائی۔ وہ فوراً دکان سے اُٹھے اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطلاع دی۔ حضورؒ سنتے ہی سجدۂ شکر بجالائے۔ ربّ العزّت کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر فرمائی۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قایم رکھا۔

عوام کا مرزائی مسلک سے تائب ہونا

تھوڑی سی دیر میں یہ خبر لاہور میں ہر طرف عام ہوگئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلّوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کئے۔ ان میں سے بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملّت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود شریک ہوئے۔ اور اپنے مواعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں بے شمار لوگ شریک تھے۔ پھر شہر لاہور میں جگہ جگہ دوسرے جلسے منعقد ہوئے۔ ان میں بھی بڑا مجمع ہوتا تھا۔ علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی مسلک سے تائب ہوکر دوبارہ مسلمان ہوئے۔ اور کثیر تعداد میں لوگوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ حضور سٹیج پر کھڑے ہوکر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ردِّ مرزائیت میں بے حد جوش سے سرگرم رہے۔ اور اکثر جلسوں میں ختمِ نبوت کے مسئلے کو مضبوط دلائل سے ثابت فرمایا کرتے تھے۔ مرزائیوں نے آپ کی مخالفت میں ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مگر نہ تو آپ کبھی پریشان ہوئے نہ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق میں کمی کی۔ اور خدا کے فضل وکرم سے ہمیشہ آپ ہی کو فتح وکامرانی حاصل

ہوئی۔ سچ ہے "سانچ کو آنچ نہیں"۔

محمد علی جولاہے کی فتنہ انگیزی

ایک دفعہ سیالکوٹ تحصیل رعیہ کے ایک گاؤں میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔ محمد علی بافندہ مرزائی سکنہ سنکھترہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضور ایسی گستاخی کی کب تاب لا سکتے تھے۔ آپ نے خود دست مبارک سے اس کو زدوکوب کیا۔ پھر تو دوسرے مسلمان بھی شامل ہو گئے۔ اور اس گستاخ کو قرار واقعی مزا چکھا دیا گیا۔ اور سخت سزا دی گئی۔

مرزائی آپ کے اعلانِ حق اور مخالفت سے بہت برگشتہ ہوئے اور بدلہ لینے کے لئے ذلیل حرکتوں پر اُتر آئے۔ چنانچہ انھوں نے تحصیل رعیہ میں ہندو تحصیلدار کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کیا کہ "یہ شخص مسلمانوں کو گاؤکشی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔ محمد علی بافندہ نے اسے ان حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زدوکوب کیا" وغیرہ وغیرہ۔

حاجی ماسٹر کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز اور سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ اور سیالکوٹ کے دوسرے یارانِ طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری عدالت کا معاملہ زیرِ بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو حضور سے خصوصی خصومت تھی، جس کا ذکر ابھی اُوپر آچکا ہے۔ اس نے زور دیا کہ "یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے"۔ حضور کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے، جن میں ہندو اور سکھ وکیل بھی تھے۔ انھوں نے اور خواجہ ماسٹر کرم الٰہی صاحب نے عذر کیا کہ "وہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے"۔

انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلا کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد فیصلہ کیا کہ "شاہ صاحب نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ ان کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں۔ لہٰذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں۔ اور ان کی طرف سے وکیل پیروی کرے"۔

محمد علی بافندہ نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دی۔ وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا۔ تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ اور زور دیا کہ "آپ کا دوران مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے"۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔ حضور کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے۔ جن میں میاں سر محمد شفیع صاحب بیرسٹر بھی شامل تھے۔ بحث بھی انھوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی۔ تو اصل مقدمہ میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا۔ مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور جھک مار کر خاموش بیٹھ رہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادہ صاحب کے خلاف مرزائیوں کی فتنہ طرازی

منجھلے صاحبزادے مولانا حاجی حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ مرزائیوں نے بدلہ لینے کی خاطر ان کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا۔ اس مقدمہ کی پیروی۔ کے لیے حضور نے تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں میں قیام فرمایا۔ دشمن چاہتے تھے کہ حضور کو اس طرح پریشان کریں کہ تبلیغ وارشاد کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ لیکن ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ معاندین کا یہ اقدام ان کے منشا کے بالکل برعکس نکلا۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں حضور کا فیضِ عام جاری رہا۔ بڑے پیمانے پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر قائم تھا۔ سامان خورد و نوش برابر گھر سے منگواتے رہے اور مہمانوں کی خاطر مدارات جاری رہی۔ مسجد میں ہر رات آپ وعظ فرماتے، جس میں دور و نزدیک کے لوگ شرکت کے لئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔ ان ایام میں بے شمار لوگ تائب ہو کر داخل سلسلہ عالیہ ہوئے۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے محترم علی چشتی صاحب حضور کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وکلاء بھی شریک تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع صاحب بیرسٹر نے کی تھی۔ اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی محنتانہ کے روادار نہ ہوئے۔ خواجہ ماسٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم وکیل سیالکوٹ سے مقدمہ کی پیروی کے لئے

برابر آیا کرتے تھے۔ ماسٹر کرم الٰہی صاحب نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ از حد لائق تعریف وتحسین ہیں۔

جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا، وُہ رات حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ صاحب امرتسری کو حکم دیا کہ آج فیصلے کی تاریخ ہے۔ پلاؤ زردہ کی دیگیں چڑھادو۔" حاجی صاحب نے عرض کیا کہ "بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھائیں گے۔" فرمایا "تم ابھی سے کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ بری کرے گا۔"

جج کو انتباہ

اب جج کی سنئے۔ حکم کی رات کو اس انگریز جج نے تین بزرگوں کو خواب میں دیکھا۔ جنہوں نے سختی سے اس سے کہا کہ "تو نے جو فیصلہ لکھا ہے غلط ہے۔ یہ مقدمہ جھوٹا ہے۔" وہ جاگا مگر پھر سو گیا۔ تین دفعہ یہی معاملہ پیش آیا۔ آخر اس نے اپنے ملازم کو بلا کر دریافت کیا کہ "یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ تین بزرگ کون ہیں جو میرے خواب میں آکر مجھے اس طرح کہہ رہے ہیں۔" اس نے ملازم کو ان بزرگوں کے حُلیے بتائے تو ملازم نے ایک بزرگ کا حلیہ سُن کر کہا کہ "یہ حُلیہ تو میرے پیر صاحب کا ہے۔ جن کے صاحبزادے کا مقدمہ تمھارے پاس ہے۔ اور تم کل حکم سنانے والے ہو۔" اب تو جج کو تنبیہہ ہُوئی۔ اس نے مسل پر دوبارہ نظر ڈالی۔ پہلا فیصلہ منسوخ کر کے نیا فیصلہ لکھا۔ اور ملازم کو بلا کر کہا کہ "تمھارے پیر صاحب کے لڑکے کو میں بری کرتا ہُوں۔" صبح اس نے بری ہونے کا فیصلہ سنایا۔ تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا مُنہ کالا ہُوا۔ جب فیصلے کی اطلاع حضور کو پہنچائی گئی۔ تو سب سجدۂ شکر بجا لائے۔ خوشیاں منائی گئیں۔ خیرات کی گئی۔ دیگیں تیار کرانے کا حکم حضور پہلے ہی دے چکے تھے۔ چنانچہ سارے دن اور رات تک عام لنگر جاری رہا۔

مرزائیوں سے ایک اور چپقلش

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسۂ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ "اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔" یہ اعلان اخبارات میں بھی شایع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ "ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں۔ پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔

میں بھی اس سفر میں ہم رکاب تھا۔ سیالکوٹ اسٹیشن پر جیسے ہی ریل پہنچی، بہت سے اشتہار اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیے گئے، جس میں حضور سفر کر رہے تھے، اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ حاجی نواب دین صاحب اور امام دین صاحب نے دوسرے دن ہی بینک میں روپیہ جمع کرا دیا۔

خواجہ ماسٹر کرم الٰہی صاحب سیکریٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ نے اخبار سیاست لاہور مؤرخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء میں ایک طویل بیان شایع کیا جس میں تحریر کیا تھا کہ "مرزا صاحب کی جماعت ابتدا سے حضرت قبلۂ عالم روحی فداہ اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۶ء کے سالانہ جلسۂ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور تشریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی۔ ایمان کی حقیقت بیان کی۔ اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ "مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا" اس کے بعد سے سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلامان سیالکوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بنک سیالکوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے۔ اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کریں۔ مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا۔ اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔"

اس تفصیل سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان جھوٹے مدعیوں کو کبھی سامنے آ کر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور حق کا بول ہی بالا رہا۔

مرزائی سب جج کا اعترافِ حق

ایک بار ریل میں ایک سینیر سب جج میرے ہم سفر تھے۔ وہ مرزائی تھے۔ اُنھوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ "ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقاید کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے اپنے مذہب کی، اور شاہ صاحب نے دین حق کی تبلیغ شروع

کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا صاحب نے بھی چندہ کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلّغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی۔ اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا، آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلّغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیالکوٹ کے علاقے ہی پر غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدّوملہی کا صرف ایک نمبردار سِدھ صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور چوہدری عنایت اللہ ترنگ کا ذیلدار، اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیالیاں کے مرزائی ہوئے ہیں۔ علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے۔" میں نے اس کی تقریر سُن کر کہا "یہ اللہ کی دین ہے۔ جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے۔ اور اسبابِ ظاہر کا پابند نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ۔ (ترجمہ) "آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔"

انسدادِ فتنۂ ارتداد میں مرزائیوں کا رکاوٹ بننا

فتنۂ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کار ہائے نمایاں انجام دیے تھے ان کا ذکر اسی عنوان کے تحت آگے آئے گا۔ فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کارروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا۔ جو اسلامی جماعتیں شدّھی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں، ان سب سے بدبخت مرزائیوں کی مخاصمت تھی۔ لیکن خاص طور پر وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دشمن تھے۔ اور آپ کے ارسال کردہ مبلّغین کے لئے زحمتوں اور مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور حضور کے مبلّغین باوجود ان کی مخالفت ومخاصمت کے کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

ردّ اہلِ حدیث

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنی ذات پر لازم کر لیا تھا کہ مدّت العمر تبلیغ اسلام اور بیان حقانیت اسلام میں صرف فرمائیں گے۔ عموماً آپ کے مواعظ میں دیگر مذاہب کا کوئی ذکر

نہ آتا۔ الا آنکہ مواز نہ ضروری ہو جائے۔ دین متین کی حقانیت کا بیان آپ ایسے مؤثر انداز میں اور ایسی واضح دلیلوں اور شواہد سے فرماتے تھے کہ سامعین و حاضرین بے حد متاثر ہوتے تھے ہزار ہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام بن جاتے اور کتنے فاسد العقیدہ مسلمان صراط مستقیم پر گامزن ہو کر ہدایت حاصل کرتے تھے اس مقصد اعلیٰ میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کی مخالفت کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ میسور میں معاندین نے آپ کی مخالفت میں اور ذات اقدس پر حملہ کرنے میں کونسی کسر باقی چھوڑی تھی، مگر آپ نے فرمانِ الٰہی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (ترجمہ: تم پر آج کوئی گرفت نہیں) اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل فرماتے ہوئے ایک ہی جملہ میں ان سب کو معاف فرما دیا۔ اور صرف اتنا کہا کہ "خدا ان کو ہدایت دے"۔ آپ اپنے حامیوں اور معتقدوں کو بھی ہمیشہ منع فرماتے تھے کہ مخالفوں کی ہرزہ سرائیوں کا کوئی جواب نہ دیں۔

لیکن اگر کبھی مقابلے کی نوبت آجاتی تو آپ دیگر مذاہب اور باطل فرقوں کا رد بھی فرماتے تھے۔ اس صورت میں بھی اپنی ذات پر حملوں کا کوئی جواب نہ دیتے۔ اور اس کا معاملہ خدائے برحق پر چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر بھی دوسرے مذاہب اور فرقوں کے لوگ اپنی مخالفانہ کارروائیوں اور معاندانہ ہرزہ سرائیوں سے باز نہ آتے۔ مگر حیرت ناک ہے آپ کا ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کہ بڑی سے بڑی مخالفت کی بھی کبھی پرواہ نہ کی۔ اور دینی خدمت اور ابلاغ حق میں مصروف رہے۔

جماعت اہل حدیث کی مخالفت

جماعت اہل حدیث کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ واسطے کا بیر تھا اور وہ آپ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ ردّ قادیانیت اور فتنۂ ارتداد تک میں اس جماعت نے حضور کی مساعی مبارک کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر ان کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔ اور حضور کو تبلیغ و ارشاد میں جو روشن کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان سے ایک عالم واقف ہے۔

جماعت اہل حدیث کا رسالہ "اہل حدیث" امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔ اور حضور کی مخالفت میں یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی میں پیش پیش رہتا تھا۔ اس کے معترضانہ حملوں کا جواب امرتسر ہی سے "الفقیہ" نامی رسالہ میں شائع ہوتا رہتا تھا۔ حکیم معراج الدین صاحب امرتسری، مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری اور مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرتسری "اہل حدیث" کو اپنے

مُسکِت جوابوں سے قائل فرماتے تھے۔ مگر یہاں تو صرف بغض و حسد کا جذبہ تھا، اس لئے "اہل حدیث" باز نہ آتا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں علمائے حق کو بھی جواب دینے سے روکتے تھے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہل حدیث جماعت کے سربراہ تھے اور ان تمام مخالفتوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کو ان کی بھی ذات سے کوئی خصومت نہ تھی مگر ان کے عناد کی وجہ سے کبھی انھیں اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ فرماتے تھے کہ "یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے، بے ادب ہے۔" مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کا تعلق بھی اسی جماعت سے تھا۔ مگر وہ ان جلسوں میں جو مرزائے قادیان کے خلاف منعقد ہوتے تھے، حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے قدم بقدم شریک رہتے تھے۔ انھوں نے ایک رسالہ بھی شایع کیا تھا جس میں حضور کے عقاید سے اتفاق و اشتراک کا اعتراف کیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے اختلاف کرتے ہوئے صاف لکھا تھا کہ "وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب ہے۔ میرے اور اس کے عقاید میں فرق ہے۔" مولوی ثناء اللہ امرتسری ہمیشہ اہل سنّت والجماعت اور حنفی مذہب کی مخالفت اور تردید میں سرگرم رہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس جماعت حقّہ کے سرخیل اور ممتاز ترین پیشوا تھے، اس لئے وہ آپ کی ذات پر از حد رکیک حملے کیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے حسبِ عادت ان ذاتی حملوں کا کوئی جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اکثر مقامات پر اور امرتسر میں بالخصوص اہل حدیث کے معاندانہ رویّے اور اقدامات کی وجہ سے بہت سی تلخیاں اور بدمزگیاں پیدا ہو جاتی تھیں، مگر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز ہمیشہ آڑے آتے اور مخالفت کو عناد و مخاصمت سے محفوظ رکھنے کی کوشش فرماتے۔

امرتسر کے یارانِ طریقت کا انتباہ

امرتسر کے یارانِ طریقت اکثر مولوی ثناء اللہ اور دوسرے علمائے اہل حدیث کو سمجھاتے کہ "حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ صرف اسلام کی حقانیت بیان فرماتے ہیں، تم بے وجہ کیوں مخالفت کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہو" مگر ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک بار تو حضرت میر ہدایت اللہ صاحب اور ان کے بھتیجے میر مقبول محمود صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو سختی سے منع کیا اور دھمکی دی کہ اگر تم

اپنے معاندانہ رویہ سے باز نہ آوے تو ہمیں بھی سختی سے پیش آنا پڑے گا۔ مگر ان کو حضور سے ایسا عناد تھا کہ رسالہ "اہل حدیث" اور پنجاب کے جلسوں میں مخالفت سے بڑھ کر انھوں نے میسور بنگلور کے مخالفین اور معاندین کا بھی ساتھ دیا۔ اور ان کے حق میں اشتہارات چھپوا کر شایع کئے۔ مگر یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ حضور نے ان ذاتی مخالفتوں اور رکیک کارروائیوں کی کبھی پروا نہ کی۔ تایید غیبی آپ کے ساتھ تھی۔ اور بمصداق قولِ شاعر

چراغے را کہ ایزد برفروزد　　　ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

آپ ہمیشہ کامیاب رہے۔ اور دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

حضرت قبلہ کی نرمی اور درگزر

چونکہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان معاندانہ ہرزہ سرائیوں کا جواب دینے سے ہمیشہ سب کو منع فرماتے رہے، اس لئے اتنے ذکر پر ہی بس کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو میرے سامنے کی بات ہے۔ مولوی الف دین صاحب ساکن جنڈو ساہی (تحصیل ڈسکہ) نے ایک دفعہ مجھ سے کچھ مسائل پر گفتگو کی۔ میں ان کی تشفی کرتا رہا۔ اُنھوں نے احتیاط الظہر پر جو سوالات کئے، ان کی نوعیت سے میں چونکا۔ اور میں نے دریافت کیا "کیا آپ کبھی اہل حدیث تھے؟" انھوں نے کہا "جی ہاں! میرے تمام استاد علمائے اہلِ حدیث میں سے تھے، اور میں خود بھی اس عقیدے پر تھا۔" میں نے دریافت کیا "تو پھر آپ اہل سنّت والجماعت کیسے بن گئے؟" اُنھوں نے جواب دیا کہ "یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے۔ اُنھوں نے میرے علم کے دریچے کھول دیے، جس سے میں قائل ہو گیا کہ اہلِ سنّت کا مسلک ہی درست ہے۔ ایسا کامل پیر نہ ملتا تو میں یونہی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا۔"

نواب شاہ کے لوگوں کا قائل ہو جانا

ایک بار حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نواب شاہ تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ لوگ جتھا بنا کے آوے اور آپ سے لگے مطالبہ کرنے کہ آپ نے ہمیں جلسۂ عام میں بُرے الفاظ سے کیوں یاد کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے تو کسی کی ذات سے متعلق کوئی بات نہیں کہی۔ البتہ دشمنانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کہا تھا کہ ہرگز ہرگز کسی دشمنِ رسول اور حضور اکرم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی شکل بھی

مَت دیکھو۔ کیا تم لوگ دُشمنِ رسولؐ ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُشمنی کا خیال بھی ہمارے دِل میں نہیں آسکتا۔" آپ نے فرمایا "تو میں تو دشمن رسول کی بابت ایسا کہتا ہوں۔ اور یہی میرا ایمان ہے۔ تم اگر دشمنِ رسول نہیں ہو اور حضورؐ کی شانِ اقدس میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں کرتے تو تم جانو۔ پھر اس کا تم سے کیا واسطہ"!!

چوروں ڈاکوؤں کو اہل اللہ بنانا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صدہا غلام ایسے ہیں جن کو ابتدا میں بُرے کاموں کی عادت تھی۔ چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوری، بدکاری، بدمعاشی میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو تمام بُری عادتیں چھوٹ گئیں۔ نیک اعمال اختیار کئے۔ نماز روزہ کے پابند بنے۔ حج کئے اور خلقِ خدا کی ایذا رسانی کے بجائے مخلوق کی خدمت کرنے لگے۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے اُن کی دنیا بھی بنی اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ صرف چند مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں۔

حاجی شاہ بیگ

حاجی شاہ بیگ صاحب جھنگ کے رہنے والے ہیں۔ جب سے داخل سلسلہ ہوئے۔ تمام بُرے اعمال سے توبہ کی اور مردِ صالح بن گئے۔ حج بھی کر آئے ہیں۔ چوری بدمعاشی چھوڑ کر نماز روزے کے پابند ہیں۔ حضرت شمس الملت حاجی حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی، سجادہ نشین ثانی، کی خدمت میں رہتے ہیں۔ اور اکثر ان کے سفروں میں خادم خاص کی حیثیت سے ساتھ ہوتے ہیں۔

بابا محمد واصل

قصور کے قریب 'وارڈہ' کا رہنے والا بابا محمد واصل بڑا بدمعاش، چور اور ڈاکو تھا۔ ایک بار حضور ایک غریب جلاہے کے ساتھ وارڈہ تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں 'واصل' ملا۔ پولیس اسے گرفتار کر کے لے جارہی تھی۔ جلاہے نے کہا "یہ ہمارے گاؤں کا چوہدری اور نامی گرامی ڈاکو ہے۔" قریب آکر پولیس والوں نے حضور کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا "میں اس ڈاکو کی ضمانت دیتا ہوں، تم اس کو آزاد کر دو۔"

اُنھوں نے فوراً ہتھکڑی اتار دی۔ واصل نے شور مچانا شروع کر دیا کہ "میں ہرگز چوری ڈکیتی سے باز نہیں آؤں گا۔ آپ ہرگز میری ضمانت نہ دیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "مَیں نے تمھیں چھڑایا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ آگے تمھاری مرضی"۔ وہ ساتھ ہولیا مگر برابر شور مچاتا رہا کہ آپ نے ناحق میری ضمانت دی ہے۔ مَیں ہرگز اپنے کاموں سے باز نہیں آؤں گا۔

گاؤں قریب آگیا تو واصل نے عرض کیا "آپ میرے گھر تشریف لے چلیں"۔ ارشاد فرمایا "تو مجھے نہیں لایا۔ مَیں اس جلاہے کے ساتھ آیا ہوں۔ اسی کے گھر جاؤں گا"۔ واصل نے کہا "اگر آپ اس کے گھر جا کر رہے تو میری ناک کٹ جائے گی۔ آپ نے مجھے چھڑایا ہے۔ آپ کو میرے گھر چلنا ہوگا۔ ورنہ برادری میں میری کوئی عزت نہ رہے گی"۔ مگر آپ نے اس کی درخواست قبول نہیں کی اور اسی غریب جلاہے کے گھر جا کر قیام کیا۔ واصل رات بھر آپ کی جوتیوں میں بیٹھا رہا۔ صبح کو آپ نے دریافت کیا۔ "چودھری! گھر نہیں گیا"۔ عرض کیا "مَیں قدموں ہی میں پڑا رہوں گا۔ جب تک آپ میرے ساتھ تشریف نہ لے چلیں، مَیں کیسے جاؤں"۔ آپ نے فرمایا "مَیں چوروں کے گھر کبھی نہیں گیا"۔

واصل نے جواب دیا "مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آیندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔ ڈاکہ نہیں ڈالوں گا۔ کسی بُرے فعل کے پاس نہیں جاؤں گا۔ سابق گناہوں کی خدا سے معافی چاہتا ہُوں"۔ فرمایا "اچھا اب چلوں گا"۔ اس نے توبہ کی۔ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے ایک مردِ صالح کی زندگی اختیار کی۔ نماز روزہ کا پابند رہا۔ فرائض وسُنن آخر دم تک ادا کرتا رہا۔ اس کے پاس لوگ بہ کثرت آتے اور دم کراتے تھے۔ اور خدا کے فضل سے کامیاب واپس جاتے تھے۔ اس کے صحن میں ایک شیشم کا درخت تھا جس کے سائے میں حضور رونق افروز ہوئے تھے۔ اس درخت کے تین پتے توڑ کر جس بیماری میں دیتا، مریض صحت یاب ہو جاتا۔ وہ کہتا "میرا پیر کامل ہے۔ اس کی ایک توجہ نے مجھے راہِ راست پر لگا دیا۔ اور مراتب بلند کئے"۔

رجب علی

ضلع جھنگ کے موضع بلوآنہ میں رجب علی ایک نامی گرامی بدمعاش، ڈاکو اور خطرناک شخص تھا۔ بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ سارے ضلع کا اس نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ افسران نے تنگ آکر اس گاؤں میں پولیس کی چوکی قایم کر دی تھی۔ جہاں چوبیس گھنٹے

ایک سب انسپکٹر اور پولیس کے جوان تعیناّت رہتے تھے۔ رات کو رجب علی کو اپنے پاس پابند رکھتے تاکہ رات میں کوئی بدمعاشی نہ کرے۔

حضرت لپلیانوالہ تشریف لے گئے تو کرم علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے گاؤں واپس جاکر تھانیدار سے کہا "اگر سیّد صاحب کو یہاں لے آؤ تو رجب علی سیدھا ہو جائے گا۔ اور تمہاری جان بھی چھوٹ جائے گی۔" اس نے حاضر ہو کر درخواست کی۔ آپ نے بلوآنہ تشریف لانے کا وعدہ کر لیا۔ آپ وہاں پہنچے تو تھانیدار نے عرض کیا "دُعا فرمائیں کہ یا رجب علی مر جائے یا میں۔ جو اس مصیبت سے جان چھوٹے۔" آپ نے فرمایا "مَیں نے ساری عمر کسی کے لئے بد دُعا نہیں کی۔ تم رجب علی کو یہاں لے آؤ۔"

رجب علی کو لائے تو لوگ آپ حضرت کے پیر دبا رہے تھے۔ تھانیدار نے کہا "تو بھی حضرت کے پیر دبا۔ شاید اللہ تعالیٰ تجھے نیک ہدائیت دے۔" اس نے ایک ہاتھ سے زور سے پیر دبایا تو آپ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" عرض کیا گیا "رجب علی ہے۔" آپ نے فرمایا "باقی سب چھوڑ دو۔" اور اسے ہدایت کی دونوں ہاتھوں سے خوب زور سے دباؤ۔ اس نے دبانا شروع کیا۔ برابر یہی کہتے رہے "اور زور سے۔ اور زور سے۔" وہ عاجز آگیا اور آپ برابر اور زیادہ زور لگانے کا حکم دیتے رہے۔ اس نے پاؤں سے ہاتھ اٹھا کے عرض کیا "حضور! مَیں اگر بھینس کی ٹانگ اتنے زور سے دباؤں تو چور چور کر دوں۔ مَیں تو بھینس کو دونوں جبڑوں سے پکڑ کر دو کر دیتا ہوں۔ یہ انسانی طاقت نہیں، یہ تو نورانیت ہے کہ میں جتنا بھی زور لگاتا ہوں، حضور اور زیادہ کا حکم دیتے ہیں۔"

حضور نے فرمایا "تُو تو بہت مشہور اور زور آور ڈاکو شمار کیا جاتا ہے، یہ کیسا زور ہے کہ پاؤں بھی نہیں دبا سکتا۔" وہ گڑگڑانے لگا اور عرض کیا۔ "مَیں توبہ کرتا ہوں۔ اپنے اعمالِ بد سے باز رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضور بھی رب تعالیٰ کے حضور میں میری مغفرت کی دُعا کریں اور مجھے سلسلہ میں داخل کریں۔" آپ نے اسے دوسرے گاؤں لے جا کر توبہ کرائی اور سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ پاس بٹھا کر اللہ کے نام کی ایسی توجہ دی اور ضرب لگائی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ کئی گھنٹے بیہوش پڑا رہا۔ ہوش میں آیا تو فرمایا "اب بھی چوری کرے گا؟" اس نے صدق دل سے توبہ کی۔ اور مدت العمر نیک صالح بن کر زندگی بسر کی۔

اس کے بعد سے رجب علی اپنا زیادہ وقت مسجد میں گزارتا تھا۔ پھر اس نے کوئی کام خلافِ شرع نہ کیا۔ نماز کا ایسا پابند تھا کہ تہجّد اور اشراق بھی ناغہ نہ کرتا۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سُنن ونوافل کا پابند بھی بن گیا۔ گھریلو کام بھی انجام دیتا۔ دوسروں کو بُرے کاموں سے باز رہنے کی ترغیب و تلقین کرتا۔ کئی لوگوں کو ساتھ لا کر حضرت کے ہاتھ پر توبہ کرائی اور داخل سلسلہ کرایا۔ وہ سب بھی نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ بن گئے۔ رجب علی ہمیشہ سر پہ دوپٹہ ڈالے رکھتا اور نظر اُٹھا کر بھی اُوپر نہ دیکھتا تھا۔ سحری کے وقت ذکر کرتے ہوئے ایک آدھ دفعہ اس کی آواز بلند ہو جاتی تو اس کی گونج دور تک جاتی اور بڑی پیاری معلوم ہوتی۔ اس علاقے کے لوگ رجب علی کے پاس آتے' وہ ان کو پانی دم کر کے دیتا تھا۔ مایوس مریض بھی خدا کے فضل وکرم سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں میں سے بعض اب بھی بقیدِ حیات ہیں، اگرچہ اب بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ مگر اب بھی نماز، روزہ، تہجد وغیرہ کے پابند ہیں۔

غلام محمد

بلوآنہ کا ایک شخص غلام محمد مجھے ملا۔ اس نے بتایا "مَیں بھی رجب علی کے گروہ میں تھا۔ وہ ہم سب میں سہ زور اور ہمارا سردار تھا۔ مگر چوری، بدمعاشی اور ڈکیتی میں ہم سب ایک تھے۔ جب سے ہم حضرت کی غلامی میں داخل ہُوئے، آج تک خدا کے فضل اور حضرت کی توجہ سے کوئی کام ہم سے شرع کے خلاف سرزد نہیں ہُوا۔ نماز روزہ کبھی قضا نہیں ہُوا۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنّت نفل کے بھی پابند بنے رہے ہیں"۔ غلام محمد بہت نیک صالح آدمی ہے۔ اس نے کہا "میری بیوی نماز نہیں پڑھتی تھی۔ مَیں نے حضور کی ہدایت کے مطابق اس کے ہاتھ کا پکایا ہُوا کھانا چھوڑ دیا۔ خدا نے اس کے دل میں نیکی ڈالی اور وہ بھی اب پکی نمازی بن گئی ہے۔ اور تمام احکام شریعت پر عمل کرتی ہے"۔

مائی ست بھرائی

مائی ست بھرائی بہت نیک اور پارسا عورت ہے۔ اس نے بیان کیا کہ "میرا خاوند بڑا بدمعاش تھا۔ چوری کرتا اور دوسرے اعمال بد کا مرتکب ہوتا۔ مَیں ہر وقت پریشان رہتی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ وہ حضور سے داخل ہو جائے۔ تاکہ اس کی دُنیا اور عاقبت سدھر جائے۔ ورنہ وہ خود بھی چوری کا مال کھاتا تھا اور مجھے بھی حرام کھانے کی ترغیب دیتا تھا۔ آخر میں نے حضور سے عرض کیا۔ فرمایا" اسے میرے پاس لاؤ"۔ بڑی کوشش

سے میں اسے خدمت میں لانے میں کامیاب ہُوئی۔ حضور نے اسے وضو کرایا۔ توبہ کرائی۔ اور اللہ کے نام کی ایسی ضرب لگائی کہ کئی گھنٹے بیہوش رہا۔ ہوش آیا تو حضرت کے قدموں میں گر گیا۔ اور وعدہ کیا کہ اب کسی قسم کے بُرے کام میں نہیں پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیے کہ میرے پچھلے گناہ معاف فرمائے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ تمام عمر احکام شرعیہ کا پابند رہا۔ اس نے ناظرہ قرآن شریف بھی پڑھ لیا تھا۔ اور اپنا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتا تھا۔"

صالح محمد

ماموں صاحب قبلہ حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے۔ آپ کا قیام چک نمبر ۶ جنوبی متصل بھلوال میں تھا۔ زمینداری کے کاموں کے لئے آپ نے مال مویشی رکھے ہوئے تھے۔ ایک رات چور آپ کے کئی ہزار کے مال مویشی چرا کر لے گئے۔ کھوج لگاتے پھر رہے تھے کہ ایک راہ گیر نے پوچھا "کس کے مویشی چوری ہوئے ہیں"۔ جب اسے معلوم ہُوا کہ سیدوں کے مویشی چرائے گئے ہیں تو حیران ہو گیا کہ سادات کا مال بھی چرایا جانے لگا، مخلوق غرق ہو جائیگی۔ اس شخص نے رات چوروں کے گھر بسر کی۔ اور وہاں کہا کہ "چک نمبر ۶ سے کسی نے سیدوں کے مویشی چوری کئے ہیں۔ سادات کا مال چرایا جانے لگا ہے، اب دنیا کی تباہی کا وقت آتا نظر آتا ہے"۔

اسی رات چور گھوڑی پر سوار ہو کر چک نمبر ۶ میں آئے اور آواز دے کر پوچھا "کس کا مال چوری ہوا ہے"۔ باغبان نے جواب دیا "سیدوں کا۔ یہ سادات علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے ہیں۔ یہاں ان کی زمینیں ہیں، اس لئے یہاں اقامت گزیں ہیں"۔ وہ چور گھوڑی چھوڑ گیا اور کہہ گیا کہ "شاہ صاحب سے کہو، اپنی گھوڑی لے لیں۔ باقی مال پرسوں آجائے گا"۔ باغبان کی اطلاع پر گھوڑی حویلی میں باندھ لی گئی۔ میری موجودگی میں وعدے کے مطابق باقی مویشی بھی چوروں نے لاکر حویلی میں پہنچا دیے۔ اور آواز دے کر کہا "شاہ صاحب! اپنا مال لے لو"۔ ماموں صاحب قبلہ نے آواز دی کہ "آؤ۔ دو منٹ میری بات سن جاؤ"۔ آپ خود اُٹھ کر ان کے پاس گئے۔ ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان کو ساتھ لائے۔ مٹھائی کھلائی، دودھ پلایا اور پھر رخصت کیا۔

اگلی صبح وُہ لوگ پھر آئے اور معافی طلب کی۔ ماموں صاحب قبلہ نے معافی دی اور خوب تواضع مدارات کی۔ چوروں کے سردار کا نام صالح محمد تھا۔ اس نے کہا "مَیں علی پور سیداں حاضر ہو کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے معافی طلب کرنا چاہتا ہُوں " ماموں صاحب قبلہ نے فرمایا "اختر حسین کے ہمراہ چلے جاؤ۔" ایک ہفتہ بعد وہ میرے ساتھ علی پور شریف حاضر ہوئے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ "اختر تمام مویشی مل گئے " مَیں نے عرض کیا "جی ہاں! سب مل گئے۔ اور چور بھی حاضر ہے۔" فرمایا " صالح محمد میں تیرا بڑا مشکور ہوں ۔ تو نے بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو جزا دیں گے ۔" صالح محمد نے پاؤں پکڑ لیے۔ عرض کیا "میں بڑا گنہگار ہُوں۔ مجھے معاف کر دیا جائے ۔" فرمایا " تیرے احسان نے گناہ کو چھپا لیا ہے۔ ہم تیرے احسان مند ہیں ۔"

آپ نے کئی دن اس کو مہمان رکھا۔ اور اتنی خاطر مدارات کی کہ وہ حیران ہو گیا۔ وہ رخصت کی اجازت چاہتا تو فرماتے " ابھی اور ٹھیر۔ مَیں تیرے ہر نقصان کا ضامن ہوں ۔" آخر جب اس کے بار بار عرض کرنے پر جانے کی اجازت دی۔ تو رخصت کے وقت ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا " صالح محمد چوری کیوں کرتے ہو " اس نے عرض کیا " چوری نہ کروں تو کھاؤں کہاں سے " آپ نے فرمایا کلمہ شریف پڑھ کر چوری کرنا چھوڑ دو۔ تو مَیں تمہارے رزق کا ذمّہ لیتا ہُوں تنگی یا بھوک آ جائے تو میرے گلے میں رسّی ڈال دینا "

آپ کی توجّہ سے اس پر ایسا اثر ہُوا کہ اسی وقت کلمہ پڑھا۔ اور عہد کیا کہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کروں گا۔ پھر اس نے عرض کیا " اگر کوئی شریک آ کر تنگ کرے تو مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیجیے " آپ نے ارشاد کیا " تم مسجد میں جا بیٹھو۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو۔ شریک تمہارے جوتوں میں آ کر بیٹھیں گے اور تمہاری فرماں برداری کریں گے۔ ایک بات میری یاد رکھو۔ اگر وہ تمھیں کسی معاملے میں دخل دینے کو کہیں، تو بھی ہر گز کبھی دخل نہ دینا " صالح محمد سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو گیا اور بعد میں حاضر ہوتا رہا۔ حضور کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ " الحمد للہ مجھے رزق کی کوئی کمی نہیں۔ آپ کی دُعائیں میرے شاملِ حال ہیں میرے ساتھی میری جوتیوں میں آ کر بیٹھتے ہیں۔ مَیں آپ کے حکم کے مطابق ان کے فیصلوں میں دخل نہیں دیتا۔

نماز پڑھتا ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں۔اللہ اللہ کرتا ہوں۔ درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے رزق اور عزت عطا کی ہے کیسی چیز کی کوئی کمی نہیں ۔"

حافظ غلام حسن

حافظ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ چک نمبر۵ متصل بھلوال میرے بچپن کے ساتھی اور دوست تھے۔ان کے ساتھ میری خاصی بےتکلفی تھی۔ جوانی کے زمانے میں ان کو بہت بُری عادتیں پڑ گئی تھیں۔چوری ، بدکاری، شراب خوری، بھنگ، چرس وغیرہ کا ایسا چسکا پڑا تھا کہ نہ نماز پڑھتے تھے نہ روزہ رکھتے تھے۔مگر حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے تھے۔آپ ان کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے۔خاطر مدارات کرتے۔اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔

ایک بار ان کی پھوپھی صاحبہ نے حضرت سے شکایت کی کہ " غلام حسن شراب پیتا ہے۔بدکاری کرتا ہے۔آپ اس کو پاس بٹھلاتے اور ساتھ کھلاتے ہیں اس سے وہ اور دلیر ہو گیا ہے۔" فرمایا " اختر! مائی تیرے دوست کی شکایت کرتی ہے۔" پھر آپ نے غلام حسن کی پھوپھی سے کہا " مائی جی! آپ دعا کرو۔اللہ تعالیٰ اس کو نیک بنا دیں گے ۔" کچھ عرصہ اسی طرح اور گزر گیا۔ایک دفعہ حافظ صاحب کے دل میں وسوسہ آیا کہ "حضرت بزرگ اور ولی اللہ نہیں ہیں ۔ نہ آپ کو میرے کرتوتوں کا پتہ ہے۔اور نہ آپ میری اصلاح کر سکتے ہیں۔اگر آپ ولی اللہ ہوتے تو مجھے ساتھ بٹھا کر کھانا کیوں کھلاتے۔اور میری مدارات کیوں کرتے۔" یہ خیال اتنا پختہ ہوا کہ یقین کے درجے پر پہنچ گیا۔تو انھوں نے دل میں سوچا کہ تو پہلے ہی بہت سیاہ کار تھا، اب پیر سے بھی بدظن ہو گیا۔اب تیری خیر نہیں ۔

اگلے دن صبح ہوتے ہی علی پور شریف حاضر ہوئے۔حضرت نے دیکھا تو فرمایا "غلام حسن! مسجد سے تیری صلح نہ کرا دیں ؟ جا کپڑے دھو کر آ۔" کپڑے دھو سکھا کے ظہر کے وقت حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا "کہاں گیا تھا؟ ہم کھانے کے وقت تیرا انتظار کرتے رہے ۔" عرض کیا "کپڑے دھو کر اب آیا ہوں ۔" فرمایا "پاک کر لئے ہیں ؟" عرض کیا "جی ہاں!" آپ نے ارشاد فرمایا "تو نے کپڑے پاک کر لئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا۔" ایسی توجہ فرمائی کہ سب نشے ہرن ہو گئے، کبھی گناہ کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔نماز ، روزہ ، تہجد، فرائض، نوافل مرتے

دم تک کبھی قضا نہوئے۔ صورت بھی شرع شریف کے مطابق بنالی۔ داڑھی رکھ لی حج کیا۔ غرض متقی اور پارسا بن گئے۔

حافظ صاحب کی آخری بیماری میں مَیں عیادت کے لئے گیا تو دو گھنٹے تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ کہتے تھے "خدا کا شکر ہے اور میرے پیر کا کرم ہے کہ مجھ جیسے خطاکار کی دُنیا عاقبت بدل دی"۔ ان کو کئی بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حضور کی ایک توجہ نے ایسی کایا پلٹ کر دی کہ کچھ سے کچھ بن گئے۔



جِنّات کو مُرید کرنا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض وارشاد انسانوں کے علاوہ جِنّات کے لئے بھی عام تھا۔ چنانچہ آپ نے بڑے اور سرکش جنوں کو راہ راست دکھائی۔ مشرف باسلام کیا۔ اور نماز روزے اور احکام شرعیہ کا پابند بنایا

حیات محمد صاحب کی لڑکی

حیات محمد صاحب سکنہ عزیز چک اپنی بڑی لڑکی کو لے کر علی پور شریف آئے۔ اس وقت مَیں اکیلا گھر پر تھا۔ لڑکی سامنے آئی تو اس نے کہا "السلام علیکم، آپ نے مجھے پہچانا؟" مَیں نے کہا "جب تک تمھاری شکل نہ دیکھوں کیسے شناخت کر سکتا ہوں"۔ اس نے جواب دیا "مدرسہ نقشبندیہ میں تمھارے ساتھ میں مولوی ابراہیم صاحب سے پڑھتا رہا ہوں"۔ مَیں نے کہا "نام ہی بتاؤ جو میں پہچان سکوں"۔ اس نے جواب دیا "مَیں حضرت سے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوں۔ ہر سال حاضر ہوتا ہوں۔ میں نے اتا پتا بتا دیا تو پھر میری شناخت ہو جائے گی اور حاضر ہونا مشکل ہو جائے گا"۔ مَیں نے کہا "اچھا! یہ تمھارے پیر بھائی ہیں۔ تم ان کو کیوں تنگ کرتے ہو"۔ اس نے جواب دیا "یہ اچھے پیر بھائی ہیں جو کبھی علی پور شریف حاضر نہیں ہوتے"۔ حیات محمد نے اسی وقت وعدہ کیا کہ آئندہ ضرور حاضر ہُوا کروں گا۔ وہ جن اسی وقت لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ لڑکی اس دوران بیہوش ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں اسے ہوش آگیا۔ اب وہ بال بچوں والی ہے۔ حیات محمد برابر حاضر دربار

ہوتا رہتا ہے۔

پروفیسر منشاد علی صاحب کا بیان

پروفیسر منشاد علی صاحب ایم اے۔ جوائنٹ سیکرٹری انجمن خدام الفقیہ کے ایک رشتہ دار ملتان میں ان کے گھر مہمان تھے۔ ان کی لڑکی پر سایہ تھا۔ میں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا عمل پڑھ کر دم کیا تو جن حاضر ہو گیا۔ لڑکی چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئی۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "میں حضرت کا غلام ہوں۔ چارپائی پر آپ کے سامنے بیٹھنے کی کیسے گستاخی کر سکتا ہوں"۔ بہت دیر باتیں ہوتی رہیں۔ آخر اس نے وعدہ لیا کہ ایک چھوٹا کمرہ اس کے لئے خالی کر دیا جائے، تاکہ وہ وہاں نماز، درود، وظائف پورے کر سکے۔ اس کے بعد وہ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔

مسجد کے جن کو توبہ کرانا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حاجی محمد لوٹا صاحب نے بیان کیا کہ حضور ایک دفعہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کی مسجد غیر آباد تھی۔ آپ نے سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا اس مسجد میں جن رہتا ہے اس لئے لوگ آتے ہوئے ہول کھاتے ہیں۔ آپ نے مسجد کو صاف کر دیا۔ اذان دلوائی۔ نماز ادا کی۔ اور رات کو وہیں فروکش ہوئے۔ جن نے آکر پاؤں دبانے شروع کئے۔ آپ نے اور زور سے دبانے کا حکم دیا۔ وہ جتنا زور لگاتا تھا، آپ اور زیادہ زور سے دبانے کا حکم دیتے تھے۔ آخر وہ تنگ آگیا۔ اور درخواست کی کہ "میں توبہ کرتا ہوں، مجھے سلسلہ میں داخل فرمالیں"۔ آپ نے اسے توبہ کرائی، اور سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ اس کے بعد سے مسجد بفضلہٖ تعالیٰ آباد ہے۔

بابا فضل نور

بابا فضل نور ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا۔ اس پر بڑی مدت سے جن کا اثر تھا۔ آپ نے فضل نور کو سلسلہ میں داخل کیا تو وہ جن بھی توبہ کر کے داخل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "اب تم اس کے پیر بھائی ہو اس کو چھوڑ دو۔ مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ کسی کو دکھ پہنچائے، اب تم کسی کو تکلیف مت دینا"۔ حضرت اکثر اسی طرح کرتے تھے کہ قرآن شریف کی آیات پڑھ کر جن کو حاضر کرتے۔ دونوں کو توبہ کرا کے مسلمان بناتے اور سلسلۂ عالیہ میں داخل کرتے۔ اور اعمالِ صالحہ کی تاکید فرماتے۔

جن اتارنا

ایک شخص اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا اور بتایا کہ اس پر

جن کا سایہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو حویلی لے چلو۔ اور خود ایکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں سب نے گنے توڑے اور چوسے۔ واپسی میں گنا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ شخص مع اپنی بیوی کے سامنے آگیا تو آپ نے فرمایا اس کو حویلی نہیں لے گیا۔ جو گنا ہاتھ میں تھا اس سے اس کو مارنے لگے۔ اس عورت نے چیخنا چلانا شروع کر دیا کہ میں تندرست ہو گئی۔ اسے مت مارو۔ آپ نے فرمایا "ابھی تیری باری تو آئی نہیں۔ تو پہلے ہی تندرست ہو گئی"۔

جن کو فہمائش

ایک شخص پر جن آیا ہوا تھا۔ بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ آپ نے اس کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ قرآن شریف کی یہ آیات پڑھ کر دم کرو۔ میں دم کرنے لگا۔ جن حاضر ہو گیا اور اس نے فریاد کرنا شروع کر دی "میں سڑ گیا۔ جل گیا۔ للہ مجھے معاف کیجئے۔ میں آیندہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا"۔ آپ نے فرمایا "تم بھی اللہ کی مخلوق۔ ہم بھی اللہ کی مخلوق۔ کمزور جان کر ہمیں تنگ کرتے ہو"۔ جن نے توبہ کی اور عہد کیا کہ آیندہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔ تو حضرت نے اس شخص کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور دیر بعد اسے ہوش آیا۔ مگر پھر کبھی اسے جن نے تنگ نہ کیا۔

رتہ پیراں والے پیر صاحب کا واقعہ

رتہ پیراں والے پیر صاحب حاضر ہوئے اور کہا کہ "ہمیں جنات بہت تنگ کرتے ہیں۔ صندوق میں رکھے کپڑوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ہمارے روپے چرا کر لے جاتے ہیں۔ کھونٹی پر سے قرآن پاک نیچے گرا دیتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ستاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جس سے ہماری زندگی اجیرن بن کے رہ گئی ہے۔ دفعیہ کے لئے مختلف تدابیر اور عمل کئے گئے مگر سب بیکار ثابت ہوئے۔ حضرت نے فرمایا "میرا نام لے کر اپنے مکان میں بلند آواز سے کہہ دو کہ اگر آج کے بعد تم نے تنگ کیا تو پھر ہم بھی تمہیں تنگ کریں گے"۔ اس کے چند برس بعد ریل میں مجھے وہ پیر صاحب ملے۔ میں نے حال پوچھا تو بتایا کہ میں تو سمجھا تھا حضرت نے ٹال دیا ہے مگر پھر بھی میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن، کسی قسم کا کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اور ہم کامل سکون و عافیت سے رہ رہے ہیں۔

سرکش جن کو زیر کرنا

علی پور شریف کی ایک نوجوان لڑکی پر جن کا اثر تھا۔ باہر سے ایک عامل صاحب آئے ہوئے تھے۔ انھیں لڑکی کے پاس لے گئے۔ انھوں نے عمل شروع کیا تو جن نے عامل صاحب کو خوب مارا پیٹا۔ بمشکل لوگوں نے ان کو بچایا۔ پھر اس لڑکی کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔ آپ مسجد نور سے عصر کی نماز ادا کر کے واپس تشریف لا رہے تھے کہ وہ لڑکی سامنے آئی۔ اس نے کہا "میں نے ایسے بہت سیّد دیکھے ہیں۔ تم نے کل والے سیّد کا حال نہیں دیکھا؟" اسی طرح کی باتیں کرتی ہوئی وہ لڑکی حضور کے قریب آئی۔ آپ نے اس کے ایک ایسا زوردار طمانچا مارا کہ سامنے کی دیوار سے جا ٹکرائی اور زمین پر گر گئی۔ ارشاد ہوا "اسے خوب مارو"۔ سب نے مارنا شروع کر دیا۔ خود کچھ پڑھتے بھی رہے اور مارتے بھی رہے۔ وہ جن معافی مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا "تیرا کسی سیّد سے پالا ہی نہیں پڑا۔ تو نے آج تک کوئی سیّد دیکھا ہی نہیں"۔ وہ اللہ کا واسطہ دینے لگا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب کسی کو کبھی تنگ نہیں کروں گا۔ تب حضرت نے حکم دیا چھوڑ دو۔ وہ جن بھاگ گیا۔ اور لڑکی بیہوش ہو کر گر پڑی۔

غرض ایسے بہت واقعات ہیں کہ آپ نے جنّات کی اصلاح کی۔ خلقِ خدا کو ان کے آسیب سے محفوظ کیا۔ اور خود ان کو توبہ کرا کے نیک راہ پر چلنا سکھایا۔ شیخ سعدیؒ نے صحیح کہا ہے۔

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ





حضورؐ کا تصوّف — یارانِ طریقت پر شفقت

خُدّامِ خاص — مکاشفات — کرامات۔

حضور کا تصوّف

حقیقتِ شریعت پر اطمینانِ قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا اصل تصوف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ (ترجمہ) ”بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے“۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا۔ اور آپ حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی کی از بس تاکید فرماتے تھے۔

آپ کا تصوّف ترکِ دنیا نہ تھا۔ آپ اچھا کھاتے، پاکیزہ لباس پہنتے اور دنیوی کاموں میں شریعت حقّہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے۔ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام آپ کی عادت اور سرشت بن گیا تھا جس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ آپ خود بھی شریعت اور سنّت پر مدّت العمر عامل رہے اور یارانِ طریقت کو بھی یہی تاکید فرماتے رہے۔ جو لوگ اطمینانِ قلب کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، ان کے قلوب پر صفات الٰہی کا پرتو پڑتا ہے اور وہ مقامات بلند پر فائز ہوتے ہیں۔ یہی ہے تصوّف کی حقیقت اور یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسوۂ حسنہ۔

قدیم شرعی تصوّف کا احیاء

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم شرعی تصوف کو زندہ کیا اور ان روایات سے کوئی واسطہ نہ رکھا جو احکامِ شرعیہ کے مطابق نہیں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ تھا۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تقلید شریعت اور اتّباعِ سنّت کی از بس تاکید فرماتے رہے۔ یہی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شیوہ اور طریقہ تھا۔ جملہ عبادات اور اطاعات کو سنّت کے مطابق انجام دینے کو آپ تصوّف کی روح سمجھتے تھے۔ اللہ کا ذکر کرنا، تہجد کی پابندی کرنا، درود شریف پڑھنا، نماز روزہ اور دیگر فرائض و واجبات و سنن کو لازم بنانا، حقوق العباد ادا کرنا، اخلاق و اعمال و عادات میں صاحب خلق عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اتباع کرنا، جملہ منہیات اور مکروہات سے کامل پرہیز کرنا، یہ آپ کی اصل تعلیم تھی۔ آپ جو وظائف تلقین فرماتے وہ عموماً بہت آسان قسم کے ہوتے تھے۔

چلہ کشی اور مشکل اوراد سے منع فرماتے۔ اور اکثر کہتے "میں خود کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا، تم کو کیوں بتاؤں"۔

نفسِ امّارہ کو زیر کرنا

نفسِ امّارہ کو قابو کرنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ آپ ہی کا کمال تھا کہ اِدھر مخلوق میں شامل رہتے تھے تو اُدھر اللہ سے واصل تھے۔ "دل بہ یار و دست بکار"، ہر آپ کا عمل تھا۔ "بے ہمہ و با ہمہ" آپ کا روزمرّہ تھا۔ خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا اور انھیں پابند شریعت و سنّت بنانا حضرت ہی کا کمال تھا۔ آپ نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کی اصلاح کر کے ان کو ذاکر و شاغل بنایا اور نفس مطمئنّہ کے رُتبہ پر پہنچایا، یہی آپ کے تصوّف کا کارنامۂ عظیم تھا۔

کفّار کے ساتھ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ لیکن اپنے نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرنا سب پر فرضِ عین ہے۔ امورِ دنیوی میں احکام شریعت پر کاربند ہونا اور اپنی خواہش سے ان میں کمی نہ کرنا لازم ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کو دوسروں تک پہنچانا اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائگی پر آمادہ کرنا شریعت اور طریقت کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غرق رہ کر اس سے کامل رابطہ رکھنا اور اسی کے ساتھ نفس و شیطان کو قابو میں رکھ کر دین اور دنیا کو سدھارنا ریاضت اور مجاہدہ کی اصل ہے۔ اسی پر حضور کا عمل تھا اور آپ یارانِ طریقت کو بھی اسی صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ طریقۂ نقشبندیہ میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفسِ امّارہ کی خواہشات کو قابو میں لایا جائے۔ اور اس کے لئے اتباعِ احکامِ شریعت اور پیروی سنّت پر کاربند ہونا لازم جانے۔ اس لئے کہ نفسِ امّارہ پر سب سے زیادہ مشکل یہی بات ہوتی ہے کہ اسے شریعت کے اوامر و نواہی کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔ اس واسطے اسی کا کامل اہتمام ضروری ہے۔ اگر ایسے مجاہدات یا ریاضتیں اختیار کی جائیں جو تقلید سنّت کے دائرہ میں نہیں آتیں، تو ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"دریں طریق ریاضات ومجاہدات بانفس امّارہ باتیان احکام شرعیہ است ۔ والتزام متابعت سنت سنیّہ ۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ۔ زیراکہ مقصود ازارسال رسل وانزال کتب رفع ہوا ہائے نفس امّارہ است ۔ کہ بہ معادات مولائے خود جل سلطانہٗ منتسب گشتہ است پس رفع ہوائے نفس باتیان احکام شرعیہ است ۔ ہر قدر کہ در شریعت راسخ تر باشد از ہوائے نفس بعید تر بود۔ پس ہیچ چیز بر نفس امّارہ شاق تر از امتثال اوامر ونواہی شریعت نبود۔ وخرابی او جز در تقلید صاحب شریعت متصور نباشد۔ ریاضات ومجاہدات کہ بہ ماورائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست ۔ کہ جوگیان وبراہمۂ ہندو وفلاسفۂ یونان دریں امر شرکت دارند۔ وآں ریاضات درحق ایشاں جز ضلالت نمی افزاید وغیر خسارت راہ نمی نماید۔" (مکتوبات امام ربانی؟ دفتر اوّل ۔ مکتوب ۲۲۱)

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت

اسی بنیاد پر طریقۂ عالیہ نقشبندیہ اختیار کرنا سب سے افضل ہے ۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کئی دیگر طرق تصوف میں بھی اجازت حاصل تھی ۔ مگر آپ طریق نقشبندیہ کو سب سے افضل جانتے تھے ۔ اس لئے کہ یہاں سنّت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے ۔ حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگان سلسلۂ نقشبندیہ کو اگر اتباعِ سنّت کی دولت حاصل ہو، اور احوال حاصل نہوں تو بھی وہ بہت خوش رہتے ہیں ۔ اور اگر احوال حاصل ہوجائیں مگر اتباعِ سنّت میں فتور رہ جائے تو ایسے احوال کو وہ مطلق پسند نہیں کرتے ۔ اسی لئے ان کے یہاں سماع اور رقص کا کوئی ذکر نہیں آتا ۔ اور ان کے ذریعے جو احوال حاصل ہوں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ۔ بلکہ انھوں نے تو "ذکرِ جہر" کو بھی بدعت جانا اور اس سے باصرار منع فرمایا ہے ۔

حضرت مجدّد صاحب قدس سرہ العزیز کے اپنے فرمودات یہ ہیں :

" درمیان طرق صوفیہ اختیار کردن طریقۂ علیہ نقشبندیہ اولیٰ وانسب است ۔ چہ این بزرگواران انتظام متابعت سنت نمودہ اند ۔ واجتناب از بدعت فرمودہ ۔ لہٰذا اگر دولت متابعت دارند و از احوال ہیچ ندارند خورسند اند ۔ واگر باوجود احوال در متابعت فتور دانند آں احوال را نمی پسندند ۔ ازیں جاست کہ سماع ورقص را تجویز نہ کردہ اند ۔ واحوالے کہ بر آں مترتب شود اعتبار نہ نمودہ ۔ بلکہ ذکر جہر را بدعت دانستہ منع آں فرمودہ اند ۔ وثمراتے کہ بر آں مترتب شود التفات بآں نہ نمودہ۔"

(مکتوبات امام ربانی رح۔ دفتر اوّل۔ مکتوب ۲۶۶)

نقشبندی تصوف

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز اسی "نقشبندی تصوف" پر سختی سے عامل تھے۔ اور بزرگان سلسلۂ عالیہ کے تصوف کی تجدید و توسیع میں مدت العمر کوشاں رہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح شریعت کے پانچ رکن ہیں، اسی طرح طریقت کے بھی پانچ رکن ہیں۔ جن کی اساس پابندی شریعت اور اتباع سنت سے مستحکم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ذکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ محاسبہ اور رابطہ ہیں۔ بلکہ بعض اکابر تو فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے رابطہ پختہ ہو جائے تو باقی ارکان خود بخود فیضانِ الٰہی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضورِ اولیا

حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٖ العزیز نے فرمایا کہ

"جب ہم شاہِ ہرات کے پاس گئے تو اس نے دریافت کیا کہ "آپ کو شیخ کا منصب باپ دادا سے ورثتاً ملا ہے؟" میں نے جواب دیا "نہیں"۔ اس نے پوچھا "آپ ذکر جہر کرتے اور سماع سنتے ہیں؟" میں نے کہا "نہیں"۔ اس پر اس نے کہا "انہی باتوں کا نام تو درویشی ہے اور یہی آپ میں نہیں ہیں"۔ میں نے جواب دیا "جذبۂ الٰہی مجھ پر پہنچا۔ اور میں نے بلا مسابقت و ریاضت قبول کیا۔ اور رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ عالیہ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ ان کے یہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہیں پایا جاتا"۔ بادشاہ نے پوچھا "پھر ان کے ہاں کیا چیز ہے؟" میں نے کہا "ظاہر با خلق اور باطن با حق"۔ بادشاہ بولا "کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟" میں نے کہا "ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (ترجمہ: وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید فروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کرسکتی) دوسری جگہ فرمایا ہے۔ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (ترجمہ: وہ ہمیشہ ہمیشہ عبادت (ذکر) میں مصروف رہتے ہیں۔)"

حضرت خواجۂ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا بادشاہ کے دل پر زبردست اثر ہوا۔ آپ

کے ساتھ کمال احترام سے پیش آیا۔ حضرت کی توجہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو بھی آپ کے سامنے آتا تھا غلام بن جاتا تھا۔ آخر آپ کی توجہ باطن اور تاثیر رُوحانی کا یہ نتیجہ ہُوا کہ شاہِ ہرات اور اس کے وزرأ واُمراء آپ کے مرید ہوئے۔ اور دولت دارین سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرّہ العزیز نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

"طریقۂ ما از نوادر است۔ وعروۃ الوثقیٰ است۔ مارا از فضل آوردہ اند۔ دریں طریق باندک عمل مفتوح بسیار است۔ اما رعایت سنت کارے بزرگ تر است۔"

انیسویں اور بیسویں صدی میں تصرّف و روحانیت کا یہ نمونہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ آپ نے پیروی شریعت اور اتباع سنّت کے اصل نقشبندی طریق پر عمل کیا۔ اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کا پابند بنایا۔ یہاں ترکِ دُنیا اور ترکِ تنعّم کی کوئی ضرورت نہیں جسمانی ریاضت شاقّہ کا یہاں وجود نہیں مگر جیسا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "اتباعِ سنّت مشکل ترین کام ہے"۔ طریقہ نقشبندیہ کی ریاضت پیروی شرع اور اتباع سنّت ہے۔ اسی پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ عامل تھے۔ اچھا کھانا اور اچھا کھلانا۔ صاف اور اچھا لباس پہننا اور اور دوسروں کو اسی کی ہدایت کرنا۔ سنّتِ نبوی کی پیروی۔ اُمور دنیوی کو احکام شریعت کے مطابق انجام دینا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کرنا۔ پاکیزہ اخلاق اختیار کرنا۔ دن رات خدا کے ذکر میں مشغول رہنا مگر اسی کے ساتھ خلقِ خدا سے واسطہ رکھنا۔ یہ تھا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کا معمول۔ اور اسی راہ پر آپ یارانِ طریقت کو گامزن رکھتے تھے۔ حضرت محسن کاکوروی کا یہ شعر حضور والا کے تصوّف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل — خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدّد کا

مقبول خاں صاحب رہتکی کو تلقین

مقبول خاں صاحب لاہلی والے رہتکی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑے مَیلے اور رنگین تھے۔ آپ نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا "اختر! لٹھے کا ایک نیا تہ بند لاؤ"۔ مَیں نے حاضر کیا تو حکم دیا "حاجی بوٹا سے میرا اچکن کا کُرتا اور پگڑی لاؤ"۔ یہ کپڑے مقبول خان صاحب کو پہنائے اور فرمایا "آیندہ کبھی ویسے کپڑے مت پہننا۔ ہمیشہ صاف کپڑے پہنا کرو۔ جب رب تعالیٰ نے دیا ہے تو اچھا کھاؤ۔ اچھا پہنو۔ دل فراخ رکھو۔

تو رب تعالیٰ اور زیادہ دیں گے۔ ان کا حکم ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ "(ترجمہ)" اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ عطا کروں گا۔"

جو یاران طریقت حاضر خدمت ہوتے آپ ان سے گھر اور کاروبار کی تفصیلات معلوم کرتے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ وہ کچھ نہیں کرتا تو آپ ناراضی کا اظہار فرماتے تھے۔ نورِ عالم گجراتی حاضر خدمت ہوا تو اس سے پوچھا "کیا کام کرتے ہو"۔ اس نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا "کچھ نہیں کرتا۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کھا لیتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "ہمارے ہاں تو جو آدمی کوئی کام نہ کرے، اسے کوڑھی کہتے ہیں"۔ اس نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ بیکار نہیں رہوں گا۔ کوئی نہ کوئی کام ضرور کیا کروں گا۔

پہلے جا بجا بیان ہو چکا ہے کہ حضور مہمانوں کو بڑے اصرار سے خوب سیر ہو کر کھانا کھانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے اکثر فرمایا "خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے سے تو نماز بھی ادا نہیں ہو سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر الحمد للہ کرے۔ اور فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا ہے۔"

بغداد کے بزرگ کو تلقین

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی تشریف لے گئے تو وہاں بغداد شریف کے ایک بزرگ اور پیر مقیم تھے۔ آپ نے ان سے ملاقات کے لئے جانے کا قصد کیا تو بمبئی کے یارانِ طریقت نے منع کیا اور عرض کیا کہ "وہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے، آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں"۔ فرمایا "پھر کیا ہوا۔ میں نے ایک نیک کام کی نیت کر لی ہے۔ ضرور جاؤں گا"۔ قاری شہاب الدین صاحب حیدرآبادی ہمراہ گئے۔ ان بغدادی پیر صاحب نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ کیا۔ مگر قاری صاحب سے مصافحہ کے وقت ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت نے فرمایا "مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اور سنت سے اعراض کرنا گناہ ہے"۔ پھر ارشاد فرمایا "لوگ دریا میں اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ پاک ہو جائیں۔ جو دریا قریب ہی نہ آنے دے تو لوگ کس طرح پاک ہوں۔ آپ کو کیا علم ہے کہ بارگاہ ربّ العزّت میں کون پاک اور کون پلید ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ آپ کے

ہاتھ قاری صاحب سے لگ کر پاک ہو جائیں گے، یا آپ کے ہاتھوں سے مَس ہو کر قاری صاحب کے ہاتھ پاک ہو جائیں گے۔" ان پیر صاحب نے عہد کیا کہ آیندہ ایسا نہیں کریں گے۔ آپ دو گھنٹے ان کے پاس رہے، اور انھیں مسائل شریعت بتاتے سناتے رہے اور فرمایا "میرا کام مسئلہ بتانا ہے میں شریعت کے مطابق عمل پیرا بنانے کا کام کرتا رہوں گا۔"

گوشہ نشین بزرگ کو تلقین حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بارہ سال سے عزلت گزیں تھے اور کبھی باہر نہیں نکلتے تھے۔ حضرت کو احکامِ شریعت کی پابندی بحدِ کمال ملحوظ ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا "شاہ صاحب! آیئے، آپ کو جمعہ پڑھا لائیں۔" انھوں نے کہا "بارہ سال اندر گوشہ نشین رہ کر بڑی مشکل سے نفس کو قابو میں کیا ہے۔ آپ اس کو پھر آزاد کرنا چاہتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد کیا "اندر رکھ کر نفس کو قابو میں کرنا کوئی کمال نہیں"۔ انھوں نے جواب دیا "باہر رکھ کر اس پر تسلط قائم کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ یہ کمال میرے بس کا نہیں۔"

بہار شاہ مجذوب ایک دفعہ آپ میروال کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں بہار شاہ صاحب مجذوب اپنی کٹیا میں بیٹھے تھے۔ آپ نے کہا "شاہ صاحب السّلام علیکم۔" بہار شاہ صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے اسی طرح تین دفعہ سلام علیک کی مگر وہ مجذوب بدستور خاموش رہے۔ آپ نے زور سے کہا "بولتا نہیں سلام کا جواب دیتا نہیں۔" انھوں نے سر اٹھا کر کہا "بولنے کا مزا تو دیکھ رہے ہو کہ لوگ آپ کو پیشاب کرنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ اب مجھے بلوا کے کیا لیجئے گا۔ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اپنے بس کی بات نہیں۔"

غرض حضور کا تصوف تمام و کمال شریعت و سنّت پر مبنی تھا۔ آپ نے طریقت و تصوّف کی قرونِ اولیٰ کی سیدھی سچی راہ پر چلایا۔ دوسرے ملکوں میں پہنچ کر تصوّف میں جو غیر اسلامی عناصر شامل ہو گئے ہیں، ان سے یکسر اجتناب کیا اور اسی پرانے تصوّف پر عامل و کاربند رہے جو عہدِ رسالت اور دورِ سلف صالحین کا خاصہ تھا۔ اور جسے مشائخ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے۔



یارانِ طریقت پر شفقت

مریدین کی تعداد

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے مریدین کی صحیح تعداد کسی کو نہیں معلوم۔ آپ نے مدت العمر تبلیغ و ارشاد میں گزاری اور سارے برصغیر کے سفر فرمائے۔ ہر جگہ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ مگر مریدین کی کوئی یادداشت کبھی مرتب نہیں کی گئی۔ بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب مہاجر مدنی نے "آفتاب عالم تاب" میں مریدین کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ بیان کی ہے۔ "وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ" (ترجمہ اللہ تعالیٰ صحیح بات کا بہتر جاننے والا ہے)

داخل سلسلہ کرنا

جو لوگ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں داخل سلسلہ ہونے کی خواہش لے کر آتے، آپ انکار نہ فرماتے اور ان کو داخل کر لیتے۔ خطاکاروں اور گنہگاروں کے ساتھ زیادہ محبت اور شفقت سے پیش آتے اور ایسی توجہ فرماتے کہ ایک ہی دفعہ میں ان کے دل کا زنگ اور بدی کی سیاہی دُور ہو کر اس کی بجائے نورِ ایمان سے سینہ روشن ہو جاتا۔ اور وہ بُرائیوں سے نجات حاصل کر کے نیک اعمال کے پابند بن جاتے تھے۔ جب داخل سلسلہ ہونے والوں کی کثرت ہوتی تو دن میں کئی کئی بار حلقے منعقد کئے جاتے۔ ورنہ آپ اکثر سحری کے وقت داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ آپ کی دستار مبارک دس گز کی ہوتی تھی۔ مریدین کی تعداد زیادہ ہوتی تو دوسری پگڑیاں باندھ کر اسے لمبا کر لیا جاتا، تاکہ سب داخل ہونے والوں کے ہاتھوں میں دستار آ جائے۔ کبھی کبھی آپ نے تعداد بہت کثیر ہو جانے کے باعث کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ کیا ہے اور اسباق بتائے ہیں۔

یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمانا

حضور والا اپنے مریدین کو "یار" اور "یارانِ طریقت" کے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو مرید کہہ کر یاد نہیں کیا۔ یارانِ طریقت سے آپ بے حد محبت اور شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ کوئی حاضر خدمت ہوتا تو عموماً کھڑے ہو کر معانقہ فرماتے۔ ضعیفی کے زمانے میں البتہ صرف مصافحہ پر قناعت

کرنے لگے تھے۔ ہر ایک سے اس کی اور اس کے افراد خانہ کی خیریت تفصیل سے دریافت کرتے۔ اس کی ملازمت اور کاروبار کا حال معلوم کرتے، اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے دعا فرماتے تھے

یاروں کی آمد پر اظہارِ خوشنودی

یارانِ طریقت خدمت والا میں حاضر ہوتے تو آپ بے حد خوش ہوتے، اور ان کے آرام، قیام اور مہمان داری کا توجہ سے اہتمام کرتے۔ ہر یار سے مصافحہ تو فرماتے ہی تھے لیکن اکثر ایسا ہوتا تھا کہ سب سے فرداً فرداً معانقہ بھی فرماتے تھے۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار کرنے کا حکم دیتے۔ موسم کے لحاظ سے نئی نئی چیزیں تیار کرواتے۔ ناشتے میں عموماً پراٹھے، مکھن، انڈے، کیک، رس، بسکٹ، دہی، دودھ اور چائے ہوا کرتی۔ کبھی اسی کے ساتھ چاول اور سالن بھی دستر خوان پر لایا جاتا۔ کھانے کے اوقات میں پلاؤ، زردہ، سالن روٹی تو عام طور پر ہوتی ہی تھی۔ خاص طور پر ہریسہ، رس کی کھیر، سرسوں کا ساگ اور دوسرے کھانے تیار کرانے کا حکم ہوتا تھا۔

روز نئے مہمان آتے رہتے تھے۔ بہلوں کو حکم ہوتا "آج تمہارے پیر بھائی آئے ہیں ان سے ملو۔ پیار محبت کی باتیں کرو"۔ جو لوگ رخصت کی اجازت طلب کرتے ان سے فرماتے "آج تو یہ نئے یار آئے ہیں ان سے ملاقات کرو۔ دنیا کے کام تو روز ہی ہوتے رہتے ہیں، پیر بھائیوں سے ہر روز کہاں ملاقات ہوتی ہے۔ آج مت جاؤ"۔ اکثر یہ شعر پڑھتے۔ ؎

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا　　　بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

یارانِ طریقت کو پیر بھائیوں کی ملاقات اور ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی ترغیب دیتے تھے، اور کوئی اپنے پیر بھائی کی مدد اور خدمت کرتا تو اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔

وسیع دستر خوان

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان نہایت وسیع ہوتا تھا۔ کئی کئی کمروں میں بہ یک وقت سب یارانِ طریقت جمع ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ آپ خادموں کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ ہر ایک کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ دورانِ طعام بار بار پوچھتے رہتے کہ کسی کو کسی چیز کی کمی تو نہیں ہوئی۔ آپ کے سامنے جو دستر خوان ہوتا اس پر بھی بہت سے مہمان شریک ہوتے۔ کمرے میں جس قدر آدمی سما سکتے تھے عموماً اس سے زیادہ تعداد میں قریب قریب بیٹھ جاتے تھے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

اپنے دستِ مبارک سے گوشت کی بوٹیاں اور دوسری چیزیں مہمانوں کو عطا کرتے رہتے تھے۔ بار بار ارشاد فرماتے ''خوب کھاؤ۔ خوب کھاؤ''۔ جو پیٹ بھر کر کھاتا اس سے بہت خوش ہوتے۔ حالانکہ آپ کی اپنی غذا بہت قلیل تھی، مگر خوش طبعی سے فرمایا کرتے ''میں بوڑھا آدمی اتنا کھا گیا ہوں تم جوان ہو اور ہاتھ روک رہے ہو۔ اور کھاؤ''۔ کبھی فرماتے

کھاندیاں کھاندیاں ٹٹ جائے تراگی ۔۔۔ نام جپ ڈیاں جپ ڈیاں ہو جائے بیراگی

شکم سیر کھانے پر شکر ادا کرنا

حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی سے فرمایا ''حکیم صاحب جس گھوڑے کو چارہ نہ دیا جائے اس پر سواری کس طرح کی جاسکتی ہے''۔ حکیم صاحب نے کہا میں سمجھا نہیں۔ فرمایا ''یہ جسم انسان کا گھوڑا ہے۔ یہ کمزور ہو گیا تو فرائض و واجبات کیسے ادا ہوں گے''۔ اس کے بعد جب حکیم صاحب حضور کی خدمت میں آئے تو آپ نے کوشش کر کے ایک سالم روٹی کھائی۔ اس پر حضور نے کئی بار فرمایا الحمدللہ۔ حکیم صاحب نے پوچھا یہ شکر کس چیز کا ہے۔ فرمایا ''آپ نے جو ایک سالم روٹی کھائی ہے''۔ حکیم صاحب نے عرض کیا یہ تو میری ماں سے بھی زیادہ آپ شفقت فرما رہے ہیں۔ حضور فرماتے تھے ''بھوکا رہ کر اللہ اللہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا، اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے''۔

اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے بعد مختلف پیالیاں لائی جاتیں۔ کسی میں شہد، کسی میں مدینہ منورہ کا ادرک کا مربّہ، کسی میں گاجر کا مربّہ، کسی میں زیتون کا اچار، کسی میں آم کی چٹنی، کسی میں شلغم کا اچار اور اس طرح کے دوسرے اچار مربّے۔ پہلے ہر چیز میں سے ذرا سا حضور چکھتے، پھر دوسروں کو باری باری ان کا حصّہ ملتا۔

کنوئیں پر یاروں کی ضیافت

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر موسم سرما میں یاروں کے ہمراہ اکثر اپنے کنوئیں پر تشریف لے جاتے۔ وہاں مسجد میں نماز ادا فرمانے کے بعد سب کے ساتھ کھیت پر جاتے۔ ایکھ سے خود بھی گنّے توڑتے اور دوسروں سے بھی تڑواتے۔ خود بھی چوستے اور دوسروں کو بھی گنّا چوسنے کا حکم دیتے۔ آپ کو گنّے کا رس بے حد پسند تھا۔ کبھی درویشوں کو حکم دیتے کہ گنّے کا رس نکال

کر سب کو پلاؤ، کھیر کے لئے رس حویلی میں بھجواتے۔ اور رسادل (رس کی کھیر) صبح کو دہی کے ساتھ کھلاتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر سردخانہ میں بسر کرتے اور عصر کی نماز کنوئیں پر جاکر مسجد میں ادا فرماتے۔ مغرب و عشا بھی وہیں پڑھتے اور عشا کے بعد واپس گھر تشریف لاتے۔ مغرب و عشاء کے درمیان اکثر پروفیسر حاجی عابد حسن صاحب فریدی ایم۔اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ مجاز کو حکم ہوتا کہ وعظ کہو۔ وہ نہایت عمدہ فصیح اور مدلّل بیان فرماتے تو حضرت اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے۔ انجمن کے سالانہ جلسہ میں حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے بعد حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے جو تحسین فرمائی تھی، اس کا ذکر "جدید تعلیم والوں میں تبلیغ" کے ذکر میں آچکا ہے۔

دستر خوان قیامت تک وسیع رہے گا

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک دفعہ حاجی عبد العزیز صاحب زرگر کو خواب میں حضور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ دستر خوان لمبا کر کے بچھاؤ۔ وہ ایک فرلانگ تک دستر خوان کو لمبا کرتے گئے اور حضور فرماتے گئے اور لمبا کرو۔ حاجی صاحب نے دیکھا کہ کثیر مخلوق دستر خوان پر بیٹھ گئی۔ وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو دوسری جماعت نے ان کی جگہ لے لی۔ جب سب سیر ہو کر کھا چکے تو حاجی صاحب دستر خوان تہہ کرنے لگے۔ حضور نے فرمایا "رہنے دو۔ یہ قیامت تک اسی طرح بچھا رہے گا۔"

رخصت کے وقت عطیات

یارانِ طریقت رخصت کی اجازت چاہتے تو بمشکل اور بادلِ نخواستہ ان کو اجازت دیتے۔ اور اتنے تحائف عطا فرماتے کہ اٹھانے مشکل ہو جاتے۔ تسبیح، جانماز، ٹوپی، کپڑے، رومال، گڑ، شکر، کھیلیں، الائچی دانے، مٹھائی، وغیرہ۔ غریب یارانِ طریقت کو زیادہ دیتے اور آمد و رفت کا کرایہ بھی عطا فرماتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ یاروں کے ہمراہ کئی میل تک خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ نیاز مند عرض کرتے کہ حضور تکلیف نہ فرمائیں، تو ارشاد ہوتا کہ میرا جدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حاجی مہتاب دین صاحب

حاجی مہتاب دین صاحب نے بیان کیا کہ میں قصور سے پیدل علی پور شریف حاضر ہوا۔ ان دنوں یہاں تک ریل نہیں آتی تھی۔ جب میں واپس ہونے لگا تو حضور کئی میل تک پیدل میرے ساتھ آئے۔ میں تھوڑی دور پر

عرض کرتا تھا کہ حضور زحمت نہ فرمائیں۔ مگر درخواست نہ مانی۔ اور فرمایا "تم اتنی دُور سے پیدل چل کر آئے ہو۔ مجھے بھی تو کچھ ثواب حاصل کر لینے دو۔" یہ کہتے کہتے حاجی صاحب رو پڑے اور کہا کہ "وہ ہمیں اپنے پیر کی جو محبت اور شفقت نصیب ہوئی ہے، وہ دوسروں کو کہاں مل سکتی ہے۔"

چودھری اللہ دتا صاحب

ایک بار حضور حج سے واپس آرہے تھے کہ ریل میں چودھری اللہ دتا صاحب سکنہ ساد ھو کے حاضر ہوئے۔ وہ بہت بوڑھے ضعیف اور غریب آدمی تھے۔ ان کے کپڑے بہت مَیلے اور بوسیدہ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اُٹھ کر ملے اور ان کے بے حد انکار کے باوجود انھیں وہیں سیکنڈ کلاس میں اپنے پاس بٹھا لیا۔ ریل کے دوسرے ہمسفر لوگوں نے حیرت سے دیکھا تو فرمایا "یہ میرا یار ہے"۔ ایک دفعہ انھی چوہدری صاحب کو مقدمہ کے سلسلے میں روپیہ کی ضرورت پڑی تو حضور نے نقد امداد دی۔

مہر اللہ بخش صاحب کی مدارات

ہمارے گاؤں کے مہر اللہ بخش صاحب کا بھائی پشاور میں فوت ہو گیا تو وہ پشاور گیا۔ وہاں بے یار و مددگار گھوم رہا تھا کہ حضرت نے دیکھ لیا۔ فوراً بلوایا۔ اس کے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ نئے کپڑے سلوا کر پہنائے۔ اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس کے بھائی کی قبر پر پہنچایا۔ موٹر میں شہر کی سَیر کرائی۔ اس کے بھائی کی تنخواہ کے جو روپے باقی تھے، وُہ وصول کرا کے دیے۔ مہر موصوف ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ یہ ساری تفصیل بتایا کرتا تھا۔

مالی اعانت فرمانا

بعض پیر بھائیوں کی لڑکیاں جوان ہو جاتیں مگر وہ افلاس کی وجہ سے ان کی شادی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو جیبِ خاص سے اتنی امداد دیتے کہ وہ بآسانی شادی کے فرض سے فارغ ہو جاتے۔ بعض پیر بھائیوں کے لڑکے افلاس و ناداری کے باعث تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تو آپ ان کے وظائف مقرر کر دیتے، یا یکمشت امداد کرتے کہ ان کے لئے تعلیم حاصل کرنا ممکن ہو جاتا۔ مقدمات میں پیر بھائیوں کی نقدی سے مدد کرتے۔ غریب پیر بھائیوں پر خاص شفقت فرماتے۔ اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے رہتے۔ ایسا بھی ہوُا ہے کہ آپ کے پاس اس وقت کچھ موجود نہیں تو قرض لے کر ان کی دستگیری کی اور بعد کو قرض ادا فرمایا۔

عیادت و تعزیت

اگر کوئی پیر بھائی بیمار ہوجاتا تو اس کی عیادت اور خبرگیری کے لئے تشریف لے جاتے۔ فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر جاتے۔ وہاں بیٹھ کر تلاوت کرتے اور دُعا مانگتے۔ حاجی اللہ دتا صاحب کے پاس پڑوپیاں تشریف لے گئے تو سانگلا کے اسٹیشن پر اُترتے ہی فرمایا "مجھے پہلے شیخ عبداللہ کی قبر پر لے چلو۔ مَیں اسی لئے یہاں آیا ہوں" کافی دیر گرمی میں وہاں بیٹھ کر دُعا مانگی۔ حاجی امام الدین صاحب کراچی میں فوت ہو گئے۔ آپ کراچی گئے تو مجھ سے فرمایا "ان کے لڑکوں کو بلاؤ تاکہ وہ مجھے ان کی قبر پر لے چلیں" حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے خلیفہ مجاز مئی ۱۹۴۵ء میں آگرہ میں فوت ہوئے تو حضور اس وقت سفر دکن میں تھے۔ واپسی پر آگرہ میں قیام کیا۔ مرحوم کے مزار پر تشریف لے گئے، دیر تک ٹھہرے رہے اور تفصیلی طور پر فاتحہ پڑھی۔

یاروں کے گھر مہمان ہونا

پیر بھائی دعوت دیتے اور اپنے گھر بلا کر مہمان رکھنے کے خواہشمند ہوتے تو حضور والا بڑی منت سماجت کے بعد ان کے گھر جاتے۔ بعض کے یہاں تو دو اک بار گئے اور بعض کے بہت اصرار پر بھی ان کے یہاں تشریف نہیں لے گئے، اور فرمایا "تم اکیلے ہو، تم کو تکلیف ہو گی۔" حضور کے مرشد حضرت قبلہ و کعبہ باباجی صاحب، قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جہاں جاؤ شکر باقی چھوڑ کر نہ آؤ" آپ کا اسی پر عمل رہا اور جہاں جاتے بہت کم ٹھیرتے تاکہ شکر باقی نہ رہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ جس کے گھر جاتے، اپنا کھانے پکانے کا تمام سامان اور برتن گھر سے ساتھ لے جاتے۔ کھانا پکانے والا خادم بھی ہمراہ ہوتا۔ میزبان کو کوئی تکلیف نہ دیتے، اپنا پکانا اپنا کھانا۔ عام طور پر دو اک درویشوں سے زیادہ ہمراہ نہ ہوتے تھے۔ البتہ ملاقات اور زیارت کے لئے آنے والے مہمانوں کی مدارات میزبان کے ذمہ ہوتی۔ کھانے کے وقت حکم ہوتا کہ سب حاضرین شریک ہوں۔ اگر کسی وقت ظاہری طور پر اس وقت کے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی اور کھانا بظاہر کم تیار ہوتا، تو آپ کھانے پر دم فرمادیتے، یا اپنا کوئی کپڑا اس کھانے پر ڈال دیتے۔ چنانچہ لاتعداد آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے اور اس پر بھی بچ جاتا۔

حاجی اللہ دتا صاحب کئی سال منت سماجت کرتے رہے کہ آپ میرے گھر "پڑوپیاں" تشریف لے چلیں مگر حضور منظور نہ فرماتے۔ ایک بار حضور حیدرآباد دکن تشریف لے گئے ہوئے تھے

انھوں نے وہیں جاکر عرض کیا اور کہا " اگر آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیں گے تو مدینہ منورہ کے مساکین کے لئے گیارہ سو روپے پیش خدمت کروں گا "۔ تو آپ نے وعدہ کر لیا اور کہا " تم اتنی دُور چل کر آئے ہو۔ پھر مدینہ منورہ کی خدمت کا وعدہ کرتے ہو۔ مدینہ شریف کے کام کے لئے مجھے جہاں چاہو لے چلو"۔ چنانچہ واپسی پر آپ بڑوپیاں تشریف لے گئے۔ ایک رات قیام کیا۔ حاجی صاحب نے ہر چند اصرار کیا مگر زیادہ قیام نہ فرمایا۔

حاجی عبد العزیز صاحب زرگر سکنہ چاہل زیادہ وقت حضور کی خدمت میں صرف کرتے تھے۔ ان کا ہمیشہ اصرار ہوتا تھا مگر ان کے گھر صرف ایک مرتبہ تشریف لے گئے۔ محمد یعقوب صاحب لائل پوری کی بہت منت سماجت کے بعد صرف کچھ منٹ کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کھکی کے مولوی سید محمد کی بہت خوشامد اور اصرار کے باوجود آپ ایک دفعہ بھی ان کے گھر نہیں گئے۔ اور کہا کہ " تو اکیلا ہے۔ تجھے تکلیف ہوگی "۔ غرض اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ آپ کسی یار کے ہاں ایک دو دفعہ سے زیادہ نہ گئے، یا اس کی تکلیف کا خیال کر کے مطلق وہاں تشریف نہیں لے گئے۔

ایک بار میری موجودگی میں عبد اللطیف صاحب بنگلوری نے عرض کیا کہ " حضور! جناب بخشی صاحب کے پاس کئی بار تشریف لے گئے اور دیر دیر تک قیام فرمایا۔ مگر ہمارے یہاں ایک وقت کا کھانا بھی تناول نہیں فرمایا کہ برکت ہو جائے "۔ آپ مسکرائے اور دریافت کیا " عبد اللطیف صاحب آپ کتنی دفعہ علی پور گئے ہو "۔ انھوں نے عرض کیا " ایک دفعہ "۔ پوچھا " میرے کہنے کے باوجود وہاں کتنا قیام کیا "۔ جواب دیا " ایک رات " فرمایا " دیکھو بخشی صاحب کتنی دفعہ علی پور گئے اور کتنا عرصہ وہاں ٹھہرتے رہے۔ پھر تم مجھ سے گلہ کرتے ہو تم ایک دفعہ صرف ایک رات میرے پاس ٹھہرے۔ اور بخشی صاحب اتنی دفعہ وہاں جاتے ہیں۔ اور کافی دن میرے پاس ٹھہرتے ہیں "۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ بھی ان یاروں کے پاس زیادہ جاتے اور زیادہ قیام فرماتے تھے، جو آپ کے پاس آکر زیادہ ٹھہرتے تھے۔ حیدر آباد دکن سے قاری شہاب الدین صاحب مرحوم اور بنگلور سے بخشی مصطفٰے علی خاں صاحب مہاجر مدنی علی پور شریف آتے تو طویل قیام کرتے۔ اور آخر حضور کے ہمراہ دکن واپس جاتے۔ حضور بھی دُور افتادہ، ضعیف اور نادار

یاروں سے ملاقات کرنے کے لئے زحمت سفر بخوشی گوارا فرماتے تھے۔ تاکہ متوسلین کے ایمان کو تازہ کرنے اور اعمال کی اصلاح کا مقصد اعلےٰ انجام پاتا رہے۔ آپ کسی کے گھر بن بلائے اور دعوت منظور کرائے نہیں گئے۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "پیر اگر اس نیت سے بیعت لے کہ مُرید نذرانہ دے گا، یا میرا ایک نذرانہ زیادہ ہو جائے گا۔ تو پیر مُشرک ہو جاتا ہے۔ ربّ کی رزّاقیت پر اس کا ایمان ناقص ہے"۔ پیرانِ عظام کے سردار اور اولوالعزم پیروں کا تو یہ فرمان ہے۔ بعض جاہل، ناسمجھ اور ضدی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیری مریدی ہوتی ہی اسی لئے ہے۔ تو یاد رکھو ایسے لوگ ایمان سے بے بہرہ ہیں اور ایسوں کو کوئی کچھ دیتا بھی نہیں۔ دین ایمان خواہ مخواہ تباہ برباد ہوتا ہے۔

مطابق ضرورت مالی امداد

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت میں جس سے چاہو پوچھ لو، یہی کہے گا کہ آپ نے مجھے اتنا کچھ دیا۔ یہ کوئی نہیں کہے گا میں نے حضرت کو یہ کچھ دیا۔ حاجی اللہ رکھا سیال کوٹی صاحبِ جائیداد اور خوشحال یاروں میں سے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ "میں نے ساری عمر میں حضرت کی خدمتمیں ایک روپیہ پیش کیا ہے۔ اور میں نہیں بتا سکتا کہ حضور نے مجھے کتنے سو روپے عطا فرمائے ہیں"۔ حاجی صاحب کہتے تھے کہ "میں بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گیا تھا۔ تو حضور نے مجھے پچاس روپے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ اپنے پیر بھائی غلام رسول صاحب کے پاس پشاور جاؤ۔ فرمایا کہ "وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ وہاں تندرست ہو جاؤ گے"۔ میں پشاور گیا تو بھائی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری بڑی خاطر و مدارات کی بہت اعلےٰ میزبانی کی اور مجھے ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کا موقع نہ ملا۔ ان پچاس روپوں کا میں نے عرس شریف کے لئے ایک ترکی دُنبہ خرید لیا وہ خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ میں واپس آیا تو دنبہ ساتھ لایا اور ختم شریف پر خدمت والا میں پیش کیا۔ دریافت فرمایا "یہ کہاں سے لایا ہے"۔ میں نے عرض کیا حضور ہی کا ہے۔ اور تفصیل عرض کی۔ ارشاد فرمایا "وہ پچاس روپے میں نے تمہیں خرچ کرنے کے لئے دیے تھے یا دُنبہ خریدنے کے لئے"۔ میں نے عرض کیا "پچاس روپے آپ نے مجھے عطا فرما دیے تھے۔ آگے میرا اختیار تھا کہ انھیں کس طرح خرچ کروں"۔

حاجی عبداللہ صاحب بٹالوی امرتسری حضور کے خادم تھے۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ میں نے

ساری عمر میں حضرت کی خدمت میں صرف ایک روپیہ پیش کیا۔ اس طرح میں نے گویا ایک پھل دار درخت لگایا تھا۔ ساری عمر اسی کا پھل کھاتا رہا۔ بہت سے یارانِ طریقت کا بیان ہے کہ انھوں نے تیس اور چالیس سال کی مدت ارادت میں کبھی ایک پیسہ بھی نذر پیش نہیں کی۔ مگر حضور کی شفقت و عنایت سے ہمیشہ مشرف ہوتے رہے۔

بھیلا آہٹھار (قصور) کے چوہدری محمد سعید بی اے ایل ایل بی ولد چوہدری جمال دین صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ "میں نے سب سے پہلے بچپن میں حضور کی زیارت کی تھی۔ حضرت کے اس وقت کے عطا کئے ہوئے چالیس روپے نقد اور کپڑے اب بھی بطور تبرک میرے پاس محفوظ ہیں"۔

حاجی شیخ کرم الٰہی صاحب لاہوری کی والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا داخل سلسلہ ہوئیں تو انھوں نے شیخ صاحب کو بھی داخل کرا دیا۔ وہ غریب آدمی تھے۔ حضور کی توجہ سے بہت خوشحال اور مال دار ہو گئے۔ ایک دفعہ حکومت نے ان پر اسّی ہزار انکم ٹیکس لگا دیا۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور حضور سے دعا کی التماس کی۔ آپ نے دریافت کیا "شیخ صاحب خدائی ٹیکس بھی ادا کرتے ہو یا نہیں"۔ مراد زکوٰۃ کی ادائیگی تھی۔ عرض کیا "دیتا تو ہوں۔ مگر حساب کر کے نہیں ادا کرتا"۔ ارشاد فرمایا "تم اللہ تعالیٰ کا ٹیکس حساب کر کے ادا کیا کرو۔ پھر تم پر کوئی بلا حساب ٹیکس نہیں لگائے گا"۔ شیخ صاحب کی اس وقت کی پریشانی بھی دور ہو گئی، اور بعد میں بھی انھیں کسی مصیبت سے دوچار ہونا نہ پڑا۔ وہ حساب کر کے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے امیر کبیر ہیں۔

نظام دکن کی پھوپی دربار شریف میں

حضور نظام دکن کی پھوپھی صاحبہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ العزیز سے بیعت تھیں۔ چار دوسری خواتین خاندان شاہی کے ساتھ وہ ایک بار علی پور سیداں آئی تھیں۔ ان کے ساتھ شاہی کرّوفر اور خدم و حشم تھے۔ یہاں ایک ہفتہ قیام کیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شاندار مہمان داری فرمائی۔ اور رخصت کے وقت قیمتی تحائف سے نوازا۔

نواب ظہیر یار جنگ کی ضیافت

۱۹۴۲ء کے بعد حیدر آباد دکن سے امیر پائیگاہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر مع بیگم صاحبہ کے عرس شریف کے ایام

میں علی پور شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہاں سے ان کو کشمیر جانا تھا۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ کشمیر جانے کا تو میرا ارادہ بھی ہے۔ انشاء اللہ وہاں ملاقات ہوگی۔ پھر دو کنستر گھی، ایک بوری چاول اور ایک بوری آٹا ان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ نواب صاحب نے بہت عذر کیا۔ مگر حضورؒ نے فرمایا۔ یہ گھی اور چاول آپ کو وہاں نہیں مل سکتے۔ وہاں آپ کے کام آئیں گے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر پہنچے تو نواب ظہیر یار جنگ شکار کے لئے درین گئے ہوئے تھے۔ حضور بھی درین تشریف لے گئے۔ راستے میں کہیں قیام نہیں فرمایا۔ افضل شاہ صاحب اور گل شاہ صاحب کو کسی نے اطلاع کی کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سواری یہاں سے آگے گئی ہے۔ ان کو حیرت ہوئی کہ راستے میں ہم خادموں کو کس مصلحت سے مطلع نہیں فرمایا۔ وہ بھی تلاش کرتے ہوئے درین جا پہنچے۔ اور حضور کی خدمت میں باریاب ہو کر شکوہ کیا۔ حضورؒ نے فرمایا ہم نے ظہیر یار جنگ سے وعدہ کیا تھا، اس لئے تمہارے گاؤں میں قیام مناسب نہ جانا۔ ان دونوں نے اصرار کیا کہ ہم سب کی دعوت کریں گے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جاؤ نواب صاحب کو راضی کرو۔ نواب کے ساتھ شاہی کرّوفر اور پورا لشکر تھا۔ لیکن آخر کار ان دونوں نے راضی کر ہی لیا۔ اور درین ہی میں پورے اہتمام کے ساتھ کشمیری روایت کے مطابق شاندار ضیافت کی۔

بیگم ظہیر یار جنگ کی عقیدت

عرس شریف کے ایام میں جیسا اژدہام ہوتا ہے سب کو معلوم ہے۔ مگر یارانِ طریقت کی ملاقات اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شوق ذاتی آسائش پر غالب تھا۔ بیگم ظہیر یار جنگ زنانہ حویلی میں ایک سے الگ الگ ملیں۔ کوئی ان کی تواضع کرتا اور کہتا کہ ادھر قالین پر تشریف رکھیے۔ تو وہ جواب دیتیں، "میرے ساتھ غیریت کا سلوک نہ کیجئے۔ مَیں اپنے پیرخانہ آئی ہوں یئں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے اپنی پیر بہنوں سے مل کر کیسی خوشی ہوئی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ سب کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکی۔" غرض نواب صاحب اور بیگم صاحبہ دونوں نے اپنے اس سفر کو ایک یادگار سفر قرار دیا اور شرفِ رُوحانی کو آسائشِ دُنیوی سے بہتر اور مافوق جان کر اپنی اس حاضری کو سعادتِ عظمیٰ سمجھا۔

ایک آرزو باقی رہ گئی

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری بیماری کے دوران ایک دن

ارشاد فرمایا کہ میری ساری تمنائیں پوری ہوئیں۔ مگر ایک آرزو رہ گئی۔ حاجی عبداللہ امرتسری نے دریافت کیا حضور! وہ کیا آرزو رہ گئی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ میری یہ خواہش تھی کہ اتنے مہمان آئیں کہ ہاتھ دھلوانے میں نئی صابن کی ٹکیہ ایک طرف سے شروع ہو تو دوسرے کنارے تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جائے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا حضور! ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ عرس شریف میں ہر سال اتنا ہی اجتماع ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا نہیں۔ میری آرزو یہ تھی کہ ہر روز کھانے کے وقت ایسا ہی ہُوا کرتا۔

یارانِ طریقت کو سفر میں ساتھ لے جانا

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز اکثر سفر میں یارانِ طریقت کو ساتھ لیجاتے تھے۔ ان کے پاس زادِ راہ نہ ہوتا تو خود ان کے تمام اخراجات کی کفالت فرماتے تھے۔ دراصل اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہو جائے۔ وہ پکّے نمازی اور پابند شریعت بن جائیں اور ان کی روحانی تربیت ہو سکے۔ ایسے سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر چند درج کرتا ہُوں۔

شیخ عبدالشکور صاحب ولد شیخ عبدالغفور صاحب لاہوری نے بیان کیا کہ وہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضور کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہُوا تھا۔ تو ارشاد فرمایا "چلو تمھیں سیر کرا لائیں"۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تو کرایہ اور دوسرے اخراجات کے لئے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا " اس کی تم فکر مت کرو۔ تمھارے تمام اخراجات میرے ذمّے ہوں گے"۔ چنانچہ حاجی بوٹا صاحب کو حکم دیا کہ میرا ٹکٹ بھی سیکنڈ کلاس کا خرید لیں۔ پہلے حضور راولپنڈی تشریف لے گئے۔ چند روزہ قیام کے دوران وہاں کے یارانِ طریقت کو وعظ و نصیحت اور پند و موعظت سے سرفراز فرمایا۔ پھر حورہ شریف حاضر ہوئے۔ پھر کوہاٹ اور پشاور وغیرہ تشریف لے گئے۔ میں برابر ہمرکاب رہا۔ پٹھان پیر بھائیوں نے میرے ساتھ جیسی محبّت و شفقت کا اظہار کیا اور جیسی خدمت کی، اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا"۔

حاجی چودھری اللہ دتہ صاحب پڑدپیاں سے حضور کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا "چلو تمھیں صوبۂ سرحد کی سیر کرا لائیں"۔ ان کے دل میں خیال گزرا کہ میرے پاس تو اس سفر کے لئے پیسے بھی نہیں ہیں۔ مگر یہ بات زبان پر لانی سوءِ ادب جانی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی معاً ارشاد فرمایا " کرایہ کی تم بالکل فکر مت کرو۔ سارا خرچ میں خود برداشت کروں گا"۔ چنانچہ حاجی بوٹا صاحب کو حکم دیا کہ چودھری صاحب کا ٹکٹ بھی سیکنڈ کلاس کا

خرید لیا جائے۔ سرحد کے اس سفر میں چوہدری صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور حضور نے ان کے تمام اخراجات کی کفالت فرمائی۔

ایک دفعہ غلام نبی صاحب ٹھیکیدار بھٹہ گجرات کے اسٹیشن پر سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ وہ ریل سے اترنے لگے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "اترو مت۔ ہمارے ساتھ سرحد چلو" وہ بہت گھبرائے، اس لئے کہ ان کی جیب میں اس وقت لمبے سفر کے لئے کوئی رقم نہ تھی۔ مگر حضور نے خود ہی فوراً فرمایا "تمھیں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمھارے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا" چنانچہ صوبہ سرحد کے پورے سفر میں وہ ساتھ رہے۔ یارانِ سرحد کی خاطر مدارات کو وہ اب بھی مزے لے لے کر یاد کرتے ہیں۔

حافظ غلام مصطفےٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چک نمبر ۵۔ بھلوال) کوہ مری پر سلام کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا "حافظ جی! اب تم میرے ساتھ کشمیر چلو" انھوں نے عرض کیا میں تو صرف یہیں تک حاضر ہوا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا "آپ کی صحت خراب ہے۔ ضرور چلئے۔ خرچہ کی آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں ذمہ دار ہوں" میں بھی اس سفر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔ حضور حافظ صاحب کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے اور ان کا خیال رکھتے تھے۔ کشمیر سری نگر جا کے ان کی صحت کو بہت فائدہ ہوا۔ اور خوب تندرست ہو گئے۔

حضرت مولوی امام الدین صاحب رائے پوری خلیفۂ مجاز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر دورانِ تقریر فرمایا "حضرت کی اپنے غلاموں پر ایسی شفقت تھی کہ مثال نہیں ملتی۔ آپ نے سب کی دنیوی زندگی کو بھی پُرسکون بنایا۔ اور روحانی تربیت دے کر سب کو مدارج سلوک بھی طے کرا دیے" مولوی صاحب نے اپنا گریبان پکڑ کر فرمایا "میں بھی حضرت کے ادنیٰ خادموں میں سے ہوں" زار و قطار رو پڑے اور کہا "میرے پیر کی شان اور عظمت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے کہ مجھ جیسے گنہگار کو بھی کئی مدارج طے کرا کے منزلِ مقصود تک پہنچا دیا ہے"۔

صحبت خان کوہاٹی کے واقعات

صحبت خان کوہاٹ کے قریب موضع گڑھی ممتاز خان کے رہنے والے اور تار گھر میں ملازم تھے۔ انھوں نے صوبیدار محمد اکبر صاحب کوہاٹی کو بتایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اسلامیہ ہائی اسکول کوہاٹ کی بلند عمارت پر چڑھا

ہوا ہوں۔ جہاں سے مجھے ایک بلند پہاڑ کی چوٹی نظر آرہی ہے۔ میرے دل نے یہ تعبیر بتائی کہ مجھے انشاء اللہ کسی بلند رتبہ بزرگ کی زیارت نصیب ہوگی۔ کچھ دن بعد میں نے سنا کہ ایک پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور جُمعہ کی نماز حضرت حاجی سید بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا کریں گے۔ میں بھی دیدار کے اشتیاق میں مسجد جا پہنچا۔ مگر اس قدر زیادہ ہجوم تھا کہ میں زیارت کی عزت حاصل نہ کرسکا۔ اتنے میں حاجی محمد سعید صاحب نے اعلان کیا کہ حضرت صاحب اسلامیہ اسکول کے معائنہ کو تشریف لیجارہے ہیں" چنانچہ میں بھی اسکول کی عمارت کی چھت پر جا چڑھا کہ حضرت تشریف لائیں گے تو اسکول کے ہال کا معاینہ ضرور کریں گے۔ میں چھت کے روشندان سے زیارت کرسکوں گا۔ اتنے میں پیچھے سے اسلام علیکم کی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت صاحب بنفسِ نفیس تشریف لا رہے تھے۔ میں نے بڑھ کر دست بوسی کی تو حضور نے میرا ہاتھ زور سے دبایا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ میرے خواب کی تعبیر یہی بزرگ ہیں۔ چنانچہ مغرب کے وقت میں بابو غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان پر حاضر ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ حضور سحری کے وقت داخل سلسلہ فرمائیں گے۔ چنانچہ دوسرے احباب کے ساتھ میں بھی داخل ہوگیا۔

صحبت خان صاحب مرحوم ہی نے بیان کیا تھا کہ "۱۹۳۷-۳۸ء میں میری تعیناتی چراٹ میں ہوئی۔ وہاں کینٹین میں لیاقت حسین مرادآبادی مرحوم مینجر تھے۔ بڑے خوش مزاج، حاضر جواب اور باتونی شخص تھے۔ ہم سب انھیں "بڑے بھائی" کہا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت قبلۂ عالم پشاور تشریف لائے تو لیاقت حسین بھی میرے ساتھ آکر اپنی مرضی سے داخل سلسلہ ہوگئے۔ دوسرے سال جب حضور پشاور آئے تو میں نے لیاقت حسین سے قدم بوسی کے لئے چلنے کو کہا۔ انھوں نے عذر کیا کہ "فلاں افسر آرہا ہے۔ فلاں کام ہے"۔ مجھ سے فرمایش کی کہ میں سلام عرض کردوں۔ میں حاضر ہوا اور قدم بوسی سے سرفراز ہوا تو میں نے لیاقت حسین کا سلام بھی عرض کیا۔ حضور نے تفصیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ کیا کرتا ہے۔ کہاں کا رہنے والا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر سلام کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں واپس آیا تو میں نے یہ ساری تفصیل لیاقت حسین کو سنادی۔ وہ بھی سن کر چپ ہوگئے۔"

"لیاقت حسین مجھے "مولوی صاحب" کہا کرتے تھے۔ کوئی چھ سات ماہ بعد ایک دن مجھ سے کہنے لگے "آپ کو یاد ہے کہ جب میں نے حضور کی خدمت میں آپ کے ذریعے سلام کہلا بھیجا تھا

توحضور نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ آپ سے تفصیل سُن کر مجھے بے حد رنج ہُوا تھا۔ اور مَیں نے سوچا تھا کہ مَیں نے کیسے پیر کا ہاتھ پکڑا ہے جو مجھے پہچانتا بھی نہیں۔ مَیں نے آپ سے ذکر مناسب نہ جانا اور چُپ رہا۔ مگر آج میرے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں اپنے خیال فاسد سے تائب ہُوا۔"

"میرے دریافت کرنے پر لیاقت حسین صاحب نے سنایا کہ "کینٹین کے ٹھیکیدار کا بڑا لڑکا محمد صدیق مجھ سے اُلجھ پڑا تھا۔ اور بغیر کسی خطا اور قصور کے میری سخت بے عزّتی کی تھی۔ میں سخت رنجیدہ اور مغموم تھا۔ جی چاہتا تھا کہ ملازمت چھوڑ دوں۔ پھر خیال آتا تھا کہ بسر اوقات کیسے ہوگی۔ بیوی بچّوں کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ اتنی تنخواہ کی دوسری ملازمت کہاں ملے گی۔ اسی پریشانی اور اضطراب میں ظہر کا وقت آگیا۔ نماز ادا کر کے میں مراقبہ میں بیٹھا تو محسوس ہُوا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے ہیں۔ اور اُنگلی کے اشارے سے فرما رہے ہیں کہ "کوئی فکر مت کرو"۔ معًا میرے دل سے سارا بوجھ اُتر گیا اور مجھے اطمینان حاصل ہوگیا۔"

"اس کے بعد بھائی لیاقت حسین نے کہا کہ "میں حسبِ معمول چار بجے کینٹین گیا تو محمد صدیق بھی آگیا۔ مجھ سے "بڑے بھائی" کہہ کر خطاب کیا۔ اور گپ شپ کرتا رہا۔ اب میں نے جانا کہ میرا پیر کیسا کامل ہے۔ اَب خدا کے فضل سے میرا اعتقاد صحیح ہوگیا اور مجھے اپنے پیر پر کامل بھروسا ہے۔" اسکے بعد تو لیاقت حسین کا یہ حال تھا کہ اگر ان میں ہم میں کوئی بحث ہو جاتی اور کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا۔ تو وہ اگلے روز بتا دیتے کہ رات خواب میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ مسئلہ اس طرح صحیح ہے۔"

"میں نے پہلے کہا تھا کہ "بڑے بھائی" باتونی بہت تھے۔ ہر ایک سے گپ شپ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ کئی پیر قسم کے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم ہمارے مُرید ہو جاؤ۔ تو وُہ از راہِ مذاق ہر ایک سے کہہ دیا کرتے تھے کہ "جو دو روپیہ روز دینے کا وعدہ کرے گا"، میں اس کا مُرید ہوں گا۔" ہم لوگ اس بات کو ان کی خوش مزاجی کا ایک نمونہ سمجھتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے "مولوی صاحب! وہ دو روپے روز والا معاملہ بھی ٹھیک ہوگیا ہے۔" میں سمجھ گیا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دستگیری فرمائی ہے۔ تشریح نہ میں نے چاہی نہ اُنھوں نے مناسب سمجھی۔"

صوبیدار محمد اکبر خان صاحب کوہاٹی صحبت خان صاحب مرحوم کی بابت کہتے تھے کہ "جب

کبھی یاران طریقت میں کسی مسئلے پر اختلاف رائے ہوتا تھا تو صحبت خان کہتے تھے کہ میں اس کا صحیح جواب کل بتادوں گا۔ رات کو وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ کا صحیح جواب معلوم کر کے یاروں کو بتادیا کرتے تھے۔
ایک دفعہ صحبت خاں صاحب اپنے لڑکے فقیر محمد (عرف نوٹس خان) کے ساتھ عرس شریف پر آرہے تھے۔ جہلم سے دو اور یار بھی اسی ڈبے میں سوار ہوئے۔ وہ راستے بھر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کرتے رہے۔ اور اپنے قصے سناتے رہے کہ کس کس موقع پر وہ حضور کے ہمرکاب رہے۔ دربار شریف پہنچے تو اس وقت حضور باہر میدان میں باغ کے باہر رونق افروز تھے۔ زائرین کا بڑا ہجوم تھا۔ خدام نے حلقہ باندھ رکھا تھا۔ اور یاروں کو صرف دست بوسی کا موقع دیتے تھے تاکہ ہجوم کی وجہ سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ جب صحبت خان آکر دست بوس ہوئے تو حضور نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور پاس بٹھا کر تمام حالات دریافت فرمانے لگے۔ خادم خاص عبدالعزیز صاحب نے ان سے کہا "اٹھو! اوروں کو بھی موقع دو" اور ان کو اٹھانے لگے۔ مگر حضور نے منع فرمادیا۔ نصف گھنٹہ کے بعد عبدالعزیز سے کہا "ان کو بہت اچھا اور ٹھنڈا شربت پلاؤ" پھر صحبت خاں سے دریافت فرمایا "تمھارے کتنے ساتھی ہیں" انھوں نے عرض کیا "چار" یعنی انھوں نے جہلم کے ان دونوں یاروں کو بھی شامل کر کے تعداد بتائی۔ حضور نے عبدالعزیز کو پھر تاکید کی کہ "ان کو ٹالنا نہیں۔ ٹھنڈا شربت پلانا" چنانچہ عبدالعزیز نے ان چاروں کو خوب ٹھنڈا اور لذیذ شربت سیر کر کے پلایا۔ وہ جہلم والے یار صحبت خان سے کہنے لگے "یار! تم تو چھپے رستم نکلے ہم نے تو سارے راستے باتیں کر کر کے تمھارا دماغ کھا لیا تھا۔ اور تم بالکل خاموش رہے"

یارانِ طریقت کی تعلیم و تلقین

حاجی شیخ کرم آلہی صاحب خلیفۂ مجاز حضرت شمس الملت سجادہ نشین ثانی مدظلہ سے حضور کو بہت محبت تھی۔ شیخ صاحب جب بھی حاضر ہوتے آپ واپسی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ "آپ رہ جاؤ۔ آپ کی دکان کا جتنا ہرجانہ ہوگا میں ادا کروں گا" اسی طرح دوسرے یارانِ طریقت کو آپ زیادہ سے زیادہ روک کے رکھتے تھے۔ کبھی یہ بھی کہتے "بھائی! مجھے اکیلا چھوڑ دو گے"۔ کبھی ایسا ہوتا کہ نئے مہمان آجاتے تو پہلے کے آئے ہوئے یاروں کو اجازت عطا کر دیتے۔ آپ مریدین کو "یار" کے لفظ سے خطاب فرماتے۔ اور سب کے ساتھ بے حد مدارات اور خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ دراصل آپ اپنے پاس اس مقصد سے

زیادہ دن روکتے تھے کہ اس طرح یاروں کی تعلیم و تلقین بہتر ہوگی۔ اور وہ دن رات مسائل سُن کر اپنا دین اور اپنی عاقبت سدھار سکیں گے۔ خواجہ ماسٹر کرم الٰہی صاحب خلیفۂ مجاز سیالکوٹ سے حاضری دینے ہفتے کی شام کو آتے اور اتوار کو واپس چلے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ یہ مراعات تھی کہ ان کو اتنی جلد واپسی کی اجازت مل جاتی تھی۔ وہ بھی سالہا سال اس معمول پر قایم رہے۔ کچہری کی چھٹیاں ہوتیں تو البتہ وہ بھی کئی کئی دن دربار شریف میں حاضر رہتے تھے۔

خواب میں ہدایت فرمانا

بیداری اور حضور کے علاوہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواب میں بھی تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ نماز قضا ہو رہی ہوتی تو آپ بیدار فرما دیتے۔ تہجد کی نماز کے لئے بہت سے یاروں کو خواب میں آکر بیدار کیا ہے۔ کبھی ایسے میں چپت یا چھڑی مار کر تنبیہہ بھی کی ہے۔ اور بیداری پر اس شخص نے ضرب کا اثر یا انگلیوں کا نشان دیکھا ہے۔ مستری اللہ رکھا صاحب نارووال نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے بے نماز شخص کے ساتھ کھانا کھا لیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور بہت سے یاران طریقت کو ان کی کوتاہیوں پر ہنٹر مار کر سزا دے رہے ہیں۔ مجھ سے فرمایا "تیرے دو ہنٹر لگیں گے"۔ صبح میرے ہاتھ میں کافی درد تھا، جو دوپہر تک رہا۔ مولوی سید احمد صاحب سکنہ کھکھیکے کو خواب میں داخل سلسلہ فرمایا۔ اور نماز اور دیگر احکام کی تلقین کی۔ کچھ دن بعد وہ علی پور شریف حاضر ہو کر بیعت ہوئے تو فرمایا "پہلا بتایا ہوا سبق بھول گیا ہے"۔

مستری فضل دین صاحب سکنہ کلاس والا ایک بھٹے پر کام کرتے تھے۔ عرس شریف کے دن آئے تو انھوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ لیکن بھٹے والا رخصت دینے پر راضی نہ تھا۔ وہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر فرمایا "تم کو جلسے میں شامل ہونے سے کون روک سکتا ہے"۔ اور ہاتھ پکڑ کر علی پور کی طرف کھینچا۔ بھٹے والا اندر سویا ہوا تھا۔ وہ باہر آیا اور اس نے مستری صاحب کو اٹھا کر کہا "جاؤ علی پور سیداں ہو آؤ۔ چلو میں تمھیں رخصت کر آتا ہوں"۔ یہ کہہ کر دو میل تک ساتھ آیا۔ مستری صاحب نے اس سے بار بار پوچھا کہ آپ تو رخصت نہیں دیتے تھے۔ اب ارادہ کیسے بدل گیا۔ مگر اس نے تفصیل بتانے سے گریز کیا۔ اور کہا کہ حضور کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا۔

حضور کا یہ فیضان دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔آپ اب بھی بیداری میں، خواب میں، یا کسی دوسرے کے ذریعے تبلیغ اور ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔ سچ ہے:

این مدرسہ نیست جائے آواز　　　　از سینہ بسینہ می رسد راز

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر شفقت

اس دارِ فانی سے وصال فرمانے کے بعد ایک دفعہ اہل حدیث کے عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے خواب میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر مولوی صاحب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور آپ سے چارپائی پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "مولوی صاحب! تم چارپائی پر بیٹھو۔ مَیں عالم کے سامنے کبھی تمام عمر چارپائی پر نہیں بیٹھا"۔ مولوی صاحب نے حضور کے قدموں کو ہاتھ لگا کر مُنہ پر پھیرا تو ایسا لطف آیا کہ مدت العمر یاد رہا۔ مولوی صاحب نے اپنے اس خواب کو شایع کرایا اور خلقِ خدا کو بتایا۔ اس پر بڑی لے دے ہوئی مگر اُنھوں نے کہا کہ جس بات کا میں خود شاہد ہوں، اس کے بیان کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب "ردِّ مرزائیت" میں بھی حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کے ہمراہ جلسوں میں شرکت کرتے رہے۔ اور انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس کی شرکت کے لئے علی پور سیداں بھی آئے تھے۔

دھسّے میں بتاشے

ایک بار حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کنوئیں کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک مائی حاضر ہوئی۔ اور اس نے تھوڑے سے بتاشے خدمتِ والا میں پیش کئے۔ آپ نے اس کی دلداری کے لئے اپنے دُھسّے میں بتاشے لے لئے۔ وہ چلی گئی تو مجھ سے فرمایا "اختر! یہ بتاشے لے لو۔ مَیں حیران ہُوا اور سوچنے لگا کہ مجھ سے حضور نے پہلے ہی کیوں نہ فرمایا کہ لے لو۔ اتنے قیمتی دُھسّے میں مٹھاس کا اثر آ گیا تو کیڑا لگ جائے گا۔ یا مکھیاں اس پر بیٹھنے لگیں گی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ارشاد فرمایا "مسئلہ سنو۔ مَیں اعوان شریف والے حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ اتنے میں ایک مائی آئی۔ اور اس نے دو پیسے نذر پیش کی۔ آپ نے وہ پیسے آنکھوں سے

لگائے۔ اور فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں۔ مائی نے نہیں دیے۔ اس نے تم کو کیوں نہیں دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھیجے ہیں"۔ حضرت قبلہ کی زبان مبارک سے یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اس حکایت کے بیان سے میری تعلیم مقصود ہے۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ "انسان کب کسی کو کچھ دے سکتا ہے۔ وُہ خود ہی منگتا ہے"۔

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے آپ کا زیادہ وقت سفر میں گزرتا تھا۔ تبلیغ و ارشاد اور نشر دینِ حق کے علاوہ ان سفروں میں آپ یارانِ طریقت کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری بھی فرماتے تھے۔ چند سال بعد ان مقامات کے دورے کی ضرور باری آ جاتی تھی۔ درمیانی مدت میں خط و کتابت کے ذریعے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ شروع میں حضور کا ایک نامۂ مبارک درج ہو چکا ہے، اس سے آپ کی شفقت، پرسش احوال، خبر گیری اور ہدایات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آخر میں جو مکتوبات شریف درج ہیں اُن سے بھی اس بات کا اندازہ ہوگا۔

امیرِ حلقہ کا تقرر

علاوہ ازیں آپ ہر شہر میں ایک یار کو امیر حلقہ بنا کر ہدایت فرماتے تھے کہ سب پیر بھائی ہر ہفتے جمع ہوا کریں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ اصحاب کو امیر حلقہ مقرر کرتے تاکہ دوری اور مسافت کی وجہ سے پیر بھائیوں کو دقت نہ ہو اور سب کو ہر ہفتہ حلقہ میں شرکت آسان ہو جائے۔ ہدایت ہوتی کہ جمع ہو کر اوّل ختم شریف پڑھیں۔ ختم خواجگان، ختم مجددیہ، ختم معصومیہ اوّل پڑھا جاتا۔ پھر حلقۂ ذکر ہوتا۔ بعض یار ختم شریف کے لئے مٹھائی لے آتے تو وہ تقسیم کی جاتی۔ صاحبِ خانہ عام طور پر چائے کا انتظام کرتے تھے۔ کچھ دیر محبت و مؤانست کی باتیں ہوتیں۔ حلقہ کے مقررہ وقت کے لحاظ سے عصر، مغرب، عشا جن نمازوں کا وقت آ جاتا، با جماعت ادا کی جاتیں۔ اور سب پیر بھائی آئندہ ہفتہ دوبارہ جمع ہونے کی نیت دل میں لیے ہوئے منتشر ہو جاتے۔ ان حلقہ ہائے ذکر کی رُوداد یں رسالہ انوار الصوفیہ وغیرہ میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ حضورؒ ان رُودادوں کا حال بڑے شوق سے سُنتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ ہر مقام پر کسی یار کو امیر حلقہ بنا دیتے تھے۔ جیسا کہ پشاور میں پہلے حافظ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ تھے، اب حافظ سلطان احمد صاحب ہیں۔ راولپنڈی میں مستری محمد شفیع صاحب تھے، پھر شیخ زین العابدین صاحب ہوئے، اب ڈاکٹر حکیم محمد حسین صاحب ہیں۔ گجرات میں حضرت حاجی حافظ سیّد ولایت شاہ صاحب تھے۔ اب سارا کام حاجی منشی احمد دین صاحب

اوورسیر کے صاحبزادگان انجام دیتے ہیں۔ سیالکوٹ میں خان غلام نبی خان صاحب تھے، پھر قاضی شمس الدین صاحب اب امیر حلقہ حافظ عبداللطیف صاحب ہیں۔ لائل پور میں چوہدری عطامحمد صاحب اور حاجی اللہ ودھایا صاحب مقبول پور (ضلع لائل پور) میں حاجی پیر سید طفیل شاہ صاحب۔ ملتان میں ولی محمد شاہ صاحب اور حافظ صدیق انور صاحب۔ کراچی میں بھائی نور محمد صاحب اور بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب بخشی صاحب کے مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد پروفیسر حاجی مولانا حامد حسن صاحب قادری۔ اور پھر بھائی حاجی ذاکر علی صاحب۔ لاہور میں حکیم مبارک احمد صاحب اور حاجی غلام جیلانی صاحب۔ قیام پاکستان سے قبل امرتسر میں مولوی خیر شاہ صاحب اور مولوی غلام احمد صاحب اخگر۔ جالندھر بستی غزاں میں منشی بہلول صاحب۔ رہتک میں پہلے حافظ انور علی صاحب تھے۔ ان کے بعد بھائی حفیظ الدین صاحب۔ آگرہ میں مولانا حاجی عابد حسن صاحب فریدی خلیفۂ مجاز اور ان کے انتقال کے بعد مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری خلیفۂ مجاز۔ مدراس میں محمد اکبر صاحب۔ حیدرآباد دکن میں مولوی خیرالمبین صاحب۔ ان کے انتقال کے بعد قاری شہاب الدین صاحب۔ بنگلور میں بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب۔ میسور میں غلام حسین صاحب اور محبوب پیران صاحب۔ احمد آباد میں حضرت مولانا محمد خوب صاحب خلیفۂ مجاز۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے محمد عبداللہ صاحب۔ مزنگ لاہور میں شیخ مشتاق احمد صاحب۔ حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی خلیفہ مجاز کے یاران طریقت بھی لاہور میں کئی جگہ حلقہ کراتے ہیں۔ سانگلاہل میں ڈاکٹر غلام حیدر صاحب کوہاٹ میں حاجی سرور خان صاحب خلیفۂ مجاز اور جناب سید سعید شاہ صاحب بنوری۔ شیخوپورہ میں ڈاکٹر محمد ظریف صاحب۔ مراد آباد (بھارت) میں محمد طاہر صاحب۔ غرض برِصغیر کے طول و عرض میں ہر جگہ حضرت کسی یار کو امیر حلقہ مقرر فرماتے تھے تاکہ پیر بھائیوں کا باہمی میل ملاقات اور ذکر و فکر جاری رہنے۔ امیر حلقہ حضرات میں جن کو حضور نے تعلیم و تلقین کے قابل پایا، ان کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ تاکہ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ وسیع تر ہو سکے۔

خدّام خاص

سفر و حضر میں ایک دو خادم ضرور حضور کے ہمراہ ہوتے تھے۔ گاؤں میں ہر وقت بہت لوگ خدمت میں حاضر رہتے تھے اور کسی قسم کا بھی کام کرنے کا موقع پاتے تو سعادت جانتے تھے مگر خدمت کے لئے خاص درویش متعین ہوتے، جو منشائے مبارک کو سمجھتے اور کاموں کی نوعیت سے واقف ہوتے تھے۔ سفر میں دوسرے امادت مند ہمہ وقت حاضر خدمت رہتے اور ان درویشوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

حضور اپنے خادموں اور درویشوں کی ضروریات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ یہ درویش اپنا سارا وقت برسوں حضور کی خدمت گزاری میں صرف کرتے تو آپ ان کے اہل و عیال اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری پر نظر رکھتے تھے کہ کسی مشکل اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ ایسے یارانِ طریقت بھی تھے جو تعطیلات کا زمانہ علی پور شریف آ کر خدمت والا میں گزارتے اور خدمت کی عزت حاصل کرتے۔

مولوی عبد اللطیف صاحب بہادر گڑھ سے ہر سال گرمیوں کی تعطیلات میں حضور کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سفر و حضر میں ہمراہ ہوتے۔ پھلکا نہایت عمدہ اور ہلکا پکاتے تھے۔ پھلکے کے دونوں پرت پھول کر الگ ہو جاتے تھے۔ ان کا پکایا ہوا پھلکا حضرت کو بہت پسند تھا۔ کھا کر خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ ان کا نام ہی اس مناسبت سے "مولوی پھلکا" پڑ گیا تھا۔ حضرت نے کشمیر میں پھلکا پکانے میں مجھے ان کا شاگرد بنایا۔ دو ماہ شاگردی کر کے مجھے مہارت حاصل ہو گئی تو حضور نے فرمایا "شاگرد اُستاد سے بڑھ گیا ہے"۔

ضلع میانوالی کے رہنے والے ماسٹر روشن دین صاحب دو ماہ کی چھٹیاں حضرت کی خدمت میں گزارتے تھے۔ بہت صالح اور پرہیز گار آدمی تھے۔ اسی طرح مولوی غلام نبی صاحب اور مولوی محمد عالم صاحب سفر میں حاضر رہ کر خدمات سر انجام دینے کو اپنی خوش قسمتی تصوّر کرتے تھے۔ ابتدائی ایّام میں حاجی حبیب اللہ صاحب میر پوری ہمراہ ہوتے۔ بہت نیک اور

بزرگ آدمی ہیں۔ اسدعلی صاحب بمبئی کے رہنے والے نہایت اچھے نعت خوان تھے۔ حاجی سائیں فضل دین صاحب بھی اسد علی صاحب کی طرح سفر میں ہمراہ رہے ہیں۔ حاجی عبداللہ صاحب بٹالوی امرتسری بہت نیک اور پرہیزگار آدمی تھے۔ وہ بھی کافی عرصہ حضرت کی خدمت میں رہے ہیں۔

حاجی محمد بوٹا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ دراز تک حضرت کی خدمت کی ہے۔ اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بے شمار حج بھی کئے ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد بھی علی پور شریف میں مقیم رہے، یہیں رحلت فرمائی اور یہیں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی خلیفہ مجاز نے دس سال تک خدمت کی ہے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے بھی حاجی بوٹا صاحب کی طرح خدمت کا شرف حاصل کیا ہے۔ حاجی عبدالعزیز صاحب بھی آخری عمر میں حاجی بوٹا صاحب کے ہمراہ خادم رہے ہیں۔ حاجی حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پہلے کسی نے خدمت کی سعادت حاصل کی ہو تو مجھے علم نہیں۔

مکاشفات

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ لِاَنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى (ترجمہ) "مومن کی فراست سے بچتے رہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی وساطت سے دیکھتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کے حکم سے ہر چیز پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ مکان اور زمان کے حدود سے ماورا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طاقت عطا فرماتے ہیں۔ یہ ان کا فضل وکرم ہوتا ہے۔ مشاہدات اور تجربات اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ اسی لئے مولانا روم رح نے فرمایا ہے ع "لوح محفوظ است پیش اولیا" یہ کمال انسان کا اپنا نہیں، اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔

مکاشفات کی قسمیں

تمام اولیائے کرام کا مکاشفہ ان کے مدارج کے مطابق ہوتا ہے۔ مکاشفہ کی کئی قسمیں ہیں۔ میرے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سب عطا ہوئی تھیں۔ گزشتہ اور آئندہ کے حالات جان لینا۔ دوسروں کے دل کے خیالات سے مطلع ہو جانا۔ نزدیک ہو یا دور سب احوال سے باخبر ہونا۔

مشکلات میں امداد کرنا۔ نزدیک ہو یا دور آنے والی آفات سے متنبہ کرنا۔ مدت مدید اور عرصۂ دراز کی باتیں بالکل صحیح بیان کر دینا۔ کتابی علوم کو بروقت بتانا حالانکہ کتابوں سے آپ کو عرصۂ دراز سے کوئی ظاہری تعلق نہ رہا تھا۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے مکاشفات آپ کے لئے ادنیٰ بات تھے۔

یہ واضح رہے کہ علم غیب اور چیز ہے اور مکاشفہ دوسری بات ہے۔ کشف و کرامت ولایت کی دلیل ضرور ہیں مگر ان کا اظہار بے ضرورت پسندیدہ نہیں۔ اولیاء اللہ اسی وقت کشف و کرامت کا اظہار کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی کے دین، ایمان، جان یا عزت کو ضرر پہنچنے والا ہے۔ ہر وقت اظہار نہیں کرتے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ولی سے اگر کرامت کا اظہار ہوتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی ولایت کو طاعون ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ اسے ریا سمجھتے ہیں اور شہرت کا سبب پاتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان اس سے گریز کرتے ہیں۔"

دِل کی بات جان لینا

یاران طریقت واقف ہیں، اور اکثر نے اس کا اظہار بھی کیا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمارے خیالات اور دل کے حالات سے بخوبی باخبر رہتے تھے۔ گو اس کا اظہار صرف ضرورت کے وقت ہی فرماتے تھے۔ چنانچہ ہم سب سخت خوف زدہ رہتے تھے کہ کوئی ایسا خیال نہ آجائے جو حضرت کی ناراضگی کا باعث ہو۔ خلافِ شرع کوئی بات اگر کسی کے دل میں آتی تو آپ فوراً ٹوک دیتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہی نہ ہونے دیتے کہ انھیں سب خبر ہے۔ ہم سب غلاموں کو اب بھی یقین ہے کہ حضرت اب بھی ہمارے احوال سے اتنے ہی باخبر ہیں جتنے اس حیاتِ ظاہری میں تھے۔ چنانچہ ایسی مثالیں بہت سی ہیں کہ کسی یار نے کوئی امر خلافِ شرع سوچا تو اسے فوراً تنبیہہ کی گئی۔ بعض اوقات سزا بھی ملی ہے۔

حاجی سید احمد صاحب کہتے ہیں کہ "میں زیادہ تر حضرت کے قریب رہتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ حضور ہر شخص کو اس کے خیالات پر ٹوک دیتے یا انتباہ فرما دیتے ہیں، تو میں کسی قسم کا خیال ہی دل میں نہیں آنے دیتا تھا۔ مبادا حضور کی ناگواری کا سبب ہو جائے۔ اگر کبھی میرے دل میں کوئی خیال آیا تو حضور نے فوراً آگاہ فرما دیا۔" یاران طریقت ہی تک محدود نہیں، غیر لوگ بھی آج تک حضور کے فیض سے استفادہ کرتے ہیں۔ جو کوئی جس وقت بھی حضرت کو یاد کرتا ہے۔ آپ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ بہت سے غیر لوگوں نے اپنے واقعات مجھے سنائے ہیں۔

کیپٹن علی گوہر صاحب کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح ان کو آپ نے بی بی جان کے بمبئی میں رحلت پانے کی اطلاع اسی وقت دے دی تھی۔ اسی طرح یہ واقعہ ہوا کہ آپ نے علی گوہر صاحب کو قبل از وقت صوبیدار کہہ کر خطاب فرمایا۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ صوبیدار لکھنا شروع کر دیا۔ جس پر حکام معترض ہوئے۔ انھوں نے باز پرس کے جواب میں کہا مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میرے پیر صاحب نے مجھے "صوبیدار" تحریر کیا ہے تو یہ غلط نہیں ہو سکتا۔ تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا وہ اس وقت سے قبل صوبیدار بنائے جانے کے مستحق ہو چکے تھے۔

حاجی پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی ایم اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز ۱۹۲۴ء میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے تھے، جبکہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فتنۂ ارتداد کے انسداد اور تبلیغ دین کی تنظیم کے سلسلہ میں آگرہ میں قیام فرما تھے۔ حلقہ کے بعد اور دوسرے اوقات میں حاضرین کے لئے الگ چائے لائی جاتی تھی اور حضور کا قہوہ علیحدہ پیش ہوتا تھا۔ فریدی صاحب نے سوچا کہ عام لنگر کی چائے ایسی لذیذ ہے تو حضور کو جو پیش کی گئی ہے وہ تو بہت ہی مزیدار ہوگی۔ اسی وقت حضرت نے ارشاد کیا "فریدی صاحب کو قہوہ دو"۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور تلخ قہوہ نوش جان فرماتے تھے۔ فریدی صاحب کو بہت کوفت ہوئی۔ خود فرماتے تھے کہ بڑی مشکل سے میں نے قہوہ کی وہ پیالی ختم کی۔

مجھے خود پچیس سال کا تجربہ ہے کہ جو خیال دل میں آیا حضور نے فوراً اس پر مطلع کر دیا۔ اور جو بھی آپ نے بیان کیا ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔

تار کے مضمون کی تصحیح

گورداسپور میں سینیر سب جج کی عدالت میں پورو وال آرائیاں کی زمین کا مقدمہ تھا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیروی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے وہاں سے تار دیا کہ جج نے آٹھ ہزار روپے کا ہمارے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ جب تار آیا ہے تو حضور تہ خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ دوبارہ سہ بارہ تار کا مضمون صحیح طور پر بیان کرنے کا حکم دیا۔ عرض کیا گیا آٹھ ہزار کا فیصلہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا "جج سے غلطی ہوئی ہے سولہ ہزار کی رقم ہے"۔ بعد میں تار آیا کہ جج سے فیصلہ سنانے میں غلطی ہو گئی تھی۔ رقم سولہ ہزار ہے۔

فریقین کو فیصلہ دوبارہ سنانے کے لئے پھر طلب کیا گیا ہے اور سمن جاری ہو گئے ہیں۔ آپ نے تار سُنا تو خاموش ہو گئے۔

زمین سے فصل نہ ملنا

مَیں نے پونا کماد (گنا) لگانے کے لئے زمین تیار کروائی تھی۔ آپ باہر کھیت میں تشریف لے گئے تو دریافت کیا "کیا کاشت کرو گے؟" مَیں نے عرض کیا "پونا کماد"۔ فرمایا "کسی اور زمین میں کاشت کرو۔ یہاں نہیں ہوگا۔" مَیں نے عرض کیا "اب تو زمین تیار کروا کے مَیں نے بیج بھی لگا دیے ہیں۔ اب دوسری جگہ لگانا مشکل ہے۔" حضور خاموش ہو گئے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی مگر ایک پوری بھی نہ ہوئی۔

معالجوں کے متفقہ فیصلہ کی تردید

۱۹۴۱ء میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت شدید بیمار ہو گئے تھے۔ پاؤں، چہرے اور ہاتھوں پر ورم آ گیا تھا۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ نماز اشاروں سے ادا فرماتے تھے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے مجھے علیحدہ بلا کر کہا کہ "حضرت کو گھر لے جاؤ۔ تم یہاں اکیلے ہو، دیکھ بھال نہیں ہو سکتی۔ بعد میں پریشانی ہو گی۔" میں نے اگلے دن عرض کیا "گھر چلیں۔" فرمایا "وہاں گرمی بہت ہے۔ مَیں بہت کمزور ہوں۔ وہاں جا کر کیا کریں گے۔" مَیں نے کد و سُوت کے لئے عرض کیا کہ وہ جگہ ٹھنڈی ہے۔ اور گھر سے بھی قریب ہے۔ ارشاد فرمایا "گھبراؤ نہیں۔ میری زندگی ابھی کافی ہے۔ یہ سب یونہی بکتے ہیں۔ مَیں ان کی دوا ہرگز استعمال نہیں کروں گا۔ وہ کہاں سے میرے رب بن بیٹھے ہیں۔" حکم دیا سب دوائیں، پھینک دو اور شیشیاں، توڑ ڈالو۔ چند روز بعد آپ خدا کے فضل سے رُوبصحت ہو گئے۔ اس کے بعد دس سال اور حیات رہے۔

۱۹۴۹ء میں لاہور میں مجھے طلب کیا اور فرمایا "جو تجھ سے کہتے تھے کہ مَیں مر جاؤں گا۔ ان میں سے اب صرف ایک شخص زندہ تھا۔ آج وہ بھی چل بسا ہے۔ وہ تجھے اس وقت ڈراتے تھے کہ اسے گھر لے جاؤ۔ یہ مر جائے گا۔ وہ یونہی بکتے تھے۔ میرا رب تو مجھے اب حج اور زیارت کو لے جا رہا ہے۔ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔"

پسِ پُشت دُرود شریف

حاجی عطا محمد صاحب سیالکوٹی کے والد صاحب نے کہا "مَیں اس وقت تمہارے پیر صاحب سے بیعت ہوں گا جب مجھے ثابت ہو

جائے کہ وہ کامل ولی اللہ ہیں"۔ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تو آپ کی پشت پر کھڑے ہو کر آہستہ آہستہ درود شریف پڑھنے لگے۔ حضور نے فوراً فرمایا "باباجی! میرے سامنے آجاؤ۔ پیچھے کھڑے ہو کر درود شریف نہیں پڑھا کرتے"۔ یہ کشف دیکھ کر وہ اسی وقت داخل ہو گئے۔

سادھوؤں کے دل کی بات

کشمیر کے سفر میں ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دھوپ میں قالین بچھا کر آرام فرما رہے تھے اتنے میں تیس چالیس سادھو جو وہاں کہیں قریب ہی رہتے تھے سلام کے لئے آئے۔ اور دریافت کیا "گورو مہاراج کا گھر کہاں ہے"۔ آپ نے فرمایا "اُجڑ گیاں دا ڈیرا کیڑا اے"۔ فقیروں کے بھی کہیں گھر ہوتے ہیں۔ جہاں رات آئی بسر کر لی۔ ع درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست"۔ یہی ان کے دل کی بات تھی۔ سوال سے ان کا مقصد یہی کیفیت جاننا تھا۔ آپ کے جواب سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ اچھلنے کودنے لگے۔ اور آپ کے قدموں کو ہاتھ لگا کر کہا کہ "یہ ہے سچ کا گورو"۔

مسجد شہید گنج کی بابت ارشاد

حاجی عبدالرحمان صاحب لائلپوری بیان کرتے تھے کہ مسجد شہید گنج کے ہنگامے ۱۹۳۵ء کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "اب تو ایک چارپائی کی جگہ بھی نہیں دیتے۔ انشاء اللہ حکومت دے کر رہیں گے"۔ ارشاد ہوا کہ "انگریز اور سکھ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے"۔ اس وقت کسی کو گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسا ممکن ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہمارے سامنے پورے کر دیے۔

ہجرت کی مخالفت

تحریک خلافت کے زمانے میں جب ہجرت کی تحریک چلی ہے تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا کہ "کوئی مسلمان ہجرت نہ کرے۔ مسلمانوں کے لئے یہ ہجرت سخت نقصان دہ ثابت ہو گی"۔ بہت لوگ آپ کا فرمان سُن کر رک گئے۔ جو لوگ ہجرت کے ارادے سے ملک سے باہر گئے، ان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں حکومت نے ان کے مکانات اور زمینیں ضبط کر لیں۔ ادھر مصائب سفر سے کتنے ہلاک ہو گئے، کتنے بے وطن رہے اور کتنے ہی خانماں برباد ہوئے۔

مرزا غلام احمد کی موت کی پیشگوئی

"ردّ مرزائیت" کے باب میں ذکر ہو چکا ہے کہ کس

طرح آپ نے لاہور کے جلسۂ عام میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اور ۲۴ گھنٹے کی مہلت دے کر اس کے لئے اذیّت ناک موت کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اگلے دن ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سخت کرب کے عالم میں موت سے ہم کنار ہوا۔ عبدالکریم سیالکوٹی مرزا کا خاص چیلہ تھا۔ اس سے قبل اس کی موت کی بھی آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور وہ بھی وقت معینہ پر کیفر کردار کو پہنچا تھا۔ جھوٹے نبی اور اس کے افترا پرداز چیلے دونوں کی موت کی کیفیت رہتی دنیا تک صفحۂ تاریخ پر ثبت رہے گی۔

نظام دکن کی اعانت

میر عثمان علی خان نظام دکن کی جب وائسرائے کے حضور میں شکایت کی گئی تو آپ نے ان کو راہ بتائی اور فرمایا کہ "کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا"۔ چنانچہ دشمن ناکام اور نظام دکن سرخرو ہوئے۔ اس کی تفصیل دکن میں تبلیغ کے سلسلے میں بیان کی جا چکی ہے۔

اولاد کی پیشگوئی

ضلع سرگودھا چک نمبر ۹ والے چوہدری مہرداد صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جموّں حاضر ہوئے۔ آپ جلسے میں وعظ فرما رہے تھے۔ دورانِ وعظ آپ نے چوہدری صاحب سے دریافت کیا "آپ کے کتنے بچّے ہیں"۔ انھوں نے کہا "کوئی بھی نہیں"۔ آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا "دُعا کرو۔ اللہ ان کو بچّہ دے"۔ انھوں نے عرض کیا "حضور صرف ایک لڑکا"۔ فرمایا "نہیں۔ پانچ"۔ ان کے پانچوں لڑکے اب بھی بقید حیات ہیں۔

مقدمہ سے براءت

انہی چوہدری صاحب کے خلاف دشمنوں نے ایک قتل کا مقدمہ بنا دیا تھا۔ بہت پریشان تھے۔ اُنھوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "گھبراؤ مت۔ سب بری ہو جائیں گے"۔ مقدمہ میں کئی ایسے موڑ آئے کہ وہ بہت زیادہ گھبرا گئے۔ اور دَوڑ دَوڑ کر دربار شریف حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا۔ "کوئی فکر مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو بری کریں گے"۔ چنانچہ خدا کے فضل سے سارے ملزم بری ہو گئے۔

فراستِ مومن

ایک عورت تھی لیلی حسین پوری۔ آپ نے اس کے شوہر کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ پہلی دفعہ آیا تو آپ نے بدون تعارف اس سے کہا "تم لیلی حسین

پوری کے شوہر ہو" اور سارے حالات و واقعات دہرا دیے۔ وہ حیران کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا اور آپ کو کیوں کر ان سب تفصیلات کا علم ہوا۔ حافظ محمد شفیع صاحب انسپکٹر پولیس لائل پور کی آپ نے بسم اللہ پڑھائی تھی۔ وہ پینتیس سال بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ساری تفصیلات بتا دیں۔ اس کا ذکر "فراست مومن" کے باب میں آچکا ہے۔

مولوی غلام احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ حافظ خلیل الرحمان صاحب حاضر ہوئے، تو حضرت کے پاس سیب رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے سوچا دیکھیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے سیب عطا کرتے ہیں یا نہیں۔ حضور نے ان کے دل کا خیال جان کر ان کو سیب کھلائے۔ وہ بے حد معتقد ہو گئے، داخل سلسلہ ہوئے، اور ہر سال عرس شریف کی شرکت کیلئے علی پور سیداں آتے رہے۔

مولوی خیر المبین صاحب کے جنازے میں شرکت

حیدر آباد دکن کے مولوی خیر المبین صاحب کا انتقال ہوا ہے تو حضور بمبئی میں قیام فرما تھے۔ آپ اچانک بمبئی سے روانہ ہو کر حیدر آباد تشریف لائے۔ تو مولوی خیر المبین صاحب وفات پا چکے تھے۔ ان کی وصیت تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ ورثا حیران تھے کہ حضرت تو بمبئی میں ہیں، کیا ہوگا، جب حضور اچانک وارد ہو گئے تو ان کو اطمینان ہوا۔ آپ نے نماز پڑھائی اور دفن میں شمولیت کی۔

حافظ غلام حسن کو تنبیہہ

حافظ غلام حسن صاحب کا ذکر کر چکا ہوں ان کے دل میں یہ شیطانی خیال جم گیا تھا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے۔ جب وہ علی پور شریف پہنچے تو حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے۔ حضور نے سلام پھیر کے فرمایا "جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ قرآن شریف اللہ کا کلام نہیں وہ کافر ہو جاتا ہے"۔ حافظ صاحب نے عرض کیا "مجھے ایسا خیال آتا ہے"۔ آپ نے فرمایا "اب نہیں آئے گا"۔

مقدمات کے دوران اکثر یاران طریقت کو فیصلہ سے آگاہ فرما دیا کرتے تھے۔ اور جیسا آپ فرماتے اسی کے مطابق حاکم کا فیصلہ ہوتا تھا۔ کئی پیر بھائیوں نے ایسے واقعات سنائے ہیں۔ بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی خلیفۂ مجاز اور غلام مصطفےٰ صاحب رہتکی کو پہلے سے ان کے مقدمات کے نتائج بتا دیے تھے۔ چنانچہ اسی کے حرف بحرف مطابق فیصلے ان کے حق میں ہوئے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور ان کے داماد کے واقعات بیان ہو چکے ہیں کہ کیسے

ان کو اپنی حیات میں اور وفات کے بعد ہدایت فرمائی۔ اور ان کے بگڑے کام بنائے۔ اسی طرح محمد اسلم صاحب کی غلطی پر محمد یعقوب کے ذریعے خواب میں ہدایت فرمائی تاکہ وہ چارپائی پر نماز پڑھنے کی غلطی ترک کر دیں۔ اس کی تفصیل بھی پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ پولیس افسر شیر احمد خان اور قصور والے پیر بھائی کا حال بھی پہلے آچکا ہے کہ کیسے آپ نے مدت مدید کے بعد ان کے سارے حالات بتا دیئے۔ غرض ایسے بے شمار واقعات ہیں جو یارانِ طریقت وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہے ہیں۔

جہادِ کشمیر میں دست گیری

ماسٹر غلام محمد صاحب کے لڑکے غلام رسول صوبیدار نے بیان کیا کہ ۴۸ء میں کشمیر میں جہاد کو گیا، تو حضرت ہر وقت جہاد میں میری اعانت فرماتے رہے۔ میں جہاں جاتا اور جدھر نظر کرتا حضرت کو ساتھ پاتا۔ آپ جیسے حکم دیتے، اس کے مطابق قتال کرتا۔ میں نے بیک وقت شیخ کے حکم کی تعمیل اور جہاد دونوں کا ثواب حاصل کیا۔ اور کامل طور پر محفوظ رہا۔"

اولاد کی خوشخبری

بہت سے یارانِ طریقت اولاد کی خواہش لے کر حاضرِ خدمت ہوتے۔ آپ ان کو اولاد کی خوشخبری سناتے۔ اکثر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونے کی خبر دیتے اور حکم دیتے کہ یہ نام رکھنا۔ حکیم قمر احمد صاحب اکبرآبادی کو پیرانہ سالی میں لڑکے کی مبارک باد دی اور نور محمد نام رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ انھوں نے حکمِ عالی کے مطابق یہی نام رکھا۔ نور محمد ایم اے بی ایڈ کراچی میں برسرِ روزگار اور جوان صالح ہیں۔ مستری محمد یوسف کوہاٹی کی والدہ کو تین سال قبل لڑکے کی خوشخبری سنائی اور ہدایت کی کہ محمد افضل نام رکھنا۔

دعائے صحت نہیں دعائے مغفرت

قاضی محمد افضل صاحب کوہاٹی نے بیان کیا کہ "ہمیش گل صاحب پیر بھائی بیمار تھے۔ حضور چورہ شریف عرس مبارک میں تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ میں نے ہمیش گل صاحب کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا "نہیں۔ مغفرت کی دعا کرو۔" میں کوہاٹ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال اسی دن ہوا تھا جب حضور نے مغفرت کی دعا فرمائی تھی۔

میری صحت کی پیش گوئی

۱۹۴۰ء میں بندہ اس قدر سخت بیمار ہو گیا تھا کہ حکیموں اور ڈاکٹروں

نے جواب دیدیا تھا۔ مَیں خود بھی اپنی زندگی سے مایوس ہوچکا تھا حضرت قبلۂ عالم نے میری والدہ صاحبہ محترمہ سے کہلوایا کہ "فکر مت کرو۔ اختر کی زندگی ابھی بہت لمبی باقی ہے" چنانچہ خدا کا فضل ہے کہ حضور کی دُعا سے اب تک بقید حیات ہوں۔

بھائی ذاکر علی صاحب کو زادِ راہ

بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی خلیفہ مجاز کو کشمیر کے سفر میں، ان کے بار بار انکار کے باوجود، پراٹھے، سالن اور بگو گوشت عطا فرمائے۔ انھوں نے اس توشے کو مجبوراً تعمیل ارشاد میں ساتھ لے لیا۔ راستے میں خلاف توقع رات کو رُکنا پڑا۔ دوُر دوُر کھانے کی کوئی چیز میسّر نہ تھی۔ معلوم ہوُا حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے بافراط ماکولات ساتھ کر دیے تھے۔

مولوی قطب الدین صاحب کو زادِ راہ

مولوی قطب الدین صاحب مدینہ منوّرہ سے روانہ ہونیوالے تھے۔ اجازت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے تو اُن سے فرمایا "ابھی ٹھیرو۔ فکر مت کرو۔ ابھی لاری نہیں جائے گی"۔ وُہ کہتے رہے کہ آدمی پر آدمی تقاضے کے لئے آرہا ہے۔ اجازت مرحمت فرمایئے۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا "انھیں بکنے دو۔ لاری ابھی نہیں جائے گی۔ کھانا اور تربوز لے لو پھر جانا"۔ وہ مجبوُر ہوگئے۔ کھانا تیار ہونے میں دیر لگی۔ یکے بعد دیگرے آدمی بلانے کے لئے آتے رہے مگر حضور نے اجازت نہ دی۔ کھانا تیار ہوگیا تو کھانا اور تربوز ساتھ کیا اور جانے دیا۔ اس اثناء میں کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ مولوی صاحب اڈے پر پہنچے تو بھی لاری چلنے میں دیر تھی۔ شام کو لاری روانہ ہوئی مگر راستے میں خراب ہوگئی۔ ایک شبانہ روز ریگستان میں رُکی رہی۔ تمام ساتھی سخت پریشان کہ دوُر دوُر آبادی نہیں، بھوک پیاس کا کیا ہوگا۔ مولوی صاحب نے دیکھا تو کھانا بافراط تھا۔ سب ساتھیوں کو کھلایا۔ اور تربوز نے پانی کی جگہ پیاس بجھائی۔ مولوی صاحب سامانِ طعام کی بہتات کو بار سمجھتے رہے تھے، اب پتہ چلا کہ حضور کا یہ کرم شامل حال نہ ہوتا تو جان پر بن جاتی۔

قبل از وقت جمعداری مبارکباد!

جمعدار قاسم علی خان ساکن نگانہ ضلع رہتک جنگ عظیم کے دوران فرانس میں تھے۔ حضور نے مکتوب گرامی میں ان کو خوشخبری لکھی کہ "فلاں تاریخ سے جمعداری مبارک ہو"۔ وہ حیران ہوئے کہ نہ سان نہ گمان، یہ کیسی مبارکباد ہے۔

کچھ مدت بعد ان کو سرکاری حکم ملا کہ "تم کو جمعدار کی آسامی پر ترقی دی گئی"۔ حکمنامہ دیکھا تو ترقی کی تاریخ وہی تھی جو حضور نے تحریر فرمادی تھی۔ چنانچہ گزشتہ تاریخ سے جمعداری کی تنخواہ ملنے لگی۔

مدینہ منورہ میں وفات

بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی نے عبداللہ حسین کی والدہ کے لئے عرض کیا کہ وہ حج کو جارہی ہیں۔ ان کو داخل سلسلہ فرمایا جائے اور صحت کی دُعا فرمائی جائے۔ آپ نے دُعا نہیں کی اور یہ شعر پڑھا:

زہے نصیب جو جاکر رہیں مدینے میں زہے نصیب جو جاکر مریں مدینے میں

یہی ہُوا۔ عبداللہ حسین کی والدہ مدینۂ منورہ پہنچ کر وفات پاگئیں۔ عبداللہ حسین نے بخشی صاحب قبلہ سے عرض کیا "حضور کے فرمان میں یہ حقیقت پوشیدہ تھی"۔

دلاور خان کے واقعات

مرزا دلاور خان صاحب (ضلع مردان) سے حضور نے فرمایا "فکر مت کرو۔ نوکری بحال رہے گی۔ مگر باہر بہت مت پھرا کرو"۔ انھوں نے فرمان مبارک پر توجہ نہ کی۔ علی پور شریف سے دہلی وغیرہ کی سَیر کو چلے گئے۔ کئی مہینے کی سیاحت کے بعد پشاور واپس ہوئے، تو پتہ چلا کہ اُنھیں غیر حاضری کی بناپر معطل کردیا گیا ہے۔ اب اُنھیں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان یاد آیا۔ ندامت ہوئی کہ میں نے تعمیل ارشاد نہ کی اور سیر و سیاحت کرتا پھرا۔ خیر کچھ دن کی دوڑ دھوپ کے بعد وہ بحال کردیئے گئے۔ اور گذشتہ تنخواہ بھی وصول ہوگئی۔

دلاور خان صاحب اس واقعے کے سات آٹھ سال بعد علی پور سیداں حاضر ہوئے تو حضور نے دیر میں آنے کی شکایت کی۔ انھوں نے غلطی کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ جلدی حاضر ہوتا رہوں گا۔ ارشاد فرمایا ع بہ جنازہ گر نہ آئی بہ مزار خواہی آمد۔ دلاور خاں حیراں ہوئے کہ میں تو جلدی حاضر ہونے کا وعدہ کر رہا ہوں، اور حضور یہ مصرع پڑھ رہے ہیں۔ اجازت لیکر چلے گئے۔

اس کے بعد ایسے اتفاقات پیش آتے رہے کہ وہ پچیس سال تک علی پور شریف حاضر نہ ہوسکے اس دَوران حضور نے وصال فرمایا۔ ایک رات ان کو خواب میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہُوئی۔ آپ نے فرمایا "آؤ۔ تمھاری واقفیت کرادی ہے"۔ وہ بے قرار ہوگئے۔ علی پور سیداں حاضر ہوئے۔ مزار مبارک پر آکر فاتحہ پڑھی تو پُرانا واقعہ اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھا ہُوا مصرع

یاد آیا، شرمندہ ہوئے اور بے تابی کے ساتھ زاروقطار رونے لگے۔ اور بار بار یہ مصرع دہراتے رہے۔ مزار مبارک سے اُٹھ کر حضرت سجادہ نشین اوّل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا "دلاور صاحب! آپ اتنی دیر بعد کیوں آئے"۔ معافی چاہی اور تاخیر نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اب وہ جلد جلد حاضر دربار ہوتے رہتے ہیں۔

دِل کی بات

حافظ احمد دین صاحب علی پوری نے بیان کیا کہ تین شخص حاضر خدمت ہوئے۔ محمد حنیف راج اور اس کے دو ساتھی۔ راستے میں تینوں نے الگ الگ باتیں دل میں سوچیں۔ ایک دوسرے سے بھی نہ بیان کیں۔ اور خیال کیا کہ دیکھیں حضرت صاحب کو ہماری باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ نہیں۔ جب حاضر خدمت ہوئے تو حضور نے تینوں کے دل کی باتیں بتادیں اور ان کی مرادیں پوری کر دیں۔ وہ تینوں داخل سلسلہ ہو گئے۔ اور عہد کیا کہ آیندہ کوئی مخفیہ بات دل میں نہ آنے دیں گے۔

زمینیں بحال رہیں

ہماری جو زمینیں گورداسپور میں تھیں، ان کے عوض ہمیں ۱۹۴۷ء کے بعد لایل پور میں زمین ملی تھی۔ بعض مہاجرین نے سرکار میں عرضیاں گزاریں کہ یہ لوگ مقامی ہیں۔ ان سے زمین واپس لی جاوے۔ مقدمہ شروع ہو گیا۔ حضرت سجادہ نشین اوّل سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تفصیلات لکھ بھیجیں۔ ارشاد فرمایا "یہ زمین اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہے۔ دُم دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ فکر مت کرو۔ یہ ہمارے پاس ہی رہے گی"۔ کئی برس مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ہمارے حق میں فیصلہ ہُوا۔ اور وہ زمین اب بھی خدا کے فضل سے ہمارے پاس ہے۔ یہاں کی فصل عرس شریف کی مہمان داری کے لئے خاص طور پر کام میں آتی ہے۔

خریداری زمین کے لئے روپیہ

حاجی محمد شفیع صاحب ولد حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لایل پور کے اسٹیشن پر مجھ سے ملے، اور درخواست کی کہ "علی پور شریف پہنچ کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میرا سلام کہیئے گا۔ اور یہ کہ قزل باش زمین فروخت کرتا ہے۔ بتیس ہزار میں سودا ہو رہا ہے۔ مگر میرے پاس ایک پیسہ نہیں۔ حکم فرمایا جائے کہ زمین لے لوں یا نہیں۔ اور دُعا کی جائے کہ کام آسان ہو جائے"۔ میں نے حاضر ہو کر ان کا پیغام اور درخواست پیش کی۔ فرمایا "کہو جلدی لے لیں"۔ میں نے عرض کیا اس

کے پاس پیسے نہیں ہیں۔" فرمایا "رب تعالیٰ زمین دیں گے تو رقم کا انتظام بھی فرمائیں گے۔" میں نے لائل پور واپس آکر حاجی صاحب کو حضرت کے حکم سے آگاہ کیا۔ انھوں نے ایک ہزار روپیہ کہیں سے قرض لیا۔ اور لاہور جاکر بیعانہ دے آئے۔ کچھ دن بعد پوری رقم کا انتظام ہو گیا اور انھوں نے زمین کی رجسٹری کرالی۔ خدا کے فضل سے یہ زمین ان کے پاس ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ ان کی اولاد کے پاس رہے گی۔

زمین کو امپرووومنٹ ٹرسٹ اور ریلوے لائن سے بچانا

کچھ عرصہ بعد حاجی صاحب نے ایک اور مربع خریدنے کی اجازت چاہی۔ حکم دیا "خرید لو۔" انھوں نے عرض کیا "خطرہ ہے کہ کہیں یہ زمین امپرووومنٹ ٹرسٹ میں نہ آجائے۔" ارشاد فرمایا "سابقہ زمین جو شہر کے اندر ہے وہ بھی نہیں آئے گی، اور یہ تو بہت دُور ہے۔" حالانکہ ہُوا یہ تھا کہ ان کی سابقہ زمین امپرووومنٹ ٹرسٹ میں آگئی تھی۔ کچھ دن معاملہ چلتا رہا۔ آخر وہ سابقہ زمین اس چکّر سے آزاد ہو گئی۔ اور نئی خرید کردہ زمین بدستور محفوظ ہے۔

حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لائل پور والی زمین میں سے ریل نکالنے کا حکم ہو چکا تھا۔ اور ریلوے کے افسر پیمائش کر رہے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا "مہر صاحب! یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" انھوں نے عرض کیا "اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے صدقے میں رزق کا وسیلہ عطا کیا تھا، یہ اسے باقی نہیں رہنے دیتے۔ اب یہاں سے ریلوے لائن گزار رہے ہیں۔" ارشاد فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زمین ہے۔ آپ سے کون لے سکتا ہے۔ یہ دیوانے ہیں۔ آپ کی زمین میں لائن نہیں بن سکتی۔ دوسری طرف جاکر بنائیں۔" پھر ہدایت فرمائی کہ آپ جاکر افسرانِ بالا سے مل آیئے۔ کچھ دن بعد مہر صاحب افسروں سے ملنے گئے تو متعلق افسر نے بتایا کہ "کئی روز ہوئے، حکم ہو گیا ہے۔ لائن آپ کی زمین کے بجائے دوسری زمین سے نکلے گی۔" مہر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور حضور کو مطلع کیا۔

صندوقچی گم ہونے اور مل جانے کی اطلاع

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تھے۔ ایک روز میرے استاد حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کو خواب میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مولوی صاحب سے کہا "مولوی جی! صاحبزادہ کوئی نہ کوئی چیز

گم کر دیتا ہے۔" یہ شکایت والد محترم حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تھی۔ صبح مولوی صاحب نے ہم لوگوں سے کہا کہ "حضرت صاحبزادہ صاحب کی کوئی اہم چیز گم ہوگئی ہے۔" ہم نے دریافت کیا آپ کو کیسے علم ہوا۔ مگر مولوی صاحب چپ ہو گئے۔

تھوڑی دیر میں حضرت والد صاحب قبلہ نے مولوی صاحب کو طلب فرما کر مطلع کیا کہ "میری صندوقچی گم ہوگئی ہے۔ اس میں مدرسہ، لنگر، مسجد اور دوسرے اخراجات کا بہت روپیہ تھا۔" سب کو حیرت ہوئی اور تلاش و جستجو میں مصروف ہو گئے۔ حضرت والد صاحب قبلہ بذاتِ خود چور کے تجسس میں میرپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر صندوقچی کا کوئی پتہ نہ چلا۔ دو تین دن بعد دوپہر کے وقت مولوی صاحب مذکور اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ بیدار ہوئے تو مجھے آواز دی اور بتایا کہ "اختر! مبارک ہو۔ صندوقچی مل گئی ہے۔" ہم سب بہت حیران ہوئے۔ مولوی صاحب سے تفصیل دریافت کرنے لگے۔ اتنے میں تار آیا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حیدرآباد سے صندوقچی مل جانے کی مبارک باد کا تار ارسال فرمایا تھا۔ کئی دن بعد مولوی صاحب قبلہ نے بتایا کہ "دونوں مرتبہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں مجھ سے وہی الفاظ فرمائے تھے جو میں نے تم لوگوں کے سامنے نقل کئے تھے۔"

قتل کے جھوٹے مقدمہ سے رہائی دلانا

جھنگ والے حاجی عبدالرحمان صاحب پر قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر ہوا اور انھیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔ جب عرصہ بعد فیصلہ کی تاریخ قریب آئی تو خواب میں ان کو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا "تم کو لینے آئے ہیں۔ چلو۔" پھر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے چابی نکال کر جیل کا دروازہ کھولا۔ اور دریافت فرمایا "سب آ گئے۔" ایک شخص باوجود تلاش کے نہ مل سکا۔ حضور نے فرمایا "تم سب چلو۔ اس کی قسمت۔" حاجی صاحب اس خواب سے بہت خوش ہوئے اور انھیں اطمینان ہو گیا۔ فیصلہ ہوا تو اس ایک شخص کو سزا ہو گئی تھی اور باقی سب بری ہو گئے تھے۔

درویش امام الدین کو تنبیہہ

درویش بابا امام الدین مرحوم حضرت کے کنوئیں سے گڑ کا ٹوکرا سر پر رکھے گھر لا رہے تھے۔ راستے میں نور محمد درویش ملا۔ اس نے کہا بھائی امام الدین تھوڑا گڑ لے لوں۔ اس نے جواب دیا لے لو۔ بابا امام الدین واپس

جاکر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ اسی طرح سر پر گُڑ کا ٹوکرا اٹھائے ہوئے جا رہا ہُوں، راستے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ملے اور دریافت کیا "بھائی امام الدین میں بھی گُڑ لے لوں؟" وہ جاگ گئے۔ اور توبہ کی کہ آیندہ حضرت کی چیز بلا حضور کی اجازت کے کبھی کسی کو نہیں دوں گا۔

ضبط شُدہ سامان کی واگذاری

حاجی میاں احمد صاحب کوہاٹی کا بیان ہے کہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران ۱۹۴۲ء میں ان کے دو پارسل جن میں چاندی کے کابلی روپے تھے پولیس نے دوسرے لوگوں کے مال کے ساتھ امرتسر کے اسٹیشن پر ضبط کر لیے۔ سب نے بہت واویلا کیا مگر پولیس نے ایک نہ سُنی۔ حاجی صاحب نے حضرت کی خدمت میں آکر سارا واقعہ عرض کیا۔ دریافت فرمایا "چوری، ڈاکہ یا امانت وغیرہ کا ناجائز مال تھا؟" انھوں نے عرض کیا "جی نہیں۔ ہمارا ذاتی جائز مال تھا۔" فرمایا "پھر کون لے سکتا ہے۔ فکر نہ کرو۔ واپس مل جائے گا۔" ریلوے مجسٹریٹ اور پھر سیشن جج کی عدالتوں میں مقدمہ حاجی میاں احمد صاحب کے خلاف فیصل ہُوا۔ جن دوسرے لوگوں کا مال بھی اسی طرح ضبط ہُوا تھا۔ وہ سب سخت پریشان تھے کہ اتنی بڑی رقم بلا وجہ ہاتھ سے جا رہی ہے۔ مگر حاجی صاحب بالکل مطمئن تھے کہ جب حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا ہے تو کچھ نہیں ہو گا۔ آخر ہائی کورٹ میں اپیل ہُوئی۔ جسٹس منیر نے سرکاری وکیل سے باز پُرس کی کہ جب روپیہ ان کا ذاتی ہے تو حکومت کو ضبطی کا کیا حق پہنچتا ہے۔ سرکاری وکیل سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ جج نے سختی سے دریافت کیا۔ اور تنگ آکر اگلی تاریخ دے دی ——— مگر اگلی تاریخ پر بھی سرکاری وکیل کوئی قابلِ لحاظ عذر پیش نہ کر سکا۔ آخر ہائی کورٹ سے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے حق میں فیصلہ ہُوا اور ان کا روپیہ واپس مل گیا۔

مقدّمے کے فیصلے سے پہلے بَری ہونے کی بشارت دیدی

منجھلے صاحبزادہ حضرت الحاج حافظ سیّد خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مرزائیوں نے لاہور میں جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ عرصے تک اس کی پیروی نے سب کو بے حد پریشان رکھا۔ "ردِّ مرزائیت" کے باب میں تفصیل آچکی ہے کہ کس طرح حضور نے قبل از فیصلہ بتا دیا تھا۔ اور دیگیں پکوانے کا حکم دے دیا تھا۔

طالب علم کو پاس کرانا

بابو محمد اسلم ڈسکوی جب اسکول میں پڑھتے تھے تو سالانہ امتحان میں ہیڈ ماسٹر نے ان کو فیل کر دیا۔ خود منت سماجت کی، دوسروں سے سفارشیں کروائیں مگر ہیڈ ماسٹر کسی طرح نہ مانتا تھا۔ مایوسی اور پریشانی میں انھوں نے حضورؒ کو یاد کیا۔ خواب میں آپ نے محمد اسلم کو اپنا عصائے مبارک عطا کیا اور حکم دیا کہ دشمن کو مارو۔ انھوں نے خواب ہی میں حکم کی تعمیل کی۔ دوسرے دن نتیجہ سنانے کے وقت ہیڈ ماسٹر نے ایک ماتحت مدرس سے کہا "میں نے سارے سفارشیوں کو رد کر دیا تھا۔ مگر اب مجبوراً محمد اسلم کو پاس کرتا ہوں۔" محمد اسلم کے والد صاحب ہیڈ ماسٹر کے پاس شکریہ ادا کرنے گئے، تو اس نے کہا "آپ کے پیر و مرشد بہت کامل بزرگ ہیں۔ ورنہ میں تو اسلم کو ہرگز پاس نہ کرتا۔"

پھانسی سے بچانا

حاجی ماسٹر کرم الٰہی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کے بھتیجے سردار محمد نے ریل میں ایک سکھ کو قتل کر دیا تھا۔ سنگین واقعہ تھا۔ مقدمہ چلا۔ ماتحت عدالتوں نے خلاف فیصلہ کیا۔ سب کو سخت تشویش اور پریشانی تھی۔ ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی مگر دلوں میں سخت اضطراب تھا۔ حضورؒ نے ماسٹر صاحب سے کہا "کوئی فکر مت کرو۔ اس کی زندگی بہت ہے۔ پھانسی کی سزا نہیں ہوگی۔" چنانچہ ہائی کورٹ سے موت کی سزا بدل دی گئی۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ اب تک بقیدِ حیات ہے۔

چودھری غلام رسول صاحب سکنہ مرڑ کلاں ضلع شیخوپورہ مہاجر اعوان کی والدہ نے کشمیر میں عرض کیا کہ اس کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اور شہادتیں خلاف گزر رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا "جا مائی! اللہ تعالیٰ نے تیرے لڑکے کی جان بخشی کر دی ہے۔ اس کو پھانسی نہیں ہوگی۔" چنانچہ خدا کے فضل سے وہ اب بھی بخیریت زندہ ہے۔

حاجی سید احمد صاحب کے خلاف فوجداری کا مقدمہ چل رہا تھا۔ شہادتیں خلاف تھیں۔ اور وکلا بھی مایوس تھے۔ فیصلہ کے دن حضورؒ نے حاجی صاحب کو پانچ روپے عطا کئے اور فرمایا "شام کو آتی دفعہ کچالو لیتے آنا۔" وہ خوش خوش کچہری گئے اور سب سے کہہ دیا کہ ہم آج بری ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ حضورؒ نے پانچ روپے دیے ہیں اور حکم دیا ہے کہ شام کو کچالو لیتے آنا۔ چنانچہ عدالت نے ان کو بری کر دیا۔ اور وہ شام کو کچالو خرید کر حاضر خدمت ہوئے۔

صاحبزادہ افضل حسین شاہ صاحب کی ولادت کی پیش گوئی

۱۹۴۲ء میں محمد خان کو خواب میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا "یہ بچہ جو میری گود میں ہے اختر حسین کا ہے"۔ محمد خان نے حویلی پر آکر حضرت والدہ صاحبہ قبلہ کی خدمت میں مُبارک باد کہلوا بھیجی۔ چند روز بعد میری اہلیہ کے ولادت ہُوئی اور عزیزم سید افضل حسین سلمہٗ پیدا ہُوا۔

دِل کی بات کا جواب

عبداللہ صاحب ساکن پھیلہ تحصیل قصور نے بیان کیا کہ ذیلدار گومگو میں تھا کہ حضرت سے داخل ہوں یا نہیں۔ اس نے اپنے چھوٹے بچے کو دو روپے دے کر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور نیّت کی کہ اگر حضور نے بچّے سے نذر لے لی تو مرید نہیں ہوں گا۔ اور اگر نہیں لی تو مرید ہو جاؤں گا۔ بچّہ نے حسبِ ہدایت نذر پیش کی تو حضور نے فرمایا "نابالغ بچوں سے لینا روا نہیں۔ بچّوں کو تو دینا چاہیئے"۔ چنانچہ آپ نے بچّے کو مٹھائی عطا فرمائی۔ ذیلدار صاحب کو اپنے خیال کا جواب مل گیا۔ اور وُہ اسی دن داخل سلسلہ ہو گئے۔

اب کے گونگا بچہ پیدا نہیں ہو گا

حافظ علی اصغر صاحب سکنہ بھوجہ کی والدہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ "میرے دو لڑکے ہیں اور دونوں گونگے ہیں"۔ ارشاد کیا "اب کے جو ہوگا گونگا نہیں ہوگا"۔ علی اکبر پیدا ہُوا تو وُہ لے کر حاضر خدمت ہُوئی۔ آپ نے بچے کے مُنہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا "یہ گونگا نہیں ہوگا"۔ اس کے بعد جب علی اصغر پیدا ہوا تو وہ لے کر حاضر ہُوئی۔ ارشاد فرمایا "اسے حافظ بنانا۔ یہ بھی گونگا نہیں ہوگا"۔ چنانچہ خدا کے فضل سے دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔ اور ان کی زبان میں ذرا سی لکنت بھی نہیں ہے۔

چار لڑکوں کی پیش گوئی

حاجی عبدالرحمان صاحب جھنگ والے کی دو بیویاں تھیں جن سے لڑکیاں تو تھیں، مگر لڑکا کوئی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے موقع پر عرض کیا کہ "حضور! حاجی عبدالرحمان بہت مخلص یار ہے۔ اس کے لڑکا کوئی نہیں۔ دُعا فرمائی جائے کہ لڑکا پیدا ہو"۔

پھر مولوی صاحب نے یہ قصّہ سنایا کہ سیال شریف والوں نے ایک پیر بھائی کو

لکھا کہ "بچوں کے لئے ٹوپیاں خریدلو"۔ اس نے لکھا کہ "لڑکا تو کوئی نہیں کتنی ٹوپیاں خریدوں"۔ پیر صاحب سیال شریف نے حکم دیا "چار"۔ رب تعالیٰ نے اُسے چار لڑکے عطا فرمائے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "دُعا مانگو۔ رب تعالیٰ حاجی عبدالرحمان کو اولاد عطا فرمائے"۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ان کے بھی یکے بعد دیگرے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلے لڑکے کا نام بھی غلام محمد مدنی اسی وقت رکھ دیا۔ حاجی عبدالرحمان کی پہلی بیوی سے مطلق اولاد نہیں ہوتی تھی، حضرت قبلہ کے کرم اور توجہ سے اس کے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس طرح ان کے کل لڑکے پانچ ہو گئے۔

ایسا ہی واقعہ حاجی سید احمد صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ ان کے بھی کوئی لڑکا نہ تھا۔ انھوں نے خدمت والا میں عرض کیا۔ فرمایا "رب تعالیٰ تم کو لڑکا دے گا تو اسے حفظ کرانا"۔ حاجی صاحب نے وعدہ کیا۔ رب تعالیٰ نے فضل کیا اور ان کو لڑکا عطا کیا۔ حاجی صاحب نے وعدہ پورا کیا اور اسے مدرسۂ نقشبندیہ میں کلام مجید حفظ کرایا۔ خدا دولت دارین سے مالا مال فرمائے!۔

مرید کہلوانے کی آرزو پوری ہوئی

صحبت خان صاحب کوہاٹی کا ذکر "یارانِ طریقت" کے باب میں آچکا ہے۔ انھوں نے صوبیدار محمد اکبر صاحب کوہاٹی کو اپنا یہ واقعہ سُنایا۔ کہتے تھے کہ "حضور ہمیشہ اپنے غلاموں کو یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ مگر میری خواہش تھی کہ کبھی مجھے اپنا مُرید کہہ کر یاد فرمائیں"۔ کہتے تھے کہ "ہر جمعرات کو بعد نماز عصر محلہ بنوریاں گڑھی مواز خان متصل کوہاٹ میں حضرت حاجی پیر سید سعید شاہ صاحب خلیفۂ مجاز کے مکان پر حلقہ ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں حلقہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں کسی نے کہا کہ "انگوٹھ والے پیر صاحب جو بابا دین محمد صاحب چوراہی کے خلفا میں سے ہیں، ان کے گھر ہنگو والے فقیر صاحب آئے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے مانے ہوئے بزرگ ہیں۔ چلو اوّل ان کی زیارت کرلیں۔ پھر حلقہ میں چلیں گے"۔

"خیر ہم سب یاران فقیر صاحب کی خدمت میں گئے۔ سب کے ساتھ میں نے بھی دست بوسی کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم سب حلقہ میں جا کے شامل ہو گئے۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ

"ایک بہت بڑا میدان ہے۔ فرش بچھے ہوئے ہیں۔ بڑی خلقت جمع ہے۔ سامنے مسند پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ میں دوڑ کر آگے گیا اور حضور کی دست بوسی کی۔ بڑی شفقت سے فرمایا۔ "میرے مرید ہو کر اس کے ہاتھ چومتے ہو۔" حضور نے دو تین بار یہی جملہ دُہرایا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نظر آیا کہ ہنگو والے وہ فقیر صاحب دُور ایک طرف کھڑے ہوئے ہیں۔"

اس خواب سے ایک تو میری یہ آرزو پوری ہو گئی کہ حضور نے زبان مبارک سے مجھے اپنا مرید کہہ کر پکارا۔ دوسرے یہ ہدایت ہو گئی کہ "یک در گیر محکم بگیر"۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے سوائے صاحبزادگان والاتبار اور حضور کے کبھی اور کسی کے ہاتھ نہیں چومے۔"

غرض اس طرح کے ہزاروں واقعات ہیں۔



کرامات

کرامت کا برحق ہونا

انبیائے کرام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے۔ معجزہ نبی کی نبوت پر اور کرامت ولی کی ولایت پر دال ہوتے ہیں۔ عقاید نسفی میں ہے کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ" (ترجمہ) اولیاء اللہ کی کرامتیں سچ

ہوتی ہیں "۔

کرامت اور معجزہ کے معنے یہ ہیں کہ عقل ان کی فہم سے قاصر ہو۔ عادت کسی کام کا اس طرح وقوع پذیر ہونا روا نہ رکھتی ہو ــــــــ خرق عادت کے یہی معنے ہیں۔ خرق عادت ہی کا دوسرا نام کرامت ہے۔ کرامت کا واسطہ ذات رب العزت سے ہوتا ہے، ولی اللہ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اسی لئے کرامت ہمیشہ حق ہوتی ہے۔

استدراج کا کرامت سے التباس ہو جاتا ہے۔ استدراج کافر اور فاسق سے بھی سرزد ہوتا ہے، مگر کرامت کے لئے ایمان کامل اور صفائے باطن لازم شرط ہے۔ بعض ناسمجھ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک عقل قبول نہ کرے کیسے مانا جائے۔ مَیں کہتا ہوں کرامت نام ہی ہے خرقِ عادت کا، عقل اس کا ادراک نہیں کرسکتی۔ اگر سمجھ اور فہم میں آجائے اور مقابل کو عاجز نہ کرے تو وہ کرامت ہی نہیں۔

قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بہت سے معجزات بیان ہوئے ہیں۔ جو سب حق ہیں اور ان پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اسی طرح صحیح احادیث اور مستند روایات میں اولیاء اللہ کے خوارق عادات اور کرامات مذکور ہیں۔ جن پر ہر راسخ العقیدہ مسلمان اعتقاد رکھتا ہے۔ بعض بے علم یا ناسمجھ لوگوں نے ایسی جو روایات بزرگانِ دین سے منسوب کی ہیں جو خلافِ شریعت ہیں۔ وہ یقیناً غلط ہیں۔ ان کو کرامات میں شمار کرنا کسی طرح روا نہیں۔ شریعت اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی کسوٹی ہے، اس سے ولی اللہ تو درکنار، کوئی صاحب ایمان بھی انحراف نہیں کرسکتا۔

حضرت امیر ملّت رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور صاحب تصرّف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی۔ اور آپ کا فیض دیار و امصار میں دُور دُور تک پھیلا۔ آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد بھی بے شمار ہے۔

ساری عمر ہمہ وقت تبلیغ و ارشاد

(۱) یوں تو آپ کی حیات مبارک اور معمولات روزمرّہ خود کرامت تھے۔ آپ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اور سیرت پر مختصر نظر ڈال چکے ہیں۔ آپ بارہ مہینے تیس دن چوبیس گھنٹے برابر تبلیغ و ارشاد اور مسائل شرعیہ بتانے میں مصروف رہتے تھے۔ عمر مبارک کے نصف آخر کا بالخصوص خیال کیجئے۔ آپ دُبلے پتلے منحنی ہمیشہ

کے تھے۔ اس حصۂ عمر میں بیماریوں اور مشقتوں ریاضتوں نے اور زیادہ ضعیف کر دیا تھا۔ پھر بھی ایسی حالت میں تقریباً پچاس سال سے زیادہ مدت انھی مشغولیتوں میں صرف فرمائی۔ سب کا مشاہدہ ہے کہ رات کو چند گھنٹے بھی آرام نہ فرماتے تھے۔ اور مسلسل مسئلے سنانے، تبلیغ فرمانے اور راہِ راست کی تلقین میں مصروف رہتے تھے۔ کیا یہ مداومت و مزاولت عادت مستمرہ سے مافوق نہیں ہے؟ تو پھر اسے کیوں نہ کرامت سمجھا جائے؟

عظیم الشان اجتماعات میں آواز کا سُنا جانا

(۲) حضور نے اکثر و بیشتر ہزاروں کے مجمع سے خطاب فرمایا ہے۔ اکثر حاضرین کی تعداد پچاس پچاس ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ مالابار۔ حیدر آباد، میسور، مدراس، لائل پور، لاہور کے جلسوں کے دیکھنے والے اب بھی بقیدِ حیات ہیں۔ بتاتے ہیں کہ حدِ نظر تک آدمی ہی آدمی ہوتے تھے۔ ان عظیم الشان اجتماعات میں آپ نے گھنٹوں تقریریں کی ہیں۔ آپ کی آواز معمول سے بھی زیادہ پست تھی۔ مگر ان اجتماعات میں ہر شخص آپ کی آواز سنتا اور آپ کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوتا تھا۔ یہ روشن کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

مدت العمر شبینے سُنانا

(۳) رمضان المبارک میں تراویح میں آپ کا مدت العمر کلام مجید سُنانا بھی کرامت سے کم نہیں۔ عالم شباب سے زمانۂ ضعیفی تک یہ معمول جاری رہا۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ حیات میں آپ بیس تاریخ تک ان کو قرآن پاک سناتے تھے۔ پھر اکیس تاریخ کو علی پور سیداں کی مسجد میں اپنے والد صاحب رح کو شبینہ سُناتے تھے۔ اس کے بعد کے دنوں میں اکثر ایسا ہوتا کہ دن بھر سفر، روزہ اور مواعظ حسنہ اور ہر رات ہر نئے شہر میں صرف دو رکعت میں شبینہ سُنانا۔ سیالکوٹ میں پہلی رات گزرتی تو لاہور، قصور، فیروز پور، جالندھر ہوتے ہوئے دہلی تک اسی معمول کے مطابق قرآن پاک سناتے رہتے۔ اور یہ معمول ضعیف العمری تک جاری رہا۔ کیا یہ کرامت نہیں؟

پہلے حاجی محمد حسین صاحب سیالکوٹی کا بیان آچکا ہے کہ انھوں نے دہلی کی فتحپوری مسجد میں حضور سے شبینہ سُنا۔ دہلی کی یہ مسجد بہت وسیع و عریض ہے۔ جس میں بیک وقت سات آٹھ ہزار آدمی سما جاتے ہیں۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ آخری صف تک ہر شخص آپ کی آواز بخوبی سُن رہا تھا۔ یہی حال اکثر دوسرے مقامات پر بھی لوگوں کے مشاہدے میں آیا ہے۔

جود وسخا۔ مصارف خیر

(۴) حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جود وسخا کا کچھ تذکرہ آچکا ہے۔ عام مشاہدہ یہی ہے کہ آپ کے پاس کوئی پیسہ نہ ہوتا تھا۔ مگر اخراجات وعطیات اور سخاوت کا ایک بے پایاں سمندر ہے کہ جاری ہے۔ پورے سفر مقدس میں مہمان داری جس دریا دلی اور سیر چشمی سے جاری رہتی اس کے لئے شاہی خزانے بھی کافی نہیں ہو سکتے، مگر درویش کی مسند برابر متحمل ہوتی رہی۔ اور مرد مومن کی کرامت کا نمونہ دکھاتی رہی۔ مسند کے نیچے سے نکال نکال کر سائلوں کی حاجت روائی فرماتے رہتے۔

مسجد نور اور دوسری تعمیرات کے سلسلے میں آگے تفصیل آئے گی کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کس سیر چشمی سے ان مصارفِ خیر میں خرچ کرتے تھے۔ مسجد نور کی لکڑی کی خریداری کے لئے آپ سیالکوٹ گئے تو بنئیے سے دس روپے قرض لینے پڑے تھے۔ ایک حبّہ پاس نہ تھا۔ مگر نہ صرف یہ کہ بہترین لکڑی خرید فرمائی۔ بلکہ سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر بھی خریدے جاتے رہے۔ کاریگروں کی تنخواہیں اور جملہ اخراجات بھی انجام پاتے رہے۔ صنعت کار، نقاش، اور دوسرے کاریگر دور دور سے بلائے گئے اور مسجد نور زیادہ سے زیادہ مزین و منور ہوتی چلی گئی۔ قالین، جانماز، پردے کیسے کیسے قیمتی خریدے گئے۔ زاویہ گزیں اور متوکل علی اللہ مرد درویش نے آخر وہ تعمیر یادگار چھوڑی جس کے پاسنگ بنانا بھی آج کے بادشاہوں کے بس کی بات نہیں۔ یہ سب کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

کتنے ہی مہمان ہوں کھانے کا بچ جانا

(۵) سفر وحضر میں مہمانوں کی خاطر ومدارات بہترین کھانوں سے ہمیشہ کی جاتی رہی۔ پہلے ایسے واقعات بیان میں آچکے ہیں جب خادم نے عرض کیا کہ راشن اور سامان خوراک اختتام پر ہے۔ مگر حضور نے خوان یغما میں فرق نہ آنے دیا۔ اور آپ کے تصرّف اور خدا کے فضل وکرم سے کبھی کمی نہ ہونے پائی ـــ اور سینکڑوں ہزاروں اشخاص ایک وقت میں شکم سیر ہو کر اچھی اور لذیذ غذائیں کھاتے رہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت کے اپنے کھانے کے لئے آپ کے خادم خاص تھوڑا سا خشکہ، مرغی کا شوربا اور پھلکا علیٰحدہ پکایا کرتے تھے۔ مگر سب کا مشاہدہ ہے کہ آپ ہمیشہ تمام حاضرین وقت کو کھانے میں شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ اپنے گھر کے تو آپ مالک تھے۔ کھانے میں کبھی کمی تو کیا آتی، ہمیشہ بچتا ہی رہا۔ مگر لطف اس وقت آتا تھا جب کوئی اور شخص آپ

کی دعوت کرتا تھا۔سب کو معلوم تھا کہ حضور کے ہمراہ جو خلقت ہوگی اس کا پہلے سے صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں۔قیاس سے جو کھانا تیار کرایا جاتا ، بسا اوقات یہ ہوتا کہ مہمانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ایسے مواقع پر ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ حضور نے اپنا کوئی کپڑا دے کر فرمایا کہ اسے کھانے پر ڈال دو۔ اور بغیر کپڑا اٹھائے کھانا نکال نکال کے کھلاتے جاؤ۔سب کا مشاہدہ ہے کہ اس طرح یہ کھانا گھنٹوں مہمانوں کو کھلایا جاتا ، سینکڑوں اور ہزاروں شکم سیر ہو کر اٹھ جاتے اور کھانا بچا رہتا۔یہی تو کرامت کا کرشمہ ہے !!

حاجی مہر حاکم دین کی دعوت

(۶) چک نمبر ۲۲۴ لائل پور کے حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی مرتبہ حضور کی دعوت کی۔انھیں یہ تو اندازہ تھا کہ حضور کے ہمراہ کچھ زیادہ ہی آدمی آتے ہیں۔مگر اس دن تو حد ہوگئی۔اتنی زیادہ خلقت آئی کہ کھانا عشر عشیر کے لئے بھی پورا نہ پڑتا۔ چھال خانوانہ سے ان کے گھر تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔سخت پریشان ہوئے۔حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر تو ہر چیز روشن تھی۔آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا "مہر صاحب ! میری یہ چادر کھانے پر ڈال دو۔ اور سب کو کھلانا شروع کر دو۔میں بعد میں کھاؤں گا"۔ جب سب کھا چکے تو آپ نے حکم دیا آواز دو کہ جس نے نہیں کھایا آئے اور کھانا کھالے۔اس کے بعد فرمایا "میرے لئے کھانا لاؤ۔خمیری روٹی لانا"۔ مہر صاحب نے عرض کیا "خمیری روٹی تو نہیں پکائی ہے"۔آپ نے فرمایا "چادر کے نیچے سے نکال لاؤ"۔ دیکھا تو خمیری روٹیاں موجود تھیں۔پیش کی گئیں۔تناول فرما چکے تو ارشاد کیا "مہر صاحب! ہر شخص اپنے مقدر کا کھاتا ہے۔اور آپ کے گھر میں رحمت و برکت چھوڑ جاتا ہے"۔

نور محمد حجام کی دعوت

(۷) موضع مہیس کے نور محمد صاحب حجام اور غریب پیر بھائی تھے۔ انھوں نے جمعہ کی دعوت قبول فرمانے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جمعہ کے علاوہ کوئی دن رکھو۔جمعہ کو بہت خلقت ہوگی۔تم غریب آدمی ہو۔تم کو تکلیف ہوگی"۔ نور محمد کو معلوم تھا کہ کھانے کے وقت بے اندازہ مخلوق جمع ہو جاتی ہے ، مگر حضور کے تصرف سے کھانا پھر بھی پورا پڑتا ہے ، بلکہ بچ جاتا ہے۔انھوں نے اصرار کر کے جمعہ ہی منظور کروالیا۔تا کہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔

جمعہ کو گرد و نواح سے نماز کے لئے خلقت اُمنڈ آئی، جس طرف نظر اُٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔ کھانے کے لئے حسبِ دستور صلائے عام تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا "میری چادر لے جاکر کھانے پر ڈال دو۔ اور کھلانا شروع کر دو"۔ جمعہ کی نماز سے قبل اور پھر بعد میں شام تک کھانے کا سلسلہ جاری رہا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور حسبِ دستور پھر بھی بہت سا بچ رہا۔ گاؤں کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہر دعوت میں بے اندازہ مخلوق جمع ہو جایا کرتی ہے۔ مگر نور محمد صاحب کے گھر تو اور بھی بے حساب خلقت جمع ہو گئی تھی۔ اتنا کم کھانا اور اتنی زیادہ مخلوق کھانے والی۔ اور پھر سب شکم سیر ہو کر گئے۔ یہ بات عقل سے ماورا ہے کہ نہیں؟ اسی کا نام کرامت ہے۔

مرید کیلئے مسلمان کا پکایا ہُوا کھانا مہیا فرمانا

(۸) صوبیدار خوشی محمد صاحب نے اپنا یہ واقعہ علی پور شریف میں جلسۂ عام میں بیان کیا۔ کہتے تھے "۱۹۱۴ء میں میٹرک کا امتحان دے کر میں اپنے چچازاد بھائی ڈاکٹر محمد فاضل صاحب کے پاس کالکا چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول تھا کہ ایک دن ڈیوٹی پر شملہ جاتے تھے اور دوسرے دن لوٹ آتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ برٹوگ کا اسٹیشن آدھے راستے پر ہے۔ دوپہر کا کھانا اس اسٹیشن پر کھایا۔ مگر پیٹ نہ بھرا۔ رات ہم نے اسٹیشن پر سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبے میں گزاری۔ شام کے بعد ایک آدمی کھانا لایا۔ مَیں نے دیکھا تو وہ ہندو تھا۔ مَیں نے بھائی صاحب سے کہا "مَیں ہندو کا کھانا نہیں کھاتا۔ آپ روا رکھتے ہیں تو کھا لیجیے"۔ ان کو افسوس ہُوا۔ کہنے لگے "مجھے یاد نہیں رہا ورنہ کسی مسلمان دوست سے کہہ دیتا۔ اب کیا کرو گے۔ یہاں تو جنگل ہی جنگل ہے۔ کچھ کھانے کو نہیں ملتا"۔ مَیں نے جواب دیا "کوئی ہرج نہیں۔ مسلمان کو روزے کی عادت ہوتی ہے۔ یُوں بھی رات گزر جائے گی"۔

یہ کہہ کر مَیں نماز عشا ادا کرنے لگا۔ میری نماز کے دوران ایک مسلمان آیا اور بھائی صاحب کو کھانا دے گیا۔ مَیں نے سلام پھیرا اور یہ بات معلوم ہُوئی تو مَیں نے کہا "یہ کھانا میرے لئے آیا ہے۔ اس میں آپ کا حصّہ نہیں"۔ بھائی صاحب کہنے لگے ——— "بھائی تیرا ایمان بڑا پکا ہے۔ تیرے لئے غیب سے سامان ہو گیا"۔ مَیں نے نماز سے فارغ ہو کر سیر ہو کے کھانا کھایا۔ اس وقت تو خیال نہ آیا۔ مگر بعد میں سمجھ میں آیا کہ یہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصرّف تھا کہ اس ویرانہ میں حلال کھانا میرے لئے بھیج دیا۔

تین وقت کے بھوکے کو غیر آباد جگہ میں کھانا پہنچوانا

(۹) صوبیدار خوشی محمد صاحب مرحوم نے اسی جلسہ میں اپنا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ "غالباً جنوری ۱۹۲۱ء کا زمانہ تھا۔ ہماری پلٹن کوہاٹ میں تعینات تھی۔ مجھے حکم ملا کہ باہر جانے کے لئے اپنی کمپنی تیار کرو۔ چنانچہ دو گھنٹے کے اندر ہم تیار ہو کر لاریوں پر سوار ہو گئے۔ اور کوہاٹ سے بیس میل دُور موضع لاچی پہنچ گئے۔ تمام سامان اور سواریاں وہاں چھوڑ کر اسلحہ سے لیس صرف ایک برساتی لئے پیدل روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ بادل چھائے ہوئے تھے کبھی کبھی بوندیں بھی پڑ جاتی تھیں۔ پہاڑوں کی وادی میں ٹھہرنے کا حکم ملا۔ ہم ایک ڈاکو پارٹی کو گھیرے میں لینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اس لئے مکمل طور پر خاموش رکھنے کا حکم تھا۔ سگرٹ تک جلانے کی اجازت نہ تھی۔

ہم نے چاروں طرف پہرہ دار مقرر کر دیے تھے۔ پوری خاموشی تھی۔ سنگینوں پر برساتیاں تان کر وقت گزار رہے تھے۔ مگر بھوک کے مارے بُرا حال تھا۔ تیسرا وقت ہو گیا تھا کہ نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نہ کوئی سامان نہ انتظام۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات والا معاملہ تھا۔ فوجی ڈیوٹیوں میں اکثر ایسا وقت آجاتا ہے۔ اور ہم فوجی سدا اس کے لئے تیار رہتے ہیں۔ بھوک پھر بھی کچھ نہیں دیکھتی سوچتی۔ پیٹ کو لگی ہو تو جان جنجال میں پھنس جاتی ہے۔

"اتنے میں پہرہ دار نے آکر مجھے اطلاع دی کہ ایک بوڑھا پٹھان آپ کو بلا رہا ہے۔ مَیں حیران ہو گیا کہ اس سنسان مقام پر رات کے وقت اور ایسی راز داری کی حالت میں کہ آواز تک نکالنے کی اجازت نہیں ہے، کون آگیا، کیسے یہاں تک پہنچا، اسے کیا معلوم کہ مَیں کہاں ہوں خیر مَیں باہر نکلا۔ اور اس نو وارد سے سلام علیک کی۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا نام خوشی محمد ہے۔ مَیں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو اس نے کہا "تمہارے پیر صاحب نے ہمارے پیر صاحب کو بولا۔ اور ہمارے پیر صاحب نے مجھ کو حکم دیا کہ "جاؤ، خوشی محمد تیسرے وقت سے بھوکا ہے۔ اس لئے روٹی لے جاؤ"۔ چنانچہ اس نے دو عدد میٹھی روٹیاں جن میں سے ہر روٹی چار چار سیر کی تھی، مجھے دیں۔ اور خود سلام کر کے فوراً غائب ہو گیا۔ مَیں نے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے سارے ساتھیوں میں تقسیم کئے۔ ہم سب اس غیبی امداد کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر بے حد احسان مند ہوئے۔

"یہاں یہ بیان کرنا بھی دل چسپی کا موجب ہوگا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں علاقہ میسور میں تشریف رکھتے تھے۔ اپنے غلاموں پر حضور کو جو شفقت تھی اور حضور کا تصرّف کس قدر وسعت اور تسلّط رکھتا تھا، اس کا اندازہ کرنا اس واقعے سے ممکن ہے۔"

فوجی ڈیوٹی پر بھوک میں امداد

(۱۰) اسی طرح کا ایک واقعہ صحبت خان صاحب کو ہائی پر گزرا تھا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ "پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں میری پلٹن ایک جگہ تعینات تھی۔ ہم لوگ مورچوں میں بیٹھے تھے۔ نہ کھانے کو کچھ ملا تھا نہ پینے کو۔ رات کا وقت اور دُور دُور کوئی آبادی نہیں۔ میں بھوک اور پیاس سے بے حال ہو رہا تھا۔ ایسے میں میں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا اور اعانت چاہی۔ ضعف سے میری کیفیت غشی کے قریب تھی۔

"تھوڑی دیر میں مورچہ کے باہر سے کسی نے میرا نام لے کر آواز دی۔ اور کہا "کھانا لے لو"۔ میں حیران کہ یہاں میرا کون جاننے والا نکل آیا۔ جو میرا نام لے کر پکارتا ہے اور کھانا لایا ہے۔ میں مورچہ سے باہر آیا تو ایک شخص کھانا لئے کھڑا تھا۔ میں نے سلام علیک کے بعد اس سے پوچھا "آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ آپ کو کس نے میرا نام اور مورچہ کا پتہ بتایا"۔ اُنھوں نے کہا "آپ کے پیر صاحب نے ہمارے پیر صاحب کو حکم دیا کہ "میرا فلاں یار فلاں جگہ بھوک پیاس سے بُرے حال میں ہے۔ اس کو کھانا اور پانی پہنچاؤ"۔ پیر صاحب نے مجھے حکم دیا۔ اور نام اور پتہ دے کر یہاں بھیجا"۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا اور اپنے پیر صاحب کا نام پتہ بتائیں۔ مگر اُنھوں نے جواب دیا کہ "مجھے اور کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے"۔ کھانا پانی دے کر اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

"دن نکلا تو میں نے بہت پوچھ گچھ کی اور چاہا کہ کچھ پتہ چلے۔ مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ وہاں جنگل ہی جنگل تھا۔ دُور دُور کسی آبادی کا نشان نہ تھا۔ نہ کوئی یہ بتا سکا کہ آس پاس کوئی درویش اور بزرگ قیام فرما ہیں۔ بس حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی تھی کہ ایسے آڑے وقت میں امداد فرمائی"۔

ہائی کورٹ کے مقدمہ میں امداد

(۱۱) لوہاری منڈی لاہور کے شیخ عنایت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ "میرے مکان کا مقدمہ ہائی کورٹ میں دائر تھا۔ مختلف دوستوں

اور رشتہ داروں سے میں نے مدد چاہی۔ مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر فیصلہ کا دن آ گیا۔ میں بے چارگی کے عالم میں حیران پریشان ہائی کورٹ میں کھڑا تھا۔ اور اپنی بے بسی پر سخت غمگین تھا۔ ایسے میں مَیں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا۔ اور مدد چاہی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ایک اجنبی میرے پاس آئے اور دریافت کیا کہ "تم کیوں اداس اور پریشان کھڑے ہو"۔ مَیں نے انھیں سارا ماجرا سُنایا۔ بولے "ٹھیرو۔ مَیں ابھی آتا ہوں"۔ وہ گئے اور کچھ دیر کے بعد لوٹے تو فیصلہ کی نقل ان کے ہاتھ میں تھی۔ مجھے بتایا کہ لو سارا کام تمھارے موافق طے ہو گیا ہے۔ پھر مجھے ساتھ لے کر ہوٹل میں آئے۔ چائے پلائی۔ خود پیسے ادا کئے۔ میں لاکھ دریافت کرتا رہا کہ آپ کون ہیں۔ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کچھ نہ بتایا۔ بس اتنا کہا کہ "تم میرے پیر بھائی ہو۔ بس حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کے صدقے میں تمہارا کام ہو گیا"۔

آئسہ کے اولاد ہونا

(۱۲) کشمیر ویری ناگ کے قریب بٹ کنڈ کے ذیلدار اکرم بٹ کی بیوی آئسہ (بانجھ) تھیں۔ آپ نے ذیلدار صاحب سے پوچھا تمھارے کتنے لڑکے ہیں"۔ اُنھوں نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا "کوئی نہیں"۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ اولاد دے گا۔ اس کی بارگاہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے"۔ اُنھوں نے عرض کیا "میری بیوی آئسہ (بانجھ) ہے"۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ تین سال کے بعد ہم پھر کشمیر گئے۔ تو ذیلدار صاحب ایک خوبصورت تندرست لڑکے کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا "یہ میرا بابا لڑکا ہے۔ اسے تین پرولے دو"۔ پھر ذیلدار صاحب سے ارشاد کیا" او! تم کہتے تھے۔ بچہ نہیں ہو سکتا۔ عورت آئسہ ہو چکی ہے۔ یاد رکھو رب تعالیٰ کی ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے"۔

جتنے طمانچے اُتنے لڑکے

رانا شبیر احمد صاحب مختارِ عام حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ موضع دوست پور میں ایک شخص نے اپنا ذاتی واقعہ بیان کیا کہ "حضرت گھوڑے پر سوار ہمارے گاؤں دوست پور سے گزر رہے تھے۔ مَیں نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑلی۔ اور عرض کیا "میرے کوئی لڑکا نہیں"۔ جوش سے فرمایا "تم لوگ بہت تنگ کرتے ہو"۔ گھوڑے سے اتر کر میرے ایک طمانچہ زور سے رسید کیا۔ پھر دوسرا، تیسرا

اور چوتھا۔ پانچواں تمانچہ مارا تو مَیں گر پڑا۔ ارشاد فرمایا "جب تک تو کھڑے کھڑے میرے تمانچے سہتا رہتا، رب تعالیٰ تجھے لڑکے عطا فرماتے۔ اب پانچ لڑکے ہوں گے۔ مگر پانچواں مر جائے گا" اس شخص نے رانا صاحب سے بیان کیا کہ "جیسا حضور نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ پانچواں لڑکا جاتا رہا۔ یہ چار لڑکے تندرست اور خوبصورت موجود ہیں۔ مَیں نے ان کو تاکید کر دی ہے کہ جب تک جو بھی تمھاری نسل میں زندہ رہے، علی پور شریف حاضر ہوتا رہے۔ رب العزت اپنے دوستوں کی بات مانتے ہیں" ؎ سادھو بولے سہہ سبھا سادھو دا بولیا ورتھا نہ جا

جس نے دم کردہ پانی پیا۔ اس کے اولاد ہوئی۔

(۱۴) درویش محمد سکنہ کاموں کے نے بیان کیا کہ "میری والدہ کہتی تھیں کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی میں دربار شریف میں حاضر تھی۔ ایک عورت نے عرض کیا کہ "میری شادی کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی" حضور نے فرمایا "پانی کا ایک پیالہ بھر لاؤ" وہ عورت پانی کا بڑا پیالہ بھر لائی۔ آپ نے اس پیالہ میں سے تین گھونٹ پیے اور فرمایا "جو عورت یہ پانی پیے گی، اللہ کے فضل سے صاحب اولاد ہو جائے گی" ہم سب عورتوں نے وہ پانی پیا۔ میں نے تین گھونٹ پیے۔ رب کے فضل وکرم سے اور میرے پیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تین ہی فرزند عطا فرمائے جو زندہ ہیں اور نیک زندگی بسر کرتے ہیں"

یتیم بچوں کے معاملے میں امداد

(۱۵) حاجی مہر حاکم دین صاحب جالندھری مہاجر ساکن صادق آباد نے بیان کیا کہ "یتیم بچوں کا معاملہ پٹواری نے دگنا لگا دیا۔ آپ نے حکم دیا "دعویٰ کر دو" میں نے دعویٰ دائر کر دیا۔ حکم کی تاریخ پر سکھ تحصیلدار نے کہا "بابا! تیرے خلاف فیصلہ ہو گا۔ کیونکہ اصل معاملہ تین جگہ درج ہونا تھا کہیں بھی درج نہیں ہے" میں نے کہا "میرا وکیل ڈی سی کی عدالت میں پیش ہے، اسکو آ جانے دیں" تحصیلدار نے کہا "میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں"

"میں حیران پریشان برآمدے کے ستون کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ دل میں خیال کیا حضور نے فرمایا تھا تو مَیں نے دعویٰ دائر کر دیا تھا۔ اب یہ کیا ہوا جا رہا ہے" اتنے میں میری آنکھ جھپک گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سراج الملت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ تشریف لائے۔

میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا "حضرت نے تیرے کام کے لئے بھیجا ہے" اندر عدالت کے کمرے میں تشریف لے گئے مسل کے اوراق الٹ کر تین جگہ کچھ لکھا۔ اور زور سے مسل میز پر پھینک دی۔"

"مسل کے میز پر پھینکنے سے آواز ہوئی تو میں چونک پڑا۔ اسی وقت تحصیلدار اور وکیل دونوں عدالت کے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں بھی اندر چلا گیا۔ تحصیلدار نے وکیل سے کہا "کیوں جی! اصل معاملہ کہیں مسل پر لکھا ہوا ہے۔" اس نے جواب دیا "نہیں"۔ تحصیلدار نے کہا "تو پھر بابا کے حق میں کیسے فیصلہ ہو سکتا ہے!" میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "اب تینوں جگہ لکھا ہوا ہے"۔

"تحصیلدار نے مسل دیکھنے کے لئے وکیل کو دی۔ اس نے دیکھ کر کہا تینوں جگہ لکھا ہوا ہے۔ تحصیلدار نے خود مسل لیکر دیکھی تو واقعی تینوں جگہ اندراج تھا۔ اس نے ناراضگی سے ریڈر کی طرف دیکھا۔ ریڈر نے کاغذ، سیاہی، تحریر دیکھی۔ کہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ بعد میں کوئی تحریر بڑھائی گئی ہے۔ تحریر کی روش اور سیاہی سب یکساں تھی۔ اس نے دیکھ بھال کے کہا "مسل میں تو کوئی بعد میں کیا ہوا تغیر و تبدل نہیں۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ یہاں کوئی شخص داخل نہیں ہوا جس پر شبہہ کیا جا سکے"۔

ریڈر نے کہا "اس بابا سے دریافت کرو۔ یہ روتا ہوا باہر گیا تھا۔ اب خوش ہے اور ہنس رہا ہے"۔ تحصیلدار نے مجھ سے کہا "سچ سچ بتاؤ کہ یہ کیا بات ہے۔ ورنہ میں مقدمہ تمہارے خلاف کر دوں گا"۔ میں نے جواب دیا "سو دفعہ کر دو۔ میں اپیل کر دوں گا"۔ تحصیلدار نے بہت ملائمت اور نرمی سے بار بار دریافت کیا تو میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ اس نے پوچھا "تمھارے پیر کون ہیں"۔ میں نے حضور کا نام لیا۔ تو اس سکھ تحصیلدار نے کہا "ان کی بابت تو کہتا ہے تو میں تسلیم کرتا ہوں۔ وہ بہت بڑے گرو ہیں۔ اگر تو کسی اور کا نام لیتا تو میں کبھی نہ مانتا"۔ چنانچہ اس تحصیلدار نے میرے حق میں فیصلہ صادر کیا"۔

دشمنوں سے بچہ کو بچانا

(۱۶) حاجی خوشی محمد صاحب فیروزپوری کی عمر آٹھ نو برس کی تھی کہ ان کے والد حاجی جلال دین صاحب کا کوئی دشمن ان کو پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ بچے کو چارپائی پر رسی سے باندھ کر لٹا دیا اور تیز دھار ٹوکہ سے مارنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اس دشمن کو ہاتھ پکڑ کے باہر نکال دیا۔

بچّہ کے زخموں پر آپ نے اپنا لعابِ دہن لگایا۔ اور اندر سے کمرے کی زنجیر لگادی۔ پولیس کو اطلاع ملی تو بچّہ کو ڈھونڈتی ہوئی اس مکان اور اس کمرے تک آگئی۔ مگر اندر سے کنڈی بند تھی۔ اندر جانے کا اور کوئی راستہ نہ ملا تو دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ سب حیران تھے کہ جب بچّہ (خوشی محمد) زخمی ہے اور چارپائی پر بندھا پڑا ہے تو اندر سے کواڑ کس نے بند کئے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کوہاٹ میں تشریف رکھتے تھے۔ دوسرے دن تار آیا کہ "اللہ تعالیٰ نے خوشی محمد کو دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ مبارک ہو"۔ حاجی خوشی محمد صاحب اب تک بقیدِ حیات ہیں۔ اور ان کے جسم پر زخموں کے نشان اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ وہ خود سارا واقعہ سناتے ہیں۔

آگ نے نہیں جلایا

(۱۷) حافظ رحمت علی روپوچکی مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں بہت دن مدرس رہے ہیں۔ ان کے چچا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ایک دفعہ ان کے چچا کی کسی اور پیر صاحب کے مریدین سے بحث ہوگئی کہ کس کا پیر کامل ہے۔ بات بڑھی تو ان کے چچا نے کہا "آؤ امتحان کئے لیتے ہیں۔ گڑ بنانے والا کڑھاؤ نیچے اتارو۔ اور آگ جلاؤ۔ جس کو اپنے پیر کے کامل ہونے کا یقین ہو اس جلتے ہوئے کڑھاؤ میں کود جائے۔ آگ ہرگز نہیں جلا سکے گی"۔

چنانچہ کڑھاؤ اتارا گیا اور آگ جلادی گئی۔ اس پانچ فٹ گہرے کڑھاؤ میں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ حافظ رحمت علی صاحب کے چچا نے بلا پس وپیش حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصوّر قائم کرکے اس کڑھاؤ میں چھلانگ لگادی۔ اور کڑھاؤ میں سے دوسروں کو للکارا کہ "دیکھو میرا پیر کامل ہے۔ آگ میرا بال بیکا نہ کرسکی۔ تم کو حوصلہ ہو اور اپنے پیر پر اعتماد ہو تو آؤ تم بھی آگ میں کود پڑو"۔ مگر ان کی باتیں بحث تک تھیں۔ نہ اعتقاد کامل تھا نہ یہ حوصلہ کہ آگ میں گھس جائیں۔
سچ ہے:

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
(اقبالؔ)

سفر میں سواری فراہم کرنا

حاجی مہر حاکم دین صاحب صادق آبادی نے سنا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ سے لاہور تشریف لائے ہیں۔ وہ شیخوپورہ سے زیارت کے لئے لاہور حاضر ہوئے

یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ حضور کسی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے۔ اُنھوں نے ارادہ کر لیا کہ علی پور شریف حاضری دوں گا۔ کرایہ پاس نہ تھا۔ سوچا کہ پیدل ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ شاہدرہ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تو رات گزارنے کے لئے اسٹیشن کے مسافر خانہ میں چلے گئے۔

رات زیادہ گزر چکی تو ایک فوجی اسپیشل ٹرین شاہدرہ اسٹیشن پر آ کھڑی ہوئی۔ ایک شخص مسافر خانہ میں آیا اور اس نے آواز لگائی کہ کوئی علی پور سیداں جانے والا ہو تو آجائے۔" مہر صاحب نے سوچا نہیں معلوم یہ کس کو بلاتا ہے۔ میرے لئے تو یہ شخص اجنبی ہے۔ اُنھوں نے توجّہ نہ کی۔ اس شخص نے پاس آکر ان کا کندھا ہلایا اور پوچھا "بابا! علی پور شریف جانا ہے؟" مہر صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ اس نے کہا "تو جلدی اُٹھو۔ گاڑی جاتی ہے۔" مہر صاحب نے کہا میرے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں ہیں۔ اس نے کہا "تم کرایہ کی فکر مت کرو۔ میں ذمہ دار ہوں۔" لا کے ان کو گاڑی میں بٹھا دیا اور ٹکٹ دیا۔ فوجیوں سے کہا اس بابا کو علی پور سیداں پر اُتار دینا۔ مہر صاحب کہتے تھے کہ فوجیوں نے مجھے علی پور شریف کے اسٹیشن پر اُتار دیا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا "چپ رہو۔ ایسی باتیں کہا نہیں کرتے۔"

سیلاب سے نکال کر منزل پر پہنچانا

(۱۹) حافظ ظفر علی صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز اکثر پسرور سے پیدل چل پڑتے اور صبح کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ایک بار حسبِ عادت روانہ ہوئے نالہ ڈیک کے کنارے پر پہنچے، تو سیلاب زوروں پر تھا۔ گھبرائے کہ کیسے پہنچنا ہوگا۔ عقل کہتی تھی کہ ایسے میں مت جاؤ۔ دِل کہتا تھا کہ جب ارادہ کر لیا تو مشکلاتِ راہ سے ڈرنا کیسا۔ ع

"کشتی خدا پہ چھوڑ دو لنگر کو توڑ دو۔" اُنھوں نے ہمت کی اور پانی میں قدم بڑھایا۔ قدم رکھتے ہی پانی اپنے زور میں ان کو بہا لے گیا۔ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر دوسرے کنارے پر لا کھڑا کیا۔ حافظ صاحب حاضر ہو کر قدم بوسی کے بعد واقعہ سنانے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا "حافظ جی! خاموش رہو۔ ایسے میں مت آیا کرو۔"

لکڑی نہیں جلی

(۲۰) ایک دفعہ حضور موضع بلوآنہ ضلع جھنگ تشریف لے گئے۔ کرم علی سے کہا "گھوڑا دوڑا کے نیزہ بازی کے کرتب دکھاؤ۔" کرم علی نے کرتب دکھانے

شروع کئے۔ صحن میں ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی، حضور اس سے سہارا لے کر کرتب دیکھتے رہے۔ کئی برس کے بعد اس گڑی ہوئی لکڑی کو نکال کر چولھے میں جلانے لگے۔ تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس لکڑی کو آگ میں ڈالتے تھے مگر وہ نہ جلتی تھی۔ بار بار کی کوشش بے سود ہوئی۔ تو کسی کو یاد آیا کہ اس لکڑی سے حضور نے سہارا لیا تھا۔ کرم علی کی بیوی کہتی تھی کہ "میں نے مدت تک اس لکڑی کو تبرک جان کر احتیاط سے رکھا تھا۔ خدا جانے پھر وہ کہاں چلی گئی"۔

سرکش گھوڑی کو زیر کرنا

(۲۱) ایک سکھ ایک نہایت سرکش گھوڑی لے کر آیا۔ اور اعلان کیا کہ "جو کوئی اس گھوڑی پر سواری کر کے دکھائے گا، میں مفت یہ گھوڑی اسے دیدوں گا"۔ اسے معلوم تھا کہ بڑے بڑے شہسوار اس گھوڑی کی سرکشی سے عاجز آ چکے ہیں۔ حضرت نے اس گھوڑی پر دم کیا اور سوار ہو گئے۔ سب حیران ہوئے کہ ایسی سرکش گھوڑی کو کیا ہو گیا کہ چوں نہیں کرتی۔ آپ نے اس سکھ سے فرمایا: "اس گھوڑی کے نیچے سے گزرو"۔ وہ ڈرا تو مگر حوصلہ کر کے نیچے سے نکل گیا۔ گھوڑی نے اسے بھی کچھ نہیں کہا۔ اس نے عرض کیا "گھوڑی میں نے آپ کو دی"۔ آپ نے فرمایا "مجھے گھوڑی کا کیا کرنا ہے۔ تم اپنے پاس رکھو"۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ تو فرمایا "آنا ہے تو خود آؤ۔ گھوڑی کی ضرورت نہیں"۔ یہ فرماتے ہوئے اس سکھ پر نظر ڈالی تو اس کا عجیب حال ہوا۔ وہ زار قطار رونے لگا۔ توبہ کر کے دولت ایمان سے مالا مال ہوا۔ اور حضور کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ آپ نے شفقت فرمائی اور کہا "یہ گھوڑی میں نے تم کو انعام دی"۔

پگڑی کا جسم سے گزر جانا

(۲۲) پشاور محلہ یکہ توت کے قادریہ سلسلہ کے سجادہ نشین حضرت حاجی مولوی سید محمد امیر شاہ صاحب قادری نے بھائی صوفی عبدالرحیم صاحب سے بیان کیا کہ "میرے نانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بعض لوگوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے مسئلہ پر بحث چھیڑ دی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "عقل انسانی ہر شے کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتی۔ تم ہر بات کو اس ناقص عقل کی کسوٹی پر کیوں پرکھتے ہو"۔ پھر ارشاد کیا "میری یہ پگڑی لو۔ دو آدمی اس کے دونوں

سرے پکڑلیں۔ پھراسے میری کمر کے درمیان سے گزارو۔ اگر ایسا ہوسکتا ہے تو باور کرلینا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہی نور ہیں"۔ اسی محفل میں دو آدمیوں نے آپ کی پگڑی پکڑ کر آپ کی کمر پر رکھ کر کھینچی تو آر پار گزر گئی۔ دیکھنے والوں کا ایمان تازہ ہوا۔" فی الواقع حضور کو بڑے تصرفات حاصل تھے، جن کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔

لیموں کے بجائے سنگترے

(۲۳) بہرام خان صاحب ساکن تربیلا نے برادرم عزیزم الحاج حافظ سیّد نذر حسین شاہ صاحب کو اپنے مکان کے صحن میں ایک درخت دکھایا۔ اور بیان کیا کہ "یہ درخت لیموں کا تھا۔ ہم کئی سال اس کے لیموں استعمال کرتے رہے۔ ایک بار حضور نے مجھے میزبانی کی عزّت بخشی اور یہاں قیام فرمایا۔ وضو فرمانے کے لیے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر فرمایا "بہرام خان یہ سنگترے کا درخت ہے؟" میں نے عرض کیا: "حضور یہ لیموں کا درخت ہے"۔ آپ نے پھر فرمایا "نہیں بھائی یہ سنگترے کا ہے"۔ میں حیران ہوا مگر سوءِ ادب جان کر کچھ نہ کہا۔ بعد کو یہ طرفہ تماشا نظر آیا کہ وہی درخت جو ہمیں لیموں کھلاتا رہا تھا، حضور کے فرمانے کے بعد سے سنگترے کا درخت بن گیا اور اب ہمیں اس سے ہر سال سنگترے حاصل ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا تصرّف ہے!!"

چلتی ریل سے اُتر کر دریا سے پانی لانا

(۲۴) جالندھر کے رہنے والے ایک سیّد جماعت علی نامی نے یہ آپ بیتی سنائی کہ "مجھے پیروں بزرگوں کا مطلق اعتقاد نہ تھا۔ ایک دفعہ میں نے امرتسر کے اسٹیشن پر دیکھا کہ کوئی بزرگ ہیں، اور ان کے آگے پیچھے بہت خلقت جمع ہے۔ میں دیکھتا ہوا گزر گیا۔ اور سوچا "کیا دھوکہ بازی ہے۔ اور لوگ بھی کیسے عجیب ہیں کہ ایسے لوگوں کے فریب میں آجاتے ہیں"۔ گاڑی چلنے لگی تو میں لپک کر ایک ڈبے میں سوار ہوگیا۔ اب دیکھا تو یہ وہی ڈبّا تھا جس میں حضرت سفر فرما تھے۔ میں ایک طرف کو کھڑا ہوگیا۔ حضرت نے مجھے مخاطب کرکے کہا "شاہ صاحب! آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ"۔ میں حیران ہوا کہ ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں سیّد ہوں۔ بہرحال ان کے پاس آبیٹھا۔ آپ نے بڑی شفقت اور محبّت سے باتیں شروع کیں اس لیے میرا حجاب رفع ہوگیا۔ عرض کیا کہ کوئی کرامت دکھایئے۔ آپ خاموش رہے۔

اتنے میں دریائے بیاس کا پُل آگیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا "شاہ صاحب گاڑی رُک گئی ہے اس لوٹے میں دریا سے پانی بھر لاؤ"۔ مَیں نے محسوس کیا کہ گاڑی واقعی پُل پر کھڑی ہے۔ مگر ڈرتا تھا کہ چلی نہ جائے۔ میرا تردد دیکھ کر حضرت نے محسوس فرمایا "جلدی جاکر بھر لاؤ۔ گاڑی نہیں جاتی"۔ مجبوراً میں اُترا اور لوٹے میں پانی لاکر حضرت کو دیا۔ میں گاڑی میں آگیا تو مَیں نے دیکھا کہ گاڑی اسی تیز رفتار سے فرّاٹے بھرتی چلی جارہی ہے جیسے رُکی ہی نہ تھی۔

"ریل جالندھر آکر رُکی تو مَیں نے اسٹیشن پر اُتر کر ریل والوں سے دریافت کیا کہ "دریائے بیاس کے پُل پر ریل کیوں رُکی تھی"۔ سب نے مجھے باؤلا بنایا۔ اور کہا "یہ ڈاک گاڑی ہے۔ اسٹیشنوں پر نہیں رُکتی، پل پر کیوں رُکتی"۔ جس کسی سے پوچھتا تھا وہ مجھے احمق سمجھتا تھا۔ مَیں الگ حیران تھا کہ اپنے مشاہدے اور عمل کے خلاف دوسروں کی بات کیسے سچ سمجھ لوں۔ آخر ایک معقول بزرگ صورت شخص اسٹیشن پر ہی مل گئے انھوں نے کہا "تم کو صحیح بات معلوم کرنی ہے تو اپنے ہم سفر بزرگ سے معلوم کرو۔ وہی سچی بات بتا سکیں گے"۔

"ان بزرگ صورت شخص کی یہ بات سُن کر اک دم میرا ضمیر جاگ اٹھا۔ دل میں خود بخود یہ خیال آیا کہ یہ سب حضرت کا تصرف تھا۔ اور کچھ نہیں۔ پھر سوچتا تھا کہ دریا سے لوٹے میں پانی بھر کر مَیں خود لایا تھا گاڑی اتنی دیر تک نہ رُکی رہی ہوتی تو کیسے ممکن تھا۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ سب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔ مقصد میری اصلاح تھا۔ اب میرا سینہ نورِ ایمان سے بھر چکا تھا۔ حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر مَیں نے معذرت پیش کی۔ اور درخواست کی کہ مجھے سلسلۂ عالیہ میں داخل فرمالیں۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "شاہ صاحب! اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

ملازمت سے دُور مگر حاضر

(۲۵) بابو عبدالعزیز صاحب وزیرآبادی نے بیان کیا کہ "غلام حسین صاحب وزیرآبادی کی ملازمت ایسے محکمہ میں تھی کہ وہاں کسی دن کی چھٹی نہ ہوتی تھی۔ اور رخصت ملنی بھی ممکن نہ تھی۔ اس لئے وہ باوجود ارادے کے دربار شریف حاضر نہ ہوسکتے تھے۔ آخر کئی سال بعد صرف اتوار کی چھٹی میں لائل پور سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واپسی کے لئے عرض کیا تو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دن تک اجازت نہ دی۔ وہ سخت پریشان ہوئے کہ غیر حاضری ہو رہی ہے۔ ملازمت جاتی رہے گی۔

مگر حضور اجازت نہ دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا "کوئی غیر حاضری نہیں ہوتی"۔ بمشکل ایک ہفتہ بعد جب
ان کو اجازت ملی تو واپس گئے۔ ڈرتے ڈرتے دفتر پہنچے۔ وہاں کسی نے باز پرس نہ کی کہ کیوں غیر حاضر رہے۔
دیکھا تو ان دنوں کی باقاعدہ حاضری لگی ہوئی تھی۔ آخر بابو صاحب سے نہ رہا گیا۔ خود ہی لوگوں سے پوچھا
"میں اتنے دنوں سے غیر حاضر تھا۔ میرا کیا ہوگا"۔ سب نے کہا "تم غلط کہتے ہو۔ تم تو روزانہ حاضر ہو
کر کام کرتے رہے ہو۔ اپنے فائل اور رجسٹر نکال کر خود دیکھ لو"۔ بعض ساتھیوں نے مذاق اڑایا
کہ "آج کیا بات ہے۔ کیوں بہک رہے ہو"۔ غلام حسین صاحب کو یقین نہ آتا تھا۔ مگر کام کو دیکھا
تو وہ انھی کے قلم سے مکمل تھا۔ اگلے اتوار کو آکر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ سارا واقعہ
عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "کوئی فرشتہ تمہارا کام کر گیا ہوگا"۔ اب تو وہ شیر ہو گئے۔ جب انھیں
علی پور سیداں آنا ہوتا، بغیر کہے سنے اور پوچھے گچھے چلے آتے۔ نہ رخصت لیتے نہ واپسی پر کوئی ان
سے پوچھتا کہ تم کہاں تھے۔

دشمن آنکھ نہیں رہے گی

(۲۶) حاجی صوفی اللہ دتا صاحب سکنہ جہلم یہ واقعہ سناتے تھے۔ کہ وہاں
کوئی شیعہ آبسا تھا۔ اس نے اپنا جال پھیلایا۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے
گاؤں والوں کو رافضی بنا لیا۔ وہاں سے سنّی حضرات کا وفد ان حاجی صاحب کو لے کر حضرت قبلۂ عالم
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور وہاں تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔ حضور نے منظور کر لیا
تو وہ لوگ واپس گئے اور جلسے کا انتظام کرنے لگے۔

مقررہ تاریخ پر آپ جہلم تشریف لائے۔ گوٹ عبدالخالق میں جلسے کا انتظام تھا۔ وہاں
تشریف لے گئے۔ دوسرے علماء بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ نعت خوانوں نے نعتیں سنائیں علمائے
کرام نے وعظ فرمایا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو آپ کھڑے ہوئے۔ خطبۂ وعظ کے بعد
آپ نے انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا "جو آنکھ میری طرف غیریت اور عداوت کی نظر سے دیکھے گی
وہ نہیں رہے گی"۔ لوگوں کو گمراہ کرنے والا وہ رافضی سامنے ہی بیٹھا تھا۔ معاً اس کی ایک آنکھ جلسہ گاہ
میں نکل پڑی۔ سب نے مشاہدہ کیا۔ وہ چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا کہ میری آنکھ جاتی رہی۔ سخت درد
اور کرب میں مبتلا تھا۔ اسی حال میں روتا چلاتا بھاگ گیا۔ جو لوگ اس کے کہنے میں آکر گمراہ ہو گئے تھے
یہ کرامت دیکھ کر فوراً تائب ہوئے۔ اور پھر سے پکے سنّی مسلمان بن گئے۔ وہ بدبخت رافضی اب

بھی ایک ہی آنکھ لئے پھرتا ہے۔

لعابِ دہن سے پھوڑے اچھے ہو گئے

(۲۷) بالو اسلم صاحب سکنہ ڈسکہ نے بیان کیا کہ "بچپن میں میرے پھوڑے پھنسیاں بڑی کثرت سے نکلا کرتی تھیں میں ہی نہیں سارے گھر والے عاجز آ گئے تھے۔ کسی قسم کے علاج سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح برس گزر گئے۔ آخر میرے دادا منشی نبی بخش صاحب مرحوم مجھے لے کر علی پور شریف آئے اور حضورؒ سے عرض کیا۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن لگا کر فرمایا "آرام آ جائے گا۔ پھر نہیں ہوں گے۔" خدا کا کرم اور حضرت کا تصرف کہ اس کے بعد کبھی کوئی پھنسی بھی نہیں نکلی۔ نہ میرے اور نہ میری اولاد کے۔ بلکہ حضور کا فیض اس حد تک ہے کہ دوسروں کے پھوڑا پھنسی نکل آتا ہے تو میں اپنا لعاب لگا دیتا ہوں اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔"

آگ کا نہ جلانا

(۲۸) حضور کے خادم خاص حاجی بوٹا صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے پنجاب سے دور دراز علاقے میں تبلیغ فرما رہے تھے۔ بعض حاسدین نے تہمت لگائی کہ "یہ سید نہیں ہیں۔ اگر سید ہیں، تو ہم آگ جلاتے ہیں، اس پر چل کر دکھا دیں۔" ایک عینی شاہد نے بیان کیا کہ حضورؒ نے ان کا چیلنج قبول فرما لیا۔ وسیع جگہ میں آگ جلائی گئی۔ جب آگ بھڑک چکی اور کوئلے دہکنے لگے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جوتا اتارا اور آگ میں داخل ہو گئے۔ اور فرمایا "جو کوئی چاہے میرا کپڑا پکڑ لے اور آگ میں چلا آئے اس پر آگ کوئی اثر نہیں کرے گی۔" پھر ارشاد فرمایا "اسی طرح ایک دوسرے کا کپڑا پکڑ کر آگے پیچھے آگ میں چلے آئیں کسی پر آگ کوئی اثر نہیں کرے گی۔" چنانچہ بارہ آدمیوں نے ہمت کی۔ اور ایک دوسرے کا کپڑا تھام کر آگ میں اتر گئے۔ کسی آدمی کو آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

یہ تماشا دیکھنے کے لئے بڑی خلقت جمع تھی۔ مسلمان بھی اور غیر مسلم بھی۔ حاسدین کا منہ کالا ہوا۔ بہت سے دشمن توفیقِ ایزدی سے تائب ہو کر حلقہ بگوش ہو ئے۔ اور بہت سے کافر یہ کرامت دیکھ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اقبالؒ نے کس قدر سچی بات کہی ہے۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حجام کی دوکان سے کھینچ بلانا

(۲۹) میاں غلام قادر ولد مہر دین سکنہ موضع پوہلا ضلع سیالکوٹ نے خاص عید الاضحیٰ ۱۳۹۲ھ کے دن علی پور سیداں میں چند دوسرے یاروں کی موجودگی میں اپنے والد کا یہ دلچسپ واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ "ان کے والد مہر دین صاحب امرتسر سے ختم شریف کی شرکت کے لئے علی پور سیداں آئے۔ جب ان سے ان کی آمد کی تفصیل معلوم کی گئی تو انھوں نے بیان کیا کہ "میں امرتسر میں ایک حجام کی دوکان پر داڑھی منڈوا رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بزرگ کی بے حد نورانی شکل نمودار ہوئی۔ اس سے قبل حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کئی بار امرتسر تشریف لا چکے تھے اور میں حضور کے وعظ میں شریک ہوا تھا۔ اب نائی کی دکان پر میں نے شبیہہ مبارک دیکھی تو پہچان لیا کہ آپ ہی ہیں حضور کی شبیہہ سامنے آتے ہی میرا دل کلمہ طیبہ پڑھنے لگا اور میں ایسا بے قرار ہوا کہ فوراً علی پور شریف روانہ ہو گیا۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں داخل سلسلہ ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔" چنانچہ وہ بیعت ہوئے۔ اسی وقت سے داڑھی چھوڑ دی اور فرائض و احکام پابندی سے بجالاتے رہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں علی پور سیداں کی حفاظت

(۳۰) ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ پاکستان و بھارت کل کی بات ہے۔ چونڈہ پر بد ذات بھارتیوں نے ٹینکوں کی جس کثیر تعداد سے حملہ کیا تھا اس نے دوسری جنگ عظیم کی شہرۂ آفاق ٹینکوں کی لڑائی کو شرما دیا تھا۔ اب تک تاریخ میں چونڈہ کی اس جنگ سے بڑھ کر ٹینکوں کی کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ علی پور سیداں محاذ جنگ سے بہت قریب واقع ہے۔ اور اس طرف ہماری کوئی پلٹن بھی مزاحمت کے لئے موجود نہ تھی۔

حاجی شیخ عبدالکریم صاحب ملتانی نے علی پور شریف میں دن کے نو بجے بحالت بیداری دیکھا کہ "حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ روضہ شریف سے باہر تشریف لائے کبھی گھر کی طرف جاتے تھے اور کبھی قبرستان کی جانب۔" دیر تک حاجی صاحب نے حضور کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ اور برادرم عزیزم حافظ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر بھی کیا۔ یہ نتیجہ سب کے مشاہدے میں آیا کہ بھارتی فوج علی پور سیداں کی طرف رُخ کرتی، تو تین چار میل اُدھر اٹک جاتی۔ باوجود کسی ظاہری مزاحمت و مقاومت کے نہ ہونے کے وہ آگے نہ بڑھ سکتے۔ بار بار آگے آتے اور غیبی طور

پر پلٹ جاتے تھے حضور کے تصرف سے یہاں سب لوگ پوری طرح محفوظ و مامون رہے کسی کو ذرا سا بھی کوئی گزند نہیں پہنچا۔

آیت کے اثر سے تلوار کی دھار کند ہوگئی

(۳۱) موضع کلاس والا تحصیل پسرور علی پور سیداں سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں عظیم الشان جلسۂ وعظ منعقد ہوا۔ حضور صداقت اسلام پر تقریر فرما رہے تھے۔ بندہ بھی اس جلسے میں حاضر تھا۔ حضور نے دورانِ وعظ ارشاد فرمایا کہ "قرآن مجید کی آیات میں عجیب اثر بھرا ہوا ہے۔ صرف ایک بات بیان کرتا ہوں۔ میں ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ کر تیز دھار والی تلوار پر دم کرتا ہوں۔ اس آیت پاک کی تاثیر سے تلوار ایسی کند ہو جائے گی کہ خواہ کسی کے کیسے ہی زور سے ماری جائے ایک بال بھی نہیں کاٹ سکے گی۔ قرآن شریف کے ہزاروں معجزات میں سے یہ صرف ایک معجزہ ہے۔ جس کا جی چاہے آزما کے دیکھ لے۔

اپار سنگھ ذیلدار کلاس والا کا رئیس اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔ اس نے حضور کا کلام سنا تو اپنی کرپان پیش کی کہ اس پر عمل کر کے دکھایئے۔ اس کی کرپان اس نواح میں اپنی تیزی اور کاٹ کے لئے مشہور تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا "میں تیرا چیلنج مانتا ہوں۔ تو وعدہ کر کہ اگر یہ کرپان آیت مبارکہ کی تاثیر سے نہ کاٹے اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے تو تو مسلمان ہو جائے گا" اس نے وعدہ کیا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بازار سے ایک سنگترہ منگوایا۔ ایک شخص کو اسٹیج کی میز پر لٹایا۔ اس کے ننگے پیٹ پر سنگترہ رکھا۔ اور کرپان پر آیت دم کر کے اس سنگترے پر ماری۔ اب بے ہاتھ میرے سے اونچا اٹھا کر کرپان سے کئی وار کئے۔ مگر سنگترہ پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اور اس کے پیٹ کی نرم کھال تک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لکیر اور نشان تک نظر نہ آیا۔

سارا مجمع یک زبان ہو کر "اسلام زندہ باد"۔ "امیر ملت زندہ باد"۔ کے نعرے لگانے لگا۔ سب کی نظروں کے سامنے کلام الٰہی کی حقانیت اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔ عجب جوش و خروش نظر آتا تھا۔ وہ بدبخت سکھ اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا۔ حضرت نے ارشاد کیا "تو خود آگے آ۔ میں تیرے اوپر وار کرتا ہوں۔ تو دیکھ لے گا کہ کلام ربانی میں کیا اثر ہے۔ اور اسلام ہی سچا مذہب ہے"۔ مگر اسے یہ ہمت نہ ہوئی۔ اس کی بدبختی اور سیاہ قلبی نے اسے نورِ اسلام سے دور رکھا۔ سارے مجمع نے اس کو بہت زیادہ ملامت کی اور شرمسار کیا۔

اس نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہتک عزّت کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حاکم نے اس سے باز پرس کی کہ "قصور تمہارا تھا۔ تم ان کے جلسے میں کیوں گئے۔ اپنی کرپان کیوں پیش کی۔ بخشا بخشی تھی اور تم نے کرامت دیکھ کر مسلمان ہو جانے کا وعدہ کیا تھا تو پھر انحراف کیوں کیا غلطی تمہاری اپنی ہے اس لئے مقدمہ خارج کیا جاتا ہے"

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

نومسلم کو آگ نہ جلا سکی

(۳۲) چوہدری حاکم علی صاحب مہاجر پورو وال ضلع گورداسپور حال ساکن چک نمبر ۳۳ لائل پور نے بیان کیا "ایک ہندو کھتری حضور کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ توبہ کی اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ باقی زندگی اس نے اسلام پر گزاری اور نماز روزے وغیرہ کا پابند رہا۔ اس نے مرنے سے قبل اپنی اولاد کو وصیّت کی کہ "میری لاش کو دفن کرنا۔ جلانا نہیں" مگر اس کے مرنے کے بعد لڑکوں نے برادری کی لاج رکھنے کے لئے لاش کو جلانا چاہا۔ خوب آگ بھڑکائی، تیل گھی ڈالا، اور لاش جلانے لگے۔ مگر وہ جتنی زیادہ کوشش کرتے تھے بے سود ثابت ہوتی تھی۔ آگ اس نومسلم کھتری کی لاش کو ہرگز نہ جلا سکی۔ آخر مجبور ہو کر انھوں نے اس کو دفن ہی کیا۔

حلقہ میں غیر کی شرکت اور بیہوشی

(۳۳) کئی یاران طریقت نے متفقہ طور پر اس واقعے کی شہادت دی ہے کہ وہ حضرت جموں تشریف لے گئے، تو دریائے توی کے کنارے روزانہ حلقۂ ذکر منعقد فرماتے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ حلقہ میں صرف یاران طریقت کو شرکت کی اجازت ہوتی ہے۔ ایک دن ایک فاسد العقیدہ شخص ٹوہ لینے کے لئے یاروں میں شامل ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے حلقہ شروع کرایا تو حسب عادت فرمایا "منہ اور آنکھیں بند کر کے اللہ کا ذکر کرو۔ اور گردن جھکا کر بائیں جانب دل پر سانس مارو" سب یارانِ طریقت نے مقررہ قاعدے کے مطابق ذکر شروع کر دیا۔ اس فاسد العقیدہ جاسوس نے بھی گردن جھکالی۔ زبان سے آہستہ آہستہ لاحول پڑھنے لگا۔ اور آنکھیں بھی بند کیں۔

آپ نے سب کی تلقین پر توجہ فرمائی تو اسے بچشم وا لاحول پڑھتا ہوا پایا۔ آپ نے زور دے کر اس سے کہا "لاحول ہی پڑھ مگر آنکھیں بند کر کے" یہ فرمانا تھا کہ وہ بیہوش ہو کر

گر پڑا۔ حلقۂ ذکر کے اختتام کے بعد آپ نے حکم دیا اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔ اور ان سے کہدو کہ "ہزار علاج کرالیں۔ کیسے ہی ڈاکٹر بلالیں۔ اسے ہوش میں نہ لاسکیں گے۔ اگر کوئی ڈاکٹر اسے ہوش میں لے آئے تو مَیں اسے مُنہ مانگا انعام دوں گا۔" اگلے دن تک وُہ لوگ اپنی کوششوں میں لگے رہے۔ ہزار علاج معالجے کئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر دوسرے دن حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ نے دم فرمایا تو فوراً ہوش میں آگیا۔ وُہ سب کے سب یہ واضح کرامت دیکھ کر اپنے فاسد عقاید سے تائب ہوئے۔ اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اسم اللہ کی تاب نہ لاکر بیہوشی لاعلاج ہے

(۳۴) یہ بات بار بار سب کے مشاہدے میں آئی ہے کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلسۂ عام میں تقریر فرماتے ہوتے، اور صداقت اسلام ثابت کرنے کے لئے دعویٰ کرتے کہ "مَیں اللہ کے لفظ کی تلقین کرتا ہُوں۔ جو شخص اسم اعظم کی تاب نہ لاسکے گا اور بیہوش ہو جائے گا۔ اگر کوئی معالج اس شخص کو اپنے کسی بھی علاج سے ہوش میں لے آئے تو میں اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔" آج تک حضور کے اس چیلنج کو کوئی قبول نہ کر سکا اور مقابلے میں نہ آیا۔ بلکہ اس طرح کتنے ہی بدمعاشوں کو حضور نے راہ راست پر لگایا اور اُن کی دُنیا اور دین کو سدھار دیا۔ رجب علی ساکن بلوآنہ ضلع جھنگ کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ کس طرح حضور نے اس کی عاقبت سدھاری اور اسے مدارج بلند تک پہنچایا۔

اسم اللہ نے عشق بھلا دیا

(۳۵) حافظ ظفر علی پسروری کو ایک ہندو عورت سے عشق ہو گیا تھا۔ دن رات بے قرار رہتے تھے۔ جب بہت عاجز ہوئے تو حضور سے عرض کیا اور مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا "علی پور چلو۔ ایک ہندنی کیا، کئی دلوائیں گے۔" حافظ صاحب خوش خوش تیار ہو گئے۔ اور علی پور شریف چلے آئے۔ آپ نے سحری کے وقت دوسرے یارانِ طریقت کے ہمراہ حلقہ میں بٹھایا۔ لفظ اَللّٰہُ کی تلقین فرمائی تو حافظ صاحب بے ہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ حضور نے دریافت کیا "حافظ جی! اب بھی برہمنی کی چاہت باقی ہے؟" انھوں نے قدم پکڑ لیے اور عرض کیا "اب اللہ کے اور آپ کے سوا دل میں کوئی دوسرا خیال نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ مل گیا۔"

سب کچھ ملا جو مِل گئی اس در کی حاضری   گو ملک و مال و خویش و وطن سے جُدا ہُوا

قدموں سے سونے کی نہر جاری ہے

(۳۶) حافظ محمد صدیق انور صاحب نے بیان کیا کہ "مَیں خدمت والا میں حاضر تھا۔ ملتان کا ایک شخص خدمت میں آیا۔ اس کے ہمراہ ایک مولوی صاحب تھے۔ بار بار ان مولوی صاحب کے دِل میں یہ خیال گزرا کہ "حضرت کے اخراجات کیسے پُورے ہوتے ہیں۔ یہاں تو شاہانہ کاروبار ہے۔ لاتعداد مہمان آجا رہے ہیں۔ اور سب کی تواضع پُرتکلف کھانوں سے کی جاتی ہے۔ آخر کون سا خزانہ ہے جو اخراجات کی کفالت کرتا ہے"۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ ہم سب حضور کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے ان مولوی صاحب کو اپنے قریب بلایا۔ وہ قریب آئے تو آپ نے ان کا سر پکڑ کے اپنے قدموں کی طرف جھکا دیا۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ آپ کے قدموں سے سونے کی ایک نہر جاری ہے۔ ساتھ ہی حضور نے فرمایا "اللہ تعالےٰ دیتے ہیں۔ "وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ"۔ (ترجمہ) "اور اللہ اپنے بندے کو وہاں سے عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا سان گمان بھی نہیں ہوتا"۔

پیاز میں بے حساب منافع

(۳۷) صحبت خاں صاحب کوہاٹ نے بیان کیا کہ "میرے مرید ہونے کے دوسرے سال حضور کوہاٹ تشریف لائے۔ تو مَیں حاضر خدمت ہُوا۔ مجھے خیال تھا کہ حضور مجھے کیا پہچانیں گے۔ حضور نے فرمایا "صحبت خان! اندر جا کر میرا لوٹا اور تولیہ لے آؤ۔ لوٹے کو نلکے سے بھر لاؤ۔ لوٹا باہر سے پکڑنا۔ پانی کو ہاتھ نہ لگنے پائے"۔ مَیں حیران ہُوا کہ مجھے تو صرف ایک بار حاضری کی سعادت حاصل ہُوئی تھی۔ اور حضور مجھے اتنی اچھی طرح پہچان گئے کہ نام بھی بخوبی یاد ہے۔

وضو کے بعد میں نے تولیہ پیش کیا تو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا "تم کیا کام کرتے ہو"۔ میں نے عرض کیا "حضور زمینداری کرتا ہوں"۔ پوچھا "آج کل کیا چیز بوئی ہے"۔ مَیں نے جواب دیا "مکئی"۔ فرمایا "اس کے بعد کیا بوؤ گے"۔ مَیں نے عرض کیا "گندم"۔ ارشاد کیا "گندم نہ بونا۔ ساری زمین میں پیاز بونا"۔ مَیں نے عرض کیا "حضور! پیاز کی تو پنیری ہوتی ہے۔ اور مُول لے کر بوئی جاتی ہے"۔ فرمایا "زید گل زمیندار آئے گا۔ اس سے دریافت کر لینا کہ تمہاری زمین کے لئے کتنی کی پنیری درکار ہوگی۔ اس کی قیمت میں ادا کر دوں گا"۔ مَیں نے عرض کیا کہ "پنیری کے علاوہ بونے کے لئے بھی مزدور لگائے جاتے ہیں۔ بہت خرچ ہو جاتا ہے"۔

فرمایا۔ "سارا خرچ مَیں دوں گا۔ اگر پانچ سو بھی لگیں گے تو مَیں ادا کروں گا"۔

مَیں نے اس پر بھی بس نہ کیا۔ عرض کیا کہ "میری زمین گاؤں سے فاصلے پر ہے۔ پیاز زمین سے باہر آجائے گی تو قبالی اکھاڑ کرلے جائیں گے"۔ ارشاد فرمایا "یہ بھی میرا ذمہ۔ اگر تمھاری ایک پتی بھی کوئی چوری کرلے جائے تو مجھے سیّد نہ کہنا"۔ مَیں نے پھر عرض کیا "حضور میری زمین فاصلے پر ہے۔ اس طرف خریدار بہت کم جاتے ہیں"۔ تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بیچنا بھی ہمارے ذمے۔ بس تم ساری زمین میں صرف پیاز بونا"۔

مَیں بے حد شرمندہ ہُوا کہ ٹالنے کے لئے میں جو عذر بھی پیش کرتا ہوں حضور رد فرما دیتے ہیں۔ اَب میں حضرت سے کیسے رقم لوں۔ اور اس قدر تاکید کے بعد تعمیل ارشاد مجھ پر لازم ہوگئی ہے۔ چنانچہ مَیں نے جیسے تیسے حکم کی تعمیل کی اور اپنی ساری زمین میں پیاز بوئی۔ پیاز خوب پھلی، سارا کھیت بھر گیا۔ خدا کی یہ حکمت اور کسی کو کیا معلوم ہوسکتی تھی کہ اس سال پیاز کو کیڑا لگ گیا اور سب کی پیاز خراب ہوگئی۔ بازار میں پیاز کا نرخ بہت چڑھ گیا۔ چنانچہ میری ساری پیاز بہت اچھی قیمت پر فروخت ہُوئی۔ مجھے زمین کی اپنی قیمت سے بھی زیادہ رقم صرف پیاز سے وصُول ہوگئی۔ اس سے زیادہ روشن کرامت اور کیا ہوسکتی ہے!"

شفتل چور کو سخت سزا

(۴۸) صحبت خان صاحب ہی اپنا یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ "میں نے مویشیوں کے لئے اپنے کھیت میں شفتل بوئی تھی۔ دو تین دن میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص رات کو بہت سی شفتل کاٹ کر لے جاتا ہے۔ رات کو میں سونے لیٹا تو میرے دل میں خیال آیا کہ "حضور نے تو فرمایا تھا کہ تمہاری ایک پتی بھی چوری نہیں جائے گی، یہ تو بہت سا نقصان ہوگیا"۔ دوسرے ہی دن کیا دیکھتا ہُوں کہ ہمارے گاؤں کا ایک شخص جس کا نام غلام محمد تھا میرے پاس آیا۔ اور بڑی منّت سماجت کے ساتھ مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ مَیں نے پوچھا "کیا بات ہے؟" اس نے جواب دیا "مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ مجھے معاف کردو۔ مَیں نے تمہاری شفتل کاٹی تھی۔ رات خواب میں تم نے مجھ کو شفتل چراتے پکڑ لیا۔ اور اس قدر مارا کہ میں بدحال ہوگیا۔ اس لئے مَیں تم سے معافی حاصل کرنے آیا ہوں۔ مَیں تمہاری شفتل کی قیمت ادا کردوں گا"۔

اس نے تفصیل بیان کی تو مجھے یاد آگیا کہ "میں نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تھی۔ تو حضور نے میرا حلیہ اختیار فرما کر اس کو خواب میں سخت سزا دی۔ اگر حضور اپنی ہی شکل میں ظاہر ہوتے تو وہ کیا سمجھتا کہ اسے کون کس جرم کی سزا دے رہا ہے۔" میں آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے غلام کو معاف کر دیا۔ اور اپنی قسمت پر فخر کیا کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مجھ جیسے حقیر پر کیسی شفقت فرماتے ہیں۔

ضربِ شدید کی حالت میں نگہداشت

(۳۹) صحبت خاں صاحب تار گھر میں ہرکارہ کی حیثیت سے ملازم تھے اور اپنی چھوٹی سی زمینداری کی دیکھ بھال کرتے تھے انھوں نے اپنا یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ "پارک ہوٹل میں بڑے بڑے انگریز افسر رہتے تھے۔ میں شام کے وقت پارک ہوٹل میں تار تقسیم کرنے گیا۔ تو شدید آندھی آگئی۔ میں ایک میم کو اس کا تار دے کر سائیکل پر چڑھ کر واپس ہوا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ آندھی طوفان سے ایک بڑا درخت اکھڑ کر میرے اوپر آپڑا۔ میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میں فوجی ہسپتال میں بستر پر پڑا ہوں۔

"تفصیل یہ معلوم ہوئی کہ وہ میم تار لے کر ابھی برآمدے ہی میں تھی کہ میرے اوپر درخت آپڑا اور میں بیہوش ہو گیا تھا۔ پارک ہوٹل کے مقیم افسران میں ہسپتال کے کرنل اور میجر بھی تھے۔ میم نے شور مچایا تو سب باہر نکل آئے۔ فوراً ہسپتال سے ایمبولینس منگوائی گئی۔ تار گھر میں پنڈت شولہری لال کلرک تھا۔ میں اس کا بہت خیال کرتا تھا اس لئے کہ وہ میرے حضرت کے ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس پنڈت نے بتایا کہ تم بیہوش تھے مگر تمھارے قلب سے اَللّٰہ اَللّٰہ کی آواز آرہی تھی۔"

"میرے شدید ضربیں آئی تھیں ہسپتال کے کئی ڈاکٹر جن میں خود کرنل بھی شامل تھا رات کے دس بجے تک اپریشن میں مصروف رہے۔ پورے چار دن کے بعد مجھے ہوش آیا۔ میرا بڑا لڑکا فقیر محمد (عرف نوٹس خاں) میرے پاس تھا۔ اس نے مجھے ساری تفصیلات بتائیں۔ صبح کو ایک کپتان ڈاکٹر آئے۔ وہ مسلمان تھے۔ انھوں نے مجھ سے دریافت کیا "بابا کیا تو سید ہے؟" میں نے کہا "نہیں جناب!" انھوں نے پوچھا "تمھارے باپ دادا میں سے

کوئی شخص بزرگ تھا؟" میں نے عرض کیا "نہیں جناب!" پھر میں نے کپتان صاحب سے دریافت کیا "یہ تو بتائیے کیا بات ہے"

وہ کپتان صاحب نے کہا "جس رات تم زخمی ہوئے ہو میری ڈیوٹی نہیں تھی۔ رات کو میں سو رہا تھا کہ کسی بزرگ نے مجھے ہلا کر جگایا اور کہا کہ "ہسپتال میں ایک زخمی داخل ہوا ہے وہ میرا آدمی ہے۔ اس کی بائیں ٹانگ سخت زخمی ہے۔ اس میں ٹانکے لگاؤ" میں نے خیال نہ کیا اور پھر سو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان بزرگ نے پھر جگایا اور یہی بات دہرائی۔ میں نے پھر بھی خیال نہ کیا اور سو گیا۔ تیسری دفعہ ان بزرگ نے جگایا۔ تو اب کے پاؤں کے انگوٹھے کو پکڑ کر زور سے جھٹکا بھی دیا۔ میں جاگا تو پاؤں کا انگوٹھا دکھ رہا تھا۔ میں اسی خواب کے لباس میں ہسپتال گیا۔ معلوم ہوا کہ آج شام واقعی ایک مضروب ہسپتال میں داخل ہوا ہے۔ میں نے جاکر تمہارا معاینہ کیا تو پتہ چلا کہ واقعی ٹانگ سخت زخمی تھی۔ اور آپریشن سے رہ گئی تھی۔ میں نے زخم کو صاف کیا۔ ٹانکے لگائے اور پٹی باندھ دی" "میں نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ ان بزرگ کا حلیہ بتائیے، جنھوں نے آپ کو جگا کر میری مرہم پٹی کے لئے بھیجا تھا۔ انھوں نے جواب دیا " ان بزرگ کی شبیہہ اب بھی میرے پیش نظر ہے۔ بڑی سفید دستار سر پر ہے، چہرہ سُرخ و سفید، داڑھی سُرخ اور قد میانہ ہے" میں سُن کر رونے لگا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیوں روتے ہو" میں نے کہا "جن بزرگ کو تم نے خواب میں دیکھا وہ میرے پیرومرشد ہیں۔ یہ سوچ کر رونا آگیا کہ سُبحان اللہ! حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہم جیسے کم مایہ عقیدت مندوں پر بھی ایسی شفقت ہے!!" ان ڈاکٹر صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے حضور کے نام مبارک سے ان کو آگاہ کیا۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ لیا کہ اب کے حضرت کوہاٹ آئیں تو میں انھیں آپ کی خدمت میں لے چلوں۔

"یارانِ کوہاٹ کو میری شدید چوٹوں کا علم ہوا تو انھوں نے ڈاکٹر غلام حیدر خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن اور مستری محمد یوسف صاحب کو میرے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے کہا " اگر یہاں خاطر خواہ علاج نہ ہوتا ہو تو ہم تمھیں اپنی نگرانی میں رکھیں۔ میں نے جواب دیا " آپ فکر نہ کریں۔ میرے آقا نے علاج کا ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ کیا کسی کو نصیب ہوگا" ہوتا یہ تھا کہ دفتر آتے جاتے کرنل صاحب دن میں دو دفعہ میرے پاس آتے تھے۔ میجر صاحب بھی دو تین چکّر روز

لگاتے تھے۔ اور کپتان صاحب تو سارے دن آتے رہتے تھے۔ فوجی بیمار مجھ سے پوچھتے تھے کہ "بابا! تمھارے پاس کیا جادو ہے۔ ہمیں تو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اور تمھارے پاس ہر وقت افسران آتے رہتے ہیں" میں جواب دیتا "میرے پاس کیا جادو ہو سکتا تھا۔ یہ تو فقط میرے مرشد کی نگاہِ کرم ہے، جو سارے افسر مجھ پر اس قدر مہربان ہیں"

"وقت معینہ گزر جانے کے بعد ٹانکے کھولنے کا وقت آیا تو میرے اوپر ربڑ کی چادر ڈال دی گئی۔ دونوں طرف سے دو آدمی اسے دبا کر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا "یہ آپ کیا کرتے ہیں" اُنھوں نے بتایا "تمھارے جسم پر جا بجا بہت سے ٹانکے لگائے گئے ہیں۔ کوئی آدمی ٹانکے نکالنے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمھیں اچھی طرح دبا لیا جائے اور پھر ٹانکے نکالے جائیں" میں نے کہا "آپ ذرا مجھے ٹھیک سے بیٹھ جانے دیجئے۔ پھر آپ جیسے اور جتنے ٹانکے چاہیں نکال سکتے ہیں" میں نے اپنے بیٹے سے کہا "مجھے بٹھاؤ۔ اور پیچھے تکیہ لگا دو" پھر میں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کیا۔ اور ڈاکٹروں سے کہا "اب آپ ٹانکے نکال ڈالیے" اُنھوں نے کہا "ٹانکے نکالنے میں بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ تم کو سخت درد ہوگا۔ اور تم شور مچا کے سارا ہسپتال سر پر اٹھا لوگے" میں نے جواب دیا "انشاءاللہ ایسا نہیں ہوگا۔ آپ آزما کے دیکھ لیجئے۔ اگر میں حد سے زیادہ اضطراب کا اظہار کروں تو پھر آپ جو چاہیں کیجئے گا"

"آخر ڈاکٹر صاحبان کو میں نے راضی کر لیا۔ ننانوے کے لگ بھگ ٹانکے لگے ہوئے تھے۔ وہ قینچی سے ٹانکے کا تار کاٹتے اور پھر زنبور سے کھینچ کر نکال لیتے۔ چند ٹانکے نکالنے کے بعد ڈاکٹروں نے دریافت کیا "بابا درد تو نہیں ہوتا" میں نے کہا "جناب! میں گوشت پوست کا معمولی آدمی ہوں۔ درد کیوں نہیں ہوتا۔ مگر میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اس لئے برداشت کر رہا ہوں" مگر سچی بات تو یہ تھی کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور میری نظروں کے سامنے تھا۔ اور مجھے بہت تھوڑی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

"سارے ٹانکے نکالے جا چکے تو میجر صاحب نے میری طرف دیکھ کر کہا "بابا! میں نے پٹھانوں کی ہمت کی تعریف تو بہت سُنی تھی۔ مگر پٹھان آج دیکھا ہے" میں نے جواب دیا "جناب

مَیں پٹھان نہیں ہُوں ۔مَیں تو اعوان ہُوں "۔ اس نے کہا "نہیں تم ضرور پٹھان ہو"۔ پھر کہنے لگا "یہ فوجی ہسپتال ہے ۔ یہاں شہری مریضوں کو رکھنے کی اجازت نہیں ۔ ہم نے تم کو استثنائی صورت میں یہاں رکھا تھا ۔ اگر تم فوجی ہوتے تو مَیں تمھارا فوٹو یہاں لگاتا ۔ اور تمھاری شدید ضربات اور دوسرے حالات لکھ کر یادگار رکھ چھوڑتا "۔

بھَینس سال بھر دُودھ دیتی رہی

(۴۰) حاجی خوشی محمد صاحب (فیروز پوری حال ملتانی) بیان کرتے تھے کہ "مَیں نے ایک بھَینس خریدی ۔ وہ گابھن ہوتی مگر بچّہ نہ دیتی ۔کئی سال گزر گئے ۔ ایک بار حضور تشریف لائے تو بھینس کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا ۔مَیں نے عرض کیا کہ "مگر یہ بچّہ نہیں دیتی "۔ آپ نے فرمایا "اب دیا کرے گی"۔ آٹے کا ایک پیڑا دم کر کے دیا کہ اسے کھلا دو ۔ اب یہ کٹّے دیا کرے گی ۔ ساتھ ہی بھَینس سے فرمایا کہ "سال بھر دُودھ دیا کر ۔ یہ شہری لوگ ہیں ۔ تو دُودھ نہیں دے گی تو یہ بھی تجھے کھانے کو نہیں دیں گے "۔ چنانچہ اس وقت کے بعد سے وہ بھَینس سال بھر دودھ دیا کرتی ۔ اور ہر سال ایک کٹّا جنتی ۔تقسیمِ مُلک تک ہم سب اس کے گواہ ہیں ۔

بچّہ کا غائب ہو کر واپس آجانا

(۴۱) سیّد شہاب الدین صاحب کشمیری (حال ساکن نارووال) نے بیان کیا کہ "حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر میرا لڑکا تقریباً تین سال کا تھا ۔ ایک رات ہم سب چھت پر سوئے ہوئے تھے ۔ بچہ بھی وہیں سو رہا تھا ۔ آدھی رات کے بعد میری آنکھ کھُلی تو مَیں نے دیکھا کہ لڑکا چارپائی پر نہیں ہے ۔ اس کی ماں کو جگا کے پوچھا ۔ وہ بہت پریشان ہُوئی ۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ تھا ۔ بچّہ کی ماں رونے چلّانے لگی ۔ سارے محلّہ والے جاگ اٹھے ۔مکان کا دروازہ اندر سے باقاعدہ بند تھا ۔سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ لڑکا گیا تو کیسے ۔ اور کون اسے اُٹھا کر لے گیا ۔ اتنے میں بچّے کی آواز آئی "اماں میں آگیا "۔

ان دنوں ایک مہمان بھی میرے گھر ٹھیرے ہُوئے تھے ۔ اُنھوں نے بچّہ کی آواز سنی اور گلی میں دیکھا تو ایک بزرگ بچّہ کو لئے کھڑے تھے ۔ ان کے کہنے پر ہم لوگوں نے دوڑ کر دروازہ کھولا تو وہاں بچہ تو موجود تھا مگر اور کوئی نہ تھا ۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہوا ۔ اگلے دن ایک دکان دار نے

مجھ سے پوچھا کہ گذشتہ رات آپ کا بچہ کہاں تھا"۔ میں نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ اس پر اس نے بتایا کہ "رات کو ایک بجے کے بعد ایک بزرگ نے آکر مجھے جگایا، دوکان کھلوائی اور بچے کو مٹھائی لے کر دی۔ میں نے اچھی طرح پہچانا تھا کہ وہ آپ ہی کا بچہ تھا"۔ میں نے اس سے ان بزرگ کا حلیہ دریافت کیا۔ تو اس نے جو حلیہ بیان کیا وہ عین حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ تھا۔ وہ دکاندار خود حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ حیران کہ الٰہی یہ کیا صورت پیش آئی۔ مگر میرے دل کو تقویت تھی کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہم گناہ گاروں پر ایسی ہی شفقت رکھتے ہیں"۔

داڑھی منڈوانے سے خارش ہو جانا

(۴۲) خلیفہ ساکن پنجگرائیں سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "اب تو تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ اب داڑھی مت منڈوایا کر"۔ اس نے عرض کیا "خارش ہو جاتی ہے"۔ آپ نے فرمایا "داڑھی منڈواتے ہوئے بھی خارش ہو گئی تو کیا کرے گا"۔ اس نے کہا "منڈوانے سے خارش نہیں ہوتی"۔ بیٹھے ہی بیٹھے چند منٹ بعد اس کی ٹھوڑی میں کھجلی ہونے لگی۔ اور واپس گیا تو گھر پہنچتے پہنچتے منہ سوج کر کپا ہو گیا۔ کھانا پینا مشکل ہو گیا۔ بہت گھبرایا۔ جب عاجز آگیا تو مستری فضل دین صاحب کی منت سماجت کی کہ حضور کے فرمانے سے میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر میری طرف سے معافی طلب کریں۔ اور قصور معاف کرائیں۔ مستری صاحب نے حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ ارشاد فرمایا "داڑھی نہ منڈوائے تو ٹھیک ہو جائے گا"۔ آخر خلیفہ تائب ہوا اور اس نے عہد کیا کہ کبھی داڑھی نہیں منڈوائے گا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ اس کی خارش دور ہو گئی اور تندرست ہو گیا۔

دیوارِ مسجد کی درز کو کندھا لگا کر جوڑ دیا

(۴۳) موضع سادھو کے علی پور شریف سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر "تعمیر مساجد" کے تحت آئے گا۔ جب مسجد زیرِ تعمیر تھی اور چھت پڑنی باقی تھی، تو مسجد کی دیوار ایک طرف سے پیچھے کو سرک گئی۔ اور کونا پھٹ کر دو تین انچ کا شگاف نظر آنے لگا۔ گاؤں کے لوگ دوڑے ہوئے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علی پور شریف آئے اور آپ سے تفصیل عرض کی۔ حضور خود سادھو کے

تشریف لائے اور سب سے کہا۔ "آؤ مل کر زور لگائیں"۔ یہ فرما کے اپنا دستِ مبارک اس درز پر رکھا اور کندھے سے خود بھی زور لگایا۔ تو وہ درز بند ہوگئی۔ ارشاد فرمایا "اب یہاں سے کبھی نہیں پھٹے گی"۔ نمبردار عنایت اللہ صاحب مرحوم کہتے تھے کہ "پرانی ہوجانے کے باعث اب مسجد کی دیواریں جا بجا سے شق ہوگئی ہیں۔ مگر وُہ کونا جس کی بابت حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا تھا اب بھی پوری طرح سلامت ہے"۔ ابھی تک اس مسجد کی نئی مرمت نہیں ہوئی۔ اور آج بھی یہ کرامت دیکھی جاسکتی ہے۔

حفاظت کے لئے قبل از وقت ریٹائر کرا دینا

(۴۴) صوبیدار علی گوہر صاحب (ساکن تھوہا بہادر تحصیل چکوال) اپنا واقعہ بار بار سب کو سُناتے رہے ہیں کہ میرے افسروں نے مجھے ملازمت کی میعاد پوری ہونے سے دو سال قبل ریٹائر کر دیا۔ مَیں نے دربار شریف میں حاضر ہو کر حضور سے عرض کیا۔ فرمایا "مبارک ہو۔ بہت اچھا ہُوا کہ دوسرے کی غلامی کا پٹہ تمہاری گردن سے اُتر گیا"۔ مَیں بہت حیران ہُوا مگر کیا کہہ سکتا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا "دیگیں پکا کر تقسیم کرو"۔ اس پر میں اور زیادہ حیرت زدہ ہُوا کہ میری تو نوکری ختم ہوگئی ہے۔ اور حضور دیگیں پکوا کر بانٹنے کا حکم دے رہے ہیں۔ مَیں مایوس لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہُوا کہ میری جگہ جو شخص تعینات ہُوا تھا، اس کے ماتحت سپاہیوں کو کابل والوں نے گرفتار کر لیا۔ اس پر اس صوبیدار کو سزا کا مستحق گردان کر بارہ پتھر باہر کر دیا گیا۔ اب مجھے ہوش آیا۔ اور مَیں نے سمجھا کہ حضور نے میری حفاظت کے لئے مجھے قبل از وقت ریٹائر کرایا تھا۔ اور اسی لئے دیگیں پکوا کر تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔

ریٹائرمنٹ کے بعد بحالی اور ترقّی

(۴۵) صوبیدار علی گوہر صاحب کہتے ہیں کہ "اس کے بعد میں دربار شریف حاضر ہُوا تو حضور نے فوراً دریافت فرمایا "دیگیں بانٹیں کہ نہیں؟"۔ مَیں نے عرض کیا "حضور! دیگیں تو تقسیم کر دی تھیں۔ لیکن اگر مَیں ملازمت پر بحال رہتا تو اب تک لفٹننٹ ہوگیا ہوتا"۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "کیا اللہ تعالیٰ اب تم کو یہ عہدہ نہیں دے سکتا"۔ "مَیں نے عرض کیا۔ "حضور! میں دو سال سے پنشن پر ہُوں۔ اب مجھے کس طرح یہ عہدہ مل سکتا ہے"۔ حکم ہُوا "جاؤ کمانڈر ان چیف سے ملو"۔ مَیں نے عرض کیا: "حضور یہ کام تو بہت مشکل ہے"۔

فرمایا "تم راولپنڈی جاؤ"۔ علی گوہر صاحب پنڈی نہیں گئے۔ کہتے تھے مہینہ بھر بعد پھر حاضر ہوا تو پھر یہی حکم دیا۔ میں اب کے بھی پنڈی جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس لئے کہ مجھے علم تھا کہ کمانڈر انچیف سے ملنا ناممکنات سے ہے۔ تیسری بار حاضر ہوا تو دیکھتے ہی دریافت فرمایا "راولپنڈی جاکر کمانڈر ان چیف سے مل آئے"۔ میں نے مشکلات کا ذکر کیا تو تاکید فرمائی "نہیں ابھی جاؤ"۔

علی گوہر صاحب کا بیان ہے کہ "میں حضور کے حکم کی تعمیل میں اب راولپنڈی جانے پر مجبور ہوا۔ عجب اتفاق کہ کمانڈر انچیف (جنرل گریسی) بازار میں ایک دوکان پر نظر آئے۔ میں نے فوجی سلام کیا۔ انھوں نے پہچان لیا اور کہا "علی گوہر! تم یہاں کہاں"۔ میں نے عرض کیا "حضور! میں ریٹائر کیا جا چکا ہوں"۔ چیف نے کہا "ابھی تو تمھاری مدتِ ملازمت باقی تھی"۔ میں نے عرض کیا "افسران کی مرضی"۔ چیف نے حکم دیا "تم میری کوٹھی پر ملو"۔ میں نے کہا "وہاں مجھے کون اندر آنے دیگا"۔ جواب ملا "تم دو بجے میری کوٹھی کے سامنے پہنچ جاؤ"۔

"غرض میں دو بجے کوٹھی کے سامنے پہنچا۔ ٹھیک اسی وقت چیف صاحب اپنی موٹر میں آئے اور چپڑاسی کو بھیجکر مجھے اپنے پاس طلب کیا۔ سب تفصیل معلوم کی۔ متعلق افسروں کو ٹیلیفون کئے۔ اور حکم دیا کہ علی گوہر کو سبکدوشی کے وقت سے بحال کر کے لفٹنٹ بنایا جائے اس سب مدت کی تنخواہ لفٹننٹ کے عہدے کی دی جائے۔ اور اب لفٹننٹی سے ریٹائر کیا جائے"۔ چنانچہ حضور کی ادنیٰ توجہ اور کرم سے مجھے کئی ہزار روپے لقایا ملے۔ اور اب مجھے کئی برس سے لفٹننٹ کے عہدے کی پنشن مل رہی ہے"۔ خدا کے فضل سے اب کئی سال سے علی گوہر صاحب اعزازی کیپٹن کے عہدے پر فائز ہیں۔ اور ملٹری اکیڈیمی کاکول میں برسرکار بھی ہیں۔

کند ذہن بچہ کو تین مہینے میں حفظ کرادیا

(۴۶) محمد بخش صاحب ساکن چچکانہ چک ضلع جھنگ کی آرزو تھی کہ ان کا بڑا لڑکا قرآن مجید حفظ کرلے۔ مگر وہ ایسا کند ذہن نکلا کہ تین سال ہوگئے اور تیسرے پارے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس نے بہت کوشش کی۔ پیروں کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، گنڈے تعویذ کرائے مگر لڑکا تیسرے پارے میں ہی اٹکا رہا۔ بلکہ پہلے دو پارے بھی اچھے یاد نہ تھے۔ آخر وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

"تم سلسلہ عالیہ میں داخل ہو جاؤ تو یہ بچّہ بھی قرآن شریف حفظ کرے گا۔" ازاں بعد کافی مدّت تک وہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ آپ دریافت فرماتے کہ "بچّہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا" تو ہر دفعہ وہ یہی جواب دیتا کہ "حضور تیسرا پارہ حفظ کر رہا ہے۔"

ایک دفعہ محمد بخش حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "میں سیالکوٹ جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔" سیالکوٹ پہنچ کر دوسرے دن اس نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا "حاجی بوٹا سے قلم دوات لاؤ۔" اس نے عرض کیا مجھے تعویذ نہیں لینا۔ دریافت فرمایا "پھر کیا لینا ہے۔" اس نے کہا بچّہ کو حافظ بنوانا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "تو نے بہت تنگ کیا ہے۔ لا بچّہ کہاں ہے۔" بچّہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے بچّے کو خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اپنی انگلی پر زبان مبارک سے لب لگا کر انگلی اس بچّہ کی زبان سے لگائی۔ اور فرمایا "لے جا۔ یہ حافظ ہو جائیگا۔" مزید ارشاد فرمایا "اگر یہ حفظ نہ کر سکے تو مجھے سیّد مت کہنا۔" بچّہ نے تین مہینے میں سارا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ محمد بخش اسے لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا "اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا یا نہیں۔" اس نے جواب دیا حضور کے تصرّف سے اب یہ پکا حافظ ہے۔ ارشاد فرمایا "میں نے سمجھا تو اب بھی یہی کہے گا کہ حفظ نہیں کیا۔"

رمضان شریف کا مہینہ آیا تو اس بچّہ نے تراویح میں قرآن سنایا۔ کئی حافظ پیچھے تھے مگر سارے قرآن شریف میں بچّہ کو ایک جگہ بھی لقمہ دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ یہ حافظ صاحب اب عمر رسیدہ ہیں سارے سال منزلیں دُہراتے رہنے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر شبینہ سُناتے ہیں تو ایک لفظ بھی نہیں بھولتے۔

موتیا بند ہوتے ہوئے نظر کام کرتی رہی

(۷۴) مستری فضل دین ساکن پنجگرائیں نے بیان کیا کہ "مجھے بینائی میں فتور معلوم ہوا اور کام میں دشواری محسوس ہونے لگی۔ تو میں نے ڈاکٹر کو آنکھ دکھائی۔ اس نے کہا تمھیں موتیا کا پانی اتر رہا ہے۔ دو تین مہینہ میں موتیا پک جائے گا تو آنا میں اپریشن کر دوں گا۔ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سب تفصیل بیان کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا "فکر مت کرو جب اذان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نام آیا کرے تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا کرو۔

نظر کبھی بند نہیں ہوگی"۔ چنانچہ اس کے بعد پندرہ سال گزر گئے۔ مَیں اخبار تک پڑھ لیتا تھا۔ اور مجھے کام میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔ پندرہ سال گزر جانے کے بعد مَیں نے یہ غلطی کی کہ اسی ڈاکٹر کے پاس آنکھیں دکھانے پہنچ گیا۔ ڈاکٹر نے ملامت کی کہ مَیں نے تمھیں تین مہینے بعد آنے کو کہا تھا اور تم اب آئے ہو۔ مَیں نے بتایا کہ مَیں تو اخبار تک پڑھ لیتا ہوں۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور اس نے میری دونوں آنکھوں کا آپریشن کر دیا۔ حالانکہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کچے موتیا کا آپریشن کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔

دو بوری گندم سال بھر کافی

(۴۸) حاجی مہر عبدالحق صاحب کے یہاں ایک فصل پر گندم بہت کم ہوئی۔ وہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کہ "گندم کتنی ہوئی ہے"۔ انھوں نے کہا کہ "اب کے فصل ماری گئی۔ صرف دو بوری گندم ہاتھ آئی ہے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا "تمھارے لئے کافی ہے۔ گھر والوں کا پورا سال گزر جائے گا۔ آنے جانے والے مسافروں کو بھی ضرور کھلانا"۔ مہر عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ حضور کا یہ فرمان سنا تو مَیں سخت حیرت میں تھا مگر کیا عرض کر سکتا تھا لیکن ہوا یہی کہ وہی ذرا سی گندم ہمارے سارے گھر کے لئے پورے ایک سال کو کافی ہوئی۔ اس دوران جو مہمان آتے رہے ان کی ضیافت بھی اسی سے ہوتی رہی۔

سوتے میں چور کا ہاتھ پکڑوا دیا

(۴۹) ڈاکٹر حاجی غلام حیدر صاحب خلیفۂ مجاز نے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) سے بیان کیا کہ "میرے والد چودھری جمال دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ سفر میں ایک مسجد میں رات کو سو رہے تھے۔ کسی نے تاک لیا اور ان کی جیب میں سے رقم نکالنی چاہی۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے ان کو ہوشیار کیا کہ "چودھری! ہوش کر۔ چور رقم چرا لے جائے گا"۔ ان کی آنکھ کھل گئی تو چور کھسک گیا۔ دوسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ چور بھی بڑا ڈھیٹ تھا۔ تیسری دفعہ ان کو غافل دیکھ کر اس نے پھر اپنا کام کرنا چاہا۔ اب کے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے چور کا ہاتھ چودھری صاحب کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔ ان کی اب کے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ چور کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اوّل تو چور نے ہاتھ چھڑا کے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفت ایسی مضبوط تھی کہ وہ چھڑا نہ سکا۔ تو لگا ان کی خوشامد اور منّت

سماجت کرنے۔ چودھری صاحب نے اس کو تنبیہہ کر کے چھوڑ دیا۔"

علی پور کا رُخ تو بارش اولے بے ضرر

(۵۰) پٹواری نبی بخش صاحب مرحوم شروع میں اہل حدیث تھے۔ بعد میں تائب ہوئے۔ ایک دفعہ وہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوئے۔ راستے میں بارش نے آلیا۔ بارش کے ساتھ اولے بھی تھے۔ اُنھوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ گھر کی طرف مُنہ کیا تو ان کے سر اور کانوں پر اتنی زور سے اولے پڑے کہ پلٹ کر علی پور سیداں کا رُخ کر لیا۔ اب روانہ ہوئے تو بارش اور اولوں نے نہ ستایا۔ مگر خیال آیا کہ نہ بارش رُکتی ہے نہ اولے۔ بہتر ہے کہ گھر لوٹ چلوں۔ گھر کی سمت رُخ کیا تو پھر سر اور کانوں سے اولے ٹکرانے لگے۔ پریشان ہو کر پھر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رُخ کر کے چلنے لگے۔ اب نہ بارش کی تکلیف تھی نہ اولے سر پر پڑ رہے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہُوا۔ آخر ان کو اسی میں فلاح نظر آئی کہ بارش اولوں کا خیال نہ کریں اور علی پور کی طرف بڑھتے رہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے گھر لوٹنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بارش جاری تھی، اولے پڑ رہے تھے، اور پٹواری صاحب کو مطلق کوئی تکلیف نہ تھی۔ آخر اسی طرح وہ علی پور سیداں آپہنچے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا "ایسی بارش اور ژالہ باری میں نہیں آنا چاہیئے۔" وہ ششدر رہ گئے۔ بے اختیار حضور کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو گئے۔

بچّہ کو بے فصل سٹّہ عطا فرمانا

(۵۱) چودھری محمد علی صاحب سکنہ جاتر یکے، علی پور سیداں حاضر ہُوئے۔ حضورِ والا بابِ رحمت میں تشریف رکھتے تھے۔ اور یار بھی حاضرِ خدمت تھے۔ چودھری صاحب کے ساتھ ان کا چھوٹا بچّہ بھی تھا۔ وہ رونے اور ضد کرنے لگا کہ مَیں تو مکئی کا سٹّہ (بھٹّا) لوں گا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ بچّہ کیوں روتا ہے؟ چودھری صاحب نے سبب بتایا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے الماری میں ہاتھ ڈال کر سٹّہ نکال کر بچّے کو دیا۔ وہ خوش ہُوا اور کھانے لگا۔ بہت لذیذ تھا۔ سب حاضرین حیران تھے کہ یہ بے فصل اور بے موسم کے سٹّہ (بھٹّا) کیسے آگیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وقت اور کائنات پر تصرّف حاصل تھا۔ کرامات کا یہ بیان آٹے میں نمک کی مانند، مُشتے نمونہ از خروارے ، ہے۔ سینکڑوں یاران طریقت آپ بیتے واقعات دُہراتے رہتے ہیں۔ حجازِ مقدّس میں لاکھوں روپیہ ضرورتمندوں کو دینا۔ جنّات کی تسخیر اور ان کو مشرف باسلام کرنا۔ احیائے دین اور تبلیغ و ارشاد کے لئے مافوق العادت صعوبتیں برداشت کرنا اور ان گنت مشکلات کے ہوتے ہوئے کامیاب ہونا۔ ترن تارن جیسے سکھوں کے مرکز میں حقانیت اسلام کا ڈنکا بجانا۔ فتنۂ ارتداد کا سدِّ باب فرمانا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو شریعت کا پابند اور متبع سنّت بنادینا۔ اُس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں جو سب خرقِ عادات اور کرامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ مگر اختصار کی خاطر اس پر بس کرتا ہوں۔ ورنہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس علاّمہ اقبال کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

باب ششم

دینی اور ملّی خدمات

انجمن خدّام الصوفیہ — مدارس دینیہ —

خدمت حرمین الشّریفین — تعمیر مسجد —

دیگر عمارات — ملّی اور فلاحی ادارے —

تحریک خلافت — فتنۂ ارتداد — سارد ا ایکٹ —

مسجد شہید گنج — سنّی کانفرنس —

تحریک قیام پاکستان



انجمن خدّام الصوفیہ

مقاصد

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ان مساعی کا ذکر آچکا ہے جو آپ دین متین کی تبلیغ اور سلسلۂ عالیہ کی ترویج کے لئے کیا کرتے تھے۔ مدّت العمر آپ کا یہی وظیفہ رہا۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے "انجمن خدام الصوفیہ" قایم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی۔

(۱) اتحاد جمیع سلاسل تصوّف (۲) اشاعتِ اسلام وتصوّف

(۳) تردید الزامات خلاف اسلام وتصوّف (۴) تردید مذاہب باطلہ

۱۹۰۱ء میں انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہوا۔ تین سال تک ان سالانہ اجتماعات کا مرکز بادشاہی مسجد لاہور میں رہا۔ ۱۹۰۴ء سے سالانہ جلسوں کا انعقاد علی پور سیداں (ضلع سیالکوٹ) میں ہونے لگا۔ ابتدا میں ایسی کوئی بڑی جگہ حضور کے پاس نہ تھی جہاں ایسے عظیم الشان اجتماع ہوسکیں جن میں ہزاروں آدمی شرکت کریں۔ تو آپ نے ابتدائی برسوں میں یہ جلسے اپنی ہی برادری کے بھائی نمبردار سید قایم علی شاہ صاحب کی بڑی حویلی میں منعقد کئے۔ اس کے بعد جب دکھن والی پختہ حویلی تیار ہوگئی تو سالانہ اجتماع ہونے لگے، اور اب تک ہر سال ۱۰، ۱۱ مئی کو وہیں منعقد ہوتے ہیں۔

انجمن کے سالانہ جلسوں میں علمائے کرام اور نعت خواں حضرات دور دور سے شرکت کے لئے آتے ہیں اور اپنے مواعظ حسنہ سے شرکاء کو فیض یاب کرتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ خود ہر روز کئی گھنٹے وعظ فرماتے تھے۔ صاحبزادگان والا تبار بھی وعظ میں بیش از بیش حصہ لیتے ہیں۔ عام طور پر انجمن کا سالانہ جلسہ دو روز تک منعقد ہوتا ہے۔ روزانہ تین اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ ملک بھر سے یارانِ طریقت اور شایقین شرکت کے لئے علی پور آتے ہیں۔

مہمانوں کے قیام وطعام کی پوری کفالت حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد صاحب سجادہ مدظلہ العالی اور صاحبزادگان ذی شان مہمان داری کے جملہ فرایض

بحسن وخوبی انجام دیا کرتے ہیں ۔ دس بارہ پندرہ ہزار سے بھی زیادہ مہمان دُور دُور سے شرکت کے لئے آتے اور فیض پاتے ہیں ۔ اس موقع پر علی پور سیداں میں بڑی گھما گھمی ہوتی ہے ۔ آس پاس کے شہروں سے دوکاندار آکر دکانیں لگاتے اور ہر قسم کی چیزیں فروخت کرتے ہیں ۔ غرض ہفتہ بھر بڑی شان اور رونق کا گزرتا ہے ۔

جلسہ گاہ

سالانہ جلسوں کا انعقاد اور مہمانداری کا حال ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تو عام دلچسپی کا موجب ہوگا ۔ جلسہ گاہ کی حویلی کو خوب سجایا جاتا ہے ۔ شامیانے لگاکر اندر دریاں بچھاتے ہیں ۔ وسط میں اسٹیج ہوتا ہے جس پر قالین اور گاؤ تکیے لگے ہوتے ہیں ۔ اسٹیج پر بزرگان و اکابر ، علمائے کرام اور پیرانِ عظام تشریف فرما ہوتے ہیں ۔ گلاب پاشوں سے تھوڑی تھوڑی دیر میں خوشبودار عرق چاروں طرف چھڑکا جاتا ہے ۔ نعت خوانی کے دَوران بالخصوص گلاب پاشی ہوتی ہے ۔ گیس کے ہنڈے اور گیس کی لالٹینیں جابجا نصب کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے راستے اور جلسہ گاہ روشن ہو جاتے ہیں ۔ ابتدائی ایام میں شیخ حسین بخش صاحب اور ان کے بھائی جلسہ گاہ میں روشنی کے لئے گیس کے ہنڈے فراہم کرتے تھے ۔ بعد میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی سے خود گیس کے ہنڈے اور لالٹینیں خرید فرما کر لے آئے ۔ اب تک انھی سے سب جگہ روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے ۔

ابتدائی زمانے سے اب تک رہتک اور حصار کے یارانِ طریقت جلسہ گاہ کو سجانے اور اسٹیج بنانے میں سیکرٹری صاحبان کی اعانت کے ذمہ دار ہوتے ہیں ۔ بھائی حفیظ الدین صاحب ، بھائی نصیب خان صاحب اور مولانا عبدالمجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہم دوسرے یارانِ طریقت کی مدد سے یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے ۔ انھی اضلاع کے مہاجر یارانِ طریقت جو پھلرواں اور ملتان وغیرہ میں آباد ہیں ، اپنے بزرگوں کی سُنّت قایم کیے ہوئے ہیں ۔

سالانہ جلسے

سالانہ جلسوں کا انعقاد دو دن تک ہوتا رہتا ہے ۔ پہلا اجلاس صبح آٹھ بجے شروع ہوتا ہے ۔ نعت خوانی اور مواعظِ حسنہ کا سلسلہ ایک بجے تک جاری رہتا ہے ۔ کھانا کھانے اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد دوسرا اجلاس شروع ہو جاتا ۔ جو درمیان میں عصر کی نماز کے وقفے کے بعد نماز مغرب تک جاری رہتا ۔ مغرب

کی نماز کے بعد، اور کبھی عشاء کی نماز کے بعد تیسرا اجلاس شروع ہو جاتا جو رات کے ایک دو بجے تک اختتام پذیر ہوتا۔ ان سب اجلاسوں میں نعت خواں خوش الحانی سے نعتیہ کلام سُنا کر دلوں کو گرماتے۔ اور علمائے کرام نیز مشائخ عظام عقائد و مسائل پر وعظ فرما کر سینوں کو نورِ ایمان سے منور کرتے اور رسوم و عقاید کی اصلاح فرماتے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح تین اجلاس منعقد ہوتے اور اسی طرح کی روداد ہوتی البتہ آخری اجلاس زیادہ دیر تک جاری رہتا۔ کبھی کبھی تو نمازِ تہجد کے وقت اجلاس ختم ہوتا۔ آخر میں بہرحال سلام اور ختم شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا اور دُعا مانگی جاتی۔

انجمن کے سیکرٹری

میرے ہوش سے قبل ابتدائی دنوں میں حافظ ظفر علی صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز مرکزی انجمن کے سیکرٹری تھے اور وہی تمام اجلاسوں کے منتظم خصوصی ہوا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ماسٹر حاجی کرم الٰہی صاحب سیالکوٹی بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ خلیفۂ مجاز۔ تاحیات مرکزی انجمن کے سیکرٹری اور سالانہ اجلاسوں کے منتظم رہے۔ ماسٹر صاحب کے انتقال کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اوّل نے حافظ نور احمد صاحب قصوری خلیفہ مجاز اخلف حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اوّل حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو انجمن کا جنرل سیکرٹری اور پروفیسر منشاد علی صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج بہاولنگر کو جوائنٹ سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اب تک یہ دونوں حضرات اپنے فرائض پوری تن دہی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ گو جلسہ گاہ کا انتظام اور اسٹیج قایم کرنے کا کام دوسرے یارانِ طریقت انجام دیتے ہیں، لیکن ذمہ داری سیکرٹری صاحبان کی ہے۔ اسی طرح جلسوں کا ایجنڈا تیار کرنا اور مقررین واعظین اور نعت خواں حضرات کو دعوت دینا اور انھیں جلسہ گاہ میں لانا ان کے فرائض میں شامل ہے، جسے وہ بڑے حسن و خوبی سے پورا کرتے ہیں۔

علماء و مشایخ کی شرکت

سالانہ اجلاس کی شرکت کے لئے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے اطراف واکناف سے علماء کرام کو شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ شریک ہونے والے علماء و اکابر اور نعت خوان اصحاب کے آمد و رفت کے اخراجات اور قیام و طعام کے مصارف کے خود متحمل ہوتے تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ خواص و عوام کی مہمان داری کے جملہ اخراجات خدا کے فضل و کرم سے

خود ہی اٹھاتے تھے۔ یہی نہیں رخصت کے وقت ان حضرات کو تحفوں سے بھی نوازا جاتا تھا۔

جو مشائخ عظام، علمائے کرام اور نعت خوان حضرات انجمن کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرماتے رہے ہیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ اور تمام نام ضبط تحریر میں لانے ممکن نہیں لیکن تبرکاً اور بطور نمونہ کچھ نام درج کئے جاتے ہیں۔ حضرت سجادہ نشین صاحب چورہ شریف۔ حضرت الحاج صاحبزادہ محمد صدیق صاحب چورہ شریف۔ حضرت محدث کچھوچھوی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف۔ حضرت مولانا مفتی دیدار علی صاحب الوری۔ حضرت مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔ حضرت ابو الحسنات مولانا سید محمد احمد صاحب (لاہور)۔ حضرت ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب (لاہور)۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب (گجرات) حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب (گجرات) حضرت مولوی محمد یار صاحب بہاول پوری۔ حضرت حافظ انور علی صاحب رہتکی حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری خلیفہ اوّل۔ حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ حضرت حافظ ظفر علی صاحب پسروری۔ حضرت مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی۔ حضرت مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی والے۔ حضرت مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرتسری۔ حضرت مولانا حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری۔ حضرت مولوی عبد المجید صاحب قصوری۔ حضرت مولوی محمد عمر صاحب اچھروی۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی۔ مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی۔ مولوی عبد الحمید صاحب وغیرہم۔

نعت خواں اصحاب

نعت خواں حضرات میں سے بھی مثال کے طور پر چند اصحاب کے نام لکھے جاتے ہیں۔ سب کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں۔ جناب آزاد صاحب بیکانیری۔ جناب حاجی نصیب خاں صاحب رہتکی۔ جناب حافظ صاحب پیلی بھیتی۔ جناب حاجی جلال دین صاحب فیروز پوری۔ جناب میر سعید اللہ صاحب امرتسری۔ جناب سیٹھ علیٰ صاحب (بنگلور) جناب اسد علی صاحب (بمبئی)۔ جناب ابراہیم صاحب بیکانیری۔ جناب افتخار احمد صاحب قصوری۔ جناب صابر صاحب قصوری وغیرہم۔

کُل اخراجات اجلاس

کسی کو کبھی یہ اندازہ کرنا ممکن نہ ہوا کہ سالانہ اجلاسوں کے کل اخراجات کتنے ہوتے ہیں۔ اور یہ رقم کہاں سے آتی ہے۔ حضور کے جود و سخا اور توکل کی کچھ کیفیت ان ابواب کے تحت بیان ہوئی ہے، اسی کا

ایک عظیم و درخشاں نمونہ ان جلسوں کے اخراجات میں بھی نظر آیا کرتا تھا۔

ایک بار مولوی حشمت علی شاہ صاحب خیر اللہ پوری نے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہُ العزیز سے دریافت کیا کہ ان جلسوں پر آپ کا کل خرچ کتنا ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا "میں حساب کر کے خرچ نہیں کرتا۔ البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ اپنی زمینوں کے چاول، گندم اور دیگر اجناس کے علاوہ چاول والوں کا ڈھائی ہزار روپیہ قرضہ ادا کرنا باقی ہے۔ دوسرے اخراجات کا آپ اندازہ لگالیں۔

مہمانوں کی ضیافت

مہمانوں کی ضیافت کے لئے دونوں وقت عمدہ سے عمدہ کھانے پکوائے جاتے تھے۔ پلاؤ زردہ۔ مُرغ۔ متنجن۔ گوشت۔ روٹی وغیرہ کا مستقل اہتمام ہوتا تھا۔ پشاور سے ترکی دُنبے خرید کر منگواتے اور پوری نگہداشت کے ساتھ ان کو خوب کھلا پلا کے سالانہ اجلاس کی مہمانداری کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ بعض یارانِ طریقت اپنی طرف سے مہینوں دُنبے تیار کرتے اور ان جلسوں کے لئے بطور تحفہ حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ شیخ محمد صاحب، حاجی اللہ رکھا صاحب حاجی محمد باقر صاحب سیالکوٹی اور ماموں صاحب قبلہ سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چار چار من کے تنومند دُنبے بڑے اہتمام سے پال پوس کر لاتے اور نذر گزارتے تھے۔ حضور ان تحفوں کو پسند کرتے اور اپنی خوشنودی کے اظہار کے ساتھ دُعاؤں سے سرفراز فرماتے تھے۔ ایک وقت میں دیگر اشیائے خوردنی کے علاوہ ساٹھ ساٹھ اور ستر ستر دیگیں پلاؤ زردے کی پکتی تھیں۔ خدا کے فضل وکرم سے یہ تمام انتظامات اب بھی اسی اہتمام اور خوش اسلوبی سے جاری ہیں۔ بلکہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تصرّف اور توجہ سے ان میں ترقی ہو رہی ہے۔

کھانا پکانے کا انتظام

کھانا پکوانے کا انتظام موضع سادھوکے والے چوہدری اللہ دتا صاحب مرحوم اور ان کے گاؤں کے دوسرے بہت سے لوگ مِل کر انجام دیتے تھے۔ اب ان کی اولاد چوہدری خدا بخش صاحب، نور احمد صاحب، غلام رسول صاحب اور ان کے دوسرے رفقا دن رات کی محنت اور جانفشانی سے کرتے ہیں۔

کھانے کی تقسیم

کھانا عام طور پر جلسہ گاہ میں کھلایا جاتا۔ بہت سی جماعتوں کو جو مختلف مکانوں اور کمروں میں اقامت گزیں ہوتیں، ان کی فرودگاہ پر

پہنچایا جاتا۔ غرض ہر شخص کی سہولت اور خواہش کا پورا لحاظ کیا جاتا۔ لنگر کے عام کھانے کے علاوہ حویلی سے بھی اکثر مہمانوں کے لیئے دونوں وقت کھانا آتا تھا۔ یہ کوئی قید نہ ہوتی کہ کون کہاں مقیم ہے اور کہاں کھانا کھاتا ہے۔ اپنی خواہش کے مطابق جہاں بھی کوئی ہوتا اسے اس خوانِ نعما سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا تھا۔

کھانے کی تقسیم کا کام ہمیشہ سے پشاور والوں کے ذمے ہوتا رہا ہے۔ زمانہ سابق میں برادرم غلام رسول صاحب مرحوم اور امام الدین صاحب مرحوم کرتے تھے۔ اب حافظ سلطان احمد صاحب خلیفہ مجاز، محمد نواز صاحب خلف غلام رسول صاحب مرحوم، سید اسد شاہ صاحب اور پشاور کے دوسرے یارانِ طریقت انجام دیتے ہیں۔ برادرم غلام رسول صاحب مرحوم کھانا پکانے کے لئے پشاور سے باورچی ساتھ لایا کرتے تھے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیر بھائی جو کھانا پکانے میں ماہر ہوتے دو اک دن قبل علی پور شریف پہنچ جاتے تھے۔ اور پوری محنت و محبت کے ساتھ خدمت کرتے تھے۔ ان حضرات کا کام شدید ریاضت کا ہوتا ہے۔ صبح آٹھ بجے سے تین بجے سہ پہر تک مصروف رہتے۔ دو گھنٹے نماز، کھانے اور آرام کے بعد پانچ بجے سے پھر کام میں لگتے تو رات کے دو بجے تک پکانے اور تقسیم کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ ان اصحاب کا خوشی، مستعدی اور سرگرمی سے مصروف خدمت ہونا سعادتِ دارین کا ضامن ہے۔

کھانا کھلانے کا انتظام جلسہ گاہ میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کا انتظام ابتدائی زمانے سے اپنی ضعیفی تک حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز انجام دیا کرتے تھے۔ آپ کے ہمراہ دوسرے یارانِ طریقت ہوتے تھے۔ عموماً جلسے کے اختتام پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود مختلف شہروں کے یاروں کو نامزد فرماتے کہ وہ کھانا کھلانے کے فرائض انجام دیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے حلقے کے علاوہ ایسے دوسرے اصحاب بھی خدمت میں شریک ہوتے تھے۔

ان کے بعد حضرت پیر ولایت شاہ صاحب اور حاجی منشی احمد الدین صاحب (ہر دو خلیفہ مجاز) اپنے یارانِ طریقت اور پیر بھائیوں کی اعانت سے انجام دیتے رہے۔ اب حاجی شاہ بیگ، اور جنڈری اور جھنگ کے یارانِ طریقت کھانا کھلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

یارانِ کوہاٹ بھی عرصہ تک کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی خدمت کرتے رہے۔ اب یہ کام ضلع جھنگ کے مذکورہ بالا حضرات کرتے ہیں۔

گوشت اور یخنی تیار کرنا

بکروں دنبوں کا ذبح کرنا، گوشت بنانا، یخنی کے لئے دینا اور گھر پہنچانا سب کام ابتدائی زمانے میں حاجی کریم بخش صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے حاجی محمد جان صاحب کرتے رہے۔ بحالت موجودہ یہ سب امور بندہ کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں۔ ذبح کرنا اور گوشت بنانا اس وقت حافظ رحمت علی صاحب اور عبدالحکیم صاحب کے ذمّے ہے۔

یہ چند نام خصوصیت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر ان ذمہ دار حضرات کی اعانت کے لئے بے شمار دوسرے یارانِ طریقت سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ اہل خاندان مہمانداری اور مہمان نوازی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور یارانِ طریقت کے ساتھ ہر کام میں شامل اور ہر مہمان کی تواضع میں پیش پیش رہتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس مہمانداری اور ہر کام کی نگرانی فرماتے تھے۔

انجمن کی شاخیں

فتنۂ ارتداد کے دوران انجمن خدام الصوفیہ نے جو خدماتِ جلیلہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی، نگرانی اور ہدایات پر انجام دیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔ یہاں انجمن کی بابت چند اور باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

انجمن خدام الصوفیہ کی شاخیں مختلف شہروں میں قایم کی گئی تھیں، جو اپنے اپنے حلقوں میں انجمن کے مقاصد کے مطابق سرگرم عمل رہیں۔ اور اب تک ان کی دینی خدمات جاری ہیں۔ گجرات، سیالکوٹ۔ کنجاہ، کوہاٹ، پشاور، راولپنڈی، جھنگ، لائل پور، کراچی، لاہور، ملتان وغیرہ میں یہ شاخیں اب تک سرگرمی کے ساتھ مصروفِ کار ہیں۔ بھارت میں بنگلور، میسور، احمد آباد، حیدر آباد دکن، جالندھر، مراد آباد، امرتسر، مدراس، کلکتہ، بمبئی، دہلی، فیروز پور، رہتک اور قصور وغیرہ میں قایم ہوئی تھیں۔ جن میں سے کئی اب بھی سرگرم کار ہیں۔ آگرہ کی شاخ ایک اور لحاظ سے خصوصیت کی حامل رہی ہے۔ فتنۂ ارتداد کے زمانے میں پورے علاقے میں تبلیغ وارشاد کے کام کا مرکز ہماری انجمن کی آگرہ کی شاخ تھی۔ جس کے کارکنوں

کی بیش بہا خدمات کا ذکر آگے "فتنۂ ارتداد" کی فصل میں آئے گا۔

انجمن کی شاخوں کے بعض اہم کارکنوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ گجرآت کی شاخ زیر صدارت حاجی حافظ پیر سید ولایت علی شاہ صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ ابتدا سے کام کرتی رہی ہے۔ اس کے تحت ایک مدرسہ نقشبندیہ بھی جاری ہے۔ حضرت پیر ولایت علی شاہ صاحب خود یہاں بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتے تھے۔ اور اس خدمت کا کوئی صلہ قبول نہ کرتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے حاجی احمد شاہ صاحب مدرسہ میں پڑھاتے ہیں اور حفظ کرانے اور دینیات کی کتابیں پڑھانے کے لئے تنخواہ دار اساتذہ بھی ملازم ہیں۔

گجرآت کی اس انجمن کی طرف سے سالانہ جلسہ ابتدا ہی سے بڑی شان اور اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔ دُور دُور سے علمائے کرام مدعو کئے جاتے ہیں۔ تمام اخراجات سفر وقیام وطعام انجمن خود برداشت کرتی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان جلسوں میں بذاتِ خود شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اب صاحب سجادہ اور دوسرے صاحبزادگان شرکت کرتے ہیں۔ حاجی منشی احمد الدین صاحب خلیفہ مجاز گجرآت کی انجمن کے سیکرٹری ہیں۔ اور نہایت خلوص اور جوش سے ساری خدمات انجام دیتے ہیں۔

ضیاء اللہ صاحب نعمانی ایم اے خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت سجادہ نشین اوّل اور کچھ دوسرے یارانِ طریقت نے گجرآت کے محلہ فیروز آباد میں بھی انجمن کے جلسے کچھ عرصہ سے منعقد کرنے شروع کئے ہیں۔ نعمانی صاحب ان جلسوں کی کامیابی کے لئے خصوصیت سے سرگرم عمل ہیں۔

کنجاہ میں انجمن کی شاخ حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کی صدارت میں قایم ہوئی تھی۔ اور سالانہ اجلاس بڑے اہتمام سے منعقد ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد کپتان محمد امین صاحب خلیفۂ مجاز حضرت سراج الملت سجادہ نشین اوّل ان کے جانشین ہوئے۔ آپ بھی ہر سال نہایت تزک واحتشام سے جلسے منعقد کرتے ہیں۔

کوہاٹ کی شاخ حاجی سرور خان صاحب اور سید سعید شاہ صاحب کی سربراہی میں کام کرتی ہے۔ ہر ہفتہ تمام یارانِ طریقت بابو غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان پر جمع ہو کر ختم خواجگان پڑھتے اور حلقۂ ذکر قایم کرتے ہیں۔ پشاور کی شاخ حافظ سلطان احمد صاحب خلیفۂ مجاز کی

سربراہی میں سرگرم عمل ہے اور ہفتہ وار اجتماعات پابندی سے منعقد ہوتے ہیں۔

راولپنڈی میں ابتدائی ایام میں حاجی محمد شفیع صاحب انجمن کی شاخ کے صدر تھے۔ ان کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زین العابدین صاحب کو صدر اور حاجی ڈاکٹر محمد یٰسین صاحب خلیفۂ مجاز حضرت شمس الملت صاحب مدظلہ العالی کو نائب صدر مقرر فرمایا۔ شیخ صاحب کے انتقال کے بعد حاجی حکیم محمد یٰسین صاحب صدر رہیں۔ ہفتہ وار اجتماعات شیخ فرحت علی صاحب شوق صدیقی کے مکان پر ہوتے ہیں۔ اس انجمن نے ایک نایاب کتاب "برکاتِ علی پوری" دوبارہ شایع کی ہے۔

جھنگ میں انجمن کی شاخ مولوی قطب الدین صاحب، حاجی عبدالرحمان صاحب اور حاجی لقمان صاحب کی قیادت میں کام کرتی رہی۔ ہر سال بڑے وسیع پیمانے پر جلسے کا اہتمام ہوتا تھا۔ جس میں شرکت کے لئے دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ حاجی عبدالرحمان صاحب قیام وطعام کا انتظام بہت اعلےٰ پیمانے پر کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دیگر افرادِ خاندان کو ساتھ لے کر ان جلسوں کی شرکت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔

لائل پور کی انجمن چوہدری عطا محمد صاحب حاجی اللہ دوھایا صاحب اور حاجی محبوب علی خاں صاحب کی نگرانی میں باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ ختمِ خواجگان اور حلقۂ ذکر یارانِ طریقت کے گھروں میں باری باری سے منعقد ہوتا رہتا ہے تاکہ سب کو برکات سے حصۂ وافر حاصل ہو۔ سیالکوٹ میں پہلے شیخ حسین بخش صاحب کی صدارت میں انجمن کام کرتی رہی۔ پھر غلام نبی خاں صاحب صدر ہوئے اور اب حافظ عبداللطیف صاحب صدر انجمن ہیں۔

کراچی میں انجمن کی شاخ پہلے نور محمد صاحب اور پھر حضرت بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی خلیفۂ مجاز کی صدارت میں کام کر رہی تھی۔ بعد میں مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری رح خلیفۂ مجاز صدر انجمن ہوئے۔ اب بھائی ذاکر علی صاحب خلیفہ مجاز کے زیر صدارت سرگرم عمل ہے۔ بھائی ذاکر علی صاحب نے مجھے بتایا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں مشکل سے کوئی ایسا دن ہوتا ہے جب کہ ختمِ خواجگان اور حلقۂ ذکر منعقد نہوتا ہو۔

لاہور بہت بڑا شہر ہے اور یارانِ طریقت کی تعداد بھی یہاں بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں انجمن کی کئی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ حکیم مبارک احمد صاحب خلیفۂ مجاز، حاجی غلام جیلانی

صاحب اور صوفی مشتاق صاحب کی سربراہی میں الگ الگ ہفتہ وار اجتماعات پابندی سے منعقد ہوا کرتے ہیں۔ ملتان میں حافظ صدیق انور صاحب اور ولی محمد شاہ صاحب خلیفۂ مجاز انجمن کی سربراہی کرتے ہیں۔ ہر جمعہ کو ختم خواجگان اور حلقۂ ذکر منعقد ہوتا ہے۔ اور گاہے بگاہے جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں۔

امرتسر میں پیر احمد شاہ صاحب، جالندھر میں منشی بہلول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بنگلور میں بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی خلیفہ مجاز، اور میسور میں حاجی محبوب پیران صاحب انجمن کی شاخوں کی سربراہی کرتے رہے۔ حیدرآباد دکن میں حاجی قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ انجمن کی کاربرآری میں جوش اور حوصلے کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ احمد آباد میں مولوی محمد خوب صاحب خلیفۂ مجاز رحمۃ اللہ علیہ انجمن کے کارپرداز رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے محمد عبداللہ صاحب کام کر رہے ہیں۔ انجمن کی دکن کی بعض دوسری شاخیں اب بھی سرگرم عمل ہیں۔ مرادآباد (یوپی) میں حاجی محمد طاہر صاحب وہاں کی شاخ کے سربراہ ہیں۔ بھارت کے اکثر عرسوں کے موقع پر حاجی محمد طاہر صاحب دیگر یاران طریقت کے ہمراہ جاتے ہیں۔ اور تبلیغ کے فرائض اب بھی انجام دیتے اور جلسے منعقد کرتے رہتے ہیں۔

غرض حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف و اکناف میں بنفسِ نفیس تشریف لے جاکر بے شمار شاخیں قائم کی تھیں۔ تاکہ یارانِ طریقت جمع ہو کر ہفتہ وار ختم خواجگان پڑھیں اور حلقۂ ذکر منعقد کریں۔ نیز یہ کہ حسبِ توفیق تبلیغ و ارشاد کا کام انجام دیتے رہیں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ ان کے لئے اجرِ جمیل اور دوسروں کے لئے ہدایت کا ضامن بنا رہے۔

رسالہ انوار الصوفیہ

مرکزی انجمن خدام الصوفیہ کا ماہانہ "رسالہ انوار الصوفیہ" ۱۹۰۴ء میں جاری کیا گیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجراء کے وقت ارشاد فرمایا کہ "پہلے مہینے کے رسالہ کے کل اخراجات کی میں کفالت کروں گا"۔ نیز دیگر یارانِ طریقت کو ہدایت فرمائی کہ ان میں سے ایک ایک صاحب ایک ایک مہینے کے رسالہ کے اخراجات برداشت کریں۔ تاکہ رسالہ ایک سال تک بالکل مفت تقسیم کیا جاسکے۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور رسالہ اسی تجویز کے مطابق چھپتا اور مفت تقسیم ہوتا رہا۔

ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد خریداروں سے بہت معمولی قیمت وصول کی گئی۔ اس رسالے نے دینِ متین اور تصوفِ اسلامیہ کی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ رسالے کے مندرجات اسلامی تعلیمات، تصوف، بزرگانِ دین کے سوانح، اکابر کی خدمات دین، حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات علمائے کرام کے مضامین اور دوسرے مفید اسلامی مطالب اور مسائل دین پر مشتمل ہوتے تھے۔ اور آج بھی رسالہ انہی خطوط پر جاری ہے اور مفید خدمت کر رہا ہے۔

ابتداء میں "انوار الصوفیہ" کا دفتر لوہاری منڈی لاہور میں تھا۔ پھر سیالکوٹ میں کشمیری محلہ میں ماسٹر کرم الٰہی صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر منتقل ہوا۔ اب کوٹ عثمان خان قصور میں ہے۔

رسالہ کے پہلے ایڈیٹر قلعہ سوبھا سنگھ کے مولوی حسام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دوسرے ایڈیٹر مولوی محمد عظیم صاحب لاہوری بی اے خلیفہ مجاز ہوئے۔ تیسرے ایڈیٹر مولوی امام الدین صاحب رائے پوری خلیفہ مجاز اور چوتھے ایڈیٹر حاجی ماسٹر کرم الٰہی صاحب بی اے ایل ایل بی، خلیفہ مجاز، سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ تھے۔ اب مولوی غلام رسول صاحب گوہر ادارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

بعض دوسرے رسائل

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں بعض دوسرے رسائل بھی جاری ہوئے، جو مختلف وجوہ سے بعد میں بند ہو گئے۔ مولوی غلام رسول گوہر صاحب نے انجمن خدام الصوفیہ قصور کی طرف سے رسالہ "مبلغ" قصور سے جاری کیا تھا۔ مگر صرف چند سال جاری رہا۔ رسالہ "لمعات الصوفیہ" بھی انجمن ہی کی طرف سے ملک عبدالعزیز صاحب سیالکوٹی کی ادارت میں جاری ہوا تھا جو ان کی وفات کے بعد بند ہو گیا۔ امرتسر سے ایک ہفت روزہ الفقیہ حکیم معراج الدین صاحب کی ادارت میں شایع ہوتا تھا مگر ان کی وفات پر جاری نہ رہ سکا۔ امرتسر ہی سے حضور کے نام پر ایک رسالہ "الجماعت" شایع ہونا شروع ہوا تھا مگر وہ بھی زیادہ دن جاری نہ رہ سکا۔

ان رسائل کے اخراجات میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سے زیادہ اعانت فرماتے تھے۔ کئی اخبار اور رسالے تو صرف حضور کی کفالت کی بدولت ہی جاری تھے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا، تبلیغ و

ارشاد۔ مسائل دین کی تعلیم ۔ اشاعتِ اسلام ۔ تردید فرق باطلہ ۔ حقانیت اسلام ۔ اعلائے کلمۃ الحق۔ صحیح تصوف کی ترویج ۔ شعائرِ اسلام کا تحفظ اور مسلمانوں کو ان کے دینی اور ملی فرائض و احکام کی طرف متوجہ کرنا۔

مدارسِ دینیہ

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین اور عامۃ المسلمین کی دینی و اخروی فلاح کے لئے ہر قسم کی مساعی فرمائیں ۔ جیسا کہ صفحات ماقبل سے اندازہ ہوا ہوگا ۔ انھی میں آپ کی ایک کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس قائم کئے جائیں ۔ چنانچہ اطراف و اکناف میں آپ نے بہت سے مدرسے جاری فرمائے ، دوسروں کو ترغیب دی کہ مدرسے قائم کریں ، اور قائم شدہ مدارس کی زیادہ سے زیادہ امداد فرمائی ۔ چنانچہ یہ صدقۂ جاریہ اب تک مختلف مقامات پر بچوں کی تعلیم و تربیت کا کفیل بنا ہوا ہے ۔ اور بحمداللہ دینی تعلیم کا مقصد خوش اسلوبی سے انجام پا رہا ہے۔

مدرسۂ نقشبندیہ علی پور سیداں

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۶ء میں علی پور سیداں میں مدرسۂ نقشبندیہ قایم کیا تھا جو بخیر و خوبی جاری ہے۔

حضرت کے خلف اکبر حضرت الحاج حافظ پیر مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جید عالم و فاضل بزرگ تھے ۔ ابتداء سے اپنی سجادگی کے زمانے تک آپ ہی اس مدرسہ کے مہتمم رہے ۔ اساتذہ کا تقرر ، طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام ، آمد و خرچ کے حسابات اور دوسرے تمام کام آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں انجام پاتے رہے ۔

ابتدا میں مدرسہ بڑی حویلی میں قایم کیا گیا تھا ۔ بعد میں مسجد نور سے ملحق مدرسہ کے لئے علیحدہ عمارت بن گئی تو اس میں منتقل کر دیا گیا ۔ اب وہ عمارت بھی کہنہ ہو چکی ہے ، اور ضرورت کے لئے ناکافی ہے ، تو والد محترم حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم اوّل مدرسہ) کی وصیت کے مطابق حضرت امیر ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کے گرد نئی عمارت انشاء اللہ تعمیر کی جائے گی ۔ جو عمدہ ، وسیع اور ضروریات کے لئے کافی ہوگی ۔

حضرت سراج الملّت رح

حضرت سراج الملّت صاحبزادہ الحاج مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر و سجادہ نشین اوّل)، ایک عالم متبحر تھے اور تدریس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جملہ علوم شرعیہ منقول و معقول پر آپ کا عبور کامل تھا۔ آپ نے مدرسۂ نقشبندیہ کا صرف اہتمام ہی اپنے ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ فرائض تدریس بھی انجام دیتے تھے۔ افہام و تفہیم کے لئے آپ کا اسلوب ازحد دلکش، مدلّل اور مؤثر ہوتا تھا۔ چنانچہ آپکے درس میں طلبہ بڑے شوق و ذوق سے شرکت کرتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ مدرسہ کے اساتذہ بھی آپ سے وقتاً فوقتاً استفادہ کر کے اپنی علمی مشکلات حل کرتے رہتے تھے۔

حضرت سراج الملت رح کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ذیل کے چند ناموں سے یہ اندازہ کرنا ممکن ہوگا کہ آپ کے تلامذہ میں کیسے کیسے علماء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب گوہر مدیر رسالہ انوار الصوفیہ، مولوی محمد عالم صاحب، مولوی منظر الدین صاحب، مولوی سید رسول شاہ صاحب، مولوی قاضی ظہور صاحب وغیرہ آپ کے وہ شاگرد تھے جو اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس اور خطابت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

مدرسہ کے اساتذہ

درس نظامیہ کی تکمیل اور جملہ علوم شرعی منقولات و معقولات کی تدریس اور دورۂ حدیث کے علاوہ اس مدرسہ میں خاص طور پر حفظ اور تجوید کا انتظام ابتدا سے ہوتا رہا ہے۔ ابتدا میں لکھنؤ سے قاری صاحبان، قرأت سکھانے آیا کرتے تھے، اب قاری محمد اسحاق صاحب یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ آپ بہت عمدہ قاری ہیں اور بغداد شریف کے تعلیم یافتہ ہیں۔ آجکل مدرسہ کے صدر مدرس جناب مولوی حافظ غلام رسول صاحب ہیں جو عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے علاوہ صالح و متقی بزرگ ہیں۔ اور نہایت شوق سے طلبہ کو خالصاً لوجہ اللہ درس دیتے ہیں۔ اس مدرسے میں بعض مدرسین مثلاً مولوی محمد یوسف صاحب وغیرہ ہندوستان سے بلائے گئے تھے۔ یہ نہایت قابل و فاضل بزرگ تھے۔ یہاں کے اکثر مدرسین ہندوستان کے صوبے یوپی سے بلائے جاتے تھے۔

طلباء کے لئے اقامتی اور دوسری سہولتیں

۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں

دُور دُور سے طلبہ تحصیلِ علم کے لئے آتے تھے۔ بخارا، کابل، بلوچستان، قندھار، سندھ، سرحد، بنگال اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے طلبہ یہاں آکر معقول و منقول کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ طلبہ کو قیام و طعام کی تمام سہولتیں مفت مہیّا کی جاتی تھیں۔ کھانا، ناشتہ، بستر، کپڑے، صابن، تیل، دوا علاج جملہ اخراجات حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مفت میسر ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں کسی قسم کی کوئی فیس نہ جب لی جاتی تھی اور نہ اب لی جاتی ہے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کی ضروریات اور آرام کا بذاتِ خود اہتمام اور خیال کرتے تھے۔

طلبہ کی ورزش اور صحت جسمانی کا بھی خاص طور پر اہتمام ہوتا تھا۔ نماز عصر کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سب طلبہ کو باہر میدان میں لے جاتے اور ورزش یا کھیل کی پابندی کراتے۔ فٹ بال اور ہاکی کھیلنے والے ان کھیلوں میں حصّہ لیتے۔ دوسرے دوسری ورزشیں کرتے۔ اچھے کھیلنے والوں کو انعامات دیے جاتے۔ اسی طرح بحث و تمحیص اور علمی تکرار و مباحثہ کی مشق کرائی جاتی۔ تاکہ آئندہ زندگی میں تبلیغ اور مباحثوں میں مفید حصّہ لے سکیں۔

چھوٹی عمر کے طلبہ کے ساتھ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کا برتاؤ اور زیادہ محبت و شفقت کا ہوتا تھا کہ ان کو گھر سے دُوری کا احساس نہ ہونے پائے۔ نماز میں غیر حاضری جرم تھی۔ نماز سے غیر حاضر ہونے پر مدرسہ سے طالب علم کو کھانا نہیں ملتا تھا۔ ایسی صورت میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ اس بچے کو اپنے کھانے میں سے عطا فرماتے۔ اور سمجھاتے کہ آئندہ اس فریضہ الٰہی میں کاہلی نہ کرنا۔ نماز سے غیر حاضری کروگے تو کھانا نہیں ملے گا۔ اور دربارِ خداوندی میں الگ قصوروار ٹھیروگے۔

مدرسہ کا کُتب خانہ

مدرسہ علی پور شریف میں ایک عظیم اور بیش قیمت کتب خانہ بھی ہے جس کی مالیت کئی لاکھ روپیہ ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر اور سجادہ نشین اوّل) تو ابتدا سے ہمیشہ ہمہ وقت کتب خانہ کی ترقی اور اصلاح کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حرمین الشریفین سے آپ بہت سی نایاب اور بیش قیمت کتابیں خرید کر لائے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے "لوگ تو ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو ختم ہوجاتے ہیں ہم ایسے تبرکات لائے ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔ اور ذخیرۂ آخرت و عاقبت قرار پائیں گے۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے حضرت سراج الملت کی لائی ہوئی کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر ایک بار فرمایا تھا۔
"صاحبزادہ تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لایا ہے"۔

کتب خانے میں بہت وسیع و عریض وطویل الماریاں ہیں۔ مگر وہ بھی اب اپنی عظمت و تعداد کے باوجود تنگئ داماں کی شاکی ہیں۔ کتابوں میں عربی، فارسی اور اردو کی ہر علم اور فن کی کتابیں موجود ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصولِ حدیث، اصول فقہ، لغات، منطق، فلسفہ، اجتماعیات، تاریخ، اخلاق وغیرہ کی وہ قیمتی اور نایاب کتابیں جو بڑے بڑے کتب خانوں میں نہ ملیں یہاں موجود ہیں۔ بعض بیش قیمت کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن مکمل ہیں۔ معقول ومنقول کے مطوّلات اور مستند حوالہ جات کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ ساری فہرست نقل کر دینے سے بھی کیا کام بنے گا۔ صرف چند کمیاب اور نایاب کتابوں کے نام بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

کُتب خانہ کی کتابوں کی فہرست

کتب تفسیر

تفسیر جلالین۔ تفسیر بیضاوی مکمل۔ شیخ زادہ شرح بیضاوی مکمل۔ تفسیر روح المعانی مکمّل۔ تفسیر کبیر مکمل (دو سیٹ) تفسیر رُوح البیان مکمل۔ تفسیر ابن جریر مکمل۔ تفسیر مدارک مکمل۔ تفسیر خازن مکمّل۔ تفسیر عزیزی۔ تفسیر حسینی۔ تفسیر نعیمی۔ تفسیر حقانی۔ تفسیر بیان القرآن مکمل۔ تفسیر درّ منثور۔ تفسیر اتقان۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر محمدی۔ جامع التفاسیر۔ تفسیر شیخ اکبر۔ تفسیر صاوی۔ احکام القرآن (جصاص) اسرار القرآن۔ حاشیہ جمل مکمل۔ تفسیر نسفی۔ تفسیر تبصیر الرحمان۔ نثر المرجان فی نظم القرآن۔ تفسیر یعقوب چرخی (متفرق سورتیں) تفسیر سرسیّد۔ تفسیر اسرار الفاتحہ۔ کنز المتشابہات۔ ترجمہ وحاشیہ قرآن مجید از مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔ ترجمہ وحاشیہ قرآن مجید از مولانا عبد الماجد دریا بادی۔ ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ صاحب بھیروی۔ وغیرہ وغیرہ۔

کُتب حدیث

صحاح ستّہ (متعدد نسخے) عینی شرح بخاری مکمّل۔ قسطلانی شرح بخاری مکمّل۔ فیض الباری مکمّل (از مولوی انور شاہ صاحب کشمیری) فتح الباری مکمّل۔ تجرید بخاری۔ نووی شرح مسلم مکمّل۔ فتح الملہم شرح (از علّامہ مولانا شبیر احمد عثمانی) مسند امام اعظم مکمّل۔ مسند امام احمد بن حنبل مکمل۔ مؤطا امام مالک۔ تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک

للزرقانی - اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک۔ شرح ترمذی الاحوذی۔ شروح اربعۃ للترمذی۔ العرف الشذی۔ مؤطا امام محمد مکمل۔ عون المعبود شرح ابو داؤد۔ بذل المجہود شرح ابو داؤد۔ شرح معانی الآثار للطحاوی۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ملا علی قاری)۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ (فارسی اور اردو)۔ لمعات التنقیح مکمل۔ شرح مواہب لدنیہ للزرقانی۔ شرح جامع الصغیر مکمل۔ نسیم الریاض شرح شفا شریف للخفاجی۔ شرح شفا شریف (ملا علی قاری) مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ۔ بحار الانوار۔ شمایل ترمذی۔ تحفۃ الاخیار علی ترجمہ مشارق الانوار۔ تجرید اسماء الصحابہ (امام نیشاپوری)۔ تقریب التہذیب فی اسماء الرجال۔ میزان الاعتدال (ذہبی) آثار السنن۔ قول المستحسن فی فخر الحسن کتاب الاسماء والصفات (بیہقی) مصباح الزجاجہ شرح ابن ماجہ۔ نبراس الساری فی اطراف البخاری۔ الجواہر النقی علی البیہقی۔ بستان المحدثین۔ خصائص کبریٰ۔ کنز العمال۔ الطیب الشذری علی جامع الترمذی۔ جامع الرضوی۔ وغیرہ وغیرہ۔

کتبِ فقہ فتح القدیر شرح ہدایہ۔ مبسوط للسرخسی۔ کنز الدقائق مکمل۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ عینی شرح کنز الدقائق۔ درمختار۔ ردالمختار مکمل (شامی) شرح وقایہ مکمل۔ الاشباہ والنظائر۔ جوہرۂ نیرہ (شرح قدوری)۔ بوادر النوادر (مولانا اشرف علی تھانوی)، قوت الارواح فی شرح میزان الایضاح۔ نور الایضاح۔ شرح مراقی الفلاح۔ توضیح تلویح۔ نامی شرح حسامی۔ مسلم الثبوت۔ فتاویٰ عالمگیری مکمل (عربی) نیز مکمل (اردو)۔ فتاویٰ رضویہ (مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی) فتاویٰ اشرفیہ۔ فتاویٰ خیریہ۔ فتاویٰ عزیزی۔ فتاویٰ واحدی۔ فتاویٰ حدیثیہ۔ فتاویٰ ہمایونی۔ فتاویٰ برہانیہ۔ مجموعۂ قوانین اسلام مصنفہ تنزیل الرحمان۔ وغیرہ وغیرہ۔

کتبِ عقاید الفقہ الاکبر۔ التحقیق الحلی۔ زاد المعاد۔ شرح فقہ اکبر۔ شرح عقاید۔ تحفۂ اثنا عشریہ۔ ازالۃ الغین۔ مفتاح الجنت۔ بدیع المیزان۔ ارشاد العباد۔ دار المعارف۔ فضائل صحابہ۔ ہدیۂ مجددیہ۔ ترجمۂ عقاید تورپشتی۔ الدرر السنیہ (السید احمد دحلان) تحفۂ شیعہ (مولانا نور بخش توکلی)۔ تفہیمات (مودودی)۔ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والعقیل (مولوی غلام دستگیر قصوری) نزہتہ المجالس۔ سراج الملوک۔ مقاصد الاسلام۔ خیر المواعظ۔ الروض الفائق فی المواعظ۔ وغیرہ وغیرہ۔

کُتبِ تصوّف

مکتوبات امام ربّانی ۔کشف المحجوب ۔کیمیائے سعادت ۔ احیاء العلوم ۔ نالۂ عندلیب (خواجہ ناصر عندلیب) فتوحات مکیہ ۔ علم الکتاب (خواجہ میر درد) ۔ جواہر غیبی (سیّد مظفر علی) روض الاظہر فی مآثر القلندر ۔ لوائح الانوار القدسیہ ۔ قوۃ القلوب (ابو طالب مکّی) ۔ تہذیب الایمان ۔ مطلع العلوم ۔ بستان العارفین ۔ جواہر السلوک ۔ فتوح الغیب ۔ شمس المعارف ۔ الانوار احمدیہ (مولانا وکیل احمد مجددی) ۔ حبیب الصوفیہ علی العلم ۔ انوار العارفین ۔ معارف لدنیہ ۔ حبیب الحقائق فی تفسیر الدقائق ۔ انسان کامل (جیلی) ریاض الفردوس ۔ تذکرۃ الاولیاء ۔ غنیۃ الطالبین ۔ خزینۃ الاسرار ۔ جواہر فریدی ۔ رسالہ قشیریہ (امام ابو القاسم قشیری) تفسیر اولوالالباب ۔ البہجۃ السلنیہ (شیخ محمد ابن عبداللہ نقشبندی) ۔ خیرات الحسان (ابن حجر مکّی) ، تفریح الخاطر ترجمۃ الشیخ عبد القادر ۔ لذات سکین ۔ التکشف عن مہمات التصوف ۔ انیس الطالبین (ارشادات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) رفیق السالکین (ارشادات حضرت میر کلال) (یہ دونوں رسالے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدّام الصوفیہ کی طرف سے شائع فرمائے تھے ۔) ملفوظات مخدوم جہانیاں ۔ رقعات مرزا جان جاں (اس جلد میں دوسرے رسائل بھی شامل ہیں ۔) ، فوائد الفواد ۔ وصایائے امام غزالی ۔ تذکرۃ الشیخ عربی ۔ ترجمۂ فصوص الحکم ۔ رسالۂ معرفۃ السلوک (پانچوں رسالے ایک جلد میں) ۔ روضۃ الاخیار ۔ گراں مایہ مثنویاتِ تصوف (مرتبۂ مولوی احمد حسین خان حیدرآبادی) ۔ خوب ترنگ مع شرح امواج خوبی (حضرت خوب محمد احمد آبادی) مطالب السئول فی مناقب آل الرسول (شیخ کمال الدین شافعی) فیصلۂ شاہ صاحب (شاہ عبد العزیز دہلوی) نسبت توحید وجودی ۔ الذہب الابریز ۔ انوار المشارق ۔ کراماتِ قادریہ (محمد مجیب) ۔ شرح قصیدۂ خمریہ (ترجمہ اُردو) وغیرہ وغیرہ ۔

کتبِ فارسی

مثنوی مولانا روم مکمّل ۔ شرح مثنوی مولانا روم مکمل (از حضرت مولانا بحر العلوم) ۔ شرح مثنوی مولانا روم مکمّل (مولوی ولی محمد اکبر آبادی) ۔—— بوستان معرفت شرح مثنوی مولانا روم (از مولانا عبد المجید خان پیلی بھیتی) ۔ لب لباب (خلاصہ مثنوی مولانا روم از ملا حسین واعظ کاشفی) ۔ حدیقۂ سنائی ۔ مخزن اسرار جامی ۔ دیوان امیر خسرو ۔ دیوان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۔ شرح دیوان حافظ ۔ دیوان عرفی ۔ رقعات مرزا

بیدل - یوسف زلیخا - شاہنامہ - سکندر نامہ - شرح سکندر نامہ - جارج نامہ تین جلد (مصنفہ ملا فیروز ابن ملا کاؤس) وغیرہ وغیرہ۔

کتب لغت صراح - قاموس - منجد - غیاث اللغات - لغات فیروزی - منتخب اللغات - لغات القرآن - کتاب المغرب - دلیل ساطع (تالیف محمد مہدی واصف) وغیرہ وغیرہ۔

کتب قواعد و معانی کافیہ - رضی شرح کافیہ - جامع الغموض شرح کافیہ - شرح ملا جامی - شافیہ - مراح الارواح - مصدرۃ السرور حاشیہ عبد الغفور - الفیہ ابن مالک - شرح الفیہ - ہدایت النحو - بحر عجم (مصنفہ محمد حسین)

تلخیص المفتاح - مختصر المعانی - مطول - تجرید البنانی شرح مختصر المعانی - دسوقی شرح مختصر المعانی - مفتاح العلوم للسکاکی - حاشیۃ السید علی المطول - وغیرہ وغیرہ۔

کتب تاریخ و سیر تاریخ طبری - فتوح البلدان - مقدمہ ابن خلدون - تاریخ ابن خلدون - فتوح الشام (واقدی) - تاریخ الخلفا (سیوطی) سیرۃ حلبی - سیرت ابن ہشام - تاریخ فرشتہ - تاریخ تیموری - وقائع جہانگیری - تمدن ہند - تاریخ یورپ - تاریخ آگرہ - شمس التواریخ مکمل - حیات الحیوان - تاریخ خاندان عثمانیہ - تاریخ قیصر روم - قرۃ الناظر فی مناقب عبد القادر - عجائب الآثار فی الاخبار (شیخ عبد الرحمان جبرتی حنفی) - سفر نامہ حرمین الشریفین - اخبار الاخیار - تاریخ الاولیاء - خزینۃ الاصفیاء - بہجۃ الاسرار - حضرات القدس فی خلفاء المجدد الثانی - سوانح مولانا روم (شبلی) - وغیرہ وغیرہ۔

کتب ادب حماسہ - شرح دیوان حماسہ (مولانا فیض الحسن سہارن پوری) مقامات حریری (مولوی محمد ادریس کاندھلوی) دیوان متنبی - شرح دیوان متنبی - سبعہ معلقہ - کامل للمبرد - شیخ دیوان حضرت علی - متن متین - روضۃ الادباء - دیوان حسان ابن ثابت - فوائد رضیہ شرح قصیدہ بردہ - شرح قصیدہ بانت سعاد - دیوان الحقائق وغیرہ وغیرہ۔

کتب علوم عقلی شرح تہذیب - قطبی - میر قطبی - رسالہ قطبیہ - میبذی - ہدیہ سعیدیہ - سلم - شرح سلم - تصریح - شمس بازغہ - امور عامہ - اقلیدس - میر زاہد -

ملاّحسن ۔حمداللہ ۔صدرا ۔چغمینی ۔شرح چغمینی ۔ملّا جلال ۔قاضی مبارک ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

مخطوطات

تفسیر سورۂ بقر ۔ حاشیہ ترمذی ۔ شرح عین العلم (ملا علی قاری) جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب ۔مفتاح الجنان ۔ رسالہ قدسیہ (خواجہ محمد پارسا) کنز الفوائد ۔ مکتوبات عبدالقادر جیلانی ۔ مناقب صوفیائے کرام ۔ تصوّف نامہ کتاب المومنین ۔ منافع القلوب ۔ رسالہ مثمر دوجہاں ۔خیالات عشاق ۔ کتاب اوراد ۔شرح ورد المریدین ریاض العشق ۔مصباح الحساب ۔ انسان کامل (جیلی) ۔کفایۃ الاتقیاء (علاّمہ ابوبکر محمد شظّی) ۔ شرح لوائح شریف ۔ سراج القلوب ۔ نور العیون ۔ رسالہ اسرار النقط ۔ المستطرف (خطیب بغدادی) شرح جامی ۔ انواع العلوم ۔ رسالہ ہائے نہر الفصاحت ، قواعد پارسی ، موارد الکلم وغیرہ دو بیاض جلد روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء (مصنّفہ محمد طاہر) دیوان صائب ۔خسرو شیریں ۔جنگ نامۂ امیر حمزہ ۔ رسائل مختلفہ عربی (در تصوّف و تفسیر) ۔

اس فہرست میں کم ضخامت کی یا درس نظامیہ کی کتابیں شامل نہیں کی گئی ہیں یہ مقصد یہ ہے کہ قارئین کو سرسری طور پر اندازہ ہو جائے کہ کتب خانہ کس اہمیت کا حامل ہے ۔خدا کرے کہ مدرسہ اور کتب خانہ کے لئے جدید عمارت حسب ارادہ جلد تعمیر ہو جائے ۔ تاکہ کتب خانہ کا نظام و انتظام بہتر بنایا جاسکے ۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔

اس مدرسہ کے اخراجات میں یاران طریقت بھی حصّہ لیتے رہتے تھے ۔ ان حضرات میں حاجی شیخ کرم آلہی صاحب لاہوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔خدا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

مدینہ منوّرہ میں درس گاہ اور یتیم خانہ

مدینہ منوّرہ میں ایک دینی درس گاہ کا قیام و اجراء حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کو خاص طور پر ملحوظ تھا ۔چنانچہ آپ نے ایک وسیع وعریض زمین خرید فرمائی اور ایک عظیم عمارت تعمیر کرنے کا اہتمام فرمایا ۔حضور کے وصال کے بعد اب تو یہ عمارت کئی منزل کی بن چکی ہے ۔ مگر حضرت کی حیات مبارک ہی میں درس گاہ اور یتیم خانہ قایم ہو چکا تھا ۔حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا اہتمام اس قدر ملحوظ خاطر تھا کہ یہاں سے بھی تعمیرات اور دوسرے اخراجات کے لئے برابر روپیہ ارسال فرماتے رہتے تھے ۔ ۱۹۴۶ء میں جب حضور حج و زیارت کے لئے تشریف نہ

لے جا سکے تھے۔ اور شدید علالت کی وجہ سے کراچی سے واپس آنا پڑا تھا۔ تو مجھے قافلہ سالاری کا حکم ہُوا تھا۔ اور ہدایت فرمائی تھی کہ اس ادارے کے لیے آپ کی طرف سے چار ہزار روپیہ مہتمم کو دے آؤں۔

الحمدللہ کہ مدینۂ منوّرہ کا یہ ادارہ اور درس گاہ ترقّی پر ہے۔ کافی تعداد میں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یتیم اور نادار بچوّں کی کفالت کی جاتی ہے۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے باقیات الصالحات میں اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

دوسرے مدارس دینیہ

میسور میں مسجد اعظم کی تعمیر کے ساتھ ہی حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے مدرسۂ نقشبندیہ قایم کیا تھا جو اب تک دینی خدمت انجام دے رہا ہے۔ جامع مسجد حاجی کالے خان صاحب مرحوم کوٹ عثمان خان قصور میں مولوی غلام رسول گوہر صاحب کی نگرانی میں مدرسۂ نقشبندیہ کام کر رہا ہے۔ لائل پور کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حسن جوش کا اظہار فرمایا تھا اور جیب خاص سے گراں قدر رقوم عطا فرمائی تھیں، اس مسجد میں بھی مدرسہ قایم کیا تھا جو خدا کے فضل سے جاری ہے۔

سانگلہ ہل میں ڈاکٹر غلام حیدر خلیفۂ مجاز حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ نقشبندیہ قایم کیا تھا۔ جو دینی خدمات اب بھی انجام دے رہا ہے پشاور کے ایک قاری صاحب جو نہایت نیک اور با اخلاق شخص ہیں یہاں کام کرتے ہیں۔ گجرات میں مسجد حاجی پیر بخش مرحوم میں حضرت حاجی حافظ مولانا پیر سیّد ولایت علی شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ قائم ہوا تھا جو ان کے جانشینوں کی سرپرستی میں بخیر و خوبی جاری ہے۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں مولوی حاجی محمد شریف صاحب خلیفۂ مجاز حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نقشبندیہ کے نگراں ہیں۔ گوجرانوالہ میں مدرسہ نقشبندیہ کے منتظم حافظ قاری محمد شبیر صاحب ہیں۔ موضع پنوں چک نمبر ۶ ضلع شیخوپورہ کا مدرسہ نقشبندیہ ، مولوی حافظ ریاض الحسن صاحب کے اہتمام میں چل رہا ہے۔

مکّۂ معظمہ کا مدرسۂ صولتیہ ایک قدیم اور مقتدر درس گاہ ہے۔ اس کی تکمیل میرے ہوش سے قبل ہو چکی تھی، اس لیے مجھے علم نہیں کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعمیر میں کیا حصّہ لیا۔ البتّہ یہ بات مجھے بخوبی معلوم ہے کہ اس مدرسہ کے اخراجات کے لیے حضور نے ہزار ہا روپے

ارسال فرمائے۔

لاہور کا مدرسۂ نعمانیہ قدیم دینی درس گاہ ہے۔ اس کے قیام و اجراء میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ ابتدا سے حصہ لیتے رہے تھے۔ اور ہمارے علم میں ہے کہ آپ کو اس کی اعانت اور بہبود سے خاص دلچسپی تھی۔

مدارس علاقۂ ارتداد

فتنۂ ارتداد کے زمانے میں حضور والا رحمۃ اللہ علیہ نے جو مدارس جابجا قایم فرمائے ان کا ذکر فتنۂ ارتداد کے ذیل میں آئے گا۔ یہاں اتنا اشارہ بس ہے کہ ان مدارس کی تعداد پینتالیس سے زیادہ تھی۔ جو دہلی، آگرہ، متھرا، ایٹہ، فرخ آباد، علی گڑھ، بلند شہر، رہتک وغیرہ کے اضلاع میں کشمیر و بڑودہ کی ریاستوں میں جاری کئے گئے تھے۔ ان مدارس کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک وقت میں ایک ہزار سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جس کا فوری نمایاں فائدہ اسی وقت یہ نظر آیا تھا کہ ان کی بدولت ہزاروں آدمی خدا کے فضل سے مرتد ہونے سے محفوظ ہو گئے تھے۔

چند مدارس کا ذکر بطور خصوصیت نمونہ کے لئے کیا گیا۔ ورنہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا حضور نے اپنی طویل حیات مبارک میں دینی مدارس قایم کرنے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اور دور دراز نامعلوم مقامات پر بھی مدرسے قائم کئے تھے۔ جن میں سے اکثر خدا کے فضل سے اب بھی جاری ہیں اور دینی تعلیم اور تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

خدمت حرمین الشریفین

حجاز مقدس سے ہر مسلمان کو گہرا دلی تعلق ہوتا ہے۔ اور حرمین الشریفین کی ممکنہ خدمت تو ہر مومن کو بہت ہی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عرب شریف سے جو روحانی اور قلبی رابطہ تھا اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ حجاز مقدس کی عموماً اور حرمین شریفین کی خصوصاً فلاح و بہبود اور ترقی و بہتری کے لئے سعی کرنا آپ کے نزدیک سب سے مقدم فریضہ تھا۔ چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی خدمت اور رفاہ عام کا آپ کو خصوصی اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ اور آپ ہر ایسے کام کی شرکت میں مسرت و طمانیت محسوس فرماتے تھے، اور ان

امور کی انجام دہی اور کامیابی میں خاص طور پر سرگرم عمل ہوتے تھے، جن سے دیار پاک کے باشندوں کے لیے کسی قسم کی بھی آسانی اور فلاح بہم پہنچ سکے۔

حجاز ریلوے

چنانچہ جب سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ اور اعلان فرمایا کہ مدینۂ منورہ تک ریل جاری کی جائے گی تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور آپ نے سلطنت عثمانیہ کی اس سلسلے میں امداد کو بڑی اہمیت دی۔ چنانچہ حضور نے اپنی جیبِ خاص سے حجاز ریلوے کے لئے عطیات ارسال کئے اور یارانِ طریقت نیز مسلمانانِ ہند کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ کی ترغیب پر مسلمانانِ برصغیر اور یارانِ طریقت نے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

حجاز ریلوے کے لئے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو رقوم ارسال فرمائیں، ان کی صحیح تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ نے کئی لاکھ روپیہ اس کارِ خیر کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ دولتِ عثمانیہ نے حضور کی مالی امداد کو بے حد سراہا تھا۔ آپ نے کتنی قسطوں میں عطیات ارسال فرمائے یہ بھی تحقیق نہیں لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اس سلسلے میں آپ نے جو مالی امداد کی، اس کے سپاس کے طور پر سلطان المعظم نے اپنے دستخطِ خاص سے پانچ شاہی فرمان یکے بعد دیگرے جاری کئے۔ اور آپ کی خدمات کا شکریہ ادا کیا نیز سلطان کی طرف سے پانچ تمغے خوشنودی کے اظہار کے لئے بھیجے گئے۔ اور شاہی فرامین میں آپ کو " عُمْدَۃُ الْاَمَاثِلِ وَالْاَفَاضِلِ " کے معزز لقب سے خطاب کیا گیا۔

ملک عرب کا قحط

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آنے والے عربوں کی عموماً اور معلّموں کی خصوصاً جس اہتمام سے مہمان داری اور تواضع کرتے تھے، اس کا کچھ ذکر پہلے آ چکا ہے۔ عربوں کی یہ خاطر مدارات آپ کا روزمرّہ بن گئی تھی۔ حاضرینِ دربار کے سامنے ایسے لاتعداد واقعات ہیں جب کہ حضور کی مہمان نوازی اور فیاضی سب کو ازبس حیران کر دیتی تھی۔ لیکن حرمین الشریفین کی خدمت کے بیش بہا جذبے کا ایک اور موقع پر جس طرح اظہار ہوا وہ تفصیل سے بیان کئے جانے کے قابل ہے۔

اس صدی کی چوتھی دہائی میں عرب میں سخت کال پڑا۔ اور مکہ معظمہ اور مدینۂ منورہ اس قحط سے

خاص طور پر متأثر ہوئے۔ غربا تو کیا امرا بھی ہر طرح کی مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔ خواص کے مصائب کا یوں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحؒ جو سلاطین ترکی کے پیر تھے جنہیں ترکوں کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا جن کی بڑی بڑی حویلیاں اور بہت سے باغات تھے۔ وہ بھی قرض دار ہو گئے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں روضہ شریف کے چابی بردار تھے سارا عالم اسلام ان کی عزت کرتا تھا۔ امراؤ سلاطین ان کے قدموں میں جگہ پانے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ کے نذرانے ان کی خدمت میں پیش کیے جاتے تھے قحط اور گرانی سے وہ بھی بغایت پریشان تھے۔

مدینہ فنڈ

یہ اطلاعات ہندوستان پہنچیں تو سب مسلمان مضطرب ہوئے۔ کتنے عرب پریشان ہو کر برصغیر آ گئے۔ ان میں سے بہت سے علی پور سیداں بھی آئے۔ ان کی زبانی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مزید تفصیلات کا علم ہوا۔ تو آپ بے چین ہو گئے۔ اور حرمین کے رہنے والوں کی امداد و اعانت کی تدبیر فرمانے میں سرگرم ہوئے۔

ایک روز حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب ساکن چک نمبر ۵ جنوبی (نزد بھلوال) سے فرمایا "ابراہیم! مدینہ شریف میں بہت گرانی ہو گئی ہے۔ اور قحط کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان کی امداد اور اعانت کی جائے۔" حاجی ابراہیم صاحب نے فوراً دوسو روپے نقد پیش کئے اور عرض کیا کہ "میری جانب سے اس کار خیر میں یہ حقیر رقم نذر ہے۔" حضور بہت خوش ہوئے۔ کئی آدمیوں سے حاجی صاحب کے اس عطیہ کا ذکر فرمایا اور کہا کہ "میں نے ابراہیم سے ایسا کہا تھا۔ اس نے دوسو روپے دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور ابراہیم کو جزائے خیر دے۔"

یوں "مدینہ فنڈ" جاری ہوا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ باقاعدہ رسیدیں چھپوائی گئیں۔ اور یاران طریقت میں تقسیم کی گئیں تاکہ وہ سب سے چندہ کر کے رسید جاری کریں۔ اور رقمیں مرکزی دفتر میں ارسال کریں۔ "مدینہ فنڈ" میں جو روپیہ جمع ہوتا تھا، اس سے آپ نے ایک اور کام بھی لیا تاکہ رقم میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکے۔

آپ نے کھیم کرن سے کمبل کثیر تعداد میں منگوائے۔ اور نفع پر ان کو فروخت کیا۔ اور ان کی قیمت "مدینہ فنڈ" میں جمع فرمائی۔ برد یمانی (چادر) کی نقل آپ نے تیار کروائی۔ شلجم کے اچار کے ڈبے تیار کروائے۔ لکڑی کی کھڑاویں تیار کروائیں۔ ان سب چیزوں کو فروخت کر کے رقم (اصل اور نفع) مدینہ فنڈ میں شامل کی جاتی تھی۔

جو لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے، وہ "مدینہ فنڈ" کی تفصیل جان کر بخوشی نقد رقم بھی دیتے تھے، اور ان چیزوں کو بھی خریدتے تھے۔ نیز زیادہ تعداد میں کمبل، برد یمانی، اچار اور کھڑاویں خرید کر (یا امانت کے طور پر) ساتھ لے جاتے تھے۔ اور دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے کل رقم ارسال کر دیتے تھے۔ "مدینہ فنڈ" کا باقاعدہ حساب عبدالعزیز صاحب رکھتے تھے تمام تفصیلات اور جزئیات کا حساب مرتب کرنا ان کے ذمہ تھا۔ جب چندہ کے کئی ہزار روپے جمع ہو جاتے تو مدینہ منورہ ارسال کر دیے جاتے تھے۔ تقریباً تین لاکھ روپیہ اس طرح حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین الشریفین کی خدمت و اعانت کے لئے ارسال فرمایا۔ کسی کو صحیح علم نہیں کہ حضور نے جیب خاص سے کتنی رقم عطا فرمائی تھی۔ مگر یہ مشاہدہ ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً زیادہ سے زیادہ عطیات دیتے رہے تھے۔

اس زمانے میں جو عرب حضور کی خدمت میں آئے، ان کی اعانت میں خصوصیت سے اہتمام فرماتے رہے۔ ایک دفعہ معلم حیدر صاحب آئے تو آپ نے کئی ہزار روپیہ ان کو عطا فرمایا۔ یاران طریقت نے اس کار خیر میں دل کھول کر حصّہ لیا تھا۔ ماسٹر امام دین صاحب مرحوم نے بذات خود کئی ہزار روپے دیے۔ اور کئی بار دیے۔ حضور نے میاں فضل دین صاحب سے کپڑا بنوا کر اور دُھلوا کے ارسال کیا۔

جب "مدینہ فنڈ" شروع کیا گیا اور گیارہ ہزار روپیہ جمع ہو گیا تو حضور نے عبداللہ بھائی صاحب کو بمبئی ارسال فرما دیے۔ اسی طرح جب کچھ ہزار کی رقم جمع ہو جاتی تو ان کو ارسال کرتے اور ان کی معرفت مدینہ منوّرہ اور مکہ معظمہ بھیجی جاتی۔ ہر قسط کے ساتھ حضور باقاعدہ ایک فہرست منسلک فرماتے جس میں تفصیل سے درج ہوتا تھا کہ کس کس کو کتنی کتنی رقم دی جائے۔ مدرسۂ صولتیہ مکّہ معظمہ کے لئے الگ، مدینہ منوّرہ کے یتیم خانے کے لئے جدا، حضرت آغا خلیل صاحب،

حضرت حمزہ رفاعی صاحب اور مولوی ضیاء الدین صاحب کے لئے علیحدہ نامزد کردہ رقوم ہوتیں۔ اسی طرح عوام اور غربا میں تقسیم کرنے کے لئے ہدایات ہوتیں۔ چنانچہ حضور کی ہدایت کیمطابق وہ رقمیں تقسیم کی جاتی تھیں۔ "مدینہ فنڈ" کی امداد کا یہ سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔

۱۹۴۶ء میں جب حضور کراچی پہنچ کر زیادہ بیمار ہو گئے اور حج کے لئے تشریف نہ لے جا سکے، تو مجھے حکم ہوا کہ تم ان ستر رفقا کو لے کر جاؤ۔ اس وقت "مدینہ فنڈ" کے ساٹھ ہزار روپے میرے پاس تھے۔

مدینہ فنڈ کی تقسیم کا طریقہ

یہ سارا روپیہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق جس طرح تقسیم کیا گیا، اس کی تفصیل ذاتی علم کے مطابق بیان کرنی عام دلچسپی کے لئے مفید ہوگی، اس لئے لکھتا ہوں۔ مدینہ منورہ کے یتیم خانے کے لئے چار ہزار دادا سیٹھ کو دیا گیا۔ آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ضیاء الدین صاحب، معلم حیدر صاحب اور دیگر کئی افراد کو گیارہ گیارہ سو دیے۔ مدینہ شریف کے علماء اور مشائخ کی بھی خدمت کی گئی۔ لوگوں کے گھروں پر جا کر ان میں نقدی تقسیم کی۔ بعض غربا ہماری قیام گاہ پر آ گئے تو ان کو یہیں ان کا حصّہ دے دیا۔ معذور، نابینا اور بیوہ عورتوں کے گھر جا کر ان کی امداد کی۔ نیز اپاہج اور مساکین معذوروں کی خدمت ان کے گھر جا کر کی۔

اسی طرح مکۂ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کو چار ہزار دیے۔ معلم محسن، معلم جعفر شاہ اور دوسرے کئی معلمین کو گیارہ گیارہ سَو دیے۔ یہاں بھی مدینہ منورہ کی طرح گھر گھر جا کر مستحقوں، معذوروں، نابیناؤں اور ضرورت مندوں کی خدمت کی۔ مؤذن، دربان، خدّام، پانی پلانے والے اور حرمین سے دوسرے تعلق رکھنے والوں کی بھی حسبِ حیثیت خدمت کی گئی۔ اس مختصر نگارش سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "مدینہ فنڈ" کی رقمیں کس طرح اس جوارِ پاک میں بسنے والوں کے مابین تقسیم کی جاتی تھیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ اس صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں بلکہ چوتھی دہائی تک بھی روپیہ کی قدر و قیمت آج سے بہت مختلف تھی۔ اس زمانے کے سو روپے آج کے ہزار روپے سے بھی زیادہ کارآمد اور قیمتی ثابت ہوتے تھے۔

ابُوالعرب کالقب

یہی سبب تھا کہ حجازِ مقدس کی جو خدمت حضورِ والا نے اس قحط کے زمانے میں کی، اس کی کماحقہٗ قدر کی گئی۔ حرمین الشریفین کے ساکنوں نے حضور کی خدمات کو بے حد سراہا اور تشکر و امتنان کا اظہار کیا۔ ان کے جذبات سپاس و استحسان کا یوں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور کی درخشاں خدمت و اعانت کی قدر کرتے ہوئے، اُنھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو "ابوالعرب" کے ممتاز و مقتدر لقب سے نوازا۔

تعمیرِ مساجد

صحیح حدیث ہے مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا فِی الدُّنْیَا بَنَی لَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی دَارًا فِی الْجَنَّۃِ (ترجمہ) "جس شخص نے دُنیا میں مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے (اس کے صِلے میں) اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر فرمایا۔"

مساجد کی تعمیر کا شوق

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو مساجد تعمیر کرائیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ مجھے خود علم نہیں کہ حضرت نے کتنی اور کہاں کہاں مسجدیں تعمیر کروائیں۔ البتہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے دُور افتادہ دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہر جگہ وعظ و تبلیغ کے ساتھ نماز کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔ جہاں مسجد ہوتی تھی اس کی مرمّت اور آرائش میں اہتمام فرماتے تھے جہاں مسجد نہ ہوتی تھی وہاں نئی مسجد تعمیر کراتے تھے۔ یا گاؤں کے لوگوں کو پختہ مسجد تیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھ کر تعمیر کا کام شروع کرا دیتے تھے۔ مساجد کی تعمیر میں اپنے ہاتھ سے بھی کام کرتے۔ گارا بنانا، مٹی کھودنا، مٹی اور گارا ڈھونا، اینٹیں اٹھانا سارے کام اپنے ہاتھ سے ضرور انجام دیتے۔ اگر لوگ مانع آتے اور باادب عرض کرتے کہ "آپ تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے خادم یہ کام کر لیں گے۔" تو نہ مانتے اور فرماتے "تم اپنی قبر میں جاؤ گے اور میں اپنی قبر میں۔ مجھے تمھارے کام سے کیا ملے گا۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کام میں خود ہاتھ لگاتے تو لوگ زیادہ ذوق وشوق دکھاتے اور تعمیر کا کام جلد مکمل ہو جاتا۔ اور مہینوں کا کام دنوں میں ختم ہو جاتا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد کو مکمل کرنے والوں سے بڑی خوشنودی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے۔ اس گاؤں میں دَورانِ وعظ مسجد کو ہمیشہ آباد رکھنے کی ترغیب دلاتے، نماز باجماعت کی بڑائی اور احکام بیان فرماتے۔ نتیجہ یہی ہوتا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت میں آتے اور مسجدیں آباد ہو جاتیں۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی نماز کی پابند بن جاتیں۔ مشاہدہ ہے کہ خدا کے فضل سے یہ مسجدیں اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ حالانکہ وقت تعمیر سے اب تک ان لوگوں کی کئی پشتیں گزر چکی ہیں۔ گویا حضورؒ کی مساعی سے اولاد در اولاد آج تک نمازی بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا حضورؒ کی تعمیر کردہ مساجد کا پورا علم نہ مجھے ہے نہ اور کسی کو۔ کیونکہ دوسرے اعمالِ حسنہ کے مانند حضور اپنی ان دینی خدمات کی نہ کوئی یادداشت محفوظ رکھتے تھے، اور نہ ہمیشہ ذکر فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اوّل دریائے جہلم کے کنارے ایک غیر آباد جگہ میں سیر کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ وہاں آپ کو ایک مسجد نظر آئی تو خیال کیا کہ نماز یہیں ادا کر لیں۔ خدا جانے کس بزرگ نے اس دُور افتادہ مقام پر مسجد تعمیر کرائی تھی۔ مسجد میں گئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ ہے۔ بڑی حیرت ہوئی اور فرمایا "حضرت نے دین کی کتنی خدمت کی ہے!! اور کہاں کہاں اپنے باقیات الصالحات چھوڑے ہیں۔ یہ سعادت کسی اور کو کاہے کو نصیب ہوگی"۔

اپنی معلومات کے مطابق میں کچھ مساجد کی تعمیر کا حال بیان کرتا ہوں۔

مسجد نور علی پور سیّداں

(۱) مسجد نُور۔ سنگ مرمر کی یہ عظیم الشان اور خوبصورت مسجد علی پور سیداں میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صرفِ خاص سے تعمیر کی ہے۔ اس کی تعمیر کے لئے کبھی کسی سے ایک پیسہ چندہ نہیں لیا۔ ایسی مزین اور منقش مسجد دُور دور نہ ملے گی۔ اس مسجد کی شان وشوکت اور قدر وقیمت بیان سے نہیں سمجھ میں آ سکتی، دیکھنے ہی سے اندازہ ممکن ہے۔ اس کی تعمیر کے دوران حضور والا خود اپنے دستِ مبارک سے تعمیر کی خدمات میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ سامان اُٹھا اُٹھا کر مستریوں کو دینا اور

اپنے ہاتھ سے پتھروں کی اور صحن مسجد کی رگڑائی کرنا حضور کا شیوہ وطریق کار تھا۔جس کے بہت سے عینی شاہد بقیدِ حیات ہیں۔

حضور نے جب اس کی تعمیر کا آغاز کیا ہے تو آپ کے پاس ایک حبّہ نہ تھا۔اسی طرح دوَرانِ تعمیر اکثر وبیشتر کوئی پیسہ پاس نہوتا تھا۔پہلے ایک جگہ بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ مسجد کے لئے لکڑی خریدنے سیالکوٹ تشریف لے گئے، اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا۔تو حضرت ماسٹر کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اعلےٰ قسم کی لکڑی خرید فرمائی جائے۔آپ نے چپکے سے ماسٹر صاحب سے کہا کہ "میرے پاس روپیہ کہاں ہے۔یہاں تک کا کرایہ بھی بنیئے سے قرض لے کر آیا ہوں"۔ مگر حضور کا سارا کام توکّل پر تھا۔اور ع خدا خود میر سامان است ارباب توکّل را۔

چنانچہ یہ مسجد شریف بھی اس آن بان سے تکمیل کو پہنچی کہ باید وشاید۔

ساری مسجد خالص سنگ مرمر کی ہے۔سنگ مرمر ریاست جودھپور سے منگوا کر لگایا گیا تھا۔مسجد کی کھڑکیاں صندل کی ہیں۔مسجد کے پانچ دروازے ہیں۔سب کے کواڑ آبنوس کے ہیں۔ بیچ کے دروازے کے کواڑوں پر ہاتھی دانت کا نہایت باریک اور نفیس کام ہے۔بازو کے دونوں دروازوں کے کواڑوں پر سیپ کا نہایت خوبصورت کام کیا گیا ہے۔اور دونوں طرف کے آخری دروازوں پر پیتل کا کام کر کے اُوپر خالص سونے کے پترے چڑھائے گئے ہیں۔صندل اور آبنوس کی لکڑی ریاست میسور سے منگوائی گئی تھی۔اور گلکاری کا کام مستری نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن نارووال نے کیا ہے۔

مستری صاحب مرحوم بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔انھوں نے ساری عمر حضرت کے قدموں میں گزاری۔حضرت بھی ان پر خصوصی شفقت اور نوازش کرتے تھے۔مسجد کی اندرونی دیواروں پر اور محراب میں میناکاری کا جو کام ہے۔وہ جموّں، میسور اور بنگلور کے کاریگروں نے کیا ہے۔یہ نقاشی، گُل کاری اور میناکاری نہایت اعلےٰ درجے کی خوبصورت ہے۔بعض جگہ نقاشی اور میناکاری میں خالص سونا بھی استعمال ہوُا ہے۔مسجد میں شیشے کا کام میراں بخش صاحب مرحوم نے کیا ہے۔یہ مہاراجہ جموّں کے خاص کاریگر تھے، اور محلات میں شیشے کا کام کرنے پر مامور تھے۔اُنھوں نے بھی مسجد شریف کے کام کے لئے اپنی عمر کا معتدبہ حصّہ علی پور شریف میں گزارا ہے

مسجد کے اندر کے دالان اور باہر کے برآمدے اور صحن مسجد کے وسط میں سنگ مرمر کے مصلّے بنائے گئے ہیں۔ جن میں محراب اور حاشیے سنگ موسیٰ کے ہیں۔ محراب مسجد میں سنگ مرمر کا جو مصلّٰی بنایا ہے اس میں یاقوت اور زمرد کی گلکاری ہے۔ محراب کے مصلّے کی قیمت کا اب تو اندازہ بھی ممکن نہیں۔ جودھ پور کے کاریگروں کو اس کی اُجرت اس سستے زمانے میں بھی کئی سو روپے دی گئی تھی۔ محراب کا پردہ مخمل کا ہے جس پر کئی ہزار روپے کا سلمہ ستارہ کا کام ارزانی کے ان ایام میں کرایا گیا تھا۔ اسی طرح تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے لئے نہایت قیمتی پردے بمبئی سے بنوا کر منگوائے گئے تھے۔ دروازوں کے لئے پاانداز بھی مخمل کے نہایت نرم و نازک اور حسین تیار کرائے گئے تھے۔

مسجد کے اندرونی دالان میں تین صفیں ہیں۔ ہر صف میں سنگ مرمر کے انیس جانماز بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف ایک فٹ کا حاشیہ ہے۔ پورے دالان کے واسطے ایک طویل و عریض سالم قالین امرتسر میں تیار کروایا تھا۔ اس قالین میں بھی اُنیس۱۹ جانماز ہیں۔ قالین کی زمین سُرخ ہے۔ گویا مسجد نبوی کے ترکی قالینوں کی یادگار اور تقلید مقصود ہے۔ ہر جانماز کی محراب میں گلاب کے سات سات پھولوں کا خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے۔ محراب اور اس کے چاروں طرف بھی نقش و نگار ہیں۔ یہ قالین بے حد حسین، خوشنما اور یادگار چیز ہے۔ اس زمانے میں بیش قرار رقم لگی تھی۔ اور آج تو اس کی قیمت کا تخمینہ بھی دشوار ہے۔

مسجد کے اندرونی دالان کی جنوبی سمت چھت سے متصل دونوں دیواروں میں وہیل مچھلی کا ایک سولہ فٹ لمبا ایک فٹ چوڑا کانٹا نصب کیا ہوا ہے۔ قابل دید چیز ہے۔ بسیلہ کے جام صاحب نے تحفتہً ارسال کیا تھا۔ جانب مشرق دو الماریاں ہیں جن میں دو نہایت قیمتی قدِ آدم شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ان شیشوں میں مسجد شریف کے مسقف حصے کی تمام چیزوں کا عکس نظر آتا ہے۔ جس سے لطف حاصل ہوتا ہے۔ مسجد کا گھنٹہ دس فٹ لمبا ہے۔ گراں قیمت پر خاص طور سے بمبئی سے لا کر لگایا گیا تھا۔

مسجد کے اندرونی دالان کی چھت پر بھی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ دیواروں میں خانہ کعبہ کے غلاف شریف کا فریم کیا ہوا ٹکڑا، بہت سی آیات قرآن مجید کے طغرے، کلمۂ

طیبہ خطاطی کے اعلیٰ نمونوں میں، عربی اور فارسی اشعار کے نفیس کتبے لگے ہوئے ہیں۔ چھت میں شتر مرغ کے بے شمار انڈے لٹکے ہوئے ہیں۔ بلّور کے نہایت بڑے، نفیس اور قیمتی آٹھ جھاڑ اور بلّور ہی کے رنگ برنگ کے قندیل چھت میں آویزاں ہیں۔

اس مسجد میں لاکھوں کا تو محض سنگ مرمر ہی صرف ہوا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اس سستے زمانے میں سنگ مرمر بارہ روپے مربع فٹ خریدا گیا تھا۔ دوسرے اخراجات کا آج کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کاریگروں کی آمد و رفت، قیام و طعام اور دوسری ضروریات کا صرفہ اُجرت کے علاوہ تھا۔ یہ تمام مصارف حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیبِ خاص سے ادا فرماتے رہے۔ خود اور کس چیز کا حساب کتاب کرتے تھے جو خانۂ خدا کے اخراجات ضبط فرمانے کی طرف توجّہ فرماتے۔ دوسروں کو تعمیلِ ارشاد کے سوا کسی کام میں دخل نہ تھا۔ جو کوئی اور اندازہ کر سکتا کہ کب، کتنا اور کیا خرچ ہو رہا ہے۔

یہ مسجد اس برصغیر کے عجائبات میں شامل ہے۔ دُور دُور سے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے۔ جن میں غیر مسلم بھی بہت ہوتے تھے۔ انگریز حکّام اور سیاح بھی زیارت کے لئے آتے رہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہمان سیاحوں کی مدارات فرماتے اور اکثر خود ساتھ جا کر مسجد کی زیارت کراتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت جُوتے اتارنے کا حکم دیتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض انگریزوں نے ٹوپی اُتاری اور کہا "تعظیم کے لئے ٹوپی اتارنی کافی ہے، جُوتا اتارنا ضروری نہیں۔" تو آپ تاکیداً فرماتے کہ "ہمارے معبدوں میں جُوتا اتارنا لازم ہے۔ اس کے بغیر کوئی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔"

حضورؒ اگر خود زائرین کے ہمراہ ہوتے تو ان کو بتاتے جاتے تھے کہ یہ چیز میں نے فلاں جگہ سے خریدی تھی اور وہ چیز فلاں شہر سے لایا تھا۔ اس چیز کی یہ قیمت ہے۔ اس کام کے لئے فلاں مقام سے فلاں کاریگر کو خاص طور پر بلایا تھا۔ وہ اتنے دِن رہا اور اس نے فلاں فلاں کام انجام دیا۔ کاش یہ تمام تفصیلات کہیں کہیں محفوظ ہو جائیں کہ ان کی حیثیت تاریخی یادگار کی تھی۔

جو شخص حضورؒ کی خدمت میں حاضری دیتے، حضرت خود ان سے فرماتے کہ مسجد کی زیارت

گر کے واپس جانا۔ بہت سے ہندو تو از خود مسجد کی زیارت کو جاتے اور کہتے کہ مسجد کی زیارت سے پاپ جھڑ جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کشن چند مجسٹریٹ نے خود مجھ سے کہا کہ "میں مسجد کی زیارت کے لئے علی پور گیا تھا"۔ حضور کا ذکر آیا تو اس نے کہا "میں حضرت کو خوب جانتا ہوں۔ آپ بڑی برگزیدہ ہستی ہیں۔ اللہ کے گھر پر اتنا روپیہ صرف کرنا کسی دنیادار شخص کا کام نہیں، اللہ کے بندے ہی ایسا کر سکتے ہیں"۔

غرض مسجد نور کی تعمیر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا زبردست کارنامہ ہے کہ اس کا مختصر بیان بھی آسان کام نہیں۔ اور بیان سے اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس دیکھنے سے ہی پوری حقیقت اور قدر و قیمت آشکار ہو سکتی ہے۔

ایک خواجہ صاحب سرینگر سے تشریف لائے تھے۔ امیر کبیر اور بہت نیک شخص تھے۔ مسجد کی زیارت کی تو کہنے لگے "کوئی دنیادار خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، خانۂ خدا پر اتنا روپیہ صرف نہیں کر سکتا۔ اسے تو اپنے محلات کی تعمیر کے علاوہ کوئی اور فکر ہی نہیں ہوتی۔ حضرت بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ تبھی تو آپ نے اللہ کا گھر ایسا اعلیٰ، حسین اور خوشنما تعمیر فرمایا ہے۔ جو خدا کے محبوب ہوں انہی کے ہاتھوں ایسا کارنامہ انجام پا سکتا ہے"۔

آبائی قبرستان کی مسجد

(۲) حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گاؤں علی پور سیداں میں پانچ مسجدیں تعمیر فرمائی ہیں۔ ایک کا ذکر ہو چکا۔ دوسری مسجد آپ نے اپنے آبائی قبرستان کے نزدیک تعمیر کی۔ یہ مسجد پہلے کچی تھی۔ آپ نے اس کو گرا کر از سر نو نہایت پختہ اور عمدہ تعمیر کیا۔ اس میں صرف فرش سنگِ مرمر کا ہے۔ اس کی چھت اور دیواروں میں میسور کے کاریگروں نے نقش و نگار بنائے ہیں۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ حضرت اس کے فرش کی رگڑائی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اور دوسرے کام بھی بڑے شوق سے انجام دیتے تھے۔ یہ مسجد گاؤں سے باہر واقع ہے۔ چھوٹی مگر خوبصورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی جنازہ گاہ ہے۔ اس کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے ہیں۔ تاکہ مسافر ذرا بھر دیر آرام کر سکیں۔

عام راستے کی مسجد

(۳) اسی طرح گاؤں کے شمال میں، اسٹیشن جاتے ہوئے قبرستان سے متصل ایک بوسیدہ اور پرانی مسجد کو گرا کر، حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

نے دوبارہ پختہ اور عمدہ تعمیر کرایا ہے ۔ اس کے پہلو میں بھی ایک حجرہ بنایا ہے ۔ تاکہ مسافروں کے کام آئے ۔ عرس شریف پر جو عرب حضرات آتے تھے انھیں یہیں ٹھیرایا جاتا تھا ۔ اس مسجد میں بھی حضور نے اپنے ہاتھ سے کام کیا اور تعمیر میں حصّہ لیا ہے ۔

کنوئیں والی مسجد

(۴) چوتھی مسجد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی کنوئیں پر تعمیر کرائی تھی ۔ تاکہ وہاں کام کاج کرنے والے درویش مسجد میں نماز ادا کر سکیں ۔ حضور جب گاؤں میں تشریف فرما ہوتے تھے تو عموماً ظہر سے عشاء تک کی نمازیں یہیں ادا فرماتے تھے ۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔

مَیں نے جب ارادہ کیا کہ کنوئیں پر ایک پختہ حویلی بنواؤں ، جو درویشوں اور مال مویشی کے کام آئے ، تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "پہلے مسجد بناؤ ، اس کی برکت سے حویلی بھی بن جائے گی ۔ تم اللہ تعالیٰ کا گھر بناؤ ۔ اللہ تعالیٰ تمھارا گھر بنائے گا ۔" بندے نے حضور کے حکم کی تعمیل کی ۔ کچھ عرصے بعد مسجد شق ہو گئی ۔ دیواروں کے علاوہ صحن میں بھی شگاف پڑ گئے ۔ تو حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق اس کی مکمّل مرمت زیادہ اہتمام سے کی گئی ۔ اب تک خدا کے فضل سے ٹھیک حالت میں ہے ۔ آنے جانے والے مسافر اور درویش یہاں نماز ادا کرتے ہیں ۔

مسجد ریلوے اسٹیشن

(۵) پانچویں مسجد آپ نے علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن سے متصل تعمیر کرائی تھی ۔ بلو والی کے سکھ نمبردار سے آپ نے اس کے لئے زمین قیمتاً خریدی تھی ۔ اس کی برادری نے زمین بیچنے کی سخت مخالفت کی کہ شاہ صاحب وہاں مسجد بنائیں گے ۔ اور اذان کی آواز آیا کرے گی ۔ مگر سکھ نمبردار نے ان کی مخالفت کی پروا نہ کی اور زمین حضرت کے ہاتھ بیع کر دی ۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمین میں پہلے ایک کنواں بنوایا ۔ اور اس کے ساتھ وسیع مسجد تعمیر فرمائی ۔ اس سے ملحق مسافروں کے آرام کے لئے ایک بڑی دو منزلہ سرائے بنائی ۔ ملحقہ زمین میں باغ لگوایا ۔ بعد میں نصف مربع زمین بلو والی کے لوگوں سے اور خرید فرمائی ۔ تاکہ مسجد اور سرائے کے محافظ اور مسافروں کو کوئی تکلیف نہو ۔ اور ان کی ہر طرح کی

آسایش میسر آئے۔ خدا کے فضل سے اب تک سارے انتظامات حسبِ دل خواہ انجام پا رہے ہیں۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے امام الدین صاحب مرحوم کو اس مسجد اور سرائے کا محافظ مقرر کیا تھا۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اہلیہ نواب بی بی اور ان کا لڑکا نور محمد سب کام انجام دیتے رہے۔ کھانے پینے کا تمام سامان، چارپائیاں اور بستر وغیرہ سب سرائے میں مہیا رہتے ہیں۔ یہ دونوں ماں بیٹے یہیں رہائش پذیر ہیں۔ اور مسافروں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سرائے میں ایک کمرہ غیر مسلموں کے لئے علیحدہ مقرر کیا تھا۔ اور ان کے لئے باورچی خانہ بھی جدا تیار کیا تھا۔ مگر نواح میں جو سکھ آباد تھے۔ انھوں نے ضد اور شرارت کے طور پر اسٹیشن کے قریب ایک گوردوارہ بنایا۔ مگر ان کی شرارت پھل نہ سکی۔ اور گوردوارہ نہ چل سکا۔ آخر پاکستان بن جانے کے بعد ان کے گوردوارہ کا نام نشان بھی نہ رہا۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مسجد اور سرائے بدستور قایم ہے۔

ایک دفعہ مسجد اور سرائے دونوں خستہ و شکستہ ہو گئیں تو حضور کی حیات مبارک ہی میں حضرت عموی صاحب قبلہ مدظلہٗ (سجادہ نشین ثانی) نے معتدبہ رقم مرمت کے لئے عطا فرمائی تھی۔ مگر اس کی مرمت کا دوبارہ کام بندہ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انجام دیا۔ اور اس سلسلہ میں باقی اور جو کچھ خرچ ہوا، وہ حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) نے عطا فرمایا۔ الحمدللہ مسجد اور سرائے دونوں کی دوبارہ مرمت اور مضبوطی ہو گئی ہے۔

چراغِ مُقبلاں ہرگز نمیرد   وگر گیتی سراسر باد گیرد

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں بھی مسجد کا کام شروع کراتے، مزدوروں کے ساتھ خود بھی کام ضرور کرتے تھے۔ اسٹیشن والی مسجد جب تعمیر ہونی شروع ہوئی، تو حضور صبح کی نماز ادا کرنے کے فوراً بعد بڑی حویلی سے باہر تشریف لے آتے۔ اگر گھوڑا پہلے سے دروازے پر تیار ہوتا تو سوار ہو جاتے۔ ورنہ پیدل ہی تشریف لے جاتے۔ اور جائے تعمیر پر پہنچ جاتے۔ مَیں نے خود حضرت کو مسجد کی بنیاد میں روڑی کوٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر کوئی خادم عرض کرتا کہ آپ کے بجائے مَیں یہ کام کر لوں گا۔ تو حضرت فرماتے "تم نے اپنی قبر میں جانا ہے، مَیں نے اپنی میں۔ تم اپنا کام کرو، مَیں اپنا کر دوں گا۔"

سادھوکے کی مسجد

(۶) موضع سادھوکے علی پور شریف سے تین میل کے فاصلے پر اور منچور کے اسٹیشن سے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں حضور کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور معتقد حضرات بھی تھے۔ اس لئے آپ بچپن سے اس گاؤں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس گاؤں کی کچی مسجد شہید کر کے آپ نے اسکی پختہ تعمیر کروائی۔

اس مسجد کی تعمیر کے لیئے اینٹیں گاؤں ہی میں پکائی گئی تھیں۔ ایک دن حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کام کی نگرانی کے لیئے تشریف لے گئے تو سب زمیندار اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اور اینٹیں سب یونہی باہر پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ اینٹیں مسجد میں کیوں نہیں لائے۔ انھوں نے جواب دیا "کام کے دن ہیں۔ اوّل ہم کام کر لیں۔ فارغ ہو کر اینٹیں مسجد میں پہنچا دیں گے۔" آپ چپ ہو گئے۔ اور خود آگے بڑھ کر اینٹیں ڈھونے لگے۔ فرمایا "ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ میں بے کار ہوں۔ مجھے سوا اللہ کے دنیا کا کوئی کام نہیں۔" حضور نے اینٹیں ڈھونی شروع کیں تو سب اپنا اپنا کام چھوڑ کے دوڑ پڑے۔ بوڑھے بچے تک آ گئے۔ بعد میں آس پاس کے دوسرے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور ذرا سی دیر میں تمام اینٹیں مسجد پہنچ گئیں۔ آپ نے فرمایا "لو بھائی میرا کام تو اللہ تعالیٰ نے کرا دیا۔ اب تم فارغ ہو۔ اپنا اپنا کام کرو۔"

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل ایک وسیع تہ خانہ بنوایا۔ تاکہ زمینداروں کو گرمی اور رمضان المبارک میں تکلیف نہو۔ اور دوپہر کو وہاں آرام کیا کریں۔ تہ خانے کے اُوپر مسجد کا اچھا فراخ کمرہ اور اس کے آگے ایک برآمدہ تعمیر کیا۔ مسجد زیر تعمیر تھی اور ابھی چھت نہیں پڑی تھی کہ مسجد کی دیوار ایک طرف سے سرک گئی اور ایک کونہ پھٹ گیا جس میں دو تین انچ کا شگاف نظر آنے لگا۔ لوگ دوڑتے ہوئے علی پور شریف آئے اور حضور سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ خود تشریف لے گئے۔ سب سے کہا "آؤ مل کر زور لگائیں۔" اپنا دستِ مبارک اس درز پر رکھا اور کندھا لگا کے خود بھی زور لگایا تو درز بالکل بند ہو گئی۔ فرمایا "اب یہاں سے کبھی نہیں پھٹے گی۔" نمبردار عنایت اللہ مرحوم کہتے تھے کہ مسجد پرانی ہو جانے کے باعث اس کی دیواریں جابجا سے شق ہو گئی ہیں۔ مگر وہ کونا جو حضور نے مرمت فرمایا تھا ابتک پوری طرح صحیح سالم ہے۔

اس گاؤں میں حضور نے لنگر کے لئے کچھ زمین خرید فرمائی تھی۔ اس لیئے لوگوں سے فرمایا کرتے

تھے۔ اس مسجد کی تعمیر میں تمہارے ساتھ میں بھی شامل ہوں۔ کیونکہ میں بھی اس گاؤں میں زمین کا مالک ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں زیادہ حصّہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تھا۔ اب تک ہم بھی اس مسجد کی مرمّت وغیرہ میں حِصّہ لیتے ہیں۔

چک نمبر ۱۶۴ کی مسجد

(۷) موضع مہیس چک نمبر ۱۶۴ ضلع لائل پور میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالی شان تین منزلہ مسجد بنائی ہے۔ نیچے خوب گہرا اور بہت وسیع تہ خانہ بنایا ہے تاکہ روزہ دار اور نمازی گرمیوں میں آرام پائیں۔ اس کے اُوپر دو منزلیں اور تعمیر کی ہیں۔ اس کی کرسی سطح زمین سے تقریباً چھ فٹ اُونچی ہے۔ خوبصورت اور عالی شان مسجد ہے اور خدا کے فضل اور حضور کے تصرّف سے اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ نمازِ تراویح اور نمازِ جمعہ میں تینوں منزلیں بھر جاتی ہیں۔ اَلحمدُ لِلّٰہ۔

مسجد کے آغاز کا یہ واقعہ دلچسپی کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ حضور نے ارادہ فرمالیا تھا کہ اگلا جمعہ اسی مسجد میں پڑھائیں گے۔ مسجد کے صحن میں مٹی ڈالنی تھی۔ آپ نے لوگوں سے کہا آؤ یہ کام کریں۔ اُنھوں نے عرض کیا "کاتک کا مہینہ ہے۔ کام کاج کے دن ہیں۔ فارغ ہو جائیں گے تو یہ کام کریں گے۔" آپ نے فرمایا "خیر میں تو فارغ ہوں۔ میں یہ کام کرتا ہوں۔" چنانچہ آپ نے سامنے والی زمین سے مٹی کا ایک بڑا ڈھیلا اٹھا لیا اور لے چلے۔ یہ دیکھ کر اور سب لوگ بھی آپ کے ساتھ کام میں لگ گئے۔ گاؤں میں شور مچ گیا کہ حضرت خود مسجد کے صحن میں مٹی لا لا کر ڈال رہے ہیں۔ گاؤں میں عام اعلان کے لئے ڈھول بجایا جانے لگا۔ بوڑھے، جوان، بچّے سب کام چھوڑ چھوڑ کر مسجد کی طرف چلے آئے۔ اور مٹی ڈالنے میں مشغول ہو گئے۔ آس پاس کے اور بھی بہت لوگ آ گئے۔ غرض دنوں کا کام گھنٹوں میں مکمّل ہو گیا۔ مسجد کے صحن کو مٹی سے بھر کر کوٹ کر حضرت نے وہیں جمعہ پڑھایا۔ اس دَوران حضور کے اشارے پر کارکنوں کے لئے کھانا تیار کیا جانے لگا تھا اور دیگیں چڑھا دی گئی تھیں۔ سب کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا گیا۔ سب کاموں سے فارغ ہو گئے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں والوں سے فرمایا "میرا کام ہو گیا ہے۔ میں اب پھر فارغ ہوں۔ اب تم بھی اپنے اپنے کاموں میں لگ جاؤ۔" آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر دین اور دُنیا دونوں کے کام ایک وقت

میں جمع ہو جائیں، تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دُنیا کے کام بھی سدھر جائیں گے۔"

قدیم جامع مسجد لائل پور

(۸) لائل پور کی قدیم جامع مسجد حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر فرمودہ ہے۔ پہلے اس کا ذکر آچکا ہے۔ میاں نور اللہ صاحب کے والد منشی فتح دین صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور معتقدین میں تھے۔ اُنھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسجد کی بنیاد رکھوائی۔ سنگِ بنیاد رکھتے وقت حضور نے اپنی جیبِ خاص سے عطیہّ فرمادیا۔ اور اہالی لائل پور نے بھی حضرت کا اتباع فرماتے ہوئے فراخ دلی سے حصّہ لیا۔ جب چھت ڈالنے کا وقت آیا تو سرمایہ ختم ہو چکا تھا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے منشی صاحب مرحوم کی درخواست پر دو جمُعے پے درپے پڑھائے۔ ہر وعظ کے بعد دونوں مواقع پر ایک ایک ہزار روپیہ خود عطا کیا۔ دوسرے جمعہ میں اپنا دُھسّہ بھی مسجد کے لئے پیش کیا۔ ہر جمعہ پر سات آٹھ آٹھ ہزار روپے جمع ہو گئے۔ اور مسجد کی تکمیل کا سامان ہو گیا۔ اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ جامع مسجد خوب آباد اور بارونق ہے۔

جامع مسجد جھنگ بازار لائل پور

(۹) لائل پور ہی میں جھنگ بازار میں جو دوسری جامع مسجد قیامِ پاکستان کے بعد بنی ہے، اس کی تعمیر میں بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ سے زیادہ حصّہ ہے۔ پہلے تفصیل آچکی ہے کہ حضوُر نے کس فراخ دِلی سے جیبِ خاص سے چندہ عطا کیا تھا۔ اور دوسرے جمعہ پر پھر گراں قدر عطیہ دیا تھا۔ آپ کے اتباع میں ہر دفعہ شرکاءِ جلسہ نے فراخ دِلی سے چندہ دیا۔ ہر جمعہ پر سات آٹھ ہزار روپیہ چندہ جمع ہوُا۔ اور کام بخیر وخوبی شروع ہو گیا۔

اس موقع پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ پٹواری اسماعیل صاحب نے چندے کے طور پر پچاس روپے مجھے دیے۔ میَں نے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے پٹواری صاحب کو پاس بلا کر فرمایا کہ "ہم آپ سے چندہ نہیں لیتے۔ بلکہ آپ ہمیں مسجد کے لئے زمین دلوائیے۔" اُنھوں نے وعدہ کیا کہ "اگر میَں شہر کا پٹواری لگ گیا تو یہ خدمت ضرور انجام دوں گا۔ مگر یہ رقم بھی ضرور قبول فرمائیے تو بڑا احسان ہو گا۔" حضور کی توجّہ سے کچھ دن بعد ہی ڈپٹی کمشنر لائل پور نے از خود حکم صادر کیا کہ محمد اسماعیل پٹواری کو شہر کے حلقہ میں تعینات کیا جائے۔ اُنھوں نے بھی

اپنے وعدے کے مطابق کوشش کر کے بڑی مسجد کے لئے، اور مدرسہ نیز اس کے برابر چھوٹی مسجد کے لئے جھنگ بازار کے دونوں طرف جگہ دلوائی۔ اور کاغذات میں اندراجات کر کے انتقال کی تکمیل کی۔

جب یہ کام ہو گیا تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ "میں لائل پور جاتا ہوں وہاں کچھ دن قیام کر کے چھوٹی مسجد مکمل کروں گا۔ اور بڑی مسجد کی بنیاد رکھ کر واپس آؤں گا۔ تم گھر سے خیمے لے چلو تاکہ قیام میں آسانی ہو۔" میں نے عرض کیا کہ "آپ چک میں اپنے مکان پر قیام فرمائیں۔ اس میں آرام ملے گا۔" فرمایا "نہیں! میں نے نیت کر لی ہے کہ شہر میں قیام کر کے روزانہ رات کو جلسہ کیا کروں گا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے مسئلے سنایا کروں گا۔" میں نے مکرر عرض کیا کہ "چک ہی میں قیام فرمایئے۔ موٹر کا انتظام کر لیں گے۔ اس میں روزانہ آنا جانا ہو جائے گا۔" مگر حضرت نے پھر انکار فرمایا۔ آخر میں نے اس بات پر حضور کو راضی کر لیا کہ شہر میں ایک وسیع مکان کا انتظام کئے لیتے ہیں۔ وہیں جلسہ بھی ہو جایا کرے گا۔ اس طرح حضور کو زحمت نہیں ہو گی۔

حضور نے اجازت دے دی تو میں اگلے دن ہی لائل پور چلا آیا۔ مولوی سراج الحق صاحب مرحوم کے صاحبزادے ظہور الحق صاحب نے سنت پورہ میں ایک بڑا گوردوارہ الاٹ کرا رکھا تھا۔ بہت فراخ اور وسیع جگہ تھی۔ میں نے ان سے اپنی تجویز بیان کی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اس گوردوارہ کی صفائی کرا کے اور سامان قیام و طعام فراہم کر کے حضور کی خدمت میں اطلاع بھیجی تو اگلے دن ہی تشریف لے آئے۔ اور اس جگہ کو قیام اور جلسے کے لئے موزوں پا کر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ یاران طریقت کو بڑی مسرت ہوئی کہ حضور اب کے طویل قیام فرمائیں گے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اشتہارات چھپوائے، جن میں دور دور کے علمائے کرام کے نام شایع کئے اور اعلان فرمایا کہ ہر روز رات کو جلسہ ہوا کرے گا۔ اہالی لائل پور مواعظ حسنہ سے استفادہ کرنے کے لئے جوق در جوق آیا کریں۔ مجھے حکم ہوا کہ ایک انجمن کی بنیاد ڈالو۔ جس کے صدر حضرت والد صاحب قبلہ (سجادہ نشین اوّل) ہوں گے۔ ضلع لائل پور کے لئے نائب صدر مولوی سردار محمد صاحب اور ضلع جھنگ کے لئے مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ انجمن کے سو رکن ایسے بناؤ جو دس روپے ماہوار دیا کریں۔ اور پانچ سو ایسے ممبر جو پانچ روپے ماہانہ چندہ ادا کریں۔ نیز سفیر مقرر کرو۔ جو گاؤں گاؤں جا کر مدرسہ اور مسجد کے لئے

چندہ جمع کر کے لائیں۔ چنانچہ حضور کے فرمان کی تعمیل میں انجمن قایم کی گئی۔ اور سفیر مقرر کر دیے گئے۔

اگلا جمعہ حضرت نے جھنگ بازار کے باغ میں پڑھایا۔ لوگ کثیر تعداد میں شریک تھے۔ وہیں کثیر چندہ جمع ہو گیا۔ اور لوگوں نے مسجد کی تعمیر کے لیے آیندہ بڑے پیمانے پر وعدے کیے۔ ایک دن بعد ہی حضور نے مجھ سے فرمایا کہ "میں کل واپس چلا جاؤں گا۔" میں نے عرض کیا کہ "آپ نے تو ارادہ فرمایا تھا کہ چھوٹی مسجد کی تعمیر مکمل کرا کے واپس ہوں گے۔ ابھی سے کیوں واپسی کا قصد فرما لیا۔" میرے بار بار باصرار عرض کرنے پر فرمایا کہ "میں جس کام کے لیے آیا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ میری محنت اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لی ہے۔" میں نے عرض کیا "ابھی تو مسجد میں ایک اینٹ بھی نہیں لگی اور آپ نے واپسی کا ارادہ بھی کر لیا۔" فرمانے لگے "تمھیں علم نہیں۔ میں جس کام کے لیے آیا تھا وہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا آنا قبول فرما لیا ہے اور مجھے واپسی کی اجازت مل گئی ہے۔ میں کل ضرور چلا جاؤں گا۔" پھر یہ شعر پڑھا۔

دل نیست کبوتر کہ بر و باز نشیند   از گوشۂ شاخے کہ پریدیم پریدیم

چنانچہ حسبِ فرمان اگلے دن صبح کی گاڑی سے آپ لاہور لوٹ آئے۔ مگر سب نے دیکھا کہ حضور کی محنت کا ثمر مکمل ہو گیا۔ جہاں حضور نے نماز ادا کی تھی وہاں عظیم الشان مسجد اور عظیم مدرسہ بن چکا ہے۔ ہر سال مدرسہ سے بیسیوں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ اور پچاسوں حافظ و عالم بن کر نکلتے ہیں۔ اور چھوٹی مسجد تو حضور کی واپسی کے تھوڑے دن بعد ہی مکمل ہو گئی تھی۔ اس مدرسہ اور ان دونوں مسجدوں پر لاکھوں روپے صرف ہو چکے ہیں اور ابھی لاکھوں اور خرچ ہوں گے۔ کیوں کہ بڑی مسجد کا کام برابر جاری ہے۔ یہ بات بھی خالی نہیں کہ جس جگہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ ادا فرمایا تھا اور جتنی جگہ میں خلقِ خدا نماز جمعہ کے لیے جمع ہوئی تھی، بعینہٖ انھی حدود میں بڑی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ نہ زیادہ اور نہ کم۔

لائل پور کی دوسری کئی مسجدوں میں بھی حضور کا حصہ ہے۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان مساجد کی بنیاد کے محرک اور ان کی تکمیل میں ساعی رہے ہیں۔

مسجد شاہ جماعت نارووال

(۱۰) نارووال میں زیادہ آبادی ہندوؤں اور سکھوں کی تھی، مسلمان تعداد میں بہت کم تھے۔ ایک بار حاجی غلام رسول صاحب ساکن نارووال حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے عرض کیا کہ "آپ کبھی

نارووال تشریف نہیں لاتے ۔" حضورؒ نے جواب دیا" وہاں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں، وہاں کیا جائیں ۔" حاجی صاحب نے عرض کیا " اگر آپ تشریف لائیں گے تو ہماری نماز کے لئے قیامت تک کو جگہ بن جائے گی ۔" آپ خاموش ہوگئے ۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا " اچھا ! مستری اللہ رکھا صاحب، محمد صدیق صاحب اور صوفی غلام رسول صاحب سے کہنا کہ میں آیندہ جمعہ نارووال میں پڑھاؤں گا ۔ وہ وہاں انتظام کریں ۔"

چنانچہ جمعہ آیا تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ساتھ نارووال تشریف لے گئے ۔ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا کھانا تیار کرا کے ساتھ لے لیا ۔ حضورؒ بہت بیمار اور ضعیف تھے ۔ آپ کو چارپائی پر لٹا کر اسٹیشن تک لایا گیا ۔ چارپائی ریل میں ساتھ رکھ لی گئی ۔ نارووال اسٹیشن پر صوفی غلام رسول صاحب زرگر اور صوفی حسین بخش صاحب آڑھتی غلّہ منڈی نے مہمانوں کے لئے نہایت اعلیٰ پیمانے پر خورد و نوش کا اہتمام کیا تھا ۔ اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں بہت بڑی اور پُر تکلف دعوت کھائی گئی ۔ جو کھانا بچا وہ نارووال کے دوسرے لوگوں اور اسٹیشن والوں کی ضیافت کیلئے کافی ثابت ہوُا ۔

صُوفی غلام رسُول صاحب، محمد صدیق صاحب اور مستری اللہ رکھا صاحب مرحوم کئی دن کوشش کرتے رہے تھے کہ جمعہ پڑھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ مِل جائے ۔ مگر ان کی سب کوششیں بے سود نکلیں، کوئی شخص جگہ دینے پر راضی نہ ہوا ۔ سب انکار کرتے رہے ۔ ایک سیّد صاحب ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ بس کے مینجر تھے ۔ وُہ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ عجب معاملہ ہے ۔ ایک سیّد درویش جمعہ پڑھانے کے ارادے سے آرہا ہے ۔ کسی میں اتنی حمیّت نہیں کہ نماز ادا کرنے کے لئے جگہ دیدے ۔ آخر انھوں نے کہا " میں اپنے اڈے میں سے بسیں نکالے لیتا ہوں ۔ لاریاں سب باہر کھڑی کرا دوں گا ۔ آپ ہمارے اڈے میں نماز ادا فرمائیں ۔" مخالفین نے منع کیا اور بہت زور لگایا اور سمجھایا کہ " ایسا مت کرو ۔ نماز کے لئے جگہ مت دو ۔ یہ سیّد جہاں نماز ادا کرتا ہے، اس جگہ کو مسجد بنا دیتا ہے ۔ یہ جگہ مسجد بن جائے گی تو اڈے کا کیا ہوگا ۔" ان سیّد صاحب نے کہا " اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ اس جگہ مسجد بن جائے ۔ یہ جگہ ہندو کی ہے ۔ ہمارے تمہارے باپ دادا کی نہیں ہے ۔"

مخالفین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ حضور نے وہیں جمعہ پڑھایا۔ نارووال اور آس پاس کے دیہات سے بڑی خلقت جمع ہو گئی تھی۔ نماز جمعہ کے بعد حسب عادت حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید کیا اور آخر میں وعدہ فرمایا کہ اگلا جمعہ بھی یہیں آکر پڑھاؤں گا۔ دوسرے جمعہ پر بھی یہی صورت رہی۔ اسٹیشن پر وسیع اور پرتکلف ضیافت اور اسی اڈے میں جمعہ کی نماز باجماعت۔ غرض اس طرح حضور نے یکے بعد دیگرے چار جمعے پڑھائے۔

اس دوران نارووال سے مخالفین برابر مختلف ناموں سے خط بھیج بھیج کر مطلع کرتے رہے کہ آپ یہاں نہ آئیں۔ مخالفت بڑھتی جا رہی ہے۔ حالات خطرناک حد تک خراب ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چوتھے جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ "تم روز مجھے خط لکھ کر متنبہ کرتے رہتے ہو اور یہاں آنے سے روکنا چاہتے ہو۔ مگر تمھیں معلوم نہیں کہ میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آتا۔ مجھے بھیجا جاتا ہے تو آتا ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ مجھ میں تو اٹھنے بیٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ مجھے تو چارپائی پر لٹا کے دوسرے اٹھا کر اسٹیشن تک لاتے لیجاتے ہیں۔ میں تو صرف حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اس کے بعد فرمایا "آؤ ہم تم سب مل کر دعا مانگیں کہ جس جگہ تم نمازیں ادا کرتے رہے ہو، اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنا دے۔ اور جنھوں نے ہم کو یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کام کے لئے اس سے بہتر جگہ عطا فرمائے۔" چنانچہ سب نے مل کر حضور کے فرمان کے مطابق دعا مانگی۔

صوفی غلام رسول صاحب زرگر نے دعا کے دوران عرض کیا کہ "اگر مجھے مسجد کے قریب مکان مل جائے تو میں مسجد کی بھی خدمت کرتا رہوں گا۔ اور مسجد میں آنے والے نمازیوں کی بھی خدمت سرانجام دوں گا۔" حضور نے شرکائے جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "غلام رسول کے لئے بھی دعا کرو کہ اس مسجد کے قریب مکان مل جائے۔" حضرت کی تمام دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئیں۔ بسوں کے اڈے کیلئے اسٹیشن کے سامنے اس سے بہتر اور موزوں جگہ معیّن کی گئی۔ صوفی غلام رسول صاحب کو مسجد کے قریب بنا بنایا مکان مل گیا۔ اور مسجد کے لئے وہی جگہ حاصل ہو گئی جہاں حضور نے چار جمعے پڑھائے تھے۔

سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر سلام کے لیے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو عرض کیا کہ میرے لایق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمایئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اگر مانو تو ایک کام بتاتا ہُوں جو تمہارے لئے بھی بہتر ہو گا اور خلقِ خدا کی بہتری بھی اسی میں ہو گی"۔ اس نے کہا کہ انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ "نارووال میں مسجد کے لئے جگہ مطلوب ہے۔ یہ دِلوا دو۔ خدا جزائے خیر دے گا۔" اس نے وعدہ کیا۔ واپس جا کر ایس ڈی ایم سے مسجد کی زمین کے لئے درخواست پر سفارش لکھوائی۔ پھر اپنی زوردار سفارش کے ساتھ حکومتِ پاکستان کو بھیجی۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نام درمیان میں لا کر اس کی اہمیت ثابت کی۔

حکومتِ پاکستان نے سفارش منظور کر کے اجازت دے دی۔ اس وقت حضور وفات پا چکے تھے۔ اس لئے حکومت نے یہ قید لگا دی کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور وارث تحریری طور پر مسجد کی تعمیر کرنے کی ذمہ داری قبول کریں۔ جب یہ کاغذات حضرت سراج الملتؒ سجادہ نشین اوّل کے پاس آئے تو آپ نے ذمہ داری قبول کرتے ہوئے تحریری طور پر ڈپٹی کمشنر کو مطلع کیا۔ اور اس نے مطلوبہ الاٹمنٹ کے احکام جاری کر دیے۔

زمین کے حصول کا کام قابلِ اطمینان طور پر حل ہو گیا تو مسجد کی تعمیر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بندہ نے اپنے بھٹے سے ایک لاکھ اینٹیں نارووال بھیجکر پہلے مسجد کی دُکانیں تعمیر کرائیں جن کی تکمیل کے بعد ان کا کرایہ مسجد کے لئے وصول ہونے لگا۔ پھر وہاں خطیب و امام مقرر کئے گئے جس کے لئے نارووال کے لوگوں نے فراخ دلی سے چندہ دیا۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی نے پانچہزار روپے نقد جیبِ خاص سے عطا فرمائے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ خانہ نے مسجد کے لئے بہت روپیہ دیا۔ غرض خدا کے فضل سے مسجد مکمل ہو گئی ہے۔ اس کا نام "مسجد شاہ جماعت" رکھا گیا ہے۔ مستری عبدالواحد صاحب نے اس کو تعمیر کیا ہے مستری صاحب ہی اس وقت روضہ شریف کا کام کر رہے ہیں برادرم حاجی حافظ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صرفہ سے مسجد میں بجلی سے چلنے والا ٹیوب ویل لگا دیا ہے۔ جس سے نمازیوں کو بہت آسانی ہو گئی ہے۔

مسجد موضع پنواں

(۱۱) علی پور سیداں سے بالکل متصل ماسٹر اللہ دتا صاحب کا گاؤں پنواں ہے۔ اس گاؤں میں حضرت قبلۂ عالم نے پختہ مسجد تعمیر کروائی ہے۔ اور زیادہ رقم اس پر اپنے پاس سے خرچ کی ہے۔ جن اشخاص نے از خود اس کی تعمیر میں حصّہ لینا چاہا، حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی قبول کیا۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب نے اپنی ایک ماہ کی پوری تنخواہ مسجد کے لیئے دی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ حاجی حافظ نور احمد صاحب قصوری خلیفۂ مجاز نے بڑی رقم حضور کے نام پر مسجد کے لئے ارسال کی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دُعائیں دیں۔ تعمیر کی تکمیل کے بعد چھت کا لنٹر ٹوٹ گیا، تو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ نے دوبارہ چھت ڈلوائی۔ یہ مسجد اگرچہ چھوٹی ہے مگر پختہ اور خوبصورت ہے۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب اس کی مرمّت اور خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

مسجد اعظم میسور

(۱۲) ریاست میسور کے دار الحکومت شہر میسور میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ جو مسجد اعظم کہلاتی تھی۔ آپ نے فرمایا "چھوٹی سی مسجد کا نام اعظم خوب ہے۔ میسور دار الحکومت ہے۔ لوگ دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ اتنے بڑے شہر میں ایسی چھوٹی مسجد۔ اچھا! میں انشاء اللہ اسے گرا کر واقعی مسجد اعظم بناؤں گا۔"
پہلے یہ تفصیل آ چکی ہے کہ حضرت نے اس مسجد کو دوبارہ بڑے پیمانے پر بنوانا شروع کیا تو مدراس کے سیٹھ جمال صاحب نے دس ہزار روپے پیش کیئے۔ مہاراجہ میسور نے نے بھی اوّل دس ہزار پیش کئے تھے۔ پھر جب ان کو بتایا گیا کہ سیٹھ جمال صاحب نے بھی دس ہزار روپے دیے ہیں تو مہاراجہ نے دس ہزار کا اور اضافہ کیا۔ وزیرِ دربار حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت میں سے تھے۔ وہی حضرت اور مہاراجہ کے درمیان سفارت کا فرض انجام دیتے تھے۔ ان سے تفصیلات معلوم کر کے مہاراجہ نے مزید حکم دیا کہ مسجد کے ساتھ جو سرکاری زمین پڑی ہوئی ہے، اسے بھی مسجد میں شامل کر لیا جائے۔
چنانچہ مسجد اعظم اب واقعی بڑی مسجد ہے۔ حضرت نے اپنی جیب خاص سے بھی معتد بہ رقوم عطا فرمائیں۔ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی دِل کھول کر چندہ دیا۔ چنانچہ عمدہ،

خوب صورت اور وسیع جامع مسجد تعمیر ہو گئی۔ گلکاری نے مسجد کو اور حسین بنا دیا ہے۔ مسجد کے گرد باغ ہے۔ مَیں نے اس مسجد میں کئی جمعے ادا کئے ہیں۔

یہ بیان بھی اپنی جگہ آچکا ہے کہ میسور کے یارانِ طریقت نے اس مسجد میں مدرسۂ نقشبندیہ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں قرآن اور حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔

موضع کھبل کی مسجد

(۱۴۳) یاغستان کے موضع کھبل میں بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسجد اور اس کے ساتھ ایک سرائے تعمیر کرائی ہے۔ یہ مسجد دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے سخت گرمی کے دنوں میں بھی یہاں موسم خوشگوار ہوتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں کو اس سے بڑا آرام ہے۔ مسافروں کو بھی سرائے میں راحت ملتی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی گرمیاں وہاں گزاری ہیں۔ اور رمضان شریف گرمیوں میں آئے تو آپ نے یہیں آکر روزے رکھے اور کلام مجید سنا۔ ایک دفعہ برادرم حاجی حافظ اللہ سید انور حسین شاہ صاحب نے رمضان مبارک میں حضرت قبلہؒ کو یہاں قرآن سنایا تھا۔ حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین چورہ شریف رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی بار گرمیوں میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ اب ہر سال برادرم عزیزم حاجی حافظ سید نذر حسین شاہ صاحب سلمہٗ کھبل جاکر اس مسجد میں موسم گرما بسر کرتے ہیں۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بھی ہر سال یہاں کراتے ہیں۔ بہت آرام دہ اور پر فضا مقام ہے۔

دوسری مساجد کی خدمت

(۱۴۴) حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مولانا مفتی نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں مراد آباد (یوپی) تشریف لے گئے تو مسجد کی مرمت کے لئے بیش قرار رقم عطا کی۔ اور فرمایا کہ اسے مسجد کے فرش پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح آپ مزنگ لاہور میں مولوی عبد العزیز صاحب والی مسجد میں گئے تو بڑی رقم عطا کی اور ہدایت کی کہ اسے فرش کے کام پر خرچ کیا جائے۔ غرض اس طرح متفرق مساجد کی خدمت میں آپ نے مختلف مقامات پر جو حصّہ لیا اس کو ضبط میں لانا دشوار ہے۔ مساجد کی تعمیر اور آرائش، پختگی اور مرمت میں آپ جس ذوق و شوق سے حصّہ لیتے تھے، اس کے اظہار کے لئے یہ مختصر تفصیل بھی کافی نہیں۔

مساجد علاقۂ ارتداد

(۱۵) فتنۂ ارتداد کے زمانے میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی جو خدمت کی اس کا ذکر اسی موضوع کے تحت ذرا تفصیل سے کیا جائے گا۔ آپ نے وہاں پینتالیس سے زیادہ مدارس جاری کئے تھے۔ اور ہر مدرسہ کے ساتھ ایک مسجد ضرور ہوتی تھی۔ اگر کوئی پرانی مسجد ہوتی تو اس کی مرمت اور پختگی فرماتے۔ ورنہ نئی مسجد تعمیر کراتے۔ اور ہر مسجد میں مؤذن کا انتظام فرماتے تاکہ مستقل طور پر آباد رہے۔ یہ مساجد تعلیم و تبلیغ اور تلقین و ارشاد کے لئے مرکز کا کام انجام دیتی رہیں، اور ہزاراں ہزار لوگ حضور کے اس اقدام کی بدولت دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ اور پکّے نمازی بن گئے۔



دیگر عمارات

سرائیں اور کنوئیں

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سرائے اور کنوئیں بنوانے کا اہتمام بھی بطور خاص ملحوظ خاطر ہوتا تھا۔ جو کنوئیں کھدوائے یا سرائیں بنوائیں سب کا حال تو کسی کو بھی معلوم نہیں۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے وہاں مسلمانوں کے لئے ان کا اہتمام ضرور فرماتے تھے۔ حضور کے پاس ہمیشہ زائرین و معتقدین کی آمد کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ یارانِ طریقت کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ مہمانوں کی خاطر مدارات حضور کا شیوہ تھا۔ اس لئے ان کے ہر قسم کے آرام کا خیال فرماتے تھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن کے قریب آپ نے مسجد سے متصل ایک دو منزلہ سرائے بنوائی ہے۔ اس کے ساتھ کنواں اور باغ بھی ہے۔ ایک محافظ ہر وقت وہاں رہتا ہے تاکہ آنے جانے والوں کو کسی قسم کی تکلیف نہو۔ مسافروں کو یہاں چارپائی اور بستر بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔

جماعت منزل سیالکوٹ

پرانے زمانے میں ریل صرف سیالکوٹ تک آتی تھی۔ دربار شریف کی نیت سے آنے والوں کے آرام کی خاطر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سیالکوٹ میں محلّہ میانہ پورہ میں "جماعت منزل" کے نام سے ایک مکان

تعمیر فرمایا ہے۔ یارانِ طریقت سیالکوٹ نے اس کارِ خیر میں بڑا حصّہ لیا ہے۔ مستری حاجی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میانہ پورہ میں وسیع زمین خریدی تھی۔ اس میں سے دو کنال رقبہ انھوں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نام کرادیا۔ اسی زمین پر حضور نے "جماعت منزل" تعمیر کروائی۔ حضرت جب سیالکوٹ تشریف لے جاتے تھے تو یہیں قیام فرمایا کرتے تھے۔

جماعت منزل مدینہ منوّرہ

حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہٗ مہاجر مدنی خلیفہ مجاز نے کمزوری اور ضعیف العمری کے باوجود سعی بلیغ اور جانفشانی سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مدینہ منوّرہ میں "جماعت منزل" کے نام سے ایک دو منزلہ عمارت بنوائی ہے جس میں بہت سے کمرے ہیں۔ اس عمارت پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یارانِ طریقت نے اس کی تکمیل میں حصّہ لیا ہے۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی مدظلہٗ نے اپنی جیبِ خاص سے دس ہزار روپے عطا فرمائے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اہل خاندان نے بھی اس کارِ خیر میں بڑی رقمیں ارسال کی تھیں۔ اس عمارت میں غربا اور مساکین مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ اور زائرین آتے ہیں تو ان کے قیام کا بھی انتظام ہے۔ دوسری جماعت منزل کے لئے بھی بخشی مصطفیٰ علیخاں صاحب مدظلہٗ نے جگہ خرید رکھی ہے۔ اور اس کی تعمیر کے لئے بھی کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے۔

دو منزلہ زنانہ حویلی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں ایک زنانہ حویلی دو منزلہ تعمیر فرمائی ہے۔ اس میں چھوٹے بڑے چالیس کمرے ہیں۔ دُور دُور سے آنے والی مہمان خواتین یہیں آکر ٹھیرتی ہیں اور آرام پاتی ہیں۔ حضور کے خاندان کی تمام بیبیاں اور بچے بھی اسی مکان میں قیام پذیر ہیں۔ کھانے پکانے کا سارا انتظام بھی اسی حویلی میں ہوتا ہے۔

شیش محل

مردوں کے قیام و آرام کے لئے بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع دو منزلہ مکان بنایا ہے جو عُرفِ عام میں شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں پچیس کمرے ہیں۔ ہر کمرہ کسی شہر کے یارانِ طریقت کے لئے مخصوص ہے۔ عرس شریف کے موقع پر مہمان آتے ہیں تو سب کمروں میں فرش لگا دیا جاتا ہے اور سب اپنے اپنے کمروں میں ٹھہر جاتے ہیں۔ دوسرے اوقات پر جو مہمان آتے ہیں وہ بھی یہیں فروکش ہوتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

خود بھی ان کمروں میں قیام فرما ہوتے تھے جو "بابِ رحمت" اور "شیش محل" کے نام سے موسوم ہیں حضرت سراج الملت رح (سجادہ نشین اوّل) اور ان کے بعد حضرت شمس الملت مدظلہ (سجادہ نشین ثانی) "بابِ رحمت" میں فروکش ہوتے ہیں۔

شیش محل اس لئے کہتے ہیں کہ صدر دروازے کے اوپر بڑا کمرہ ہے جس کی چھت میں بے شمار چھوٹے چھوٹے گول شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی چھت دیواروں اور کواڑوں پر نہایت نفیس اور خوبصورت گلکاری کی گئی تھی۔ چھت میں بلور کے قندیل لٹکے ہوئے ہیں۔ جنگلی بھینسوں ہرنوں کے سر دیواروں میں نصب ہیں۔ نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اسی طرح دوسرے کمروں میں بھی زیب و زینت تھی اور قالین بچھے ہوئے تھے۔ ان کی زینت اور زیبائش کا یہ عالم تھا کہ دور دور سے لوگ دیکھنے آتے تھے۔

اس مکان کے صحن میں ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ حضرت قبلہ وکعبہ بابا فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لعابِ مبارک سے اس کنوئیں کے پانی کو شفا بنایا تھا۔ چنانچہ بیمار اب بھی محض اس کنوئیں کا پانی پینے سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت حاجی حافظ سیّد خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالائی منزل کے شمال مغربی گوشہ کے کمرے میں قیام فرماتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے برادرم حاجی حافظ سیّد نذر حسین شاہ صاحب بھی وہاں فروکش ہیں۔

جلسہ گاہ

مسجد نور کے مشرق میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع وعریض جلسہ گاہ تعمیر فرمائی ہے۔ جس کے صحن میں ہزاروں کا مجمع سما جاتا ہے۔ یہ حویلی یک منزلہ ہے۔ اس میں ایک تہ خانہ اور پندرہ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ عرس شریف کے زمانے میں صحن میں فرش کر دیا جاتا ہے، جس پر کئی ہزار افراد بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں دن میں کمروں کے اندر پردے میں بیٹھتی ہیں، اور رات کو چھت پر وعظ سنتی ہیں۔

عرس کے ایّام کے علاوہ اس حویلی میں کچھ درویش رہتے ہیں۔ بعض مال مویشی بھی یہیں رکھے جاتے ہیں۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی بھی پہلے اسی حویلی میں قیام فرما رہتے تھے۔ اب آپ شیش محل میں بابِ رحمت میں فروکش ہیں۔

دومنزلہ مہمان خانہ

مسجد نور سے جانب شمال حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور دومنزلہ مکان مہمانوں کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ اس میں چھوٹے بڑے پندرہ کمرے ہیں۔ عرس شریف کے دنوں میں یہاں بھی مہمان قیام کرتے ہیں۔ نچلی منزل میں سال بھر کے خرچ کے لئے غلّہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ راقم بھی دروازے سے ملحق اسی مکان کے ایک کمرے میں قیام رکھتا ہے۔ دوسرے اوقات میں آنے والے مہمان میرے پاس بھی قیام کرتے ہیں۔

کنوئیں والی حویلی

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کنوئیں پر بھی ایک بڑی حویلی تعمیر فرمائی تھی۔ یہ حویلی تقریباً چار کنال میں بنی ہوئی ہے۔ یہاں بھی مہمان قیام کرتے ہیں۔ عرس شریف کے موقع پر تو خصوصیت سے یہ جگہ زائرین کیلئے محفوظ ہوتی ہے۔ دیگر ایام میں کاشت کرنیوالے درویش یہاں رہتے ہیں۔ اور کاشت سے متعلق مال مویشی بھی یہیں رکھے جاتے ہیں۔ برادرم حاجی حافظ سید شبیر حسین شاہ صاحب اسوقت کاشتکاری کے منتظم ہیں اسلئے آپ خود بھی یہیں قیام فرماہیں۔

تین تالاب

علی پور سیداں کا علاقہ بارانی ہے۔ اب سے دُور پار ایک دفعہ پنجاب میں قحط پڑا تھا۔ علی پور سیداں اور نواحی دیہات سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ بعض جگہ مویشیوں تک کے لئے پانی نایاب تھا۔ سب مردوزن قحط سے پریشان تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں تین تالاب کھدوانے شروع کر دیے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو کام میسّر آگیا۔ مزدوری حاصل ہونے لگی۔ اور روزی کا انتظام ہوگیا۔ چند سال میں تینوں تالاب کھُد کر تیار ہوگئے۔ بارش کے موسم میں یہ تالاب پانی سے بھر جاتے ہیں۔ اور سال بھر مال مویشی آکر پانی پیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت کیا "اختر! یہ اتنے مال مویشی کہاں سے آتے ہیں"۔ میں نے عرض کیا "گردونواح کے دیہات میں پانی نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنے مویشیوں کو یہاں لاکر پانی پلاتے ہیں"۔ خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا۔ "الحمد للہ! ہم نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ وصول ہوگیا ہے"۔ جس زمانے میں بارشیں کم ہوتی ہیں، ان دنوں ان تالابوں سے پانی لے کر کاشت کے لئے زمینیں بھی سیراب کی جاتی ہیں اس مقصد سے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تالابوں پر جھلاریں بنوادی ہیں تاکہ کسانوں کو آسانی ہو۔

رفاہِ عام کے کام محض رضائے الٰہی کیلئے

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی دین کی خدمت اور رفاہِ عام کے کاموں میں صرف فرمائی ہے۔

ان مختصر تفصیلات سے یہ اندازہ کرانا مقصود ہے کہ آپ کس کس طرح عام خلقت کی بہبود کا انتظام فرماتے تھے۔ ورنہ سرائیں، مہمان خانے، کنوئیں وغیرہ جو آپ نے مدت العمر میں تعمیر کروائے ان کا تفصیل سے اندراج کرنا ممکن نہیں۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دستورِ زندگی یہ تھا کہ جب کسی نیک کام کا ارادہ کر لیا جائے تو بس اس کو شروع کر ڈالو۔ اسباب ظاہر پر نظر مت کرو۔ تم کو جس ذات پاک کی رضا جوئی مقصود ہے، وہ خود انتظام فرمائیں گے۔ آپ کی اپنی حیاتِ طیبہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ آپ محض توکل پر تکیہ کر کے کام شروع فرما دیتے تھے۔ اور رب العزت خود اس کی تکمیل کے لئے ذرائع و وسائل مہیا فرما دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں تنہا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا "اختر! میں نے آج تک کوئی چیز اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے نہیں بنائی۔ ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے بندوں کے لئے کیا ہے۔ وہی قبول فرمانے والا ہے۔" حضور نے اپنی طویل حیات مبارک میں لاکھوں اور کروڑوں روپے کے صرف سے کیا کچھ نہیں کیا۔ جیسا کہ حضور کے اپنے بیان سے معلوم ہوا، یہ سب کچھ خالصتہً لوجہ اللہ تھا۔ جس سے کسی قسم کی ذاتی منفعت اور مفاد وابستہ نہ تھا۔ اس سب کا کیا کچھ صلہ بارگاہِ رب العزت میں ملا اور ملتا رہے گا۔ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے۔ دنیا والے اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ والوں کی باتیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔



مِلّی اور فلاحی ادارے

قارئین کتاب کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز ہر اس کام میں شرکت کے لئے پورے انہماک کے ساتھ اقدام فرماتے تھے جو اسلامیان برِصغیر کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ تبلیغ دین اور تحفظ شعائر اسلام کے لئے آپ کسی مشکل اور

رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور مذہبی، تعلیمی اور فلاحی اداروں کی امداد اور سرپرستی پورے ذوق و شوق سے انجام دیتے تھے۔ ایسے تمام اداروں کی تفصیلات آج ہمارے سامنے نہیں ہیں، لیکن پنجاب ہی نہیں، سارے برِ صغیر میں جس جوش اور جذبے کے ساتھ آپ نے دینی، ملّی اور قومی خدمات انجام دی ہیں، وہ سب کے پیشِ نظر ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ملک بھر کے قابلِ ذکر اور مقتدر ادارے اور انجمنیں آپ کی اعانت اور فیض سے بارور اور مستفید ہوئیں۔

مسلم یونیورسٹی

جب مسلم یونیورسٹی کے قیام کی تحریک شروع ہوئی تو آپ سے بھی رجوع کیا گیا۔ اور ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم کے وعدے کی درخواست کی گئی۔ اس زمانے میں (یعنی ۱۹۱۱ء میں) ایسی بیش قرار رقم کے وعدے کی بڑے بڑوں کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ قومی و ملّی خدمت کے معاملے میں کسی احتیاط کے قائل نہ تھے، البتہ آپ نے وعدہ کرتے ہوئے یہ شرائط عاید کیں اور فرمایا کہ آپ میری شرطیں قبول کریں تو میں ایک لاکھ نہیں کئی لاکھ دوں گا۔ (۱) یونیورسٹی میں ہر مسلمان طالب علم کے لئے نماز لازم قرار دی جائے۔ اور (۲) دینیات کی تعلیم بھی لازمی رکھی جائے۔ اکابر یونیورسٹی نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عاید کردہ شرطوں کو بخوشی منظور کیا۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی۔ اور دینیات کی تدریس کا بھی خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت مولانا سلیمان اشرف مرحوم اور حضرت مولانا ابوبکر شیث مرحوم جیسے علماءِ کرام دینیات کی تعلیم کے نگراں تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ساری رقم کئی قسطوں میں ادا فرمائی اور گراں قدر موعودہ عطیہ دے کر ایسی مثال قائم فرمائی جس کی اُس زمانے میں کسی اور کو ہمت نہ ہوئی۔

حضور کے عطیہ کی رسید

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رقم بالاقساط ارسال فرمائی تھی۔ حبیبِ خاص کے عطیہ کے علاوہ اس میں یارانِ طریقت کے چندے بھی شامل تھے۔ دلچسپی کے لئے ذیل میں حضور کے عطیات کی دو رقموں کی رسیدیں (نقل مطابق اصل) درج کی جاتی ہیں۔ ان رسیدوں کی نقلیں حسنِ اتفاق سے حاصل ہوئیں۔ ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری سلمہٗ ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔

(لیکچرر شعبہ اُردو لندن یونیورسٹی) نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب کو ان کی نقل بھیجتے ہوئے لکھا کہ "لندن یونیورسٹی کا ایک انگریز طالب علم تحقیق کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا۔ آزاد لائبریری علی گڈھ میں پُرانے کاغذات اور فائل دیکھتے ہوئے، اسے پُرانی رسید بھی ملی۔ اس میں سے ان دو رسیدوں کے مثنیٰ کی فوٹو اسٹیٹ نقل وہ اپنے ساتھ لایا ہے۔ مَیں آپ کی دلچسپی کے لئے بھیجتا ہُوں۔ نقل صحیح طور پر مطابق اصل ہے۔" فاروقی صاحب نے ان رسیدات کی نقول یہاں شامل کی ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

۸۶-۸-۱۴۷ معرفت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب۔ علی پور سیالکوٹ
بدست مسٹر محمد کرم الٰہی صاحب بی اے پلیڈر سیالکوٹ۔
الٰہ آباد سا
ماہ نومبر ۱۹۱۱ء میں وصول ۳/۳، ایضاً

۹۳-۹-۱۵۰ منجانب حاجی صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری۔
معرفت ڈاکٹر غلام نبی احمد خان
مادرے
ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں وصول ایضاً

خلافت کانفرنس لائل پور منعقدہ ۳ مارچ ۱۹۲۱ء حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہُوئی تھی۔ اس کانفرنس کے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں آپ نے اپنی ملّی خدمات کا ذکر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ "علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے مکرم نواب وقار الملک مرحوم اور نواب اسحاق خان میرے پاس آئے اور انھوں نے میرے پاؤں پکڑ لئے۔ میں نے یہ شعر پڑھا۔

گر بر سر و چشم من نشینی   نازت بکشم کہ نازنینی

انھوں نے مجھ سے استدعائے شمولیت کی۔ مَیں شامل ہو گیا۔ مَیں نے کئی لاکھ روپیہ

چندہ جمع کر کے دیا۔ جو کچھ مجھے توفیق تھی اپنے پاس سے جمع کرایا۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ابتدا میں آپ نے صرف ایک لاکھ روپے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل میں عقیدت مندوں اور یاروں نے جو رقوم پیش کیں، وہ حضور کے ذاتی عطیات کے ساتھ مل کر کل رقم ایک لاکھ سے کئی لاکھ ہو گئی تھی۔

حزب الاحناف

حضرت مولانا مفتی دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ دارالافتاء آگرہ میں مفتی اعظم تھے۔ وہاں سے مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب اعلیٰ کی حیثیت سے ان کو بلوانے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ قابل ذکر ہیں۔ حضور نے حضرت مفتی صاحب کے ساتھ کامل تعاون فرمایا اور ان کے لئے سہولتیں مہیا فرمائیں۔ بعد میں حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادگان مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ بھی لاہور تشریف لائے۔ ان تینوں علمائے کرام سے حضور کے مخلصانہ مراسم تھے۔ یہ حضرات علی پور شریف کے جلسوں میں کئی بار تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ تک دہلی دروازے کے اندر مسجد میں اقامت گزیں رہے۔ یہیں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور مشورے پر ان علمائے گرامی نے حزب الاحناف قایم کی۔ حضور نے حزب الاحناف کی گراں قدر مالی اعانت فرمائی۔ اس کے جلسوں میں شرکت کی اور صدارت فرمائی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے لاہور کے یارانِ طریقت حزب الاحناف کی ہر طرح مدد اور اعانت کرتے رہے۔ دوسرے شہروں میں حزب الاحناف کی شاخیں قایم ہوئیں تو یارانِ طریقت نے وہاں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ چنانچہ بحمداللہ قلیل عرصے میں حزب الاحناف ایک عظیم اور مقتدر ادارہ بن گئی۔

انجمن حمایت اسلام

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں آپ کئی بار شریک ہوئے۔ اور انجمن آپ کے عطیات سے مدتوں تک بہرہ مند ہوتی رہی۔ آپ نے کئی بار انجمن کے سالانہ جلسوں کی صدارت بھی فرمائی۔ جیب خاص کے عطیات کے علاوہ، حضور کی تقلید میں یارانِ طریقت بھی دل کھول کر چندے دیتے تھے۔ اس صدی کے نصفِ اوّل میں آپ نے انجمن حمایت اسلام کی جو مالی اعانت فرمائی اس کی صحیح تفصیل یقین کے ساتھ ہمارے علم میں نہیں۔ یہ البتہ معلوم ہے کہ جب بھی حضور نے

جیبِ خاص سے کوئی رقم عطا فرمائی ہے، تو حاضرین اور یاروں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصّہ لیا ہے اور دیکھتے دیکھتے ہزاروں روپیہ جمع ہو گیا ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ "انجمن حمایت اسلام کا جلسہ ہو رہا تھا۔ میری صدارت تھی۔ ڈاکٹر اقبال صاحب میرے پاؤں کے قریب نیچے فرش پر بیٹھ گئے۔ منتظمین نے ڈاکٹر صاحب کو مجبور کیا کہ "کرسی پر تشریف رکھئے" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ "اقبال حضرت کے قدموں ہی میں اچھا ہے"۔ اس پر میں نے کہا "اور جس کے قدموں میں اقبال ہو پھر اُسے کیا پروا ہے"۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے اس فقرے کا بہت لطف لیا اور میرے پاؤں پکڑ لئے"۔

ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آ گیا ہے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی یادگار ہو گا۔ فرماتے تھے "میں ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ "حضرت! آپ گواہ رہیں کہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ میرے والد صاحب فلاں بزرگ کے خلیفہ تھے۔ (حضرت قبلہؒ نے ان بزرگ کا نام بھی لیا تھا۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا۔)

پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی نے اپنی کتاب "سیرتِ اقبال" میں یہ دونوں واقعات صفحات ۱۰۳۔ اور ۱۰۸ پر بیان کئے ہیں۔ ان کے بیان میں جزئی لفظی فرق ہے۔ فاروقی صاحب نے صفحہ ۱۰۸ پر یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ "ایک صحبت میں حضرت پیر صاحب قبلہ (حضرت امیر ملّت رحمۃ اللہ علیہ) نے علامہ سے کہا۔ "آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے"۔ یہ کہکر یہ شعر پڑھا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا ۔ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ یہ سُن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے "میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہے"۔

ندوۃ العلماء لکھنو

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ جلسے کی صدارت کے لئے آپ تشریف لے گئے تو علامہ شبلی، مولانا عبد الحق (صاحب تفسیر حقّانی) مولانا عبد اللہ ٹونکی اور دیگر علماء اکابر نے آپ کی سپاس گزاری کی۔ اور آپ کی ندوۃ العلماء کی سرپرستی کو سراہا۔

دوسرے ملی ادارے

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی یتیم خانے خود قایم کئے تھے، جن

کا پورا بار آپ خود برداشت کرتے تھے۔ نیز دوسروں کے جاری کردہ دارالیتامیٰ کی سرپرستی اور امداد میں خاطر خواہ حصّہ لیتے تھے۔ "انجمن نعمانیہ لاہور" کے قایم کردہ مدرسہ اور یتیم خانے کی آپ نے بیش قرار اعانت فرمائی ہے۔ سیالکوٹ اور نوشہرہ کے یتیم خانوں کی سرپرستی کا حال بھی معلوم ہے۔ مدرسۂ تعلیم القرآن لاہور کو بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور اعانت حاصل رہی غرض دینی، قومی اور فلاحی اداروں کی سرپرستی اور امداد و اعانت میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدّت العمر کامل انہماک کے ساتھ مشغول رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے جن کانفرنسوں اور اجلاسوں کی صدارت فرمائی ان کی تعداد شمار سے بالاتر ہے۔ تحریکِ پاکستان، جمعیۃ العلمائے ہند (سنّی کانفرنس) خلافت کانفرنس، سارداایکٹ، مسجد شہید گنج۔ اور فتنۂ ارتداد میں حضور کی قیادت اور خدمت کا ذکر آئندہ علیحدہ ابواب میں آئے گا۔ طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میری ابتدائی زندگی کے واقعات ہیں۔ اس لئے مجھے ان کی تفصیلات سے آگہی نہیں۔ مگر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کئی خطبات میں خود اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "قومی کارنامے" نامی رسالہ میں بھی لکھا ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں حصّہ لیا تھا۔ مگر ذاتی طور پر میں تفصیلات سے بے خبر ہوں۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے کارناموں کو دیکھتے ہوئے اتنا بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میں بھی حسب عادت جیب خاص سے عطیات مرحمت فرمائے۔ اور آپ کے اتباع میں یارانِ طریقت نے بھی وافر رقوم پیش کیں۔

قارئین کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کہ اس صدی کے آغاز ہی میں نہیں، دوسری جنگِ عظیم سے پہلے تک ہندوستان میں روپیہ کی کیا قدر و قیمت تھی۔ اس زمانے کا ایک روپیہ ہمارے زمانے کے پچاس روپے سے زیادہ کارآمد ہوتا تھا۔ ارزانی تھی، پھر موجودہ دَور کے اقتصادی اُلجھاوے اور افراطِ زر کی پیچیدگیاں نہ تھیں۔ ان دنوں کے سو روپے آج کے ہزار کیا، پانچ اور دس ہزار کی قیمت رکھتے تھے۔ لاکھوں کی بات اس زمانے میں حیرت ناک ہوا کرتی تھی۔

مجلس احرارِ اسلام

مجلس احرار اسلام نے پنجاب میں جب اپنی تحریک شروع کی ہے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن میں تشریف فرما

تھے۔ آپنے فوراً پانچ سو روپیہ مجلس احرار کے لئے ارسال کیا۔ اور یاران طریقت کو اس تحریک میں حصہ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ یارانِ طریقت نے ہر جگہ پوری تندہی سے کام شروع کیا۔ اپنی خدمات بھی پیش کیں اور جلسے کرکے چندے کئے اور وہ رقمیں مجلس احرار کو ارسال کیں۔ یاروں میں بہت لوگ جیل میں گئے۔ خلفا میں سے مولوی امام الدین صاحب، پیر ولایت شاہ صاحب، منشی احمد دین صاحب، ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی بذاتِ خود اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ جیل میں گئے۔ ان حضرات نے ہزارہا روپیہ نقد اور ہزاروں روپیہ کی مالیت کے زیورات مجلس کے فنڈ میں ارسال کئے تھے۔ قید ہوئے تو دوسروں کی طرح ان میں سے کسی نے معافی نہیں مانگی۔ یارانِ طریقت اور خلفا میں سے سب قید و بند کی پوری مدت گزار کے رہا ہوئے۔ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن سے واپس آئے تو مجلس احرار کے زعما اظہار تشکر کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے اس وقت پھر پانچ سو روپیہ کا عطیہ مرحمت کیا۔

خلافت کانفرنس لائل پور کے خطبۂ صدارت کا ایک مختصر اقتباس پہلے آچکا ہے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ملّی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ

"وہ جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبۂ اسلامی مفقود نظر آتا تھا میں بفضلِ خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔ حجاز ریلوے کے لئے چندے کی فہرست کھولی گئی۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطان عبد الحمید خان غازی مرحوم و مغفور کے دستخط خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ ارسال کردہ رقوم کے لئے مجھے پانچ تمغے بھی ملے۔ (علی گڑھ یونیورسٹی میں کئی لاکھ جمع کرایا) ۔ طرابلس فنڈ۔ بلقان فنڈ۔ کان پور کی مسجد۔ اور دیگر مواقع پر میں نے کافی سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ اور اپنے یارانِ طریقت سے بھی دلوایا۔ میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خلافت کے لئے پیش کئے ہیں۔ اور جو سرمایہ میرے یارانِ طریقت نے میرے کہنے سے جمع کرکے بھیجا ہے وہ کئی لاکھ ہے۔ ....

"ہاں! ایک بات اور یاد آگئی۔ جب آغاخاں یونیورسٹی کے لئے جلسے کرتے پھرتے تھے۔ (۱۹۱۱ء) تو انھوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا۔ میاں محمد شفیع

صاحب بیرسٹر، جو آج کل وزیر حکومت ہند ہیں، تقریر کر رہے تھے۔ دَورانِ تقریر اُنھوں نے کہا کہ "مَیں آج بہت خوش ہُوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساسِ قومی پَیدا ہو گیا ہے۔" مَیں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا۔ "یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ مَیں نے کسی تعلیمی کام میں حصہ لیا ہو۔ مَیں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہتا ہوں۔ جس دن مَیں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دیتا، اپنا کھانا حرام سمجھتا ہُوں۔" اس جلسے میں شیخ عبدالقادر صاحب، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی ظفر علی خان صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب موجود تھے۔ مَیں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا: "تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پُرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں۔ اور نئی روشنی کے جوانوں نے کتنے کئے ہیں۔" ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔ ... ...

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مَیں نے پنجاب کی فوج میں (پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں) ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا۔ ڈائر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانِ عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ مَیں لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے۔ مَیں انشاءاللہ کبھی بھی کسی انگریز افسر کے پاس نہ گیا اور نہ جاؤں گا۔" (پورا خطبہ آخر میں درج ہے۔ وہاں مطالعہ کیجئے)

ایڈیٹر "جماعت" کی رُوداد جناب عزیز مخدومی امرتسری ایک سفر میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ العزیز کے ہمرکاب رہے تھے۔ انھوں نے اپنے ماہوار رسالے "جماعت امرتسر" (بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۴ء) میں اس دَورے کی مختصر رُوداد چھاپی تھی۔ انھی کے الفاظ میں درج کرتا ہُوں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ دینی اور مِلّی اداروں کی سرپرستی میں حضور والا کیسا کچھ اہتمام فرماتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اوائل نومبر میں جذبۂ ارادت جو کمترینِ خدّام کو قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفین، رئیس المحدثین عالی جناب حضرت مولانا حاجی حافظ پیر سیّد محمد جماعت علی شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم و فیوضہم سے ہے، مجھے کشاں کشاں علی پور سیداں لے گیا۔ تو ایک روز کے بعد حضرت قبلۂ عالم شاہ صاحب مدظلہٗ نے اشاعت اسلام کے لئے سفر اختیار فرمایا مجھے ہمراہ رکاب

رہنے کا حکم ہوا۔ علی پور رسیداں سے سیالکوٹ پہنچے، جہاں کے یارانِ طریقت کی مشتاقانہ التجاؤں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو چند روز تک روک رکھا۔ اس کے بعد چونکہ "انجمن نعمانیہ ہند لاہور" کا جو پنجاب میں ایک عظیم الشان اور واحد مجلس حنفیہ ہے، عرصہ دراز سے احناف کرام کی تعلیمی و مذہبی خدمات انجام دے رہی ہے، سینتیسواں ۳۷ سالانہ جلسہ تھا۔ اور انجمن موصوف نے شاہ صاحب کو شرکت کے لئے دعوت دی تھی، اس لئے مع چند یارانِ طریقت عازم لاہور ہوئے۔ میں بھی رکاب میں تھا۔ لاہور پہنچکر مسجد پٹولیاں میں فروکش ہوئے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی خبر لاہور کے طول و عرض میں بَرقی رو کی طرح پھیل گئی۔ ارادت کیش و عقیدت اندیش جوق جوق شوق زیارت سے بے تاب ہو کر آنے لگے۔ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب الوری خطیب مسجد وزیر خاں کی علالت طبع کی وجہ سے انجمن معین الاسلام لاہور، دائرۃ الاصلاح لاہور، اور حزب الاحناف لاہور کے ارکین کا ایک وفد خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ نمازِ جمعہ آپ ہی پڑھائیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا۔ اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد کامل تین گھنٹے تک مسلسل وعظ فرماتے رہے جس میں محققانہ و عالمانہ حقایق و معارف بیان فرمائے۔ اور متعدد مسائل حقّہ نہایت مؤثر انداز میں وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ ابن سعود کی فتنہ پردازیوں اور ظلم و ستم کا تذکرہ کیا، جو اس نے ہزارہا سچے مسلمانوں پر بلاوجہ روا رکھے۔ اور جن کی نسبت کثیر التعداد علماء و صلحا اور ثقہ زائرین کی عینی شہادتیں موجود ہیں۔

انجمن نعمانیہ ہند لاہور

دوسرے روز انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے جلسے میں تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کے بعد گیارہ بجے رات تک شریک جلسہ رہے۔ اس عرصے میں جن نمازوں کے وقت آئے، جلسہ گاہ ہی میں ادا فرمائیں۔ اس اجلاس میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو اکیس روپے چندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ رات کے گیارہ بجے کے بعد مسجد پٹولیاں میں واپس تشریف لائے۔ دوسرے روز اتوار کو پھر جلسے میں رونق افروز ہوئے۔ اور نماز ظہر کے بعد حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر شروع کی۔ جو کہ اپنی جامعیت اور احتوائے شریعت و طریقت کے اعتبار سے دریا بہ کوزہ کی مصداق تھی، جملے جملے، فقرے فقرے

اور لفظ لفظ سے نکات معرفت کے چشمے ابل رہے تھے غرض حضور کے ارشادات کیا تھے، قرآن و حدیث کا نچوڑ تھا۔ حاضرین نہایت متاثر و محظوظ ہوئے۔ اس وقت حضور ممدوح نے رقم موعودہ عطا فرمائی۔ اور مولانا مولوی محمد یار صاحب بہاول پوری کے وعظ پر سولہ روپے اور بھی عطا کئے۔ اس کے علاوہ پیر بھائیوں نے بھی ایک معتدبہ رقم انجمن کو امداد کے طور پر دی۔

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے علیگ۔ مالک اخبار "زمیندار لاہور" کو جو حضرت قبلۂ عالم کی زیارت کے لئے جلسے میں آئے ہوئے تھے، کچھ کہنے کا موقع دیا گیا" "جنھوں نے علوم دینیہ کی ترغیب و تحریص کے متعلق ایک برجستہ تقریر کی۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی مساعی جمیلہ کا نہایت شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا۔ جو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میدان ارتداد میں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ اور بتایا کہ اس اہم ترین خالص دینی و اسلامی کام میں جسقدر حضرت قبلۂ عالم مدظلہ نے سرگرم حصہ لیا ہے۔ اس کی نظیر عہد حاضر کی تمام اسلامی انجمنوں کے کارناموں میں بحیثیت مجموعی بھی نہیں ملتی۔"

"ہاں! اس موقع پر اس اتہام و افترا پردازی کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے، جو ہمارے شہر کے مشہور حاسد اڈیٹر اہل حدیث نے کی ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث کی یہ ایک جبلی اور مستمرہ عادت ہے کہ وہ ہمیشہ نامور علمائے احناف کی نسبت عموماً اور حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کی شان میں خصوصاً ہرزہ سرائی کو اپنی اور اپنے اخبار کی شہرت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کیا کرتا ہے لیکن اڈیٹر اہل حدیث کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت قبلۂ عالم شاہ صاحب مدظلہ کی شان اس سے بہت ارفع ہے، کہ وہ اس قسم کی بے وقعت کینہ توزیوں کی طرف التفات فرمائیں کسی عربی نکتہ سنج نے بجا کہا ہے کہ

ع اَرَى الْعَنْقَاءَ اَكْبَرَ اَنْ تُصَادَا

(ترجمہ) عنقا سطحی دام چینیوں سے بہت بلند ہے

اسی مضمون کو ایک ایرانی حقیقت نگار نے یوں ادا کیا ہے۔

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ — کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

بہرکیف ایسی جلیل القدر اور عظیم البرکت ہستیوں سے ٹکرانا خود اپنی فرومایگی کا ثبوت دینا ہے

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، جو حضرت قبلۂ عالم مدظلہ العالی کے مبارک سفر کی رُوداد لکھتے ہوئے سلسلۂ کلام میں موجب اختلال ہوا۔ لہٰذا پھر ذکرِ حبیب کی طرف عود کرتا ہوں۔

"انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے جلسے سے فارغ ہوئے تو یارانِ طریقت کے اصرار سے چند روز اور لاہور میں ٹھیرنا پڑا۔ حضرت مولانا مولوی مفتی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب الوری خطیب مسجد وزیر خان ہنوز شفایاب نہیں ہوئے تھے، اس لئے عالی جناب قبلہ شاہ صاحب مدظلہٗ کی خدمت بابرکت میں پھر ایک وفد حاضر ہوا۔ کہ اس مرتبہ بھی نماز جمعہ کو حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی امامت فرمائیں۔ نیز اہلِ لاہور کو اپنے مواعظِ حسنہ سے بہرہ اندوز سعادت ہونے کا ایک دفعہ اور موقع دیں۔ چنانچہ دوسرا جمعہ بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر خان کی مسجد میں پڑھایا۔

انجمن خدام المسلمین قصور

"ایک دو روز اور قیام کرنے کے بعد اہلِ قصور کی پے در پے درخواستوں کی وجہ سے قصور تشریف لے گئے۔ خوش نصیبی سے اس تمام سفر میں نیاز کیش بھی گردِ راہ کی طرح دامن عاطفت سے لپٹا رہا۔ یہاں بھی مسلمانوں کی ایک انجمن قایم ہے، جسے "خدام المسلمین" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس انجمن کا سالانہ جلسہ دوسرے ہی روز شروع ہونے والا تھا۔ اس میں باتفاق آرا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دامت برکاتہم ہی کو صدر بنایا گیا۔ جہاں آپ نے اشاعتِ اسلام کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز اور معرکۃ الآرا تقریر فرمائی۔ حاضرین جو ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے بے حد متاثر ہوئے۔ انجمن خدام المسلمین نے دو سال کے قلیل عرصے میں ایک ہزار آٹھ سو غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا ہے۔ بلا شبہ انجمن خدام المسلمین قصور کا یہ کارنامہ سزاوار تبریک و تحسین، اور دیگر انجمنوں کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اراکین انجمن مذکور کی خدمات و ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے عالیجناب حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب محدّث علی پوری مدظلہ العالی نے جیبِ خاص سے ایک سو پندرہ روپے عطا فرمائے۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ مسرت ہے کہ یہ انجمن بھی حضرت قبلۂ عالم شاہ صاحب مدظلہٗ کے فدائیوں ہی کی دینی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔

اختتام جلسہ کے بعد بھی ایک روز کے لئے قصور میں قیام رہا۔ صبح کا وقت تھا یارانِ طریقت زیارت کے لئے حاضر تھے۔ کہ اتفاقاً حضور کی توجہ رسالہ "جماعت" کی طرف

منعطف ہوگئی۔ اور گوشۂ چشم کے ایک اشارے سے سب کے سب پیر بھائیوں نے "جماعت" کا سالانہ چندہ پیشگی ادا کر دیا۔ اور خریدار بن گئے۔ چنانچہ ان کے اسمائے گرامی اسی اشاعت میں کسی دوسرے مقام پر درج ہیں۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ قصور سے کالو والا کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہاں دو روز قیام کیا۔

"یارانِ طریقت کو روحانی تسلّی و تسکین کا سبق دینے کے بعد فیروزپور کی طرف نہضت فرما ہوئے۔ جہاں کے پیر بھائی عرصۂ دراز سے چشم براہ تھے۔ شہر اور قصبات و دیہات کے فدائی بہ کثرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اور یہاں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی نماز عیدگاہ میں پڑھائی۔ اس لئے کہ شہر کی کوئی مسجد اس قدر انبوہِ خلائق کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت ممدوح نے ایک پُر زور وعظ فرمایا۔ جس نے الحاد، زندقہ اور بے دینی کی جڑیں کھوکھلی کردیں۔ اور مسلک اہلِ سنّت والجماعت کی تائید و حمایت میں اپنے مخصوص صوفیانہ انداز میں جو مبدأ فیاض کی طرف سے حضور پُر نور قبلۂ عالم شاہ صاحب کو ودیعت کیا گیا ہے، اور جس کا فیضان حضرت قبلہ کے جدّ امجد سرور کائنات فخر موجودات علیہ اَفضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَالتَّحِیَّات کے چشمۂ ہدایت سے آپ تک پہنچا ہے، زبردست دلائل و براہین پیش کئے۔ رات کو انجمن حنفیہ فیروزپور کے ایک خاص جلسے کی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صدارت فرمائی۔ اور ایک سو ایک روپیہ بطور امداد عطا کیا۔

"خاکسار جس روز سے حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم مدظلہ العالی کے ساتھ تھا، کئی مرتبہ رسالہ کی اشاعت کے خیال سے رخصت طلب ہوا۔ لیکن اجازت نہ مل سکی۔ بارے فیروزپور سے فراغت پانے کے بعد میری درخواست کی بھی شنوائی ہوگئی۔ اور عطائے اجازت کے ساتھ ہی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ روپے بطور اعانت رسالہ جیبِ خاص سے مرحمت فرمائے۔ وہاں سے میں امرتسر کو آگیا۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ ریاست فریدکوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں ایک دن کے قیام کے بعد رہتک ہوتے ہوئے، براہ راست چند علما کی معیت میں انسداد "فتنۂ ارتداد" کے لئے غالباً ۲۵ر نومبر کو آگرہ پہنچے۔ راجہ منڈی اسٹیشن پر مولانا قاضی احسان الحق صاحب ناظم جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔ اور مولوی قاضی محمد حفیظ الدین صاحب ناظم انجمن خدام الصوفیہ مع رضا کاران و رؤسائے شہر موجود تھے۔ جنہوں نے دلی تپاک سے حضور

سراپا نور قبلۂ عالم محدث علی پوری مدظلہ العالی کا نہایت شاندار طریقے سے خیر مقدم کیا۔ اور پروانہ دار اس شمع ولایت پر نثار ہونے لگے۔"

تحریکِ خلافت

حضرت مولانا قادری صاحب نے حضورِ والا کی منقبت میں کیا خوب فرمایا ہے :۔

جس نے بن کر مجاہدِ اسلام — اہلِ اسلام کی قیادت کی
جس سے سعی و عمل کے میداں میں — دین سے حد ملی سیاست کی

اس اجمال کی تفصیل آیندہ ابواب میں مطالعہ کیجیے :۔

پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر مسلمانانِ عالم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ مغرب کی ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں کے نتیجے میں ممالک عربیہ مرکز اسلامی (ترکی) سے جدا ہو گئے عیسائی طاقتوں نے ان کو ہڑپ کر لینے کے لئے "انتداب" کے پردے میں مالِ غنیمت جان کر ان ملکوں کا حصہ بخرہ کر لیا اور اتحادِ عالم اسلامی کو پارہ پارہ کر ڈالنے کا عیسائی خواب اس وقت شرمندۂ تعبیر ہوا۔ انگریزوں نے مسلمانانِ ہند سے مقامات مقدسۂ اسلامیہ کے تحفظ کے جو وعدے کئے تھے وہ سب کے سب دریا برد کر دیے گئے۔ ان حالات نے مسلمانان برصغیر کو جھنجوڑ کے رکھ دیا اور تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔

اتحادِ اسلامی کو از سرِ نو زندہ کرنے اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کی خاطر خلافت کانفرنس قایم ہوئی تو اسلامیانِ ہند نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پورے جوش و خروش سے اس تحریک کی امداد و اعانت میں سرگرم رہے طول و عرض ملک میں آپ نے دورے کئے۔ جا بجا خلافت کمیٹیاں قایم کرائیں۔ اپنی جیب خاص سے چندہ عطا کیا۔ اور آپ کی ترغیب پر یارانِ طریقت اور دوسرے مسلمانوں نے ہزارہا روپے جمع کر دیے۔

جلسہ ہائے خلافت | حیدر آباد دکن میں محمد اصغر صاحب بیرسٹر کی درخواست پر آپ

نے جلسے کی صدارت کی۔ اور تیس ہزار روپیہ جمع کر کے خلافت فنڈ میں عطا فرمایا۔ کالی کٹ۔ تلیچری (مالابار) ترلور (زیرِ کوہ نیل گرھی) کوہ مطور (مدراس)، کورگ۔ میسور۔ حیدر آباد دکن۔ راولپنڈی۔ نوشہرہ۔ پشاور۔ بنگلور۔ بمبئی۔ کوہاٹ۔ گوجرہ۔ لائل پور۔ اور کتنے ہی دوسرے شہروں میں خلافت کے جلسوں میں آپ نے کئی کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اور مسلمانوں کو اس تحریک میں سرگرمی سے حصّہ لینے پر آمادہ کیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جن جلسوں میں تقریر فرمائی یا صدارت کی، ان میں بلا استثنا ہزاروں روپیہ چندہ ہوا جو خلافت فنڈ میں ارسال کیا گیا۔ ان جلسوں میں عموماً حضور خود بھی چندہ عطا فرماتے تھے۔ بنگلور میں آپ نے ایک ہزار روپیہ جیب خاص سے مرحمت فرمایا، اور علی پور شریف سے اٹھارہ سو روپیہ ارسال فرمائے۔ یارانِ طریقت بھی آپ کے حکم کے بموجب بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ بمبئی کے یار سیٹھ نورانی صاحب نے پچاس ہزار روپے کا وعدہ کیا اور چندہ دیا۔

خلافت فنڈ

جب مولانا شوکت علی مرحوم نے مسلمانانِ برّصغیر سے اپیل کی ہے کہ وہ فی کس صرف ایک روپیہ چندہ ارسال کریں، تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نیل گرھی میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کے کل افراد شمار کر کے ساری رقم بمبئی ارسال کی۔ اور ایک اعلانِ عام چھپوایا جسے مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے سارے ملک میں مشتہر کیا گیا تھا۔ اس اعلان میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ یارانِ طریقت کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ مولانا شوکت علی کی اس اپیل پر لبیک کہیں اور اپنا چندہ ایک روپیہ فی کس کے حساب سے سارے خاندان کی طرف سے ارسال کریں۔ چنانچہ ایک لاکھ سے بہت زیادہ رقم خلافت فنڈ میں ارسال کی گئی۔

خلافت کانفرنس لائل پور

۴ر مارچ ۱۹۲۱ء کو ضلعی خلافت کانفرنس لائل پور میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ العزیز کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں مولانا شوکت علی صاحب اور دوسرے زعمائے قوم بھی شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خطبۂ صدارت بڑا مدلّل اور ولولہ انگیز تھا۔ آپ نے

فی البدیہہ تقریر فرمائی تھی جو بعد میں طبع ہو کر لاہور سے شایع ہوئی۔ آخری باب میں یہ پورا خطبہ درج ہے۔
یہاں بعض اقتباسات نقل کرنے مناسب ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔

خطبہ صدارت لائل پور

"بعض اصحاب نے میری نسبت یہ بدگمانی پھیلائی ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میں خدمت خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں۔ خدمت اسلام کے لئے میدانِ عمل میں آنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے۔ دروغ ہے۔ افترا ہے۔ اور اس افترا کا بانی ملعون ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو ہوں۔ میں نے حیدر آباد دکن۔ پشاور۔ بنگلور۔ گوجرہ۔ اور کئی اور مقامات میں مجلسِ خلافت کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

"میں سچ کہتا ہوں مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ اور جس شخص کو خلافت سے ہمدردی نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ اور حکمِ خداوندی ہے۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اس خدائی فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، میں ان کا اظہار کروں۔ جو کچھ کہتا ہوں اپنے خدا کی رضاجوئی کے لئے کہتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ مجھے ان کی کوئی خوشامد نہیں۔ میں تو جو کچھ کر رہا ہوں، اپنے مولا کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبۂ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں تو بفضلِ خدا اکیلا ہی اس زمانے میں اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔"

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حکومت انگلشیہ سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ قومی، اسلامی اور ملّی خدمت کے موقع پر حکومت کو واشگاف الفاظ میں مطعون کرنا اور واضح دھمکی سے خطاب کرنا آپ کا اصول تھا۔ اس موقع پر بھی آپ نے فرمایا تھا "میں نے سُنا ہے کہ میری نسبت کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں۔ میں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے ان کا کونسا خطاب قبول کیا۔ کون سی جاگیر حکومت سے حاصل کی۔ کون سا تمغہ یا سندلی۔ میں ان دُنیا والوں اور ان کی تمام دنیاوی چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیا ڈر۔ کیا خطرہ۔ ڈرے وہ

جس کو دنیا اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدائے پاک ہے۔ میرا مولا ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت۔

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا۔ اوڈائر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانِ عظام کے دستخط موجود ہیں لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں ہیں۔ میں لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے۔ میں انشاء اللہ کبھی بھی کسی انگریز افسر کے پاس نہیں گیا اور نہ جاؤں گا۔ میں سید آلِ رسول ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کس کا ڈر ہے۔؟

"ہمارے انگریز حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بدعہدی کرتے ہیں۔ فساد مچاتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے پاس اس کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یا بدعہدی کی ہو۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شدائد اور سختیاں روا رکھی جا رہی ہیں، وہ ناقابلِ برداشت ہیں۔ ان پر جو ظلم توڑے گئے ہیں، ان کی داستانیں سن سن کر ہمارا دل تڑپتا ہے۔ ہمیں رنج ہوتا ہے۔"

آپ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے یہ شعر پڑھے:۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ۔۔۔ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ۔۔۔ دگر عضو ہا را نماند قرار

اور فرمایا "بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور عرب بھائیوں کو تکلیف پہنچے۔ ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ دُکھ اٹھائیں اور ہم بیٹھے دیکھا کریں تو ہم کس طرح مسلمان کہلائے جا سکتے ہیں۔ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور محمد علی ہی رہ گئے ہیں۔ جو ہر ایک مسلمان کے لیے تکلیفیں اٹھائیں اور جیل خانوں میں جائیں؟۔ کیا باقی مسلمان مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں۔ تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جس میں غیرت نہیں، اس میں ایمان نہیں"۔ تمھیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف برداشت کیوں

کی محض اس لئے کہ انھوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ تم مصر کو چھوڑ دو۔ اور یہ کہ ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا۔ تمھی بتاؤ یہ کون سا جُرم ہے۔ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ وہ مسلمان ہو یہی کہے گا۔ پھر محمد علی کا کیا جُرم ہے۔

"ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنھوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے :

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند　　گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدائے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔ یاد رکھو کہ درویش کی صدا مانی جاتی ہے۔ اگر پہلے نہیں سُنی گئی تو اب سُنی جائے گی۔ ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات مقدسہ، اور ان سے چھینے ہوئے ممالک واپس دے دیے جائیں۔ ہمیں تو یہ خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجُب و غرور کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دُنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت والے سچی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ مَیں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں، نہ چین سے بیٹھیں گے نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔

"مَیں کلمۂ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمتِ اسلام، خدمتِ خلافت کے لئے میری جان تک حاضر ہے۔ مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاءاللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ جس کا جی چاہے میدانِ عمل میں تجربہ کر لے۔ لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے۔ لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے۔ اگر مجھے باہر وعظ سنانے سے روکا گیا، تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمۃ الحق سناؤں گا"

مولانا شوکت علی مرحوم نے اسی وقت اعلان کیا کہ اس خطبے کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر ۲۵ ہزار

کی تعداد میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور خاص طور پر انگلستان بھیجا جائے گا تاکہ حکومتِ برطانیہ کو برِ صغیر کے مسلمانوں کے جذبات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

سنّوسی ہند کا لقب

لایل پور کے اسی جلسے میں جب مولانا شوکت علی صاحب نے دعوت دی ہے کہ کون ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے گا"، تو ہزاروں کے اس مجمع میں صرف حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ "میں حاضر ہوں۔ اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں"۔ مولانا شوکت علی مرحوم نے حضورؐ کے ایثار کی بے حد تحسین کی۔ اور آپ کو "سنّوسی ہند" کے لقب سے یاد کیا۔

ایک بزرگ نے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال شملہ میں سنا تو کہا "واقعی آپ کو "سنّوسی ہند" کا لقب زیب دیتا ہے"۔ اخباروں نے بھی آپکے ایثار وشجاعت کو نمایاں طور پر چھاپا۔

تمغۂ خلافت

ایک بار جب حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی سے حیدرآباد دکن روانہ ہو رہے تھے تو مولانا شوکت علی صاحب اور احمد صدیق کھتری صاحب جنرل سیکرٹری خلافت کمیٹی ریلوے اسٹیشن پر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو الوداع کہنے آئے۔ مولانا شوکت علی صاحب نے خلافت کا جھولا (جس پر "خلافت" لکھا ہوا تھا) اور ایک تمغہ جس پر "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ" تحریر تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا کہ میرے پاس یہی چیز ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء کے اخبار زمیندار لاہور میں لایل پور کے جلسۂ خلافت کی روداد جن الفاظ میں شایع ہوئی تھی، اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں کس درجہ جرأت و ایثار کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ لکھا تھا کہ

"لایل پور میں جو عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا، اس میں پنجاب کے مشہور ومعروف بزرگ قبلۂ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں جس بے نظیر جرأت ایمانی اور جوشِ اسلامی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح ترجمانی فرمائی وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگانِ کرام اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ نے اپنے

خطبۂ صدارت میں صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبّت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدّسہ کے تحفّظ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں۔ اور میرا جو مرید تحریکِ خلافت میں حصّہ نہیں لیتا اس کو مَیں اپنے یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا۔"

آگے چل کر زمیندار نے لکھا تھا "ہم حضرت قبلۂ عالم شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت قبلۂ عالم ممدوح کو اعلائے کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت وبے باکی عطا فرمائی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طغرائے امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسے متقی متشرع عالم اور پیشوائے دین کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی۔ اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرزادگانِ کرام حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کی تقلید کریں۔ اور خلافت مقدسہ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمربستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادی وطن کے مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔"

جلسۂ حیدرآباد

حیدرآباد دکن سے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ واپس آنے والے تھے۔ ریل کے ٹکٹ خرید کر سیٹیں محفوظ کرالی گئی تھیں، کہ بیرسٹر محمد اصغر صاحب اور دیگر ارکانِ خلافت خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو جلسۂ خلافت کی شرکت اور صدارت کی دعوت دی۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فوراً راضی ہو گئے۔ ٹکٹ واپس کر کے سفر منسوخ فرما دیا۔ اور اس جلسے کی صدارت فرمائی۔ لائل پور کی خلافت کانفرنس کے خطبہ سے حیدرآباد کی فی البدیہہ تقریرِ صدارت کے مضمون کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ ریاست کی مصلحتوں کا لحاظ فرمایا نہ انگریز کا خوف۔ اور دلیری و جرأت سے مسئلۂ خلافت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اور انگریزوں کو ان کی بدعہدی اور وعدہ خلافی پر کھری کھری سنائیں۔

انگریز کا خوف

لاہور کے مشہور نیم سرکاری اخبار سول ملٹری گزٹ نے لکھا تھا کہ "انگریز حکومت کو گاندھی یا کسی دوسرے لیڈر سے اتنا خطرہ نہیں ہے، جتنا اسے حضرت قبلۂ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری کا خوف ہے۔" حقیقت

بھی یہی تھی کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت معتقدین اور غلام ہندوستان کے شہر شہر، گاؤں گاؤں اور گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اگر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار اشارہ فرما دیتے تو ملک بھر میں غدر مچ جاتا جسے سنبھالنا انگریزوں کو مشکل ہو جاتا۔

چندہ دینا

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت فنڈ میں جیب خاص سے کئی دفعہ عطیات ارسال فرمائے تھے۔ خلافت کے جلسوں میں عام طور پر آپ سب سے پہلے اپنے عطیہ کا اعلان فرماتے تھے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں سب مسلمان دل کھول کر چندہ دیتے۔ اور ذرا سی دیر میں ہزاروں روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ خلافت فنڈ کے نوٹ بھی جلسوں میں فروخت کئے جاتے تھے۔ اور ان سے بھی ہزاروں روپے جمع ہو جاتے تھے۔ یارانِ طریقت نے ہر صوبہ، ضلع اور شہر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق خلافت فنڈ میں زیادہ سے زیادہ چندے دیے ہیں

ملک بھر کے دَورے

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے تحریکِ خلافت کو مقبول اور کامیاب بنانے کے لئے ملک گیر دَورے فرمائے تھے پشاور سے لے کر دکن کے دُور دراز مقامات تک، بمبئی سے کلکتہ تک اور کشمیر سے حیدر آباد تک صرف بڑے بڑے شہروں میں ہی نہیں، بلکہ دیہات اور پہاڑی علاقوں میں بھی آپ دُور دُور تک تشریف لے گئے۔ ان دَوروں میں علماء اور خدام بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور آپ عادت مبارک کے مطابق ان سب کے تمام اخراجات سفر و حضر کی کفالت فرماتے تھے۔ اہل جلسہ کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ یا رفقائے حضرت کے اخراجات اور ضیافت کے اہتمام کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ دراصل حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ہر کام محض خوشنودی ایزد تعالےٰ کے لئے ہوتا تھا۔ دنیا اور دولتِ دنیا آپ کی نظر میں ہیچ تھی۔ اس لئے آپ نے کبھی دوسروں کو اپنی خاطر زیر بار نہیں ہونے دیا۔

راولپنڈی

پنجاب خلافت کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی تو اس کی صدارت کے لئے بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سے درخواست کی گئی۔ آپ نے قبول فرما کر مع رفقا کے جلسے میں شرکت کی۔ یہاں بھی آپ نے مسئلہ خلافت پر بھرپور خطبہ ارشاد

فرمایا۔ اور انگریزوں کو ان کے وعدے یاد دلا کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر قرار واقعی ملامت فرمائی۔ اس جلسہ میں بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جیب خاص سے بیش قرار عطیہ دیا۔ اور آپ کی دیکھا دیکھی ذرا سی دیر میں بہت بڑی رقم جمع ہو گئی۔

کالی کٹ

کالی کٹ (مالابار) میں خلافت کا جلسہ ہوا تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ اہلِ شہر نے آپ کے استقبال کے لئے تمام بازار بند کر دیے اور ہڑتال کر کے جلسے کی شرکت کے لِئے دوڑ پڑے۔ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے پانچ آدمیوں سے زیادہ کا اجتماع خلاف قانون قرار دے رکھا تھا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا خلافت کا مسئلہ ہمارا مذہبی معاملہ ہے حکومت کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ آپ نے ہزاروں کے مجمع میں جلسہ کی صدارت فرمائی۔ اور اربابِ حکومت کی قدغن کی پروا کئے بغیر تین گھنٹے مسلسل تقریر فرماتے رہے۔ آپ کے خطبہ کا ترجمہ ایک مالاباری ہندو بیرسٹر مقامی زبان میں کرتا رہا تاکہ حاضرین پوری طرح فیضیاب ہو سکیں۔ حکومت کو قانون شکنی کے بہانے آپ کی جانب ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

تلچری مالابار

کالی کٹ سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تلچری اور مالابار کے دوسرے مقامات پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی سب جگہ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ ان سب مقامات پر بھی یہی ہوا کہ اہالیان شہر اپنے کاروبار چھوڑ کر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔ اور جلسے منعقد ہوے۔ جن میں ہزارہا لوگ شریک ہوتے تھے۔ آپ مالاباری زبان سے ناواقف تھے۔ آپ اُردو میں تقریر فرماتے تھے۔ اور کوئی مقامی معزز شخص مقامی زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ مسئلہ خلافت کی اہمیت، مدد اور اعانت کے ساتھ حکومت انگلشیہ پر ملامت اور بدعہدیوں پہ انگریزوں کی مذمت ان تقریر کا ماحصل تھا۔ رب العزت کی اعانت وحفاظت آپ کے ساتھ تھی کسی جگہ بھی حکام کو جرأت نہ ہوئی کہ قانون شکنی کے الزام میں دست درازی کر سکیں۔

ترلبور

مالابار سے آپ ترلبور تشریف لے گئے۔ جو کوہ نیل گری کے دامن میں اور لبابین

کے قریب واقع ہے۔ یہاں بھی جلسہ کا اہتمام کر کے حضرت قبلۂ عالم رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں دعوت بھیجی گئی تھی۔ حکام نے خلافت کے جلسہ سے قبل دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو دفعہ ۱۴۴ کا لحاظ کئے بغیر آپ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔ اور کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ یہاں بھی ایک وکیل صاحب آپ کی تقریر کا مقامی زبان میں ترجمہ کر کے آپ کے ارشادات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

کوہ مطور

خلافت کمیٹی کے ارکان حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے صوبہ مدراس میں کوہ مطور چل کر اجلاس کی صدارت کی درخواست کی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ حکومت نے یہاں بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ مگر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مطلق پروانہ کی۔ سارے علاقے کا دورہ فرمایا۔ تمام شہروں میں رات کو جلسے منعقد ہوتے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ صدارت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض کرتے۔ آپ نے خلافت کے مسئلہ کی اہمیت بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اسلام کی سختی سے پابندی کی تلقین فرمائی۔ حکومت وقت کو واشگاف الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلے۔ ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

ہندوؤں سے اجتناب

یہ بات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے کبھی گاندھی وغیرہ کے کسی جلسہ میں شرکت نہیں کی۔ در اصل آپ ہندوؤں کے اس وقت مسلمانوں سے تعاون کو ایک چال سمجھتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ ہندو لیڈر ہرگز مخلص نہیں ہوسکتے۔ وہ صرف اپنی مطالب برآری کے لئے ظاہری طور پر ہمدرد اور بہی خواہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی نظر ان کے کیدِ نفس اور خبثِ باطن پر تھی۔ اس لئے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مسلمان زعماء کو بھی ہندوؤں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے "یہ ہمارے دشمن ہیں۔ ان سے بچو"۔ چنانچہ سب کے سامنے ہے کہ کہاں تو اس زمانے کا بظاہر مثالی ہندو مسلم اتحاد تھا۔ اور کہاں درپردہ ہندو زعماء شدھی اور سنگھٹن کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ جب پردہ اٹھا اور لاوا پھٹا تو سب کو نظر آگیا کہ ہندو لیڈر کس منافقت اور مداہنت کی روش پر گامزن تھے۔ اندریں حالات جس جلسہ میں کوئی ہندو لیڈر شرکت کرتا اس میں

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کبھی شرکت نہ فرماتے۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز مقبول بارگاہِ خداوندی تھے۔ آپ کو ربّ العزّت کی ذات پر بے مثال توکّل اور اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے آپ ہر ظاہری خوف، سیاسی مصلحت اور وقتی تحفّظ سے بے پروا اور بالاتر ہو کر مسلمانوں کو راہِ راست پر گامزن رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اغیار و اجانب کی اسلام دشمنی کی وجہ سے آپ نے ان پر کبھی اعتماد نہ فرمایا۔ چنانچہ تحریک خلافت کو کامیاب بنانے میں آپ نے بیش تر اپنے طور پر اطراف و اکناف کے دَورے کئے۔ اور ملّت کی خاطر ان تمام مشکلات کو اپنے لئے آسان جانا۔



جلسہ ہائے خلافت میں شرکت

حضرت مولانا مولوی عبد المجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ "قومی کارنامے" میں حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدماتِ خلافت کے سلسلے میں لایل پور خلافت کانفرنس۔ حیدر آباد دکن۔ کالی کٹ (مالابار)۔ ترپور (کوہ نیل گرہی) اور کوہ مطور۔ کے جلسہ ہائے دَورِ خلافت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اسی طرح "ملک لبابین زیر کوہ نیلگرہی میں ہزاروں کے مجمع میں حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم خلافت کے متعلق ولولہ خیز تقریریں فرماتے رہے۔ اسی طرح تاراپورم بلنگم پڑنگم واقعہ ملک لبابین میں بھی خلافت پر آپ کی زبردست تقریریں ہوئیں، جن سے ان مقامات میں بیداری کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ملک کورگ سیر کراراج چندر پیٹ امتی بلکنڈ میں جو میسور سے اَسّی میل کے فاصلے پر ہے، اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے راستہ دشوار گزار اور حوصلہ شکن ہے حضرت شاہ صاحب قبلہ کی ہی ذات گرامی ہے جو ایسے دُور دراز مقامات پر خلافت کی حمایت و خدمت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور جلسے منعقد کر کے ان شہروں سے چندہ فراہم کر دیا۔ اور مقامی سکرٹری کی معرفت بمبئی پہنچاتے رہے۔"

"میسور میں بھی خلافت کے جلسے منعقد کئے اور صدارت فرماتے رہے خاص ریاست میسور کے سیٹھ محمد صاحب سکرٹری خلافت کمیٹی اور بنگلور کے سیٹھ علی محمد و سیٹھ نور محمد صاحبان ہمارے اس بیان کی باحسن وجوہ شہادت دے سکتے ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ "خلافت کی خدمت حضرت شاہ صاحب قبلہ نے، نہ صرف اقصائے ہند میں دَورے

فرما کر، جلسہ ہائے خلافت میں بے دھڑک ولولہ خیز تقریریں فرما کر، خطبۂ صدارت سے لوگوں کے دلوں کو ہلا کر اور مصائب سفر اٹھا کر انجام فرمائی تھیں، بلکہ مالی امداد میں معتد بہ حصّہ لیا چنانچہ جب بنگلور میں مولوی محمد فاخر صاحب الٰہ آبادی چندہ فراہم کر رہے تھے، تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ شاہ صاحب علی پوری نے جیب خاص سے ایک ہزار روپیہ خلافت فنڈ میں مرحمت فرمایا۔ ملک لال خان صاحب سکرٹری خلافت کمیٹی لاہور بتا سکتے ہیں کہ مبلغ تیرہ سو روپے علی پور شریف سے عرس مبارک کے موقع پر دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب ممدوح الشان نے اٹھارہ سو روپیہ اپنی جیبِ خاص سے خلافت فنڈ میں عنایت فرمایا۔

یارانِ طریقت کی خدمتِ خلافت

"حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خادموں نے ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ خلافت فنڈ میں دیا ہے۔ اور خلافت کی خدمت کے لئے دارجیلنگ سے شمال مغربی سرحد تک۔ اور ساحل مالابار سے کشمیر تک۔ دریائے اٹک سے پار ملک یاغستان اور سندھ کراچی تک دُور دراز علاقوں کے سفر فرمائے اور شبانہ روز کے مسافرانہ مصائب جھیل کر ایسی خدمات انجام دیں کہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی انجام نہیں دیں۔ یہ حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تعلیم و توجّہ ہی کا اثر ہے کہ پنجاب۔ میسور۔ بنگلور۔ بمبئی وغیرہ میں خلافت کمیٹی کے عہدہ داران زیادہ تر حضرت شاہ صاحب کے غلام اور حلقہ بگوش ہیں۔ خلافت کمیٹی بمبئی کے سکرٹری محمد زکریا۔ محمد علی۔ اسماعیل سلیمانی ارکینِ خلافت کمیٹی سب حضرت شاہ صاحب کے حلقہ بگوش ہیں۔ راولپنڈی میں مولوی قطب الدین صاحب وکیل اور کوہاٹ میں بابو عبدالعزیز صاحب وغیرہ آپ کی حلقہ بگوشی پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سب خلافت کے سرگرم کارکن رہے ہیں۔ گوجرہ علاقہ لائل پور میں خلافت والے سیّد مہدی صاحب ممبر کونسل کی وجہ سے جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اور ادھر کا رُخ کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت شاہ صاحب خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمان سکرٹری خلافت کمیٹی لائل پور کو لے جا کر وہاں خلافت کمیٹی قایم کی پریذیڈنٹ۔ اور سکرٹری مقرر فرمائے۔ اور

خلافت کی خدمت میں سرگرمی سے سعی فرمائی۔ کوہاٹ کے بابو عبدالعزیز صاحب ممدوح الشان کے غلاموں میں سے ہیں، اہل کوہاٹ نے حضرت شاہ صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی پر ستائیس ہزار روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔

پنجاب و سرحد کے جلسے

"سیالکوٹ کے سالانہ جلسۂ خلافت کمیٹی میں آغا صفدر صاحب صدر خلافت کمیٹی بھی موجود تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جو تقریر حضور ممدوح الشان نے فرمائی، وہ اپنی صولت و صداقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس موقع پر آغا صفدر صاحب نے فرمایا تھا کہ "اب تک خلافت کی خدمت محض تقریروں سے ہوتی تھی۔ آج حضرت شاہ صاحب نے اس جلسے کی صدارت فرمائی ہے۔ اب انشاء اللہ ہماری خدمات کامیاب ہو جائیں گی۔ حضرت شاہ قبلہ نے اس جلسہ کی صدارت فرما کر حق بحقدار رسید کا ثبوت دیا ہے۔"

"چار سال ہوئے حضرت شاہ صاحب مردان علاقہ پشاور میں تشریف لے گئے۔ اسسٹنٹ کمشنر کے حکم سے کپتان پولیس اور انسپکٹر آئے اور حضرت شاہ صاحب کو لے گئے۔ وہاں اسسٹنٹ کمشنر نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ آپ خلافت کے حامی ہیں۔ اس لئے چوبیس گھنٹے کے اندر سرحد سے پار ہو جائیں۔ تین سال ہوئے کہ چیف کمشنر کوئٹہ بلوچستان نے محض تحریک خلافت کی خدمات کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کا بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا تھا۔ ریاست کشمیر میں بھی صرف اسی وجہ سے دو سال تک حضرت قبلہ کا داخلہ بند رہا کہ آپ حامی اسلام اور خادم خلافت ہیں۔ ورنہ ایک صوفی باصفا اور مذہبی پیشوا نے ریاست کشمیر کا کیا بگاڑا تھا۔

"ایک بیرسٹر مفتی ولی محمد پشاوری نے حضرت شاہ صاحب قبلہ سے دریافت کیا کہ "آپ اسلام کی بھی کچھ قومی خدمت فرماتے ہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بھائی! جس روز مجھ سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہوتی، اس روز کا کھانا میں اپنے اوپر حلال نہیں سمجھتا۔ اور اس سے زیادہ کر نہیں سکتا۔" (منقول از قومی کارنامے مصنفہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصوری)

تحریکِ ہجرت

• خلافت کی تحریک میں از راہ مداہنت ہندو لیڈر خصوصاً گاندھی مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرتے رہے تھے۔ لیکن جیسا کہ شدھی کی تحریک کے

سامنے آنے کے بعد ظاہر ہوگیا، درپردہ وُہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ زمانۂ خلافت کے جوش وخروش سے کام لینے کے لیے مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انگریزی حکومت سے ناراضگی کے اظہار کے لئے مسلمان افغانستان کو ہجرت کرجائیں۔ مسلمان لیڈر اور علماء ہندوؤں کی اس چال کو نہ سمجھ سکے اور انھوں نے زور شور سے ہجرت کرنے کی تبلیغ شروع کردی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان اس تحریک کی مخالفت فرمائی اور مسلمانوں کو ہجرت کرنے سے باصرار اور بتاکید منع فرمایا۔ ہزاروں مسلمانوں نے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کو تسلیم کیا۔ اور ہجرت کی صعوبات اور خانماں بربادی سے محفوظ رہے۔ ورنہ جیسا کہ معلوم ہے ہزاروں مسلمان جو ہجرت کے لئے روانہ ہوئے، انھیں طرح طرح کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ کتنے لوگ تھے جنھوں نے مکان، دوکان، زمینیں، جایدادیں فروخت کردی تھیں۔ انھیں افغانستان سے لوٹنا پڑا تو یہاں نہ رہنے کا ٹھکانا رہا تھا، اور نہ روزگار کا کوئی انتظام۔ کتنے ہی مسلمان موسم کی سختی، سفر کے شدائد اور پہاڑی راستوں میں بیماری اور فاقہ کشی سے ہلاک ہوگئے۔ اور کتنے ہی گھرانے تھے جو اس طرح مکمل تباہی وبربادی کا شکار ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بصیرت و ایمانی فراست نے ان تمام عواقب کا اندازہ فرمالینے کی وجہ سے مسلمانوں کو صحیح راہ بتائی اور ان کو تباہی اور ہلاکت سے بچالیا۔

فتنۂ ارتداد

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر اتحادی طاقتوں نے اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کردیا تھا۔ خلافتِ اسلامیہ کا چراغ بجھادیا تھا، عرب ممالک پر اپنا تسلط اور غلبہ قایم کرلیا تھا، اور اسلامیانِ ہند سے جو وعدے ممالک اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کی بابت کئے تھے ان کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ چنانچہ احتجاج اور ردِ عمل کے طور پر "تحریکِ خلافت" کا آغاز ہوا، جس نے برِ صغیر میں تحریک آزادی کے تخم مضبوط کئے اور بدیشی راج کی دیواروں میں شگاف ڈال دیے۔

ہندوؤں نے موقع شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اس تحریک میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔
مسلمان اپنی فراخ دلی اور رواداری کے لئے تاریخ عالم میں مشہور ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی سادہ لوحی سے ہندوؤں کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اتحاد و یگانگت کے اظہار میں یہاں تک حدِ اعتدال سے تجاوز کر گئے کہ مسٹر گاندھی اور شردھانند کو مسلمانوں کے جلسوں میں شریک کیا اور جامع مسجد دہلی میں ان کو تقریریں کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اور منبر پر بٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا۔

شُدّھی اور سنگھٹن

مسلمانوں کے اس اقدام کے برخلاف ہندو اکابر درپردہ اپنی مسلمان کُش تدابیر میں لگے رہے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ اور شردھانند کی سرپرستی میں اندر ہی اندر شُدّھی اور سنگھٹن کی تحریک زور پکڑتی رہی جس کا علم مسلمانوں کو صرف اس وقت ہو سکا جب ہندوؤں کی تحریک بارور ہونے لگی۔ اور دیہات کے جاہل مسلمان دھڑا دھڑ ہندو مت میں داخل ہونے لگے۔ بعد میں لالہ لاجپت رائے اور مسٹر ستیہ دیو جیسے معتدل کانگرسی رہنما بھی کھلم کھلا شدھی اور سنگھٹن کے حامی اور سرپرست بن گئے۔ گاندھی اور دوسرے کانگرسی لیڈر خاموشی سے تماشا دیکھتے رہے اور اُنھوں نے اتحادِ وطن کو پارہ پارہ کرنے والی اور علی الاعلان اسلام دشمنی پر مبنی اس تحریک کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھائی۔ اس لئے کہ یہ تمام ہندو زعما بھی درپردہ اس تحریک کے حامی اور معاون تھے۔
اس تحریک کا مقصد صرف ایک تھا کہ ہندوؤں کو مکمل طور پر منظم کیا جائے، ناواقف مسلمانوں کو ہندو مت میں داخل کیا جائے اور جو مسلمان سر نہ جھکائیں ان کو بزور و قوّت بھارت سے نکال دیا جائے۔ لالہ لاجپت رائے اور ستیہ دیو کی کلکتہ والی تقریروں میں صاف صاف کہا گیا تھا کہ " اگر ایک کروڑ ہندو باہم سنگھٹن کر لیں تو کوئی شخص ہماری رضامندی کے بغیر بھارت میں نہیں رہ سکتا۔ جو ہم سے سرکشی کرے گا اسے دیش سے نکال دیا جائے گا۔ اس لئے کہ بھارت صرف ہندوؤں کا ملک ہے۔ جب ہندو جاتی کا سنگھٹن مکمل اور مضبوط ہو جائے گا تو ہم مسلمانوں سے بزور اپنی شرطیں منوا سکیں گے۔ اور اگر مسلمان ذرا بھی اختلاف اور سرکشی کریں گے تو بھارت ورش سے نکال دیئے جائیں گے کیونکہ جو لوگ بھارت میں رہتے ہوئے ترکی اور عرب کا

خواب دیکھتے ہیں، ان کو بھارت میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

پنڈت مالویہ اور شردھانند ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے کہ "راجپوتانہ اور اضلاع یوپی میں آباد ملکانے اپنی ہندو برادری میں شامل ہونے کے لئے بے چین اور بے تاب ہیں، اس لئے ہم ان کو شُدّھ (مرتد) کرنے میں حق بجانب ہیں۔" ہندو جماعتیں اپنے اس مکروہ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کرتی تھیں۔ جبر و تشدّد، مکر و فریب، مالی امداد اور رشوتیں، زمینداروں کا ڈرانا دھمکانا، غریب مسلمانوں کی زمینیں اور کھیت ضبط کر لینا، طرح طرح کے لالچ دینا اور دوسرے ہر قسم کے اوچھے ہتھیار کام میں لانا ان کا روزمرہ تھا۔

یُوں تو برِصغیر کے تمام اطراف و اکناف میں ہندو سرگرم عمل تھے لیکن راجپوتانہ اور یوپی کے علاقوں اور ملکانوں کی آبادی پر ان کی خاص نظر تھی۔ یہ غریب ملکانے صرف کہنے کو مسلمان تھے۔ جہالت اور ناواقفیت کا یہ عالم تھا کہ اکثر کو کلمہ بھی نہیں آتا تھا۔ بہت سوں کے نام بھی ہندوانی ہوتے تھے، لباس، خوراک، رسوم، عادات، اطوار سب ہندوؤں جیسے تھے۔ پھر ہندوؤں کی مکاریوں کی کوئی حد نہ تھی۔ ہر جھوٹ اور ہر فریب ان کے لئے روا تھا۔

ہندوؤں کا طریق کار

ہندو اپنے جلسوں کا آغاز کرتے تو کہتے کہ "ہندوؤں مسلمانوں کے سب سے بڑے رہنما اور بھارت کے بے تاج بادشاہ مسٹر گاندھی کو بدیشی حکومت نے زبردستی قید کر لیا تو اُنھوں نے شردھانند کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ ہندو مسلمان سب شردھانند کو اپنا لیڈر مانتے ہیں۔" اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مسلمانوں کو جامع مسجد دہلی کے اس جلسے کی تصویر دکھاتے تھے جس میں شردھانند جامع مسجد دہلی کے منبر پر تقریر کرتا دکھایا گیا تھا۔

پوری کچوری اور حلوے مانڈے کا بڑے پیمانے پر انتظام ہوتا اور تمام حاضرین کی دل کھول کر ضیافت کی جاتی تھی۔ شردھانند آتے تو مسلم سلاطین کے خلاف زہر افشانی کرتے اور ان کے مفروضہ ظلم و ستم کی جھوٹی داستانیں نمک مرچ لگا کر بیان کرتے۔ اور غیر تمند راجپوت ملکانوں کے ذہن نشین کرتے کہ مسلمانوں نے تمہارے آباؤ اجداد پر کیسے کیسے ظلم و ستم

روا رکھے تھے اور کس طرح ان کو زبردستی مسلمان بنایا تھا۔

ان جلسوں کے علاوہ ہندو مسلمان ملکانوں کے لئے مندر اور کنوئیں تعمیر کرتے، مسلمانوں کے قرضے ادا کرتے، انھیں نقد اور جنس عطیات دیتے، مرتد ہونے پر ہندو لڑکیاں ان کے عقد میں دی جاتیں، غرض ہر قسم کی تدابیر کام میں لاتے تاکہ ان کو گمراہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اسلام پر قایم رہنا چاہتے اور ان کی بات نہیں مانتے تھے، ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے تھے۔ ان کے خلاف مقدمے دائر کئے جاتے، ان کی زمینیں چھین لی جاتیں، ان کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی، ان کی عورتوں اور بچوں کو اغوا کیا جاتا۔ یہ غریب کسان اکثر ہندو بنئیوں کے قرضوں سے دبے رہتے تھے۔ ان بنئیوں کو اکسا کر ان غریبوں کے خلاف مقدمے دائر کرائے جاتے اور ڈگری ہو جانے پر ان بے چاروں کو خانماں برباد کر کے دیہات سے نکال دیا جاتا تھا۔ اس دوران ان پر برابر یہ زور ڈالا جاتا تھا کہ اگر تم اب بھی شدّھی ہو جاؤ تو ہم تمھاری مدد کریں گے اور تمھارے خلاف ساری کاروائیاں ختم کر دی جائیں گی۔

حضرتِ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ میدانِ عمل میں

شدھی (ارتداد) کا یہ فتنہ چپکے ہی چپکے پھیل رہا تھا۔ جب اس کی خبریں عام ہوئیں تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی وفود ملکانوں کی پشت پناہی کے لیئے ان اطراف میں پہنچے اور ملکانوں کو دین اسلام پر قایم رکھنے اور دینی تعلیم عام کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفسِ نفیس ان مساعی میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لیا۔

حضور کا یادگار خطبہ

۲۳ر اپریل ۱۹۲۳ء کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسۂ عام میں مدلّل اور مفصّل خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ۔ درود و سلام اور تلاوت آیات قرآن مجید کے بعد فرمایا۔

"انسان پر خداوند کریم عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و اکرام ہیں کہ شکر بجالانا تو درکنار اگر انسان عمر بھر ان کا شمار کرتا رہے تو بھی بمصداق وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا، (ترجمہ) اور اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے ۱۲)

انسان محدود العلم والعمر کے مالک سے ناممکن ہے کہ اس کے بے حساب اور لاتعداد انعامات کو شمار کر سکے۔ یُوں تو اللہ تعالیٰ کے انعامات واکرامات اپنے بندوں پر بے شمار، بے مثال اور بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ اور ارفع نعمت جو مولا کریم نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی، وہ یہ کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم کے حلقۂ غلامی کے نشان سے مزّین و متمیّز فرمایا۔ اور نورِ ایمان والیقان سے مومن کے دل کو منوّر فرمایا۔ اگر بندہ تمام عمر اس نعمت عظمیٰ وارفع واعلیٰ کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں کر سکتا۔ روز الست سے ہی اللہ تعالیٰ نے ارواح کو دو قسم پر تقسیم کر رکھا ہے۔ سعید و شقی۔ شقی کے لئے ہدایت ناممکن ہے۔ مگر جس کو ربّ العزّت سعید بنائے وہ اسلام کا پیرو کار بن جاتا ہے۔ اور صادقین کی معیّت حاصل کر کے اپنے دین و دُنیا کو سنوارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے اور اپنے پیارے محبوبؐ کے اتبّاع میں پختہ کار بنا کر ایمان پر خاتمہ کرے۔ آمین ثم آمین۔

آپ نے درد بھرے پُرجوش لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ "اسلام کو ہندوستان میں آئے تقریباً گیارہ سو سال گزر چکے ہیں۔ اور مسلمانوں نے اس تمام عرصے میں اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رفق و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ باوجود اس کے ہنود مسلمانوں کو ملیچھ وغیرہ ذلیل ناموں سے یاد کرتے رہے۔ اور ذلیل اور ناپاک تصوّر کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بھولے بھالے مسلمان ان کو اپنا بھائی سمجھتے رہے۔ اور خورد و نوش میں ان سے مطلق پرہیز نہیں کیا۔ رنج اور خوشی کے موقع پر ان کے شریکِ حال رہے۔ ان کی تمام جائز تقریبوں میں شامل رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے بعض رؤسا اور لیڈروں نے اہلِ ہنود کا دل خوش کرنے کے لئے خدا کی حلال کردہ اشیاء کو بھی حرام کر دیا اور قوم کے بعض لیڈروں نے ہندو لیڈروں کو مسجدوں میں منبر رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم پر بٹھا کر لکچر سُنے۔ ناکردنی کام کئے اور ناگفتنی باتیں سُنیں۔ خدا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نافرمانی کر کے مسجد کی بے ادبی اور توہین کی۔ بڑے سے بڑا اعزاز جو کسی شخص کو دیا جا سکتا ہے وُہ اس طرح انھوں نے اپنے دشمنوں کو دیا۔ اپنی طرف سے محبّت اور یگانگت کو یہاں تک بڑھایا اور

ظاہر کیا کہ ان کے مُردوں کو کاندھے دیے۔ ان کے جلوسوں میں بجائے اللہ اکبر کے بندے ماترم کے نعرے لگائے۔ بعض نے تو ان کی خاطر قشقہ بھی زیبِ جبین کیا۔ الغرض کوئی دقیقہ ان کے بھائی چارے میں فروگذاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب موپلوں کی نسبت یہ کہا گیا کہ انھوں نے چند ہندوؤں کو مسلمان کرلیا ہے۔ تو ہمارے مسلمان بھائیوں نے بلاتحقیق محض یارانِ وطن کی خوشنودی کے لئے موپلوں کی ہستی کو جوکھوں میں ڈال دیا۔ افسوس! کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی یہ تمام سعی و کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ ہمارے رفق و مدارات سے ہمارے دشمنوں نے بے جا فائدہ اٹھایا۔ اور ہمارے مخالفین نے یہ تہیہ کرلیا کہ ملکِ ہند سے اسلام کا نام مٹا دیا جائے۔ اور سات کروڑ کلمہ گویانِ توحید کو معاذ اللہ ہندو بنا لیا جائے۔

ما زیاران چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پندا شتیم

یہ ایک ایسا نازک موقع آگیا ہے جس کی نظیر تاریخِ اسلام میں نہیں ملے گی۔ اسلام کی دُنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا، بلکہ سرے سے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے زور دیا جارہا ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کا دل اس صدمہ سے متأثر نہو۔ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مُردے بھی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لئے جارہے ہیں۔ اور ہم خاموش دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت تقاضائے حمیت و غیرتِ اسلامی تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہو، ہر مسلمان اپنے اُوپر خواب و خور حرام سمجھے۔ اور دامے، درمے۔ قدمے، سخنے، الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت اسلام اس سے ممکن ہو، دریغ نہ کرے۔ اور جب تک یہ فتنہ فرو نہو اور اس کے بانی ذلیل و خوار ہو کر مر نہ جائیں، اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھیں۔

"جو مذہب تبلیغی نہیں اس کے پیروؤں کے حوصلے تو یہ ہیں کہ بزعم خود خدانخواستہ ہم پرستارانِ توحید و رسالت کا نام مٹادیں گے۔ یا ہندو بنالیں گے۔ اور ہمارے ہاں تبلیغ فرض ہوتے ہوئے بھی ہماری یہ بے اعتنائی اور لاپروائی کہ ہم خاموشی سے ان کی فتنہ انگیزیاں اور شرر باریاں دیکھا کریں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرضِ اوّلین ہے کہ تبلیغ و

اشاعتِ اسلام کرے۔ ہر ایک مسلمان کا یہ فرضِ عین ہونا چاہیے کہ جب تک ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا ہے جو رسُولِ عربی فداہ ابی و اُمی صلی اللہ علیہ وسلّم کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کر دے، اور مذہب اسلام کو نہ اپنا لے، اس وقت تک وُہ اپنی کوشش میں لگا رہے گا۔ اور یہ بات تو بدرجۂ اولیٰ فرض ہے کہ جو لوگ بوجہ ناجائز رعب اور طمع نفسانی ہمارے ہم وطنوں کی عیاری سے جادۂ مستقیم سے منحرف ہو گئے ہیں، اور صراطِ مستقیم اور اسلام کو چھوڑ گئے ہیں، جب تک وہ سب راہِ راست پر واپس نہ آجائیں اور مسلمان نہ ہو جائیں، اس وقت تک اہلِ اسلام کو شب و روز یہی دھن لگی رہنی چاہیئے۔ ہر مسلمان اپنے دل میں عزم بالجزم کر لے کہ وہ کم سے کم ایک متنفس کو ضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سلسلۂ غلامی میں داخل کرے گا۔ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر قریہ کے مسلمان جو تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی کسی بھی وجہ سے قابلیت نہیں رکھتے، ان کو چاہیئے کہ اپنی جیب سے کم از کم ایک مبلّغ کے مصارف اپنے ذمّہ لیں اور اپنے مخزنِ حسنات میں اضافہ کریں۔"

اپنی تقریر کے خاتمہ پر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ

"میرے یاروں میں زمیندار۔ کاشتکار۔ ڈاکٹر۔ تجّار۔ وکلا۔ جرنل۔ کرنل۔ امیر غریب۔ نواب۔ رُؤسا الغرض ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ میَں نے آج تک ان سے یادِ الٰہی کے سوا کوئی فرمایش نہیں کی۔ مگر اب میں کہتا ہُوں کہ ہر مسلمان پر بالعموم اور یارانِ طریقت پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ انسداد فتنۂ ارتداد میں ضرور حِصّہ لے۔ میَں نے تو عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلّغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا۔ اور خود بھی موقع پر پہنچکر اس کارِ خیر میں حِصّہ لُوں گا۔ اور تبلیغ کا کام سر انجام دوں گا۔ اور جب تک برگشتگانِ دینِ متین کو پھر سے حلقۂ اسلام میں واپس داخل نہ کر لُوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کر کے، اس کے پیرو کاروں کو اپنے مذہب کا پیرو کار بنا کر اسلام سکھا کر مسلمان نہ بناؤں آرام نہیں کروں گا۔"

آپ نے اس کے ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ "سرِ دست میَں مبلغ گیارہ سو روپے نقد دیتا ہُوں۔ اور سو روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں اپنے پاس سے دیتا رہوں گا۔ اس غرض کے لئے

انجمن خدّام الصُّوفیہ کی نگرانی میں فنڈ قایم کیا جاتا ہے۔ اور حسبِ ضرورت لاکھوں روپے کی فراہمی کا انتظام کیا جائے گا۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان کے بعد اسی وقت جلسہ گاہ میں چھبیس سَو (۲۶۰۰) روپے نقد جمع ہو گئے۔ اور سات سو روپے ماہانہ کے وعدے کئے گئے۔

پہلا تبلیغی وفد

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے تبلیغی وفد بھیجنے کا ارادہ ۲۳ر اپریل کے جلسے میں ظاہر فرمایا تھا۔ اور ۲۱ر مئی کو آپ بنفسِ نفیس پہلا وفد روانہ فرمانے کے لئے رہتک تشریف لائے۔ میدانِ ارتداد کو وفد کی روانگی کے لئے رہتک کا انتخاب اس لئے قرینِ مصلحت تھا کہ باشندگان رہتک تقریبًا سب راجپوت تھے، اور میدانِ ارتداد بھی راجپوت علاقے ہی تھے۔ مسلمان راجپوتوں کی مسلمان راجپوتوں سے رشتہ داریاں تھیں تو ہندو راجپوتوں سے بھی واقفیت تھی۔ پھر زبان بھی تقریبًا یکساں تھی۔ چنانچہ پہلا وفد جو پندرہ ارکان پر مشتمل تھا رہتک سے روانہ کیا گیا۔ اور شیر پنجاب مولانا مولوی غلام احمد صاحب انگہ امرتسری خلیفۂ مجاز وفد کے امیر اور قائد مقرر کئے گئے۔ حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ محمد حسین شاہ صاحب (خلف اکبر اور سجادہ نشین اوّل) رحمۃ اللہ علیہ وفد کو رخصت کرنے کے لئے وفد کے ہمراہ دہلی تک آئے۔ آگرہ میں اس سے قبل حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ انجمن خدام الصوفیہ کا مرکزی اور صدر دفتر قایم فرما چکے تھے۔ تاکہ مبلغین کے وفود یہاں آئیں اور یہاں سے میدانِ عمل میں پہنچکر اپنے فرض کو تکمیل تک پہنچائیں۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی ناظم دفتر مقرر کئے گئے تھے۔ جب یہ پہلا وفد اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں آگرہ پہنچا ہے تو مسلمانوں کے جوش و خروش کا منظر قابلِ دید تھا۔

حضرت قبلہ و کعبہ سراج الملّت کا حسنِ انتظام و تدبر

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اکبر حضرت الحاج حافظ مولانا صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) انسداد فتنۂ ارتداد کی تمام کارروائیوں کے لئے خازن و مدیرِ اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے۔ آپ نے جس حُسن و خوبی سے وفود

ترتیب دیے ، جملہ انتظامات پیشِ نظر رکھے اور حسن تدبّر و حسن تدبیر سے تمام کام سرانجام دیتے رہے ، اس کا بیان مشکل ہے ۔ حضرت مولوی عبد المجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ (انسپکٹر مدارس علاقہ ارتداد) وفود اور انجمن کی کارگزاریوں کی روداد میں تحریر فرماتے ہیں ۔

" اس روداد کے ملاحظہ سے ناظرین پر انجمن ہذا کی خدمات اور انتظامی حالات بخوبی ظاہر ہو جائیں گے ۔ پس یہ امر ناشکری میں داخل ہوگا کہ انجمن ہذا اپنے محسن و مربّی و امین ، اعلےٰ مراتب و مناقب عالی جاہ حضرت صاحبزادہ مولانا حافظ سیّد محمد حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی کی اعلےٰ ترتیب اور حسن انتظام کا اعتراف نہ کرے ۔ صاحب ممدوح الشان نے بامتثال امر اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم روحی فداہ اعزازی خدمات صدارت انجام دیں ۔ یہ آپ ہی کی تدبیر اور حسن انتظام کا نتیجہ ہے جو آپ اس روداد کے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔ اگر کوئی مبصّر بنظرِ غائر آپ کے مکاتیب و فرامین ، جن کا باقاعدہ ریکارڈ دفتر آگرہ میں موجود ہے ، ملاحظہ کرے تو حیران ہو جائے کہ کون سی خداداد قابلیت والی شخصیّت ہے ، جو وفود کی ادنیٰ ادنیٰ نقل و حرکت ، تہذیبِ اخلاق ، فراہمی ضروریات کی جزئیات تک کی نگرانی کر رہی ہے ۔ اراکین وفود نے میدانِ ارتداد میں آکر جو مجاہدہ کیا اور خدمات اسلامی انجام دیں ، ان سب میں حضور ممدوح الشان کی دوربین نظر اور فکر نکتہ رس کام کر رہی تھی ۔ اسی لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں آپ کی مخلصانہ مساعی جمیلہ مقبول ہوئیں ۔ اور ہم ان کارناموں کو قلم بند کرنے کے قابل ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ حضور والا کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔"

حضرت سراج الملت صاحبزادہ صاحب ممدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ وفود کی نقل و حرکت ، کارگزاریوں ، جلسوں ، تبلیغی خدمات اور جملہ اخراجات کی تفصیل رجسٹروں میں محفوظ رکھتے تھے ۔ یہ رجسٹر اب تک علی پور سیداں میں محفوظ ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ انتظام اور حسنِ تدبّر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں ۔

حضرت قبلہ شمس الملت مدظلہ

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اصغر حضرت الحاج شمس الملت صاحبزادہ حافظ سیّد نور حسین شاہ صاحب مدظلہٗ (سجادہ نشین دوم) دو مرتبہ بنفسِ نفیس اپنے خرچ پر میدانِ ارتداد میں تشریف لے گئے ۔ دُور دراز اور

دشوار سفر کی تکلیفات کو خاطر میں نہ لائے اور ایٹہ اور علی گڑھ وغیرہ کے اضلاع میں گاؤں گاؤں دَورے فرمائے۔ آپ نے لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید فرمایا۔ لوگ آپ کی نورانی صورت، اسلامی سیرت، کریمانہ اخلاق اور پند و موعظت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے، ملکانے بڑی عقیدت اور اخلاص سے آپ کا استقبال کرتے، آپ کے وعظوں سے متاثر و مستفید ہوتے اور آپ کی ہم رکابی میں اپنی عزت جانتے تھے۔

خلفائے کرام کا حصّہ

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے خلفائے کرام بھی میدان ارتداد میں پہنچ کر احسن خدمات انجام دیتے رہے ہیں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اوّل حضرت الحاج مولوی محمد حسین صاحب بی اے اپنے ذاتی خرچ پر تین بار تشریف لائے۔ اور اضلاع آگرہ، ایٹہ، علی گڈھ اور تحصیل پلول کے دیہات کے دورے کئے۔ آپ کی پرکشش شخصیت، اخلاق حسنہ اور وعظ و خطبات سے ان علاقوں میں بہت اچھا اثر ہوا۔ بے شمار لوگ ارتداد سے بچ گئے اور بہت سے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔

حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر امرتسری علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود عرصہ تک میدان ارتداد میں سرگرم عمل رہے۔ مولانا مولوی حاجی امام الدین صاحب رائے پوری نے ضلع ایٹہ کے علاقہ میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے اخلاص اور توجہ باطن نے وہ کرشمے دکھائے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے اور چھوت چھات ضروری سمجھتے تھے، وہ رسوم جاہلیت سے تائب ہو گئے اور مسلمان کے پس خوردہ کو متبرک سمجھنے لگے۔ مذکورہ بالا خلفا کے علاوہ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی ناظم دفتر آگرہ اور مولوی عبد المجید صاحب قصوری انسپکٹر مدارس صدر دفتر آگرہ کے فرائض کی انجام دہی کے علاوہ میدان ارتداد میں بھی جگہ جگہ کے دَورے کرتے تھے اور تبلیغی کام میں حصّہ لے کر اپنے اجر جمیل میں اضافہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب بی اے رحمۃ اللہ علیہ (خلیفۂ اول) کی کوششوں سے کرنال اور مضافات سے چندوں کی معتد بہ رقم انجمن کے دفتر آگرہ کو وصول ہوتی

رہی۔ آپ کے معتقدین نے بھی دل کھول کر حصّہ لیا۔ ایک یار نے اپنے والدِ مرحوم کی یادگار کے طور پر ایک مدرسہ قایم کیا۔ اور اس کے تمام اخراجات کے خود ہی کفیل بنے رہے۔

انجمن نے تعلیم و تبلیغ کے مقصد کی خاطر دہلی، آگرہ، ایٹہ، بلند شہر، علی گڈھ، رہتک، فرخ آباد، متھرا، گڑگانواں کے اضلاع میں پینتالیس سے زیادہ مدارس قایم کئے تھے۔ جہاں دینی تعلیم کا اہتمام تھا۔ ہزاروں بچّے ان مدارس میں تعلیم پاتے تھے۔ دس ہزار سے پندرہ ہزار افراد تک صرف ان مدارس کی بدولت شدّھی سے محفوظ رہے۔ پھر انہی بچوں کی بدولت جو یہاں سے تعلیم پاکر بڑے ہوئے، اور ہزاراں ہزار مخلوقِ خدا ارتداد سے بچ گئی۔ زنانہ مدرسے بھی قایم کیے گئے تھے۔ جن میں پردے کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ بڑی عمر کے دیہاتیوں کو بھی ان مدارس میں تعلیم دی جاتی تھی۔ مدرسین کے قیام و طعام کے سارے اخراجات کی کفالت انجمن خدّام الصوفیہ کے ذمّے ہوتی تھی۔

مخلص کارکنوں اور مبلّغوں کی مساعی جمیلہ کا تھوڑے ہی عرصہ میں یہ خوشگوار نتیجہ نظر آنے لگا کہ لوگ ہندوانہ رسم ورواج سے پرہیز کرنے لگے۔ جاہلانہ اور مشرکانہ عقاید معدوم ہو گئے۔ جہاں بھیروں اور دیویوں کے گیت گائے جانے لگے تھے، وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ اور نوجوان ملکانے خوش الحانی سے نعتیں پڑھتے دکھائی دینے لگے۔

مدارس

جن مقامات پر مدارس قایم کیے گئے تھے، ان کے پورے نام بھی اب دستیاب ہونے دشوار ہیں۔ اس لئے جن دیہات کے نام معلوم کئے جاسکے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

روہندی۔ نگلہ سہار۔ سوجان۔ منجھولہ۔ ندرالہ۔ علی پور۔ اکبر پور۔ پہیرہ۔ سنجواڑی۔ چاندٹت۔ رحیم پور۔ حسا پور بلٹی۔ گیا گوٹ۔ اکبر پور انکورہ۔ ویر۔ بڈراؤں۔ نگلہ محمود۔ پارولی۔ چوہڑ پور۔ بکسوہ۔ بھیکم پور۔ ایلہٹی۔ روشن پورہ۔ بھیر پورہ۔ راجوارہ۔ گھوسیئہ۔ ہاتی پور۔ دونڈے مئی۔ اڈہ دبری۔ لنگوٹیہ۔ نارہ۔ رای پورہ۔ بجیرہ۔ اگورہ۔ ہانسہ۔ گنہش پور۔ پاتی خورد۔ پرنالہ۔ نوبستہ (آگرہ)

زنانہ مدرسہ رحیم پور۔ زنانہ مدرسہ ندرالہ ۔

جیسا کہ ابھی بیان ہوا یہ مدارس مختلف اضلاع میں قایم تھے ۔جن کے نام یہ ہیں دہلی - رہتک - فرخ آباد- متھرا - ایٹہ- علی گڑھ - گڑگانواں -بلند شہر- آگرہ وغیرہ۔سری نگر (کشمیر)۔ احمد آباد- گجرات اور کاٹھیاواڑ کے مدارس ان کے علاوہ تھے ۔

مدرسین

تمام مدرسین کے نام حاصل نہو سکے ۔بعض معلوم ہو سکے ، وہی درج کئے جاتے ہیں ۔مولوی حافظ عبدالحمید صاحب ۔مولوی محمد خوب صاحب، منشی نصیب خان صاحب، منشی محمد شفیع صاحب، منشی احمد خان صاحب، منشی عالم گیر خان صاحب، منشی امیر محمد خان صاحب، منشی نور محمد خان صاحب، منشی غلام فرید صاحب، منشی مقصود علی خاں صاحب لاہلی ، مولوی ظہور شاہ صاحب ، منشی امام الرحمان صاحب، منشی رحمت اللہ خان صاحب ، مولوی گل نواز صاحب ، مولوی مہتاب شاہ صاحب ، منشی حمید الدین صاحب ، مولوی صدیق اللہ صاحب، منشی جمال الدین خان صاحب ، بابو نیاز علی خاں صاحب ، حکیم احمد اللہ خان صاحب ۔

باوجود کوشش کے دوسرے نام دستیاب نہو سکے ۔ان مدرسین کا ایک مقام سے دوسرے مقام پر تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا ۔اس لئے ان کے ناموں کے ساتھ گاؤں کا نام درج کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔

مدارس کا نصاب

تمام مدارس کا نصاب قرآن شریف ، اردو ، حساب ، دینیات، وغیرہ پر مشتمل تھا ۔صحت عقاید اور تہذیب اخلاق پر زور دیا جاتا تھا ۔چنانچہ تھوڑی مدت میں بڑے فوائد حاصل ہوئے ۔مدرسین کے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار سے بچوں پر ہی نہیں دیہات کے بڑوں پر بھی بہت عمدہ اثر مرتب ہوا ۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ اسلام کے فیض سے استفادہ کرنے لگے ان کی صورتیں اور کردار اسلامی سانچے میں ڈھل گئے ۔جو لوگ سروں پر ہندوؤں کی مانند چوٹیاں رکھتے تھے ، یا باہمی ملاقات کے وقت رام رام کرتے تھے، ان عاداتِ قبیحہ سے باز آگئے ۔چوٹیاں کٹوا دیں اور السّلام علیکمُ کے اسلامی سلام کے عادی بن گئے ۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ سب لوگ نماز ، روزہ ، اور روزمرّہ کے ضروری مسائل سے

باخبر ہو گئے۔ اسلامی شعائر پر چلنے لگے۔ ظاہر میں بھی مسلمان نظر آنے لگے اور ان کے دل بھی نورِ ایمان سے بھر گئے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگے۔ اور اپنی ضرورت کے بقدر لکھنا پڑھنا جان گئے۔ خدا نے ان مدرسین اور کارکنوں کی مساعی کو مشکور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے مالا مال فرمائیں۔

مسجدیں

جن دیہات میں مدارس قایم کئے گئے تھے، ان میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق مسجدیں بھی بنائی گئیں۔ اگر کوئی پرانی مسجد ویران پڑی تھی تو اسے مناسب مرمّت کر کے از سرِ نو آباد کیا گیا۔ ورنہ نئی مسجد تعمیر کی گئی۔ بعض دوسرے دیہات میں بھی مساجد کی تعمیر کی گئی۔ علی گنج میں شاہی دَور کی مسجد ویران پڑی تھی، اس کی مرمّت کر کے اسے از سرِ نو آباد کیا گیا۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے اپنے دَورے کے وقت، دوسری مساجد کی طرح، اس مسجد کا معائنہ فرمایا تھا۔ اور جاڑوں میں گرم پانی مہیّا کرنے کے لئے بجیبِ خاص سے عطیہ عنایت کیا تھا۔ عموماً مدرسے ان مساجد ہی میں قائم کئے گئے تھے۔ خدا کے فضل سے تمام مساجد میں تنخواہ دار مؤذن مقرر تھے۔ باقاعدہ اذان اور نماز ہوتی تھی اور یہ بخوبی آباد تھیں۔ اور تبلیغی اور اشاعتی کاموں میں مددگار ہوتی تھیں۔

شفاخانے

انجمن نے علاقہ ارتداد میں چھوٹے بڑے دواخانے بھی قائم کئے تھے۔ موضع نوگانواں ضلع متھرا میں شفاخانہ بڑے پیمانے پر قایم کیا تھا۔ جہاں دُور دُور سے مریض علاج کے لئے آتے تھے۔ تمام مریضوں کا علاج بالکل مفت تھا، اور دوائیں بھی مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر شیخ اللہ دتا صاحب کنجاہی، ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب، ڈاکٹر محمد حنیف صاحب، ڈاکٹر محمد ظریف صاحب، منشی محمود علی صاحب کمپونڈر۔ حاجی نبی بخش صاحب اور بعض دوسرے احباب نے مفت اس شفاخانے میں کام کیا۔ ان حضرات کی قابلیت، ہمدردی، حُسنِ اخلاق اور ملاطفت نے بہت اچھا اثر ڈالا، اور مریضوں کی صرف جسمانی بیماریوں کا علاج ہی نہوا، بلکہ ان کی دینی اور روحانی بیماریاں بھی دُور ہو گئیں۔ اور انھوں نے راہِ نجات پائی۔ اسی طرح دوسرے دواخانوں نے دینی و دُنیاوی ہر طرح کی مفید خدمات انجام دیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ورودِ آگرہ

انجمن خدام الصوفیہ کا صدر دفتر آگرہ میں قایم ہو چکا تھا۔ اور تبلیغی کام زور شور سے جاری تھا۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضان اور توجہ سے نیز حضرت قبلہ و کعبہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (خلفِ اکبر و سجادہ نشین اوّل) کے حسنِ تدبر اور ہدایات کے تحت روز افزوں کامیابی حاصل کر رہا تھا۔ مگر ابھی حضرت قبلۂ عالم کے یہاں بہ نفس نفیس تشریف لانے کا انتظار تھا۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعدہ اور اعلان فرما چکے تھے کہ تبلیغی کام کو مزید تحریک بخشنے اور زیادہ پُر اثر اور بارور کرنے کے لئے آپ خود آگرہ تشریف لائیں گے، اور میدانِ ارتداد میں جائیں گے، اس لئے کارکنانِ انجمن اور فدائیانِ اسلام حضور کی تشریف آوری کے لئے چشم براہ تھے۔ آخر ۲۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ ہیلنگ کی منڈی میں جس سڑک پر اب کوتوالی قایم ہے، ایک وسیع و عریض حویلی حضور کے قیام کے لئے پہلے سے کرایہ پر حاصل کر لی گئی تھی۔ (اب یہ عمارت باقی نہیں ہے۔ یہاں دوسری جدید عمارتیں بن گئی ہیں) حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جلو میں خلفائے کرام اور یارانِ طریقت کی کثیر تعداد تھی سب کا قیام اسی حویلی میں تھا۔ رفقا و ہمراہیان حضور والا میں سے کچھ نام یہ ہیں۔

مولانا حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری۔ مولانا شیر نواب خان صاحب قصوری رسالدار یٰسین خان صاحب کاہنوری۔ جمعدار قاسم علی خاں صاحب۔ چودھری بھورے خان صاحب۔ منشی یعقوب علی خان صاحب۔ ماسٹر علی بخش صاحب۔ ماسٹر عبداللطیف خان صاحب منشی حسین الدین صاحب۔ منشی ممتاز علی خان صاحب۔ محمد یوسف خان صاحب کوہاٹی۔ سلیمان خان صاحب خاندیسی۔ دفعدار مقصود علی خان صاحب۔ ڈاکٹر محمد حنیف صاحب۔ اور حاجی بوٹا صاحب خادم خاص۔

مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب ناظم دفتر آگرہ، مولانا عبدالمجید صاحب قصوری انسپکٹر مدارس، مولوی رحمت اللہ صاحب نائب انسپکٹر مدارس (علاقہ ارتداد) اور بعض دوسرے اصحاب پہلے سے مستقل طور پر آگرہ میں قیام پذیر تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قیامِ آگرہ کے دوران بہت سے دوسرے یارانِ طریقت اپنی ملازمتوں سے رخصت لے کر

کم یا زیادہ عرصہ کے لئے آتے جاتے رہتے تھے۔ بھائی مہدی حسن صاحب اکبرآبادی مرحوم اوران کے صاحبزادگان مشتاق حسین صاحب اور اشتیاق حسین صاحب مرحوم (یہ دونوں اس وقت بالکل نوخیز لڑکے تھے) ہمہ وقت خدمتِ والا میں حاضر رہتے تھے۔ ہمراہی یارانِ طریقت حکم کے مطابق علاقہ ارتداد میں مختلف مقامات پر دَورے کر کے اور تبلیغی خدمات انجام دے کر صدر دفتر آگرہ واپس آجاتے تھے۔

آگرہ میں ارشاد و تبلیغ

آگرہ کے اس قیام میں جو بائیس دن تک جاری رہا حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ کی مختلف مساجد اور دُور افتادہ محلّوں میں اکیس جلسوں سے خطاب فرمایا۔ بعض دن دو دو جلسوں میں تقریر فرمائی۔ یہ سب جلسے بہت بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے رہے، جن میں ہزاروں کی تعداد میں شائقین شریک ہوئے۔ دستور کے مطابق ابتدا میں حضور کے خلفائے کرام اور دوسرے علمائے عظام وعظ فرماتے اور آخر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریر دل پذیر سے حاضرین کو فیضیاب فرماتے رہے۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ عادت مبارک کے مطابق آگرہ کے اس قیام میں بھی شبانہ روز فیض رسانی میں مصروف رہے۔ دن رات مسائل سُنانا، ملاقاتیوں کے شکوک دُور کرنا، دینِ حق کی تبلیغ فرمانا، صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کرنا، آپ کا دستور رہا۔ کثیر تعداد میں لوگ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ عموماً عشا کی نماز کے بعد اور کبھی نمازِ تہجد کے وقت (کبھی دونوں اوقات میں) حلقۂ ذکر منعقد ہوتا تھا۔ جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے اور نئے یار داخل ہوتے تھے۔ اس دَوران حضور والا کا لنگر بھی دستور کے مطابق جاری رہا۔ کھانے کے اوقات میں تمام حاضرین کی بلا امتیاز خوانِ یغما پر دعوت ہوتی تھی۔ ہر ملاقاتی کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اخلاقِ کریمانہ کے مطابق محبت و شفقت فرماتے تھے۔ اور تواضع و مدارات سے نوازتے تھے۔ جو غریب اور ضرورت مند آپ کی خدمت والا میں حاضری دیتے آپ کی سخاوت اور دریا دلی سے فیضیاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اس ایک دفعہ کی تشریف آوری سے بھی وہ بیش قرار فوائد حاصل ہوئے جو بغیر اس کے ممکن نہ تھے۔

علاقۂ ارتداد کے دَورے

قیام آگرہ میں عامۃ الناس کو اپنے فیوضات سے سرفراز

فرمانے کے دوران، حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ میدانِ ارتداد میں انجمن کے کاموں کا بھی جائزہ لیتے تھے اور مناسب ہدایات جاری فرماتے تھے۔ مگر اس کے بعد ذاتی طور پر بنفسِ نفیس آپ ان علاقوں کے دَورے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور آگرہ، ایٹہ، علی گڈھ، فرخ آباد وغیرہ کے اضلاع میں گاؤں گاؤں معائنہ اور تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔

اس دَورے کے درمیان آپ نے تبلیغی وفود کے کام کا جائزہ لیا۔ مدارس کا معائنہ فرمایا۔ مساجد کی حالت دیکھی۔ لوگوں سے مِل کر ان کی حالت اور کیفیت کا اندازہ فرمایا اور اپنے مواعظِ حسنہ اور فیوض روحانی سے ان کو نوازا۔ اسی دَورے میں آپ نے جابجا حسبِ ضرورت نئی مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ضرورت کے مطابق مساجد میں گرم پانی کرنے کا انتظام کیا۔ بعض دیہات میں نئے مدرسے جاری کرنے کا حکم صادر کیا۔ بعض جگہ نئے دواخانے اور نئے شفاخانے قایم کرائے۔ پرانے مراکز، مدارس اور مساجد میں حسبِ ضرورت ترمیم، مرمّت اور اضافے کے احکام جاری کئے۔ مسجدوں کے ساتھ کنوئیں کھودنے کا حکم دیا۔ وضو کے لئے موزوں اور مناسب جگہوں کا انتظام کیا۔ مدارس میں طلبہ کا امتحان لیا اور اچھے طلبہ کو، نیز اچھی کارکردگی پر اساتذہ کو، انعامات سے نوازا۔ بیشتر مقامات پر اکثر کاموں کے لئے اپنی جیبِ خاص سے عطیات دیے۔

ان دَوروں میں یاروں اور کارکنوں کی خاصی تعداد حضورِ والا کے ہمرکاب تھی۔ عادتِ مبارک کے مطابق ان کے سفر و حضر، قیام و طعام اور دوسرے تمام اخراجات کی کفالت حضورِ والا خود فرماتے تھے۔ کبر سنی اور ضعیف العمری کے باوجود حضورِ والا نے محنت شاقّہ برداشت کر کے یہ دَورے فرمائے۔ حضورِ والا کے اس اخلاص، ریاضت، دریا دِلی، تبلیغِ دین اور محنتِ شاقہ کا نتیجہ حیرت انگیز کامیابی کی شکل میں نظر آیا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ نے شاندار نتائج برآمد کئے۔

فتنۂ ارتداد کا اِنسداد

علاقہ ارتداد میں حضورِ والا کی اِن اَن تھک کوششوں اور توجہات کا نتیجہ یہ تھا کہ شُدّھی کا سیلاب رُک گیا۔ سنگھٹن کی عمارت زمین میں دھنس گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں ملکانے جو مرتد ہو گئے تھے،

حقانیتِ اسلام سے آگاہ ہو کر، دوبارہ دامنِ اسلام میں آ گئے۔ انھی میں سے بہت سے تبلیغِ اسلام میں سرگرمِ عمل ہو گئے۔ سینکڑوں نے کلام مجید پڑھ لیا۔ ہزاروں خواندہ بن گئے۔ اور اپنا اور دوسروں کا کام انجام دینے کے لئے اغیار کے محتاج نہ رہے۔ کتنے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حفظِ قرآن کی سعادت حاصل ہوئی۔ مشرکانہ رسوم اور ہندوانہ رواج ترک کر دیے گئے۔ اور ان کی جگہ شعائرِ اسلام کو رواج ہوا۔ ہندوؤں کی تقلید میں مشرکوں کی وضع اختیار کرنے، تلک لگانے، چوٹیاں بڑھانے، ڈنڈوت کرنے اور اس طرح کی دوسری کافرانہ رسوم سے مسلمان پرہیز کرنے لگے۔ اور ان کے بجائے اسلامی صورت، السّلام علیکم اور دوسرے اسلامی شعائر پر کاربند ہو گئے۔

اہلِ نظر جانتے ہیں اور اہلِ علم مانتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کو انسان کی ہدایت و گمراہی اور تحریص و تشویق میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام دینِ حق ہے۔ تعلیماتِ اسلام راہ حیات میں بہترین رہنما ہیں۔ اور اخلاق اسلامی سب سے زیادہ جذب و کشش کا ضامن ہے۔ اسلام کے نام لیوا جو اسلامی تعلیم، اسلامی اخلاق اور اسلامی کردار سے آراستہ ہوتے تھے، جہاں پہنچتے تھے، اپنے بلند اخلاق اور اعلےٰ کردار کی وجہ سے خلقِ خدا کو اپنی جانب کھینچتے تھے۔ اور تمام اقوام اور سارے ممالک دولتِ ایمان سے مالامال ہو جاتے تھے۔ آج بھی ہمارے مدارس، اساتذہ، مبلغین اور کارکن اگر اسلامی تربیت، اخلاق اور کردار کے مالک ہوں تو عظیم الشان نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ فتنۂ ارتداد کے زمانے کی ہماری مساعی جمیلہ اس کا بیّن ثبوت اس نئے زمانے میں پیش کر چکی ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کے فیضان و کرم اور توجّہ و تصرّف سے قرونِ اولیٰ کی مثال سامنے آ گئی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء، یارانِ طریقت اور کارکنانِ انجمن کی مخلصانہ، بے ریا، بے لوث اور شبانہ روز کی مساعی جمیلہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ ہندوؤں کی طویل مدّت کی تمام خفیہ سرگرمیوں پر پانی پھر گیا اور بتاشے کی طرح بیٹھ گئیں۔ لاکھوں کروڑوں روپے صرف کر کے، اور عرصۂ دراز کی تربیت کے بعد، ہندوؤں نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کی جو سازشیں کی تھیں وہ

وہ سب نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اقدامات اور تصرفات کی بدولت شجرِ اسلام بلند و بالا اور سرسبز و شاداب ہو کر از سرِ نو سایہ افگن ہو گیا اور مشرکانہ اور طاغوتی طاقتوں کی سر بفلک عمارت زمین بوس ہو گئی۔

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دوسری جماعتوں کی مخالفانہ کارروائیاں

زمانۂ ارتداد میں دوسری جماعتوں نے بھی آگرہ میں صدر دفتر قایم کرکے کام شروع کیا تھا۔ ان میں سے صرف چند جماعتوں نے کچھ کام کیا۔ ورنہ بعض جماعتیں تو تبلیغی کام میں رکاوٹ اور رخنے پیدا کرنے کا سبب بنتی رہیں۔ ایک جماعت کا طریقِ کار یہ تھا کہ ان کے کارکن "انجمن خدّام الصوفیہ" کے صدر دفتر میں دوستانہ آمد و رفت رکھتے تھے۔ مختلف علاقوں سے انجمن کے کارکن جو رپورٹ بھیجتے رہتے تھے، وہ ان کو سن کر، اپنے مطلب کی بات ذہن میں محفوظ رکھتے، اور فوراً اخبارات کو بیان جاری کر دیتے، کہ ہمارے کارکنوں نے فلاں علاقے میں یہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ "انجمن خدام الصوفیہ" کے مخلص اور انتھک کارکنوں کی کامیابیوں کو اپنی کارکردگی ظاہر کرنے میں اس جماعت کو کوئی عار نہ تھی۔ مگر ہمارے کارکنوں نے اس قسم کی گھٹیا معتبری کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور اپنے کام میں لگے رہے۔ سب سے زیادہ مشکل مرزائیوں کی طرف سے پیش آتی تھی۔ یہ بدبخت آریاؤں سے زیادہ ہماری جماعت کی مخالفت میں سرگرمِ عمل تھے۔ جس جگہ ہمیں کامیاب پاتے، وہاں پہنچ کر ہمارے کام میں خلل اندازی کی کوششوں میں لگ جاتے۔ بدبختوں کو خدمتِ اسلام مقصود نہ تھی، مرزا غلام احمد اور اس کے رفقا نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں جا بجا جو شکست فاش کھائی تھی، اس کے انتقام کے درپے ہوتے تھے۔ اس طرح ہمارے کارکنوں کو چومکھا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے انجمن خدام الصوفیہ کی مخلص اور بے لوث مساعی کا ان کی ریشہ دوانیوں سے کچھ نہ بگڑا۔ ہر ہر قدم پر تائیدِ ربانی ہمارے شاملِ حال رہی اور میدانِ ارتداد کے سادہ مسلمانوں کو خدا نے سیاہ و سفید میں تمیز کرنے کی توفیق دی کہ وہ

آریوں کی طرح مرزائیوں کے شر سے بھی محفوظ رہے۔ دین متین کا علم سر بلند ہُوا۔ اور ملکانے جوق در جوق دولت ایمان سے مالا مال ہوتے رہے۔

آریوں کے جال

آریوں کے مبلّغین باقاعدہ تربیت حاصل کر کے میدانِ عمل میں سرگرم تھے۔ ننگے سر، لمبی لمبی چوٹیاں، موٹا سا لٹھ، نیچی دھوتیاں، اُوپر کا جسم برہنہ، نہ سردی کا خیال نہ گرمی کی فکر، نہ بھوک نہ پیاس، نہ نیند نہ آرام، اس حلیے اور کردار کے ساتھ وہ گاؤں گاؤں جاتے، کتھا اور جلسے کا اہتمام کرتے۔ ان کی منظم جماعتیں پیچھے پیچھے پہنچ جاتیں۔ حلوا، پوری تیار ہو جاتا۔ گاؤں والوں کی عام ضیافت ہوتی۔ تقریریں کرتے اور اسلامی دَور کے مظالم کی فرضی اور جھُوٹی کہانیاں سُناتے۔ اسلام کا بزورِ شمشیر پھیلایا جانا۔ لونڈی غلام بنانا۔ ذبیحہ گاؤ کی مذمت، اور ایسی دوسری جھُوٹی اور مفروضہ حکایات ایسے درد بھرے لہجے اور نفرت انگیز طریقے سے سُناتے کہ بے خبر، بے علم، ناواقف دیہاتی مسلمانوں کو کوئی جواب بن نہ پڑتا۔ اپنا وقار قایم کرنے اور بھرم رکھنے کے لئے قدم قدم پر مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیتے۔ غرض مکاری اور عیاری سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کی ایسی کوششیں کرتے تھے جن کا کاٹ آسان نہ تھا۔

ہمارے مبلّغین

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے دین متین کی تبلیغ اور شدّھی کے انسداد کا کام شروع فرمایا تو مبلّغین کی ایسی جماعت تیّار کی، اور انھی پر مشتمل وفود پیہم اور متواتر اور بہ کثرت ارسال کئے، جو ان کی ہرزہ سرائیوں کا مدلّل جواب دے سکیں۔ اور ان کے بیان کردہ جھوٹے افسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید کر کے تصویر کا دوسرا اور صحیح سچّا رُخ پیش کریں۔ آپ کے مبلّغین نے ہر مقام پر مناظرہ کے چیلنج کا جواب دیا۔ مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی۔ بعض مقامات پر آریوں نے مناظرہ کی دعوت قبُول کی۔ مگر مقررہ دن اور وقت پر بھاگ گئے اور سامنے نہ آئے۔ بعض جگہ مناظرے ہوئے۔ اور ہندوؤں کے برہمچاری اور پنڈت مقابلے پر آئے۔ مگر مبلّغین دین متین اور مخلص علمائے واعظین کے مقابلے میں ان کو مُنہ کی کھانی پڑی۔ جس کا ان بھولے بھالے دیہاتی مسلمانوں پر بڑا

اچھا اثر ہوا۔ اور دُور دُور تک پہنچا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان والاشان میں سے حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب سراج الملّت الحاج حافظ مولانا محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت چھوٹے صاحبزادہ (شمس الملّت الحاج حافظ مولانا نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی) کی مساعی جمیلہ کا ذکرِ خیر آچکا ہے۔ حضور کے خلفاءے کرام کے اسمائے گرامی اور ان کے بذاتِ خود میدان میں پہنچکر سرگرم عمل ہونے کا تذکرہ بھی ہوچکا ہے۔ ان نفوس قدسی کی مساعی جمیلہ اور فیوضاتِ روحانی نے کایا پلٹ دی۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں وہ درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ کافروں کی آنکھیں چندھیا گیئں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور علاقۂ ارتداد کے دَوروں نے اس کامیابی و کامرانی کو چار چاند لگا دیے۔ اور میدان ارتداد اللہ جلّ شانہٗ کے نام، کلمۂ طیبہ اور اذان کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ ہر طرف اسلام کی حقانیت کا دبدبہ قائم ہوگیا اور کفر و ضلالت کا نام و نشان مٹ گیا۔

ملکانوں کی تعلیم و تربیت

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ العزیز نے بھولے بھالے سادہ دل اور سادہ مزاج دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجّہ مرکوز فرمائی۔ اسی لئے آپ نے جگہ جگہ مدارس قایم اور جاری فرمائے۔ مسجدیں قایم اور آباد کیں۔ اسلامی اور دینی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور حفظ کا انتظام کیا۔ نماز اور ارکان اسلام کی پابندی پر زور دیا۔ مساجد میں باجماعت نماز کی اہمیت جتا کر مسلمانوں میں اخوّت و مساوات کو عام کیا۔ مراسم و شعائرِ اسلام کی تعلیم و تربیت دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان دیہاتوں کے مسلمان دین متین سے واقف اور شعائرِ اسلام پر عمل پیرا ہوگئے۔ اب وہ خود اس قابل ہوگئے کہ آریوں کے دام تزویر میں نہ آئیں اور ان کی مکاریوں، دروغ بیانیوں اور افترا پردازیوں کا جواب دے سکیں۔ مدارس سے جو طلبہ تعلیم پاکر نکلتے وہ خود اپنے گاؤں میں اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیتے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ چند سال کی مساعی جمیلہ سے حیرت ناک کامیابی حاصل ہوئی۔ ہزاروں مسلمان جو شدّھی ہوچکے تھے، دوبارہ آغوشِ اسلام میں آگئے۔ اور لاکھوں مسلمان شدھ دمرتد ہونے سے بچ گئے۔ فالحمدُ للہِ علیٰ ذٰلک۔

خدائے عزّ وجل کا شکر ہے کہ یہ ملکانے ایسے راسخ العقیدہ اور پکے مسلمان بن گئے کہ ہندو پنڈتوں اور شدّھی کے کارکنوں کو مُنہ توڑ جواب دینے لگے تھے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ہندو ان کی ترغیب و تحریص کے لئے تمام حربوں سے کام لیتے تھے۔ اور یُوں کام نہ چلتا تو تخویف و تہدید پر اُتر آتے اور مالی و جسمانی ہر طرح کی ایذا دہی کے درپے ہوتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ہمارے مبلّغین کی مساعی جمیلہ سے وہ ایسے پکّے مسلمان ہو گئے کہ آریوں کے کسی طرح کے جال میں نہ پھنستے تھے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک آریہ برھمچاری ایک گاؤں میں گیا۔ اور وہاں کے ایک با اثر مسلمان ولی محمد کو بہت سے روپیہ اور زمین کا لالچ دے کر ورغلایا کہ تم مرتد ہو جاؤ تو تمھیں ایسے اور بہت فوائد حاصل ہوں گے۔ ولی محمد نے جواب دیا کہ میں تمھیں اس سے زیادہ روپیہ دوں گا۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس برہمچاری نے جواب دیا کہ میں روپیہ کے لئے اپنا مذہب کیسے چھوڑ دوں۔ ولی محمد نے کہا تو پھر تم مجھ سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ مَیں اسلام چھوڑ کر ہندو دھرم اختیار کر لوں۔ مَیں تمھیں راہِ راست دکھاتا ہُوں تو تم انکار کرتے ہو پھر مجھ سے کیسے اُمید رکھتے ہو کہ مَیں سچّا دھرم چھوڑ کر کفر کا راستہ قبول کر لوں گا۔ وہ برھمچاری اپنا سا مُنہ لے کر رہ گیا۔ اور مایوس واپس گیا۔

خدمت و اعانت

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قایم کردہ شفا خانوں نے بھی تبلیغ اسلام کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ ان شفا خانوں میں مسلمان دیہاتیوں کے علاوہ ہندو بیمار بھی آتے تھے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحبان بڑی شفقت اور توجہ سے ان کا علاج کرتے۔ ان میں کتنے ہندو تھے جو ڈاکٹروں کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ہندو ہر قسم کے مکر و فریب میں طاق تھے۔ غریب مسلمانوں کو روپیہ پیسہ دے کر اپنے جال میں پھنساتے تھے۔ غریب دیہاتیوں پر مہاجنوں کی بڑی بڑی رقمیں قرض ہوتیں، اور وہ سُود در سُود کے چکر میں گرفتار رہتے۔ ان پر نالشوں، ڈگریوں، اور قرقیوں کی دھونس اور دھمکی ہوتی، اور ڈرایا جاتا کہ اگر تم شدّھ (مرتد) نہ ہو گے تو گھر بار، مال مویشی سب ضبط ہو جائے گا۔ اگر ہندو ہو جاؤ گے تو ہم سب کچھ معاف کر دیں گے۔ غریب اور مفلس دیہاتیوں کے لئے یہ بہت بڑا جال تھا۔ کتنے ہی اس دام فریب میں گرفتار ہو جاتے۔ حضورِ والا نے اس کا

بھی انسداد اور تدارک فرمایا۔ تبلیغی جماعتوں نے مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کی۔ اور سچ جھوٹ کھول کے رکھ دیا۔ کتنے ہی غریب دیہاتیوں کی مالی امداد کی۔ بہت سے غریب اور نادار مسلمانوں کی ملازمتوں کا انتظام کیا۔ اور بہت سوں کی ماہانہ مالی امداد کی، تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

مسلمانوں کے ہندوؤں کے اثرات سے آزاد کرانے کے لئے ان کے ہندوانی نام بدل کر اسلامی نام رکھے گئے۔ مسلمانوں کے سر پر ہندوؤں کی طرح چوٹیاں ہوتی تھیں ان کو کٹوایا گیا۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم انجمن خدام الصوفیہ مرکز آگرہ کے پاس ایک صندوق تھا جو اسی طرح کی چوٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے لئے گاؤں گاؤں الگ کنوئیں کھدوائے گئے تاکہ وہ ہندوؤں کے دست نگر نہ رہیں اور ان کے ناپاک اور مشتبہ پانی سے بچ کر اپنا ایمان سلامت رکھیں۔ غرض اس طرح کے جملہ انتظامات کئے گئے۔ اور انجمن کے تبلیغی وفود دن رات ان مساعی میں لگے رہے۔ تا آنکہ رب العزت نے ان کی مساعی جمیلہ کو قبولیت بخشی اور میدانِ ارتداد میں ہر طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

نظام و تنظیم

جیسا کہ پہلے بیان ہوا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت الحاج مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) اپنے حسن تدبر اور تصرّف باطن کے تحت علی پور سیداں کے مرکزی دفتر سے مبلّغین کو تفصیلی اور جزئی ہدایات جاری فرماتے تھے۔ اور مرکز ہی سے سارے تبلیغی اور اصلاحی امور کی نگرانی فرماتے رہتے تھے۔ مبلّغ، امام، مؤذن، ڈاکٹر، کمپونڈر مدرّس جملہ افراد کے لئے معاوضے اور مشاہرے معیّن تھے۔ جو پابندی کے ساتھ مرکزی دفتر علی پور سیداں سے ارسال کئے جاتے تھے۔ ایسے افراد اور اصحاب بھی تھے جیسے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام، جو کوئی معاوضہ قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی جیب خاص سے صرف اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے اخراجات ہی نہیں، میدان ارتداد میں تبلیغی مقاصد اور مصارفِ خیر میں تمام رقوم کا بار برضا و رغبت برداشت کرتے تھے۔ نیز مرکزی دفتر کے کام میں بھی نقد اعانت لازم سمجھتے تھے۔

آریوں سے جابجا مناظرے بھی ہوئے۔ علمائے کرام اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفائے عظام ان مناظروں میں ہندو پنڈتوں کے مقابل آئے اور فتح یاب و سرخرو ہوئے۔ بہادر گڈھ، احمد آباد، پلول، اور کئی دوسرے مقامات پر ہندوؤں نے شکست فاش کھائی تو مقابلوں اور مناظروں سے پرہیز کرنے لگے۔ حضرت مولوی امام الدین صاحب سے اے پوری، حضرت مولوی غلام احمد صاحب اخگر امرتسری، حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی اور دوسرے حضرات کے اسمائے گرامی اس سلسلہ میں خاص طور پر امتیازی ذکر کے مستحق ہیں۔

کامیاب مساعی تبلیغ

جو دوسری جماعتیں فتنۂ ارتداد میں کام کرنے کے لئے میدانِ عمل میں آئی تھیں، کچھ عرصہ بعد بتدریج انھوں نے اس کام سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اپنے آگرہ کے دفاتر بند کر دیے۔ اور میدانِ عمل سے ہٹ گئے۔ لیکن انجمن خدام الصوفیہ کے مبلّغین آتے اور کام کرتے رہے۔ اور آگرہ کا صدر دفتر بھی قایم رہا۔ یہاں تک کہ آریہ مبلّغین ہمّت ہار بیٹھے۔ شردھانند۔ منشی رام اور مالوی جیسے ان کے سرگروہ موت کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔ اور ہندوان دیہاتیوں کو شدھ اور مرتد کرنے میں عاجز ہو گئے۔ اسی کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا درخت بارور ہوا۔ اور حضور کے فیض وکرم سے مبلّغین کی کوششیں پھل لائیں۔ یہی بچے جو مدارس سے تعلیم و تربیت پاکر نکلے اب جوان ہو چکے تھے۔ نمازی اور دیندار بن کر حقانیت اسلام کے علم بردار تھے۔ دوسرے دیہاتی بھی اپنے مذہب کی سچائی اور ہندو دھرم کی جھوٹی فریبکاریوں سے باخبر ہو گئے تھے۔ اور اپنے مذہب کے دفاع کا خود اہتمام کر سکتے تھے۔ چنانچہ بعد میں انجمن خدام الصوفیہ کی تبلیغ سلام کا طریق کار بدل دیا گیا۔ انھی لوگوں میں سے جنھوں نے دین و مذہب کی اچھی تعلیم حاصل کر لی تھی، مساجد میں امام مقرر کر دیے گئے۔ اور گاؤں والے ان کی خدمت کے کفیل بن گئے۔ مدارس کا کام بھی وہیں کے موزوں اشخاص کے سپرد کر دیا گیا۔ انھی میں سے مبلّغین بھی پیدا ہو گئے اور تبلیغ کا کام انجام دیتے رہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ان دیہات میں جاکر ہندو نصیحت اور وعظ و تبلیغ فرماتے رہے اور حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آگرہ تشریف لاتے تو چند روز قیام فرماتے اور اپنے فیض روحانی اور ارشادات گرامی سے ان کی ہدایت و رہنمائی فرماتے

رہتے تھے۔

کارکنوں کی تحسین و انعام

ایک دفعہ علی پور سیداں میں انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے جلسۂ عام میں ان مساعی و خدمات کا تفصیلی ذکر فرمایا جو یارانِ طریقت نے فتنۂ ارتداد کے زمانے میں انجام دیں۔ آپ نے ان اصحاب کی خاص طور پر ستائیش فرمائی جنھوں نے گھر بار، کاروبار چھوڑ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہی اور میدان ارتداد میں جاکر جوش عمل کا مظاہرہ کیا۔ ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں۔ مصائب کو آسان جانا۔ اور محض خدا کے فضل و کرم کے بھروسے پر کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا۔ ہزاروں لاکھوں مرتد ہوجانے والوں کو دوبارہ دولت ایمان سے مالامال کیا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو ان کے مذہب کی تعلیمات سے بہرہ ور کر کے انھیں شدھ (مرتد) ہوجانے کے عذاب سے بچایا۔ اس موقع پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو طلائی تمغے عطا فرمائے۔ اور لائق و اہل اصحاب کو دستارِ خلافت کی عزت سے نوازا۔

حضور کا خطبہ

اس جلسے میں حضور والا نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

"بعض کم فہم لوگ صوفیائے کرام کے گروہ پاک سے بہت بدظن ہیں۔ اور بدگمانی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یہ لوگ اس پاک اور مقدس گروہ کو بالکل نکما اور محض ناکارہ خیال کرتے ہیں۔ یہ بات محض ان کی ناواقفیت، لاعلمی اور ان کی بدقسمتی کے باعث ہے۔ درحقیقت اگر کوئی گروہ دنیا میں قابلِ تحسین، اور محض خلوص اور للہیت سے کام کرنے والا ہے، تو وہ صرف اور محض صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے۔ اور صوفیائے کرام کے مقدس کارنامے، ان کی تبلیغی کوششیں، اور بارگاہ ربّ العزّت کی طرف سے اعانت اور ان کی کامیابیاں، ہماری آنکھیں مشاہدہ کر رہی ہیں۔ اور ان کے کارنامے ہمارے دل نشین ہیں"۔

آپ نے فرمایا:

"دیوتاؤں کی اس سرزمین ہند میں جو کئی کروڑ کلمہ گویان اور الہ العالمین

کی پرستش کرنے والے نظر آرہے ہیں، وہ محض ان مقدس ہستیوں کی ہی وجہ سے دین حقہ پر قایم و دایم ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ مخدوم ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام نے جو کوششیں تبلیغ واشاعت اسلام میں فرمائیں، ان سے ہر ذی شعور مسلمان واقف ہے۔ بلکہ دشمنانِ اسلام بھی ان کے کام اور ان کی محنت سے پورے طور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ جو صعوبات اور تکلیفات ان نائبین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دشمنوں سے اسلام کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے پہنچی ہیں، وہ اقوامِ عالم پر اظہر من الشمس ہیں۔ ان کے اعادے کی اور بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ع : آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

"الحمدُ للہِ ثم الحمدُ للہِ، موجودہ زمانے میں میدان ارتداد میں جو کامیابی اور کامرانی انجمن خدام الصوفیہ کو حاصل ہوئی ہے، وہ سب صوفیائے کرام کی برکت اور ہمت کا نتیجہ ہے۔ جو ہر مخالف وموافق پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ خدا کے فضل وکرم اور بزرگان دین کی دعاؤں سے ہماری جماعت نے ہر اسلامی کام میں ہمیشہ سے خاص طور پر نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور باقی جماعتوں کے پیش رَو رہے ہیں۔ اور ہمیشہ فراخدلی اور ہمت سے کام لیکر دین اسلام کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور تبلیغ اسلام کا کام کرکے فلاح دارین حاصل کی ہے۔ موجودہ دَور میں بھی میدان ارتداد کے اندر میرے یارانِ طریقت میں سے صدہا کارکن مبلغ کام کرتے رہے۔ اب تک ہزارہا بندگانِ خدا کو راہِ راستِ اسلام سے منحرف ہونے سے بچا لیا۔ لاکھوں متزلزل ایمان والوں کو ایمان پر اور متابعتِ خدا اور رسول پر پختہ کار بنایا۔ بلکہ قرآن اور علم دین پڑھاکر اکثر کو مبلغ بنایا۔ اب تک میدانِ ارتداد میں ہماری جماعت کی طرف سے پینتالیس ۴۵ مدارس اسلامیہ جاری ہیں۔ اور کئی ایک ہسپتال بھی جاری ہیں۔ ہندوستان کے کئی اضلاع، اور ریاست بڑودہ، کشمیر، اور گجرات کاٹھیاواڑ میں کئی وفود برائے تبلیغ واشاعت اسلام روانہ کئے گئے ہیں۔

"اراکین وفود کی تنخواہ و دیگر مصارف، طلباء کے اخراجات، اور ہسپتال، مدارس مساجد وغیرہ پر جو ہزارہا روپیہ ماہوار خرچ ہورہا ہے، اس کا اکثر حصہ ہم نے خود ادا کیا ہے۔

اور جو کچھ میرے یارانِ طریقت نے اس کارِ خیر میں از خود نقدی کی صورت میں حصّہ دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور دینی و دُنیاوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ مگر کئی کروڑ مسلمانانِ ہندوستان سے ایک پیسہ بھی ہم نے طلب کرنے کی خواہش نہیں رکھی۔ اور نہ ہی کسی نے دیا۔ یہ محض فضلِ الٰہی اور ذاتِ ربّ العزّت کا کرم ہے جو ہم کو اس کارِ خیر میں حصّہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ اور اس قدر کامیابی عطا کی۔ ہم نے کُل کام توکّل پر شروع کیا تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا کام سمجھ کر شروع کیا کرتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ ہم اس کو اسی کی خوشنودی کے لئے اور اسی کا کام سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جب تک اس کو منظور ہے، وُہ اس کام کو جاری رکھے گا۔ اور ہم کو توفیق ارزانی فرمائے گا۔ وُہ خود مسبّب الاسباب ہے۔ وہ اپنی مہربانی اور فضل سے اس کو پورا کرتا رہے گا۔ ع: خدا خود میرِ سامان ست اربابِ توکّل را۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو کسی سے مانگنے کی توفیق نہیں دی۔ اور نہ ہی کسی کو ہمارے اس کارِ خیر میں، سوائے اپنے یارانِ طریقت اور اراکینِ انجمن خدام الصوفیہ کے، ایک پیسہ دینے کی توفیق ہوئی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ۔"

ماسٹر صاحب کی تقریر

اس کے بعد ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ و سکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ (ہند) نے تقریر کی اور فرمایا۔

"فتنۂ ارتداد کے اکثر اخراجات و مصارف حضرت صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی جیبِ خاص سے ہوتے رہے ہیں۔ یارانِ طریقت نے بھی اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق حضرت کے فرمان واجب الاذعان پر بدل و جان عمل کیا ہے، دراصل وہ بھی سب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ہی سے کیا گیا ہے۔ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔ مَیں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرت نے اور حضرت کے خدام نے اللہ کے فضل وکرم سے اس کے حبیبِ پاکؐ کی برکت سے کیا ہے۔ کسی غیر نے ایک پیسہ بھی اس کارِ خیر کے لئے نہ ہم کو دیا۔ اور نہ ہم نے کسی سے طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

"اخراجات و مصارف ہزارہا روپیہ ماہوار خرچ کرنے کے علاوہ اپنے یارانِ طریقت، اور حضرات صاحبزادگان والاتبار اور خود حضرت بہ نفسِ نفیس میدان ارتداد میں تشریف لے جاتے رہے۔ اور ہر قسم کی تکلیفات اور صعوبات خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے۔ اور دن رات تبلیغ و اشاعت اسلام و خدمتِ خلق میں مصروفِ کار رہے، حضرت نے بائیس دن صدر دفتر آگرہ میں قیام فرما کر مختلف مسجدوں، بازاروں اور محلّوں میں اکیّس جلسے منعقد فرمائے دیگر علمائے کرام کے علاوہ حضرت بہ نفسِ نفیس اپنے مواعظِ حسنہ سے کئی کئی گھنٹے تک اہالیان آگرہ کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ ازاں بعد آپ گاؤں گاؤں کچّے راستوں پر سفر کی تکلیفات برداشت فرما کر دن کے وقت مدارس کا معائنہ فرماتے۔ اور رات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت سے مستفیض فرماتے۔ یہ حضرت ہی کا حصّہ ہے۔"

الغرض حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز بنفسِ نفیس ذوق و شوق اور دل و جان سے کام کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس ہمّت اور جاں فشانی سے لکھوکھا مسلمانوں کے ایمان بچ گئے۔ اور ہزارہا کفّار مشرف باسلام ہو گئے۔



ساردا ایکٹ

۱۹۲۱ء میں ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں ایک ہندو رُکن پنڈت ہربلاس ساردا نے ایک بِل پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ "اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکوں اور بارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی قانوناً ممنوع قرار دی جائے۔ جو کوئی ایسے کم عمر بچوں کی شادی کرے، اس پر فوجداری مقدمہ قایم کر کے سزا دی جائے۔"

یہ بِل صریحاً مداخلت فی الدّین تھا۔ اسلام نے نکاح کے لئے کسی عمر کی قید نہیں لگائی ہے مسلمانوں میں اس بات پر سخت ہیجان پیدا ہوا مسلمان ارکان اسمبلی نے بِل میں یہ ترمیم پیش

کی کہ " اہل سلام کو اس قانون سے مستشنیٰ رکھا جائے " لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ انگریز حکومت اور ہندو ارکان کے تعاون سے یہ بِل منظور ہو کر ایکیٹ بن گیا تو مسلمانوں کا اضطراب اور زیادہ ہو گیا۔

حضور کی مخالفت

حضرت امیر ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے اس قانون کی مخالفت کی تھی اور جلسوں میں اور اخبارات میں علی الاعلان فرما دیا تھا کہ " اگر اس تجویز کو قانونی شکل دی گئی تو سب سے پہلے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کو حکم دوں گا کہ ہزاروں کی تعداد میں کم سن بچوں کی شادی کر دیں "

جس وقت یہ بل مرکزی اسمبلی میں منظور کیا گیا ہے، اس وقت حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ میسور میں تشریف فرما تھے۔ وہاں آپ کی صدارت میں ۲۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جناب خان بہادر محمد عباس خان صاحب اور جناب مولوی مودی عبد الغفور صاحب رئیس اعظم بنگلور نے مدلل تقریریں کیں۔ خان بہادر محمد عباس خان صاحب نے وہ تار پڑھ کر سنایا جو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فری پریس کے توسط سے انگریزی اخبارات میں شائع کرایا تھا۔ اس تار میں حضور نے فرمایا تھا۔

وائسرائے ہند سے مطالبہ

(ترجمۂ تار) " بنگلور۔ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء

تقدس مآب اعلےٰ حضرت سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری آجکل بنگلور میں قیام فرما ہیں۔ آپ انجمن خدام الصوفیہ کے صدر ہیں، جو ایک خالص مذہبی انجمن ہے۔ اور جس کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ نے جو مراسلہ ہز ایکسلنسی وائسرائے کی خدمت میں روانہ کیا ہے، اس میں آپ نے فرمایا ہے۔

" مَیں لاکھوں مسلمانوں کا ایک نمایندہ ہونے کی حیثیت سے اور نیز ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو سارداِ بل کے اطلاق سے مستشنیٰ کر دیا جائے۔ کیونکہ سارد ا ایکیٹ کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شریعت میں ایک صریح مداخلت کا حکم رکھتا ہے۔ "

" اعلیٰ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے مسلمانوں کو علی العموم اور یارانِ طریقت

کو علی الخلوص مؤثر طریقہ سے ترغیب دی ہے کہ سارداایکٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور ہر شہر میں احتجاجی جلسے منعقد کریں۔ اور وائسرائے کی خدمت میں اس مطلب کے تار روانہ کریں کہ ساردا ایکٹ کا نفاذ شریعت اسلام کے منافی ہے، اور حکومت کے اس اعلان کے صریحاً خلاف ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گی۔ لہٰذا مسلمانوں کو ساردا بل کی پیروی سے پوری طرح مستثنیٰ کیا جائے"

آخر میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے صدارتی تقریر ارشاد کی۔ جس میں انگریزوں کی منافقانہ حکمت عملی اور اسلام دشمنی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ

"میں نے اس کے قبل سیاسی امور میں بجز ایک مرتبہ کے کبھی زبان نہیں ہلائی۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ میں سیاسی امور کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔

حضرات! جب سے انگریز ہندوستان میں آئے، اس وقت سے ان کی خواہش یہ رہی کہ کسی طرح مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں۔ ان کے دلوں سے اسلام کی محبّت نکل جائے ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی حرارت اور مذہبی جوش رہے گا، اس وقت تک انگریز مسلمانوں کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتے۔ یہی اصول انگریزوں کا ابتدا سے رہا ہے۔ اس کے ثبوت بہت سارے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

"جب انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح قبضہ ہو گیا، اور چاروں طرف ان کا اچھی طرح تسلط ہو گیا، تو ولایت میں پادریوں نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی جوش اور اسلامی محبّت کو دُور نہ کیا جائے گا، اس وقت تک وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں پہنچ جائے، اور قرآن شریف کے تمام نسخے مسلمانوں سے خرید لے۔ کیونکہ مسلمانوں کا دین، مذہب، ایمان جو کچھ ہے، وہ قرآن مجید ہے۔ جب قرآن شریف ہی نہ ہو گا تو یہ اسلامی حرارت کہاں سے آئیگی۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے پادریوں کی ایک جماعت بمبئی میں وارد ہوئی۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر کلام پاک کو خریدنا شروع کر دیا۔ حسن اتفاق کہیئے کہ بڑے پادری سے ہمارے ایک

مولوی صاحب کی ملاقات ہوگئی۔ مولوی صاحب نے دَوران گفتگو میں پوچھا کہ یہ قرآن شریف کیوں اس کثرت کے ساتھ خریدے جارہے ہیں۔ بڑے پادری نے اس راز سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب تھے بڑے سمجھدار آدمی۔ فرمایا "پادری صاحب ہمارا قرآن شریف کاغذ میں نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ تو ہندوستان سے قرآن شریف کے تمام نسخے خرید کر لیں گے، مگر ان ہزارہا مسلمان حافظوں کا کیا کریں گے۔ جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔ ہم ایک دن میں کئی قرآن شریف لکھ سکتے ہیں۔ دُنیا میں دوسرا کوئی مذہب اسلام کی طرح اپنی سچائی اور صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مَیں یہ بتا سکتا ہُوں کہ قرآنِ پاک میں کل کتنے رکوع، کتنی آیات، اور کتنے حرُوف ہیں۔ کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعویٰ کر سکتا ہے"۔ غرض مولوی صاحب کے اس جواب کو جب بڑے پادری صاحب نے سُنا تو بڑا سٹپٹایا۔ اور فوراً ولایت کو ایک خط لکھ کر حقیقت سے اطلاع دی۔ جواب آیا کہ قرآن شریف کے نسخوں کی خریداری موقوف کر دی جاوے"۔

"جب سے ہم مسلمانوں میں وہابی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت سے انگریزوں کو مسلمانوں کے تباہ کرنے میں کافی مدد مل رہی ہے۔ اور مسلمانوں کے دِلوں سے اسلامی محبّت دُور ہوتی جارہی ہے۔ درحقیقت انگریزوں کا فرض ہمارے یہ وہابی فرقہ کے لوگ ادا کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ سرکارِ دوعالم کی محبّت کرنا شرک ہے، گویا مسلمانوں کے دِلوں سے اسلامی محبّت کو دُور کرنا اور انگریزوں کی معاونت کرنا ہے"۔

"جب سے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے۔ اس وقت سے آج تک کبھی اُنھوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سُنا۔ ان کی تکالیف کا خیال نہیں کیا۔ حالانکہ بادشاہ کی عزّت وشوکت کا انحصار اس کی رعایا پر ہوتا ہے۔ انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے ملک میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ مگر انصاف سے دیکھیے تو افسوس ہوتا ہے۔ مَیں نے جو یہ بات کہی تھی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سُنا۔ وہ یہ ہے کہ تحریکِ خلافت کے زمانے میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکوں سے جنگ نہ کی جاوے۔ مگر ہماری آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کی فریاد نہیں سنی جاتی تو اُنھوں نے

ہندوستان سے ہجرت کردی۔ لیکن حکومت نے اس کی بھی پروانہ کی۔

مداخلت فی الدین

"اب یہ نیا قانون جاری کرکے ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارا مذہب عیسائی مذہب کی طرح نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو خود شادی کی نہ اپنے اُمتیوں کو حکم دیا۔ مگر ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم اس کو مذہبی فریضہ تصوّر کرتے ہیں۔ مذہب نے والدین کو ولی قرار دیا ہے۔ اور انھیں اپنی مرضی کے مطابق اولاد کی شادی بیاہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہمارے یہاں نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ دو روز کی عمر والی بچّی کا بھی ہمارے یہاں نکاح کردینے کی اجازت ہے۔ وہ والدین جو کمسنی میں اپنے بچّوں کا شادی بیاہ کریں گے، موجودہ قانون کے ماتحت مجرم قرار دیدیے جائیں گے۔ جب اس طرح علانیہ ہمارے مذہب میں مداخلت کی جائے تو ہم رہیں گے کدھر۔ اگر تمام ولی مجرم قرار دیدیے گئے تو پھر ان کا ہندوستان میں کس طرح گذارا ہوگا۔ جب نکاح کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کا قانون کیسا۔

"حکومت کو چاہیئے کہ پہلے ایک ایسا قانون بنائے کہ ہر شہری پر نکاح کرنا لازم ہے، ہم مسلمان ہیں، اس لئے اپنے قانون کی پیروی کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس قانون کا نفاذ ہوگیا، تو سب سے پہلے میں ہی قانون شکنی کروں گا۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام متعلّقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ دس دس برس کی عمر والی لڑکیوں کا نکاح ایک ہی رات میں کردیں۔ اس طرح ایک ہی رات میں دس ہزار نکاح کرادوں گا۔

حکومت کو الٹی میٹم

"ہم میں ابھی اسلامی حرارت موجود ہے۔ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی نے جب عنان حکومت ہاتھ میں لیا تھا تو یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت کسی مذہب میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اور اس کو قدیم مروجہ رسوم سے بھی کچھ تعلق نہ ہوگا۔ تو پھر یہ مداخلت کیسی!! نکاح کرنا کسی قانون میں نہیں ہے، تو پھر یہ مداخلت کیسی!! جس درخت کی جڑ نہیں ہے اس کی شاخیں کس طرح کاٹی جائیں گی ہم ایک

لڑکی کا اس کے پیدا ہوتے ہی نکاح کر دیں گے، حکومت کا اس سے کیا تعلق!! یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے۔ آج اس میں دخل دیا گیا ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دخل دیا جائے گا۔ ریاست میسور میں آج اگر یہ قانون نہیں ہے تو کل نافذ ہو جاوے گا۔ انشاءاللہ اگر زندگی باقی رہی تو حکومت دیکھ لے گی کہ میں اپنے قول کا کس قدر سچا ہوں۔ اسلام کے لئے اگر میری جان بھی چلی جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مجھے بھی ایسا رتبہ مل جاوے تو اس سے بڑھ کر سعادتِ دارین کیا ہو سکتی ہے۔"

انگریز حکومت بھی حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے جوشِ ایمان، ولولۂ تبلیغ، اثر و نفوذ اور ہمت و حوصلہ سے خوف کھاتی تھی۔ باوجود آپ کے کھلّم کھلّا اعلانِ جنگ کے حکومت کو حوصلہ نہ ہوا۔ کہ آپ کے خلاف کوئی قدم اُٹھائے۔ ادھر حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلانِ جنگ کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ سارڈا بل اسمبلی میں منظور ہو کر ایکٹ بن چکا تھا۔ لیکن حکومت کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ اس قانون کو ملک میں نافذ کرے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق شہر شہر اور قریہ قریہ میں احتجاجی جلسے منعقد ہوئے، اخبارات میں کارروائیاں شائع ہوئیں اور احتجاجی مراسلات کا تانتا بندھ گیا۔ وائسرائے کے دفتر میں ان گنت تار اور خط موصول ہوئے۔ غرض حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت ایمانی، غیرتِ دینی اور اثر روحانی کی بدولت اس فتنے کا کامل سدِّ باب ہو گیا۔

حضور والا کے قومی و ملّی کارناموں پر نظر ڈالئے تو حضرت مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پوری طرح صادق و منطبق نظر آتے ہیں۔

جس نے بن کر مجاہدِ اسلام — اہلِ اسلام کی قیادت کی
جس سے سعی و عمل کے میداں میں — دین سے حد ملی سیاست کی
دین و دُنیا کے ہر تصادم میں — لاج رکھی حق و صداقت کی
رعب مانا نہ کچھ حکومت کا — دیکھی توہین گر شریعت کی

ایک واقعہ

آج لوگوں کو پچاس سال پہلے کی اس کیفیت کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔

اس لئے ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح ساردا بل کی منظوری کے اثرات اور قانونی گرفت کا تصور ممکن ہو سکے گا۔ عام افراد کا تو ذکر ہی کیا ہے، ان دنوں علاقہ مدراس کے ایک عالم و فاضل شیخ طریقت کے صاحبزادے کی شادی ہونی تھی۔ رشتہ ان کے بھائی کی لڑکی سے طے پایا تھا۔ لڑکے کی عمر سولہ سال کے قریب اور لڑکی کی عمر دس سال تھی۔ بعض خاندانی مصلحتوں کی وجہ سے شادی لازمی تھی مگر ساردا ایکٹ کی گرفت کا ایسا شدید خطرہ تھا، کہ ان بزرگ کو ہمت نہ ہوئی۔ وہ سارے خاندان کے ساتھ فرانسیسی مقبوضہ شہر پانڈیچری تشریف لے گئے اور وہاں جاکر یہ تقریب انجام دی۔ تاکہ انگریزی علاقے میں قانون کی خلاف ورزی کرنے اور گرفت میں آنے سے محفوظ رہیں۔

انگریز کے جابرانہ دور اور ہندوؤں کی مداہنت و عناد کے اس پرفتن زمانے میں، مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جانا حضرت امیر ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شایان شان تھا۔ اللہ جل شانہ بھی انھی کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کر کے جہاد زندگی میں سرگرم کار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ساردا ایکٹ قانونی نفاذ سے قبل اپنی موت آپ ہی مرگیا۔ اور اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی (ترجمہ: حق غالب رہا کرتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) کی ایک اور روشن مثال تاریخ عالم میں ہمیشہ کے لئے ثابت و قائم ہوگئی۔

مسجد شہید گنج

مسجد کا انہدام

۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج کے انہدام کا سانحہ پیش آیا تھا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن سے مغرب کی طرف دو بازار جاتے ہیں، جو تھوڑے فاصلے پر لنڈا بازار سے جا ملتے ہیں۔ اسی مقام پر ایک تاریخی مسجد تھی۔ سکھوں کا دعویٰ تھا کہ یہ زمین انھوں نے خریدی ہے۔ اس لئے وہ وہاں گوردوارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ ایک دن اہل لاہور نے دیکھا کہ نامعلوم طور پر مسجد کو یکایک شہید کر دیا گیا۔ انگریز حکومت ضرور

اس اقدام کی پشت پناہی کر رہی تھی، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ مسجد کے پختہ میناروں اور گنبد کو شہید کرنے کے لئے ورکشاپ سے بھاری بھرکم کرین مہیا کئے گئے تھے۔

مسلمانوں پر مظالم

مسجد کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ مسلمانوں کے عظیم جلسے منعقد ہوئے، شہر بھر میں ہڑتال کی گئی اور بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ دہلی دروازے کی طرف سے لنڈا بازار کا رخ کرتے ہوئے ہزاروں مسلمان جمع ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے مظاہروں سے بڑھ کر اب تک کوئی اقدام نہیں کیا تھا، مگر ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ مسجد کی طرف جانے والے تمام راستے خاردار تاروں سے بند کر دیے گئے۔ اس وقت کے سکھ نژاد عیسائی ڈپٹی کمشنر نے انتظامیہ کی مدد کے لئے فوج طلب کر لی۔ مولوی ظفر علیخان صاحب کو ان کے گاؤں میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور بعض اور مسلمان رہنما بھی گرفتار کر لئے گئے۔ مگر مسلمانوں کا جوش کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ نوجوانوں کے دلوں میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا کہ ایک کے پیچھے دوسرا مسجد کی طرف رجز پڑھتا ہوا بڑھتا تھا۔ اور گولی کا نشانہ بن کر شہید ہو جاتا تھا۔ قائدین کی کوشش تھی کہ مسلمان دہلی دروازے سے ہٹ جائیں۔ مگر عوام کسی کا کہنا نہیں مانتے تھے اور بڑا جوش پھیلا ہوا تھا۔ آخر مولانا اختر علی خان صاحب آئے۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار، مولانا ظفر علی خان صاحب کا پیغام دیا۔ ان کی ٹوپی پیش کی۔ اور خدا رسول کا واسطہ دے کر مسلمانوں کو وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہوئے۔

امیرِ ملّت کا انتخاب

آناً فاناً اس تحریک کے اثرات سارے صوبہ پنجاب میں پھیل گئے۔ اور ان کی صدائے بازگشت آس پاس کے صوبوں میں بھی سنی جانے لگی۔ یکم ستمبر ۱۹۳۵ء کو مجاہد سرحد مولوی محمد اسحاق صاحب مانسہروی نے راولپنڈی میں ایک عظیم الشان کانفرنس بلائی، جس میں سرحد اور پنجاب کے علاوہ یوپی کے بعض زعمانے بھی شرکت کی۔

کانفرنس میں طے ہوا کہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے ایک فرد کو "امیر ملت" منتخب کرنا ضروری ہے۔ مولوی عنایت اللہ صاحب پسروری نے حضرت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ

صاحب کا نام نامی پیش کیا۔ جس کی ہر طرف سے پُر زور تائید کی گئی۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی نے حضرت قبلہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "حضور آپ ہماری قیادت سنبھالیں۔ انگریز کی جرأت نہیں کہ وہ آپ کا مقابلہ کر سکے۔ وہ گھٹنے ٹیک دے گا۔ آپ کی قیادت میں ہمیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں"۔ یہ کہتے ہوئے انھوں نے جلدی سے پیر صاحب موصوف کے ہاتھ پر اطاعتِ امیر کے جذبے کے تحت بیعت کا اعلان کیا۔ اور بہت سے حاضرین نے اس کام میں شرکت کی۔ (روز نامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۶ جولائی ۱۹۶۴ء۔ سرورق)

راولپنڈی میں دوسرا جلسہ

یہ جلسہ راولپنڈی کی کھجوروالی مسجد میں منعقد ہوا تھا۔ اسی رات کو اس سے بھی بڑا ایک اور جلسہ جامع مسجد راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حضرت امیرِ ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ مختلف زعمائے تقریریں کیں۔ اکثر مقررین نے سول نافرمانی پر زور دیا۔ آخر میں حضرت امیر ملت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے زوردار خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں تلقین کی کہ "فتنہ فساد سے گریز کرو۔ خون خرابہ مت کرو۔ حوصلہ رکھو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اللہ بہتر کرے گا"۔

"امیر ملت زندہ باد"۔ "پیر جماعت علی شاہ زندہ باد"۔ "مسجد شہید گنج زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں میں آپ نے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ "مسجد کی زمین پر اگر خدا نخواستہ عمارت باقی نہ رہے تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہاں کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد شہید گنج کی زمین کو سکھوں کے قبضے سے واگذار کرائیں"۔

آپ نے اسی اجتماع میں دُعا مانگی کہ "یا اللہ! میں بوڑھا، ناتوان اور ضعیف ہوں۔ قوم نے مجھ پر بوجھ ڈالا ہے، اس کو اٹھانے کی اور خدمت کا حق ادا کرنے کی مجھ کو توفیق عطا فرما۔ اور مجھے ایسی طاقت و ہمت بخش دے کہ میں اس فرض سے عہدہ برآ ہو سکوں"۔ اس اجتماع میں بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہزاروں مسلمانوں نے "امارت" کی بیعت کی۔ نعروں اور جوش کے فقید المثال مظاہرے پر جلسے کا اختتام ہوا۔

گرفتاری کے احکام

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں مری میں مقیم تھے۔ وہیں سے آپ جلسے کی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ جلسے کے بعد آپ مری واپس چلے گئے۔ حکومت نے راتوں رات تمام لیڈروں کو گرفتار کر کے نامعلوم مقامات پر پہنچا دیا۔ مگر ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے انگریز گورنر کو لکھا کہ "پیر صاحب کی گرفتاری کی مجھ میں ہمت نہیں" گورنر نے باختیار خود آپ کی گرفتاری کے احکام صادر کئے۔ یہ کام ایسے چپ چپاتے کیا گیا کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ لیکن مرزا معراج الدین صاحب خفیہ پولیس کے انسپکٹر جنرل تھے، ان کو کسی طرح معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً گورنر کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا کہ "آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔ اس طرح بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ بغاوت فوج تک پھیل سکتی ہے۔ اس لئے کہ فوج میں ہزاروں افراد حضرت صاحب کے مرید ہیں" گورنر نے کہا "کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم اس کا بھی انتظام کر لیں گے"

مرزا صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ "سب سے پہلے تو میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کروں گا" گورنر نے حیران ہو کر پوچھا "تم تو سرکاری ملازم ہو۔ تم ایسا کیونکر کر سکتے ہو" مرزا صاحب نے جواب دیا "میں حضرت کا غلام ہوں۔ میں اپنے پیر کو جیل میں نہیں جانے دوں گا۔ ملازمت پر لعنت بھیجوں گا اور پہلے خود کو گرفتار کراؤں گا" گورنر نے کہا "آپ حکومت کے پرانے نمک خوار ہیں" مرزا صاحب نے کہا "میں سب سے پہلے اسلام کا خادم ہوں" پھر کہا کہ "دیکھئے! اگر آپ نے میرا مشورہ نہ مانا تو آپ دیکھ لیں گے کہ سارے ملک میں سول نافرمانی ہو گی۔ اور بغاوت پھیل جائے گی۔ حضرت صاحب جو کہتے ہیں، انھیں کرنے دو" آخر گورنر مجبور ہوا۔ اور اس نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے احکام منسوخ کر دیے۔

مرزا معراج الدین کی مساعی

گورنر کے پاس یہ کارروائی کر کے مرزا معراج الدین صاحب سیدھے ماسٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم کے پاس سیالکوٹ آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔ ماسٹر صاحب علی پور سیداں میرے پاس آئے میں ان کے ساتھ فوراً سیالکوٹ آیا۔ اور مرزا صاحب سے ملا۔ پھر ہم تینوں

لاہور آئے۔ اور یہاں سے خان بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب مرحوم کو ٹیلیفون کیا۔ تعین وقت کے بعد ہم تینوں امرتسر پہنچے۔ میر صاحب نے اپنے بھتیجے میر مقبول محمود صاحب کو مطلع کر دیا تھا۔ وہ بھی آ گئے۔ میر مقبول محمود صاحب نے مرزا صاحب سے کہا " آپ نے گورنر کو ناحق منع کیا۔ وارنٹ جاری ہونے دیے ہوتے۔ ذرا اسے بھی تو پتہ چلتا کہ اس نے کس سے ٹکر لی ہے "۔

پھر مشورے ہونے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ میر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ " آپ وائسرائے کو مشورہ دیجئے کہ وہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالے کر دے "۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ " اس کے لئے ٹھوس ثبوت درکار ہیں "۔ میر مقبول صاحب نے کہا " تو پھر ہمیں مقدمہ کی اجازت ملنی چاہیئے "۔ غرض بہت دیر کے مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ مرزا معراج الدین صاحب وائسرائے سے ملیں اور حسب ذیل مطالبات ان کے سامنے پیش کریں۔

(۱) مسجد شہید گنج کو واگذار کرانے کے لئے مسلمانوں کو مقدمہ دائر کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور عدالتی فیصلے تک سکھوں کو تعمیر سے روک دیا جائے۔

(۲) لاہور ہائی کورٹ کے قریب مسجد شاہ چراغ ؒ میں سرکاری دفاتر قائم ہیں اس کو واگذار کیا جائے۔

(۳) تلوار مسلمانوں کا مذہبی اور قومی نشان ہے اس لئے مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی عام اجازت دی جائے۔

(۴) قضیۂ شہید گنج کے سلسلے میں جن لیڈروں کو گرفتار کیا گیا ہے، فوراً ان سب کو رہا کر دیا جائے۔

(۵) پنجاب کے انگریز گورنر کو بدل کر کسی مسلمان کو گورنر بنایا جائے۔

وائسرائے نے مطالبات منظور کر لئے

اسی مجلس شوریٰ میں فیصلہ ہوا کہ مرزا صاحب تو دہلی جا کر وائسرائے سے ملیں اور یہ مطالبے منظور کرانے کی کوشش کریں۔ اور میرے اور ماسٹر کرم الٰہی صاحب کے

ذمے یہ خدمت کی گئی کہ ہم مری جاکر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو علی پور واپس تشریف لانے پر آمادہ کریں۔ چنانچہ ہم دونوں مری گئے اور حضورؒ ہماری درخواست پر گھر واپس آگئے۔ اس کے بعد ہی تمام اخبارات میں مذکورہ بالا مطالبات کی منظوری کی تفصیلات شائع ہوئیں میں نے حضرت کو خود اخبار پڑھ کر سنایا۔ جس پر آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد مرزا معراج الدین صاحب علی پور تشریف آئے۔ اور انھوں نے خود تمام تفصیلات حضرت کی خدمت میں عرض کیں۔ حضورؒ نے فرمایا "مرزا صاحب! ادا ییرائے کو کہنا تھا کہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کو دیدے۔" اُنھوں نے عرض کیا "حضور! میں نے پہلے یہی کہا تھا۔ مگر اس نے کہا پہلے ثابت کرو کہ یہ مسجد ہے تو میں دلا دوں گا۔ تو میں نے اس پر مقدمہ کی اجازت چاہی جو اس نے بخوشی مان لی۔ نیز دوسرے مطالبات بھی تسلیم کر لیے۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا صاحب کی اس تگ و دو اور حوصلے کی تحسین فرمائی۔ خوشنودی کا اظہار کیا اور دُعائے خیر کی۔

مجلس اتحادِ ملّت کا قیام

مسجد شہید گنج کی اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے حضورؒ نے "مجلس اتحادِ ملّت" کے نام سے ایک جماعت قائم کی تھی۔ جو دیکھتے دیکھتے پھلنے پھولنے لگی۔ نہایت ہی کم وقت میں پوری طرح منظّم ہو گئی بعد میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دَوروں میں ہر جگہ مجلس اتحاد ملّت کی شاخیں قایم کیں۔ پنجاب کے تو تمام بڑے شہروں میں یہ شاخیں پوری طرح منظّم اور فعّال تھیں ہی، یوپی، دہلی اور دوسرے شہروں میں بھی ان شاخوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

تمام مُلک کے تنظیمی دَورے

جب گرمی کا موسم ختم ہوگیا تو حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے سب سے پہلے تمام ملک کا دَورہ کیا۔ میں خود تو اس دَورے میں ہمراہ نہیں جا سکا تھا۔ لیکن ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ برابر ہمرکاب رہے۔ باوجود ضعف، امراض اور سو سال کی عمر کے حضورؒ نے اطراف

اکناف کے اس دَورے میں شبانہ روز جواں ہمتی کے ساتھ جدّ و جہد فرمائی۔ جگہ جگہ، شہر شہر اور قریہ قریہ جلسے کئے۔ مجلس اتحاد ملت کی شاخیں قائم کیں۔ اور مسلمانانِ برصغیر پر مسجد شہید گنج کے مسئلے کی دینی، ملّی، ثقافتی اور اخلاقی اہمیّت کو واضح کیا۔ دوسرے لیڈر حضرت پر زور ڈالتے رہے کہ "یہ بہت بڑا کام ہے۔ قوم سے اس کے لئے چندہ کرنا بے حد ضروری ہے"۔ آپ ہر ایک سے یہی فرماتے کہ "میں نے ساری عمر چندہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے سب کام ہمیشہ پایۂ تکمیل تک پہنچتے رہے"۔ جب وہ لوگ بہت مجبور کرتے تو آپ یہ مصرع پڑھ دیتے۔

ع خدا خود میر ساماں است اربابِ توکّل را

ننگی تلواروں کا جلوس

دو ماہ کے ان تنظیمی دَوروں کے بعد آپ نے اعلان فرمایا کہ "جمعہ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو تمام جوانانِ اسلام بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ کے لئے جمع ہوں۔ بعد نماز جمعہ ننگی تلواروں کے ساتھ بادشاہی مسجد سے جلوس کی شکل میں سارے شہر میں گشت کیا جائے گا"۔ اس دن جامع مسجد اور حضوری باغ میں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آپ نے اوّل ایک طویل تقریر کی۔ جس میں مسلمانوں کو پُر امن رہنے کی تاکیدی تلقین فرمائی۔ اور کہا کہ "خدا کا یہ حکم یاد رکھو کہ "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"۔ تم کو پوری طرح صبر و ضبط کا مظاہرہ کرنا ہے۔ کسی طرح کی افراتفری اور بے اعتدالی جائز نہیں"۔ اس کے بعد آپ نے جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کرائی۔ اور بعد نماز یہ عظیم الشان مسلّح مگر پُر امن جلوس شہر کے گشت کیلئے روانہ ہؤا۔

فقید المثال جلوس

مسجد شہید گنج کی واگزاری کے سلسلے میں لاکھوں جوانوں کا یہ جلوس ایک عجیب تاریخی یادگار ہے۔ اہلِ لاہور کی نظروں میں اب تک وہ سماں گھوم رہا ہے کہ مقرّرہ جمعہ سے کئی دن پہلے باغیرت مسلمان جوق در جوق لاہور پر اُمنڈے چلے آ رہے ہیں، بادشاہی مسجد اس دن کھچا کھچ بھری ہوئی ہے حضوری باغ کا وسیع احاطہ نمازیوں کے ہجوم کو سنبھالنے سے قاصر ہے۔ نماز جمعہ کے بعد ننگی تلواریں لئے یہ عظیم الشان جلوس روانہ ہوتا ہے۔ ناظرین کے تخمینے کے مطابق ڈیڑھ دو لاکھ با حمیت مسلمان شریک تھے۔ اور ایسے نازک اور جوشیلے موقع پر اسلام کے پیام امن و صلح اور نظامِ

ضبط و تنظیم کا عجیب روح پرور نظارہ پیش کر رہے تھے۔

پنجاب کا انگریز گورنر عجب شش و پنج میں تھا۔ اس کے ہندو اور سکھ مقربین اس کو کسی اقدام پر اکسا رہے تھے۔ "مسلمانوں سے تلواریں چھین لی جائیں۔" "قانون شکنی کی یہ مثال حکومت کے احترام کو خاک میں ملا دے گی۔" "پولیس کو تشدد کا حکم دیا جائے۔" "فوج کو گولی چلانے کی اجازت دیجئے۔" مسلمانوں تک یہ سب اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ افواہوں کے ذریعے بات بڑھتی نظر آ رہی تھی۔ مگر مسلمان "امیر ملت" کے حکم کے پابند تھے۔ ان کو حکومت وقت کی دھمکیاں عزم صمیم سے متزلزل نہ کر سکیں۔ اور یہ جلوس بغیر کسی تامل و اندیشہ کے اپنے معینہ وقت اور مقررہ راستے پر روانہ ہو گیا۔

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ضعف اور کبر سنی کے باوجود ایک کھلی موٹر میں ننگی تلوار ہاتھ میں علم کئے اس جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ ہندو اور سکھ خوفزدہ ہو کر گھروں میں جا گھسے تھے۔ گورا فوج اہم مقامات پر سارے راستے پر تعینات تھی۔ جلوس میں شرکت کی دعوت صرف جوانان اسلام کو دی گئی تھی۔ لیکن ادھیڑ اور عمر رسیدہ انسان بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے علم مبارک کے زیر سایہ اس دن ہر عقیدے کے کلمہ گو مسلمانوں نے مجتمع ہو کر اتحاد اسلامی اور غیرت ایمانی کا وہ عظیم مظاہرہ کیا جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔ دو میل سے زیادہ طویل راستہ اول سے آخر تک اہل ایمان کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ اور بہ بانگ دہل جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آیا اور باطل ختم ہوا) کا فرمان الٰہی مسلمانوں کے لئے ایک بار پھر تازہ کر رہا تھا۔ آج بھی لوگ حیرت سے یاد کرتے ہیں کہ ایسے عظیم الشان جلوس، اتنے نازک جوشیلے موقع اور کئی گھنٹے کے اس جم غفیر کے اجتماع میں بھی مسلمان مکمل طور پر منظم اور پر امن رہے۔ اور کوئی چھوٹا سا بھی ناخوشگوار موقع پیش نہیں آیا۔ اور جلوس بخیریت باغ بیرون دہلی دروازہ پہنچ گیا۔

اس جلسے اور جلوس کی تفصیلات تمام اخبارات میں بہ تفصیل شایع ہوتی رہی تھیں۔ مگر اب لوگ ان سب باتوں کو بھول چکے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نومبر ۱۹۳۵ کے رسالہ انوار الصوفیہ میں جو تفصیلات شائع ہوئی تھیں، جن میں اخبارات کے اقتباسات شامل تھے،

یہاں نقل کر دی جائیں۔

بادشاہی مسجد میں نمازِ جمعہ

"لاہور۔ ۸ رنومبر ۱۹۳۵ء۔ آج حسب اعلان اعلیٰ حضرت امیرِ ملّت مدظلہ، مسلمانان لاہور نے شاہی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ شرکائے جماعت کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مسجد اور صحن مسجد نمازیوں سے پُر تھا۔ مسجد کا دروازہ اور حضوری باغ بھی نمازیوں سے بھرا ہُوا تھا۔ مستورات کی بھی ایک بڑی کثیر تعداد تھی۔ ۳۰ ستمبر کے بعد اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔

"آج کے اجتماعِ عظیم میں اعلیٰ حضرت امیر ملّت اسلامیہ مولانا الحاج سید جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری دامت برکاتہم اور ان کے رُفقائے کار کے علاوہ یوپی اور پنجاب کے مقتدر مسلمان لیڈروں نے شرکت کی۔ جن میں حضرت مولانا شوکت علی صاحب۔ نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب۔ حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ صاحب ایم ایل اے حضرت مولانا مظہر الدین صاحب مدیر الامان دہلی۔ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی۔ اور مخدومی حضرت پیر صدرالدین صاحب گیلانی ملتانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لاہور کے مسلمان لیڈروں میں ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو۔ خواجہ فیروز الدین احمد صاحب بیرسٹر۔ خالد لطیف صاحب گابا بیرسٹر۔ انجمن اسلامیہ اور مجلس اتحاد ملّت کے عہدہ دار اور ارکان خاص تذکرہ کے مستحق ہیں۔

جلوس کی تنظیم

"آج کے اجتماعِ عظیم میں لاہور کے تقریبًا تمام اسلامی انجمنوں نے سبز نشانوں اور جھنڈوں کے ساتھ شرکت کر کے اجتماع کی شان بڑھائی۔ تقریبًا سبھی مسلمانوں کے سینوں، بازوؤں اور ٹوپیوں پر مختلف قسم کے سبز نشان لگے ہوئے تھے۔ جن پر "فدائے اسلام"۔ "مسجد شہید گنج زندہ باد" اور "امیرِ ملّت زندہ باد" وغیرہ لکھا ہُوا تھا۔ سارے شرکائے جلوس سلاح بند تھے۔ بیشتر مسلمان تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں، اور لاٹھیوں سے مسلح تھے۔

"نماز کے بعد تین بجے کے قریب سارا جلوس مرتب و منظّم ہو کر دہلی دروازہ کی طرف روانہ ہُوا۔ جلوس ایک میل سے زیادہ لمبا تھا۔ سارا جلوس مسلح تھا۔ سب سے پیچھے لیڈرانِ قوم اور حضرت امیرِ ملّت موٹر کار میں تھے۔ جلوس کے راستے میں منتظمین جلوس اور خاکسار پارٹی کی

طرف سے مناسب اور ضروری انتظامات کئے گئے تھے۔ اہم چوکوں، راستوں اور ناکوں پر بیلچہ فوج کے رضاکار قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ دہلی دروازہ کے باہر سرکلر روڈ سے ذرا اس طرف بھی رضاکار قطار در قطار کھڑے ہوئے تھے جو مسلمانوں کو لنڈا بازار اور مسجد شہید گنج کی طرف جانے سے روکتے تھے۔ اس طرح یہ عدیم المثال جلوس نہایت پُر امن گشت کے بعد باغ بیرون دہلی دروازہ پر پہنچ کر ختم ہُوا۔

حکومت کے حفاظتی انتظامات

"جلوس کے تمام راستے میں تھوڑی تھوڑی دُور پر مسلّح اور غیر مسلّح مقامی اور ریزرو پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ کوٹھوں، چھتوں اور چوباروں پر نیز ان مقامات پر جہاں ہندوؤں سکھوں کی آبادی ہے ایفلوں اور لاٹھیوں سے مسلّح پولیس تعیّنات تھی۔ لنڈا بازار کے سرے پر خاردار تاروں کے جنگلے لگا کر لنڈا بازار کا راستہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس جنگلے کے دونوں طرف ریزرو پولیس کے مسلّح جوانوں کا زبردست پہرہ تھا۔ کوتوالی میں افسرانِ ضلع اور افسران پولیس کا پورا اژدحام تھا۔ اور برٹش رایل اسکاٹ کی کمپنی جو مسلّح سو گوروں پر مشتمل تھی بلائی گئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر، سٹی مجسٹریٹ، سٹی کوتوال اور دوسرے افسران انتظامیہ مصروف انتظام تھے۔ کوتوالی کے باہر جیل کی لاریاں اور دوسری موٹریں کثیر تعداد میں تیار کھڑی تھیں۔

شرکائے جلوس کے نام

"جلوس کے شرکاء کی تعداد کسی طرح ڈیڑھ دو لاکھ سے کم نہ تھی۔ جلوس کے افراد سات بجے تک جلسہ گاہ میں آگے پیچھے پہنچتے رہے۔ نمازِ مغرب جماعت کے ساتھ باغ بیرون دہلی دروازہ کی جلسہ گاہ میں ادا کی گئی۔

شرکائے جلوس میں سے حسبِ ذیل اصحاب کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

عالیجناب استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج حافظ صاحبزادہ محمد حسین شاہ صاحب علی پوری۔ عالیجناب مولانا الحاج حافظ صاحبزادہ سیّد نور حسین شاہ صاحب علی پوری۔ عالیجناب حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی۔ اعلیحضرت مولانا شاہ عبد القدیر صاحب بدایونی۔ عالی جناب حضرت سیّد مخدوم صدر الدین صاحب گیلانی ملتانی۔ عالیجناب مولانا شوکت علی صاحب۔ عالیجناب ڈاکٹر خان صاحب (پشاور)۔ جناب ڈاکٹر محمد عالم صاحب بیرسٹر۔ جناب ملک

لال خان صاحب کیمبل پوری۔ جناب مولانا سید غلام بھیک صاحب نیرنگ ایم ایل اے۔ جناب مولانا مولوی مظہر الدین صاحب ایڈیٹر الامان دہلی۔ جناب خالد لطیف صاحب گابا بیرسٹر۔ جناب ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری۔ حضرت مولانا الحاج حافظ پیر ولایت شاہ صاحب گجراتی۔ جناب خواجہ ماسٹر کرم الٰہی صاحب سیالکوٹی ایڈووکیٹ وسکرٹری انجمن خدام الصوفیہ ہند۔ حضرت الحاج مولانا ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی۔ جناب نواب حاجی رب نواز خاں صاحب میونسپل کمشنر قصور۔ جناب میاں محمد صادق صاحب ایم ایل سی امرتسر۔ ارکان وعہدہ داران انجمن اسلامیہ لاہور ومجلس اتحاد ملت لاہور۔ وغیرہ وغیرہ

بیرون دہلی دروازہ جلسہ عام

"جلوس کے اختتام اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد باغ بیرون دہلی دروازہ میں تقریباً آٹھ بجے اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی زیر صدارت عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ گاہ میں روشنی کا بہت معقول انتظام تھا۔ تمام جلسہ گاہ حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد متعدد نوجوانوں نے حالات حاضرہ پر مؤثر نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب سکرٹری مجلس اتحادِ ملت نے جلسہ کی غرض وغایت پر مدلل اور مؤثر تقریر فرمائی۔

پہلی قرارداد

"اس کے بعد مولانا مظہر الدین صاحب مدیر "الامان" دہلی نے اپنی زوردار تقریر کے بعد پہلی قرارداد پیش کی۔ جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں گرفتار اور نظر بند کئے جانے والوں کو فوراً رہا کیا جائے۔

مولانا شوکت علی کی تقریر

"جناب مولانا شوکت علی صاحب مدظلہٗ نے اس قرارداد کی تائید کی۔ اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے جس خلوص سے میرا استقبال کیا ہے قابل ستائش ہے۔ مسجد کے متعلق میں نے جو کچھ تھوڑا بہت کیا ہے، اگر اہل پنجاب کو یہاں کے بڑے بڑے لیڈروں کی مدد ملی ہوتی، تو جو کچھ ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان مل کر مسجد کی واگذاری کے لئے کوشش کریں تو سابقہ غلطیاں دھوئی جاسکتی ہیں۔ مولانا شوکت علی صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے اختلافات دور کرکے اپنی

کوششوں کو پرامن طریق پر جاری رکھیں۔ میں حکومت سے بھی درخواست کروں گا کہ وُہ مسجد کی واگذاری، نظر بندوں کی رہائی اور اخبارات کی ضمانتوں کی واپسی پر فوری توجّہ کرے اور مسلمانوں کے صبر کی آزمایش میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

مولانا عبدالقدیر بدایونی کی تقریر

"اس کے بعد حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو یہاں مِل جُل کر رہنا ہے۔ مِل جل کر رہنے کے یہ معنے نہیں کہ مسلمان تلک لگائیں اور ہندو کو منبر پر بٹھایا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز ہندو چاہے وُہ مسلمان بھی چاہے۔ اگر ہندو اپنی ترقی و بہبودی کے لئے ایک استہ اختیار کرتا ہے تو مسلمان کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی اپنی تعلیمی اور اقتصادی پستی کو دُور کرے۔ ہمارا مقصد کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اپنی قوم کو سدھارنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امیر ملّت مدظلّہ نے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا اعلیٰ حضرت امیر ملّت مدظلّہ پر سراسر بہتان ہے۔ مَیں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ حضرت امیر ملّت نے بائیکاٹ کا لفظ استعمال کیا ہے، مَیں اُسے دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ بائیکاٹ تو ان لوگوں (ہندوؤں) نے کیا ہے۔ جو سالہا سال سے چھوت چھات کے رنگ میں مسلمانوں کا بائیکاٹ کئے ہُوئے ہیں۔ مسلمانوں کا صرف ایک مطالبہ ہے۔ اور وُہ ہے "مسجد شہید گنج کی واگذاری" اس کے لئے مسلمان کسی قسم کی بھی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ اس لئے مَیں حکومت اور سکھ بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اس چند گز زمین کو، جس کے انہدام سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو چکے ہیں، مسلمانوں کے حوالے کر کے ان کے زخموں کا اندمال کریں۔ اس کے بعد قرارداد اتّفاق رائے سے منظور ہُوئی۔

دوسری قرارداد

"اس کے بعد پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب نے دوسری قرارداد پیش کی۔ جس میں ہندو اخبارات کی اشتعال انگیزی پر احتجاج کیا گیا تھا۔ آپ نے زوردار تقریر میں بتایا کہ مسلمان باوجود ہر طرح کی اشتعال انگیزی کے تین چار ماہ سے کامل صبر و ضبط کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اس کے برعکس ہندو اور سکھ

اخبارات اشتعال انگیزی اور امن شکنی کے درپے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سکھوں نے مسجد کو گرا کر خود اپنے مذہب کی تعلیمات کی توہین کی ہے۔ جناب خان عنایت محمد صاحب نے قرار داد کی تائید کی اور اتفاق رائے سے یہ قرار داد بھی منظور ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم کا خطبہ صدارت

"آخر میں اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی لکھی ہوئی تقریر جناب آقا بیدار بخت صاحب نے پڑھ کر سنائی۔

آپ نے فرمایا تھا۔ "میرے عزیزو! میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل مسجد شہید گنج کی شہادت پر مجروح ہیں۔ اور تم اس کی واگزاری کے لئے مضطرب ہو۔ اور چاہتے ہو کہ وہاں دوبارہ نعرہ تکبیر بلند ہو۔ اگر تم اتفاق اور یک جہتی سے کام کرو گے تو کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ میں نے اجمیر شریف اور دیگر مقامات کا سفر کر کے اپنے خیالات لوگوں کو بتائے۔ کانپور کی جمعیۃ العلمائے کے اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں تمام اکابر قوم جمع تھے۔ فقیر نے دوسرے بہت سے شہروں کے بھی دورے کئے۔ اور وہاں کے مقتدر مسلمانوں کو پنجاب کے مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے آگاہ کیا۔ مقامِ شکر ہے کہ فقیر نے تمام مسلمانوں کو اپنا ہمنوا پایا۔ فقیر کو امید ہے کہ مسلمان اپنے مدعا میں کامیاب ہوں گے۔ فقیر نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ فی الحال مسلم اخبارات کی ضبط کردہ ضمانتیں واپس کر دے۔ نظر بندانِ اسلام کو غیر مشروط رہائی دے۔ اور مسجد شہید گنج کی واگذاری منظور کر لے۔ فقیر کو اس امر کا سخت صدمہ ہے کہ حکومت نے ابھی تک مسلمانوں کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ مسلمانوں کا مذہبی معاملہ ہے۔ صوفیائے گوشہ نشین بھی میدان میں آگئے ہیں۔ یہ تحریک کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے دلوں میں جو ناسور پڑ چکا ہے، اس کا اندمال صرف مسجد کی واگذاری ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہم نے قانونی کارروائی بھی شروع کر دی ہے۔ دیوانی دعوے دائر کر دیے گئے ہیں جن کی پیروی ڈاکٹر محمد عالم صاحب کر رہے ہیں۔ اب تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ حکومت اپنا وعدہ کس شکل میں پورا کرتی ہے۔ عزیزو! فقیر نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ دس لاکھ والنٹیر بھرتی کرو۔ بیت المال کا قیام عمل میں لاؤ۔ دار القضا کی تکمیل کرو۔ میں خوش ہوں کہ تم میری استدعا پر لبیک کہہ کر اپنے فرائض سے سبکدوش ہو رہے ہو۔ یہ کام جاری ہے۔ مگر ارکانِ حکومت کی طفل تسلیاں تساہل برتنے

پر مجبور کر دیتی ہیں۔ میں تمہیں تمہارے فرائض یاد دلائے دیتا ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ جو ہو رہا ہے ہونے دو۔ جو کچھ ہوگا وہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ کسی اُمید موہوم پر نہ بیٹھے رہو، اپنا کام کیئے جاؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہے۔"

یہ اقتباسات روزنامہ احسان لاہور سے لئے گئے ہیں۔ اور میں نے رسالہ "انوار الصوفیہ" بابت نومبر ۱۹۳۵ء سے نقل کئے ہیں" مجلس اتحاد ملت" کی مجلسِ شوریٰ کے ۹ نومبر ۱۹۳۵ء کے جلسہ کی روداد بھی یہیں سے نقل کی جاتی ہے۔

مجلسِ شوریٰ کا جلسہ

" لاہور۔ ۹ نومبر ۱۹۳۵ء۔ آج مرکزی مجلس اتحادِ ملت کا جلسہ شوریٰ تین بجے بعد دوپہر برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ، زیر صدارت عالی جناب اعلیٰ حضرت امیرِ ملت اسلامیہ محدث علی پوری مدظلہ، منعقد ہوا۔ سوا نو بجے رات کو جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ چھ گھنٹہ کے متواتر بحث و مباحثہ کے بعد مجلس شوریٰ کی طرف سے حسبِ ذیل اعلان اخبارات کو بغرض اشاعت جاری کیا گیا۔

مجلسِ شوریٰ کا اعلان

"کرسی صدارت کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان پیش کیا گیا جو باتفاق رائے منظور ہوا۔

" مرکزی مجلس اتحادِ ملت کا یہ جلسہ شوریٰ حکومت پنجاب کی اس بے اعتنائی پر دلی مایوسی اور افسوس کا اظہار کرتا ہے، جو اس نے مسلمانانِ ہند کے متفقہ مطالبہ واگزاری مسجد شہید گنج، نظر بندوں اور اسیروں کی رہائی، اور مسلم اخبارات کی ضمانتوں کی واپسی کے متعلق اختیار کر رکھا ہے جس سے تمام مسلمانوں میں یہ امر پایۂ یقین تک پہنچ چکا ہے کہ آئینی طریقے اس بارے میں قطعاً غیر مؤثر ثابت ہو رہے ہیں۔ اس جلسے کو اس امر کا بھی افسوس ہے کہ بعض دفتری غلط فہمیوں کی وجہ سے بعض نمایندگانِ ہند۔ بالخصوص نمایندگانِ سرحد و پشاور و راولپنڈی تشریف نہیں لا سکے۔ جن کا مشورہ کوئی قطعی پروگرام طے کرنے کے لئے ضروری تھا۔ لہٰذا یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ ماہ رواں اور رمضان المبارک میں تحریک مسجد شہید گنج کو زیادہ کامیاب اور مؤثر بنانے کے لئے فدائیانِ اسلام کی بھرتی کا کام زیادہ سرگرمی سے شروع کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ جمعۃ الوداع تک دس لاکھ فدائیانِ اسلام

کی تعداد پوری ہو جائے۔ نیز انھی ایام میں بیت المال کی تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔ اور عید الفطر کے بعد ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو لاہور میں مجلس اتحاد ملت کے ممبروں کے علاوہ ہندوستان کے مشہور علماء و زعماء و مشایخ اور آل انڈیا جماعتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس مدعو کی جائے۔ جو آخری اور قطعی پروگرام کا فیصلہ کرے۔"

اس اعلان کے آخر میں حضرت امیر ملت نے بحیثیت صدر مجلس اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے "الراقم جماعت علی عفا اللہ عنہ بقلم خود"

نواب صاحب ممدوٹ اخراجات مقدمہ کے کفیل بنے

اسی کے ساتھ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کرنے کا مرحلہ تھا۔ لیڈران قوم مقدمہ بازی کے لئے چندہ پر زور دے رہے تھے۔ مگر حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اتفاق نہیں فرماتے تھے۔ ارشاد کرتے کہ "میرا رب ہمیشہ میری اعانت کرتا رہا ہے۔ اب بھی میرا اسی پر بھروسہ ہے۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ لاہور ہی میں تشریف فرما تھے کہ ممدوٹ کے نواب، شاہ نواز خان صاحب آپ کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اس وقت مجلس میں شہید گنج کے مقدمے کی بات ہو رہی تھی۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ "میں اکیلا سارے مقدمہ کا خرچ برداشت کروں گا۔ ثبوت فراہم کرنے اور وکیل کرنے کا کام بھی کر لوں گا۔ اس کے لئے کسی طرح کے چندے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" آپ سُن کر خوش ہوئے اور فرمایا :-

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ نے نواب صاحب ممدوٹ کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا "اللہ تعالےٰ آپکو برکت دے گا اور دین و دُنیا میں خوش رکھے گا۔"

اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نواب صاحب کو مشورہ دیا کہ "جناح صاحب سے مشورہ کریں۔ بلکہ ان کو وکیل کریں۔" نواب صاحب نے حسب ہدایت عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ جب نواب صاحب ممدوٹ نے جناح صاحب سے مشورہ کیا تو اُنھوں نے کہا "مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس معاملے میں مَیں تو خود ایک فریق ہوں۔ میری رائے میں آپ کسی انگریز کو

وکیل کریں۔" چنانچہ جناح صاحب کی رائے کے مطابق وکیل مقرر ہوا۔ اور اس کی مدد کے لیے ملک برکت علی۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور دوسرے کئی سربرآوردہ مسلمان وکیل انتخاب کئے گئے۔ جو ہر پیشی پر اس کی مدد اور رہنمائی کرتے رہے۔

سِول نافرمانی کی تجویز

کچھ لیڈرانِ قوم اس طویل کارروائی سے مطمئن نہ تھے انھوں نے پھر ریشہ دوانیاں شروع کیں مسلمانوں کو اکسایا اور اشتعال دلایا کہ "یہ تو بڑا لمبا بکھیڑا ہے۔ مناسب ہے کہ سول نافرمانی کی جائے۔ چند دنوں میں سکھوں کو نکال باہر کریں اور مسجد پر قبضہ کرلیں۔" لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت علی پور شریف میں تھے۔ آپ فوراً لاہور تشریف لائے۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ وعظ کہا۔ اور اعلان فرمایا کہ "آپ نے مجھے امیر بنایا ہے۔ مَیں بحیثیت امیرِ ملّت کے آپ کو حکم دیتا ہوں کہ میرے حکم کے بغیر ہرگز سول نافرمانی نہ کی جائے۔ مسلمان کے خون کا ایک قطرہ بھی بڑی قیمت رکھتا ہے۔ پہلے ہی بلاوجہ خون خرابہ ہوچکا ہے۔ اور مسلمانوں کی کئی قیمتی جانیں تلف ہوچکی ہیں۔ اگر اب کچھ ہوگیا تو مَیں بارگاہ رب العزت میں کیا جواب دوں گا۔"

پھر آپ نے مسلمانوں کو تفصیلات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ "مقدمہ دائر ہوچکا ہے۔ صبر و ضبط سے کام لو۔ مقدمہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ اس کے بعد اگلا اقدام سوچا جائے گا۔" آپ نے لاہور میں کئی مقامات پر جلسے کرکے لوگوں کو صبر و ضبط کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ کی تقریروں کا خاطر خواہ اثر ہوا اور لوگ امیر ملّت کے حکم کے سامنے خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد آپ قصور اور امرتسر وغیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی کئی دن قیام کیا۔ جلسے منعقد کئے۔ اور مسلمانوں کو ہمت و حوصلہ اور صبر و ضبط کی تلقین فرمائی۔

دربارِ رسالت سے طلبی

میں ان دنوں علی پور شریف میں ہی تھا۔ کہ مدینہ منوّرہ سے حضرت آغا خلیل صاحب مرحوم کا خط آیا۔ حضرت آغا صاحب کی عمر اس وقت نوّے ۹۰ سال کے قریب تھی۔ آپ روضۂ اقدس کے چابی بردار اور جاروب کش تھے جب آپ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب سے اشارہ ہوتا، آپ فوراً حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کرتے کہ آپ کے لئے حاضری کا حکم صادر ہوا ہے۔ حضور فوراً تعمیل کرتے۔ درویش

کو حکم دیتے کہ "بلاوا آگیا ہے۔ سامان اٹھاؤ اور چل پڑو"۔ اس خط میں بھی حضرت آغا صاحب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے طلبی کا حکم تحریر فرمایا تھا۔ میں نے خط پڑھ کر سوچا کہ اگر میں تاخیر کرتا ہُوں تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے میں فوراً قصور کے لئے روانہ ہو گیا۔

رائے ونڈ کے اسٹیشن پر ایک پیر بھائی ملے، انھوں نے بتایا کہ حضور قبلۂ عالم امرتسر تشریف لے گئے ہیں۔ میں ریل سے اُتر گیا۔ رات وہیں رائے ونڈ میں بسر کی اور صُبح امرتسر حاضر ہُوا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "اچھا ہُوا کہ تو آگیا۔ ورنہ میں آدمی بھیجکر بلوانے والا تھا"۔ میں نے حضرت آغا خلیل صاحب کا خط پیش کیا۔ آپ نے خط کو چوما، آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا۔ پھر مجھے حکم دیا "پڑھ کر سناؤ"۔ مضمون سُن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم آگیا ہے کہ میں دربارِ اقدس میں حاضری دوں۔ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں کہ حاضری دے سکوں۔ پس یہ انھی کا کرم اور بندہ پروری ہے کہ غلام کو یاد فرماتے ہیں"۔

امرتسر میں خصوصی اجتماعِ عظیم

اس کے بعد آپ نے علیحدگی میں مجھ سے فرمایا کہ "تیرے ساتھ مجھے مشورہ کرنا ہے۔ بعض خودغرض لوگ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا چاہتے ہیں۔ اور اس لئے تجویز کرتے ہیں کہ سول نافرمانی کی جائے۔ پہلے ہی کئی مسلمان شہید ہو چکے ہیں جس کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ امرتسر میں ایک عظیم اجتماع کیا جائے۔ جس میں تمام ہندوستان کے مشائخ عظام، علمائے کرام، وکلا اور لیڈر بلائے جائیں۔ اور سب کے مشورے سے آئندہ کا لائحۂ عمل تیار کیا جائے"۔ میں نے عرض کیا "آپ کا خیال بہت مُبارک اور مناسب ہے۔ تعمیل کی جائے گی"۔ دریافت فرمایا "انتظام کیسے ہوگا"۔ میں نے عرض کیا "میں خود سارا انتظام کروں گا۔ آپ کا حکم کافی ہے"۔

اگلے دن مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "تم گھر جا کر آٹا، چاول، گھی کے کنستر اور ضرورت کی دوسری تمام چیزیں لے آؤ"۔ اسی کے ساتھ حکم دیا کہ یہاں کے ممتاز پیر بھائیوں سے بھی مشورہ کر لو تاکہ کانفرنس کے انعقاد کی بابت ان کی رائے بھی معلوم ہو جائے۔ میں نے ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب میر مقبول محمود صاحب، میاں محمود صاحب، میاں غلام جیلانی صاحب اور دیگر یارانِ طریقت کو جمع کر کے یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی۔ سب نے بالاتفاق حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز

سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن جب میں نے ضروری سامان لینے کے لئے گھر جانے کا ارادہ کیا، تو سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ "ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم بھی ہمارے مہمان ہیں۔ باہر سے اور جو حضرات تشریف لائیں گے وہ بھی ہمارے مہمان ہوں گے۔ ہم سب مل کر یہ خدمت انجام دیں گے۔

غرض میر مقبول صاحب اور بندہ کو منتظم مقرر کیا گیا۔ اور دوسرے یارانِ طریقت ہر کام میں ہمارا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اشتہارات شائع کئے گئے۔ دُور دُور سے لوگوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ خورد و نوش اور قیام کے لئے مکمل انتظامات کر لئے گئے۔ سب بار یارانِ طریقت امرتسر نے اپنے ذمہ لیا۔ مجھے بمشکل اس کارِ خیر میں شریک کرنے پر راضی ہوئے۔ جب کانفرنس کی تاریخ آ گئی تو سکھ ڈپٹی کمشنر نے جلسے کے انعقاد کا امتناعی حکم جاری کر دیا۔ اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ میں اور میر مقبول صاحب اس سے جا کر ملے۔ بہت کچھ کہا سُنا۔ مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر ہم دونوں گورنر کے پاس شکایت لے گئے۔ گورنر نے ہماری ساری رُوداد سُنی۔ ہم کو جلسہ کرنے کی اجازت دی۔ اور اس سکھ کو تبدیل کر کے مسلمان ڈپٹی کمشنر کو تعینات کر دیا۔

مجلس مضامین

مقررہ تاریخ پر اطراف و اکناف سے بے شمار اکابر جمع ہوئے۔ میر مقبول صاحب اور ان کے رفقائے کار نے قیام و طعام کا نہایت عمدہ انتظام کیا تھا۔ کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دی اور ہر طرح کی آسائش مہیا کی۔ اوّل مجلس مضامین کا جلسہ بند کمرے میں ہُوا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے میں نے صدارت کے فرائض انجام دیے۔ صرف یہ امر زیرِ غور آیا کہ "حضرت کو مدینہ شریف سے طلبی کا حکم آ گیا ہے۔ اب آپ حضرات مشورہ دیں کہ حضور حسب الحکم حج اور زیارت کو جائیں۔ یا سِول نافرمانی کی جائے اور مدینہ منوّرہ کا قصد نہ فرمائیں"۔ میں نے حضرت آغا خلیل صاحب کے خط کا مضمون پڑھ کر سُنایا۔ اور اس کے سیاق و سباق سے آگاہ کیا۔ اکثر اصحاب زور دیتے رہے کہ حضور قبلۂ عالم کو بحالاتِ موجودہ ملک سے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ دوسرے حضرات کی رائے تھی کہ دربارِ نبوی ﷺ کی حاضری مقدم ہے۔ سِول نافرمانی فی الحال ملتوی کی جا سکتی ہے۔ رات کے بارہ بجے تک مجلس مشاورت جاری رہی۔ آخر یہ طے ہُوا کہ جلسۂ عام میں یہ سب صورتِ حال پیش کر کے عام مسلمانوں کی رائے کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔

کھلے اجلاسِ عام کا فیصلہ

صبح کے اجلاس میں عوام کے سامنے کل صورتِ حال بیان کر کے ان کی رائے معلوم کی گئی۔ ایک رائے اور دوسری رائے کے موافقین و مخالفین کی دھواں دھار تقریریں ہوتی رہیں۔ آخر کچھ لوگوں نے تجویز کیا کہ رائے شماری کر لی جائے۔ ہر دو فریق اپنے اپنے موافق راہ ہموار کرنے لگے۔ کئی اجلاس ہوئے اور بات ادھوری رہی۔ دوسرے دن میر مقبول صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرّف ان کے شاملِ حال تھا۔ ان کی تقریر سے لوگ ایسے متاثر ہوئے کہ مستقل رونے لگے۔ میر صاحب نے مجمع کو خطاب کر کے دریافت کیا کہ "رسول نافرمانی ہونی چاہیئے یا نہیں؟" مجمع سے متفقہ آواز آئی۔ "ہرگز نہیں"۔ میر صاحب نے کہا "ہاتھ اٹھاؤ" سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا دیے۔ اس کے بعد میر صاحب نے مجمع کو خطاب کر کے سوال کیا کہ "حضرت امیر ملّت حج اور زیارت کے لئے جائیں یا نہیں"۔ سب نے پر جوش آواز میں جواب دیا "ضرور جائیں"۔ میر صاحب نے پھر ہاتھ اٹھوا کر اس رائے کی تصدیق و تائید طلب کی تو سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر میر صاحب نے کہا کہ "اب وہ حضرات ہاتھ اٹھائیں جنہیں اس رائے سے اختلاف ہے"۔ ایک شخص نے بھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "میں اپنی مرضی سے نہیں جا رہا ہوں بلکہ تعمیل حکم میں حاضری دوں گا"۔ اس کے بعد آپ نے انجمن اتحاد ملّت کو اپنی جیبِ خاص سے پانچ سو روپیہ مرحمت فرمائے۔ اس پر دوسروں نے بھی انجمن کے لئے عطیات دیے۔ کافی رقم جمع ہوئی۔ جو سب انجمن اتحاد ملّت کو دیدی گئی۔

اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر دل پذیر میں ملّت کو پیام دیا کہ "میری واپسی تک آپ لوگ مشتعل نہ ہوں۔ اور کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں مسلمانوں کا پہلے ہی کافی جانی نقصان ہو چکا ہے۔ ہماری قوم بے جا نقصانات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تنظیمی کام بہر حال جاری رہنا چاہیئے۔ ہائی کورٹ میں مقدمہ زیرِ سماعت ہے۔ ہمیں اس کے فیصلے کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر نظر رکھو۔ اور کسی حالت میں بھی صبر و ضبط کا دامن مت چھوڑو"۔ حضور کے مواعظِ حسنہ پر یہ کانفرنس ختم ہوئی۔ اور حضرت

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لاکر چند روز بعد براہِ بمبئی حج و زیارت کے لئے روانہ ہو گئے

پریوی کونسل میں اپیل

چند ماہ بعد حضور حجاز مقدس کے سفر سے واپس آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہائی کورٹ کے ججوں نے اپنا فیصلہ دیا۔ غیر مسلم ججوں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دیا تھا مسلمان جج جسٹس دین محمد مرحوم نے اپنا اختلافی فیصلہ الگ لکھا جو مسلمانوں کے حق میں تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں علی پور شریف میں رونق افروز تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "میں کل صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے لاہور جاؤں گا۔ تم شام کی گاڑی سے لاہور آجانا" میں لاہور پہنچا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم صبح نواب صاحب ممدوٹ کی کوٹھی پر جاکر ان سے ملو۔ اور پوچھو کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے۔ نواب صاحب نے رات ہی میں اپنے آدمی کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ "میں خود مقدمہ کروں گا آپ فکر نہ کریں۔ اور صبح خود بھی حاضری دوں گا" حضرت نے فرمایا "اختر! مبارک ہو۔ نواب صاحب کا آدمی آیا تھا۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آگے بھی مقدمہ کا سارا خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ اور کہلوایا ہے کہ صبح میں خود بھی آؤں گا"

عدالتوں کے فیصلے اور حضرت قبلۂ عالم کی پیشگوئی

نواب صاحب نے تیس ہزار روپیہ زرِ ضمانت جمع کرا کے لندن کی پریوی کونسل میں مقدمہ کی اپیل دائر کر دی۔ مگر وہاں بھی مسلمانوں کے خلاف فیصل ہوا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا "نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ انگریز اور سکھ ہی یہاں نہیں رہیں گے" عام لوگ اس ارشاد کی تہہ تک کب پہنچ سکتے تھے۔ مگر ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آپ کا فرمان اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو گیا۔ سچ ہے:

سادھو بولن سہہ سبھا سادھو دا بولیا ورتھا نہ جا

انگریزی عدالت عالیہ کے فیصلوں کے مطابق یہ زمین برائے نام سکھوں کے قبضے میں رہی۔ مگر انھیں یہ ہمت نہ ہوئی کہ یہاں گوردوارہ تعمیر کر سکیں۔ اعلیٰحضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت و خطابت سب کے دلوں پر نقش تھی۔ آپ کے ان اقدامات کا یہ رعب اور ہیبت تھی کہ انگریزی قانون کی حمایت حاصل ہوتے ہوئے بھی، مسجد کی زمین کی حرمت پر حرف نہ آنے پایا۔ دراصل آپ کو اللہ

تعالیٰ کی حمایت حاصل تھی۔ اسی لئے آپ حکومت سے مطلق خوف نہ کھاتے تھے۔ بلکہ سب کا مشاہدہ ہے کہ حکومت خود آپ سے خائف رہتی تھی۔ سچ ہے "جسے خدا رکھے اسے کون چکھے"۔

لائل پور کے حاجی عبدالرحمان صاحب بیان کرتے تھے کہ مسجد شہید گنج کے قضیئے کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اب تو ایک چارپائی کی جگہ بھی نہیں دیتے، انشاءاللہ حکومت دے کے رہیں گے۔" نیز اسی زمانے میں آپ نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ "انگریز اور سکھ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے"۔ اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ممکن ہوگا۔ لیکن حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی تعبیر ہم سب کے سامنے ہے۔ ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ نہ انگریز رہا اور نہ سکھ۔ نہ ان سازشوں کا دست و بازو ہندو۔ اور سرزمین مسجد شہید گنج کو اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک رکھنے کے لئے اپنے محبوب بندے کی دعاؤں اور کوششوں کو اس عنوان سے قبولیت کا شرف عطا کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ •

سُنّی کانفرنس

جمعیۃ العلمائے ہند اہل سنت والجماعت کی سُنّی کانفرنس کا سب سے پہلا جلسہ مرادآباد (یوپی) میں ہوا تھا۔ اس کے عظیم اجتماعات دس سال بعد منعقد ہوتے تھے۔ مرادآباد کا جلسہ ۱۷، ۱۸، ۱۹ رمارچ ۱۹۲۵ء کو ہوا تھا۔ مؤتمر کا دوسرا جلسہ ۱۹۳۵ء میں بدایوں (یوپی) میں منعقد ہوا۔ تیسرا عظیم اجتماع ۱۹۴۵ء میں بنارس (یوپی) میں منعقد کیا گیا۔ ان تینوں عظیم الشان اجتماعات کی صدارت حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فرمائی تھی۔ اور ہر موقع پر فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

اجلاس بدایوں

بدایوں کے اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب اور ایک دوسرے بزرگوار کے درمیان انتخاب ہوا۔ اور مولانا حامد رضا خان صاحب

اکثریت کے ووٹوں سے صدر چُنے گئے۔ جب مولانا کا انتخاب مکمل ہوگیا تو آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ "میں حضرت کو کرسی صدارت پیش کرتا ہوں میرے حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا اپنا ووٹ حضرت کے لئے ہے۔ صدارت کے لئے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اتنا کام نہیں کرسکتا۔ اور حضرت پیر صاحب ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہٰذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں" اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اتفاق رائے سے صدر منتخب ہوگئے۔

اجلاس بنارس

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ مؤتمر کے انعقاد کے مہتمم خصوصی ہوتے تھے۔ بنارس میں ۱۹۴۵ء کا اجلاس بڑے ہنگامے کا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں آپ نے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرارداد لاہور (یعنی مطالبۂ پاکستان) کی شدّ و مد کے ساتھ حمایت کی۔ اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائدِ اعظم کی اعانت پر کمربستہ ہو جائیں۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حق گوئی میں بنہایت بے باک تھے اجلاس سے قبل، بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے کئی مخلص عقیدتمند خدمتِ والا میں عرض کرچکے تھے، کہ اس اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب کیجئے۔ اس لئے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو جلسے میں سخت ہنگامہ ہوگا۔

چنانچہ شرکائے جلسہ میں سے کئی علمائے نے آپ کی مخالفت میں تقریریں کیں۔ جلسے کو درہم برہم کرنے کے لئے شور وغوغا مچا۔ جناح صاحب پر کفر کے فتووں کا اعلان ہوُا۔ غرض حسب توقع خوب ہنگامہ ہوُا۔ مگر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آخر مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور مولانا عبد الحامد صاحب قادری بدایونی نے آپ کی تائید اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبد الحامد صاحب کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی تھی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخرکار مخالفین کو مُنہ کی کھانی پڑی اور عام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیرِ ملّت زندہ باد" "مسلم لیگ زندہ باد" "پاکستان زندہ باد" کے نعروں کے آگے

فریقِ مخالف کو خاموشی کے سوا کوئی راہِ نجات نظر نہ آئی۔

تحریکِ قیامِ پاکستان

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے ۱۶ اپریل ۱۹۷۰ء کو اپنی "اشاعتِ ملّی" میں ایک مقالہ "تحریکِ پاکستان کا نڈر مجاہد" کے عنوان سے شایع کیا تھا۔ اس میں مقالہ نگار نے لکھا تھا:

"حضرت امیرِ ملّت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ ہر وہ تحریک جو ہندوستان میں چلائی جاتی، آپ اس کا بغور مطالعہ فرماتے۔ اور ایسی تحریکیں جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف یا مذہبی و دینی لحاظ سے ان کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی تھیں، آپ حکومتِ وقت کی پروا کئے بغیر ان کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے تھے۔ "تحریکِ شہید گنج" میں سکھوں اور انگریزوں کے خلاف ٹکّر لے کر مسجدوں کی اہمیّت و حرمت کے احساس کا جذبہ مسلمانوں کے اندر پیدا کیا۔ اور قوم نے انھیں "امیرِ ملّت" کے خطاب سے نوازا۔ "شدّھی تحریک" (مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک) کے سیلاب کے آگے بند باندھنے اور ہندوؤں کے زور کو توڑنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ شریعتِ مصطفویؐ کو عام کرنے کے لئے آپ نے برِّصغیر پاک و ہند میں بے شمار دینی اور تبلیغی انجمنوں کی بُنیادیں رکھیں۔ تاکہ مسلمانوں میں دینی فکر کی اساس مضبوط ہوسکے: جیساکہ آج بھی کئی ایسی انجمنیں مثلاً انجمن خدّامِ الصوفیہ اور انجمن اسلامیہ وغیرہ زندہ ہیں جن کی بُنیاد آپ نے رکھی تھی۔

"۱۹۴۰ء میں جب قرار دادِ لاہور پاس ہوئی تو آپ نے اس کی زبردست حمایت کی۔ اور پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ایک سرگرم مبلّغ کی حیثیت سے مسلمانانِ پاک و ہند کو بیدار کیا۔ آپ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ اور قائدِ اعظم کی مقبولیّت کے لئے کام کرتے رہے۔ پیر صاحب نے اپنے مریدوں سے کہہ رکھا تھا کہ میَں اس شخص کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، جس نے تحریکِ پاکستان میں کسی نہ کسی رنگ میں حصّہ نہ لیا ہو۔"

مسلم لیگ سے تعلق

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں جو حصّہ لیا، اس اقتباس سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس زمانے سے قبل آپ نے مسلم لیگ میں کسی دِلچسپی کا اظہار فرمایا تھا یا نہیں، اس کا تفصیلی علم نہیں اگر ۱۹۳۵ء سے پہلے کی مسلم لیگ میں آپ نے کوئی حِصّہ نہ لیا ہو تو عجب نہیں۔ اس لئے جیسا کہ سب جانتے ہیں، پرانی مسلم لیگ صرف خواص کی ایک سیاسی جماعت تھی اور اسے عوام سے محض دُور کا واسطہ تھا۔ جب قائدِ اعظم نے لندن سے واپس آکر اس کو حیاتِ نَو عطا کی ہے، تبھی وہ ایک عوامی اسلامی جماعت کی حیثیت اختیار کر سکی ہے۔ پہلے مسلم یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے ایک اقتباس آچکا ہے، جس میں آپ نے نواب وقار الملک مرحوم کے نام کے ساتھ "میرے مکرم" کا لقب بیان فرمایا تھا۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ۱۹۱۱ء میں بھی عمائد و اکابر میں سے مخلص قائدین سے آپ کے خصوصی روابط تھے، اور نہ صرف یہ کہ آپ ان کے کاموں کی قدر کرتے تھے، بلکہ ان کی اعانت اور سرپرستی کے لئے آمادہ رہتے تھے۔

مسلم لیگ کی حمایت

چنانچہ جب مسلم لیگ نے جماعتی حیثیت سے عوامی درجہ حاصل کر لیا اور ۱۹۴۰ء میں جب "قرارداد پاکستان" منظور ہوگئی، تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی حمایت اور استحکام کے لئے کام شروع کر دیا۔ اور سفر و حضر میں تلقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جانا واجب ہے۔

ہندوستان بھر کے تنظیمی دَورے

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز نے تحریک قیام پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے سارے برِصغیر کے دو دَورے فرمائے تھے۔ پہلی دفعہ مسلم لیگ کو مقبول بنانے اور مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لئے، اور دوسری مرتبہ ۱۹۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات میں مسلم لیگی نمائندوں کی کامیابی کے لئے۔ نیز قیامِ پاکستان کے اعلان کے بعد صوبۂ سرحد میں ریفرینڈم کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے بنفسِ نفیس سرحد کے دَورے فرمائے تھے۔ جملہ یارانِ طریقت کو ان سب موقعوں پر حکم تھا کہ کامل جوشِ عمل اور تگ و دَو کا مظاہرہ کریں اور تحریک کی حمایت و اعانت میں

کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔

ساداتؔ و مشایخ و علماء سے اپیل

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے برِصغیر پاک و ہند میں اپنی سادات برادری کو جس میں شیعہ سنّی کا امتیاز نہ تھا، خطوط لکھے۔ نیز تمام مشایخ عظام اور علمائے کرام کو مکتوب ارسال کئے۔ اور ان کو توجہ دلائی کہ "ع : وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بیکار۔ آیئے اور میدانِ عمل میں کود پڑیئے۔ اس وقت ملّتِ اسلامیہ کی فلاح و بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔ اور ہم سب کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے اعانت کریں"۔ حضور کی اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ملک بھر سے اور اطراف و اکناف سے مکتوب الیہم نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ اور خط ارسال کر کے حمایت و اعانت کا وعدہ کیا۔ نیز بہت سے اکابر و عمایدِ خود علی پور سیداں آئے اور آپ کو اپنی امداد اور مساعی کا یقین دلایا۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جہاں تشریف لے جاتے وہاں اپنے طور پر جلسے منعقد فرماتے اور ان کے تمام اخراجات کا بوجھ بھی خود ہی برداشت فرماتے تھے۔ مسلم لیگ کے کارکن اور نیشنل گارڈ کے رضا کار دوڑ دوڑ کر حضور کے اتباع اور جلسے کی کامیابی کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے۔ چنانچہ آپ کے منعقد کردہ جلسوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوتی۔ اور مسلم لیگ کو مستحکم و منظم بنانے کا کام کم سے کم وقت میں انجام پاتا تھا۔

قائدِ اعظم پر حملہ

۱۹۴۳ء میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز حیدر آباد دکن میں قیام فرما تھے۔ عم مکرم حضرت شمس الملت مدظلہ العالی (سجادہ نشین دوم) کے ہمراہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ تو بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب (مہاجر مدنی اور خلیفہ مجاز) پہلے سے حضور کی فرودگاہ یعنی قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر موجود تھے۔ چند روز کے بعد اخباروں میں خبر شائع ہوئی کہ کسی بدبخت نے قائدِ اعظم پر چاقو سے حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ "تم بخشی صاحب کے ہمراہ جا کر جناح صاحب کی میری طرف سے مزاج

پرسی کر آؤ۔" میرا اور بخشی صاحب کا ٹکٹ بھی خرید لیا گیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیمار پرسی کے لئے ایک خط بھی قائدِ اعظم کے نام تحریر فرمایا اور بہت سے تحائف جناح صاحب کے لئے عطا فرمائے۔ بعد میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ "تم مت جاؤ۔ بخشی صاحب اکیلے ہی جائیں۔"

قائدِ اعظم کے نام مکتوب اور تحائف

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ "قوم نے مجھے امیرِ ملّت مقرر کیا ہے۔ اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے۔ لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لئے فالِ نیک ہے۔ آپ کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصولِ مقصد میں خواہ کتنی بھی دشواریوں کا سامنا ہو، آپ بالکل پروا نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمانا چاہتا ہے۔ اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے حکم کے تابع رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرّہ بھر نہیں ہٹیں گے۔"

تحفوں میں قرآن شریف، تسبیح، جانماز، شال، دھسّہ اور دوسری قیمتی چیزیں شامل تھیں۔

میں نے، قاری صاحب اور بخشی صاحب نے مشورہ کر کے عرض کیا کہ تحفوں میں سے قرآن شریف، تسبیح اور جانماز نکال دیا جائے۔ اور خط میں سے یہ الفاظ کہ "میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے حکم کے تابع رہیں گے" محذوف کر دیے جائیں۔" حضور نے ہمارے مشورے کو قبول نہیں فرمایا۔ اگلے دن ہم سب ایک ہی موٹر میں کسی جگہ دعوت کی شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ہم نے پھر اپنی بات دہرائی۔ آپ نے کمالِ شفقت سے فرمایا "ایک بات تم میری مانو اور ایک میں تمہاری مانتا ہوں۔ تحائف تو اسی طرح رہنے دو۔

اور بتاؤ خط میں کیا لکھو گے؟" مَیں نے عرض کیا۔ اُس جُملے کو یُوں بدل دیں گے کہ "ہم سب آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔" فرمایا "بہت اچھا۔" ہم سب اس حدیث شریف کے مضمون کہ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (ترجمہ "مومن کی فراست اور زیرکی سے ڈرو۔ کیونکہ وُہ اللہ کے نُور سے دیکھتا ہے۔") سے غافل ہو گئے تھے اس لئے ہم سے یہ گستاخی سرزد ہوئی۔

جناح صاحب کا شکریہ کا خط

بخشی صاحب خط اور تحفے لیکر بمبئی گئے۔ مالا بار ہل پر قائدِ اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوُا کہ ڈاکٹروں نے ملاقاتوں کی بالکل قدغن کر رکھی ہے۔ وُہ فاطمہ جناح سے مل کر خط اور تحائف ان کو دے آئے۔ اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کر دیا۔ چند روز کے بعد جناح صاحب کا خط آیا جس میں اُنھوں نے لکھا تھا کہ "جب آپ جیسے بزرگوں کی دُعا میرے شامل حال ہے، تو مَیں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں۔ اور آپ سے وعدہ کرتا ہُوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔" پھر لکھا تھا کہ "آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں۔ مَیں وعدہ کرتا ہُوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے مَیں نے منگوائے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہُوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانماز آپ نے اس لئے عطا کیا ہے کہ جب مَیں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی۔ مَیں وعدہ کرتا ہُوں کہ نماز پڑھا کروں گا۔ تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درُود شریف پڑھا کروں۔ جو شخص اپنے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے۔ مَیں اس اشارے کی بھی تعمیل کروں گا۔

جب حیدر آباد دکن میں قائدِ اعظم کے انگریزی خط کا مذکورۂ بالا ترجمہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سُنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوُے۔ اور فرمایا "میں حیدر آباد میں بیٹھا ہُوں اور جناح صاحب بمبئی میں ہیں۔ اتنے بعد مسافت پر ان کو میرے مافی الضمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔

درانحالیکہ میں نے اس کا کسی سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ بے شک جناح صاحب ولی اللہ ہیں ؛؛

مسلم لیگ کی تائید و اعانت

اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اور زیادہ انہماک سے مسلم لیگ کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اپنے تبلیغی دوروں میں اور عام اجتماعات میں خصوصیت سے یہ پیام عام مسلمانوں تک پہنچاتے تھے۔ آپ سادہ الفاظ میں حاضرین سے کہتے۔ "لوگو! دو پرچم ہیں۔ ایک مسلمانوں کا۔ دوسرا کافروں کا۔ بتاؤ کس پرچم کے سائے میں رہنا چاہتے ہو؟" آپ کی زبان مبارک سے یہ بات نکلتی تو فوراً اثر دکھاتی۔ اور لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ کی حمایت پر مستعد اور کمر بستہ ہو جاتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی۔ اور بتایا کہ "یہ دین کا کام ہے۔ آپ سب خدمت قوم اور حمایت دین پر مستعد ہو جائیں" صوفیائے کرام سے آپ خاص طور پر کہتے کہ "آپ نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزار دی ہے اب دین کی خدمت کا وقت آگیا ہے۔ اس لئے میدانِ عمل میں آجایئے اور اپنا فرض ادا کیجئے"۔ اس سلسلے میں آپ نے اشتہار بھی شایع کئے۔ اور بے شمار بزرگوں کو خط بھی لکھوائے۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے آپ کو خط اور تار کے ذریعے پیامات موصول ہوئے۔ اور علماء و مشائخ نے تعاون عمل کا وعدہ کیا۔

سُنّی کانفرنس (جمعیۃ العلمائے ہند) کے ذیل میں ذکر آچکا ہے کہ علمائے کرام کے اس عظیم الشان اجتماع میں بھی آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کا زور شور سے اعلان کیا تھا۔ اسی طرح ہر اجتماع میں بلاخوف و خطر آپ حق کی حمایت میں آواز بلند فرماتے اور اس کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔

ایک دفعہ امرتسر میں مسجد جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ "جناح کافر ہے یا مسلمان؟" آپ نے برجستہ فرمایا "تم نے کونسی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو؟" پھر ارشاد کیا کہ "ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خوان مقرر نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں۔ ہم سب کا کام ہے جس کو وہ کر رہے ہیں۔ یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟" اہلِ جلسہ اس اسلوبِ بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت مولوی نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھ کر حضرت کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور

اعتراف کیا کہ "اب مسئلہ صاف ہوگیا"۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مولوی صاحب! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اسے کامیابی ہوگی"۔ پھر آپ نے کہا۔ "پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہِ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے۔ اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے۔ وہ ہمارا کام کر رہے ہیں ہمارے وکیل ہیں"۔

حضرت پیر صاحب مانکی شریف کی آمد

حضور کی دعوت کے جواب میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیداں آنے کا واقعہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ اس لئے محفوظ کئے دیتا ہوں۔ شدید سردی کی رات تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ ایسے میں حضرت پیر صاحب قبلہ معہ رفقا کے جو سب کے سب رائفلوں پستولوں سے مسلح تھے، علی پور سیداں میں وارد ہوئے۔ اسٹیشن پر جس نے اس مسلح جماعت کو دیکھا وہ بھی حیران ہوا۔ اور گاؤں میں جنہوں نے آتے دیکھا وہ بھی۔ اس لئے کہ پنجاب میں اس طرح رائفلوں اور پستولوں سے مسلح ہو کر چلنے کا رواج نہیں ہے۔

جب حضرت پیر صاحب بابِ رحمت میں داخل ہوئے تو حضور نے آہٹ سن کر پوچھا کون ہے؟۔ پیر صاحب نے جواباً کہا "مانکی کا فقیر"۔ حضور اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ معانقہ کیا۔ اور فرمایا "فقیر کے گھر بادشاہ آگیا ہے"۔ پھر شکوہ کیا کہ "پیر صاحب آپ نے اطلاع تو دی ہوتی۔ اس سردی اور تاریکی میں اسٹیشن سے یہاں تک پہنچنے میں آپ کو بڑی زحمت ہوئی ہوگی"۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ "چھوٹوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ بزرگوں کو اطلاع دیں۔ چھوٹوں کا کام خدمت میں حاضر ہونا ہے"۔ حضرت نے فرمایا "اختر کو بلاؤ"۔ میں حاضر ہوا تو حکم دیا کہ "پیر صاحب کے لئے کھانا لاؤ"۔ پیر صاحب نے کہا "میں رات کو نہیں کھاتا"۔ ارشاد ہوا۔ "آج تو کھانا ہوگا"۔ پیر صاحب نے فرمایا "چالیس سال سے میری عادت ہے کہ رات کو مطلق نہیں کھاتا"۔ حضور نے فرمایا "میری سو سال سے عادت ہے کہ مہمان کو کبھی بھوکا نہیں سونے دیتا"۔ ابھی مزے مزے کی باتوں میں کھانا آگیا۔ سب نے کھایا۔ بعد میں حضرت کے دستور کے مطابق سبز چائے کا قہوہ پیا گیا۔

غرض تین دن حضور نے پیر صاحب کو مہمان رکھا۔ بڑی پُر تکلف دعوتیں ہوئیں انواع و

اقسام کے کھانے پکتے رہے۔ چوتھے دن حضرت نے دریافت کیا کہ "آپ نے خود کیوں تکلیف فرمائی"۔ پیر صاحب نے ارشاد کیا کہ "میں آپ کے مراسلہ کے جواب میں خود حاضر ہو گیا ہوں۔ اب جو حکم ہو گا تعمیل کروں گا"۔ حضرت نے فرمایا "اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے۔ یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں ہم سب کا ہے۔ آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں"۔ پیر صاحب نے وعدہ کیا۔ اس طرح چوتھے دن ہم سب ان کو اسٹیشن تک رخصت کرنے گئے۔ اور یہ پُرلطف اجتماع ختم ہوا۔

حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح مسلم لیگ کی خدمت کی سب کو معلوم ہے۔ اُنھوں نے جناح صاحب کی مانکی شریف میں دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد فرمایا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس جلسے کی شرکت کے لئے مانکی شریف بلایا تھا۔ لیکن آپ ناسازی مزاج کے باعث نہ جا سکے۔ تو آپ نے حضرت والد صاحب قبلہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جگہ بھیجدیا۔ اور آپ کے ہاتھ جناح صاحب کے لئے ایک سونے کا تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی، اور کئی دوسرے تحائف ارسال کئے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت کی اور انہی سے جلسہ کی صدارت کروائی۔ جب جناح صاحب جلسے میں آئے اور حضرت والد صاحب قبلہ نے آپ سے کہا کہ "حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لئے کامیابی کا تمغہ سونے کا بھیجا ہے"۔ تو قائدِ اعظم بہت خوش ہوئے۔ کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور سینہ تان کر کہا۔ "پھر تو مَیں کامیاب ہوں۔ آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے"۔

حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے ہزاروں لاکھوں روپے اپنی جیب سے خرچ کئے اور ریفرینڈم میں کانگریسی حکومت سے ٹکر لی۔ آپ کے لاکھوں مرید ہیں اور سب نے اس وقت بڑا کام کیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی ہزاروں معتقدین او یار صوبہ سرحد میں ہیں۔ آپ نے بھی جابجا جلسے کئے اور سب کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ یاران طریقت نے ریفرینڈم میں پوری محنت سے تگ و دو کی۔ ریفرینڈم کی کامیابی میں ان اسباب کا بہت بڑا حصّہ تھا۔

کشمیر میں قائدِ اعظم کی شاہانہ دعوت

اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا کشمیر کا آخری دَورہ تھا۔ انہی دنوں چودھری غلام عباس صاحب کی دعوت پر قائدِ اعظم سری نگر تشریف لائے۔ چودھری صاحب حضرت قبلۂ عالمؒ کے غلام اور مسلم لیگ کے بہت بڑے کارکن اور کشمیر کے عظیم سربراہ تھے۔ حضرت کو قائدِ اعظم کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ڈاکٹر عبدالاحد صاحب کی معرفت قائدِ اعظم کی دعوت کی۔ انہوں نے جواباً کہلوایا کہ "یہاں آپ بھی مسافر ہیں اور میں بھی مسافر ہوں۔ دعوت کی کیا ضرورت ہے۔ ملاقات کے لئے حاضر ہو جاؤں گا"۔ آپ نے عذر قبول نہ کیا اور نہایت وسیع پیمانے پر دعوت کی تیاریوں کا حکم دیدیا۔ آپ اس وقت خواجہ عبدالاحد صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ وہیں سارے مہمان جمع ہوئے تھے۔ بہت بڑا ہال تھا۔ سارے ہال میں قیمتی قالینوں کا فرش تھا۔ اور انہی پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھلایا گیا تھا۔ ایک یار غلام محمد صاحب کو حکم ہُوا کہ تم باورچی کا انتظام کرو۔ سارا انتظام انہی نے کیا۔ چوبیس گھنٹے کھانے پکتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ پینتالیس قسم کے سالن تیار کرائے گئے تھے۔

وقت مقررہ پر قائدِ اعظم چوہدری غلام عباس صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ دونوں قائدین کے دوسرے رفقا اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت جو کثیر تعداد میں مدعو تھے جمع ہو گئے۔ قائدِ اعظم سے حضرت قبلۂ عالم نے کھڑے ہو کر معانقہ کیا۔ اور اپنے بستر پہ بیٹھنے کی فرمائش کی۔ قائدِ اعظم نے انکار کیا۔ آپ نے پھر اصرار فرمایا تو انہوں نے کہا "بے ادب اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہُوا کرتا۔ میرا مقصد پاکستان بنانا ہے۔ آپ مجھے اس مقصد سے محروم نہ کریں"۔ اس پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فوراً بیٹھ گئے۔ اور قائدِ اعظم سے کہا "آپ جہاں پسند کریں تشریف رکھیں"۔ قائدِ اعظم آپ کے پاس ہی قالین پر بیٹھ گئے۔ ذرا سے وقفہ کے بعد ہاتھ دھلائے گئے۔ اور دستر خوان بچھا دیے گئے۔ حضرت نے قائدِ اعظم کے سامنے ایک خالی پلیٹ رکھوا دی اور اس میں تھوڑا تھوڑا نکال کر دیتے رہے۔ قائدِ اعظم ماکولات کی کثرت سے حیران تھے اور کہتے تھے "بس اور نہ لاؤ۔ میں سیر ہو گیا"۔ حضور نے فرمایا "آپ صرف تھوڑا تھوڑا چکھتے جائیے۔ تاکہ آپ کو کشمیری کھانوں کا علم ہو جائے"۔ ہر چیز لذیذ سے لذیذ تر تھی۔ مگر قائدِ اعظم بہت کم خوراک شخص تھے۔ پھر بھی آپ نے ہر چیز تھوڑی تھوڑی چکھی۔ آخر میں گوشتابہ آیا۔ حضرت

نے فرمایا "یہ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ اور یہاں کی رسم کے مطابق اسے سب کے آخر میں لایا جاتا ہے۔" قائدِ اعظم نے سب کھانوں کو پسند کیا اور کہا کہ "مَیں نے ایسی پرتکلّف دعوت ساری عمر نہیں کھائی۔ اگر میرا بس چلے تو مَیں باورچی کو اُڑا لے جاؤں۔"

قائدِ اعظم کو کامیابی کا مژدہ

آخر میں پاکستان کے متعلق دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ حضور نے قائدِ اعظم کو دو جھنڈے عطا کئے۔ ایک سبز دوسرا سیاہ۔ نقد روپیہ بھی عطا کیا۔ پاکستان کی کامیابی کے لئے دُعا فرمائی۔ رخصت کے وقت دوبارہ قائدِ اعظم سے اُٹھ کر معانقہ کیا۔ اور اس طرح یہ تاریخی ملاقات اور دعوت اختتام پذیر ہُوئی۔ حضرت قائدِ اعظم نے قیامِ پاکستان سے کئی سال قبل لاہور کے ایک جلسۂ عام میں کئی لاکھ کے مجمع میں کہا تھا "میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ کیونکہ امیرِ ملّت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچّا کریں گے۔"

۱۹۴۶ء کے انتخابات

۱۹۴۶ء کے انتخابات کو تحریک پاکستان میں بڑی حیثیت اور اہمیّت حاصل تھی ــــ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ "ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں۔ انگریز اور کانگریس۔" قائدِ اعظم بار بار ڈنکے کی چوٹ اعلان فرما چکے تھے کہ "یہ دعویٰ غلط ہے۔ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمایندہ جماعت ہے۔ مسلمانوں کی نمایندگی فقط مسلم لیگ کرتی ہے۔ ہندوستان میں اس لئے تین طاقتیں ہیں۔ مسلمان۔ انگریز۔ اور ہندو۔" ۱۹۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کو اسی لئے انتہائی اہمیّت حاصل تھی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب و تحریک پر بیشتر مشائخ کرام نے پوری تندہی سے مسلم لیگ کے لئے کام کیا۔ اور ان کے معتقدوں اور حامیوں نے کامل جوش اور خلوص سے انتخابات کی کامیابی میں حصّہ لیا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفسِ نفیس ہندوستان بھر کے دَورے کئے۔ حضور کے خلفا نے بھی اتباعِ شیخ میں اپنے حلقوں کے دَورے کئے۔ اور سب تک حضور کا یہ پیغام پہنچایا کہ "ہر شخص صرف مسلم لیگ کو ووٹ دے۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اشتہارات چھپوائے اور ایک فتویٰ اخبارات میں شایع کیا کہ "جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس

کا جنازہ مَت پڑھو۔ اور اسے اپنے قبرستان میں مَت دفن ہونے دو"۔ سفر، جلسے، جلوس، سب کا خرچہ آپ خود برداشت فرماتے تھے۔ جو خلفا اور یارانِ طریقت اپنے حلقوں میں جلسے جلوس نکالتے تھے، ان کا صرفہ وہ خود اٹھاتے تھے غرض دامے، درمے، قدمے، سخنے آپ نے اور آپ کے خلفاء و یارانِ طریقت نے اس سلسلے میں جو کارنامے انجام دیئے ان کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔

قائدِ اعظم نے الیکشن کے لئے مستحق اور موزوں حضرات کو ٹکٹ دیے تھے۔ کچھ علما حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ ہم کو بھی جناح صاحب سے کہہ کر ٹکٹ دلوایئے۔ آپ نے ہر ایک سے کہا "مولوی صاحب! مَیں نے خود اپنے لئے کوئی ٹکٹ نہیں لیا، آپ کو کیسے لوا دُوں"۔ ان کے اصرار پر فرمایا "آپ کا کام قَالَ اللہ قَالَ الرسول مسلمانوں تک پہنچانا ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ جن کا کام ہے ان کو کرنے دو"۔ اسی طرح جب الیکشن کا زمانہ آگیا تو مسلم لیگی اُمیدوار حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے کہ انتخابات میں ہماری مدد فرمایئے۔ چنانچہ الیکشن کی کامیابی کے لئے حضور والا نے دوبارہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دَورہ فرمایا۔ اور ہم سب کو کام کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا۔ کہیں حضرت عموی صاحبان قبلہ کی ڈیوٹی لگی۔ کہیں میری۔ اور کہیں عزیزم برادرم سیّد انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) کو اول ضلع رہتک میں کام کرنے بھیجا تھا۔ پھر انھیں ضلع فیروز پور میں نواب صاحب ممدوٹ کے حلقہ میں جانے کا حکم دیا۔ وہاں سے قصور میاں افتخار الدین صاحب کے کام کے لئے تشریف لے گئے اسی طرح حضرت عموی صاحبان ضلع ضلع اور تحصیل تحصیل مسلم لیگ کا کام کرتے پھرے۔ اور خدا کے فضل سے ہر جگہ لیگ کے امیدواروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

مجھے اوّل تحصیل نارووال جانے کا حکم ملا تھا۔ وہاں سے میاں ممتاز دولتانہ امیدوار تھے پھر مجھے تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا بھیجا گیا۔ وہاں کا معاملہ بہت سخت تھا۔ وہ ملک خضر حیات خان ٹوانہ کی اپنی تحصیل تھی۔ وہ یونینسٹ اور اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ میں وہاں فضل حق پراچہ کے لئے کام کر رہا تھا۔ ملک خضر حیات خان نے بھلوال میں جلسہ کیا۔ تو چھوٹے

ننّھے بچّے سیاہ جھنڈیاں لے کر کھڑے ہوگئے۔ وزیرِ اعلیٰ کے ساتھ پولیس کیوں نہ ہوتی، پولیس نے بچّوں کو ڈرایا دھمکایا تو عالم شاہ ذیلدار حلقہ کھڑے ہوگئے۔ اور ڈانٹ کر کہا "خبردار۔ اگر تم نے ہمارے کسی بچّے کو ہاتھ بھی لگایا تو ہم تمھارے ہاتھ کاٹ دیں گے۔ آنکھ دکھائی تو آنکھ نکال دیں گے۔ مسلم لیگ کی اعانت کا حکم ہمارے باپ نے دیا ہے۔ ہم ان کے حکم سے ہرگز سرتابی نہیں کریں گے۔" اس پر جلسے میں ہڑبونگ مچ گئی۔ اسی افراتفری میں ملک خضر حیات خاں ٹوانہ موٹر میں بیٹھ کر چپکے سے کھسک گئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور میرے ماموں سید علی حسین شاہ صاحب مرحوم میرے ساتھ برابر کام کرتے رہے۔ چنانچہ دوسرے حلقوں کی طرح یہاں بھی فضل حق پراچہ (لیگ کے اُمیدوار) کئی ہزار ووٹوں سے کامیاب ہوئے۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مرکز اور صوبوں میں مسلم لیگ کو جیسی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس کی مثال کم ملتی ہے۔ سیٹھ محمد علی صاحب یارانِ طریقت میں سے تھے۔ بمبئی میں قائدِ اعظم نے ان کو مبارکباد دی اور کہا کہ "یہ سب تمھارے پیر صاحب کی کوشش اور دُعا کا نتیجہ ہے۔" قائدِ اعظم کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مبارکباد کا تار دیا جس کے جواب میں اُنھوں نے بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو تار دیا اور لکھا کہ "یہ سب آپ کی ہمّت اور دُعا کا صلہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔"

بیش قرار مالی اعانت

تحریک پاکستان کے سلسلے میں حضور نے جتنا روپیہ خرچ کیا اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ لاکھوں روپے مسلم لیگ کو چندے میں دیے اور لاکھوں ہی الیکشن پر خرچ ہوئے ہوں گے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اہلِ خاندان، اور آپ کے خلفاء نے جو بھی اقدامات کیے، سب کا خرچہ ان کی جیب خاص سے ادا ہوتا تھا۔ کسی نے دوسروں سے چندہ لینا کبھی گوارا نہ کیا۔ کہ یہ دربارِ عالیہ کے دستور کے خلاف تھا۔ جو ممبران الیکشن میں کامیاب ہوتے تھے، ان کے گلے میں نوٹوں کے ہار ڈالے گئے۔ ماموں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فضل حق پراچہ کے گلے میں اپنے پاس سے سو روپے کے نوٹوں کا ہار ڈالا تھا۔ اسی طرح ہر جگہ کیا گیا۔ مَیں نے اپنے مشاہدے کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ سماعت میں تو اور ہزاروں باتیں آتی رہی تھیں۔

قائدِ اعظم کو مکتوبِ تہنیت

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے قائدِ اعظم کو ایک خط لکھا جس کا پورا مضمون " روزنامہ جنگ کراچی - یومِ پاکستان ایڈیشن ۱۹۷۰ء " سے نقل کیا جاتا ہے۔

" قائدِ اعظم صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزشتہ ہفتہ میں ایک پیغام عزمِ حج کی مبارکباد ای پر بھیج چکا ہوں - اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا - اور باوجود پانچ گروہوں کی سخت مخالفت کے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی - حالانکہ مخالفین نے آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ صرف کر دیا - باوجود کروڑوں روپیہ صرف کرنے کے ان کو ساری رُوسیاہی اور ذلّت نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقولِ کشمیریاں گاندھی کا کتا بنایا جائے - مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا کتّا نہ بنا سکے۔

ع " آفریں باد بریں ہمّت مردانۂ تو " ع " ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند "

" اس پیغام میں دوسری مبارک باد حضور نظام اور اہلِ حیدرآباد کو دیتا ہوں جنھوں نے آپ کو سونے سے وزن کر کے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک سونے سے وزن کرنے کی عزّت، سوا آغا خاں صاحب اور آپ کے، کسی بادشاہ کو بھی کسی ملک کسی قوم میں نصیب نہیں ہوئی - کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دُنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔

" اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشغال کو چھوڑ کر اپنے وعدے کے مطابق اس بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر، اور دربار شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر حاضر ہو کر اس کا شکر ادا کریں - اور فقیر کے پیغام کو معمولی نہ سمجھیں۔ عید الفطر کے بعد ہوائی جہاز میں سوار ہو کر کراچی سے دوسرے دن مکّہ شریف پہنچ جائیں - اور پانچ دن میں مناسک حج ادا کر کے دو تین گھنٹے میں مدینہ طیبّہ حاضر ہو جائیں۔ وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر تیسرے دن کراچی پہنچ جائیں - اس میں

آپ کے کل بیس۲۰ دن کے قریب صَرف ہوں گے۔ جس وقت یہ نیاز نامہ پہنچے اس وقت اپنے عزم بالجزم سے بذریعہ تار علی پور سیداں۔ قلعہ سوبھا سنگھ (تارگھر) کے پتے پر فقیر کو مطلع فرمائیں۔

ع "بر کریماں کارہا دشوار نیست"

آپ کے ٹیلیگرام کا سخت انتظار رہے گا۔"

الراقم: سیّد جماعت علی عفی اللہ عنہ

از علی پور سیداں - ۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء

قائدِاعظم کے جوابی خطوط

روزنامہ جنگ نے اسی اشاعت میں یہ بھی لکھا تھا کہ " پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب نے بعد میں ایک خط قائدِاعظم کو انگریزی میں بھی لکھوایا۔ جس میں مناسکِ حج اور زیارت کی تفصیلات، مقامات کے فاصلے، اور اخراجات تک تحریر کرائے تھے۔ قائدِاعظم نے ۱۳ر اگست ۱۹۴۶ء کو جواب لکھا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ڈیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب!

۱۷ر جولائی کے خط کے لئے بہت بہت شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی سے جو تبدیلیاں رُونما ہو رہی ہیں، ان کی بنا پر میرے لئے اس وقت ہندوستان سے دُور ہونا ممکن نہیں۔

آپ کے شکریہ کے ساتھ،

آپ کا مخلص، ایم اے جناح

اس سے قبل حضرت قبلہ عالم قدس سرّہ العزیز قائدِاعظم کو قیام پاکستان کی مبارکباد دے چکے تھے۔ حضور کی مُبارک باد کے جواب میں قائدِاعظم نے ۱۶ر اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا، اس کی فوٹو اسٹیٹ نقل میرے سامنے ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۰ اورنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۱۶ر اگست ۱۹۴۷ء

" ڈیر پیر صاحب!

آپ کی نیک تمناؤں اور مبارک بادوں کا بہت بہت شکریہ۔ اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے، دوسو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپ نے از راہ لطف مجھے شفتالوؤں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ
آپ کا مخلص،
ایم اے جناح

پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری
کوئٹہ (بلوچستان)

قیام پاکستان پر مبارک باد

جب تقسیم برصغیر اور پاکستان کا اعلان ہوا تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بے حد مسرور ہوئے کہ آج ہماری تگ و دَو اور جدّوجہد کا مثبت نتیجہ نکل آیا۔ آپ نے جناب قائدِ اعظم اور دوسرے زعما کو مبارک باد کے تار ارسال کئے۔ نواب افتخار حسین خان صاحب ممدوٹ کو آپ نے مبارکباد کا تار دیا تو قبل از وقت پنجاب کے وزیرِ اعلےٰ بننے کی مبارکباد بھی دی۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے پیغام بھیجا تو لکھا۔ "پیر صاحب! پاکستان بن گیا۔ اب ہمارا کام ختم ہوا۔ اب ملک چلانے والے جانیں اور ان کا کام"۔ قائدِ اعظم کو آپ نے مبارک باد کے تار میں تحریر فرمایا:

"ملک گیری آسان ہے۔ ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں"۔

ـــــ ❁ ـــــ



وصالِ مُبارک

وصالِ مُبارک ـــ پیغاماتِ تعزیت ـــ

منظوماتِ وِصالِ مُبارک ـــ

وصال مبارک

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

ایک عربی مکتوب

انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ جلسہ ۱۰ر ۱۱ مئی ۱۹۵۱ء کو بخیر و خوبی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ۱۳ مئی کو میں، حاجی خوشی محمد صاحب فیروزپوری (ملتانی) اور شیخ نذیر صاحب کھیم کرنی (ملتانی) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا کہ ”بھائی جلدی جلدی آکر ملا کرو۔ کل ایک خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ تمہاری زندگی اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ اس لئے خوب عبادت کیا کرو“ محفل میں اور بہت سے یار موجود تھے۔ یہ سُن کر سب بلند آواز سے آہ و فغاں کرنے لگے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا۔ ”موت کا کیا ڈر ہے۔ موت کا سُن کر کیا رونا ہے۔ آخر ایک روز تو سبھی کو مرنا ہے“

مَیں نے عرض کیا ”حضرت! وہ خط کہاں ہے“ فرمایا ”وہ حیدر حسین کے پاس ہے۔ منگواؤ“، خط منگوایا گیا۔ دیکھا تو عربی میں تحریر تھا۔ فرمایا ”پڑھو اور مجھے بھی سناؤ۔ اور ترجمہ بھی کرو۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی سمجھ سکیں“ مَیں نے وہ خط پڑھا۔ اور ساتھ ترجمہ بھی کرتا گیا۔ بعد میں عرض کیا کہ ”اس خط کی عربی غلط لکھی ہوئی ہے۔ اس لئے اس خط کی اطلاع بھی غلط ہے“ فرمایا ”سو سال تک مجھے کسی نے کیوں غلط اطلاع نہیں دی“ مَیں نے عرض کیا ”اس کی عربی غلط ہے“ فرمایا ”عربی غلط ہے۔ مگر اطلاع صحیح ہے“

تمام یارانِ طریقت گریہ و بکا کرتے رہے کسی کی زبان سے اور کوئی بات نہ نکلی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بار بار تلقین فرمانے سے سب بمشکل خاموش ہوئے۔

عرس کے کاموں اور مہمانوں سے فارغ ہو کر مَیں زمین کے انتظام کے لئے آخر مئی میں

لائل پور چلا گیا۔ وہاں مجھے زیادہ قیام کرنا پڑا۔ وہیں رمضان شریف کا چاند نظر آگیا تو میں نے ارادہ کیا کہ روزے بھی وہیں رکھوں گا۔ حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ گرمیوں میں مری یا دوسرے ٹھنڈے مقامات پر چلے جاتے تھے۔ اس بار کہیں جانے کا قصد نہ فرمایا۔ اور رمضان کا مہینہ آگیا تو یہیں رمضان گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ رات کو آپ مسجد نور میں تشریف لا کر قرآن مجید سنتے اور تراویح ادا فرماتے۔ اور دن کا وقت روزے کی حالت میں تہ خانے میں بسر فرماتے۔

بخار ہونا اور مجھے طلب فرمانا

۹ رمضان المبارک کو آپ مسجد میں تراویح ادا کر رہے تھے کہ آپ کو بخار ہو گیا۔ چنانچہ تراویح کے بعد آپ نے حکم دیا کہ "مجھے بخار ہو گیا ہے کسی آدمی کو بھیج کر اختر حسین کو لائل پور سے بلاؤ۔" چنانچہ حضرت قبلہ عموی صاحب مدظلہ نے برادری کے ایک فرد سید منظور حسین شاہ صاحب کو اسی وقت لائل پور روانہ کر دیا۔

میں فوراً منظور شاہ صاحب کے ہمراہ لائل پور سے چل پڑا۔ اور رات کو نو بجے علی پور پہنچا۔ سب لوگ تراویح کے لئے گئے ہوئے تھے اور حویلی میں باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ جب تالا کھلا تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاؤں کی چاپ سن کر پوچھا "کون ہے؟" میں نے عرض کیا اختر حسین۔ آپ نے عبدالعزیز صاحب سے دو تین مرتبہ بلند آواز سے کہا "مبارک ہو۔ اختر آگیا ہے۔" میں نے سلام عرض کرنے کے بعد مزاج مبارک کا حال معلوم کیا۔ فرمایا۔ "مجھے ایک سو پانچ بخار ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بخار سے میرا جگر جل گیا ہے۔ اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔" میں نے عرض کیا "بخار اب بھی ہے مگر کم ہے۔" فرمایا "جاؤ۔ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضری دے کر آؤ۔" میں حویلی میں گیا۔ والدہ صاحبہ کو سلام کیا۔ کھانا کھایا اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس آگیا۔

اگلا دن ہوا تو میں صبح ایک دو گھنٹہ کے لئے مسجد میں چلا گیا۔ وہاں قرآن مجید کی منزل کو دہرایا۔ باقی اوقات میں حضور کی خدمت میں حاضر رہا۔ دوسرے دن میں لوٹ کر حاضر ہوا تو فرمایا "تم کہاں تھے؟" میں نے عرض کیا مسجد میں قرآن مجید پڑھنے گیا تھا۔" فرمایا "تم

کو لایل پور سے قرآن مجید پڑھنے کو بلایا ہے ؟۔ یہ حویلی پلید ہے ؟ کہ اس میں قرآن مجید نہیں پڑھا جا سکتا ؟ "۔ میں خاموش رہا۔ مگر سمجھ لیا کہ مجھے خدمت کے لئے بلوایا ہے۔ اس لئے چوبیس گھنٹے حاضر رہوں گا۔ قرآن مجید کی منزل بھی حویلی ہی میں پڑھتا رہا۔

نقاہت کی زیادتی

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا گیا۔ اور ان کا علاج شروع کیا گیا۔ آخر بخار تو اُتر گیا۔ مگر کمزوری بہت زیادہ ہو گئی۔ نقاہت برابر بڑھتی رہی اور خوراک بہت کم ہو گئی۔ علاج بھی جاری رہا۔ معمول کے مطابق حضور تمام عبادات، اوراد اور وظائف ادا فرماتے رہے۔ حضور کی بیماری ہی میں عید الفطر آئی۔ آپ کی چارپائی اٹھا کر مسجد میں لائی گئی۔ اور آپ نے نماز باجماعت ادا کی۔

بمشکل تیمم پر راضی ہوئے

اس بیماری اور کمزوری میں بھی آپ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتے۔ آپ کو پیشاب کا مرض بہت مدت سے تھا۔ جس کی وجہ سے ایک نماز کے دوران کئی دفعہ بھی وضو کرنا پڑتا تھا۔ اس سے آپ کو سخت مشقت برداشت کرنی ہوتی۔ اس سے سب کو تکلیف ہوتی تھی مگر کسے جرأت تھی کہ کچھ کہہ سکے۔ آخر ایک دن میں نے عرض کیا کہ "حضور تیمم فرما لیا کریں۔" تو فرمایا "پانی کے کنوئیں بھرے ہوئے ہیں۔ تیمم کیسے کر لوں!" میں نے عرض کیا کہ "تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ نہ کہ پانی کا۔" فرمایا قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً "(ترجمہ) پس تم نے پانی نہ پایا) "میں نے عرض کیا " تمام فقہا نے تیمم کو وضو کا خلیفہ لکھا ہے۔ پانی کا نہیں"۔ فرمایا " اچھا! کتابیں لا کر دکھاؤ"۔

میں کتب خانہ میں گیا۔ اور فتح القدیر، بحرالرائق، شامی، عالمگیری وغیرہ سب کتابوں میں سے تیمم کا مضمون نکال کر ان مقامات پر نشان رکھے۔ اتنے میں بھائی نصیب خان صاحب پہنچ گئے کہ حضور بلا رہے ہیں۔ میں اور وہ سب کتابیں اُٹھا کر حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ کی اجازت سے میں نے پڑھنا شروع کیا۔ عربی عبارت پڑھ کر اس کا اردو ترجمہ سنانے لگا۔ آپ نے فرمایا "عربی عبارت پڑھو۔ میں سمجھتا ہوں"۔

چنانچہ سب کتابوں میں سے متعلق مضمون اور مسائل سُن لیئے تو حکم دیا۔ "پاک مٹی لاؤ۔" چنانچہ پاک اینٹ لائی گئی۔ جس سے تیمّم کر کے آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد تیمّم ہی سے نمازیں پڑھتے رہے۔

نماز باجماعت

اس بیماری کے ایّام میں بھی آپ نے تمام نمازیں جماعت سے ادا کیں۔ بیماری کے ابتدائی ایام میں بیٹھ کر نماز پڑھتے اور رکوع و سجود ادا فرماتے رہے۔ اس دوران برادرم سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ حضور نے بہر حال آخر تک نماز جماعت کی پابندی کسی وقت بھی ترک نہیں ہونے دی۔

اوراد کی پابندی

عصر کی نماز کے بعد آپ ختم شریف معصومیہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ بیماری میں بالالتزام جاری رہا۔ اس کے بعد عادت مبارک تھی کہ مغرب کی نماز تک قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ دوسرے معمولات کی مانند یہ معمول بھی جاری رہا۔ ایک دن مجھ سے فرمایا کہ "قرآن مجید پڑھتا ہوں تو میری زبان خشک ہو جاتی ہے اس لئے کسی کے ذمہ لگاؤ کہ مجھے روزانہ قرآن مجید سنایا کرے۔" چنانچہ عزیزم سید افضل حسین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا ذمہ لیا۔ اور حضور کی بیماری کے باقی ایام میں وہ روزانہ شام کے بعد حضور کو قرآن مجید سُناتے رہے۔

سَر پر مالش

حضرت قبلہ کو راتیں نیند آنی بند ہو گئی تھی۔ تو حکیم صاحب نے سَر پر مالش کے لئے روغن ہلیلہ تجویز فرمایا جس میں اور بہت سے اجزا شامل تھے۔ تمام چیزوں کا تیل گھر پر ہی نکالا گیا۔ پروفیسر زاہد حسن فریدی صاحب (خلف الحاج پروفیسر عابد حسین صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز) حال پرنسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ تعطیلات کا زمانہ گزارنے کے لئے حاضر خدمت تھے۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خدمت ان کے سپرد کی کہ وہ روزانہ سر میں تیل لگایا کریں۔ دن رات میں کئی بار حکم ہوتا کہ "زاہد کو بلاؤ۔" زاہد صاحب حاضر ہوتے تو فرماتے "اپنا کام شروع کرو۔" زاہد صاحب، از بس عقیدت، شوق اور محبّت کے ساتھ یہ فرض انجام دیتے رہے۔ زاہد صاحب کی غیر حاضری میں کوئی اور شخص

تیل لگانے لگتا تو حضور فرماتے "تمھیں ترکیب نہیں آتی۔ زاہد کو بلاؤ"۔ زاہد آتے تو حضور ارشاد کرتے "اپنا کام شروع کرو"۔ زاہد صاحب سر پر تیل ملنا شروع کرتے تو حضور کو فوراً نیند آنے لگتی تھی۔ تمام بیماری میں زاہد صاحب اپنا یہ فرض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

یارانِ طریقت پر شفقت

جیسا کہ معلوم ہے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ یارانِ طریقت پر بہت زیادہ شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ اور یار بھی اپنے پیر پر دل جان سے نثار ہوتے تھے۔ حضور کی بیماری کے دوران یاران طریقت کئی کئی بار خیریت معلوم کرنے اور عیادت کی سنت ادا کرنے حاضر ہوتے رہے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو کئی کئی دن تک روکے رکھتے اور تواضع فرماتے۔ ان کے لئے اچھی اچھی چیزیں پکواتے۔ اور خود ساتھ بیٹھ کر کھلاتے۔ آخر کے کچھ دنوں کے علاوہ جب کہ آپ کے لئے اُٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو گیا تھا، برابر یہ معمول جاری رہا۔ آخر میں بھی یہ ہوتا کہ کھانے کا وقت آتا تو ارشاد فرماتے پہلے مہمانوں کو کھلاؤ۔ خود لیٹے رہتے اور مسرّت کا اظہار فرماتے۔ مہمانوں کے بعد خود بھی کسٹرڈ کی فرینی یا ہریسہ کے چند لقمے تناول فرماتے۔

اس بیماری کے دوران آپ نے کئی ضعیف و ناتواں یاران طریقت کو خاص پیغام بھیجکر بلوایا اور ان سے مل کر مسرّت و خوشنودی کا اظہار کیا۔ داروغہ اللہ بخش مرحوم قصوری کا لڑکا افتخار حاضر ہوا تو اس سے کہا کہ داروغہ صاحب کو ساتھ لا کر مجھ سے ملاؤ۔ افتخار جا کر ان کو لایا۔ داروغہ صاحب بہت ضعیف تھے۔ افتخار اور دوسرے یاروں نے سہارا دے کر ان کو چھت پر حضور کے پاس پہنچایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت! داروغہ صاحب آگئے ہیں۔ تو حضورؐ نے بلند آواز سے فرمایا۔ "داروغہ صاحب!

رب نے اُجڑے دیس وسائے ساڈے سجناں پھیرے پائے

دو تین دفعہ یہ شعر دہرایا۔ داروغہ صاحب رونے لگے اور قدم بوس ہوئے۔ اور کہا "حضور! چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ حضرت کا حکم پہنچا تو رب تعالیٰ نے طاقت بخشی اور حاضر ہو گیا۔ یہ حضور کی ذرّہ نوازی ہے کہ آپ غلاموں کو یاد فرماتے ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من می دانم"۔

اسی طرح حاجی چوہدری عطا محمد صاحب سیالکوٹی حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا۔
"چوہدری صاحب! اتنی دیر کیوں لگائی؟ اب آپ جتنی دیر کر کے آئے ہیں، اتنی ہی دیر تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔" چوہدری صاحب نے عرض کیا۔ "بندہ حاضر ہے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے!"

ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ کی یہ عادت تھی کہ وہ ہفتہ کی شام کو علی پور شریف حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اتوار قیام کر کے پیر کی صبح کچہری کے وقت سے قبل سیالکوٹ واپس چلے جاتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیماری کے آخری ایام میں ہفتہ کی شام کو کئی بار دریافت فرمایا کہ "ماسٹر صاحب نہیں آئے۔" میں نے عرض کیا "جی اب تک تو نہیں آئے۔" بار بار آپ نے استفسار کیا اور مجھے ہر بار نفی میں جواب دینا پڑا۔ اتوار کو صبح نو بجے مجھے شیشے میں سے ماسٹر صاحب کی پگڑی نظر آئی تو میں نے عرض کیا "ماسٹر صاحب آ گئے ہیں۔" فرمایا۔ "ماسٹر جی!

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار جانبِ در دیکھ لے ہے جب کہ ہوش آجائے ہے

ماسٹر صاحب چیخیں مار مار کر روئے اور حضور کے قدموں میں گر پڑے۔ اور عرض کیا "بندہ خطاوار ہے۔ اور معافی کا خواستگار ہے۔"

مہر محمد دین صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ آخری ایام میں حاضر خدمت ہوئے واپسی کی اجازت طلب کی تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔

ع بھریا اوہدا جانیے جدا توڑ چڑھے

پھر ارشاد کیا۔ مہرا! مبارک ہوو۔ میرا تے تیرا یارانہ رب نے توڑ چاہڑ دتا اے۔

دعا کی فرمائش

حاجی مہر عبد الحق صاحب سیالکوٹی حاضر خدمت ہوئے تو میں نے اُن سے کہا کہ "یہ رقم مجھ سے لے جاؤ اور دو تین ڈبے گلوکوز کے لے آنا۔" اُنھوں نے کہا کہ میں قیمت لانے کے بعد لوں گا۔ میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ "گلوکوز ختم ہو گیا ہے کسی سے لانے کو نہیں کہا؟" میں نے

عرض کیا کہ مہر عبدالحق صاحب سے کہہ دیا ہے۔ دریافت فرمایا "روپے دے دیے ہیں"؟ میں نے جواب دیا "میں نے بہت دفعہ کہا مگر وہ نہیں مانے۔ کہہ گئے ہیں کہ لے آؤں گا تو قیمت لے لوں گا"۔ فرمایا "وہ قیمت نہیں لے گا۔ اپنا آدمی بھیج کر منگوا لیتے"۔ اگلے دن مہر صاحب گلوکوز کے ڈبے لے کر آ گئے۔ میں نے قیمت دینی چاہی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ میں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "اگر وہ قیمت نہیں لیتے تو تم ڈبے مت لو"۔ اس دھمکی پر مہر صاحب نے قیمت لے لی۔ اور جاتے وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور نذر پیش کر گئے۔ مہر صاحب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "عبدالحق میرے لئے دعا کیا کر"۔ مہر صاحب نے رندھی ہوئی بھرائی آواز میں عرض کیا۔ جیسا حکم ہوگا عمل کروں گا۔ مہر صاحب کے جانے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بات جو حضرت قبلۂ عالم نے مہر صاحب سے کہی ہے۔ یہی بات عزیزم سید افضل حسین شاہ سلمہٗ سے کہی تھی۔ اور ان دو کے علاوہ اور کسی سے کبھی یہ بات نہیں کہی۔ مہر صاحب کے اٹھ جانے کے چند منٹ بعد ایک مائی حاضر خدمت ہوئی اور اس نے انگوروں کا ایک لفافہ پیش کیا۔ حضور نے رفیق سے فرمایا کہ یہ انگور مہر عبدالحق کو دے آؤ۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "اختر! عبدالحق بہت بزرگ آدمی ہے"۔ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔

حکیم خادم علی صاحب حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روز یا دوسرے دن حاضر ہوتے رہتے تھے اور دواؤں میں مناسب ردّ و بدل کرتے تھے۔ مگر کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ گو حکیم صاحب دواؤں کی تجویز میں کامل احتیاط برتتے تھے تاکہ کوئی ایسی شے تجویز نہ کریں جس کا استعمال شرع کی رو سے مشتبہ ہو۔ مگر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوا استعمال فرمانے سے قبل اس کے اجزا دریافت فرمایا کرتے۔ میں نے اسی ضرورت سے طب کی کتابیں لا رکھی تھیں۔ ان میں دیکھ کر اجزا کی تفصیل سے آگاہ کر دیا کرتا تھا۔ اس بیماری میں آپ ہر دوا میرے ہاتھ سے اور کامل تشفی کر لینے کے بعد استعمال فرماتے تھے۔

قوّت کے لئے ٹیکہ ضعف و نقاہت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ آخر میں نے

ایک دن عرض کیا کہ حضور! کمزوری دُور کرنے کے لئے ٹیکہ لگوانا چاہیئے۔ آپ نے حسبِ دستور انکار فرمایا۔ مَیں برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر میری پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر میرے شدید اصرار کے بعد آپ ٹیکہ لگوانے پر راضی ہو گئے۔ اور فرمایا "اچھا جیسی تیری مرضی"۔ سید سردار علی شاہ صاحب ہماری برادری کے ہیں۔ مَیں نے ان سے مشورہ کیا۔ اور ایسے ٹیکے منگوائے گئے جو اعضائے رئیسہ خصوصاً دِل اور جگر کو قوّت پہنچائیں۔ سیّد سردار علی شاہ صاحب نے بازو پر اسپرٹ لگا کر ٹیکہ لگایا اور بعد میں پھر اسپرٹ ملنے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا "پیر جی کیا مل رہے ہو۔ ٹیکہ لگاؤ"۔ مَیں نے عرض کیا "ٹیکہ تو لگ چکا"۔ ارشاد کیا "مجھے تو پتہ بھی نہیں چلا۔ مَیں تو خیال کرتا تھا کہ بہت درد اور تکلیف ہو گی۔ بھائی سردار شاہ صاحب بہت بڑے ڈاکٹر ہیں"۔ اس کے بعد جو بھی ڈاکٹر دیکھنے کے لئے حاضر ہوتا، آپ فرماتے "ہمارا ڈاکٹر بہت بڑا ڈاکٹر ہے۔ وہ ٹیکہ لگاتا ہے تو پتہ بھی نہیں چلتا"۔ مگر اس ٹیکہ کے علاوہ آپ نے کوئی انگریزی دوا استعمال کرنی گوارا نہیں کی۔

بیماری میں روزمرّہ معمولات

بیماری کو تین ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ کمزوری حد سے زیادہ تھی۔ ایسی کہ حضرت کو آخر میں بات تک کرنی مشکل ہو گئی تھی۔ مگر آپ کے معمولات میں ذرا برابر بھی فرق نہ آیا۔ اور نہ اس عرصہ میں کبھی چند لمحات کے لئے بھی بیہوشی طاری ہونے پائی۔ تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے رہے۔ قرآن مجید کی منزل سُننا۔ مسواک کرنا۔ مہمانوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا۔ عصر کے بعد ختم معصومیہ پڑھنا۔ عشا کی نماز کے بعد اپنے پیر کے بتائے ہوئے وظائف پورے کرنا۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا۔ جو شخص داخل سلسلہ ہونا چاہے اُسے داخل کرنا۔ جو لوگ دوسرے اغراض کے لئے عرض لے کر آتے ان کی دستگیری کرنا۔ غرض تمام مشاغل و معمولات آخر تک جوں کے توں جاری رہے۔

حضور کا معمول تھا کہ کبھی ننگے سر کھانا نہیں کھایا۔ بیماری کے آخری دِن مَیں نے کسٹرڈ کی کھیر پیش کی۔ آپ نے ہاتھ دھو کر فیرینی کی پلیٹ میں ہاتھ رکھ لیا مگر کھائی نہیں۔ کچھ دیر بعد مَیں نے عرض کیا کہ چند لقمے تو کھا لیجئے۔ فرمایا "میرا سر تو ننگا ہے"۔ اُس پر کچھ

دکھو تو کھاؤں ۔" میں نے سر پر رومال رکھ دیا تو حضرت نے دو تین لقمے تناول فرمائے۔

ڈاکٹر سلیم محمود صاحب خلف جناب ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک اسسٹنٹ ڈاکٹر کو علاج کے لیے بھیجا۔ اس نے اچھی طرح معاینہ کر کے تشخیص کی اور نسخہ لکھا۔ مگر حضور نے انگریزی دواؤں کے استعمال سے انکار فرما دیا۔ برادرم عزیزم سید حیدر حسین شاہ صاحب لاہور سے ایک بہت لایق و فایق ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو ساتھ لائے۔ اس نے ابتدا سے تمام حالات معلوم کئے۔ حضرت کی عمر، حضرت کے والدین رحمۃ اللہ علیہما کی عمر وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد اس نے دوا تجویز کی۔ جو چند روز استعمال کی گئی۔ مگر کوئی افاقہ نظر نہ آیا۔

ان ہومیو پیتھک ڈاکٹر کی موجودگی میں ایک مہاجر عورت آئی۔ آپ نے نام دریافت کیا۔ اس نے اپنا نام بتایا۔ حضرت نے فرمایا "جب سے تُو پاکستان آئی ہے، آج آ کر ملی ہے۔ اتنی مدت کہاں رہی" اس نے عرض کیا "میں عرس شریف پر بھی حاضر ہوئی تھی" ارشاد ہوا "مگر مجھے تو نہیں ملی" اس نے عرض کیا "بھیڑ بہت زیادہ تھی۔ مخلوق کے ہجوم کی وجہ سے میں حضور سے ملاقات نہ کر سکی" ارشاد فرمایا "تیری بہن تو بہت دفعہ آتی رہتی ہے۔ مگر تو کبھی نہیں آئی" پھر آپ نے اس سے اس کے بچے کا حال پوچھا۔ اب وہ کس جماعت میں پڑھتا ہے۔ اس کے خاوند کے کاروبار کو دریافت کیا۔ بسر اوقات کی تفصیل معلوم کی۔ غرض ساری نجی باتیں معلوم فرماتے رہے۔ وہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر یہ سب دیکھ سُن کے بے حد حیران ہوا۔ اور مجھ سے کہنے لگا "بارگاہِ رب العزت میں ہر شخص سے اس کی ڈیوٹی کی بابت سوال کیا جائے گا۔ حضرت قبلہ کی ڈیوٹی یہ ہے۔ اب دیکھئے اس عورت کا نام سنتے ہی آپ نے اس کو پہچان لیا۔ اور اس سے تمام احوال پر گفتگو فرمائی۔ اس کمزوری اور نقاہت پر بھی حضور کا عمل یہ ہے۔ یہ دوسرے کے بس کی بات نہیں"

بڑے صاحبزادے صاحب سے بیعت کا حکم

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر اور سجادہ نشین اوّل) سفر پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور حضور کے وصال مبارک سے چند روز پہلے علی پور سیداں واپس آئے تھے۔ وصال سے ایک روز قبل ایک مائی سلسلۂ عالیہ میں داخل

ہونے کے لئے آئی۔ اَب تک جتنے لوگ داخل سلسلہ ہونے کے لئے آئے، ان کو حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی ضعف اور بیماری کے باوجود خود توبہ کرائی اور سلسلہ میں داخل کیا۔ مگر اس مائی سے فرمایا کہ "بڑے صاحبزادے کے پاس مسجد میں جاکے داخل ہو جاؤ"۔ اس مائی نے باربار اصرار کیا کہ میں تو حضور ہی سے داخل ہوں گی۔ مجبور ہو کر حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "جاکے دیکھو، وہ مجھ سے بھی بہتر ہے"۔ پھر حاجی سید احمد صاحب کو حکم دیا کہ اس کو بڑے صاحبزادہ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ اسے توبہ کرائیں اور سبق بتائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مائی رخصتی کی اجازت کے لئے پھر آئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ "مائی دیکھ آئی ہے"۔ اس نے عرض کیا "جی ہاں حضور"۔ آپ نے فرمایا "میری سو سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے۔ میں نے کبھی غلط بیانی نہیں کی"۔

خدمتِ خلق بہترین عبادت ہے

اِسی بیماری کے دوران ایک دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ "ہمارے لئے جو مناسب حکم ہو صادر فرمایا جائے۔ تاکہ ہم ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہیں"۔ ارشاد فرمایا۔ "میرا یہ ایمان رہا ہے کہ خلقِ خدا کی خدمت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ تمھارا بھی اگر اسی پر عمل رہا تو پھر تمھیں دنیا و آخرت میں کوئی پروا نہیں رہے گی"۔

سچ ہے۔ ع خدمت از رسم و رہِ پیغمبری ست

بیماری کے آخری ایام میں حاجی ماسٹر اللہ بخش صاحب جنجوعہ سے حضرت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ آپ صُبح سے کہاں تھے۔ اُنھوں نے عرض کیا۔ کہ میں تینوں صاحبزادہ صاحبان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ تو ہر ایک نے مجھے چائے پلائی۔ کیک۔ پراٹھے اور انڈے کھلائے۔ ہر طرح سے خاطرداری فرمائی۔ حضرت نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ رب تعالےٰ نے میری آرزو پوری فرمائی۔ کہ میری اولاد کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔

ایک روز دوپہر کے وقت میں ساتھ والے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ حضرت نے عبدالعزیز کو آواز دی۔ میں نے جواب میں عرض کیا میں حاضر ہوں۔ فرمایا "میں جب بھی عبدالعزیز کو بلاتا ہوں وہ یہاں نہیں ہوتا۔ کہاں جاتا ہے"۔ رفیق نے عرض کیا "وہ تو یہیں تھا۔ ابھی گیا ہے"۔ ارشاد

فرمایا۔" وہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اختر کو دین و دنیا میں خوش رکھے۔ میں جب بھی آواز دیتا ہوں یہ غیر حاضر نہیں ہوتا۔"

آخری نماز باجماعت

آخری دن مہمانوں کو حسب الحکم کھانا کھلایا گیا تو میرے اصرار پر دو تین لقمے فرینی کے نوش جان کئے اور صابن سے ہاتھ دھوئے۔ مولوی محمد عالم صاحب اور حکیم صاحب اس خدمت کی انجام دہی میں میرے ساتھ تھے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا " انور حسین کو کہو کہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ جلد پڑھا دے۔ مجھے آج سردی محسوس ہو رہی ہے۔ پھر مجھے نیچے لے چلو"، چنانچہ سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو تازہ کر کے جلد ہی عشاء کی جماعت کرا دی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور نے مجھ سے فرمایا " میں سنتیں اور وتر پڑھ لوں تو مجھے نیچے لے چلو"، حضور کا معمول یہ تھا کہ آپ وتر نماز تہجد کے بعد ادا فرماتے تھے۔ آج آپ نے اسی وقت وتر ادا کئے تو ہم سب کے کلیجے دھک سے رہ گئے۔ اور شدید اضطراب اور تردد ہوا۔ بہر حال نماز ختم کر لینے کے بعد ہم یعنی راقم، صاحبزادہ سید احمد حسین صاحب اور حاجی عبد العزیز صاحب حضور کو اٹھا کر نیچے لے آئے۔

آخری لمحات

ذرا دیر بعد ایک آدمی نیچے سے دوڑا ہوا اوپر آیا۔ اور کہا کہ "جلد نیچے چلو۔ حضور کو کچھ غنودگی سی ہو گئی ہے"۔ میں نیچے آیا اور حضور کے تلوے کپڑے سے سہلانے لگا۔ آپ نے فرمایا " اختر میری تسبیح دو"۔ میں نے تسبیح آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ نے معمول کے مطابق اپنے اوراد و وظائف پورے کئے۔ اور تسبیح مجھے واپس کر دی۔ پھر دریافت کیا " ساتھ والے کمرے میں کون ہے"۔ میں نے عرض کیا "گھر کی مائیاں ہیں"۔ فرمایا " ان کو کہو۔ اب مجھے آرام ہے۔ کوئی فکر نہ کریں اور گھر کو جائیں"۔ بس اتنا فرمانا تھا کہ آواز رک گئی۔ اور سانس آنا بند ہو گیا۔ کیونکہ یہ بات بھی میں نے منہ کے ساتھ کان لگا کر سنی تھی۔ عربی کے خط والا واقعہ ابتدا میں بیان ہو چکا ہے۔ رمز شناس اسی وقت سے بیحد مضطرب اور ملول تھے کہ آخرکار ۲۶۔۲۷ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۳۰۔۳۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی شب گیارہ بجے آپ نے اس دارِ فانی سے سفر فرما کے بقائے دوام حاصل کیا۔ اور لاکھوں ارادت مندوں اور عقیدت کیشوں کو اپنی ظاہری جدائی سے ملول و مغموم چھوڑ کر

باقی باللہ ہونا پسند فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ہ

می رود از فراق شہ ، خون دل از دو دیدہ ام
دجلہ بدجلہ یم بہ یم ، چشمہ بہ چشمہ جو بجو

وصال مبارک کی اطلاع

اسی وقت سائیکل سواروں کو سیالکوٹ بھیجا گیا۔ تاکہ اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع اطراف و اکناف میں پہنچائی جائے۔ ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب، عطا محمد صاحب، چودھری فضل دین صاحب اور ان کے اہلِ خاندان نے پورے انہماک سے یہ خدمت انجام دی۔ چنانچہ دوسرے دن تمام اخبارات میں یہ اطلاع شایع ہو گئی۔ ریڈیو پاکستان کی صبح کی خبروں میں بھی یہ سانحہ نشر کیا گیا۔ اس طرح اگلے دن (جمعہ) ہی پاکستان اور بیرونِ مُلک ہر جگہ سب کو اس حادثۂ فاجعہ کا علم ہو گیا۔

آخر شب ہی سے عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کا دن نکلا تو آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ اور آخری دیدار اور شرکتِ جنازہ کے لئے دُور دُور سے لوگ آنے لگے۔ روضہ مبارک کی جگہ کے انتخاب کے لئے حضرت قبلہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ، بندہ، ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب اور کچھ اور یارانِ طریقت مسجد نُور کے جنوب میں باغ کی طرف گئے۔ اور موجودہ جگہ باتّفاق رائے پسند کر لی گئی۔

تجہیز و تکفین

نصف النہار سے قبل نیچے کے کمرے میں غسل دیا گیا۔ صاحبزادہ حاجی سید اولاد حسین شاہ صاحب، حاجی مولوی محمد عالم صاحب، حاجی کرم الٰہی صاحب، غلام جیلانی صاحب کلیم حیدر آبادی، چوہدری سید احمد صاحب اور حاجی عبدالعزیز صاحب نے یہ خدمت احکامِ سُنّت کی کامل پابندی کے ساتھ انجام دی۔ غسل کے بعد آخری لباس (کفن) احکامِ شریعت کے مطابق زیبِ تن کیا گیا۔ مولانا الحاج محمد امام الدین صاحب اور ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب نے معطر دستار سر پر پہنائی۔

آخری دیدار

بعد ازاں جنازہ بڑی حویلی کے صحن میں رکھ دیا گیا تاکہ مشتاقانِ زیارت، جو ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو چکے تھے، دیدار سے مشرف ہو سکیں۔

بعد نماز جمعہ تقریباً ڈھائی بجے بڑی حویلی سے جنازہ زنانہ حویلی میں پہنچایا گیا۔ تاکہ خاندان کی مستورات

اور دوسری خواتین زیارت کر سکیں۔ یہاں سے جنازہ مسجد نور میں لایا گیا۔ چونکہ مجمع برابر بڑھتا جارہا تھا اس لئے تھوڑی دیر کے لئے جنازہ مسجد میں روکنا ضروری ہو گیا۔

نماز اور تدفین

جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس مضبوطی سے باندھ دیے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی کندھا دے سکیں۔ ہجوم کی زیادتی کے باعث جنازے کو گاؤں سے کافی دُور لے جاکر کھلے میدان میں رکھا گیا تاکہ سب نمازِ جنازہ ادا کر سکیں۔ مَیں جنازہ کے پاس کھڑا تھا۔ جس طرف نظر اُٹھاتی مجمع کی آخری حد تک نہ پہنچتی۔ صفیں قائم کرنے اور سیدھی کرنے میں بہت دیر لگی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ چورہ شریف تشریف لے آئے تھے۔ حضرت سراج الملت رح کی درخواست پر اُنھوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نمازیوں کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا بس لوگوں کا جمِ غفیر تھا جو دُور دُور تک پھیلا ہُوا تھا۔ نماز جنازہ اور دُعا کے بعد معتقدین کاندھا دے کر جنازہ کو اس جگہ لائے جو روضہ شریف کے لئے انتخاب کی جاچکی تھی۔ یہاں پھر ہزاروں عقیدت مندوں نے رُوئے انور کی زیارت کی۔ جسد مبارک صندوق میں رکھ کر لحد میں اتارا گیا۔ مگر صندوق کو بند نہیں کیا۔ اس لئے کہ عقیدت مند جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ چنانچہ زیارت کا یہ سلسلہ دوسرے دن تک جاری رہا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

فاتحہ خوانی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلفِ اکبر) نماز جنازہ اور تدفین سے فارغ ہو کر اپنے سابقہ کمرے میں تشریف لے گئے۔ عمویان مکرم و محترم حضرت صاحبزادہ سیّد خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے مجھے پاس بلا کر کہا کہ حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب کو لاکر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کی جگہ بٹھاؤ۔ تاکہ آنے جانے والے ان سے مل کر فاتحہ خوانی کر سکیں۔ مَیں ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب سیالکوٹی خلیفۂ مجاز اور بھائی عنایت علی صاحب لاہوری کو لے کر حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور ہم نے عرض کیا کہ آپ بڑی حویلی تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا "میرے دو بھائی اور بھی ہیں"۔ مَیں نے عرض کیا "ہم ان کی ہدایت پر ہی حاضر

خدمت ہوئے ہیں"۔ اس پر آپ ہمارے ساتھ بڑی حویلی میں تشریف لائے۔ مگر "باب رحمت" کے بجائے مشرقی کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ ہم سب نے بہت اصرار سے بار بار عرض کیا۔ مگر آپ چہلم شریف تک وہیں بیٹھے رہے۔ تعزیت کے لئے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ وہیں آپ کے پاس آتے رہتے تھے۔ ہم سب مہمانوں کی تواضع، قیام اور خاطر مدارات کے اہتمام میں مصروف خدمت ہوتے تھے۔

حضرت سجادہ نشین گولڑہ شریف مدظلہ بھی چند روز کے بعد فاتحہ خوانی کے لئے علی پور شریف آئے۔ حضرت والد صاحب قبلہ (سجادہ نشین اوّل) کے پاس فاتحہ خوانی کے بعد انھوں نے فرمایا "میں نے آج محسوس کیا ہے کہ میرے والد صاحب اب فوت ہوئے ہیں"۔ ہم لوگ ان کی تواضع و مدارات میں مصروف رہے۔ کھانا کھانے کے بعد انھوں نے افتخار احمد نعت خواں سے دریافت فرمایا کہ "ہمیں جو کھانا کھلا رہے تھے یہ کون لوگ تھے"؟ انھوں نے جواب دیا کہ "حضرت امیر ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے اور پوتے تھے"۔ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا "بہت خوب۔ ہم کو صاحبزادگان نے خود کھڑے ہو کر کھانا کھلایا ہے"۔ افتخار احمد نے عرض کیا "حضور! یہ حضرات مہمانوں اور بزرگوں کی خدمت کرنے میں عزّت محسوس کرتے ہیں"۔

قل شریف

تیسرے دن قل شریف میں بے شمار خلقت اور یاران طریقت شامل تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے سیالکوٹ سے پانچ بوری بھنے ہوئے چنے منگوائے تھے۔ جن پر کئی لاکھ مرتبہ قل شریف اور کئی لاکھ مرتبہ کلمہ شریف پڑھا گیا تھا۔ دس۱۰ بجے کے قریب ختم شریف اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ مخلوق اتنی زیادہ تھی اور قل شریف کا تبرک لینے کا سب کو شدت سے اشتیاق تھا۔ کئی گھنٹے تقسیم جاری رہی۔ مقدار بڑھانے کے لئے چنوں کے ساتھ کھیلیں شامل کر دی گئی تھیں۔ مگر پھر بھی ہر شخص کو بہت تھوڑے سے تبرّک پر قانع ہونا پڑا۔ ایک ایک کے حصّے میں مٹھی بھر تبرّک بھی نہ آیا۔

ہندوستان کے یارانِ طریقت ویزا کی دشواریوں کے باعث حاضر نہیں ہو سکے تھے تو انھوں نے وہیں اپنے اپنے شہروں میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کر لی تھی۔ بعض لوگوں

نے جیلوں میں بھی نماز جنازہ پڑھی۔ بعض اسلامی ملکوں میں بھی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اسی طرح اکثر مقامات پر فاتحہ اور قل شریف کی رسم بھی حسب توفیق ادا کی گئی۔ اور لنگر تقسیم کئے گئے۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کے طلبہ چالیس دن تک شبانہ روز مزار مبارک پر ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرتے رہے۔ باہر سے آنے والے یارانِ طریقت اور عقیدت مند بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر حسب توفیق تلاوت میں شامل ہوتے رہے۔

ایصالِ ثواب اور چہلم

ہر جمعرات کو ختم شریف کے بعد ایصالِ ثواب کیا جاتا رہا۔ روزانہ دیگیں پکتی اور ضرورت مندوں میں تقسیم ہوتی رہیں۔ چہلم کے موقع پر ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں ہزاروں معتقدین و متوسلین جمع ہوئے۔ علمائے کرام کے وعظ ہوئے۔ یہاں جو قرآن مجید، کلمہ شریف اور قل شریف پہلے پڑھے گئے تھے، نیز جو چہلم پر پڑھے گئے، بہت سے لوگ اپنے گھروں سے پڑھ کر ساتھ لائے تھے، ان سب کو جمع کیا گیا تو تعداد ہزاروں تک پہنچی۔ اور ایصالِ ثواب میں شامل کی گئی۔ چہلم پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے معمول کے مطابق طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار کرائے گئے۔ اور ہزاروں کے اجتماع میں کھلائے گئے۔ جب سے ہر سال ۳۰، ۳۱ اگست کی درمیانی رات حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ فاتحہ ہوتا ہے۔

سجادہ نشینی

چہلم پر صاحبزادگان چورہ شریف بھی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے حضرت والد صاحب قبلہ (سجادہ نشین اوّل اور خلفِ اکبر) کی دستار بندی کی۔ اس کے بعد انھوں نے منجھلے صاحبزادے حضرت سیّد خادم حسین شاہ صاحب کی طرف توجہ فرمائی۔ حضرت عموی صاحب فوراً اٹھ کے کھڑے ہو گئے اور اہل جلسہ کو خطاب کر کے فرمایا "ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوا کرتے۔ ہم پہلے بھی ان کا ہی کھاتے رہے۔ اور آئندہ بھی انھی سے لے کر کھاتے رہیں گے"۔ آپ یہ فرما کر بیٹھ گئے۔ تو وہ چھوٹے صاحبزادے حضرت عموی قبلہ سیّد نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی (سجادہ نشین ثانی) کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "جن کا باپ فوت ہوا ہے ان کی آپ نے دستار بندی کر دی۔ میرا باپ ابھی زندہ ہے۔ میں اپنے بڑے بھائی صاحب

قبلہ کو ہمیشہ اپنا باپ ہی سمجھتا رہا ہوں۔" یہ فرما کر وہ بھی بیٹھ گئے۔ اور بڑے صاحبزادہ صاحب حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اوّل قرار پا گئے۔

حضرت بخشی مصطفٰے علی خان صاحب مدظلہ، مہاجر مدنی خلیفہ مجاز نے اپنے مکتوب تعزیت میں تحریر فرمایا ہے۔ (پورا خط پیغاماتِ تعزیت میں مطالعہ کیجیے۔ یہاں صرف اقتباس درج ہے)

سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گزشت

"قفسِ عنصری سے رُوحِ اقدس نے جانب اعلیٰ علیین پرواز کی، جس کا وقت جمعہ ۳۱ر اگست گزشتہ ہے۔ اس جمعہ کو صبح بوقت اشراق جب کہ یہ بندہ مدینہ منوّرہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری کے مکان میں حاضر تھا۔ حضرت مولوی صاحب قبلہ نے بوقت اشراق حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے دولت کدے میں تشریف لاتے ہی بندے سے فرمایا۔ "بخشی صاحب! مَیں ابھی ابھی حرم شریف سے سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں سلام عرض کر کے آرہا ہوں۔ مَیں نے وہاں سلام عرض کرتے ہوئے اپنے سامنے اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم کو دیکھا۔ پُشت اقدس میری جانب تھی۔ سر پر مخصوص عمامہ، سر ادب سے جھکا ہوا، اور آپ دست بستہ مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض کر رہے ہیں۔ دیکھئے! اعلیٰ حضرت تو علی پور شریف میں رونق بخش ہیں۔ مگر آپ کی رُوحِ اقدس مدینہ طیّبہ کی سیر فرما رہی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ آپ کا کیا ہی بلند درجہ ہے۔ آپ اس عمر میں اس دنیا میں مامور من اللہ ہیں۔"

"آہ! اس وقت نہ حضرت مولوی صاحب قبلہ کو علم تھا نہ کسی اور کو۔ کہ اسی شب قفسِ عنصری سے نکل کر رُوحِ مبارک جانب جنّت الفردوس مدینہ منوّرہ کے راستے سے روانہ ہو رہی ہے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف فرما ہوتے تو مدینہ منوّرہ ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ احرام مدینہ شریف میں باندھ کر دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے باہزاراں ادب سلام عرض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اجازت سے مکّہ شریف روانہ ہوتے۔ اب جب جنّت الفردوس میں طلبی ہوئی تو اب بھی دربار پُر انوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہو کر سلام مؤدبانہ پیش فرما کر۔ اجازت سے حضور پُر نور شافع یوم النشور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی۔ آپ جنّت سدھارے ہیں۔"

ع "دو سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گزشت"

دو بشارتیں

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کے وصال فرمانے کے بعد اکثر یارانِ طریقت کو خواب میں حضور کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔ ایسے واقعات تمام و کمال بیان کرنے کا ارادہ کیا جائے تو کتاب بن جائے یا بکل ابتدائی ایام کے دو واقعات مثال کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

حاجی محمد لوٹا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۷ء سے حج و زیارت کے تقریبًا ہر موقع پر ہر سفر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص کی حیثیت سے ہم رکاب ہوتے تھے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کے وصال مبارک کے تیسرے دن دو شنبہ ۳ ستمبر کی رات کو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ "حضرت قبلۂ عالم کے لئے بغیر پہیّوں کی ایک نورانی گاڑی آئی ہے۔ لانے والے بھی نورانی بندے ہیں۔ مگر ان خدّام نے مجھے روک دیا۔ اور کہا کہ "تمھیں ابھی نہیں لے جانا"۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس گاڑی کو اُڑا کر آسمانوں پر لے گئے"۔

میاں فیروزدین صاحب سیالکوٹی چہارشنبہ ۵ ستمبر کی صبح تہجّد کے بعد درُود شریف پڑھ رہے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی۔ کہتے ہیں "مَیں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے جس میں ایک عالی شان محل بنا ہوُا ہے۔ اس محل میں لعل وجواہر کے ایک جڑاؤ تخت پر نورانی تاج سر پر پہنے ہوئے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہیں۔ اور خدّام دست بستہ حاضر خدمت ہیں۔ حضور نے ان خدّام سے فرمایا "خاموش کیوں کھڑے ہو۔ بلند آواز سے درود شریف پڑھو"۔ چنانچہ انھوں نے زور زور سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ مَیں بھی درُود شریف پڑھنے میں ان کے ساتھ شامل رہا۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان کی آواز میرے کانوں میں آئی اور آنکھ کھُل گئی"۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

پیغاماتِ تعزیت

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر شایع ہوئی تو پورے برصغیر میں صف ماتم بچھ گئی۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماء اور زعما نے تعزیت کی۔ اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ لکھے۔ دینی اور اسلامی اداروں نے قراردادیں منظور کیں۔ جابجا جلسے ہوئے، جن میں حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور خدمات پر تقریریں کی گئیں۔ مختلف شہروں میں ایصالِ ثواب کے اجتماعات ہوئے۔ ہزاروں قرآن مجید ختم ہوئے۔ ہزاروں ہی ختم شریف پڑھے گئے۔ جگہ جگہ ہزاروں بندگانِ خدا میں کھانے تقسیم کیے گئے۔ ان گنت خطوط تعزیت موصول ہوئے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مداح اور ارادت مند لاکھوں کی تعداد میں تھے، اس لیے ہر شہر اور ہر گاؤں میں سبھی نے اپنے اپنے طور پر اظہارِ عقیدت اور ایصال ثواب کے طریقے اختیار کیے۔ یہ سب تفصیلات اخبارات و رسائل میں شایع ہوتی رہیں۔ یہاں ان سب کا استقصا کیا جائے تو طول لاطائل ہوگا۔ اس لیے چند خطوط تعزیت نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت الحاج مولانا غلام محمد صاحب ترنّم رحمۃ اللہ علیہ

خطیب جامع مسجد سول سیکرٹیریٹ لاہور

• مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ • اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن •

• (ترجمہ) عالمِ دین کی موت تمام جہان کی موت ہوتی ہے۔ (تحقیق ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمکو اسی کیطرف پھرنا ہے)

واجب الاحترام عالی جناب فیض مستطاب حضرت قبلہ شاہ صاحب، ادام اللہ برکاتکم العالیہ،

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

حضرت قبلہ امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال نے عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچایا ہے۔ آج آسمان بھی یقیناً رو رہا ہے۔ اس لاثانی شخصیت نے کون سی اسلامی اور ملی تحریک تھی کہ اس کو چار چاند نہ لگا دیے ہوں۔ شدھی کے خلاف بے مثال جہاد، ہندو کی شاطرانہ چالوں

سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ خلافت کی تحریک میں بہت بڑی قربانیاں کیں۔ مسلم لیگ میں رُوح ڈالی۔ خالص حنفیت کی عدیم النظیر خدمات انجام دیں۔ محبت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ لاکھوں انسانوں میں پیدا کیا۔ رات دن عبادات، نعت کے اشغال، صبح وشام اوراد، صرف خود ہی نہیں ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسلمانوں کے جمّ غفیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہ گزارا ہو۔

صد ہا مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی، پیرانِ عظام کی خدمت، (خدا کے ہمسایے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس کے گدا) مکّی مدنی لوگوں کے ساتھ بیسیوں برس نیک سلوک، دشمنوں کے ساتھ احسان، گناہگاروں کی غلطیوں پر قلمِ عفو، موعظت کے دریا بہائے۔ پند و نصائح کی مجالس میں ساری عمر بسر فرمائی۔ سنّتِ نبوی پر عمل اور جود و سخا میں اپنی مثال آپ۔ لاکھوں کی راہنمائی، گمراہوں کی دستگیری۔ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط (ترجمہ۔ کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔) پر چل کر دکھا دیا۔ خالص عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے غمخوار اور عقیدت مندوں کے دلدار۔ غرض یہ روشن زندگی لکھوں تو ہزار صفحہ کی کتاب بلا مبالغہ لکھ ڈالوں۔ ہر عنوان اپنے اندر واقعات و سیر کی دُنیا رکھتا ہے۔

باقیات الصالحات میں ادارے ہی نہیں، مساجد و معابد ہی نہیں، بلکہ نیک، متقی، اور صالح اولاد چھوڑی جس کی آج نظیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صدقے میں ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ اور اس نیک اولاد کا سایہ تا قیام قیامت مِلّت اسلامیہ پر قائم رکھے۔ رسمی طور پر کئی باتیں لکھتا، دانستہ نہیں لکھیں۔ کہ رواج سے دلبستگی نہیں۔ سب کی خدمت میں مؤدبانہ سلام قبول ہو۔ والسلام بالوف الاحترام۔

ادنیٰ خادم
غلام محمد ترنم
خطیب جامع سول سیکرٹریٹ لاہور

عالیجناب مولانا الحاج پیر سید فضل شاہ صاحب قبلہ
سجادہ نشین جلال پور شریف

مکرمی و محترمی زاد افضالکم ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کل ریڈیو کے ذریعے معلوم کر کے کہ حضرت مولانا حافظ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب

نوراللہ مرقدہٗ کا انتقال ہوگیا ہے، بے حد رنج و ملال لاحق ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
حضرت مرحوم اسلاف کرام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان کا روحانی علوّ مرتبت، ان کا بلند ترین علمی پایہ، اور سب سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت و شیفتگی، اور اس پیرانہ سالی کے باوجود جوان ہمتی اور عزم صمیم ایسے مسلمہ اُمور تھے۔ جن کی وجہ سے ان کو اپنے زمانے کے اکابر رجال پر امتیاز و فوقیت حاصل ہے۔ ان کی رحلت کا واقعہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ لہٰذا مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کے مطابق ایک سانحہ جانکاہ اور حادثہ قومی سے تعبیر کیا جائے گا۔ فطرت کے باغ میں ایسے رنگین دیدہ زیب دلفریب پھول کبھی کبھی پیدا ہُوا کرتے ہیں۔ صنّاعِ ازل کی کاریگری اپنے شاہکار روز روز پیش نہیں کرتی، بلکہ صدیوں اور قرنوں کے بعد ایسی مقدس شخصیتیں اور متبرک وجود کتم عدم سے عالمِ شہود میں آیا کرتے ہیں۔ جن کے دم قدم سے دنیا کی رونق بڑھ جاتی ہے۔ اور خطۂ ارض کے ساکنین کے لئے ایک نمونہ اور مثال پیش کرتے ہیں۔ جس پر چل کر انسان انسانیت اور آدمی آدمیت کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔
گو ان نفوسِ قدسیہ کے ظاہری طور سے رُوپوش ہونے کو نصِّ قطعی کے مطابق موت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اور روحانی تصرفات اور باطنی فیوض ابدالآباد تک قایم و دایم رہتے ہیں۔ بایں ہمہ ان کے جمال جہاں آرا سے محرومی عاشق مزاج طبقہ کے لئے سوہانِ رُوح بن جاتی ہے۔ اور ان کی اس فرقت سے متاثر و متألم ہوکر زیادہ جزع فزع کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ اس فقیر کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کے بڑے قریبی تعلقات تھے۔ قلبی مراسم، ان کی بزرگانہ شفقتیں اور مخلصانہ عنایتیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ اور ان کی یاد صفحۂ دل سے کبھی محو نہیں ہوسکتی۔ کل اس خبر نے دل و دماغ کو کچھ دیر کے لئے ماؤف و معطل کردیا۔ مگر آج کی رات کو مَیں نے کیا دیکھا کہ شاہ صاحب کی شادی ہو رہی ہے۔ اور وہ دُولہا بنے ہُوئے ہیں۔ سر پر سہرا بندھا ہے۔ براتیوں میں بے شمار اولیاء اللہ، علمائے کرام، صلحائے عظام شامل ہیں۔ گولے چل رہے ہیں۔ باجے بج رہے ہیں۔ یہ فقیر بھی براتیوں میں شامل ہے۔ اور شاہ صاحب گھوڑے پر سوار ہیں۔
اس بشارتِ عظمیٰ سے طبیعت کو کچھ قرار اور سکون حاصل ہُوا۔ اس خواب کی تعبیر

کسی تفصیل کی محتاج نہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی برات جنّت کو جا رہی ہے۔ اُنھیں وہی دلی مسرتیں نصیب ہیں جو کہ روایتی دُولہا کو ہُوا کرتی ہیں۔ برات سیدھی جنّت میں جائے گی۔ اور وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ (کتنے منہ اُس دن روشن ہونگے ہنستے خوشیاں مناتے) کے مطابق وہ ہنسی خوشی کے ساتھ اور اطمینانِ دلی لیے ہوئے، یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۚ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آ) اپنے رب کی طرف رجوع کریں گے۔ اور رضائے فریقین کی نعمت سے مشرف ہو کر اور اس کی عبودیت کے مدارج طے کرتے ہوئے، اس جنّت میں داخل ہو جائیں گے جو کہ انھیں عمر بھر مطلوب تھی۔ یعنی اعتباری غیریت کو کھو کر ذاتِ صمدیت میں فنا ہو جانا۔ اور اس حد تک تقرّب حاصل کرنا جہاں دُوئی کا نشان بھی باقی نہ رہے۔

اب رسمی طور پر یہ فقیر اظہارِ تعزیت کرتا ہے، اور ایک بخشی ہوئی روح کی ترقی مدارج کی دُعا۔ اور اللہ کریم سے یہ التجا کہ وہ آپ اور آپ کے سارے خاندان کو حضرت مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق رفیق کریں۔ اور ان کے فیوض و برکات ہمیشہ آپ سب کے شاملِ حال رہیں۔

براہِ نوازش اپنے برادرانِ محترم اور تمام اہلِ بیت کو اس فقیر کی طرف سے پیغامِ ہمدردی پہنچا دیں۔ یہ فقیر انشاء اللہ عیدالاضحیٰ سے پہلے واپس گھر پہنچ جائے گا۔ یہاں بغرضِ علاج آیا ہُوا تھا۔

عالیجناب پیر سیّد نذر محی الدین شاہ صاحب قبلہ

سجادہ نشین بٹالوی

کوٹھی نمبر ۱۳ جیل روڈ۔ لاہور

کریم الشیم اخ المحترم حفظکم اللہ وعفاکم۔ السّلام علیکم!

حضرت شاہ صاحب رضوان اللہ علیہ کے ارتحال کی خبر موجب قلق ہوئی۔ یہ غفران پناہ روحانی عالم میں وہ نام پیدا کر گئے ہیں، جو کہ اسلامی دُنیا میں محبت اور عزت کے ساتھ یاد رہے گا۔

آں ممدوح کے باقیات صالحات کی تصویر سے مشائخ عظام اور علمائے کرام کی تاریخ کے اوراق ہمیشہ مزیّن رہیں گے۔

سالہا گوش جہاں زمزمہ زا خواہد بود　　زیں نوا ہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ است

حضرت شاہ صاحب نے اہل سنّت و الجماعت کے عقاید کی اشاعت میں نصف صدی سے زیادہ وقت نہایت سرگرمی میں صرف فرمایا۔ جس کے لئے جماعت سوادِ اعظم ہمیشہ آں ممدوح کو خراجِ تحسین ادا کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آں محترم کی جانشینی کے فرائض ادا کرنے میں اعلیٰ درجہ کی تائید عطا فرمائے۔

ہم سب اہلِ خاندان کی طرف سے اور دربار قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) کی جانب سے مذکورہُ بالا سطور قبول فرمایئے۔ والسلام۔

دُعاگو دُعاجو　: سیّد نذر محی الدین قادری
(سجادہ نشین بٹالوی)

عالی جناب حضرت دیوان سیّد آلِ رسول علی خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین و نبیرہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز۔ اجمیر شریف

بخدمت جناب الحاج مولانا محمد حسین صاحب دام ظلکم۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت محترم الحاج جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سے بے حد صدمہ ہُوا۔ موصوف کے وجودِ گرامی سے بڑی تقویت قلبی رہتی تھی۔ تمام سلاسل کے لئے آپ کی مقدس ذات مایۂ صد فخر تھی۔ یہ گردش روزگار صدیوں میں ایسی گرامی ہستیاں پیدا کرتی ہے۔ افسوس ہے کہ فنا کے بے درد ہاتھوں کی گرفت خلق اللہ کو ایسی برکات جاریہ سے محروم کر دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہری طور پر آنکھوں سے اوجھل ہونے کا احساس رنج و غم کی صورت قلوب پر مسلّط ہو رہا ہے۔ ورنہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو دایمی اور حقیقی زندگی اَب حاصل ہوئی ہے اور وہ اہلِ محبّت کے درمیان ہمہ وقت تشریف فرما ہیں۔

مَیں بیمار تھا۔ بہت تاخیر سے تعزیت پیش کر رہا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ

آپ حضرات کو ایسی غیر مترقبہ نعمت کے چھوٹ جانے پر صبر و شکیب عطا فرمائے۔ اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو وُہ درجات عالیہ عطا فرمائے جن کے آپ مستحق ہیں۔ اور ہمیں تا قیامت برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔ میرے برادران مکرم اور تمام خاندان کی طرف سے دلی عذر خواہی اور ہمدردانہ تعزیت قبول فرمائیں۔ والسّلام۔

خیر اندیش :-

دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین

آستانۂ عالیہ اجمیر شریف (حال سرگودھا۔ چک نمبر ۱۲)

عالیجناب حضرت حافظ صاحبزادہ سیّد ظہور علی شاہ صاحب قبلہ

چورہ شریف —— ۸ ستمبر ۱۹۵۱ء

محترم و مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب ،

حضورِ اعلیٰ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات تمام دُنیائے اسلام کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان کا موجب بن گئی ہے۔ آج صاحبزادگان چورہ شریف کے دِلوں سے کوئی نہیں پوچھتا، کہ وُہ کیا چراغ تھا جس کے گُل ہوتے ہی چورہ شریف کی محفلیں سونی سونی نظر آنے لگیں۔ دینی انجمنیں اُجڑ گئیں۔ مدرسے رو رہے ہیں۔ یتیم خانے آہیں بھر رہے ہیں۔ ہر قسم کے تعلیمی و امدادی اداروں پر موت کی سی خاموشی چھا گئی ہے۔ سب حیران ہیں کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہمارا وہ مربّی کہاں چلا گیا۔ وہ ہمارا مشفق و غمخوار کدھر رُو پوش ہو گیا۔ آج پاکستان کے دینی حلقے یتیم ہو گئے۔ حنفیت نے سر پیٹ لیا۔

سب سے بڑھ کر ستم یہ ہُوا کہ اسلام کا درد اب دِل کی تلاش میں سرگرداں ہو رہا ہے۔ مگر اسے کوئی ٹھکانہ میسّر نہیں آ رہا۔ ہمّت و استقلال آج کسی بوڑھے پیکر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتابِ آزادی کے منتشر گوشوں کا شیرازہ بند آج اس کام کو خدا کے سپرد کر کے رخصت ہُوا۔ مدینۃ الرسول ؐ سے آنے والی ہواؤں سے فرحت محسوس کرنے والا آج خود الٰہی عنبریں ہواؤں میں جا بسا۔ جدّہ کے اُس پار رہنے والوں کے لئے علی پور کی سرزمین کو سراپا استقبال اور مجسّم انتظار بنانے والا چشمِ عالم کے لئے خود ہی ایک مستقل

انتظار بن گیا۔ صفِ اصفیا بلا سالار کے رہ گئی۔ کتابِ تصوّف کا دیباچہ گم ہو گیا۔ آسمانِ ولایت اپنے آفتاب کو ڈھونڈھ رہا ہے۔ کوئی تاریکی سی تاریکی ہے۔ شریعت کی آنکھیں بے نور ہوگئیں طریقت کا چہرہ بے رونق ہو گیا۔ معرفت کا چشمہ خشک ہو گیا۔ متلاشیانِ حقیقت ویرانوں میں بھٹکنے لگے۔ اب انھیں صراطِ مستقیم کی طرف کون لائے گا !! ۔ آہ ! آج اسلام کے باغ کی بہار رخصت ہو گئی۔ چورہ شریف کی سرزمین پر پھونک پھونک کر قدم رکھنے والا عشق کے زندۂ جاوید نقش پا اس سرزمین پر بھی چھوڑ گیا۔ باواجی صاحب کا عاشقِ صادق رخصت ہوا۔ لیکن حریم باواجی میں قیامت تک ان الفاظ کی گونج سنائی دیتی رہے گی۔

"سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری"

خدا ہمیں قیامت میں اس محبوبِ حق کا ساتھ نصیب کرے۔ اور مستقبل قریب میں اس محبوبِ خدا کے مزار کی زیارت کرائے۔ آمین۔ راقم تمام صاحبزادگان علی پور شریف کے ساتھ شریکِ غم ہے۔ والسلام۔

صاحبزادہ حافظ ظہور علی شاہ
(خلف بانکا پیر صاحب مرحوم)

عالی جناب سردار عبد الرّب صاحب نشتر بالقابہٗ

گورنر پنجاب

کیمپ گورنر پنجاب،
۳ ستمبر ۱۹۵۱ء

مکرمی ! السّلامُ علیکم

اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کہ حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب واصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اور ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے۔

جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے، خدا تعالےٰ نے ان کو اپنی عبادت اور لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی عمر عطا فرمائی۔ لیکن پھر بھی پیر صاحب جیسی نیک سیرت ہستی کا انتقال

ہم سب کے لئے وجہ ملال ہے۔ کیونکہ ایسے نیک بندوں کا وجود ملک اور قوم کے لئے برکت اور ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ اور آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل۔

احقر العباد نشتر
گورنر پنجاب

بنام مخدوم سید محمد حسین شاہ صاحب
علی پور سیداں

عالیجناب حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب قبلہ

صدر جمعیتہ المشائخ کراچی



دفتر شیدائیان نبی۔ کراچی
۴ ستمبر ۱۹۵۱ء

حضرت المعظم المفخم ذوالمجد والفضل والکرم دامت برکاتہم ۔ السلام علیکم

غم نصیبوں کی آرزوؤں کی بہار۔ آسمان علم و عرفان کا چاند تارا، آہ! ایسے وقت اپنے رب کا پیارا، اپنی ملت سے جدا ہوا جب کہ اس کی دعاؤں کی ملت کو انتہائی ضرورت تھی!!

افواج کفر و شرک سیاہ بادلوں کی طرح انوار ملت بیضا پر محیط ہیں۔ عالم اسلام اپنے خدا رسیدہ ہادی کے سایہ سے محروم ہو گیا۔ بظاہر ہم غم زدہ اس صدمۂ مفارقت کو اپنے لئے سانحۂ عظیمہ سمجھتے ہیں لیکن ہمارے ایمانی جذبات رہنمائی کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی پاک روحیں۔ حجابات جسم و جسد سے بے نیاز ہونے کے بعد، اپنے متوسلین کی درد بھری صداؤں کو بارگاہ ایزدی میں باب اجابت تک پہنچانے میں زیادہ کامیاب ہوتی ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال حقیقتاً مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَم کے مصداق ہے۔ تمام عالم اسلام اس حادثۂ جاں کاہ پر اشکبار ہے۔ یہ فقیر حقیر حضرت

اقدس کی زیارت سے شرف اندوز اور سعادت دست بوسی سے بارہا فیضیاب ہؤا۔ بنارس سُنی کانفرنس کے بعد وہ پاکیزہ ساعتیں میری روحانی کیفیات کی یادگار رہیں گی۔ جبکہ حضور قبلۂ عالم آخر بار حج و زیارت سے مشرف ہو کر تھوڑے وقت کے لئے کراچی میں قیام فرما ہوئے تھے۔ اور اس بے نوا کو نہ صرف باریابی کا موقع نصیب ہوا تھا۔ بلکہ خدمت اقدس میں حج کی واپسی پر تاریخیں سنانے کی بھی اجازت عطا ہوئی تھی۔ حضور پُر نور نے اپنے دستِ اقدس سے مصلّٰے، تسبیح اور کلاہ مع دیگر تبرکات مرحمت فرما کر ذرہ نوازی فرمائی تھی۔ کیا علم تھا کہ یہ شفقت بزرگانہ، یہ زیارتِ جمال آئندہ نصیب نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمتِ عظمیٰ ہم سے اٹھالی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس فقیر عاجز نے آج چوتھا روز ہے، جمعیۃ المشائخ کراچی اور مجلس شیدائیانِ نبی کراچی میں حضور قبلۂ عالم کی تجاویز تعزیت بحیثیت خادم و صدر ہونے کے منظور کرائیں۔ جمعیۃ المشائخ کی تجویز تو اسی روز بذریعہ رجسٹری خدمتِ اقدس میں روانہ کر دی تھی، مجلس شیدائیانِ نبی کی تجویز اس عریضہ کے ہمراہ روانہ کی جا رہی ہے۔

اپنے جذباتِ عقیدت کو بطور نذرِ عقیدت تواریخ وصال کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ آخر میں مؤدبانہ خدمتِ والا میں گذارش ہے کہ یہ فقیر بھی اس عالم رُوح فرسا میں، جو حضور پُر نور کے واقعۂ وصال سے حضرتِ والا اور تمام فرزندانِ حضور کو خصوصاً اور تمام پسماندگان اور وابستگان کو عموماً پہنچا، شریک ہونے کی اجازت چاہتے ہوئے، ان دعاؤں کا متمنی ہے، جو تعزیت گزاروں اور فاتحہ خوانوں کے حق میں صبر و سکون کے لئے، زبان اقدس سے کی جائیں۔

تاریخیں کسی فاتحہ خوانی کی تقریب میں پڑھوا دی جائیں تو اس فقیر کی عزت افزائی کا باعث ہوں گی۔

خادم المشائخ فقیر ضیاء القادری

عالیجناب حضرت مولانا سیّد احمد سعید صاحب کاظمی قبلہ

مہتمم و صدر مدرس مدرسۂ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم رجسٹرڈ

کچہری روڈ۔ ملتان

سیدی وسندی ومولائی حضرت قبلہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب دام برکاتہم العالیہ،
مسند آرائے حضرت قبلہ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج عالی۔

حضور قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات پر ہم خدام کو جو قلبی صدمہ پہنچا، محتاج بیان نہیں۔ حضور قبلہ علیہ الرحمۃ کی یہ جدائی ملت اسلامیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضور علیہ الرحمۃ کے مراتب عالیہ جنات الفردوس میں بلند فرمائے۔ اور آنحضرت دامت برکاتہم العالیہ کو اور جملہ متعلقین کرام ومریدین ومسترشدین کو صبر جمیل، اور اس پر اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین۔ اور قبلہ حضور قدس سرہ العزیز کی روحانی رحمتوں اور برکتوں سے ہم سب کو ہمیشہ مستفید فرماتا رہے۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ ط

مدرسہ انوار العلوم حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی تعزیت کے سلسلہ میں بند رہا۔ مدرسہ میں ختم قرآن مجید اور فاتحہ کی گئی۔ اور جلسۂ تعزیت ہوا۔ تمام ادارہ انتہائی رنج والم کا اظہار کرتا ہے۔ اور بارگاہِ ایزدی میں بصدقِ دل داعی ہے کہ مولیٰ کریم بہ تصدق حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت ادام اللہ اقبالہم کا سایۂ عاطفت ہم خدام کے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی
مہتمم مدرسہ ہذا

جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب

بھلیرہ چک نمبر ۱۱۹

مخدوم ومکرم حضرت صاحبزادہ صاحب السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

آج حادثۂ ارتحال آنحضرت کی اطلاع پاکر دل کی جو حالت ہوئی ہے، وہ خدا ہی جانتا ہے۔ حضرت والد صاحب مرحوم سے حضرت کو ایک خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی بنا پر مجھے آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کی وفات والد مرحوم کی دوبارہ وفات ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط ہجرت کے بے پناہ مصائب نے مجھے حضرت کی زیارت سے بے نصیب تو رکھا تھا، لیکن یہ اُمید

بدستور تھی کہ ایک بار دربار میں پہنچیں گے، تو ان تکالیف کی تمام کدورت دُھل جائے گی۔ آہ! آج یہ اُمید بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ اب کون ہمیں اس لطف و کرم سے نوازے گا۔ اب کس کی نگاہِ لطف ہماری پرسش کرے گی!!

کیوں نہ ہو اہل جہاں کو بے قراری ہائے ہائے چھپ گیا وہ مصدر انوارِ باری ہائے ہائے
چھپ گیا جب آفتاب اہتدائی ہائے ہائے روشنی فیض کی امیدواری!! ہائے ہائے

صاحبزادگان پیر ابراہیم کی طرف سے خدمت والا میں مضمون واحد ہے۔

پیر ابراہیم

جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک۔ سابق مدیر انقلاب لاہور

حضرت قبلہ شاہ صاحب السّلامُ علیکُم

مَیں یہاں آیا ہُوا تھا۔ پرسوں واپس لاہور جا رہا ہُوں۔ آج دفعتہً یہ خبر حسرت اثر سُنی کہ قبلۂ عالم سید جماعت علی شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ بے حد صدمہ ہُوا۔ آپ کو یاد ہوگا، حضرت مرحوم مغفور مجھ پر ہمیشہ بے حد شفقت فرماتے تھے۔ چند سال سے ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن اس دِلی لگاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جو ۱۹۱۰ء سے شروع ہُوا تھا۔ اور مدت العمر رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور آپ کو اور دوسرے بھائیوں کو، نیز لاکھوں عقیدت مندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ایسی ذوات محترم و مقدس آج کل کے زمانے میں نایاب ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسّلام۔

عبدالمجید سالک
سابق ایڈیٹر انقلاب لاہور

جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی

ایم اے۔ دکتور ادب (جامعہ) صدر شعبہ اُردو۔ اسلامیہ کالج پشاور

اسلامیہ کالج پشاور : ۲ ستمبر ۱۹۵۱ء

مخدومی و مطاعی زادت مکارمکم و مدّ ظلکم العالی — السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

زاہد میاں کے خطوط سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کا حال معلوم کر کے سخت تشویش تھی۔ ان کو برابر خط لکھ کر حضور کا حال معلوم کرتا رہا۔ اور جلد سے جلد حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرنے کا مقصد تھا۔ یہ گمان بھی نہ تھا کہ آج کے اخبار سے یہ علم ہوگا کہ سرکار واصل بحق ہوئے۔ حیف صد حیف۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

وَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکُ وَاحِدٍ ۔۔۔ وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

یہ حادثہ تمام عالم اسلام و جملہ اہالی پاکستان اور خاص کر متوسلین و معتقدین کے لئے سخت روح فرسا اور دل گداز ہے۔ ہمارا ماویٰ و ملجا جاتا رہا۔ ہمارا دستگیر و مشکل کشا ہم سے چھوٹ گیا سخت تر صدمہ یہ ہے کہ اس عاجز کو اب تک مکروہات و علائق کے باعث حاضر ہونے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اب یہ ظاہری آنکھیں دیدار سے ہمیشہ کو محروم ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اس جگر پاش سانحہ کو معلوم کر کے دل و دماغ معطل اور قلب و جگر بے کار ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ پر لگا کر اُڑوں۔ اور لحد مبارک کے گرد طواف کر کے آنسوؤں کے ہار اور عقیدت کے پھول نچھاور کروں لیکن اپنی حاضری سے قبل فوراً یہ عریضہ پیش کرتا ہوں۔ اور انشاءاللہ اس کے ہمراہ خود بھی حاضر ہوتا ہوں۔ تاکہ مزارِ پاک کی قدم بوسی کے ساتھ حضور کی خدمت میں بھی باریابی حاصل کروں۔

آہ! حضور قبلۂ عالم کے اسم مبارک کے ساتھ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شامل کرتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے کہ ہمیشہ مَدَّ ظِلُّھُمُ الْعَالِیْ لکھنے کی عادت رہی۔ اور خیال یہی تھا کہ حضور ابھی ایک سو دس سال اور تشریف فرما رہیں گے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس جسمانی جُدائی کا تصوّر نہ آتا تھا۔ حیف صد حیف!! آہ صد آہ!! لیکن میں کیا کہہ رہا ہوں۔ حضور تو زندہ جاوید ہیں۔ ع: "ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق"

اور قبلۂ عالم تو قطب و غوث تھے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط

ع "اے طالباں! اے طالباں! من با شما ہر جا ستم"۔ خداوندا! ہم سب کو اس مصرع کا مصداق بنا!! اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی اولاد و احفاد مدت ظلالہم کو قطبیت اور غوثیت کے مدارج پر فائز فرما!!

کمترین عاصی پُر معاصی :۔ محمد طاہر فاروقی نقشبندی جماعتی

جناب مولانا سیّد محبوب شاہ الحسینی القادری

سکریٹری جمعیۃ المشائخ پاکستان و قاضی شہر کراچی،

یکم ستمبر ۱۹۵۱ء

حضرتِ والا دامت برکاتہم　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج اخبارات میں جس وقت سے اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی خبر وصال پڑھی گئی، خدا معلوم کس قدر اداسی اور حزن و یاس کا عالم یہاں کے علماء و مشائخ پر ہے، کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک ایسا الم ہے کہ جو ہمیشہ ہمارے قلوب پر رہے گا۔ دفتر جمعیۃ المشائخ میں فوراً فاتحہ خوانی کا انتظام کیا گیا۔ اور تجویز تعزیت منجانب صدر پیش ہو کر منظور ہوئی۔ جو ارسالِ خدمت گرامی ہے۔ فقط۔

سیّد محبوب شاہ قادری

تجویز تعزیت (پیش کردہ منجانب صدر جمعیۃ المشائخ کراچی)

• جمعیۃ المشائخ کراچی نے آج صبح کے اخبارات میں اس خبر کو انتہائی غم و الم کے ساتھ پڑھا۔ کہ پاکستان کے سب سے زیادہ معمر ولی کامل اور درویش خدا رسیدہ امام المحدثین سراج العارفین حضرت اقدس پیر سیّد جماعت علی شاہ قبلہ محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ دور حاضرہ کے مشائخ و علماء کے سر سے بظاہر دستِ قضا نے اٹھا لیا۔ یعنی حضرت ممدوح واصل الی اللہ ہوگئے۔

• جمعیۃ المشائخ کراچی کے لئے یہ سانحۂ روح فرسا ایسا ہے کہ جس کی تلافی کا آئندہ کوئی امکان نہیں ہے۔ جمعیۃ المشائخ کراچی نے اعلیٰ حضرت قدس سرّہٗ کی رُوح پرفتوح پر ایصال ثواب کا فوری انتظام کیا۔ اور انتہائی غم و اندوہ کے ساتھ اس تجویز کو منظور کیا کہ مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ اور تمام مشائخ کراچی کی طرف سے ممدوح کے پسماندگان اور خلفاء و مریدین و متوسلین کی خدمت میں عموماً، نیز اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں خصوصاً، تعزیت پیش کی جائے۔ اور گزارش کی جائے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خصوصی تقریبات تعزیت کی تاریخوں سے جمعیۃ المشائخ کراچی کو آگاہی بخشی جائے۔ تاکہ جمعیۃ المشائخ مقامی حیثیت سے فاتحہ و ایصالِ ثواب کا اہتمام کر سکے۔

مغموم وجگر فگار خادم الفقرا
سید محبوب شاہ الحسینی
(ناظم اعلیٰ جمعیۃ المشائخ کراچی)

فقیر سوگوار ضیاء القادری غفرلہٗ
خادم و صدر جمعیۃ المشائخ کراچی

جناب الحاج بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی

میرے آقا و مولیٰ حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم
و جمیع دیگر صاحبزادگان دودمان اشرف اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ ، باہزاراں ادب ،

می رود از فراق شہ ، خونِ دل از دو دیدہ ام
دجلہ بہ دجلہ ، یم بہ یم ، چشمہ بہ چشمہ ، جو بہ جو ،

جمعہ ، ستمبر مطابق ۵ ذی الحجہ قبل ظہر ، ورود مکتوب حضرت صاحبزادہ پیر حیدر شاہ صاحب نے بندۂ بیمار کے قلب میں ایسا تیر مارا کہ خون رواں پانی پانی ہو کر مثل چشمہ دونوں چشم سے ابلنے لگا۔ حضور پُر نور قبلۂ عالم دنائبِ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم) نے شاید یہ پسند نہ فرمایا کہ یہ غلام آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد علی پور شریف میں حاضر ہو۔ تو اس بندے کو ہجرت مدینہ منورہ کی تلقین فرمائی ۔ اور آپ خود راہی جنّت الفردوس ہو گئے ۔ ہر ایک اپنے متوسل و معتقد پر ماں باپ سے زیادہ شفیق اور اس غلام بے دام پر سب سے زیادہ شفیق ، اب جب دُنیا سے پردہ پوش ہو گئے ہیں۔ تو اس سایۂ رحمت و شفقت کے اُٹھ جانے پر بندہ کیوں نہ ماتم کرے یا حضرات صاحبزادگان والاتبار ! جیسا سایۂ پدری و جدّی آپ کے سروں سے اُٹھ گیا ہے۔ ایسا ہی اس غلام کے سر سے بھی اُٹھ گیا ہے ۔ دل پُر شگاف صبر کی تلقین مانتا نہیں ، کیا کیا جائے !! اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو اور ہم تمام کو صبرِ جمیل کی استطاعت سے نوازے۔ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ، جو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار تھے ، حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہنشاہی تخت انور واقدس کے بالکل قریب ، اعلیٰ علیین میں جنّت الفردوس میں

مقام عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین !!

بندے کے قلم میں زیادہ لکھنے کی اس وقت طاقت نہیں۔ دل پھٹتا ہے۔ آنسو رواں ہیں بندے کا مقام نزول کل سے مقامِ ماتم بنا ہوا ہے۔ برادرانِ طریقت و معلمین اور دیگر حضرات و اکابر سب کی تشریف آوری ہو رہی ہے۔ ہر ایک ماتم کر رہا ہے۔ سب کو کروڑہا افسوس ہو رہا ہے۔ کہ اس زمانے کی دنیائے سلام کی بہترین و افضل ترین ہستی دُنیا سے رخصت فرما گئی۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات و انعامات کا کچھ تذکرہ ہوتا ہے۔ کچھ آپ کے خلقِ عظیم کا، کچھ آپ کے عشق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کچھ آپ کے تقویٰ و زہد کا، کچھ ذکر آپ کے پکے سے پکے ایمان و اعمال کا، کچھ ذکر آپ کے بے دینوں سے جہاد کا، سب باتوں کی یاد ہمیں رلاتی ہے۔ رلاتی ہے۔ اور رلاتی ہے اور بس۔

ایسی حالت حزیں میں ختم شریف کا مختصر انتظام کیا گیا۔ اور آج یوم ہفتہ ۶ ذوالحجہ یعنی ۸ ستمبر بعد نماز فجر ختم قرآن شریف مع درود و قل شریف اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں پڑھا گیا۔ اور گو یقیناً بالیقیناً وہ ہماری دُعاؤں کے محتاج نہیں، ہم نے اپنا ناچیز حق اس طرح آج ادا کیا۔ اور انشاءَ اللہُ المُستَعَان چالیسویں کا ختم شریف مدینہ منوّرہ میں، جو اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اب مسکن ہے، وہاں اس غلام کے انتظام سے ہوگا۔

قفس عنصری سے رُوح القدس نے جانب اعلیٰ علیّین پرواز کی، جس کا وقت جمعہ ۳۱ اگست گزشتہ ہے، اس جمعہ کو صبح بوقتِ اشراق، جب کہ یہ بندہ مدینہ منوّرہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین قادری کے مکان میں حاضر تھا، حضرت مولوی صاحب قبلہ نے بوقت اشراق حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے دولت کدے میں تشریف لاتے ہی بندے سے فرمایا۔ دوبخشی صاحب! مَیں ابھی ابھی حرم شریف سے سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں سلام عرض کر کے آرہا ہوں۔ مَیں نے وہاں سلام عرض کرتے ہوئے اپنے سامنے اعلیٰحضرت قبلۂ عالم کو دیکھا۔ پشت اقدس میری جانب تھی۔ سر پر مخصوص عمامہ، سر ادب سے جھکا ہوا، اور آپ دست بستہ مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض کر رہے ہیں۔ دیکھئے! اعلیٰحضرت تو علی پور شریف میں رونق بخش ہیں۔ مگر آپ کی رُوح اقدس مدینہ طیبّہ کی سَیر فرما رہی ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ ! آپ کا کیا ہی بلند درجہ ہے ! آپ اس عمر میں اس دُنیا میں مامور من اللہ ہیں۔"

آہ ! اس وقت نہ حضرت مولوی صاحب قبلہ کو علم تھا، نہ کسی اور کو، کہ اسی شب قفس عنصری سے نکل کر رُوح مبارک جانب جنّت الفردوس مدینہ منوّرہ کے راستہ سے روانہ ہو رہی ہے۔ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف فرما ہوتے تو مدینہ منوّرہ ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ احرام مدینہ شریف میں باندھ کر دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے باہزاراں ادب سلام عرض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اجازت سے مکہ شریف روانہ ہوتے۔ اب جب جنّت الفردوس میں طلبی ہوئی، تو اب بھی دربارِ پُر انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہو کر سلام مؤدبانہ پیش فرما کر، اجازت سے حضورِ پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلّم کی، آپ جنّت سدھارے ہیں۔ سبحان اللہ ! سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے کیسے اور کتنے ارفع واعلےٰ درجہ کے عاشق تھے !!

فداک روحی وابی واُمّی یا حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ !!

یا اللہ ! یاربّ ! ہمیں توفیق فرما اور استطاعت بخش کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کی ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ اور فردائے قیامت آپ کا دامن پکڑ کر، ہم مقام محمود میں آپ کے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور پیش ہوں۔ آمین ثم آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم !!!

منظوماتِ وصالِ مبارک

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے وصال پر تمام برصغیر میں جس طرح رنج وغم کا اظہار کیا گیا، جتنے جلسے جابجا منعقد ہوئے، لنگر تقسیم کیے گئے، ختم شریف ایصال ثواب کے لئے پڑھے گئے۔ قرار دادیں منظور ہوئیں، خطوط شایع کئے گئے، اخبارات ورسائل میں تعزیتی مقالے لکھے گئے، دربار عالی میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر وسجادہ نشین اوّل) کو تعزیتی مکتوب بھیجے گئے، جس طرح ان سب کا استقصا واحاطہ دشوار ہے، اسی طرح منظوماتِ تعزیت

کا جمع کرنا بھی میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ اُس زمانے میں اخبارات و رسائل میں بے شمار نظمیں قطعے اور تاریخیں شایع ہوئی تھیں، میرے پاس مختلف بستوں میں کچھ ذخائر محفوظ بھی ہیں، مگر اب ان کو چھان کر نکالنا صعب نظر آتا ہے۔ اس لئے نمونہ و یادگار کے طور پر صرف چند نظمیں، قطعے اور تاریخیں یہاں درج کرتا ہوں۔

نمودِ قیامتِ صغریٰ

۱۹۵۱ء

(از مولانا الحاج پروفیسر حامد حسن قادری صدر شعبہ فارسی و اردو سینٹ جانس کالج آگرہ خلیفہ مجاز)

یٰاَیَّتُھَا النَّفسُ المُطمَئِنَّۃُ ارجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ ۱۳۷۰ھ

(۱)

جَاءَ یَومُ القِیَامَۃِ آہْ فَآہْ غَابَ نُورُ الکَرَامَۃِ آہْ فَآہْ
خَسَفَ بَدرُ الاَرضِ یَا اَسَفَا کَسَفَت شَمسُ الاُمَّۃِ آہْ فَآہْ
آہ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا آئی ناگاہ آفت آہ فآہ
ہائے اندھیر ہو گئی دنیا چھا گئی کیسی ظلمت آہ فآہ
دل ہے اب اور درد و غم ہیہات سر ہے اب اور وحشت آہ فآہ
ہم ہیں اور عمر بھر کا رونا ہے اب سکوں ہے نہ راحت آہ فآہ
نہ رہا وہ خدا کا پیارا ہائے جس کے دم سے تھی رحمت آہ فآہ
وہ حبیبِ حبیبِ حق نہ رہا عاشقِ شرع و سنّت آہ فآہ
نہ رہا قطبِ وقت و غوثِ زماں تھا جو کانِ طریقت آہ فآہ
آہ منہ کو کلیجا آتا ہے ہو گیا کون رخصت آہ فآہ
قادری آہ یہ کہوں کیونکر مات شاہ جماعت آہ فآہ
کر کے پردہ نگاہِ دنیا سے
جا ملے وہ رفیقِ اعلیٰ سے

(۲)

ایک صاحب کمال تھا نہ رہا
آپ اپنی مثال تھا نہ رہا

نہ رہا ایک تھا جو خلق میں فرد
برگزیدہ خصال تھا نہ رہا

ایک ہی کائناتِ عالم میں
عاشق ذوالجلال تھا نہ رہا

سارے خُمِ خانۂ محبت میں
ایک باکیف و حال تھا نہ رہا

نہ رہا ۔ ایک تھا فدائے رسول ﷺ
ایک شیدائے آل تھا نہ رہا

جس کا دیدار نور دیدۂ و دل
ایک یوسف جمال تھا نہ رہا

جس کی باتیں نبات و شہد و شکر
ایک شیریں مقال تھا نہ رہا

ہر قدم پر ہر اک عمل میں جسے
صدق و حق کا خیال تھا نہ رہا

اک وہی جان و تن سے دھن من سے
وقف جود و نوال تھا نہ رہا

جس کے در سے گدا نہ تھا محروم
اک جوابِ سوال تھا نہ رہا

ایک مشکل کشائے خلق جسے
سہل کارِ محال تھا نہ رہا

کون اب دستگیر عالم کا
کون نِعْمَ النَّصِیْر عالم کا

(۳)

رُوح کو جگمگائے گا اَب کون!
رات کو دن بنائے گا اَب کون!

نور سے اپنے دل کی ظلمت میں
شمع وحدت جلائے گا اَب کون!

بھولے بھٹکے خدا کے بندوں کو
راہ حق پر لگائے گا اَب کون!

راہ شرع و طریق سُنّت پر
آپ چل کر چلائے گا اَب کون!

نقشبندی طریق کا دِل پر
نقش ایسا جمائے گا اَب کون!

رات دن باتیں حق کے پیاروں کی
پیار سے یوں سنائے گا اَب کون!

مرضی رب میں جسم خاکی سے
کام لے کر بتائے گا اَب کون!

عملِ تقویٰ و ریاضت میں
جان ایسی کھپائے گا اَب کون!

ہر قدم اتباعِ سنّت میں | زندگی بھر اٹھائے گا اب کون!
عشقِ محبوبِ حق میں جان وجہاں | وقف کر کے دکھائے گا اب کون!
اس قدر شوق سے مدینے کو | بار بار آئے جائے گا اب کون!

ایسا عاشق نظر نہیں آتا
عشقِ صادق نظر نہیں آتا

(۴)

وہ دل آرا نظر نہیں آتا | حق کا پیارا نظر نہیں آتا
جس سے تقدیر اپنی چمکی تھی | وہ ستارا نظر نہیں آتا
دین و دنیا کا جو معاون تھا | وہ سہارا نظر نہیں آتا
سارے عالم میں ملجا و ماویٰ | اب ہمارا نظر نہیں آتا
بحرِ غم میں پڑی ہے کشتئ دل | اور کنارا نظر نہیں آتا
کیا علی پور جا کے اب دیکھیں | وہ نظارا نظر نہیں آتا
آہ اک بار چھپ کے نظروں سے | کیوں دوبارا نظر نہیں آتا
دل ہے اور درد اب قیامت تک | کوئی چارا نظر نہیں آتا
زہرِ غم کام کر کے چھوڑے گا | ہو گوارا۔ نظر نہیں آتا
دل کوئی چیرتا ہے اندر سے | گرچہ آرا نظر نہیں آتا
دل کو کیا پوچھتے ہو پہلو میں | غم کا مارا نظر نہیں آتا

کیا عجب غم میں دم نکل جائے
نہیں ممکن کہ غم نکل جائے

(۵)

آہ وہ سرورِ علی پور آہ | آہ تاجِ سرِ علی پور آہ
وہ نہیں تو نظر میں ہے تاریک | آج سب منظرِ علی پور آہ
اپنی تقدیر کا ستارا تھا | اک وہی اخترِ علی پور آہ

ایک دولت تھی کل جہاں کے لئے — معدنِ جوہر علی پور آہ
کشورِ جان و دل کا مالک تھا — وہ شہِ کشورِ علی پور آہ
ہو گیا بندہ جس نے دیکھ لیا — حسن جلوہ گرِ علی پور آہ
ایک عالم کو کر رہا تھا غنی — وہ کرم گسترِ علی پور آہ
کر رہا تھا زمانے بھر کو سیر — خوانِ پہناورِ علی پور آہ
کر رہا تھا جہان کو سیر اب — منبع و مصدرِ علی پور آہ
اب فلک تک ہے اسکے غم میں بلند — شورشِ محشرِ علی پور آہ

آہ میں اب اثر نہ آئے گا
اب وُہ جلوہ نظر نہ آئے گا

(۶)

اب وہ جلوے خیال و خواب ہوئے — جان و دل وقف اضطراب ہوئے
تھا وہ جلوہ شہہ جماعت کا — ملکِ جاں میں فلک جناب ہوئے
کشورِ فقر و شاہی دل میں — مہر اکلیل و مہ رکاب ہوئے
اک صدی سے تھی بڑھ کے عمر شریف — اس میں فیض ان کے بے حساب ہوئے
اذنِ ارشاد مل گیا فوراً — جب وہ مرشد سے فیض یاب ہوئے
ستّر اسّی برس میں لاکھوں کے — رہنمائے رہ صواب ہوئے
فیض پا کر ہزارہا خلفا — کامگار و ظفر مآب ہوئے
سب سے بڑھ کر حضور کے فرزند — سر فہرست انتخاب ہوئے
وہ محمد حسین و خادم و نور — فقر و عرفاں میں لاجواب ہوئے
بیٹھ کر کتنے ایک حلقے میں — اک توجّہ میں کامیاب ہوئے
خاکپائے حضور کے ذرّے — ایسے چمکے کہ آفتاب ہوئے

اب کہاں ایسی دست گیری ہے
وہ فقیری نہ وہ امیری ہے

(۷)

فقر میں آن بان امارت کی — شان تھی اک شہ جماعت کی
باہمہ رہ کے بے ہمہ ہونا — یہ تھی جلوت میں شان خلوت کی
فیض و ارشاد قطبِ دوراں کا — جاہ و سطوت امیرِ ملت کی
طاعت رب کے ساتھ خدمتِ خلق — دن ہدایت کا شب ریاضت کی
جس نے بن کر مجاہد اسلام — اہل اسلام کی قیادت کی
جس سے سعی و عمل کے میدان میں — دین سے حد ملی سیاست کی
دین و دنیا کے ہر تصادم میں — لاج رکھی حق و صداقت کی
رعب مانا نہ کچھ حکومت کا — دیکھی توہین اگر شریعت کی
جس نے جاکر عرب۔ دکن۔ کابل — بادشاہوں کو بھی ہدایت کی
تاحد ہند و شام و مصر و عرب — وسعتیں جس کے خوانِ نعمت کی
جس کا عاشق عرب۔ عجم شیدا — جس نے مخدوم ہو کے خدمت کی

ایک مخدوم تھا وہی نہ رہا
یہ بھی مقسوم تھا وہی نہ رہا

(۸)

کس نے اللہ! یہ ادا پائی — ہر ادا میں تری رضا پائی
تیرے محبوب کی محبت میں — کس نے یہ حد یہ انتہا پائی
یہ ملا عشقِ مصطفےٰ کا صلہ — خلق میں شان اصطفا پائی
جس پہ ڈالی نگاہ قطب ہوا — دل نے اک آن میں صفا پائی
مل گئی کیمیائے فقر اسے — جس نے اکسیر خاکِ پا پائی
ہاتھ اٹھے اور بنے پرِ پرواز — طائرِ عرش ہر دعا پائی
ایک تھے ان کے در پہ شاہ و گدا — سب نے ہر درد کی دوا پائی
نعمتِ دین، دولتِ دنیا — سب نے امید سے سوا پائی

سامنے دِل کے جس کا دل آیا — ماہ و خورشید کی ضیا پائی
مل گئی جس کی بھی نظر سے نظر — آنکھ سے روح تک جِلا پائی
شرحِ صدر ان کا۔ ان کی رفعتِ ذکر — قدرت و شانِ کبریا پائی

کس میں یہ شان اور یہ قدرت آہ
نہ رہے جب شہِ جماعت آہ

(۹)

وہ جماعت علی شہ ذی جاہ — حق گزیں۔ حق شناس۔ حق آگاہ
اسوۂ مصطفیٰ کی زندہ مثال — مسلکِ عشقِ حق میں مشعلِ راہ
ہو تو ہو بس قرونِ اولیٰ میں — نہیں ایسا جہاں میں اب واللہ
عینِ خلقِ رسول کردارش — گفتہ اش جملہ گفتۂ اللہ
صدرِ صدیقؓ میں تھے جو اسرار — ان کے محرم تھے وہ خدا ہے گواہ
اک طرف فقر و زہدِ خرقانیؒ — اک طرف شاہی عبیداللہؒ
علم میں بو حنیفۂ دوراں — فضل میں غوثِ وقت و خلق پناہ
فکر میں ثانیٔ مجددؒ ہند — ذکر میں نقشبندِؒ عالی جاہ
بر ہدف نارسیدہ گردانید — تیرِ از شست رفتہ را از راہ
تھی رضا جوئی ان کی خالق کو — اور وہ خود تابعِ رضائے الٰہ
شافی قلبِ مضطر ان کا خیال — حلّ مشکل کو کافی ان کی نگاہ

قطبِ ارشاد بھی وہ سیّد بھی
اس صدی کے وہی مجدّد بھی

(۱۰)

رحمت و فضلِ کردگارش ذات — مظہرِ خلقِ مصطفیٰ است صفات
ہمچو جدّ خودش رؤف و رحیم — کعبۂ دین و قبلۂ حاجات
شرحِ معنیٔ معرفت قلبش — سینہ اش عین ذات را مرآت

بزمِ رشد و ہدیٰ میں چشمۂ فیض | عرصہ گاہِ عمل میں کوہِ ثبات
ان کی صحبت میں سوز و غم ہو سکون | جیسے گرمی میں آگئی برسات
بیٹھ کر جی نہ چاہے اُٹھنے کو | ان کی باتیں مزے میں قند و نبات
دل کھنچیں جس سے ایسا طرزِ کلام | دل میں اُترے وہ سیدھی سادی بات
خندہ رُوئی میں اک شگفتہ چمن | بذلہ سنجی میں بحر و کانِ نکات
فیض گستر مثال ابرِ بہار | زندگی بخش مثل آبِ حیات
اک نظر میں تمام عقدے حل | اک توجّہ میں سب غموں سے نجات
ایسی ہستی کہیں ہوئی ہے نہ ہو | اَلسَّلَامُ عَلَیْہِ وَالصَّلٰوٰت

یَا مُعِیْنَ الْاَنَامِ خُذْ بِیَدِیْ
مَا لِعِجْزِیْ سِوَاکَ مُسْتَنَدِیْ

(۱۱)

وقتِ رخصت وہ نُور کا عالم | بامِ حضرت پہ طور کا عالم
شبِ تاریک دفعتًہ روشن | نظر آتا تھا دور کا عالم
نُور کے ساتھ عطر کی سی مہک | عارض و زلفِ حُور کا عالم
منظر اس شان کا حویلی میں | کہ بہشتی قصور کا عالم
روحِ پاکِ حضورِ انورؒ پر | رحمتوں کے ظہور کا عالم
قلب نورانی و مطہّر پر | نُورِ رب کے وفور کا عالم
قربِ وقتِ وصالِ حضرتؒ پر | اک نشاط و سرور کا عالم
ہر نفس قلب پاک پر طاری | ذکرِ ربِّ غفور کا عالم
مژدۂ اِنَّ سَعْیَکُمْ مَشْکُوْرًا | اور قلبِ شکور کا عالم
خادمانِ حضورؒ سکتے میں | دیکھ کر یہ حضور کا عالم
جاں نثاروں کے دل پہ فرقت میں | جیسے یومِ النّشور کا عالم

یُوں نظر سے چھپا وہ حق کا ولی
وہ جگر گوشۂ نبیؐ و علیؓ

(۱۲)

السّلام اے شہِ زمین و زماں
السّلام اے خلاصۂ دوراں

السّلام اے شہِ علی پوری
کعبۂ جان و قبلۂ ایماں

السّلام اے کریم ابنِ کریم
بحرِ ذخّارِ رحمتِ یزداں

السّلام اے امیرِ ملّت و دیں
سیّد و صدر و سرور و سلطاں

السّلام اے فدائے عشقِ رسولؐ
یادگارِ صحابۂ ذی شاں

السّلام اے ولی و مرشد و قطب
غوث الاغواث و خاصۂ خاصاں

السّلام اے ظہورِ آیتِ حق
مظہرِ لوح و معنیٔ قرآں

السّلام اے صدورِ مصدرِ کُن
جان و جانانِ جلوہ گاہ فکاں

السّلام اے فروغ دانش و داد
جانِ دیں - روحِ شرع - راح رواں

السّلام اے چراغِ بزمِ ازل
مہرِ چرخِ ابد - فروغِ جہاں

السّلام اَیُّھَا الطَّبِیْبُ عَلَیْکَ
بشنو از قادری سوز بجاں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ
یَا حَبِیْبِیْ تَعَالْ خُذْ بِیَدِیْ

قطعاتِ وفاتِ حسرت آیات

(از ماسٹر کرم الٰہی صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل سیالکوٹ معتمد اعزازی انجمن خدام الصوفیہ و خلیفہ مجاز)

(۱)

شہ جماعت رہنما و مقتدا
سبطِ پیغمبرؐ شہ ہر دوسرا

مقتدائے سالکین و واصلین
صدرِ بزمِ عارفین و کاملین

بحر الطاف و کرم ، جود و سخا　　مصدر فیض و نوال و ہم عطا
مرشد صاحب دلاں و اصفیا　　پیشوائے عارفان و اتقیا
دستگیر بے بساں و بے کساں　　ماوئے دل دادگاں دل خستگاں
رو بگر دانید از دار فنا　　شد رواں از ما سوئے دار بقا
آں قیوم وقت آں قطب زماں　　از جہاں شد چوں سوئے جنت رواں
قدسیاں مشتاق بہر مقدمت
ایستادہ رضواں بہر مکرمت

(۲)

او پیر علی پور پیر جہاں　　ہمہ نور بخش و ہمہ نور جہاں
جہاں سر بسر زیر احسانِ او　　ہمہ مومناں زیر فرمانِ او
حبیب رسول م و حبیب خدا　　مطاع جہاں بود و مشکل کشا
او بحر سخا بود و ابر کرم　　کسے از در او نہ رفتہ دژم
درش قبلۂ اہل ایمان را　　رخش کعبۂ اہل ایقان را
جہاں را چناں نور ایمان داد　　غلاماں را نور عرفان داد
جہاں روشن از نور انوار او　　یقیں محکم از شہد گفتار او
کمر بست و سوئے جناں شد رواں　　ہمہ خادماں آہ و گریہ کناں
ز سال وصالش چو کردم صدا
بگفتا - بگو - شیخ حق آشنا

زائچہ تواریخ وصال

(از حضرت الحاج مولانا ضیاء القادری صاحب صدر جمعیۃ المشائخ و مجلس شیدائیان نبی م - کراچی)

(۱)

حضرت مکرم قطب انام　　شید ائے اسمائے خیر الانام
۱۳۷۰ ھ　　۱۳۷۰ ھ

درویش ذی علم ۱۳۷۰ھ | شیخ حق آشنا ۱۳۷۰ھ | وارث محبوبِ خدا ۱۳۷۰ھ

قبلہ برگزیدہ عالم نقشبندی علی پوری ۱۳۷۰ھ | مولانا پیر جماعت علی شاہ صاحب ۱۳۷۰ھ

ملک الاولیا رضی اللہ عنہ

۱۳۷۰ھ

(۲)

ہوئے واصل بحق وہ پیر طریق تھا ولایت کا جن کی ذات پہ حصر
پرتو نور نقشبند کی شان لکھ ضیاؔ ۔ مہدی مشائخ عصر

۱۳۷۰ھ

(۳)

چوں پس ابر فنا آں مہر عرفاں شد غروب رونما شد در جہاں تاریکی حزن و ملال
ہاتف از من در غم آں قبلہ باسوز و گداز شمس عالم رحمت اللہ علیہ ۔ گفت سال

۱۳۷۰ھ

(۴)

چوں از جہاں راہی شد آہ پیر جماعت حق آگاہ
سال وصالش گفت ضیاؔ زاہد و عارف ظلّ اللہ

۱۳۷۰ھ

(۵)

آں جماعت علی کہ در حق او اہلِ دیں مرشد گرامی گفت
اے ضیاؔ سال رحلت آں شیخ پیر اعظم ولی نامی ۔ گفت

۱۳۷۰ھ

(۶)

جنّت کو گئے شیخ عدیم المثال فردوس انھیں بخشے خدائے متعال
کہتے ہیں ملک اہل طریقت سے ضیاؔ شیخ العرفا ہادی محبوب ۔ ہے سال

۱۳۷۰ھ

(۷)

ہو گئے راہی باغِ جنّت پیر جماعت قبلۂ عالم

دَورِ رواں میں ذات تھی اُن کی
ظلِّ رسولُ ربِّ اکرم

آلِ نبیؐ تھے آلِ علیؓ تھے
تھے وہ معظّم تھے وہ مکرّم

تھے وہ محدّث عالم و عارف
ہے دو جہاں میں ان کا ماتم

صاف حدیث شاہِ رسلؐ ہے
مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَم

حیف کہ ان کی موت ہے باعث
ہے شیرازہُ ملّت برہم

لکھئے سال رحلتِ قبلہ
آلِ پیمبر سیّد اعظم

۱۳۷۰ھ

(۸)

امیر جماعت امیرِ حقیقی
جماعت علی شاہ پیرِ حقیقی

محدّث مفسّر مبلّغ مجدّد
ہر اک علم میں بے نظیرِ حقیقی

شریعت میں صدر صفِ اہلِ سنّت
طریقت میں روشن ضمیرِ حقیقی

وہ جس کے رخ حق نما سے عیاں تھی
ضیائے سراجِ منیرِ حقیقی

وہ لختِ دلِ حیدرؓ و آلِ زہراؓ
وہ سیّد وہ جیّد وہ میرِ حقیقی

ہوئے وائے صد حیف واصل الی اللہ
مریدوں کے وہ دست گیرِ حقیقی

۱۳۷۰ھ



ضیاؔ لکھئے مرحوم کا سال رحلت
جماعت علی شاہ پیرِ حقیقی

۱۳۷۰ھ

تواریخ وصال

(جناب مائلؔ بنگلوری نے جلسۂ تعزیت منعقدہ مسجد اعظم معسکر بنگلور میں پڑھیں)

(۱)

عارفِ حق مرشد روشن ضمیر — پائے ہیں اب قربِ ربّ ذوالجلال
آہ شیخ عصر موجودہ گئے — کہدیا مائلؔ نے یہ سالِ وصال

۱۳۷۰ھ

(۲)

رہنمائے راہ حق ذی مرتبہ صاحب کمال — شیخ عصر و قطب دوراں مرشد روشن خیال
سیّد و شاہ جماعت حاجی ابنِ علیؓ — نقشبندی عارفِ حق ذاکر و احسن خصال
چھوڑ کر دارِ فنا وہ جانب عقبیٰ گئے — آپ کو حاصل ہوا ہے وصل ربّ ذوالجلال
جنکے دل ہوتے ہیں زندہ عشق ربِّ پاک سے — رہتے ہیں دائم وہ زندہ نزدِ ربّ لم یزال
سینکڑوں مردہ دلوں کو آپنے زندہ کیا — آپ کا رشد و ہدایت تھا یقیناً بےمثال
گو بظاہر دور ہیں لیکن ہیں باطن میں قریب — آپ کا فیضان روحانی ہے بے شک لازوال

سن کے مائلؔ سے خبر اب عالم ملکوت سے
پاگئے قربت خدا کی۔ کہدیا سال وصال

۱۳۷۰ھ



نظمِ عقیدت

(از جناب مولانا عبد الحق صاحب خطیب جامع مسجد کوٹلہ)

اے دریغا آفتاب علم و عرفاں ناگہاں — شد غروب اندر افق کانگاہ بودہ ضوفشاں
در طریق معنوی لاریب چوں خیر القرون — در طریق مصطفائی رہبر پیر و جواں

طے نمودہ منزل عین الیقین بعقل و قال | بودہ بے شک واقف حق الیقین عالی نشاں
رہ نورد عالم علوی بہ زہد و ہم ورع | جملہ اوصافش بذات خاص چوں روحانیاں
اے کہ در راہ حقیقت فی الحقیقت گامزن | قدوۂ آل عبا و رہنمائے سالکاں
عارف یکتائے دوراں سالک راہ سلوک | زاں جہت بودہ بدنیا پیشوائے عارفاں
ذَاتُہٗ نُورٌ مِنَ اللہِ کَانَ کَالْمُتَقَدِّمِیْنَ | وَجْہُہٗ اَحْسَن وَحُسْنُش مُجْتَبیٰ فِی کُلِّ آن
روئے پاکش لمعۂ بے شبہہ کز لمعاتِ نور | واقعی بودہ درخشاں اسم پاکش فی العیاں
بلبل گلزار حیدرؓ عمدۂ آل حسینؓ | خوش گل باغ رسولؐ ہاشمی بودہ عیاں
چوں ندائے ارجعی ناگہ بہ سمعش در رسید | از سر صدق و صفا لبیک گفتہ شد رواں
ناگہاں در یوم پنجشنبہ ز قفس عنصری | کردہ روح پاک او پرواز تا قدوسیاں
رخت رحلت برکشیدہ آں یگانہ روزگار | رفتنش شد باعث حزن و الم - آہ و فغاں
ہر یکے در کشش جہت زیں سانحہ شد سوگوار | نیم بسمل شد مریداں و اقارب نوحہ خواں
اندریں ماتم ہمہ کس دل حزین و پر ملال | ہر کسے از رفتنش گشتہ سراسیمہ بداں
مرقدش پر نور از لطفِ الٰہی دائما | در قیامت یار رسول اللہؐ باد ا ہم عناں

از پے پسماندگان و آل او صبر جمیل
لطف و شفقت باد ہر دم از خدائے مستعاں

وفات نامہ

(از سید محی الدین صاحب گلشن حیدر آبادی - حیدر آباد (دکن) ۰)

(۱)

چراغ دین محمدی | چراغ اولیائے حق
۱۳۷۰ھ | ۱۳۷۰ھ

(۲)

چراغ کعبۂ دو جہاں
۱۳۷۰ھ

(۲)

کیوں سیہ پوش ایک عالم ہے — کیوں علی پور بزمِ ماتم ہے
سانحہ آج کیسا پیش آیا — ہلتی زنجیرِ عرشِ اعظم ہے
ذکرِ قال الرسول وقال اللہ — کیوں یہ موقوف آج یکدم ہے
ہوگیا آفتابِ علم غروب — سرنگوں دین کا بھی پرچم ہے
اِک اندھیرا جہاں پہ ہے چھایا — پھیلی تاریکی شبِ غم ہے
پھول گلشن میں ہیں گریباں چاک — آج کیوں زار زار شبنم ہے
آج ہے نوحہ خواں ہر ایک بشر — سرِ تسلیم اور رضا خم ہے
اک قیامت ہے چار سُو برپا — خوں فشاں اپنی چشمِ پُرنم ہے
باغِ فردوس میں ہوا داخل — جو حبیبِ نبیؐ اکرم ہے
چومتے ہیں فرشتے تربت کو — یہ وقار آپ کا مسلّم ہے
تھے جماعت علی جو روشن دل — ہر جگہ ذکرِ پیرِ اعظم ہے
اَب جماعت میں وہ نہیں رونق — بزم درہم ہے اور برہم ہے
ہدفِ ناوکِ ستم ہے مگر — قلب مضطر ہے درد پیہم ہے
ماہِ ذیقعدہ کی تھی ستائیس — جس سے آگاہ ایک عالم ہے
شبِ جمعہ پیامِ حق آیا — اک سو دس سال عمرِ اکرم ہے
گلشنِ شاعری میں آئی خزاں — کس سے اصلاح لیں گے یہ غم ہے
ہائے کس سے کہیں فسانۂ غم — راز داں کوئی ہے نہ محرم ہے
ہیں جماعت میں پانچ حرف شریک — پانچ حرفوں کا وصف کیا کم ہے
ہے محمدؐ کی میم اس میں شریک — ہاں یہی اسم - اسمِ اعظم ہے
لب پہ جاری رہے گا پیر کا نام — جب تک اس جسم زار میں دم ہے

ہے تسلی اسی میں اے گلشن
یہی غم خوار اور ہمدم ہے

امیرِ ملّت کی لحد پر

(از جناب ریاض حسین صاحب چودھری ایم اے، ایل ایل بی (سیالکوٹ)

اے آسمانِ عشق رسالت کے ماہتاب — تجھ پر سلام اہلِ محبّت کا بے حساب
تو عشق سر بلند کا عنوان آگہی — تو حسن بے مثال کی تصویر بے نقاب
اے انقلاب نَو کے علمدار۔ مرحبا! — لاریب تو ہے سیّد ہجویر کا شباب
احیائے دین پاک تھا مقصودِ زندگی — رنگ چمن بنا تھا یہی تیرا اضطراب

تو عشقِ مصطفےٰ کی علامت ہے۔ اس لئے
نازاں مرا جنوں کہ کیا تیرا انتخاب

مادّہ ہائے تاریخ برائے روضہ شریف

(از ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری ایم اے، پی ایچ ڈی۔ استاد شعبۂ اردو۔ لندن یونیورسٹی ●)

روضۂ مقدسۂ ذالانسب
۱۳۷۰ھ

واقف حقایق ، قطب الاقطاب ، سید المرشدین
۱۳۷۰ھ

ولی زمانہ ، فرزند ختم المرسلین ، قدس آستان مجدد قرن الرابع عشر
۱۹۵۱ء — ۱۹۵۱ء

کعبۂ زمان امیر الملّت سید جماعت علی شاہ
۱۹۵۱ء

قبلۂ عالم سلام اللہ علیہ ، رضی اللہ عنہ ، فداہ امی وابی
۱۹۵۱ء

قبلۂ جہان ۳۰۔ اگست انیس سو اکیاون ۔ چھبیس ذیقعدہ
۱۹۵۱ء

تیرہ سو ستر حجازی — شب جمعۃ المبارک آرامیدہ
۱۳۷۰ھ — ۱۳۷۰ھ

قبلہ عالمؒ کے مکتوب گرامی کا عکس

یادم نمیکنی ولے زیادم نمیروی
عمرت دراز باد فراموشگار من

مجمع مکارم اخلاق مخلصم صاحب فریدی زاد محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت
ہی۔ فقیر کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ آپ سے فقیر کو ہرگز ہرگز
یہ توقع نہ تھی۔ جو وقوع میں آتی ہی۔ خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ
بخیر رکھی آمین ثم آمین۔ آپ سے عزیز کی بہت
اپنی ظاہری باطنی حالات سے مطلع فرماتی رہا کریں
تو لطف جب ہی ہوگا۔ بعد ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی
اتباع شریعت میں کوشش کرتی رہا کریں اسکی
برکت سے سب مشکلات دینی و دنیاوی آسان
ہو جاوینگی۔ بعد حکیم صاحب کو بعد سلام علیکم بعد اشتیاق
مضمون واحد ہی۔ اور فقیر بتاریخ ۶ مہینہ کی سفر ارادہ ہی
بلوچستان کی بعد آج علی پور جا رہا ہوں
اسپاؤ سنگھ رہونگا۔ بعد گھر میں اور بچوں کو دیدہ بوسی و دعا
اور سب نا یعنوں و ہر کس اعمال کو السلام علیکم
بعد حلقہ ہفتہ وار جاری ہے یعنی کی سخت تاکید ہی۔
مطالعہ حضرت عرب صاحب کی خدمت گرامی
سعادت دارین کا ذریعہ سمجھیں۔ فقط

از راحم جامع۔ علی عفا اللہ عنہ بقلم خود
از لاہور
۲۳ دسمبر ۵۳ء

یہ مکتوب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً سو سال کی عمر میں مولانا عابد حسن صاحب فریدی کے نام تحریر فرمایا۔



اِنشاء و خطبات

اِنشاء و خطابت ــ ملفوظاتِ مبارک ــ

مکتوبات شریف ــ مواعظ و خطبات۔

انشا و خطابت

حضرتِ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے مواعظ و خطبات اور مکالمات و مسائل سننے والے آج بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بقیدِ حیات ہیں۔ اور وہ شاہد ہیں کہ حضور کی سادہ باتوں میں جو اثر و تاثیر اور لطف و دل نشینی ہوتی تھی وہ بڑی سحر آفرین تقریروں اور فصیح و بلیغ خطبات میں بھی نہیں پائی گئی۔ آپ کے علمی اور ادبی کمالات جتنے کسبی تھے یقیناً اس سے کچھ زیادہ ہی وہبی بھی تھے اور اس شعر کے مصداق :

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

عربی فارسی اردو ادب پر کامل عبور

حضرتِ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذۂ کرام میں سے جو نام مجھے تحقیق ہو سکے ان کا ذکرِ خیر پہلے آ چکا ہے۔ یہ حضرات اپنے دَور کے جلیل القدر علماء تھے، جو علوم عقلی و نقلی کے فضل و کمال کے لئے گزشتہ صدی کے نصفِ آخر میں پورے برِ صغیر میں مشہور و معروف تھے۔ بلکہ بعض کا فیض تو اس صدی کے اوائل تک جاری رہا ہے۔ حضور کی بابت یہ تو تحقیقی طور پر علم ہے کہ آپ نے علوم عقلی و نقلی میں عبورِ کامل حاصل کیا تھا۔ اور عربی زبان و ادب پر آپ کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ مگر فارسی ادبیات و کُتب کا مطالعہ صرف ابتدائی دَور میں ثابت ہوتا ہے مقامِ حیرت ہے کہ عربی سے بڑھ کر فارسی اور اردو شعر و ادب سے واقفیت ہی نہیں، ان کا صحیح ذَوق اور گہری استعداد آپ نے کس منزل پر حاصل کی۔ لیکن آپ کی روزمرّہ گفتگو، مکاتیب، مواعظ اور خطبات میں جس کثرت سے اور جیسے موزوں اشعار بیان میں آتے تھے، وہ اس بات کا پختہ ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ آپ کو عربی، فارسی اور اردو ادبیات پر ماہرانہ اور ناقدانہ عبور حاصل تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہندی اور پنجابی اشعار، اقوال اور ضرب الامثال، آپ جیسے مناسب موقع اور مطابق محل ارشاد فرمایا کرتے تھے، اس سے آپ کے تبحر علمی کی روشن شہادت دستیاب ہوتی ہے۔

آپ کا تبحّر وہبی تھا

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہونے والے اب بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، سب شہادت دیں گے کہ کم از کم اس صدی میں کسی نے آپ کو مطالعہ کتب میں مشغول نہیں دیکھا۔ جیسا کہ آپ کے سفر و حضر کے روزمرہ معمولات سے اضح ہوا، آپ کو تبلیغ و ارشاد میں اس درجہ انہماک رہتا تھا کہ کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہ تھی۔ یہ تو اکثر حضرات کو بخوبی یاد ہوگا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آپ کی محفل میں کسی کتاب، رسالہ یا اخبار کا ذکر آیا۔ اور آپ کے حکم سے کسی نے اس میں سے کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ ایسے مواقع پر بالعموم یہ ہوتا تھا کہ قرأت کے دَوران حضور خود تفسیر و تشریح کے طور پر، موضوع زیر بحث کے مطابق، قرآن پاک، حدیث شریف یا دیگر اسناد و شواہد کے حوالے سے مسائل بیان فرمانے لگتے۔ اور بعض مرتبہ یہ سلسلہ کافی دراز ہو جاتا تھا۔ اس طرح کی روایت و قرأت کے واقعات بھی کم ہی پیش آتے تھے۔ مگر ایسا اکثر ہوا ہے کہ گفتگو کے دَوران حضور نے خود ہی جدید تصنیفات کے حوالوں سے گفتگو فرما کر سب کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

سادگی و پرکاری

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کی تحریر و تقریر میں سادگی کے ساتھ پُرکاری کا اعجاز پایا جاتا تھا۔ قرآن، حدیث، اشعار، اقوال، روایات سلف کے شواہد و اسناد آپ کے سادہ و دل نشین اسلوب بیان میں ڈھل کر دلوں میں اُتر جاتے تھے۔ اور "از دل خیزد بَردل ریزد" کی بے مثال نظیر قائم کرتے تھے۔ آپ دھیمی اور معمولی آواز میں گفتگو فرماتے تھے اور خطبہ و وعظ میں بھی یہی آپ کا طریق ہوتا تھا۔ لیکن جہاں یہ اعجاز بیانی سب کے سامنے ہے کہ ہزاروں کے مجمع میں آپ کی گفتگو سُنی جاتی تھی، وہیں یہ کمال بھی سب کو معلوم ہے کہ اسی سادہ، مدّھم اور معمولی آواز و بیان کے اثر و تاثیر سے اجتماع کبھی جوش میں آجاتا تھا، کبھی دہاڑیں مار مار کے رونے لگتا تھا، اور کبھی بے تاب ہو کر سب بے اختیار نعرے بلند کرنے لگتے تھے۔

انشا و املا

آپ کے مکتوبات، مواعظ، خطبات، بیانات بلکہ آپ کی طرف سے شایع ہونے والے اشتہارات تک سب آپ کے اپنے لکھے

اور لکھوائے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ مکتوبات و بیانات و خطبات عموماً خود تحریر فرماتے تو ہمیشہ سن کر ضروری اصلاح کرا دیا کرتے تھے۔ کبر سنی اور ضعف کے عالم میں اکثر تحریریں دوسروں سے لکھوائی ہیں، مگر ان کو بھی ہمیشہ پہلے سن لیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی جزئیہ خلاف منشا بیان نہ ہو جائے۔ اسی لئے ایسی سب تحریروں میں آپ کا ذاتی اسلوب نمایاں ہے۔

اسلوبِ تحریر

مَیں نے تبرک و تیمن کے طور پر نیز نمونہ اور یادگار کی خاطر چند مکتوبات اور خطبات اس کتاب میں شامل کئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کے اسلوب تحریر کی ایک جھلک نظر آ جائے گی۔ آپ کی حیات مبارک کے ساٹھ ستّر سال گزشتہ صدی میں بسر ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی تحریر میں قدامت کی جھلک صرف دو مقامات پر نظر آتی ہے۔ مکتوبات شریف میں القاب میں۔ اور خطبات کے آغاز میں خطبۂ مسنونہ میں۔ ان دونوں کی مناسبت اور موزونیت بحث سے بالاتر ہے۔ آپ جیسے جلیل القدر عالم و محدث، اور رفیع المنزلت شیخ طریقت و ارشاد کے اسلوب میں ان دونوں کا پایا جانا ازبس مستحسن اور ضروری تھا۔

اس کے ماسوا ساری تقریر اور تحریر سلیس و سادہ زبان و بیان سے آراستہ ہے۔ حتیٰ کہ علمی اور استدلالی مباحث بھی ایسے سلیس اور شگفتہ انداز میں بیان فرمائے ہیں کہ معمولی استعداد کے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اور یہی آپ کے اسلوب بیان کی خصوصیت تھی جو ہر جگہ پائی جاتی تھی۔ اقوال، حکایات، ضرب الامثال اور اشعار کا جا بجا استعمال ایسا موزوں ہوتا ہے کہ بات دل میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ روزمرہ واقعات اور تجرباتِ انسانی کی تمثیلات آپ ایسی برجستگی اور بے ساختگی سے بیان فرماتے ہیں کہ سننے پڑھنے والا عش عش کرنے لگتا ہے۔ مکتوبات و خطبات کی نقل تو خیر مطابقِ اصل ہوتی ہی ہے لیکن میری کوشش یہ رہی ہے کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مکالمات جہاں بیان ہوئے ہیں، وہ بھی حضور ہی کے الفاظ میں حتی المقدور نقل کیے جائیں تاکہ قارئین کے استفادہ و استفاضہ میں فرق نہ آئے۔ مذکورۂ بالا تفصیل کا ثبوت ایسے مقامات کے مطالعہ سے دستیاب ہو گا۔ اس طرح ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوبِ تحریر میں قدیم و جدید کا حسین و دلکش امتزاج پایا جاتا ہے۔

ذوقِ سلیم و نقدِ صحیح

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سفر میں ہوں یا حضر میں، محفل شریف میں اکثر نعت خوانی ہوا کرتی تھی۔ اس میں زبان کی کوئی قید نہ ہوتی۔ عام طور پر تو اردو یا پنجابی اشعار ہی پڑھے جاتے تھے لیکن فارسی غزلیں بھی اکثر سنی گئی ہیں۔ بعض لوگ اپنی علاقائی زبانوں میں نعت و منقبت سناتے تھے مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کو جو غیر معمولی حافظہ اور جیسا بلند مذاقِ سلیم عطا ہوا تھا، وہ ع: "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ" کی بہترین مثال ہے۔ آپ اشعار سن کر تحسین و آفرین سے بھی نوازتے اور اکثر سنانے والوں کو نقد انعامات بھی عطا فرماتے تھے۔ جو یارانِ طریقت خدمت والا میں حاضر ہوتے تھے، ان میں سے شاعر حضرات اکثر نعت یا منقبت کہہ کر لاتے اور سنانے کی عزت حاصل کرتے تھے۔ اور حضور کی خوشنودی مزاج کے شرف سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

حضرت حافظ پیلی بھیتی رحمۃ اللہ کی نعتیہ غزل کا ذکر "حج و زیارت" کے عنوان کے تحت آچکا ہے۔ یہ غزل جیسی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے ظاہر ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جتنا پسند فرمایا وہ حبِ نبوی کے ساتھ آپ کے شستہ و بلند ادبی ذوق کی بھی شہادت دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک دلچسپ واقعہ جناب حفیظ جالندھری کے ساتھ پیش آیا تھا۔ میں نے خود حضور کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جناب حفیظ جالندھری یارانِ طریقت میں سے ہیں۔ بہر حال یہاں شعر و ادب کا وہ پُر لطف واقعہ سنیئے۔

ایک بار مدینہ منورہ میں جناب حفیظ جالندھری حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا "یہاں آکر بھی کوئی شعر کہا ہے"؟ حفیظ صاحب نے یہ شعر سنایا۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے!
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

حضور نے بہت پسند کیا۔ بار بار پڑھوایا۔ اور اپنی نہایت قیمتی واسکٹ اُتار کے انعام میں عطا فرمائی۔ حضرت یہ شعر اکثر دوسروں کو سنایا کرتے تھے اور ہر دفعہ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد کی بات ہے۔ حضور کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ حفیظ صاحب نشاط باغ میں حاضر خدمت ہوئے۔ اور دورانِ گفتگو انھوں نے کہا کہ "آپ کی عطا کردہ واسکٹ

تبرّک سمجھ کر استعمال کرتا ہوں۔ شاہنامۂ اسلام لکھتے وقت اسی کو پہنتا ہوں اور اس کی برکت سے مضامین اور اشعار نازل ہوتے رہتے ہیں۔"

موزوں اور برمحل اصلاح

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ قصور میں انجمن اسلامیہ کے جلسہ کی صدارت فرمارہے تھے۔ حفیظ صاحب اپنے مخصوص انداز میں خوش الحانی سے شاہنامہ اسلام سنارہے تھے۔ جب انھوں نے یہ شعر پڑھا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمّل ہے

حضرتؒ نے برجستہ فرمایا "حفیظ صاحب! "سب کچھ" نامکمل ہے۔" حفیظ صاحب نے اس اصلاح کو بار بار سراہا۔ اور عرض کیا " انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس اصلاح کے ساتھ ہی چھپواؤں گا۔"

ایک جلسہ میں ایک خوش گو شاعر جناب اکبؔر اپنی غزل سنارہے تھے۔ انھوں نے یہ مصرع پڑھا: ع اپنی زلفوں پہ نہ ہونے دیا قرباں تونے

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ ٹوکا اور کہا " اکبؔر صاحب! زلفوں پہ قربان ہونا اردو روزمرہ کے مطابق نہیں ہے۔ یوں کہیئے:

ع اپنے قدموں پہ نہ ہونے دیا قرباں تونے

جناب اکبؔر اس اصلاح پر بہت محظوظ ہوئے اور ستائش کی۔

ماسٹر کرم الٰہی صاحب ایک فارسی غزل لکھ کر لائے۔ اور مطلع سنایا۔ جس کا پہلا مصرع یوں تھا ع: خمر دنیا چہ کشم مست خمارے دارم۔ حضور نے فوراً ٹوکا اور فرمایا۔" ماسٹر جی! یوں نہیں۔ یوں کہو۔ ع خمر دنیا چہ کشم سخت خمارے دارم۔"

ایک موقع پر حاجی حافظ عبد اللطیف صاحب سیالکوٹی نے اسی غزل کا دوسرا مطلع پڑھا:

شوق جنّت نہ بدل خوف زنارے دارم چوں بدل الفت آں شوخ نگارے دارم

حضور نے فرمایا۔" حافظ جی! شوق جنّت کے بعد وقف کرکے پڑھو۔" غور کیجیئے

تو مفہوم کچھ سے کچھ ہو گیا۔
ایک بار حافظ عبداللطیف صاحب امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت سُنا رہے تھے۔
جب مطلع پڑھا:

زہے نصیب مدینہ مقام ہو جائے　　　درِ رسول پہ قصّہ تمام ہو جائے

تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ ارشاد فرمایا۔ "حافظ جی دوسرا مصرع اس طرح پڑھو: درِ حضور پہ حاضر غلام ہو جائے۔
حافظ صاحب نے اسی غزل کا مقطع سنایا:

بلا لو جلد مدینے میں۔ ہے امیر کو ڈر　　　کہیں نہ عمر دوروزہ تمام ہو جائے

حضور نے فرمایا" حافظ جی ڈر نہیں خوف پڑھو۔ (بلا لو جلد مدینے میں ہے امیر کو خوف)
حافظ صاحب ہی ایک دفعہ فارسی غزل سنا رہے تھے۔ انھوں نے پڑھا:

فارغم کردی ز دنیا و ز دیں　　　شاد باش اے پاک سودائے نبیؐ

حضور نے فرمایا" حافظ جی پہلا مصرع اس طرح ہے:"فارغم کردی ز دنیائے دنی"
حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک دفعہ وارث شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا گیا۔

جیہڑا ذات تے وطن ول دھیان رکھیا　　　دُنیا دار ہے او درویش کیا

آپ نے فوراً اصلاح فرمائی۔ " دُنیا دار ہے پھیر درویش کیا"
صابر قصوری صاحب افتخار قصوری صاحب کے ہمراہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ صابر صاحب کہتے ہیں کہ ہم حضور کو یہ نعت سنا رہے تھے۔

اک دُرِّ یتیم سکّہ جہاں میں بٹھا گیو ای　　　وہ نبی کریم کیا کیا کرشمے دکھا گیو ای

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ نبیّ کریم تشدید کے ساتھ پڑھو۔ اسی طرح ایک بار ہم نعت سُنا رہے تھے۔

ایسی تھی حضرت میں سحر البیانی　　　جس کا نہیں کوئی دنیا میں ثانی

آپ نے فوراً اصلاح کی اور فرمایا سحر البیانی نہیں " سحر بیانی" پڑھو۔ اسی طرح

ایک دفعہ ہم نے یہ شعر پڑھا۔

زمیں کو بھی عزّت ہو عرش علا کی   دکھا جاؤ بندوں کو صورت خدا کی

فوراً ارشاد ہوا "یوں پڑھو : دکھا جاؤ بندوں کو قدرت خدا کی"

صابر صاحب کا بیان ہے کہ اس طرح کی برمحل اور برجستہ اصلاحیں اگر ضبطِ تحریر میں لائی جاتیں تو ایک مستقل رسالہ ترتیب پا جاتا۔ ساری اصلاحیں یاد نہیں رہیں۔ ورنہ ہم نے پچیس سال سے زیادہ عرصہ تک حضور کو نعتیں سُنائی ہیں۔ اور حضور ہمیشہ ٹوک کر اسی طرح بہتر اور مناسب اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ جس سے شعر کا لطف دوبالا ہو جاتا تھا۔

اشعار کا سیاق و سباق

جناب ماسٹر کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز کو بہت شعر یاد تھے۔ وہ جب حضور کی خدمتِ والا میں حاضر ہوتے تو اکثر شعر سُنایا کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز ماسٹر صاحب سے شعر سُن کر اضافہ فرماتے۔ موضوعِ گفتگو سے متعلق فارسی اُردو کے اعلٰی اور عمدہ اشعار سُناتے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے دوران شاعر کا نام، اس کی بعض خصوصیات شعر گوئی اور اشعار سے متعلق ضروری کوائف بیان فرماتے۔ اور ضروری ہوتا تو بقدرِ ضرورت شعر کے مفہوم پر بھی روشنی ڈالتے یا اس سے متعلق مفید تصریحات فرماتے۔ ان اوقات میں ذی علم اور صاحبِ ذوق حاضرین کو جو لطف اور فیضان حاصل ہوتا تھا وہ بیان سے باہر ہے۔

ملفوظاتِ مبارک

(۱) کلمہ شریف کے دو جزو ہیں۔ جزو اول توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ جزو دوم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ان دونوں جزوؤں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جہاں سے لا آلہ الا اللہ کی حد ختم ہوئی وہیں سے محمد رسول اللہ کی حد شروع ہوئی۔

(۲) ہمارے لئے سب سے اعلٰی اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو شیطان بھی کہتا ہے۔ پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں۔ دُنیا میں جتنے فرقے ہیں۔

سب اپنے اپنے طور پر توحید کے قائل ہیں۔ پھر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کہتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں پڑھتے۔

(۳) کلمہ شریف کے دو اجزاء ہیں پرندے کے دو پروں کی طرح۔ پرندے کا ایک پَر ٹوٹ جاوے تو وہ ایک پَر سے بالشت بھر نہیں اُڑ سکتا۔ ایسے ہی ہمارا کلمہ بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے دونوں پر، یعنی دونوں جزو، توحید و رسالت سالم نہوں۔

(۴) اسلام کا سارا دارومدار توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے جس مکان کی بُنیاد ٹھیک نہو وہ عمارت کب ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت عمارت کی بنیاد کے مانند ہیں۔ باقی سب نماز روزہ اعمال وغیرہ عمارت ہیں پس جس مکان کی بُنیاد مضبوط ہوگی، اس پر عمارت بھی اچھی قایم ہوگی۔

(۵) انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاسکتی۔ زمین ان کے جسموں کو چھوتی بھی نہیں۔

(۶) رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھتا ہے، مَیں اپنے کانوں سے اس کو سُنتا ہوں۔

(۷) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا، میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۸) ایک شخص کو دوسرے نے بَیلوں کی ایک جوڑی اور زمین دیدی۔ وہ شخص سال بھر تک محنت کرتا رہا۔ ہل چلایا۔ پھر فصل بوئی۔ اس کو پانی دیتا رہا۔ کھیت میں سے گھاس پھوس تنکے چنتا نکالتا رہا۔ دن رات اسی فکر میں لگا رہا۔ فصل پک گئی تو کاٹ کر دانہ بھوسا الگ الگ کیا۔ پھر دانوں کو صاف کیا۔ پھر چکی لاکر اس میں آٹا پیسا۔ لکڑیاں جمع کیں۔ چولھا بنایا۔ آٹا گوندھا۔ توا تلاش کرکے لایا۔ ساری محنت کرکے روٹی پکائی اور پیٹ بھرا۔ یہ شریعت ہے۔ اور کسی نے اس شخص کو پکی پکائی روٹی دیدی اور اس نے کھالی۔ یہ طریقت ہے۔

(۹) بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ پہلا شریعت دوسرا طریقت۔ دونوں برحق۔ دونوں نورٌ علیٰ نور۔ فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ بڑا اور لمبا ہے۔ اور طریقت کا راستہ قریب اور نزدیک

(۱۰) میرے والد صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں، ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں، ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔

(۱۱) دنیا کی چیزوں کی محبت دِل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دِل میں جگہ دینا حج ہے۔

(۱۲) جتنی مخلوق ہے وہ سب دنیا کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ بڑا شہزور ہوگا جو اس جال کو توڑے گا۔ جال کے اس توڑنے کا نام حج ہے۔

(۱۳) جو شخص حج کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ وہ رب کا مہمان ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے۔ اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے وہ گویا میزبان کو تکلیف دیتا ہے۔ اسی لئے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۴) شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حج میں ہم بارگاہِ ایزدی میں ننگے سر ننگے پیر جاتے ہیں یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر، کہ بارِ الٰہا! ہمیں ان دشمنوں سے بچا۔ اس میں رب کا کوئی فائدہ نہیں، ہمارا اپنا بڑا فائدہ ہے۔

(۱۵) زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی، وہ بھی دو کواڑوں کے درمیان۔ اس کو ان دو کواڑوں کے اندر بند رکھو۔ جب ضرورت ہو تبھی اس کو باہر نکالو۔ بے ضرورت اس سے کام مت لو۔

(۱۶) جو شخص یہ تمنّا رکھتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو، اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو راضی رکھے۔ اگر ماں باپ ناراض ہوئے تو اسے یقین کر لینا چاہیئے کہ میرا رب بھی مجھ سے ناراض ہے۔

(۱۷) ماں باپ اگر اولاد کو عاق کر دیں تو ان کا روزہ، نماز، حج، زکواۃ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اِدھر بندہ ناراض تو اُدھر رب بھی ناراض۔

(۱۸) جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے، اسی طرح اولاد بھی ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

(۱۹) دِل کو آرام اسی وقت مِل سکتا ہے جب آدمی یا تو خود ذکر کرے۔ یا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھے۔

(۲۰) ذکر کرنے والے کے دِل میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا

کرتا ہے۔

(۲۱) ایک شخص دنیا کے غموں اور فکروں سے پریشان تھا۔ اور دل کے آرام سے بالکل ناامید ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ ایک درویش کی خدمت میں جا بیٹھا۔ جب تک اس کی خدمت میں رہا اس کے دل کو آرام اور چین حاصل رہا۔ اس نے اپنے حسبِ حال یہ شعر پڑھا۔

ناسکھ گھوڑے پالکی، ناسکھ چھتر کی چھاں یاسکھ ہرکی بھگت میں، یاسکھ سنتاماں

(۲۲) ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زبان سے دوسرے دل سے۔ ایک دفعہ بھی 'اللہ' کا لفظ زبان سے نکلا تو یہ زبان کا ذکر ہوا۔ ایک دفعہ اَللّٰہ کا نام لیا تو یہ دل کا ذکر ہوا۔ دل سے سارے جسم کی ہزاروں لاکھوں رگیں نکلتی ہیں۔ ایک بار دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔ گویا زبان کے ذکر کے مقابلے میں دل کا ذکر ہزاروں لاکھوں مرتبہ بڑا ہے۔

(۲۳) جتنے ذکر ہیں، ان سب سے بڑھ کر 'اللہ' کا ذکر ہے۔

(۲۴) اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مخلوق کے سامنے یہ حال ہے کہ کپڑا پہننے کو نہیں جسم کو مٹی لگی ہوئی ہے۔ دروازوں سے ان کو نکال دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ (حدیث صحیح کی یہی تفسیر ہے)

(۲۵) اطمینان ظاہر اور چیز ہے اور اطمینانِ قلب دوسری چیز ہے۔ جس نے سچے دِل سے کلمہ شریف پڑھ لیا، اس کو مومن کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہو گا صرف اللہ کے ذکر سے۔ رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (ترجمہ: "یاد رکھو کہ دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔)

(۲۶) دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہو گا کشتی کو آسانی ہو گی۔ اگر وہی پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے۔ اور دنیا کے رنج وغم پانی۔ سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی رہتی ہے۔

(۲۷) صوفیائے کرام نے مقرر کیا ہے کہ ہر دم پر ذکر کیا جائے۔ رات دن میں چالیس ہزار سانس آتا جاتا ہے۔ گویا ۲۴ گھنٹوں میں چالیس ہزار دفعہ ذکر ضروری ہے ——

"جو دم غافل سو دم کافر"

(۲۸) حضور کی ذات مبارک رحمۃ للعالمین ہے۔ اس لئے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ وہ عذاب سے صرف آپ کی ذاتِ پاک کے صدقے میں محفوظ ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں: وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (ترجمہ: اور اللہ ان کو (کافروں کو) عذاب نہیں دیتا، در آں حالیکہ آپؐ ان کے درمیان تشریف فرما ہیں)

(۲۹) اگر ایک خورد سال بچے کے سامنے اس کی ماں کو گالی دی جائے تو اُسے غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑنے لگتا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں چھوٹے بچے جیسی سمجھ بھی نہیں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آئے دن گستاخیاں کی جاتی ہیں، اور ان کی غیرت کو ٹھیس بھی نہیں لگتی۔ حضورؐ تو ہمارے ماں باپ سب سے ہزاروں درجہ افضل و برتر ہیں۔

(۳۰) ہر شخص کو چاہیئے کہ علمِ دین حاصل کرے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ضروری ہے کہ علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرے۔

(۳۱) مشہور ہے کُلُّ جَدِيْدٍ لَذِيْذٌ (ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے) تم دُنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو۔ لیکن دین وہی پرانا قدیم قایم رکھو۔ جیسے تمہارے اگلوں نے اختیار کیا تھا۔

(۳۲) دُعا کے دو پَر ہیں ایک اکل حلال دوسرے صدق مقال۔ جو حلال کما کے کھائے اور سچ بات مُنہ سے نکالے، اس کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۳۳) جو شخص تم سے کچھ مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ تم سے ایک پیسہ مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تمہیں سات سو تک عطا فرماتا ہے۔

(۳۴) راہِ خدا میں جو کچھ دینا ہو، وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے لو۔ مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی کچھ دے گی نہ بچے۔

(۳۵) بزرگانِ دین کا ادب کرو۔ اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں سے بھلائی کی توقع عبث ہے۔ ایک کا مردود سب کا مردود۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو پھر کوئی مرغی بھی اس میں سے بچہ نہیں نکال سکتی۔

(۳۶) اللہ کا کلام اللہ کے لئے پڑھو۔ دُنیا کے لئے پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے لعل دے کر کوڑیاں لینا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کے لئے پڑھنے کے بعد، اس کے طفیل میں، اللہ اس کو دُنیا کا فائدہ بھی عطا فرما دے۔

(۳۷) سب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا۔ لیکن تہجّد پڑھنے والے کی قبر میں اندھیرا نہیں ہوگا۔ تہجّد کی برکت سے اس کی قبر روشن ہوگی۔

(۳۸) ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی، اور ہر رات کو سورۂ تبارک الّذی پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

(۳۹) اگر دِل میں اس کی جگہ ہو، تو دُنیا کا مال اور دولت اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے

(۴۰) چاہے انسان بدعمل ہو مگر خدا کرے وہ بدعقیدہ نہ ہو۔

(۴۱) انسان دو قسم کی صفات کا مجموعہ ہے۔ (آ) اچھی صفات یعنی ملکوتی۔ ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔ (۲) بُری صفات یعنی شیطانی۔ ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴۲) جس دِن میرے پاس زیادہ لوگ کچھ مانگنے آتے ہیں، اس دن میں بہت خوش ہوتا ہُوں۔ اور جس دن کوئی نہیں آتا، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے کچھ لینے کے لئے آتا ہے، وہ دراصل لینے کے لئے نہیں آتا، بلکہ دینے کے لئے آتا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اسے میرے دروازے پر بھیجا۔ اگر وہ مجھے اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔

(۴۳) جو سیّد ہے وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور جو ڈرتا ہے وہ سیّد نہیں ہوتا۔

(۴۴) لوگ کہتے ہیں کہ درویشی دوکانداری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سَودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دوکان پر جاتا ہے۔ دوکان میں اگر مال ہو تو دوکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے۔

(۴۵) حج اور زیارت کو جاؤ تو وہاں سے کوئی چیز بچا کے ساتھ واپس مت لاؤ۔ مکہ شریف

میں ایک کے بدلے لاکھ کا، اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔

(۴۶) حد سے گزرے تو ولی۔ بے حد سے گزرے تو پیر۔ اور حد بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر۔

(۴۷) بھوکا رہ کر اللہ اللہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے۔

(۴۸) خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے آدمی سے تو نماز بھی نہیں ادا ہو سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر اللہ اللہ کرے۔ اور فرائض و واجبات کے علاوہ سُنن و نوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا ہے۔

(۴۹) خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہِ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشاتِ فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

(۵۰) عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاط یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اس کا حُسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔

(۵۱) ایمان محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہو گی اسی قدر ایمان سالم و کامل ہو گا۔ جس قدر محبت میں کمی ہو گی اسی قدر ایمان میں نقص ہو گا۔

(۵۲) مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدائے برتر و توانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو)

(۵۳) تم مسلمان ہو۔ تمھیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رسّی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصُول "باہمی محبت

والمخوت " ہے۔ اسلام محبت کا سبق دیتا ہے۔ اسلام ہمدردی سکھاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خیر خواہی کا سبق دیتا ہے۔ ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ " تمام مسلمان مادر زاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں "۔

(۵۴) انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا (اور اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے) نصِّ صریح اس پر شاہد ہے۔ کہ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔

فضل خدائے را کہ تواند شمار کرد یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

(۵۵) یوں تو اللہ تعالےٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر تمام بے مثال و بے نظیر ہیں، مگر سب سے اعلےٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی، وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزین و ممیز فرما کر یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نورِ ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب ربّ العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر، ہر سرِ مُو زبان بن کر، اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

(۵۶) صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوندِ دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ (بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمان عالی شان وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا (ترجمہ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ مبارک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت، کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ (ترجمہ اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائیگا) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

(۵۷) ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیالِ خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچّا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہبِ باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔

(۵۸) سُبحانَ اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

(۵۹) اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلّغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

(۶۰) یاد رکھو! رازقِ حقیقی وہی ہے جو تمھارا خالق و مالک ہے۔ بے ریا عبادت کرو تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ سوائے اس جبّار و قہّار کے اور کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبّت اور اُلفت رکھو۔ اور میرے بتائے ہُوئے اسباق پر ان سے عمل کراتے رہو۔

(۶۱) اگر دین اور دُنیا دونوں کے کام ایک وقت میں جمع ہو جائیں۔ تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دُنیا کے کام خود بخود ہو جائیں گے۔

(۶۲) جان جائے پر نماز نہ جائے۔

(۶۳) مسجد کی زمین پر اگر خدانخواستہ عمارت باقی نہ رہے، تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہاں کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جا سکتی۔

(۶۴) پیر کے لئے، رہبر کے لئے، بلکہ ہر انسان کے لئے علم کا بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے۔

(۶۵) کسی مسافر کو کھانا کھلانا بادشاہوں کا کام ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا) نہیں! بلکہ شہنشاہوں کا کام ہے۔

مکتوباتِ شریف

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل عمر مبارک میں ہزاروں چھوڑ لاکھوں مکتوبات سپردِ قلم کئے تھے۔ ابتدا میں بیشتر خط قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے تھے۔ کام زیادہ ہوتا تو کسی یار کو حکم دیتے اور وہ آپ کے املا کے مطابق لکھ دیا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ بعد کو سُنانے کا حکم دیتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔ عمر مبارک کے آخر میں عموماً دوسروں سے خطوط لکھوائے ہیں۔ اور کمتر خود تحریر فرمائے ہیں۔ یارانِ طریقت کے پاس حضور کے نامہ ہائے مبارک بطورِ تبرک بکثرت اب بھی محفوظ ہیں۔

حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں علاوہ خیر خیریت کے اور بہت سی کام کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ سفر کے حالات، عام مفید معلومات، علمی مسائل، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دینی، اخلاقی اور تصوف کی باتیں۔ غرض آپ کے خطوط علم و حکمت اور دلچسپی و افادیت کا نادر ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو شایع کر دیا جائے تو یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین سب کے لئے یکساں فیض اور برکت کا سامان فراہم کریں گے۔ اس کتاب میں ہر موضوع باختصار بیان ہوا ہے۔ اس لئے مکتوبات عالی میں سے بھی صرف چند خطوط افادہ و افاضہ کے واسطے درج کئے جاتے ہیں۔ البتہ اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مکتوبات کے مندرجات میں زیادہ سے زیادہ تنوع ہو تاکہ ہر رنگ کے مطالب پیشِ نظر ہو جائیں۔

ان خطوط سے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ تحریر بھی سامنے آجائے گا۔ آپ کو اشعار لاتعداد یاد تھے۔ اور انھیں موقع اور موضوع کے لحاظ سے ایسے برمحل چسپاں فرماتے تھے کہ آپ کے بلند ادبی ذوق اور علمی گہرائی کا نقش جم جاتا تھا۔ روزمرّہ گفتگو اور خطبات و مواعظ میں بھی حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب یہی تھا۔ اور مکتوبات میں بھی بہ کثرت اشعار تحریر فرماتے تھے۔ ان چند خطوط کے مطالعہ سے بھی آپ کے اسلوبِ نگارش اور بلند ادبی ذوق کا اندازہ کرنا ممکن ہو گا ــــــ

"دکن میں تبلیغ و ارشاد" کے عنوان کی تفصیلات میں ایک ۔ مکتوب گرامی بابو غلام حسین صاحب مرحوم (کوہاٹ) کے نام درج کیا جا چکا ہے جس سے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی سفر اور دَوروں کا حال روشن ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح ایک خط حضرت قائد اعظم کے نام "تحریکِ پاکستان" کے باب میں نقل ہوا ہے ۔ جو اپنی تفسیر آپ ہے ۔

مکتوب نمبر ۱

• (بنام حضرت حافظ انور علی صاحب صدیقی رہتکی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ شیشن جج رہتک)

مجمع مکارم اخلاص مخلصم حضرت حافظ صاحب زاد محبتکم

اَلسَّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت کے واسطے دُعا کرتا ہوں ۔ حال یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی اور فقیر کی دِلی مراد پوری کی ۔ یعنی مولوی صاحب[۱] کو آپ کے پاس ایک کلرک آف دی کورٹ کی صورت میں بھیجدیا ۔ اب آپ بھی ان سے کام لینے میں کوتاہی نہ فرمائیے اور دین کے کاموں میں ان سے مدد لیں ۔ اسی شراب کہن سے اہلِ دل کے دلوں کو ایکدفعہ اور مست کر کے دکھلائیں ۔

فقیر حیران ہے کہ ایام ملازمت میں تو چشمۂ فیض اس طغیانی پر ہو کہ ایک موج ابھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی کہ دوسری تیار ۔ کسی میں قانونِ عشق کے بیش بہا موتی نظر آ رہے ہیں کسی میں سلوک اپنا رنگ دکھا رہا ہے ۔ مگر اب جو فرصت ہوئی تو ہماری امیدوار آنکھیں اب تک راہ تکتی رہیں ۔ مگر کتاب ضخیم تو در کنار ، ایک ورق بھی تازہ مضامین کا ہم تک نہ پہنچا ۔ مانع بخیر باد ۔

حضرتِ من ! اگرچہ فقیر کا کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانا ہے ۔ مگر دل آپ جیسے بلبل گلشنِ توحید کی خاموشی کا بردبار نہیں ہو سکتا ۔ ناچار دل کی بے قراری زبان پر آ ہی جاتی ہے ۔ اس واسطے فقیر چند کلمات لکھے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اور وہ یہ ہیں ۔ سُن لیجئے کہ دنیا گزشتنی ہے ۔ اور اس کے اعمال باقی ہیں ۔ ان پر جو ثمرات مرتب ہوں گے وہ ابدالآباد تک قائم رہیں گے ۔ عجب حال ہے کہ ایک جوہر حادث کے اُوپر جو اعراض قایم ہوں وُہ قدیم تو نہوں ۔ مگر پائیداری

---

[۱] یعنی حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی ۔ اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اوّل حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز

میں ابد کے پرے کنارے سے ملے ہوئے ہوں۔ اسی مسئلے پر غور فرما کر آپ بھی کمر باندھیں۔ اور اپنے نافع ترین دست و زبان کو بے کار نہ رکھیں۔ آپ کا لکھا ہزاروں دلوں پر سے نقش گناہ مٹا دینے کو کافی ہے۔ آپ کے قلم کی روانی حشر کے میدان میں مجاہدین کی تیغ کی روانی کے ساتھ ساتھ قدم مارے گی۔

علم تصوّف پر ماہوار رسالہ جاری ہوتے ہوتے یہ دن آئے۔ مولوی صاحب بھی خدا خدا کر کے وہاں مقرر ہوئے۔ مگر اب تک فقیر کی وہ مراد بر نہ آئی۔ اب دوبارہ بطور یاددہانی کے تحریر روانہ کی جاتی ہے کہ آپ وہ رسالہ جاری فرما دیں۔ یا اس کے مضامین فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔ فقیر چھپوانے وغیرہ کا بندوبست کرے گا۔ یا رہتک ہی میں جاری کر دیں۔ ہر کار خیر ہے۔ آپ بھی فرصت کو غنیمت جانیں اور جس قدر ہو سکے کوشش کریں۔ دنیا چند روزہ ہے مخلوقِ خدا کو ہدایت ہو جائے گی آپ خالق کی رضا کے حق دار ٹھیریں گے۔ لیکچر "صوفی ازم فلاسفی" کا پانچواں حصّہ بھی تیار ہو جاوے تو اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ اور ثبوت تصوّف، جواز تصور شیخ، حقوق شیخ، و آداب مریدین پر بحث کر کے ان مسائل کو عام فہم بنانا از حد ضروری امر ہے۔ فقط۔

الراقم جماعت علی عفی عنہ

۱۷ر جولائی ۱۹۰۳ء



مکتوب نمبر ۲

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم جناب حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ۔ طالب خیریت بخیریت۔

قبل ازیں ایک نیاز نامہ خدمت جناب میں بھیجا گیا تھا۔ تا حال اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ مانغش بخیر۔ دوبارہ مکلّف ہو کر امیدوار ہوں کہ جناب بہت جلد جواب سے سرفراز فرما دیں تا کہ اطمینان ہو۔ اپنی صحت اور چگونگی مزاج مبارک کی بابت ضرور اطلاع بخشیں تا کہ باعثِ تسکین خاطر ہو۔

جناب نے جیسا ارشاد فرمایا تھا "احسان" میں مضمون درج نہ ہوگا۔ بلکہ اپنا علیحدہ رسالہ حسب منشائے جناب اسی ماہ میں نکالا جائے گا۔ نام اس کا "انوار الصوفیہ" قرار پایا ہے۔ سردست جلسۂ خدام الصوفیہ کر کے چند ایک مقاصد اور اغراض رسالہ مرتب کئے گئے ہیں۔ جو بعد میں جناب کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کئے جائیں گے۔ اور مفصلہ ذیل یاروں نے وعدہ کیا ہے کہ ایک ایک ماہ کا رسالہ اپنے اپنے خرچ پر چھپوا کر مشتہر کریں گے۔

(۱) فقیر (۲) میر حبیب اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ امرتسر (۳) شیخ حسین بخش صاحب سوداگر سیالکوٹ (۴) ڈاکٹر ہدایت اللہ اسسٹنٹ سرجن جہلم (۵) حسن الدین (۶) خان صاحب غلام نبی بی اے (۷) میر عبدالعزیز صاحب امرتسر (۸) میاں غلام محی الدین صاحب سوداگر امرتسر (۱۰) میاں محمد الدین صاحب ٹھیکیدار (۱۱) بابو محمد امین صاحب کلرک۔ (۱۲) مولوی خورشید احمد بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر ڈیرہ غازی خان۔

غرض کہ اور بہت سے اصحاب بھی آمادہ ہیں۔ جو رسالہ اپنے خرچ سے مشتہر کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو بھی فرمادیں کہ وہ بھی خوشی سے ان لوگوں میں شامل ہوں جو اپنے خرچ سے ایک ماہ کا رسالہ چھپوانا اور مشتہر کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔

جو مضمون آپ نے پہلے اجلاس خدام الصوفیہ منعقدہ مسجد شاہی لاہور میں پڑھا تھا، وہ خوش نویس کو بغرض کاپی دے دیا گیا ہے۔ مگر بتیس یا چالیس صفحے کے رسالہ کے واسطے جو رسالہ "احسان" کی تقطیع کے برابر ہوگا، آپ کا وہ مضمون کافی نہ ہوگا۔ اس واسطے مضمون "صوفی و تصوّف" جو آپ نے لکھا ہے، وہ بھی ارسال کر دیں۔ جتنا تیار ہو اتنا ہی ارسال فرمادیں۔ باقی کا حصّہ دوسرے نمبر میں درج کیا جائے گا۔ فقیر نے مضمون لکھ کر تیار کیا ہوا ہے۔ مگر پہلے وہ آپ کی نظر سے گزرنا ضروری ہے۔ جناب مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ادام اللہ فیوضہم کی خدمت میں مضمون لکھنے کے واسطے درخواست کی گئی ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو بھی تاکید کریں کہ وہ مضمون لکھیں۔

مضمون وغیرہ مولوی عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول لاہور کے پاس بروقت پہنچ جایا کریں۔ بالفعل یہ قرار پایا ہے کہ آپ کے ہر دو مضامین پہلے نکلیں۔ بعدہٗ مولوی محمد عبداللہ

صاحب ٹونکی اور مولوی محمد حسین صاحب کا مضمون نکلے گا۔

پہلے رسالہ کا ٹائٹل پیج اور تمہید و دیباچہ وغیرہ کا نمونہ لکھ کر بھیج دیں۔ تاکہ وہی عبارت اور عنوان رسالہ کے ٹائٹل پیج میں درج ہو۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ ہندوستان کے گدی نشین صوفیائے کرام اور تمام خواندہ یاروں کو رسالہ مفت ارسال کیا جائے۔ اس واسطے التماس ہے کہ آپ بھی اس بارے میں اپنی رائے مبارک دے کر اطلاع دیں کہ کتنی جلدیں رسالہ کی کافی ہونگی۔ غرض مفصل ہدایات سے اس بارے میں مشکور فرمائیں۔

اور اگر ضرورت ہو تو حافظ ظفر علی صاحب کو آپ کی خدمت میں مضمون صاف لکھنے اور ہر طرح امداد دینے کے واسطے بھیجدیا جائے۔ کیونکہ جناب کے مضمون کو صاف کر کے لکھنے اور اس کے متعلق ہر طرح کا کام کاج کرنے کے واسطے ایک لایق منشی کی ضرورت ہوگی۔ اپنا لکھا ہوا مضمون اور مولوی محمد حسین کا تحریر کیا ہوا مضمون تو مولوی محمد عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول کے پتہ پر ارسال فرماویں۔ یہ بھی تحریر فرماویں کہ آپ کی خدمت میں کتنی جلدیں روانہ کی جاویں۔ اور ہر طرح کی ہدایت متعلق رسالہ مفصل طور سے لکھ بھیجیں۔ فقط۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حاجی صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب و منشی نبی بخش صاحب اور صاحبزادگان کو السلام علیکم بصد اشتیاق۔

راقم فقیر جماعت علی عفی عنہٗ

مورخہ ۱۴ رجون ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۳

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع مکارم اخلاق و منبع فیض و برکات جناب حافظ صاحب دام اللہ فیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمد للہ کہ جناب کا نوازش نامہ ملا۔ مگر مطالعہ سے ناسازی طبیعت گرامی کا حال معلوم ہوا۔ جو باعث رنج و ملال ہے۔ خداوند کریم آپ

جیسے صاحب کمالات ظاہری و باطنی کا فیض جاری رکھے۔ اور صحتِ جسمانی عطا فرما کر کافۃ النّاس کو عموماً اور اصحابِ طریقت کو خصوصاً آپ کے فیض لامتناہی سے مستفیض کرے۔ میری دُعا ہے کہ آپ جیسے خضر صورت مبارک بزرگوار کا سایہ مدّت مدید تک نیاز مندوں کے سر پر قایم رکھے۔ تاکہ آپ کی زندہ مثال اور ملفوظات سے دوبالا لطف عقید تمندوں کو حاصل ہو۔ آمین۔

ہندوستان خاص کے ساکنین تو پیشتر ہی سے آپ کے پاک اثر سے آگاہ ہیں۔ مگر اہلِ پنجاب بھی اپنی خوش نصیبی سے آپ کے شیریں مقال اور عالمانہ تحریر کے شیدا ہو رہے ہیں خداوند کریم صحت عطا فرما کر آرزومندکی آرزو آپ کے ذریعہ برلائے۔ آمین۔

میرے خیال میں اگر آپ معجون فنجنوش کا استعمال فرماویں تو مفید ہوگا۔ اگر یہ معجون مفید ہو اور وہاں دستیاب نہ ہوسکے تو میری طرف لکھیں۔ آپ کے پاس پہنچ جاوے گی۔ آپ کا خط مجھے کشمیر میں ملا۔ مَیں اگرچہ بظاہر آپ سے بہت دُور ہوں۔ مگر دل سے بہت قریب ہوں۔

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
می بینمت عیان و دُعا می فرستمت



پہلا رسالہ چھپ کر تیار ہوگیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کی خدمت میں پہنچا ہوگا۔ اور ملاحظہ میں آیا ہوگا۔ بجائے چالیس صفحات کے تیئیس پر ختم ہُوا۔ اور یہ بظاہر آپ کے ارشاد کی تعمیل ہے کہ مضمون مکمل ہر رسالہ میں نکلے۔ نامکمّل نہو۔ اور چونکہ یہ مضامین اتنے صفحات کے لئے کافی تھے۔ اس لئے اور کوئی مضمون جزوی طور پر اضافہ نہ کیا گیا۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ اگلے رسالہ نمبر ۲ میں آپ کا کُل مضمون "قانون تصوّف" نکلے۔ اس لئے اطلاعاً گزارش ہے کہ اگر اس مضمون کا کوئی حصّہ کسی پہلو سے باقی ہو تو پُورا کرکے سیکرٹری خدّام الصوفیہ کے پاس لاہور بھیجدیں۔ تاکہ سارا مضمون مکمل طریق پر اسی رسالہ میں شائع ہو۔ اور لکھائی اور صحت۔ کاغذ اور تقطیع کے بارے میں جو نقص پہلے رسالہ میں پائے جاویں، ان کی نسبت سیکرٹری کو ہدایت کی جاوے کہ دور کرے۔ اور اگلے رسالہ نمبر ۲ میں ان کو دُور کرنے کا خیال کرے۔

"ضرورت شیخ" پر مَیں نے چند اوراق لکھے ہیں۔ وہ آپ کے مطالعہ میں آئے ہوں گے۔ مگر خیال ہے کہ اگر آپ قلم اٹھاویں تو ہر پہلو سے اسی مضمون پر قلم فرسائی کرکے جامع مضمون لکھیں

تاکہ یہ مضمون بھی مکمل حیثیت سے ایک ہی رسالہ نمبر ۳ میں چھپ جاوے۔ کشمیر میں ان قلمی نایاب کتب کا ذخیرہ جمع کرنے کا مجھے خیال ہے جو لائبریری مجوزہ کے واسطے مفید ہے۔ کتاب "لوائح جامی" ہر دو فصوص ایک ساتھ میرے خیال میں چھپنے چاہئیں۔ ملفوظات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرکے چھپوانا ضروری ہے۔ اگر فرصت ملے تو ترجمہ کا اہتمام مَیں خود کروں گا۔

پنجاب میں شدتِ گرمی سے اختلاج قلب کا عارضہ تکلیف دیتا تھا۔ اس لئے کشمیر کی سرد آب و ہوا میں آنا ضروری ہوا۔ مگر یہاں آکر دوبارہ تکلیف ہوگئی۔ اب آرام ہے۔

اس ترجمہ کو کتاب کی صورت میں چھپوایا جاوے۔ یا اس ترجمہ کو ایک کالم میں اور اصل کو ایک کالم میں ترتیب دے کر رسالہ کا ایک نمبر بنایا جاوے۔

اس غرض سے کہ سیکرٹری کے پاس مضامین کا ذخیرہ رہے۔ مناسب ہوگا کہ آپ کے تحریر شدہ مضامین اگلے نمبروں کے واسطے اس کے پاس پہنچ جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی ہو اور توانائی جسمانی عطا فرمادی ہو تو اطلاع بخشیں۔ تاکہ حافظ ظفر علی صاحب بسپروری کو کتابت کے واسطے اور مسودۂ مضامین کو صاف کرنے کی غرض سے رہتک بھیجدوں۔ مجھے آپ کی رنجوری طبع کا از حد فکر ہے۔ اطلاع فرماویں کہ اب مزاج کیسا ہے تاکہ اطمینان ہو۔

ساخت کشمیر کی جو چیز مطلوب ہو، بروقت پہنچنے اطلاع کے آپ کی خدمت میں بھیج سکتا ہوں۔ یا بروقت واپسی ہمراہ لاکر پیش کر سکتا ہُوں۔ اُمید ہے ضرور کوئی نہ کوئی چیز یہاں کی آپ کو پسند ہوگی۔ اور ضرور مطلع فرماویں گے۔ اور دیگر کاروبار لائقہ سے یاد فرماتے رہا کریں گے۔

مولوی محمد حسین صاحب کو بھی مضامین نویسی کے واسطے تاکید کریں۔ اگر اجازت بخشیں اور مرضی مبارک کے موافق ہو تو "کلام المفید" میں سے "آداب الشیخ والمرید" ترجمہ کرکے ایک رسالہ مرتب کیا جاوے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے مضمون "قانونِ تصوف" پر نظر ثانی کروں۔ مَیں تو آپ جیسے بزرگوار کے لکھے ہوئے مضامین کو بے عیب سمجھتا ہُوں۔ اور ان پر کسی قسم کی جرأت کرنا داخل بے ادبی۔ "ہر چہ خوباں کنند خوب آں آید"۔ جو آپ کے قلم سے نکلے گا اس میں کلام کرنا بے ادبی سمجھتا ہُوں۔

الراقم جماعت علی عفی اللہ عنہٗ
از سری نگر۔ مہاراج گنج
۱۰ر جولائی ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۴

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم جناب حافظ جی صاحب زاد محبتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ طالب خیریت بخیریت۔ آپ کا عنایت نامہ نہایت انتظار کے بعد شرف صدور فرما ہوا۔ الحمدللہ کہ اس شافی مطلق نے آپ کی ذات منبع فیوض والبرکات کو صحت بخشی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ ع: ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

آپ کی برکت سے اس ہفتہ میں جو قلمی نایاب کتابیں دستیاب ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں —— از تصنیفات حضرت امیر کبیر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پچیس رسالہ جات۔ منجملہ ان کے یہ ہیں رسالہ عقلیہ۔ رسالہ درویشیہ۔ رسالہ فقیریہ۔ رسالہ ھمدانیہ۔ رسالہ وجودیہ۔ رسالہ مشارب الاذواق۔ رسالہ فقیریہ۔ رسالہ ہمدانیہ۔ رسالہ وجودیہ۔ رسالہ مشارب الاذواق۔ رسالہ سیر الطالبین۔ رسالہ قدوسیہ۔ رسالہ حل مشکل۔ رسالہ اعتقادیہ۔ رسالہ نوریہ۔ رسالہ صفریہ رسالہ معرفت زہد۔ رسالہ شرح قصیدہ میمیہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ۔ مکتوبات امیریہ واردات امیریہ وغیرہم ہیں۔ اور مکتوبات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اور سب سے زیادہ خوشی جن کتابوں کے حصول سے ہوئی ہے، وہ مقامات حضرت امیر کلال صاحب قدس اللہ سرہ العزیز از تصنیفات حضرت خواجہ نقشبند صاحب مشکل کشا قدس اللہ سرہ العزیز۔ و مقامات نقشبندیہ از تصنیف حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز ان دونوں نایاب کتابوں کے حصول کی آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمداللہ عجب ارزاں خریدم

میرے سفرِ کشمیر کا مقصد و علّت غائی و ماحصل گویا یہ دونوں کتابیں ہیں۔ اور نیز ایک مردِ کامل صوفی مجذوب کی زیارت ہے۔ وہ صاحب فی الحقیقت فنا فی اللہ ہیں۔

اور رسالہ حضرت روزبہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ۔ و غایت المکان و ذکر الصالحین وغیرہ چالیس کتابیں دستیاب ہو جاویں گی۔

لِلّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

اور ایک ہفتہ تک فقیر کشمیر میں مقیم ہے۔ انشاء اللہ اس ہفتہ میں چند اور کتابیں تصوف کی دستیاب ہو جاویں گی۔ یہ سب آپ کی برکت و توجّہ کا نتیجہ ہے۔

اور آج مولوی خیر شاہ صاحب کی طرف خط لکھوں گا۔ وہ اگر فارغ ہوئے تو حاضرِ خدمت ہو جاویں گے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بی اے کو بھی ترجمۂ رسالہ کے واسطے تاکید فرمادیں۔ آج کل تعطیلیں ہیں۔ پھر ان کو فرصت نہ ہوگی۔

اور ان کتابوں کا دستیاب ہونا امدادِ غیبی ہے۔ لوگ خود بخود لا کر دے رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انجمن خدام الصوفیہ کے واسطے یہ فال مبارک ہے۔ اور انجمن موصوف کا با اخلاص ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مجھے اُمید نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ یہ انجمن تمام ہندوستان کی انجمنوں سے طالبانِ حق کے واسطے زیادہ تر مفید و مفیض ہوگی۔

رسالہ نمبر اوّل کی خوشنودی اور اظہارِ مسرّت کی نسبت ہر ایک جوانب و اطراف سے خطوط بکثرت آرہے ہیں۔ اور سب یارانِ طریقت آپ کی مدح اور ثناخوان و شکر گزار ہو رہے ہیں۔ اور آپ کا مضمون پڑھ کر آپ کے حق میں دُعائیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج رات کو کوہاٹ سے بابو محمد امین صاحب ملازم بارک ماسٹری کا اسی مضمون کا خط آیا ہے۔ جس میں آپ کے مضمون کی تعریف کے علاوہ آپ کی کمال درجہ کی شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس جگہ سِری نگر محلّہ مہاراج گنج میں مولوی غلام رسول صاحب میرِ واعظ نے عصر گھڑی کی نسبت خواہش ظاہر کی ہے۔ آپ ان سے بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر لیویں۔ اور سرہند شریف کے واسطے بھی ضرور دو گھڑیاں سنگِ مرمر کی تیار کرادیں۔ اور امرتسر کیواسطے

بھی دو گھڑیاں سنگ مرمر کی تیار کرا دیں۔ قیمت کا فقیر ذمہ دار ہے۔

اور رسالہ نمبر ۲ کی تعداد اشاعت سات سو کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہزار تک پہنچ جاوے گی۔ (رسالہ سے مراد ماہنامہ "انوار الصوفیہ" ہے) اور رسالہ "الاحسان" کا جاری رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایڈیٹر لکھتا ہے کہ ستر خریداروں نے انکار کر دیا ہے۔ اور دن بدن انکار کرتے جاتے ہیں۔ اور ویلیو واپس آ رہے ہیں۔ فقیر نے دو سو سے زیادہ خریدار اس کو دیے ہیں بلکہ قریباً تین سو خریداروں کے نام ان کے پاس بھیج چکا ہوں۔ مگر میری کوشش سے کیا ہو سکتا ہے۔ جب ایڈیٹر خود ہی کچھ نہ کرے بلکہ صوفیائے کرام کے نام کو دھبّہ لگا کر بدنام کرے تو فقیر کیا کرے۔ اکثر یارانِ طریقت اس کی شکایت کے خطوط میرے پاس بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محض آپ کے فرمان کی تعمیل کر کے ہم اس رسالہ کو خرید رہے ہیں۔ ورنہ وہ خریداری کے لائق نہیں۔ اور درحقیقت بات بھی سچ ہے۔ فقیر خود اس معاملہ میں حیران ہے۔

ع: نہادم نخل خرما خار بردار ! یا ع: خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم !

اور مولوی محمد حسین صاحب و حاجی صاحب و صاحبزادہ صاحبان کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہیں۔ اور سب یاران و پرسان حال کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔

الراقم جماعت علی عفی اللہ عنہ

از سری نگر کشمیر۔ مکان خواجہ نور الدین صاحب بچہ۔

مہاراج گنج۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۵

(بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب پسروری خلیفہ مجاز۔ مدیر انوار الصوفیہ لاہور)

(مطبوعہ رسالہ مذکور بابت شعبان ۱۳۲۳ھ۔ جلد ۲۔ نمبر ۲)

اَب تو جاتے ہیں میکدے کو میرؔ

پھر ملیں گے اگر خدا لائے!

مجمع مکارمِ اخلاق مخلصم حافظ جی صاحب زاد محبتکم ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ طالب خیریت بخیریت ۔

فقیر نو تاریخ ماہ شعبان المعظم لاہور سے چل کر گیارہ تاریخ کو بمبئی پہنچا۔ اور تیرہ دن تک بمبئی میں قیام کر کے تین دن سے قرنطینہ میں وارد ہوا۔ جو بمبئی سے باہر چند میل کے فاصلہ پر ایک جزیرہ میں پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ پانچ دن کے بعد کل آگبوٹ پر سوار ہو کر چلے جاویں گے۔ آپ کی اور بعض یاران دور دراز مثلاً ملک گلگت و کلکتہ ولپشاور وکوہاٹ وکوئٹہ وبیکانیر وغیرہم کی چلنے کے وقت ملاقات نہ ہونے کا افسوس باقی رہا۔

ع:- داغ حسرت وصل تک دل میں کھٹکتا جائے گا

اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ امید ہے کہ دعائے مغفرت سے فراموش نہ فرماویں گے ۔

خط کے عنوان پر جو شعر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر کا میکدہ اور حقیقی وطن مدینہ منورہ ہے۔ جہاں سے ہمارے آباؤ اجداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مسافرانہ طور پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ تو اب بقول "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ" فقیر اپنے اصلی وطن کو جاتا ہے۔

(شعر) ہمیں دنیا سے کیا مطلب عدم کے رہنے والے ہیں

ادھر بھی ہم تلاش جلوۂ احمدؐ میں آنکلے

فقیر کی حالت اس مسافر کی ہے جو کسی دوسرے ملک میں جا کر ایک مدت تک لوگوں کے ساتھ مانوس ہو گیا ہو۔ اور پھر وہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چلنے لگے اور اس وقت لوگ اس کی جدائی میں اس کے روبرو گریہ وزاری کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ فقیر کی اس ناگاہ جدائی سے یاروں کو بہت صدمہ پہنچا ہے۔ مگر ان ہزار دلوں کے مقابلہ میں صرف فقیر کے ایک دل کے صدمہ کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مہجور پر کیا گزرتی ہوگی ۔

ع: دِل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں!

مگر کیا کیا جاوے۔ تقدیر سے تدبیر کو چارہ نہیں۔ فقیر کو اپنے یاروں کے ساتھ جس قدر محبّت ہے، اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ دنیا میں آکر مجھ سے اور تو کوئی کارنمایاں نہیں

ہو سکا۔ مگر اس کے فضل و کرم اور شفاعت حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کچھ میرے پاس ہے تو مخلوقِ خدا کی دینی خدمت۔ اور یارانِ طریقت کی محبّت ہی ہے۔ جو اُمید ہے کہ ذریعۂ نجات ہوگی۔ کیونکہ مجھ کو ان کے ساتھ محض خالصاً لوجہ اللہ محبّت ہے کسی اپنی ذاتی غرض و مطلب پر مبنی نہیں اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی توقع ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے فقیر کے نزدیک مخلوق کا عدم و وجود مساوی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

باقی رہی یاروں کی محبّت وُہ مجھ کو ضرور ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی بفرمان خداوند کریم قایم رہے گی۔ اور یہ محبّت ایسی نہیں کہ دُور چلے جانے سے اس میں فرق آجاوے۔ بلکہ بظاہر جتنا دور ہوتا جاؤں گا، دِل سے اتنا ہی نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ بقاعدۂ اقلیدس۔ دیکھو دائرہ



نقطۂ الف نقطۂ باء سے ایک حیثیت سے تو بہت دُور ہے۔ اور دوسری حیثیت سے بہت ہی نزدیک ہے۔ (شعر)

دَر راہِ عشق مرحلۂ قُرب و بُعد نیست ــــ می بینمت عیان و دُعامی فرستمت

انشاء اللہ فقیر اپنی منزل پر پہنچ کر بھی اپنے یاروں کو فراموش نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کی سعادتِ دارین کے واسطے دُعائے خیر کرتا رہے گا۔ جو خدمت فقیر کے سپرد کی گئی ہے، اس کے ادا کرنے میں فقیر نے تو جان تک سے بھی فرق نہیں کیا ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف آیندہ اختیار بدست مختار۔ اور مجھ سے جہاں تک ہو سکا، کسی یار کے ساتھ حتی الامکان سختی نہیں کی۔ اب یارانِ طریقت کا فرض ہے کہ ان کو جو کچھ فرمان ہے، اس کی تعمیل میں سرِ مُو فرق نہ کریں۔ اور ذکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ سحر خیزی۔ اتباعِ شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں سال ہائے گوشتہ کی طرح اس سال بھی ہر شہر میں شبینہ ضرور کریں۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے ان کی سب مشکلات دینی و دنیاوی آسان ہو جاویں گی۔ اور سب یاران و پرسان حال کو السلام علیکم بصد اشتیاق۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرساں ــــ یک بیک را سلام ما برساں

جو یار خط لکھنا چاہے وہ اس پتہ پر لکھے۔ مکہ شریف ۔معرفت شیخ محمد حسین شیخ عبداللہ صاحبان مطوّف۔ مگر خط رجسٹری شدہ ہونا چاہیئے۔ اور نیز اس پر اُردو و انگریزی دونوں زبانوں میں پتہ لکھنا چاہیئے۔ اور ٹکٹ دو آنے کا ہونا چاہیئے۔

راقم جماعت علی عفی عنہ

از قرنطینہ بمبئی۔ ۲۵ شعبان ۱۳۲۳ھ

مکتوب نمبر ۶

(بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب لسپروری خلیفہ مجاز مدیر انوار الصوفیہ لاہور)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم حافظ صاحب زاد محبتکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔طالب خیریت بخیریت۔

فقیر جب سے آیا ہے آپ کا کوئی محبت نامہ نہیں پہنچا جس سے حقیقتِ حال منکشف ہوتی۔ خدا تعالیٰ مانعش بخیر فرماوے۔ آمین ثم آمین۔ آپ بواپسی ڈاک تحریر فرماویں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہم مدینہ شریف سلطانی راہ سے جاویں گے اور بشرطِ زندگی حج مبارک تک مکہ شریف آجاویں گے۔

اور فقیر کو خاص حرم شریف میں بعداز نماز ظہر وعظ سنانے کی خدمت باسعادت مل گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کی پہلی خدمات بھی مقبول ہوئیں۔ اور سعی مشکور ہوگئی ہے۔ اور یہاں پر عین خانۂ کعبہ کے پاس اس دولت یا خدمت سے شرف یاب ہونے کی نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوئی۔ اَلحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ع: لِلّٰہِ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

بفضلِ خدا یہاں کے فاضلِ اجل وعالمِ اکمل بارگاہِ الٰہی ۔ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا و استاذنا مولوی عبدالحق صاحب محدّث و صوفی سے حدیث شریف صحاح ستّہ و موطائے

امام مالکؒ و مؤطائے امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی۔ و نیز دلائل الخیرات و حزب الاعظم کی اجازت و سند فقیر کو مل گئی ہے۔

ع: بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست۔ مکہ شریف کی سکونت ہفت اقلیم کی بادشاہی سے فی الواقع بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ فقیر کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا مولی الکریم۔!!

اس جگہ تمام دُنیا کے میوہ جات موجود ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا نتیجہ ان بے بہا میوہ جات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آجکل اس جگہ انگور۔ انار۔ سیب۔ بہی۔ کیلا۔ مالٹا، سنگترہ۔ کھٹا۔ میٹھا۔ خربوزہ۔ تربوز۔ ککڑی۔ کھیرا۔ لیموں۔ گلگل۔ کھجور۔ گنا۔ پونڈا وغیرہ اور ہر قسم کی سبزی میتھی۔ پالک۔ کدو۔ حلوا کدو۔ خرفہ کا ساگ۔ لوبیا۔ بھنڈی۔ توری۔ دوسری قسم کی توری۔ کریلے۔ بھٹے۔ ٹماٹر سُرخ۔ سیم کی پھلی۔ سویا وغیرہ وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔ ہر ایک چیز بکثرت مل سکتی ہے۔ اور سستی ملتی ہے۔ بلکہ اکثر چیزیں تو ہندوستان سے بھی سستی ہیں۔ کابلی بیدانہ انار جو لاہور میں چار آنے کو ملتا ہے، اس جگہ پیسے یا ڈیڑھ پیسے کو ملتا ہے۔ الغرض عجب رحمت و برکت کا ظہور ہے!!

فقیر بفضلِ خدا ہندوستان چھوڑ کر مکّہ شریف پہنچ گیا ہے۔ ہندوستان چھوٹ گیا مگر یاروں کی محبّت میرے دل سے نہیں چھوٹی۔ بقول حضرت استاذنا و مولانا مولوی فیض الحسن صاحب قدس اللہ سرّہ العزیز۔

کعبے بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا
زمزم بھی پیا پر نہ بجھی پیاس جگر کی

فقیر نے اپنے یاروں کو فراموش نہیں کیا۔ اور نہ دُعا سے غافل ہے۔ آپ تسلّی رکھیں اور سب یاران و پُرسان حال کو السَّلامُ علیکم بصد اشتیاق۔ ہر ایک کا نام لکھنے کی گنجائش نہیں۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرساں
یک بیک را سلام ما برساں

راقم جماعت علی عفی عنہ۔ از مکّہ شریف

مؤرخہ ۲۸ شوال ۱۳۲۳ھ • مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء

مکتوب نمبر ۷

(بنام بابو محمد امین صاحب - بارک ماسٹر - کوہاٹ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم -

اَلسَّلامُ علیکُم ورحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ - فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیریت کے واسطے دُعا کرتا ہے۔ جب سے آپ کوہاٹ گئے ہیں، آپ کا صرف ایک محبت نامہ آیا ہے۔ بعد ازاں آج تک انتظار ہے، خداوند مانعش بخیر کرے۔ بابو صاحب یہ سکوت نہیں چاہیئے۔ ضرور وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے فقیر کو اطلاع دیتے رہا کریں۔ کیونکہ یہ ظاہری یاد دہانی توجہ غائبانہ کا سبب ہوتی ہے۔ اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباعِ شریعت میں ہرگز سستی نہ کریں۔ بلکہ جس قدر وقت آپ کا دفتر کے وقت سے بچے، اس کو خاص مراقبے کے واسطے وقف کر دویں حتی الامکان اپنی ساری ہمت اور طاقت مراقبے ہی میں صرف کیا کریں۔ اور اگر فقیر کی طرف سے جواب لکھنے میں دیر ہوا کرے تو بھی آپ ہفتہ وار اپنا حال تحریر کرنے میں دیر نہ کیا کریں۔ تاکید ہے۔ اور جو اسباب جانماز وغیرہ وزیرآباد رہ گیا تھا وُہ پہنچ گیا ہے۔ بابو عمر دین صاحب پسروری آپ کے پاس آ گئے ہوں گے۔ ان کی ملازمت یا ٹھیکے میں جس قدر کوشش ہو سکے دریغ نہ کریں۔ بار بار تاکید ہے۔ ان کی حالت قابلِ رحم ہے۔ سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم۔ بابو عمر دین صاحب کو اَلسَّلامُ علیکم ذکر فکر مراقبہ کی تاکید ہے۔ پسرور میں سب طرح خیریت ہے۔ ظفر علی پسروری سے سلام علیکم۔ میاں امام دین صاحب، محمد شفیع صاحب، مختار احمد صاحب کو سلام علیکم۔ رمضان شریف کو غنیمت جان کر اس میں زادِ آخرت مہیا کرنے کی کوشش کریں۔ اور خدا نے چاہا تو اس سال ضرور فقیر آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرے گا تسلی رکھیں۔ فقط۔

الراقم جماعت علی عفی عنہٗ

از علی پور سیداں

۱۰ / رمضان المبارک

۱۳۲۰ھ

مکتوب نمبر ۸

(بنام بابو محمد امین صاحب۔ کوہاٹ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ فقیر بفضل خداوند ذوالجلال بخیر وعافیت ہے۔ اور آپ کی ترقی دارین کے واسطے ہر دم دعا کرتا ہے۔ فقیر آپ کے پاس سے روانہ ہو کر بخیر و عافیت تمام پہنچ گیا ہے۔ آپ کا محبت نامہ آیا تھا مگر فقیر چونکہ سفر میں تھا، اس واسطے جواب میں توقف ہوا۔ آپ خدا یادی اور اتباع شریعت میں ساعی رہیں۔ باقی ہم پیشہ یار لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کی پرواہ ہرگز نہ کیا کریں۔ اگر وہ آپ کو چھیڑتے ہیں تو واقعی برا کرتے ہیں۔ مگر انصاف شرط ہے کہ آپ صوفی ہو کر ایسی ایسی ناچیز باتوں پر انتقام کشی پر آمادہ ہیں۔ کیا اہل اللہ کے نزدیک انتقام کشی جائز ہے۔ اور پھر ایسی ایسی خفیف باتوں پر۔ صوفی کے دل کا وزن پہاڑ سے بھی زیادہ ہونا چاہیئے۔ مخالف ہواؤں سے اس کو ہرگز جنبش نہ چاہیئے۔ بلکہ دنیا داروں کی ہرزہ گوئیوں پر ہرگز خیال نہ کریں۔ اور خداوند کریم کی عنایات کا انتظار رکھیں۔ وہ کارساز اگر خوش ہے تو بیڑا پار ہے الا اگر خداوند عالم سے تو معاملہ درست نہو، اور مخلوق ساری خوش ہے، تو کچھ بھی نہیں۔ آپ خیال خدا پر رکھیں اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی اور اتباع شریعت میں ساعی رہیں۔ اور یاران کو ساتھ لے کر سب یاران مل کر حلقہ کیا کریں۔ سب یاران و پرسان حال کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ وتاکید مراقبہ۔

الراقم جماعت علی عفی عنہ

از لاہور۔ ۲؍ جون ۱۹۰۳ء



مکتوب نمبر ۹

(بنام محمد امین صاحب۔ کوہاٹ)

من نمی گویم سمندر باش یا پروانہ باش
گر خیال سوختن داری بیا مردانہ باش

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم ،

السَّلَامُ علیکُمْ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ فقیر تادمِ تحریر ہذا الفضل خداوندی خیر وعافیت سے ہے ۔ اور آپ کی خیریت وبہبودی دارین کے واسطے دُعا کرتا ہے ۔ آج ایک محبت نامہ آپ کا موصول ہوُا ۔ اس میں درج ہے کہ خط کئی بار لکھے جاچکے ہیں ۔ مگر فقیر نے جواب نہیں دیا ۔ مخلص من! فقیر کو یاد ہے کہ فقیر اکثر آپ کے محبت ناموں کے جواب باقاعدہ تحریر کرتا رہا ہے ۔ شاید کسی ایک کے جواب میں بوجہ اس کے کہ فقیر سفر میں تھا ، کوتاہی ہوگئی ہوگی ۔ اور فقیر کی طرف سے جواب کا لکھا نہ جانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ فقیر نے آپ کو فراموش کردیا ہے ۔ یا خدانخواستہ فقیر آپ سے ناراض ہے ۔ بلکہ جواب کا لکھا نہ جانا کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فقیر سفر میں ہو ۔ یا کبھی اس وجہ سے کہ فقیر کو بوجہ کسی کام کے فرصت نہو ۔ ورنہ فراموشی کی وجہ سے تو فقیر نے ہرگز سکوت کبھی اختیار نہیں کیا ۔ آپ تسلّی رکھیں ۔ اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اور اتباع شریعت میں ساعی رہا کریں ۔ فقیر دُعا سے غافل نہیں ہے ۔ اور دنیاوی ترّقی کے واسطے اپنے دل کو پراگندہ نہ رکھیں ۔ جس احسُن الخالقین نے آپ کو احسن تقویم میں پیدا کیا ، اور جس نے آسمان میں آپ کے رزق کا ذخیرہ تیار کیا ، اور جس نے کرامت کا تاج آپ کے سر پر رکھ کر آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا فرمایا ، اور ہر ایک شئے آپ کی خاطر پیدا کی ، وُہ کیا آپ کو اس حالت میں رکھ سکتا ہے ، جو اس کے نزدیک آپ کے واسطے مناسب نہو ۔ آپ اس کے سابقہ انعام کا شکریہ ادا کیے جاویں ۔ اور آیندہ اس کی عنایتوں کے اُمیدوار رہیں ۔ شعر ؎

دوستاں را کجا کند محروم آنکہ با دشمناں نظر دارد

کے مضمون کو پیشِ نظر رکھیں ۔ اور دُنیاوی فضول خیالات دُور کرنے کا عُمدہ ترین نسخہ کثرت استغفار ہے ۔ اس کو آپ بھی معمول بناویں ۔ اور اپنا حال تحریر کرتے رہا کریں ۔

اصلی مقصود خلقت انسان کا ذکرِ الٰہی اور اظہارِ عبودیت ہے ، جو آپ کا اور ہر ایک بشر کا فرضِ منصبی ہے ۔ اس میں کوتاہی جس قدر ہو ، اسی قدر نالائق بندہ کی تصور ہوتی ہے ، خواہ وہ بندہ کروڑوں روپے جمع کرلے ، یا سینکڑوں فرزندوں کا والد ہو جاوے ۔ اور اگر یادِ الٰہی میں کمی نہ ہو تو پھر خواہ وہ ایک روپیہ بلکہ ایک پیسہ بھی پاس نہ رکھتا ہو ۔ اور زن و فرزندان سے بھی اس کو حصّہ نہو ، پھر بھی وہ خدا کا تابعدار اور شکر گزار بندہ کہلانے کا حق دار ہے ۔ حکمِ الٰہی :۔

لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا (ترجمہ۔ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے) اس پر گواہ عادل ہے۔

آپ بھی اپنے قلب کو ایسے ایسے خطرات سے جو ناشکری پیدا کریں صاف رکھ کر اس احکم الحاکمین کی خدمت گزاری کئے جاویں اور موت وحشر کا خیال رکھا کریں جس قدر نعمتیں زیادہ تحویل میں ہوں گی، اسی قدر حساب بھی زیادہ اور سخت ہوگا۔ اور حساب خدا کا سخت ہے فقیر آپ کی ترقی دُنیا و دین کے واسطے دست بدُعا ہے۔ آپ بھی فقیر کو فراموش نہ کریں۔ اور شب بیداری جس قدر ہو سکے اس میں سُستی نہ کیا کریں۔ اسی سے دُنیا و دین کے مقاصد حل ہو جاویں گے۔ حافظ ظفر علی پسروری کی طرف سے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

فقیر لاہور سے واپس آرہا تھا کہ وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر آپ کے بھائی قطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ بخیریت وعافیت تھے تسلّی رکھیں۔ حسام الدین صاحب کا آپ کو کیا فکر ہے۔ وُہ اپنے اللہ کو یاد رکھیں۔ اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی رکھیں۔ وہی خدا کارساز اور مسبّب الاسباب ہے۔ اور آپ بھی ایسے ایسے فضول خیالات سے بچیں۔ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ دِل کو اس اُلجھن میں ڈالنا ضعفِ قلب کی دلیل ہے۔ ان جھگڑوں میں گرفتار رہنا گویا عُمر کو ضایع کرنا ہے۔ آخر کو وہی ہوتا ہے جو اس قادرِ مطلق نے تجویز کر رکھا ہے۔ پھر اسیرِ غم رہنا کیا فائدہ۔ (شعر)

چرا خود را اسیرِ غم زِ فکرِ بیش وکم داری   کہ نگزارد ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری

اُمید ہے کہ آپ اس تحریر پر کاربند ہوں گے۔ اور یکسُو ہو کر یادِ خدا کریں گے۔ سب یاران ودُپرسانِ حال کو سلام علیکم۔

جماعت علی عفی عنہٗ

از علی پور سیداں۔ ۲۹ شوال ۱۳۲۰ھ

مکتوب نمبر ۱۰

(بنام جناب پروفیسر الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی۔ ایم اے، ایل ٹی، ایم آر اے ایس خلیفۂ مجاز و (پروفیسر وصدر شعبہ فارسی واُردو سینٹ جانس کالج آگرہ)

یادم نمی کنی و زیادم نمی روی
عمرت دراز باد فراموش گار من

مجمع مکارم اخلاق مخلصم فریدی صاحب زاد محبتکم،

اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ وَرَحمۃُ اللہِ وَبَرَکَاتہٗ۔ طالب خیریت بخیریت۔ آپ نے فقیر کو بالکل فراموش کر دیا۔ آپ پر فقیر کو ہرگز ہرگز یہ توقع نہ تھی جو وقوع میں آئی۔ خدا تعالیٰ مانعش بخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔ آپ ہفتہ عشرہ کے بعد اپنے ظاہری باطنی حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں تو لطف سے بعید نہ ہو گا۔ اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب مشکلات دینی و دنیاوی آسان ہو جاویں گی۔ اور حکیم صاحب کو بعد سلام علیکم بصد اشتیاق مضمون واحد ہے۔ اور فقیر پانچ مہینے کے سفر کراچی و کوئٹہ و بلوچستان کے بعد آج علی پور جا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اب اسی جگہ رہوں گا۔ اور گھر میں اور بچوں کو دیدہ بوسی و دعا۔ اور سب یاروں و پرسان حال کو اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ۔ اور حلقہ ہفتہ وار جاری رکھنے کی سخت تاکید ہے اور حضرت عرب صاحب کی خدمت کو اپنی سعادت دارین کا ذریعہ سمجھیں فقط

الراقم جماعت علی عفا اللہ عنہ بقلم خود

از لاہور • ۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

مکتوب نمبر ۱۱

(بنام جناب الحاج بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی و خلیفہ مجاز) میسور

یادم نمی کنی و زیادم نہ می روی

عمرت دراز باد فراموش گار من

یہ شعر حضرت آزاد صاحب اور باقی یاروں کو بھی سنا دیں۔

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بخشی صاحب زاد محبتکم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ وَرَحمۃُ اللہِ وَبَرَکَاتہٗ۔

آپ کی دو تاریں اور ایک محبت نامہ پہنچا۔ ایک تار کا جواب تو اسی وقت لکھ دیا تھا۔ اور دوسری کا آج لکھ دیا ہے۔ اور آپ کے محبت نامہ کے جواب کے لکھنے میں اس واسطے تاخیر ہوئی کہ فقیر کی طبیعت اعتدال پر نہیں تھی۔ چنانچہ آج بھی ایک دوسرے مولوی صاحب سے لکھوا رہا ہوں۔ آپ جس دن سے تشریف لے گئے ہیں اس دن سے فقیر کی طبیعت پورے اعتدال پر نہیں آئی۔ اختلاج القلب کا دورہ مغرب کے بعد ہو جاتا ہے۔ ضعف بیحد ہے۔ نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ جماعت پیچھے کھڑی

ہوتی ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ پیچھے ساری جماعت تو کھڑی ہوتی ہے اور میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اس وقت میرے دل کی جو حالت ہوتی ہے اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ جب سے عرس شریف گزرا ہے تب سے فقیر مختلف امراض میں مبتلا رہا۔

اک نہ اک عارضہ رہا مجھ کو　　گر تھمے دست تو بخار آیا

پچھلے ہفتے ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب سول سرجن امرتسر سے میری عیادت کو آئے تھے، وہ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ تم کسی ٹھنڈی جگہ پہاڑ پر یا کشمیر جلدی چلے جاؤ حکیم آزاد صاحب والی دوائی دو دن کھائی تھی۔ اس نے سخت گرمی کی۔ اب اس انتظار میں ہوں کہ خدا تعالیٰ بارش کرے اور ٹھنڈ ہو جائے پھر اس کو شروع کروں گا۔ کیونکہ اس میں بہت سے اجزا گرم معلوم ہوتے ہیں۔

اور آپ بار بار یہ لکھ رہے ہیں کہ میسور بنگلور والے ہزارہا کی تعداد میں انتظار میں ہیں۔ فقیر کا اس مسئلے میں یہ اعتقاد ہے کہ جتنی فقیر کو اپنے یارانِ طریقت سے محبت ہے، ان کو اگر فقیر کے ساتھ اس سے دسواں حصہ بھی ہوتی تو آج تک کسی اعلےٰ درجے پر پہنچ گئے ہوتے۔ فقیر نے تو اپنی ساری عمر یارانِ طریقت کی خدمت میں گزار دی اور تو دنیا میں کوئی کام کر ہی نہیں سکا۔ نیل گڑھی سے لیکر قندھار اور کابل تک۔ اور دارجیلنگ سے لیکر کشمیر کے پرلے سرے تک اسی خدمت کے واسطے تمام عمر فقیر دورے کرتا رہا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ (ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے) اب وہ ساری قوتیں، سفر کی طاقت، سب سلب ہو چکی ہیں۔

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

جسمانی ساری قوتیں جواب دے چکی ہیں ضعف بے حد بڑھ گیا ہے۔ فقیر سوچتا ہے کہ اگر سفر پر جاؤں۔ اور وہاں جا کر اپنا فرض منصبی یعنی خدمتِ خلق نہ کر سکوں تو جانے کا کیا فائدہ۔ سفر حج پر جانے کے وقت سے عرس شریف تک میری تمام قوتیں قایم رہیں۔ اور جتنی رب نے توفیق دی اس زمانے میں فقیر نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور آیندہ بھی یہی نیت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دیں اور قوتیں بحال ہو جائیں تو باقی زندگی کے ایام میں بھی انشاء اللہ اس فرض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ

آپ ان سب سے یہ کہیں کہ وہ سب بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں کہ خداوند کریم مجھے صحتِ کاملہ عطا فرمادیں

تو میں وہاں پہنچ کر ان کی خدمت کر سکوں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ "فوائد الفواد" میں فرماتے ہیں "اگر خدا بپرسد کہ نظام الدین چہ آوردی، امیر خسرو را گرفتہ پیش خواہم کرد کہ یک کس را از مخلوق تو بندہ ساختہ آوردہ ام" یعنی آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ تم کو دنیا میں بھیجا تھا، کیا کمائی کر کے لایا اور کیا عمل کئے۔ تو اپنے ایک خادم حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر پیش کردوں گا کہ اے مولیٰ! اور تو کوئی عمل نہیں کر سکا۔ دنیا میں جا کر صرف عمل کیا ہے تو ایک یہ کیا ہے کہ تیری مخلوق میں سے ایک کو تیرا بندہ بنا کر لایا ہوں"۔ اگر ایک آدمی بندۂ خدا بن جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ فقیر نے تو اپنا سرمایۂ حیات صرف ایک یہی مقصدِ عظمیٰ یعنی خدمتِ خلقِ خدا رکھا ہوا ہے۔

اب میں آپ کی توجہ ایک دوسری طرف منعطف کراتا ہوں۔ اسے غور سے پڑھیں اور دوسروں کو بھی اس مسئلے سے آگاہ کر دیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ کنواں ایک جگہ قائم رہتا ہے۔ پانی پینے والے پیاسے دور دور سے وہاں آکر پانی پیتے ہیں۔ کنواں دور دور گھر بہ گھر نہیں پھرتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ سب علی پور آئیں اور پانی پیئیں اور سیراب ہوں۔ میرا فرض نہیں کہ گھر بہ گھر ہر ملک میں چلوں[1]۔

چھیاسی برس کی عمر تو اس خدمتِ مخلوق میں گزار دی۔ اب بالکل رہ گیا ہوں اور معذور ہو گیا ہوں۔ مجبور ہو کر آپ کو یہ لکھ رہا ہوں۔ ورنہ فقیر اپنے یارانِ طریقت کو نہ بھولا ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ بھولے گا۔ اور نہ ان کی جدائی منظور ہے۔ بقول شخصے۔

جدائی تیری کس کو منظور ہے زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

---

[1] حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری خلیفۂ مجاز رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "بخشی صاحب نے اس ارشادِ گرامی کے جواب میں لکھا تھا کہ "آنجناب اقدس کی مثال کنوئیں کی سی نہیں ہے۔ بلکہ ایک وسیع دریا کی ہے۔ جو ہر طرف بہتا ہے اور جس کی نہریں ہر طرف رواں ہیں۔ اسلامی بلاد کے ہر حصہ کے لوگ اس دریا کو اپنی طرف بہتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس سے مستفیض و مستفید ہوں۔ غریب برادرانِ طریقت کا اور دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کا میسور و بنگلور جیسے دو ہزار میل دور دراز مقام سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا دشوار ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری ہو تو ہزاروں لاکھوں آسانی سے فیض یاب ہو سکتے ہیں"۔

آپ کے چلے جانے کے بعد حضور نظام کا ایک تار فقیر کی طلبی کی نسبت اور ایک آم کا ٹوکرا آیا تھا۔ فقیر نے جواب میں لکھ دیا بیمار ہوں۔ پھر ان کا جواب آیا "آرام کرو۔ جب اللہ تعالیٰ صحت بخشیں تب آجانا"

اور اس جگہ گرمی کی وہی حالت ہے جو آپ دیکھ گئے تھے۔ اور عدن والے سید صاحب تاحال اسی جگہ مقیم ہیں۔ آجکل سیالکوٹ جانے کیواسطے فقیر کو مجبور کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلدی فقیر ان کو ہمراہ لے کر سیالکوٹ جائے گا۔ اس سال جس ملک میں فقیر کا آب ودانہ ہے، تاحال کوئی مستقل فیصلہ نہیں ہوا۔ عدن والے سید صاحب کے بچے کے گلے کا وہی حال ہے۔ دوا کی گئی لیکن تاحال کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ خدا تعالےٰ اس کو شفا نصیب فرمائے۔ اور چاول جو آپ لے گئے تھے وہ خود استعمال کریں۔ حیدرآباد نہ بھیجیں۔ ان کو یہاں سے اور بھیجدیں گے۔ اور جدّہ شریف والے مصطفیٰ صاحب وکیلِ حجّاج آپ کے پاس آویں تو فقیر کی طرف سے ان کے پاس بڑے افسوس سے ظاہر کریں کہ وہ جانے کے وقت مجھے مل کر نہیں گئے۔ بلکہ چوری چلے گئے۔ اور ان کی جو خدمت میں کرنا چاہتا تھا وہ نہ کر سکا۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہونے پائی

ہائے اس گل سے ملاقات نہونے پائی

اور ان کو تاکید کریں کہ وہ بخلوص قلب بارگاہ الٰہی میں دعا کریں کہ اس وقت تک خدا تعالیٰ فقیر کو زندہ رکھے اور اپنی بارگاہ اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نصیب فرمائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تلافیِ مافات کر دوں گا۔

اور آپ میرے وہاں آنے پر بار بار زور دے رہے ہیں۔ میرے اپنے کئی یار طریقت فوت ہو چکے ہیں، جن کے مزار شریف پر حاضر ہونا میرا اپنا فرض تھا۔

ع بر جنازہ گر نیائی بر مزار خواہی آمد

کہ حاضر ہو کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا۔ دعائے مغفرت تو اب بھی کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ جن میں سے عزیزم حاجی علیم اللہ خان صاحب مرحوم و میاں حاجی محمد حسین صاحب مرحوم کافی پلانٹر اور مخلصم عباس خان صاحب کی زوجہ محترمہ جو بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ جاکر ان کی فاتحہ خوانی کرنا بہت ضروری تھا۔ جس سے فقیر اپنے ضعف کی وجہ سے قاصر رہا۔ خدا تعالیٰ صحت اور توفیق بخشیں گے تو ضرور حاضر ہوں گا۔

آپ ذکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ سحر خیزی۔ اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب امورات دینی و دنیاوی آسان ہو جائیں گے۔

اور مخلصم میاں محمد شریف صاحب کلاتھ مرچنٹ کا محبت نامہ کل پہنچا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کل جواب لکھ دوں گا۔ ان کو بعد از اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بصد اشتیاق کہہ دیں۔ اور حضرت آزاد صاحب کو بعد از السلام علیکم بصد اشتیاق کہدیں کہ انھوں نے تو فقیر کو بالکل فراموش کر دیا۔ خدا تعالیٰ فقیر کو وہ دن نصیب نہ کرے کہ فقیر ان کو فراموش کرے۔ اور مخلصم بخشی حیدر علی خان صاحب کے بچے کی علالت کا خط آیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے کچھ اطلاع نہیں دی اس کا کیا حال ہے۔ دن رات فکر دامنگیر ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو صحت بخشے! اور بخشی علیم اللہ خان صاحب مرحوم کے بچوں کی خبر گیری آپ کے اور بخشی حیدر علی خاں صاحب کے ذمّے فرض ہے۔ گورنمنٹ میسور اگر ان کو کچھ پنشن نہ دے تو آپ کوشش کر کے ان کے بچّوں کا وظیفہ ہی مقرر کروا دیں جب تک وہ تعلیم پاتے ہیں۔ اور کوئی نیک بخت دیندار لڑکا مل جاوے تو ان کی بچیوں کی بھی شادی کرا دیں۔ کیونکہ ان کی وفات کے بعد ان کے بچّوں کے متولی پہلے بخشی حیدر علی خان صاحب ہیں اور پیچھے آپ ہیں۔

اور اپنے گھر میں سب کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بصد اشتیاق۔ اور برخوردار مقبول احمد کو دیدہ بوسی اور دعائے ترقی مدارج دارین۔ سب یاران و پرسان حال کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

ہر کہ باشد ز حال ما پرساں
یک بیک را سلام ما برساں

سب یاران کو اکٹھا کر کے ہفتہ وار حلقۂ ذکر کا بندوبست کریں اور جاری کریں۔ اور یاران طریقت کی فہرست مرتب کر کے ان کی حاضری حلقۂ ذکر سے ہفتہ وار فقیر کو اطلاع دیا کریں۔ تاکہ تسلّی ہوا کرے۔ کیونکہ اس گمراہی کے زمانے میں طریقت کی خدمت انجام دینا افضل عبادات سے ہے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

الراقم خادم الملّت والدین سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ بقلم خود

از علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۳۹ء ● ۲۶ جمادی الاوّل ۱۳۵۸ھ

جواب طلب جلد۔

(فائدہ) جیسا کہ خود حضورؒ نے فرمایا یہ خط آپ نے املا کروایا تھا۔ لیکن آخر کی دو سطریں "الراقم" سے لیکر "جلد" تک، دستِ خاص سے تحریر فرمائی تھیں۔

مکتوب نمبر ۱۲

بنام جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن صاحب قادری (خلیفۂ مجاز) (صدر شعبہ فارسی و اردو) (سینٹ جانس کالج آگرہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلصم قادری صاحب زاداللہ بقائکم،

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ طالب خیریت بخیریت۔

آج آپ کا خیریت نامہ بنام عبداللطیف پہنچکر کاشف حالات و موجب اطمینان ہوا۔ پہلے بھی آپ کے خطوط پہنچتے رہے ہیں مگر فرصت نہونے کی وجہ سے جواب میں توقف ہوتا رہا۔ پناہ گیر سوالیوں کا صبح سے شام تک تانتا لگا رہتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے شمار کیا تو ایک دن میں ایک سو ایک کی تعداد تھی۔ ہر ایک کی سُننا، دلاسا دینا، مدد کرنا وغیرہم میں ہی تمام دن صرف ہوجاتا ہے۔ مولوی کے خط میں مَیں بھی تھوڑا بہت لکھا دیتا رہا ہوں۔

اس بات سے بڑی خوشی و خورسندی ہے کہ آپ لوگوں نے ملازمت کو نہ چھوڑا۔ اور وہاں مقیم رہنے کا ارادہ کئے رکھا۔ اللہ تعالیٰ مُبارک کرے۔ اور ہر طرح سے مامون و محفوظ بخیر و عافیت و صحت رکھے۔ آمین۔ ثم آمین

قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "لینا دینا تو اُسی سے ہے مگر حیلہ کرنا پڑتا ہے۔" حالی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

دیا تو نے یاں جس بہانے سے چاہا ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ

نیز فرمایا کرتے تھے کہ "ملتے ہوئے کو چھوڑنا کفرانِ نعمت ہے۔"

ے چیزے کہ بے سوال رسد دادۂ خدا ست آں را تو رد مکن کہ فرستادۂ خدا ست

شعر مذکور ایک حدیث شریف کا فارسی میں ترجمہ ہے۔

الحمدللہ عرس شریف بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔ سال گزشتہ کی نسبت بہت زیادہ رونق تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت لامتناہی تھی۔ مجمع بڑا کثیر تھا۔ باوجودیکہ دکن۔ آگرہ۔ احمد آباد۔ مراد آباد۔ بیکانیر۔ بریلی۔ وغیرہم (حصۂ ہندوستان) سے کوئی بھی شریک نہ ہو سکا۔

مولوی عبدالستار خان صاحب نیازی سابق ایم ایل اے مغربی پنجاب۔ اور پیر صاحب مانکی شریف بھی تشریف لائے تھے۔ اور تقریریں بھی کی تھیں۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

عزیز زاہد حسن صاحب ابھی تک یہاں نہیں پہنچے۔ آنے والے ہی ہوں گے۔ مَیں ابھی تو یہاں ہوں۔ البتہ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۴ رشعبان کے عرس شریف کے بعد کوئٹہ جانے کا ارادہ ہے۔ تاریخ روانگی کا تعیّن اس کے بعد ہی ہوگا۔

اگر اپنی اور متعلقین اور یاروں کی صحت و عافیت سے مطلع کرتے رہا کریں۔ تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔ جمیع پرسان حال اور سب یاروں کو اَلسَّلَامُ علیکم۔ اندرون خانہ سب کو دُعا۔ برخورداروں کو دُعا اور دیدہ بوسی۔ فقط والسّلام والدعا۔

الراقم سیّد جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ

از علی پور سیداں۔ ۳۰ ر مئی ۱۹۴۸ء

●

(فائدہ) حضرت مولانا قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ مکتوب شریف مولوی عبداللطیف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ دستخط خود حضرت والا رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے فرمائے ہیں"

خطبات ومواعظ

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنی طویل تبلیغی اور ملّی خدمات کے دوران بلامبالغہ سینکڑوں جلسوں کی صدارت فرمائی اور خطبے پڑھے۔ نیز ہزاروں تقریریں کیں اور مواعظ حسنہ سے سامعین کو فیض یاب فرمایا۔ اگر سب کو جمع کرنا ممکن ہو تو ایک ضخیم کتاب کئی جلدوں میں ترتیب پائے۔ چند خطبات یا ان کے بعض اقتباسات دوسرے مقامات پر نقل کئے گئے ہیں۔ یہاں کچھ خطبات مکمل درج کئے جاتے ہیں تاکہ حضور کے اسلوب بیان اور طریق موعظت کا نمونہ سامنے آجائے۔

خُطبۂ صدارت مؤتمر جمعیۃ العلماء ہند بدایون

۱۹۳۵ء مطابق ۱۳۵۴ھ میں جمعیۃ العلماء ہند (سُنّی کانفرنس) کا سالانہ اجلاس بدایون (یوپی) میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپ نے درج ذیل خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ● اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَعَلَّمَهُ الۡبَيَانَ۔ وَاَنۡعَمَ عَلَيۡنَا بِاَنۡوَاعِ النِّعَمِ وَلَطَائِفِ الۡاِحۡسَانِ۔ وَفَضَّلَنَا عَلٰی سَائِرِ خَلۡقِهٖ بِتَعۡلِيۡمِ الۡقُرۡاٰنِ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الرَّحۡمَانِ، سَيِّدِنَا وَغَوۡثِنَا وَغِيَاثِنَا وَكَرِيۡمِنَا وَرَحِيۡمِنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدِ الۡمَبۡعُوۡثِ بِخَيۡرِ الۡمِلَلِ وَالۡاَدۡيَانِ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ بُدُوۡرِ الۡاِيۡمَانِ۔ وَالۡاَئِمَّةِ الۡمُجۡتَهِدِيۡنَ وَالۡاَوۡلِيَآءِ الۡكَامِلِيۡنَ نُجُوۡمِ الۡاِيۡقَانِ وَالۡعِرۡفَانِ۔ وَتَابِعِيۡهِمۡ اِلٰی يَوۡمِ الدِّيۡنِ بِالۡاِحۡسَانِ۔

اَمَّا بَعۡدُ۔ اَيُّهَا الۡعُلَمَاءُ الۡكِرَامُ وَالۡحُضَّارُ الۡعِظَامُ!

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود وسلام اللہ کے نبی پر ہو جو ہمارے سردار اور مدد کرنے

والے اور ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد جو کہ بہتر مذہب اور دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجتہاد کرنے والے اماموں پر اور اولیاء کاملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور ان پر جو احسان کے ساتھ ان کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے اے علمائے کرام اور حاضرین عظام۔

السلام علیکم! فقیر رب العزت کی حمد بجا لاتا ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام والتحیۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواروں کروڑوں درود اس پیکرِ جود اور اس نورِ مسعود پر جس کا اسوۂ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفاد ملت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی محفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علماء ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے۔ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ (ترجمہ) (اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے)۔

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واگذاری کے لئے اپنی ناچیز خدمات قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں بدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے بدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بہ نگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں، ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشاتِ فروعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے یک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لئے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا

مزار پُر انوار ہے۔ اس خاک پاک کا ایک ایک ذرّہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصلّے پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحبِ سیف کا تھا۔ کاش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی خواجہ غریب نواز کا رنگ اختیار کریں۔ اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس کفرزار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کارِ خیر کے لئے وقف کر دوں۔

ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی　　دردمندانِ محبت کا تقاضا ہے یہی

علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے لیکن ہر منصب کی چند ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر ملائکہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ سنیئے رب العزت فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (ترجمہ) آپ فرمائیے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم والے نہیں) کس قدر مؤکّد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بڑھ کر قربانی و ایثار اور فکر و تدبر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبّہ و عمامہ اسی کے لئے روز قیامت پھانسی کا رسّہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ (ترجمہ) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں)۔ یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے خشیت الٰہی اس کا حُسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شریعت و طریقت میں کفر و زندقہ سے بدتر ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ رمزِ مصطفےٰؐ فہمیدہ است　　شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے رعب و جلال سے ڈر کر، اس کے سامان حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لئے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکھ ناراض ہو جائیں گے،

یا ہندوؤں میں اس کا وقار کم ہو جائے گا، یا اس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کر۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرادی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو ہمیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کر لینی چاہیئے جن کے منبروں پر بیٹھ کر تم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شایع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرّف از روئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیّت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جو عالم اس پر دستخط نہ کرے، اعلان کر دو کہ اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں مقتدیوں اور متولّیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے ننگ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کونپل ہے اس بیت اللہ کی کہ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ (ترجمہ جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) کی مصداق ہے۔

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا ۔۔۔ خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل سے مشیّت نے تھا جس کو تاکا ۔۔۔ کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدا کا

بَیتُ اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضورِ سرورِ کائنات علیہ الف الف سلام و تحیّات کا ارشاد فیض بنیاد یہ ہے کہ اَخۡرِجُوا الۡیَهُوۡدَ وَالنَّصَارٰی مِنۡ جَزِیۡرَةِ الۡعَرَبِ یعنی جزیرۂ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمانِ دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابنِ سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں ظلم ڈھا رہی ہے؟ اس لئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی بلند پروازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لئے تیل درکار ہے۔ کیا دُنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دیدی جائے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ

ابن سعود کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور حنفیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکنِ مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابن سعود کا وظیفہ اظہارِ حق سے روک رہا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (ترجمہ) اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو،) اور ثمن قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرۂ حق بلند کرو۔ تاکہ ربِ جلیل کی بارگاہ سے اجرِ جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ جیرانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکامِ نجد کے دسترخوان پر تو طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، لیکن تمھیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے مظلوم قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ترس رہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش راعی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رُو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابعِ سنّت سلطان کہا جا سکتا ہے؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدین رض کی پوری سوانح عمریاں تمھیں از بر ہیں۔ کیوں تمھاری زبانیں جیرانِ رسول کی حمایت و اعانت کے لئے نہیں کھلتیں؟

سنو! ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الخ (ترجمہ) تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔) کیا اس پاک فرمان کی رُو سے آپ پر یہ شرعی فرض عاید نہیں ہوتا کہ آپ "قاضی ایکٹ" بنوائیں؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج "طلاق۔ خلع۔ ارتداد۔ وراثت۔ نکاح۔ ہبہ وغیرہ" امورِ شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا انسداد علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو بروئے کار لانے کے لئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لئے "بیت المال" کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع: وقت آں نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی "بیت المال" کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں۔ جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لئے "جداگانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے۔ جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منواؤ۔ ممدّ شرع قوانین منظور کراؤ۔ اوقاف کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اغیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دارو گیر میں آپ کی عزت جبھی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایکا ہو۔ آپ میں پھوٹ نہ ہو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی پجاری ہے۔ ہم مفلس ہیں، مقروض ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دُور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔ تجارت میں فروغ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کاشتکار ہے۔ آپ کی قوم کاریگر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اُٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں۔ یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آڑھت کی دکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رُو سے مُبَذِّرِیْن اور مُسْرِفِیْن شیطان کے بھائی ہیں۔

یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ●

●

خطبہ صدارت خلافت کانفرنس لایل پور

لایل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس کا اجلاس ۳ ؍ ۴ ؍ مارچ ۱۹۲۱ء کو حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی صدارت میں لایل پور میں منعقد ہوا۔ آپ نے فی البدیہہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کرا کے بہت بڑے پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

خطبہ مسنونہ عربی میں فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا۔

سچا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ، سچے ہیں حبیب پاک رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے ہیں۔ اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کا نام لینے والوں میں پیدا کیا۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ یوں تو کونسی چیز ہے جو بطور خود ایک نعمت بے بہا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار، لاتعداد، ان گنت نعمتیں پیدا کی ہیں لیکن ہمارے لئے سب سے افضل، سب سے اعلےٰ نعمت کیا ہے؟ وہ بہترین نعمت کلمۂ توحید ہے۔ اس کلمہ طیبہ سے بہتر کون سی نعمت ہے جس پر ہم ناز و افتخار کر سکیں!!

میَں نے کل کہا تھا کہ بعض اصحاب نے میرے متعلق یہ بدگمانی پھیلائی ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میَں خدمتِ خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں میَں خدمتِ اسلام کے لئے میدانِ عمل میں اترتے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے، دروغ ہے، افترا ہے میَں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میَں نے حیدر آباد دکن، راولپنڈی، نوشہرہ، پشاور، بنگلور، گوجرہ اور کئی مقامات پر مجلسِ خلافت کے اجلاس کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

آغا محمد صفدر صاحب نے یہ مشہور کیا کہ میَں نے علی پور کے جلسے میں انہیں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ غلط ہے۔ عرس کے دن میَں نے آغا صاحب سے کہا کہ "آپ کل تک قیام کریں۔ اگر کوئی مقدمہ زیر سماعت ہے، جس کے لئے آپ نے ضرور سیالکوٹ جانا ہے، تو آپ مقدمہ کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ زرِ محنتانہ میَں ادا کر دوں گا۔ بلکہ کچھ

اور بھی نذر کروں گا"۔ لیکن آغا صاحب اطلاع دیے بغیر علی پور سے چلے گئے۔ اخبار سیاست نے افترا پردازی کی اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی۔ یہ تمام غلط بیانیاں دشمنوں کی کارگزاریاں ہیں۔ ناحق تہمت ہے جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ میں سید ہوں، آل رسول ہوں۔ جو شخص مجھ پر بہتان باندھے گا ذلیل و خوار ہوگا۔

مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ جسے خلافت سے ہمدردی نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے۔ میں باایمان ہوں۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں اور حکم ربّی ہے۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (ترجمہ) اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) خدا کے اس فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ خدا نے جو نعمتیں عطا کی ہیں انھیں ظاہر کروں۔

مَیں جو کچھ کرتا ہوں اپنے خدا کی رضاجوئی کے لئے کرتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے خاص تعلق نہیں۔ مجھے ان کی کوئی خوشامد مقصود نہیں۔ مَیں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے مولیٰ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔

جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبۂ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، مَیں تو بفضل خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ حجاز ریلوے کے لئے چندہ کی فہرست کھولی گئی۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہُوا کہ سلطان ابن السلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور کے دستخط خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ رقوم ارسال کردہ کے لئے مجھے پانچ تمغے بھی ملے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چندہ جمع ہونا شروع ہُوا۔ میرے مکرم نواب وقار الملک مرحوم اور نواب محمد اسماعیل خان صاحب میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرے پاؤں پکڑے۔ مَیں نے کہا:

گر بر سر و چشم من نشینی   نازت بکشم کہ نازنینی

انھوں نے مجھ سے استدعائے شمولیت کی۔ مَیں شامل ہو گیا۔ مَیں نے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ طرابلس فنڈ، بلقان فنڈ، کان پور کی مسجد، اور دیگر مواقع پر مَیں نے کافی سے زیادہ چندہ دیا۔ اور اپنے یارانِ طریقت سے دلوایا۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ مَیں نے خدمت خلافت میں حصہ نہیں لیا۔ گویا کہ مَیں مسلمان

نہیں - مجھ میں جذبۂ اسلامی نہیں - اس سے زیادہ کذب اور دروغ باقی کیا ہوگی - میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خدمتِ خلافت کے لئے پیش کئے ہیں - اور جو سرمایہ میرے یاران طریقت نے جمع کر کے پیش کیا ہے، وہ کئی لاکھ ہے - انشاءاللہ میں خود اور میرے یاران طریقت اسی طرح خدمتِ خلافت میں حصّہ لیتے رہیں گے۔

مجھے سمرنا کے مظلومین سے، اپنے ترک بھائیوں سے ہمدردی ہے - بحمداللہ میں مسلمان ہوں - باایمان ہوں - آلِ رسُول ہوں - حقیقی سیّد ہوں - مجھے تُرکوں سے محبّت ہے - اپنے خلیفۃ المسلمین سے اپنے سلطان معظم سے عقیدت ہے - میں اپنا آپ اور اپنا سب کچھ حضور سلطان المعظم اور خدمت اسلام کے لیے پیش کرنے کو تیار ہوں -

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "گھبراؤ نہیں، ہم تم کو سب پر غالب کریں گے - لیکن ایک شرط ہے کہ تم میں ایمان کا ہونا ضروری ہے"، ہم مسلمان کہلا کر، مسلمانوں کے سے نام رکھ کر ذلیل ہو گئے - اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم میں "ایمان" نہیں رہا -

تم پوچھو گے کہ "ایمان" کس چیز کو کہتے ہیں - ایمان محبّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں - رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبّت ہوگی اسی قدر ایمان کامل ہوگا - جس قدر محبّت کامل ہوگی اسی قدر ایمان سالم و کامل ہوگا - جس قدر محبّت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا - اس دعوے کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں - • اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ - (ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "تم میں سے کوئی شخص ایمان دار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، تاوقتیکہ وہ میرے ساتھ اتنی محبّت نہ کرے، کہ مجھے اپنے ماں باپ سے، اپنے بیٹے سے اور دُنیا کی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز نہ سمجھے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ محبّت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایمان ہے - اب تم بتاؤ کہ تم میں سے کون ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبّت ہے - اور کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایماندار ہوں -

ایمان تو محبّتِ رسول ؐ کا نام ہے - تم میں اس قدر محبّت رسُول ہی نہیں رہی - تم تو دنیا کے ہو گئے - دُنیا کی عزّت، چند روزہ شہرت پر مر مٹے - اس عارضی وجاہت و حشمت کے

لئے تم نے اپنے آپ کو کفار کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تمہارا ایمان کمزور ہو گیا۔ اور تم ذلیل اور مغلوب ہو گئے۔ تم کب تک اسی طرح ذلیل و مغلوب رہنے کی کوشش کرو گے؟ آنکھیں کھولو اپنے ایمان کی استقامت کی کوشش کرو۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو بڑھاؤ۔ تم کوشش کرو گے تو مومن مسلمان بن جاؤ گے۔ جب تم رسولِ پاکؐ کی محبت کے طفیل ایماندار بن جاؤ گے، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ مسلمانوں کو کبھی مغلوب نہیں ہونے دیتا۔ بشرطیکہ ان کا ایمان قوی ہو۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِیْبِكَ (ترجمہ) اے پروردگار! ہمیں اپنی اور اپنے حبیبؐ کی محبت عطا فرما۔!

تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدائے برتر و دانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (ترجمہ۔ تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو۔)

مَیں نے سُنا ہے کہ میری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں۔ مَیں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ مَیں نے ان کا کون سا خطاب قبول کیا؟۔ کونسی جاگیر حکومت سے حاصل کی؟ کون سا تمغہ یا سَندلی ہے؟۔ میں ان دُنیا والوں اور اُن کی تمام دنیاوی چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیسا ڈر! کیسا خطرا!۔ ڈرے وہ جسے دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدائے پاک ہے۔ میرا مولا ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ!! میرا رازق، میرا مالک خدائے برتر ہے۔ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت!!۔ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں۔ اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروں گا۔ میرا اُٹھنا، میرا بیٹھنا، میرا چلنا، میرا کھانا، میرا پینا، میرا سونا، غرضیکہ میری ہر ایک بات خدا اور محض خدا کے لئے ہے۔ مَیں دنیا اور دنیاوی باتوں کے لئے ہرگز ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

ہاں! ایک بات اور یاد آگئی۔ جب آغا خان مسلم یونیورسٹی کے لئے جلسے کرتے پھرتے تھے، تو انھوں نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا۔ مَیں اس جلسے کا صدر تھا۔ میاں محمد شفیع صاحب

بیرسٹر، جو آج کل وزیر حکومت ہند بنے ہوئے ہیں، تقریر کر رہے تھے۔ دَورانِ تقریر انھوں نے کہا کہ "مَیں آج بہت خوش ہُوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا"۔ مَیں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا: "یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ مَیں نے کسی تعلیمی کام میں حصّہ لیا ہو۔ بلکہ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہا ہُوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دے لیتا، مَیں اپنا کھانا حرام سمجھتا ہُوں"۔

اس جلسے میں شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر۔ محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر۔ مولوی ظفر علیخان صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب سب موجود تھے۔ مَیں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پُرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں، اور نئی روشنی کے نوجوانوں نے کتنے کئے ہیں؟" ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مَیں نے پنجاب کی فوج میں ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کرایا۔ اڈوائیر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانِ عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں۔ مَیں کبھی لاٹ صاحب کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے! مَیں انشاءاللہ کبھی کسی افسر کے پاس نہیں جاؤں گا۔ مَیں سیّد ہُوں آلِ رسولؐ ہُوں۔ با ایمان ہُوں۔ مجھے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ مجھے خدا کی رحمتِ کاملہ سے یقین ہے کہ مَیں اپنے ایمان اور اپنے اعمال کی بنا پر انشاءاللہ سادات بابرکات کی صف میں اُٹھایا جاؤں گا۔

مَیں بیان کر رہا تھا کہ محبّت کا نام ایمان ہے۔ اس کے کمال پر کمال ایمان کا انحصار ہے۔ مسلمانو! غور تو کرو۔ تم مسلمان خاندانوں میں پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کے سے نام رکھے گئے۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبریں پلید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں کو، اپنے مسلمان بھائیوں کو، چند پیسوں کے لئے شہید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتے ہو۔ تمھیں شرم نہیں آتی؟ لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جو غیروں کو غلام بنائے، چہ جائیکہ اپنے بھائی پر گولی چلا کر اسے شہید کرے۔ اور اس کے ملک، اس کے خاندان، اس کے ننگ و ناموس کو اعدائے اسلام کے حوالے کر دے۔

حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بد عہدی کرتے ہیں۔ فساد کرتے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بات کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں، جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یہ مُفت کا بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شدائد روا رکھے جا رہے ہیں، ان پر جو ظلم توڑے گئے، ان کی داستانیں سُن سُن کر ہمارا دل تڑپتا ہے ہمیں رنج ہوتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے عربوں سے کیا سلوک کیا؟ ایک شخص نے جو مکۂ معظمہ سے واپس آیا ہے، مجھے بتایا کہ وہاں اجناسِ خوردنی اور اشیائے ضروری کی اس قدر گراں بازاری ہے کہ ڈیڑھ روپیہ سیر آٹا۔ دس روپیہ سیر گھی۔ اور سات روپیہ سیر گوشت ملتا ہے۔ جینا محال ہو رہا ہے۔ ہمارے بھائیوں کے سینکڑوں کیا ہزاروں خاندان بھوکے مر رہے ہیں۔ تف ہے ہماری زندگی پر! کہ ہمارے بھائی بھوکے مریں اور ہم مزے کی زندگی بسر کریں، لذیذ اور مرغن غذائیں کھائیں!!

سمرنا کا حال آپ سُن چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر گھر بار، جان و مال، سب کچھ لٹا دینے والوں کا حال سُن لیا، وہ بھوکے ہیں، ننگے ہیں، ان کے پاس کھانے کو نہیں، پہننے کو نہیں، ان پر کیا کیا ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ اسلام کا کیا حکم ہے؟ تمھیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتّفاق و اتّحاد رکھو۔ اللہ کی رسّی کو مضبوط تھام لو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصُول "باہمی محبّت و اخوّت" ہے۔ اسلام محبّت کا سبق دیتا ہے۔ ہمارے مولیٰ فرماتے ہیں کہ "تمام مسلمان مادر زاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں"
شیخ سعدیؒ کہتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند   کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار   دگر عضوہا را نماند قرار

بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے تُرک اور عرب بھائیوں کو تکلیف پہنچے، ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، وہ دُکھ اُٹھائیں، اور ہم بیٹھے دیکھا کریں۔ ہم کس طرح مسلمان کہلائے جا سکتے ہیں؟ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور

محمد علی ہی رہ گئے ہیں، جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں، جیلخانوں میں جائیں ؟۔ کیا باقی مسلمان مر گئے ؟۔ تم میں غیرت نہیں۔ تم میں حمیّت نہیں۔ حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ "جس میں غیرت نہیں، اس میں ایمان نہیں"، تمھیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف کیوں برداشت کی ؟۔ محض اس لئے کہ انھوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھ دیا تھا کہ "تم مصر چھوڑ دو"۔ اور یہ کہ "ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا"۔ تم ہی بتاؤ کہ یہ کون سا جُرم ہے ؟ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ وُہ واقعی مسلمان ہو یہی کہے گا کہ یہ کوئی جُرم نہیں۔ تو پھر محمد علی کا جرم کیا ہے ؟

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ سلطان المعظم سے تمہارا کیا تعلق ہے ؟۔ تم ہندوستان میں پیدا ہوئے یہیں پرورش پائی، اسی ملک میں جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ؟ کیا یہ بات اب تک راز ہے ؟ کہ حضرت سلطان المسلمین تمام دُنیا کے مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ ان کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمان ان سے محبّت رکھتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو۔ "جس شخص کو سلطان المعظم سے محبّت نہیں، اسے اسلام سے تعلق نہیں"۔ مسلمان وہی ہے جسے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین سے دلی عقیدت اور محبت ہو۔ سلطان المعظم ہماری رُوح ہیں اور ہم جسم ہیں۔ اگر ہم جسم ہیں تو وہ ہمارا سَر ہیں۔ ہم ان کے بل پر نازاں ہیں۔ وُہ ہمارے لئے باعثِ افتخار ہیں۔ ہمیں فخر ہے، ہمیں ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود ہے۔ اور وہی اکیلا بادشاہ ہے جس کے سامنے تمام عالم کے مسلمان سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ہمارا سلطان المعظم سے اور سلطان المعظم کا ہم سے وہی تعلق ہے، جو انگریزوں کا عیسائی سلطنتوں سے ہے۔ انگریزو! ذرا غور کرو کہ تم نے عیسائی سلطنتوں کو آزاد کرا دیا۔ تم نے بہت سے مُلک ترکوں سے چھین کر اپنے عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیے۔ اب ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ تمھاری ہی تقلید ہے۔ یہ سبق تو اس زمانے میں جب ہم اسلام کو بھول چکے ہیں، تم ہی نے یاد کرایا۔ اس میں تم ہی ہمارے اُستاد ہو۔

دو سال گزرے کہ ایک دفعہ گوجرانوالہ میں نماز جمعہ کے بعد میں وعظ کر رہا تھا کہ ملک لال خان صاحب نے مجھ سے کہا کچھ خلافت کے متعلق کہوں۔ مَیں نے اس وقت یہ لفظ کہے تھے کہ جس شخص کو خلافت سے تعلق نہیں، اسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ سلطان المعظم ہمارے لئے مایۂ صد ہزار ناز و افتخار

ہیں۔ ہماری عزت ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہیں۔

میں آپ کو ایک پیشین گوئی سُناتا ہوں، آپ سُن کر خوش ہوں گے۔ سلطنت عثمانیہ کا نام روشن کرنے والا ایک غریب شخص تھا۔ جو ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مفلس تھا، تنگ دست تھا، مگر مسافروں کی خدمت کرنا اس کا شعار تھا۔ مہمان نوازی اس کا کام تھا۔ گھر میں کھانے کو ہوتا تو بھی مہمان کی تواضع کرتا تھا۔ گاؤں والوں نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر اسے گاؤں سے باہر نکال دیا۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسے خدا یاد آتا ہے۔ چنانچہ عثمان بھی اپنے پیر صاحب کی طرف دوڑا۔ اور پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا حضرت! مجھے گاؤں والوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں، اب میں کہاں جاؤں؟ پیر صاحب نے کمال شفقت سے اسے مکان کے اندر آنے کا حکم دیا۔ اپنا کمرہ اس کے حوالے کر کے آپ اندر تشریف لے گئے۔ عثمان تھکا ماندہ تو تھا ہی، کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ جس طرف اس کے پاؤں تھے، اسی طرف قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ عثمان تھا تو جاہل، مگر ایمان کا مضبوط تھا۔ سچا مسلمان تھا۔ جب اس نے کلام مجید کو دیکھا تو کانپ گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ قرآن مجید کے نزدیک جا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ درگاہِ ایزدی میں گڑگڑاتا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ روتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ "میرے مولا! مجھ سے سخت بے ادبی ہوئی۔ اس مکان میں تیرا کلام پاک رکھا تھا۔ اور میں پاؤں پسارے پڑا رہا۔ مجھے معاف فرما۔ میرا گناہ بخش دے۔" رات بھر کھڑا روتا رہا۔

پچھلے پہر حضرت پیر صاحب باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا عثمان! مبارک ہو! کہ آج رات قرآن شریف نے بارگاہِ ایزدی میں تیری سفارش کی ہے۔ یہ سفارش منظور ہو گئی۔ تیرے لئے حکم ہوا ہے کہ "تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ۔" عثمان نے رو کر کہا کہ حضرت! گاؤں والوں نے تو مجھے گھر تک سے جواب دیدیا۔ گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ "غم مت کر۔ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ۔" عثمان حیران تھا۔ بار بار عرض کرتا تھا اور یہی جواب پاتا تھا۔

آخر پیر صاحب کی اجازت پا کر رخصت ہوا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ اسے بارہ سوار ملے انھوں نے اسے ایک گھوڑا دیا۔ اور کہا کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں۔ عثمان ان

سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ عثمان نے اس گاؤں کے سردار سے کہا کہ اطاعت قبول کرو یا میدان میں اترو۔ اس نے کچھ روپیہ پیش کیا اور متابعت قبول کی۔ عثمان کوچ کرتا جاتا تھا۔ اور روپیہ اور فوج جمع کرتا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روم کا بادشاہ عیسائی تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے پاس روپیہ بھی ہے اور فوج بھی۔ تو اسے فوج کا افسر بنا دیا۔ آخر عثمان کمانڈر اِن چیف بن گیا۔ اس بادشاہ کے اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد عثمان بادشاہ ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اسی عثمان کی یادگار ہے۔

قرآن کریم کا یہ معجزہ آج تک آلِ عثمان کو یاد ہے سلطان عبد الحمید خان غازی مرحوم و مغفور نے حکم دیا تھا کہ "ایام جنگ میں ان کی تمام رعایا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ اسی قرآن مجید کے طفیل ترکوں کو یہ عزت نصیب ہوئی ہے" اسلامی ممالک میں قرآن شریف کا اب تک ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کمرۂ عدالت میں قرآن شریف لاتے ہیں، تو حاکم اور تمام عملۂ عدالت ادب و احترام کے لئے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کا اسی قدر احترام و ادب کیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں یہ صفت محمودہ مفقود ہے۔

ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے کہ

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدائے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے یاد رکھو کہ درویش کی صدا مانی جاتی ہے۔ اگر پہلے نہیں سنی جاتی تو اب سنی جائے گی۔

ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقاماتِ مقدسہ اور ان سے چھینے ہوئے ممالک واپس دیدیے جائیں۔ ہمیں تو خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجب و غرور کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت والے سچی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق

ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں کہ "یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہ چین سے بیٹھیں گے، نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے"۔

امرتسر میں کانگریس، مسلم لیگ، خلافت کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کے چند روز بعد ایک افسر نے کسی ہندوستانی سے کہا کہ "یہاں کوے جمع ہوئے تھے۔ شور مچا کر چلے گئے۔ ہمارا کیا لے گئے۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر کائیں کائیں شور مچا کر چلتے بنے"۔ لیکن اس افسر کو اور اس افسر کی حکومت کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ابھی ہم نام کے مسلمان ہیں۔ ہم بہت جلد کام کے مسلمان بن جائیں گے۔ جب ہم کام کے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم نہ خود سوئیں گے، نہ کسی کو سونے دیں گے۔ نہ خود آرام لیں گے، نہ کسی کو چین کے دن گزارنے دیں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ مکھیاں چھتے سے نکل کر سینکڑوں کو لپٹ گئیں۔ اور سب کے منہ، سر اور اعضا کو کاٹ کاٹ کر تمام جسم کو خراب و خستہ کر دیا۔ کیا ہم مکھیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟ میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم انسان ہیں مسلمان ہیں۔ ہماری آوازیں کسی کام کی ہیں۔ یہ کائیں کائیں نہیں ہے ہماری یہ کائیں کائیں بہت جلد رنگ لائے گی۔ انشاء اللہ عنقریب رنگ لائے گی۔!!

اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا تو ہم خود مر جائیں گے۔ اپنی جان دیدیں گے۔ میں کلمۂ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمتِ اسلام، خدمتِ خلافت کے لئے میری جان تک حاضر ہے۔ مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ جس کا دل چاہے میدانِ عمل میں تجربہ کر لے۔

لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے؟ اگر مجھے باہر وعظ سنانے سے روکا گیا، تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمۃ الحق سناؤں گا۔ کیا کوئی مجھ سے میری مسجد بھی چھین لے گا؟ آپ کو یاد ہے کہ جب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کر دینے کا حکم دیا تھا، تو آپ نے اپنا سامان اٹھا کر مسجد میں رکھ لیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ "جاؤ! عالمگیر

سے کہدو کہ ہم تیری دنیاوی سلطنت سے نکل کر اپنے خدا کے گھر میں آ گئے۔ یہاں تیرا حکم نہیں چل سکتا۔ اب ہمیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا۔"

میں بھی مسجد میں جا بیٹھوں گا۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کے فرائض بجالاؤں گا۔ کون ہے جو مجھے اپنے خدا کے فرمان سنانے سے روک سکیگا؟ کون ہے جو نام حق بلند کرنے میں مانع ہوگا؟ میں اکیلا نہیں ہوں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان اور تئیس کروڑ ہندو میرے ساتھ ہیں۔ مجھے کیا خطرہ ہے! میرا مولیٰ، میرا خالق، میرا رازق، میرا حافظ و ناصر ہے۔

مسلمانو! حالی مرحوم فرماتے ہیں:

کوہ و دریا جن کے ہوتے تھے نہ ہرگز سدِّ راہ   وہ ارادے کیا ہوئے؟ اور وہ عزیمت کیا ہوئی

نیز فرماتے ہیں:

ھم ہی ہیں اے آریہ ورت! ان سواروں کے سپوت جن کی جولاں گاہ تھی تا تار سے تا زنجبار

میسور و نیل گری سے لیکر تمام ملک دکن، کشمیر اور تبت تک۔ کلکتہ سے افغانستان بلوچستان تک۔ ملک سندھ سے چمن تک ہندوستان کے شمال سے جنوب تک، مشرق سے مغرب تک۔ تمام ملک میں میرے یارانِ طریقت موجود ہیں۔ میری آواز کو ایک آواز نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک قوم کی، ایک جمعیت کی آواز ہے۔ میں ان تمام علاقوں میں تبلیغ اسلام کی خدمت ادا کرتا رہا ہوں، اور انشاء اللہ اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا۔

حضرات! مانگنا کسی مذہب میں جرم نہیں ہے۔ لیکن ہم مانگتے ہیں تو مجرم بنائے جاتے ہیں۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے   گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

مدتوں ہم نے وعدوں پر اعتبار کیا

ستم کو ہم کرم سمجھے، جفا کو ہم وفا سمجھے   گر اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو پھر اس بُت سے خدا سمجھے

ہم نے لائڈ جارج سے نہیں کہا تھا کہ کوئی وعدہ کرے۔ ہم نے حکومت برطانیہ کو مجبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت تو برضاؤ رغبت تمام قوم کی طرف سے وعدے کئے جاتے تھے۔ اب اپنے مواعید کا یہ حشر کیا جاتا ہے۔ اس وعدہ خلافی نے ہمیں بد دل کر دیا ہے۔

حکومت والو! تم ہم سے سب کچھ چھین لو۔ ملک چھین لو۔ جان چھین لو لیکن دل کو کون چھین سکتا ہے۔ ہم دل سے مخالفت کریں گے۔ ہم دل سے دعائیں مانگیں گے۔ تم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا شہتیر نظر آتا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

حضرات! میں چاہتا تھا کہ اپنا اعمال نامہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے پیش نہ کروں لیکن آج بامرِ مجبوری اپنے متعلق چند الفاظ کہنے پڑ گئے۔ اب چونکہ نماز جمعہ کا وقت قریب ہے۔ اور ہمارے عزیز مہمان شوکت علی صاحب نے اس گاڑی سے لاہور واپس جانا ہے، اس لئے میں اپنی تقریر کو سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط (ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی سننے جاننے والا ہے۔)

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!!

خطبۂ صدارت سُنّی کانفرنس مراد آباد

کل ہند سُنّی کانفرنس (جمعیتہ العلمائے ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کیا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ● اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ۔ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا۔ فَمَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ ●

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ● سب تعریفیں اللہ کے لئے ہم اُسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ھم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر توکّل کرتے ہیں۔ اور ھم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی بُرائیوں سے اور بُرے اعمال سے، پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کے لئے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ھم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ●

امّا بعد خالق ارض و سما مالک ہر دو سرا بے شمار حمد و ثنا کے لائق ہے کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو بحکم آیت شریفہ وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ خلعت اشرف المخلوقات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفتِ اسرار و حقایق کی مقدس امانت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا تابع فرمان بنایا۔

اور لاتعداد درود و سلام بروحِ پُرفتوح طاہر مطہر منور مقدس سرورِ کائنات مفخرِ موجودات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلّم دائماً ابداً کثیراً کثیراً جس آفتابِ ہدایت کے صدقے تمام اہلِ ایمان کو نورِ ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجالانا تو درکنار، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صَرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ترجمہ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے) نص صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے بالکل ناقابل ہے۔ ؎

فضلِ خدائے را کہ تواند شمار کرد یا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

یُوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلےٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی کے متمیز طوق سے ہمیں مزیّن و ممیز فرما کر یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نورِ ایمان و ایقان سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان، عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب ربّ العالمین ایسی نعمت ہے کہ اگر بندہ تمام عمر ہر سرِ مُو زبان بن کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشانِ عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی اور اس خدمت کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت ان کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لئے کی کیونکہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجّادہ و دلق نیست

اس مالک خالق ہر دوسرا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فقیر کو اپنے کمال لطف و عنایت سے علمائے کرام، وارثان حضرت سرکار کائنات م کی مقدس مجلس میں اس خدمت جلیلہ کے لئے

سر فراز فرمایا۔ یہ عزّت جو خداوندکریم نے اس فقیر کو عطا کی، اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا؛ اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

ع شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

اراکین آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا بھی فقیر تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ بحکم مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزّت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزّت افزائی کے لئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہِ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہبِ اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوندِ دوعالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے۔ جس پر اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (ترجمہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوندکریم کے فرمان عالی شان وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (ترجمہ۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (ترجمہ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔) آیت پاک شاہد ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

یہ وہ طیّب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوندعالم خود ذمہ دار ہے۔ آیۂ شریفہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (ترجمہ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔) اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ آیت مبارکہ ہے؛ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمھیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ

بخش دیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سبحان اللہ! کیا کیا برکتیں صاحب دل اہلِ بصیرت احباب کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

اربابِ علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا، اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالےٰ نے انھی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انھی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الٰہی مذہب ہے جس کے لئے قرآنِ پاک میں حکم ہے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ (ترجمہ۔ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کافر بُرا مانیں۔)

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حضرات! آج سے بیشتر کئی دفعہ مخالفین و معاندینِ اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہیوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلایا۔ مگر خداوند عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور تا قیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہلِ اسلام پر آئے، مگر جو خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہلِ اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آموجود ہوتی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹلی نہیں ہوتی کہ دوسری آدباتی ہے۔ الغرض مسلمان فِی زَمَانِنَا ہر طرح سے ہدف ناوک مصائب و آلام اور نشانہ تیرِ رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضرات! حالات زمانہ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے رُوبرو مفصل بیان کرنا سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہو گا۔ مگر فقیر مجملاً چند ایک واقعات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا، جن سے ہماری جماعت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل آپ حضرات کے سامنے پیش کرے

حقانیتِ اسلام

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصوّر کرتا ہے، اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ

ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیالِ خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہبِ باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہلِ مذاہب سے اگر درپردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہلِ اسلام کا ہے۔ کیونکہ جو جو خوبیاں اور جو برکتیں مذہبِ اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک پرانا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائرکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب تھے۔ انھوں نے اپنے ایک سررشتہ دار شیخ عزیزالدین سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہالرائڈ صاحب نے کہا "آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبّر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدہا ممبرانِ پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکّر و تدبّر کے بعد مدّتوں میں اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا

کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاچار یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے دانشمند آدمیوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر تمھارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو امی محض تھے، عرب کے ریگستان میں بیٹھ کر ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گذر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لیئے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) بنگلور میں ایک دن کاؤنٹیس لیڈی اسکیپ فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ "میں نے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے"۔ فقیر نے کہا کہ "تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں"۔ اس نے دریافت کیا کہ "شاہ صاحب وہ کس طرح"۔ فقیر نے جواب دیا "اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی"۔ میم صاحبہ نے کہا کہ "اگر میں مسلمان ہو تو میرا صاحب کیا کرے گا"۔ فقیر نے کہا کہ "صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا۔ تم مرو گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی"۔ نیز فقیر نے کہا کہ "تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمھیں کچھ بتاوے گا"۔ اس نے کہا "میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں"۔ فقیر نے اسی وقت اس کو کلمہ شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے ایسی پکی مسلمان بنی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکان اسلام کی پابند اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی مذہبِ اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ ورغلاتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ مبلّغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو لکھو کھا روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس بنگلور ہی لے کر آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی، اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی کلمہ شریف پڑھا کر حلقۂ ذکر میں

بٹھایا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا بیخود ہوا کہ تین گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سیٹھ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک وہابی کو ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے "اگر تم اس کو اس وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمھیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں" وہ بھلا وہ کیسے اس وقت اس کو ہوش میں لا سکتا تھا۔ ع:

"یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے" سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم بھنگ، دھتورہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو۔ مگر خدا کے نام میں تاثیر کو نہیں مانتے۔" وہ سخت شرمندہ ہوا۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہلِ ہنود کی بیسیوں عورتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عورتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے خوبصورت ننھے بچوں کے منہ پر ملتی ہیں اور یہ یقین رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا نہ سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سنیئے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور بمبئی میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیے۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اس نے کہا ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن شریف ہندوستان میں ہوں سب حاصل کر کے انھیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تو دیوانہ ہے۔ ہمارا قرآن شریف ان کاغذوں پر نہیں ہے۔ ہمارے دلوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو کھا قرآن شریف سمندر میں غرق کر دو، تو بھی ہمارے قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو کھا قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں۔"

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اوّل سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بارہا اس کی صداقت

کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بیخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔!

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس۔ سورتیں ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اوّل سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سُنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچّا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھا لیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھا لیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے اور عربی زبان ہی کا دور دَورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان، خصوصاً بھارت ورش میں، سنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھر بھی نہیں ہے، جہاں شاستری زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نظر آئیں گے۔ اگر کوئی کتاب تمام دُنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہلِ ہنود کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پہ نازل ہوئیں۔ اس وقت کون قومیں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

مگر مشتے نمونہ از خروارے، فقیر دو تین آپ کے رُوبرو بیان کرتا ہے:۔

(الف) تیز سے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا، اور وہ ایسی کُند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔

(ب) کسی شخص کو اگر باؤلے کتّے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر ملے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤلے کتے کا زہر باہر نکلے گا۔ اور سگ گزیدہ فضل الٰہی سے بالکل تندرست ہو جائے گا۔

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہوا فقیر ریاست رام پور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ "میری عورت کو سات دن سے دردِ زہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دائیاں عاجز آ گئے ہیں۔ نہ وہ مرتی ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لاعلاج بتا دیا ہے۔" فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر، ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر کے اس کو دیں۔ اِس کی فقیر کو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا۔ محض کلام الٰہی کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورۃ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخبر بچہ اگر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صدہا مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حالاتِ حاضرہ

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو جو اس وقت حرمین الشریفین کے خادم اور خلافت کے متحمل تھے آگھیرا۔ کئی سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان المعظم خلیفۃ الاسلام یورپی دُوَل کے ماتحت ایک کٹھ پتلی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً کشمیر سے راس کماری تک، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شور برپا ہو گیا کہ دُوَل یورپ نے اسلام اور خلافتِ اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافت اہلِ اسلام

ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھوکھا روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کیا گیا۔ سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ وزاری، الحاح و تضرع سے بارگاہِ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیرتِ مولیٰ کریم جوش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دُوَل یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقام خلافت کے رہا کرانے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکانِ احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

اربابِ علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انھی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافتِ عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرّا تھے۔ اوّل درجہ کے ظالم اور سفّاک تھے۔ انھوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو چن چن کر قتل کرایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا! ترک دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد وربندی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرکے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا۔ مگر یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی رحمۃٌ للعالمینی کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لئے ان کے نُورِ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکوموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محصور و مسحور کیا کہ ان کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذب اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شیفتہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے۔ کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نورِ خداوندی کو بجھانے کے لئے جا رہے

تھے، مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شہید خنجرِ تسلیم ہو گئے۔ اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔

اسی طرح انھی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا۔ اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادم خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہل اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دُور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے　　　مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

فتنۂ ارتداد

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہلِ ہنود کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگھٹن کی بنیاد رکھی۔ جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ پرستارانِ توحید اور غلامانِ اسلام کو جادۂ حق سے منحرف کر کے ان کو شدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشان اسلام کا نام تمام ہندوستان سے مٹایا جائے۔

ہر بلائے کز آسمان آید　　　خانۂ انوری ہمی جوید

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لالہ منشی رام صاحب سابق مینیجر گورو کل کانگڑی نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قایم کیا۔ اور مسلمان ملکانوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سے پرچارک مقرر کئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکانوں کو ہندو بنانے کے لئے لکھوکھا روپے جمع کئے گئے جس میں اہل ہنود کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے، حصہ لیا۔

جو دُکھ غریب مسلمان ملکانوں کو دیا گیا وہ ناقابل بیان ہے۔ کسی کو طمع زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی کسی پر ناجائز دباؤ اور رعب ڈالا گیا۔ کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے، علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہل درد اہلِ اسلام

نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنۂ ارتداد کے سدّباب کرنے کا تہیّہ کر لیا۔ اور سرگرمی سے شدّھی اور سنگھٹن کے خلاف کام شروع کردیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکانوں کو غیر مذہب والوں کی چالاکی اور عیّاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقّانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلّغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرس مقرّر کئے گئے۔ مساجد اور چاہات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچّوں کو ضروری ارکانِ اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمدللہ! کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا۔ اور جو کام کر دکھایا۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور صفحۂ روزگار پر تا ابد درخشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۴۲ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گڑگانواں، علی گڈھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سال گزشتہ تو وہ بالکل مایوس و ناکام ہو کر واپس جا رہے تھے اور اپنی غلطی پر نادم تھے۔ مگر حضرات! اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائیدِ خداوندی اور فضل الٰہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر جو بحکم قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (ترجمہ۔ فرمایئے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔) ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے) بھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلّغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا

میں دیانند کی، جو آریہ مت کا بانی تھا، سولہ یاد میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہنود کے لیڈر وہاں جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لئے کئی پوشیدہ اور ظاہر کمیٹیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لئے لکھوکھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ حلفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جادۂ مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روٹی کا لالچ، لڑکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لئے ہر مسلمان کو آیندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیئے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار 'تنظیم امرتسر' اور اخبار 'زمیندار' میں اور ان سے قبل اخبار 'ملاپ' میں ایک طویل مضمون لالہ ہردیال ایم اے کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہردیال نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل ناواقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ :۔

"اہل ہنود کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہنود کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سوراجیہ حاصل کر لو۔ اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کر لو۔ یعنی تمام غیر مذاہب کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کر لو۔ یہ سوراجیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدر آباد کا سا نہ ہو بلکہ کامل آزاد اور بااختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قایم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف، اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔"

یَاْلَلْعَجَب! بڑی دُور کی سوجھی حقیقت یہ ہے کہ ہر ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اس کے دِل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو اور ان کے مقدّس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ اِدھر ناعاقبت اندیش مسلمان گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے مآل و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جا رہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی تگ و دَو میں وہ کس قدر پیچھے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پروا نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلّب القلوب ہے کہ ان کے دِلوں میں محبت اسلام بھر دے۔ ان کو فکرِ فردا میں لگا دے۔ ان کو دینی و دُنیاوی ضرورتوں سے آگاہ کر دے۔ اور پکّا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بمبئی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب فقیر کو ملے۔ تو فقیر نے ان سے کہا کہ "لاہور میں جمعیتہ العلماء نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ مولویوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بجبر مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمانِ ہند کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان سے ہمدردی ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو زبردستی غریب مسلمانوں کو راہِ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈر ان ہندوؤں کے خلاف کیوں ریزولیوشن پاس نہیں کرتے؟"۔

اہلِ ہنود کا اتفاق اور یگانگت اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لئے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدّی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار بندوق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لئے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، چور وغیرہ بنا کر ان کا چالان کرا کے سزائیں دلواتے ہیں۔ اہلِ ہنود صاحب زر ہیں۔ ان کے حکّام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اپنے زر، زور، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنا کے انصاف پوری نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ اُلٹا غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم

بنانے اور سزائیں دلوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہارن پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجمیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہلِ ہنود کی نعشوں کو کاندھا دیا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار ذبیحہ گاؤ کو ناجائز تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانانِ ہند نے محض اہلِ ہنود کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گائے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہِ ہدایت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اوّل تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈرانِ قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پھانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے۔ کہ کنکھل وغیرہ میں اہلِ ہنود نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے۔ حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہلِ ہنود کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغِ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ تاقیامت روشن رہے گا۔ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ۔۔۔ کسے کو تف زند ریشش بسوزد

اب اہلِ اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گذشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل

کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنک کھائے۔ نیش زنی کرائے۔

ہر چند آزمودم ازوے نبود سودم　　مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ لَهُ النَّدَامَه

(ترجمہ۔ جس نے تجربہ کردہ کام کی آزمایش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو برداشت ہمارے مذہب میں ہے۔ کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعارِ اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق، وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔ بمصداق

بابداں بد باش و بانیکاں نکو　　جائے گل گل باش و جائے خار خار

اور

نکوئی بابداں کردن چنانست　　کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

ہمارا اولین فرض ہونا چاہیئے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس! کہ مومن، بھولا بھالا مومن ان عیاریوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ان سے پیشتر ان کے پیر بھائی حضرت سید حسن زنجانی رح لاہور میں رونق افروز تھے۔ ان کا بھی اہلِ ہنود نے سخت مقابلہ کیا۔ ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کی گئیں۔ مگر حضرت داتا صاحب رح کے باطن میں نور نبوت سے نور ولایت موجود تھا۔ اس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا۔ اور حق باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین

چشتی اجمیری تشریف لائے۔ اور پرتھی راج سے مقابلہ ہوا۔ حضور کے الفاظ مبارک کی خداوندِ عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھی راج کو کہا کہ "ماترا زندہ بہ مسلماناں سپردیم"۔ خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھی راج زندہ قید ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہل اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لئے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوند کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بد انتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟۔

برادرانِ اسلام! اِدھر تو مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنۂ ارتداد کا سدّباب کرنے میں مصروف تھے، اُدھر ناگاہ ان کے زخمی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاری زخم لگا۔ یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرم شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال شرعاً منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لئے امن کی ضمانت خداوند کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا (ترجمہ۔ اور جو کوئی اسمیں داخل ہوا وہ امن میں ہوا۔) ہزاروں بے گناہ بندگان خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تہ تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، نجدیوں نے معصوم بچّوں، بوڑھوں، اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ قصور سمجھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور اطاعت نہ کی ہو۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

گنہ بود مرد ستمگارہ را　　　چہ تاواں زن و طفل بے چارہ را؟

خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور

جوں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامان سرکار دو عالم کو ذبح کریں، ان کے اس فعل شنیع و نامشروع کو کچھ لوگ استحسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرم شریف کی بے حرمتی اور شعائر اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے۔ افسوس صد افسوس!! مگر خداوند عالم پر پورا بھروسا رکھنا چاہیئے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیئے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!!

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند　　چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

اتفاق واتحاد

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہنے والو!

سر کنم نالہ اگر تاب شنیدن داری　　سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

برادران ملت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے "اتفاق" باہمی اتحاد کی آواز آتی ہے ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تواریخ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندین اسلام کے ساتھ سلوک کیا کس عالی ہمتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے ان کو اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ (ترجمہ۔ کوئی زبردستی نہیں دین میں) اور لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ (ترجمہ۔ تمھیں تمھارا دین، مجھے میرا دین) آیات پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلایا گیا۔ یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اس کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانان ہند کو ہوا وہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی امید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشاد باری کے خلاف ہے۔ اب ان مدعیان و حامیان اسلام کا حال سنیے۔ جو در اصل خود تو ارکان اسلام اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جادۂ مستقیم اور دین قیم اور سنت مصطفوی پر قایم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا شور برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکان اسلام سے ناواقف اور ناآشنا

ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکارِ مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامان حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں، جن کے لئے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فَاتَّبِعُوْنِیْ کی صفت سے بالکل مبرّا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نااتفاقی کا الزام لگاتے ہیں، جو بالکل خلافِ واقعہ ہے ہم اہل سنّت و الجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں بمشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنّت و الجماعت ہیں۔ جو بالضرور اتفاق و اتحاد پر قائم ہیں۔

اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد، کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا۔ جس میں ناکامی ہُوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، علیسی، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

برادران! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہُوں۔ (اوّل) سچّا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنّی ہوتا ہے۔ وہ رُوح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم و علم بلاواسطہ خداوند قدّوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دوم) ہر سچّا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گذرنے کے بعد ایک دم بحکم ربّ العالمین مخلوق کے رُوبرو دعویٰ نبوّت کرتا ہے۔ اور اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوّت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی سچّے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(چہارم) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی کسی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوّت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوّت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مدارج مرزا غلام احمد کے لئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنّت والجماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے نہایت حیرت واستعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دوعالمؐ کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے!! نفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انھوں نے چھوڑا۔ بموجب فتوائے اہل سنّت والجماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انھوں نے خود کی جو راہِ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم انھوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نااتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری!!

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا　　　کیا طریقہ ہے آشنائی کا

دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابل بیان ہیں۔ وہابیانِ ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مدارجِ نبوّت اور مقاماتِ رسالتِ محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضورؐ کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام ہے۔ جس کو حضورؐ سے

محبّت نہیں، جسے حضورؐ کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضورؐ کی ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا، وہ ایمان سے دُور ہوگا۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ھم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لئے، ان سے اتفاق و اتحاد قایم کرنے کے لئے، تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ راہِ راست پر واپس آجائیں۔ قصوروار خطاکار تو وہ خود ہیں۔ طوق غلامی محبوبِ کبریاؐ کو انھوں نے گلے سے اُتارا ہے۔ اربابِ محبّت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انھوں نے ترک کیا ہے۔ حبیب رب العالمینؐ کی محبّت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو پھر ان سے کسی مومن، صاحب ایمان، غلام سرور دو جہاںؐ کا کوئی تعلّق ہو تو کس طرح سے۔

اس کو اربابِ محبت میں کروں میں کیا شمار　　آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

نہایت تعجّب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور سرورِ کائنات مفخرِ موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں، اور بزرگانِ دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یاوہ گوئی بھی سنیں اور پھر ان سے سلوکِ محبّت و اخوّت کا سلسلہ قایم رکھیں۔ تو پھر ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔!! لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا غَیْرَۃَ لَہٗ۔
(ترجمہ۔ جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔)

ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کو عزیز سمجھیں (آیت شریفہ) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ (ترجمہ۔ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) اور (حدیث) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ترجمہ۔ تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کیلئے اسکی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں ﷺ) جب اصول ایمان یہ ہوا تو جو بے دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کرے، بزرگان

دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اس سے ہمارا کیا تعلق !!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکڑالوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہوگئے۔ اور الزام الٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد! کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو، جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اس سے علیحدگی اختیار کرلو؟۔ کیا یہ قرآن پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت بیہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو۔؟ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ترجمہ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ) انھی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔"

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں کہ ہم کو کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے، ہم سے جدا ہو کر چاہِ ضلالت میں جاگرنے والے، گمراہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر واپس آجائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لئے تیار اور ان کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہوگا۔

کفرست در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

اتفاق و اتحاد کا راگ گانے والوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرور کون و مکان محبوب انس و جان روحی فداہ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا"۔ (حدیث شریف) لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ (ترجمہ۔ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی) وہ ذرا چشم بصیرت سے بنظرِ غور دیکھیں اور سوچیں کہ امت کے سوادِ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سوادِ اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخلِ دوزخ ہوگا۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ (ترجمہ) تم بڑی جماعت کی

تابعداری کرو۔پس جو شخص جماعت سے جُدا ہُوا وہ دوزخ میں جُدا ہُوا۔)

حضرات! فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ بابی۔بہائی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکڑالویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔چکڑالوی کسی سنّت وحدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنے اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔اتفاق کا ڈنکا پیٹنے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق واتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرورِ دوعالم ﷺ کے غلام ہیں۔نہ ان سے محبّت اور تعلق رکھتے ہیں۔اور نہ ان کے اعمال و افعال مطابق سنّت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابلِ ذکر ہیں۔ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔رافضی اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرّا کرنا اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔خارجی اہل بیت کو تبرّا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔کوئی ذی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو بُرا بھلا کہنا جائز اور جزو ایمان خیال کیا جائے؟ اور اس پر طرّہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔سلوک کن سے کرو؟ ظالموں سے، دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانیوالوں سے۔ سبحان اللہ! ان سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی ان سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیویں۔معاذاللہ۔خداوندکریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نورِ بصیرت، عقلِ سلیم، ایمان کامل عطا کرے۔تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔کس سے اتحاد و اتفاقِ عمل ہو سکتا ہے۔کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔کیسا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا۔اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔

صحبت ناجنس گر جاں بخشدت خوش دل مباش

آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

وصلے کہ درو ملال باشد   ہجراں بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا۔ اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنّت والجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے بیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑالوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہزنی اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ نااتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنّت والجماعت ہیں۔ یا وہ جنھوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے۔ اور جادۂ مستقیم اور سنّت نبویؐ سے پھسل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نااتّفاقی پیدا کرتے ہیں محض تہمت اور بہتان عظیم ہے۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں۔ اور غلامی سرکار دو عالمؐ حاصل کر کے ہر دو جہان میں سرخروئی حاصل کریں۔ تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے۔!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ "اس کی سعی سے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا"۔ گو یہ تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوند کریم مجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقاید باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقاید کی جانب رجوع کریں۔ اور اہل سنّت والجماعت کا سوادِ اعظم بن جائیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔ (ترجمہ۔ اور اللہ کی رسّی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور باہمی تفریق نہ کرو۔) ہم ان کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار

ہیں۔ "چشمِ ما روشن دلِ ما شاد"۔

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنّت و الجماعت میں سے کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم میں سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو واپس لانے اور اپنے میں ضم کرنے کے لئے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قایم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقاید باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ تشحیذ الاذہان (جس کو اہل اسلام تخریب الایمان کہتے ہیں) دیکھا ہوگا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دُنیا کے مسلمانوں کو کافر بنادیا۔ اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنّت والجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی۔ جو شریعت حقّہ کے مطابق ہے۔ جمعیۃ العلمائے ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنّت والجماعت کے پاک اور مقبول بندگان خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہُوا ان کی سعی اور انھی کے یمن و برکت سے ہُوا۔ جس طرف ان غلامان سرکار سر مدیؐ نے رُخ کیا فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا؟ وُہ اپنی خواہشات کو اتباعِ سنّت اور محبت رسولؐ میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً لوجہ اللہ کرتے تھے۔ نمود و نمایش، ریا و آلایش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوندکریم کی طرف سے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس! کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و ہمت، ان کا استقلال و ارادہ، ان کا عزم و جزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سُبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ شاہد ہے۔ وَلَاتَھِنُوْا وَلَا

تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (ترجمہ۔ اور سستی نہ کرو اور غم کھاؤ اور تم غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو۔) خداوندکریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (ترجمہ۔ تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔) جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے، کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے۔ غور کیجیے تو نظر آئے گا کہ

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست ۔۔۔ ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

سوچیے کہ ایسے پاک اور مقدس مواعید کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و نکبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی، بے عزتی، مصائب و آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ حضور کے بعد اصحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انھوں نے جدھر کا رخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ بڑے بڑے با جبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل التعداد غلاموں اور متبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہوّر و مردانگی، عالی ہمتی، دریادلی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکہ بٹھا دیا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں، مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و نکبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ ان کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت وادبار کی کچھ وجوہ ضرور ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی ویسے ہی پرجوش صاحب ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و ایقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبّت رسول اور اتباعِ سنّت، جو ہمیں فَاتَّبِعُوْنِیْ کے درجہ میں لا کر شان محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبّت اور نور ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبّت ہو جو صحابہ کرام رض، تابعین رح، تبع تابعین رح یا مشائخ عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلےٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبّتِ رسُول ہو، نہ اتباع سنّت ہو، نہ ایمان صحیح ہوں، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف "بدنام کنندۂ نکونامے چند" کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں اور ہم ارکانِ اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراجِ مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعائرِ اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس مُنہ سے اُجرت کی طلب

یاد رکھو خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔

عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا ج وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمٰی ج قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ط قَالَ کَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ہ

(ترجمہ - اور جس نے میری یاد سے مُنہ پھیرا تو بے شک اُس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دِن اندھا اٹھائیں گے، کہیگا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اُٹھایا میَں تو آنکھوں والا تھا فرمائیگا یُوں ہی تیرے پاس آیتیں آئی تھیں تو نے اُنھیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔)

عزیزان و برادران! قرآن پاک وُہ کتاب ہے، جس کا ہر حکم اہل ایمان کے لئے موجب ازدیاد ایمان ہے۔ جس کے ایک حرف کا بھی انکار مسلم کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو، جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدون اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی ہمسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعائرِ اسلام کی خلاف وَرزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نُورِ یقین کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگانِ دین اور مشائخ عظام سے، جو نور ایمان اور نورِ یقین کا سرچشمہ ہیں، انھوں نے منہ پھیر لیا، اور یادِ خداوندی کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی غلامی ان سے چھوٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھیرے۔ خداوند کریم کے ذکر اور احکام سے مُنہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پہ دُنیا تنگ کر دی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کر دی گئی۔ سلطنت چھین لی گئی۔ عزّت و آبرُو، دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او — غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار

ارشاد ہو گا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں والا ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا اور ان کو بھلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیویں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!! دنیا میں بھی ذلّت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سو رانده و ازاں سو در مانده۔

ایں جا نعم معیشت آنجا سزائے عصیاں — آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

آؤ! باز آؤ! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہِ عالی ہر وقت تمھاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطرار و تضرّع سے کی جائیں، قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ۔ باز آ۔ ہر انچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اصلاح

دیکھو! کون سی بد عادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسوماتِ بد جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادۂ مستقیم سے کوسوں دُور لے جاکے ڈال دیا ہے۔

بُرے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان بُرائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! ۔ چوری، رہزنی، ڈاکہ، بداخلاقی اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حُقّہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعالِ بد فخر سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی۔ ارکانِ مذہب سے بالکل ناواقف۔ دنیاوی تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے۔ تجارت میں کوئی حصّہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی صفر۔ جایداد املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلّت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے کسی اور بے بسی کی بُری حالت ہے نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اوّل اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اوّل اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعائرِ اسلام کی دل سے عزّت کرے۔ پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سچّا غلام بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہوکر حضور کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے۔ اور اس نورِ یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے، جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منوّر کیا تھا۔ اور جو نورِ باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب درخشندہ کی طرح موجود ہے۔

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد دربندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نور، وہی دعا، اب بھی اہلِ دل اربابِ بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زبوں حال مسلمان اپنے اعمالِ سیئہ سے تائب ہوکر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نورِ ایمان و ایقان حاصل کریں، اور عقاید اہل سنت والجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ میں تھے۔

غور کرو کہ وہ نورِ ایمان و ایقان و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جاکے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلا لو گے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نورِ ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبعان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبت رسول اور معرفت خدا کے عطا کرنے والے یہی پاک وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے ناآشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خُلقِ محمدیؐ سے ناواقف ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہن گر کی صحبت کا سا حال ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہر کمالاتِ محمدیؐ ہیں۔ وہی فدائیان سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کا باطن نورِ محمدیؐ سے منوّر ہوتا ہے۔ اسی نورِ باطن سے وہ تمام عالم کو منوّر کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ان عاشقانِ محبوب رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نورِ ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں۔ تو پھر ان کے لیے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی　　　　باسوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

خود ارکان دین اور علم دین سے واقفیت حاصل کرو۔ اپنے بچّوں کو دینی تعلیم دلاؤ۔ ان کو اصول وارکانِ اسلام حفظ کراؤ۔ ان کی پابندی کی ان میں پکّی عادت ڈالو۔ ان کو بدکاروں، بروں اور غیروں کی صحبت سے بچاؤ۔ اپنے علمائے کرام کی عزّت کرو۔

دُنیا میں سوائے ہندوستان کے اور کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اپنے بزرگانِ دین کی توہین کی جاتی ہو۔ جو اپنے بزرگوں کی عزّت نہیں کرتا زمانہ اس کی عزّت نہیں کرتا۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی، جو تمھاری دینی اور دنیاوی بہتری کا راستہ بتاتے ہیں، اور جو پیغمبر علیہ السلام کے وارث ہیں، ان کی عزّت وتکریم کیا کرو۔ ان کے مراتب کا لحاظ رکھا کرو۔ خوب یاد رہے کہ تمھاری قومیت کی عزّت انھی کی عزّت و تعظیم پر منحصر ہے۔ اس لئے علمائے دین کی تعظیم وتکریم تمھارا اوّلین فریضہ ہے۔

دنیاوی تعلیم

"علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے"۔ جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ اس لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا، جو فی زماننا مروج ہے، نہایت ضروری ہے۔ تاکہ اہل اسلام غیر اقوام کے دوش بدوش شاہراہ ترقی پر چل سکیں۔ کوئی قوم جب تک وہ زمانے کے علوم سے واقف نہو دوسری قوم کے مقابلے میں ترقی نہیں کرسکتی۔ نیز حکومت وقت کے ماتحت ملازمت حاصل کرنے کے لئے بھی موجودہ علوم میں سعادت اور تعلیم حاصل کرنی ضروری ہے۔ بدوں تعلیم کے حصول ملازمت ممکن نہیں۔ اور ملازمتوں میں بھی اہل اسلام کا دوسری قوموں کے مقابلے میں تناسب حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

رسُومِ بد

مسلمانوں کا ان تمام بُری رسموں سے، جو اسلام کے مقدّس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بُری رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ تمام رسوم بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تمام عاداتِ بد سے صحیح توبہ کرکے صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ فضول خرچی اور اسراف کے لئے قرآن پاک کا حکم ہے کہ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (ترجمہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے

اُسے پسند نہیں ہے) نیز ارشاد ہے کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ، اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (ترجمہ۔ اور فضول نہ اُڑا، بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)

اُخوّت ویگانگت

اپنے غریب اور نادار اہلِ سنّت مسلمان بھائی کو اپنا بھائی سمجھو اس کے ہمراہ اُخوّت و محبّت قائم کرو۔ اس کی عزّت تمھاری عزّت ہے۔ اگر تم اس کی عزّت نہیں کرو گے، تو اس کو کون اپنا بھائی اور محب سمجھے گا۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے تمھارے پاس دنیا کا زر و مال اس سے زیادہ ہو، مگر خدا ہی جانتا ہے ممکن ہے کہ اس کے دِل میں نورِ ایمان اور محبّت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ سے بہت زیادہ ہو۔ اس صورت میں اس کا درجہ تم سے بہت بلند ہوا۔ یاد رہے خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں دنیاوی زر و مال تعظیم و تکریم کا معیار نہیں ہے۔ وہاں تو حکم خداوندی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (ترجمہ۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے) کے بموجب متقی اور پرہیز گار کا درجہ بلند ہے۔ تو شاید خدا اور اس کے رسول پاکؐ کے نزدیک وہ غریب مسلمان تم سے زیادہ عزّت و تکریم کا مستحق ہو۔ برادران! جس طرح تم سرکار مدینہؐ کے غلام ہو، اسی طرح وہ بھی سرکار دو عالمؐ کا غلام ہے۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم ۔۔۔ بندۂ بارگاہِ سلطانیم

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ربّ العزّت کا فرمان ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (ترجمہ۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں) جہاں مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کا مژدہ سنایا گیا، وہاں زر و دولت کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔ یاد رہے کہ اگر ایک مومن کو دیکھ کر دوسرا اس سے محبّت سے پیش نہیں آتا، یا اس کے دِل میں اس مومن کو غم و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رنج و غم پیدا نہیں ہوتا، تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے ایمان میں کمی ہے۔ مومن کو مومن سے محبّت اور اخوّت لازمی ہے۔

تمام اہلِ سنّت والجماعت سے ان خرابیوں کو دُور کرنے کے لیے یہ آل انڈیا سنّی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ اہلِ اسلام کے دِلوں میں صحیح اسلامی تصوّرات پیدا ہوں۔ پرانے خدا اور پرانے رسوؐل خاتم النبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ان کو صحیح معنوں

میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآنِ پاک کی مقدس تعلیم پر ان کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نور الیقان کی تائید بغیر ناممکن ہے، حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں داخل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صدق دل اور خلوص ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بارگاہ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔ اور محبوبیت سرکار دو عالم کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ باشد ورق

مواعظِ آگرہ

فتنۂ ارتداد کے زمانے میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں انجمن خدام الصوفیہ کا مرکزی دفتر قایم فرمایا تھا۔ اس زمانے کی کارگزاریوں کا مختصر حال "فتنۂ ارتداد" کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو حضور بہ نفسِ نفیس آگرہ تشریف لائے۔ اور بائیس دن قیام فرمایا۔ اس دوران آپ نے آگرہ کی مختلف مساجد اور محلّوں میں مواعظِ حسنہ سے شائقین کو فیض یاب فرمایا۔ اس کے بعد انجمن کے تبلیغی کاموں اور کارگزاریوں کا معاینہ فرمانے اور تبلیغی کام میں رُوح پھونکنے کے لئے آپ نے کئی اضلاع کا دَورہ کیا۔ اور گاؤں گاؤں تشریف لے گئے۔ واپسی میں پھر چند روز آگرہ میں قیام فرمایا۔ قیامِ آگرہ کے دوران آپ نے فی البدیہہ اکیس وعظ فرمائے۔ جن کی رُوداد محفوظ ہے۔ ان مواعظ حسنہ کی تلخیص یہاں افادۂ عوام کے لئے درج کی جاتی ہے۔ آپ کا ہر وعظ خطبۂ مسنونہ اور تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتا تھا۔ تکرار سے بچنے کے لئے ان کو محذوف کر دیا گیا ہے۔

پہلے جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد بتاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۲۴ء)

ارشاد فرمایا کہ وعظ تو آپ بہت سن چکے۔ وقت بہت گزر گیا ہے۔ اس لئے فقیر صرف چار ضروری مسائل آپ کو سنائے گا۔ اگر آپ نے ان کو یاد رکھا اور عمل کیا، تو ہدایت کے لئے یہی کافی ہے۔

ہم ایک مرتبہ حیدرآباد دکن گئے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک مولوی صاحب نے کئی گھنٹے فاضلانہ تقریر فرمائی۔ لوگوں نے مجلس وعظ سے اٹھ کر مولوی صاحب کے وعظ کی بڑی تعریف کی۔ ہم جلسے سے قبل اختتام چلے آئے تھے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بتاؤ۔ مولوی صاحب نے کیا بیان کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ یہ تو ہم کو یاد نہیں کہ انھوں نے کیا کیا کہا تھا۔ مگر غضب ہی کر دیا تھا۔ مولوی صاحب بہت اچھا وعظ فرماتے ہیں۔

بھائیو! ایسے اچھے وعظ کا کیا فائدہ ہے۔ تھوڑی دیر کی واہ واہ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔ اگر آپ کے سامنے دو چار ہی مسئلے بیان کئے جائیں۔ اور تم ان کو تمام عمر یاد رکھو اور ان پر عمل کرو تو وہ تمہارے کام آ سکتے ہیں۔ بس میں آج صرف چند ضروری باتیں بیان کروں گا۔

(۱) یقین رکھو کہ تمہارا خالق، مالک، رازق، رب صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کی یاد اور عبادت میں لگے رہو۔ چونکہ اس کی رضا جوئی اور معرفت بدون پیغام رسالت ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے جان لو کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین ہیں۔ طائر ایمان کے دو بازو ہیں۔ ایک بازو توحید کا ہے دوسرا رسالت کا۔ جس طرح کوئی پرندہ صرف ایک بازو سے پرواز کر کے اپنے آشیانے تک نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح تم بھی ایمان کے ان دونوں

بازوؤں یعنی توحید اور رسالت کے بغیر منزلِ مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

اسلام کا کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو اصل ایمان ہے، اسمیں پہلا حصّہ توحید کا ہے اور دوسرا حصّہ رسالت کا ہے۔ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ اور آپ کے ساتھ محبّت کامل نہ ہو۔ کیونکہ حضورؐ کی محبّت ہی عین ایمان ہے۔ اور اس بارے میں خود قرآن کریم اور احادیث نبویؐ شاہد عادل ہیں۔ اکیسویں پارے سورۂ احزاب کے پہلے رکوع میں ارشادِ ربّی ہوتا ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی اولیٰ ہیں) اس آیت پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس آیت کی رُو سے ثابت ہے کہ مسلمان حضورؐ کو اپنی جانوں سے بھی افضل سمجھیں۔ اگر کوئی ایسا نہیں ہے تو وہ مومن ہی نہیں ہے۔

اب حدیث شریف کو لو۔ فرمایا رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ترجمہ۔ کوئی آدمی تم میں سے مومن نہیں ہے جب تک وہ آپ کے ساتھ اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اور سارے جہان سے زیادہ محبّت نہ رکھتا ہو) پس ہر شخص جس کو مومن ہونے کا دعویٰ ہے، اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے کہ کہاں تک وہ اس آیت اور حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کامل رکھتا ہے۔ اور آیا وہ مومن کہلانے کا مستحق بھی ہے کہ نہیں۔ پس اپنے ایمانوں کو محبت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل اور مضبوط کر لو۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب دین اور دُنیا کے دو کام پیش آئیں، تو تم پہلے دین کے کام کو سر انجام دو۔ یقین رکھو کہ تمہارا دُنیا کا کام بفضلہٖ تعالیٰ خود بخود بوجہ احسن انجام پذیر ہو جائے گا۔

مجھے ایک عرب کی روایت یاد آئی۔ ایک دفعہ جمعہ کا دن تھا۔ اس کو نمازِ جمعہ ادا کرنا بھی ضروری تھی۔ اور ساتھ ہی اس کا اُونٹ گم ہو گیا تھا۔ اس کو تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔ نیز اس غریب عرب کے کھیت میں پانی دینے کی باری بھی آگئی تھی۔ اب اس کو یہ مشکل

درپیش تھی کہ اگر جمعہ پڑھتا ہے تو گم شدہ اونٹ کی تلاش رہی جاتی ہے۔اور کھیت میں پانی نہ دے تو سال بھر کی پیداوار سے بھی محروم رہا جاتا ہے۔ مگر عرب کی قوتِ ایمانی نے فیصلہ کیا، اور صحیح فیصلہ کیا، کہ اگر جمعہ ادا نہ ہو تو آخرت کا دائمی نقصان ہے۔جس کی تلافی ناممکن ہے۔ہاں! اونٹ نہ ملا تو دوسرا اونٹ بھی خریدا جا سکتا ہے۔ اور کھیت میں پانی نہ آیا تو روزی پہنچنے کے اور بھی بہت سے وسیلے ہو سکتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ (ترجمہ۔ زمین پر جتنے جاندار چلتے پھرتے ہیں، ان سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے) جب کوئی عاجز انسان کھانے کی دعوت کرتا ہے، تو اس کے وعدے پر بھروسہ کر کے آدمی بے فکر ہو جاتا ہے۔اور اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ آج کا کھانا اسے مل جائے گا۔بھلا وہ قادر وقیوم رزاق مطلق روزی اپنے ذمے کرے تو پھر کسی کو کیا فکر ہو۔ضرور کسی نہ کسی بہانے سے روزی مل ہی جائے گی۔

پس یہ یقین کر کے وہ عرب نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے چلا گیا۔جب فارغ ہو کر گھر آیا تو اُس نے دیکھا کہ اونٹ مکان میں بندھا ہوا ہے۔عرب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ گم شدہ اونٹ کس طرح آ گیا۔اس نے جواب دیا۔میاں! بھیڑیے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ یہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔جب گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے باندھ دیا۔بھیڑیے جنگل کو واپس چلے گئے۔اس سے مطمئن ہو کر وہ عرب اپنے کھیت میں پہنچا۔تو دیکھا کہ تمام کھیت پانی سے بھرا ہوا ہے۔یہ دیکھ کر بے چارہ عرب حیران رہ گیا۔آخر ہمسایہ سے پوچھا کہ بھائی ہمارا کھیت پانی سے کس طرح بھر گیا۔ہمسایہ نے جواب دیا۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر اپنا فضل فرمایا۔ہم اپنے کھیت میں پانی دے رہے تھے۔ پانی دینے والا سو گیا۔ہمارے کھیت سے پانی ٹوٹ گیا۔اور جب تمہارا برابر والا کھیت بھر گیا تب آنکھ کھلی۔اس روایت سے بخوبی ظاہر ہے کہ عرب نے دینی کام، نماز جمعہ، کو مقدم سمجھا۔اور دنیا کے کام چھوڑ کر نماز کے لئے چلا گیا تو خدائے تعالیٰ نے اس کے دنیاوی کام بھی بنا دیے۔

(۳) تیسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ جسم انسانی تم کو مستعار دیا گیا

ہے۔ یہ تمہارا اپنا دائمی مملوکہ ومقبوضہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی امانت ہے جو تم کو کچھ عرصے کے لیے مستعار دیا گیا ہے۔ اس سے تم جو کام لے لو وہ تمہارا ہے۔ بہت کم آدمی اس نکتے کو سمجھتے ہیں اکثر اس جسم مستعار کو اپنا متاع دائمی سمجھ رہے ہیں، اسی لئے اس کے نشوونما میں منہمک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روزہ محض اس لئے نہیں رکھتے کہ کہیں ہمارا یہ جسم کمزور نہو جائے۔ حالانکہ اس جسم کو تو مالک کی طلبی پر ایک روز تم سے جدا ہو جانا ہے۔ سمجھ دار آدمیوں کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ جب وہ کوئی چیز کسی سے مستعار مانگتے ہیں تو تھوڑے عرصے ہی میں اس سے اپنا سارا کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ اس چیز کے واپس مانگ لیے جانے پر کام نہ کر لینے کی حسرت سے بچ جائیں۔ میرے عزیزو! اس جسم سے زاد آخرت تیار کر لو۔ اس کو تو ایک روز اپنے مالک کے طلب کر لینے پر تم سے جدا ہو جانا ہے۔ ایسا نہو کہ تم کو اپنی اس غلط فہمی کی بنا پر کہ اس کو اپنی متاع سمجھ بیٹھے ہو، کوئی کام نہ کرنے کی حسرت اٹھانی پڑے۔ (اس موقع پر حضور نے بہت سے نیکو کار صالحین کا نمونہ پیش کیا۔ جنھوں نے صحیح معنوں میں اپنے جسم کو مستعار سمجھا۔ اور اس سے ہمیشہ صحیح کام لینے کی سعی کرتے رہے)

(۴) چوتھی بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ہر ایک نئی چیز پیاری اور لذیذ معلوم ہوا کرتی ہے۔ عرب کا مشہور مقولہ ہے کُلّ جَدِیدٍ لذِیذٌ۔ اس کلیہ کے مطابق آپ ہر ایک نئی چیز پسند خاطر فرمائیں۔ مگر یاد رکھیں کہ دین نیا اچھا نہیں ہے۔ دین وہی پرانا چاہیئے۔ بھائیو! ہمارا خدا بھی قدیم اس کا کلام بھی قدیم۔ مذہب بھی قدیم رکھو جو تمہارے بزرگوں کا دین ہے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض کوتاہ اندیش ہم کو بُرا کہتے ہیں اور عقاید باطلہ اور مذاہب جدیدہ کے ردّ کرنے پر ہم کو الزام دیتے ہیں کہ یہ بات تفرقہ پیدا کرتی ہے لیکن جائے انصاف ہے کہ تمام جدید مذاہب باطلہ ابھی ہمارے سامنے پیدا ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں سب مسلمان اہل سنّت والجماعت واحد دین کے پیرو تھے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بے دین لوگوں نے تفرقہ اندازی اور ڈکیتی کر کے ہم سے ہمارے بھائیوں کو جدا کر دیا۔ اور بد عقیدہ بنا لیا۔ تھوڑی مدت کی بات ہے کہ یہاں کوئی مرزائی، وہابی، چکڑالوی، بابی، بہائی وغیرہ عقاید کا پیرو نہ تھا۔ اب اگر اس سوادِ اعظم

سے بھٹک کر گمراہ ہو گئے، تو مورِدِ الزام وہ ہیں نہ کہ ہم۔

مَیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحیح حدیث آپ کو سناتا ہُوں۔ یقین جانو کہ سوادِ اعظم ہمارے پرانے مذہب اہلِ سنّت والجماعت سے نکل کر یہ جس قدر فرقے بن گئے ہیں، ان سب کا ٹھکانا جہنّم ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فرمایا مخبرِ صادق صلّی اللہ علیہ وسلّم نے:
اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمِ۔ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ترجمہ) تم بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ جو الگ ہو گا وہ جہنّم میں جائے گا۔) آج ہندوستان میں اتّفاق اتّفاق کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ اتّفاق تو وہ کریں جنہوں نے تفرقہ اندازی کی۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ ساڑھے چھ کروڑ تو ہم اہل سنّت والجماعت ہیں، اور ہم میں سے تفرقہ انداز ڈاکوؤں نے ڈاکہ مار کر، نااتّفاقی کا بیج بو کر، ہمارے کچھ بھائیوں کو گمراہ کر دیا۔ صرف پچاس لاکھ آدمی یا اس سے بھی کم ہم میں سے نکل کر مرزائی، وہابی، چکڑالوی، بابی وغیرہ ہو گئے۔ بے اتّفاقی انھوں نے کی۔ ہم تو اتّفاق کے لئے تیّار ہیں اور اتفاق پر قایم ہیں۔ اور الحمد للہ اسی اتّفاق پر قایم رہیں گے اور اسی اتّفاق پر مریں گے۔ نااتّفاقی کرنے والوں کو جہنّم کی آگ سے ڈرنا چاہیئے، اور توبہ کر کے پھر سوادِ اعظم مذہب اہلسنت والجماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

دیکھو بکریوں کا ایک گلّہ ہے۔ جو بکری اپنے گلّے سے باہر نکلے گی اور بھٹک جائے گی اس کو بھیڑیا پکڑ لے گا۔ جو بکری اپنے گلّے سے باہر نہیں نکلے گی، اس کو بھیڑیا نہیں پکڑے گا۔ پس اسی طرح جو کوئی ہم میں سے نکل جائے گا، شیطان اس کو گمراہ کر دے گا۔ ڈاکو ڈاکہ مارنے میں سرگرم اور درپے آزار ہیں۔ تم اپنے ایمان کو مضبوط رکھو۔ ایمان کے بہت سے رہزن طرح طرح سے تمھارے ایمان کو چرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان کی مجلسوں میں جاؤ۔ نہ ان کی صحبتوں میں بیٹھو۔ نہ ان کی بات سنو۔

مَیں ایک مرتبہ پنجاب میں سفر کر رہا تھا، ایک زمیندار نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور دریافت کیا کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کا نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی ہے۔ مَیں نے اس زمیندار سے کہا کہ یہ کھیت کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا۔ مَیں نے پوچھا یہ لڑکا کس کا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا۔ مَیں نے پوچھا یہ بیل

کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا ہے۔ مَیں نے سوال کیا کہ بھائی! خدا تعالیٰ کا نام تو تم نے کسی چیز پر بھی نہیں لیا، تو کیا سب چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس مولوی سے کہو کہ اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہے۔ کیونکہ اس عورت پر اس کا نام آگیا۔ نہیں! وہ خدا کی بندی تو اس پر حرام تھی۔ غیر اللہ کا نام آیا اور وہ مولوی کی عورت بنی، تبھی تو اس پر حلال ہوئی ہے۔

دوسرے جلسے کا وعظ

(بمقام جامع مسجد آگرہ بتاریخ ۲۷ نومبر ۱۹۲۴ء)

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے دو جزو ہیں۔ ایک جزو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرا جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ سارے کلمہ شریف کے چوبیس حروف ہیں۔ پہلا جزو توحید ہے، اس کے بارہ حرف ہیں۔ دوسرا جزو رسالت ہے۔ اس کے بھی بارہ حرف ہیں۔ یہ دونوں جزو اصل ایمان ہیں۔ اسی لئے ان دونوں اجزا کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ ادھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ہ ختم ہوتی ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی میم شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک ان دونوں جزووں پر ایمان نہ لائے۔ یعنی ایک شخص صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اس کو مومن نہیں کہہ سکتے۔ توحید کا اقرار کرنے سے اس کو موحّد کہیں گے۔ پس ایمان کے لئے دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ماننا ضروری ہوا۔ اور اس قدر ضروری کہ پڑھنے میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پیچھے آتا ہے۔ مگر اس کا اقرار مقدم اور ضروری ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا کس نے سکھایا؟ توحید سے آگاہ کس نے کیا؟ محمد رسول اللہ نے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ پس اوّل محمد الرسول پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ ورنہ نری توحید سے کیا فائدہ۔ یوں تو شیطان بھی بڑا پکّا موحّد ہے۔

حیدر آباد میں ایک مرتبہ مہاراجہ کشن پرشاد وزیر ریاست فقیر سے ملنے کے لئے آیا۔ جب اس کے عقاید کی بابت گفتگو ہوئی تو کہنے لگا۔ حضرت! نہ مَیں مسلم نہ مَیں ہندو۔

میں تو موحّد ہُوں۔ میں نے کہا راجہ صاحب! موحّد تو شیطان بھی ہے۔ مگر لعنت کا طوق گردن میں پڑا ہُوا ہے۔ اس کی توحید اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی کہ اس نے آدم علیہ السلام نبی کا انکار کیا۔ جب تک رسالت کا اقرار نہو صرف توحید کے ماننے سے زیادہ سے زیادہ شیطان بن سکتے ہیں۔

اب ہم کلمۂ طیّبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے معنے بیان کرتے ہیں۔ پہلا جزو توحید ہے۔ اس کے معنے ہیں کہ کوئی معبُود نہیں ہے مگر اللہ۔ وہ ہمارا خالق، مالک اور رزّاق ہے۔ جب ہمارا ایمان اپنے خالق، مالک اور رزّاق پر ہو تو پھر فکر کیسی۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ صبح کو مِل گیا تو شام کی فکر ہے۔ اور شام کو مل گیا تو صبح کی فکر لگی ہُوئی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی عمر تک وہ رزّاق مطلق پہنچاتا رہا ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ وہ اسی طرح پہنچاتا رہے گا۔ فکر محض کامل ایمان نہونے کی وجہ سے ہے۔ صرف زبان سے کلمہ طیّبہ پڑھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اپنا رزّاق کہتا ہے۔ اگر ایمان ہو تو فکر کیوں ہو۔

ایمان اس کیفیّت قلبی کا نام ہے جو بندے کو اپنے مولیٰ پاک سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی معمولی انسان شام کے کھانے کو کہہ دے تو اس کے قول پر اتنا اعتبار ہوتا ہے کہ نہایت اطمینان سے بے فکر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور چولھے پر توا تک نہیں رکھتے۔ لیکن اس رزّاقِ مطلق رَبُّ الْعَالَمِیْنَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ کے وعدے پر کسی معمولی انسان کے قول جیسا بھی اعتبار اور یقین نہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیری روزی اپنے اوپر واجب کر لی، اور تیری غفلت، کفر، بدعت، فسق، فجور، تمرّد، سرکشی کے باوجود بھی وہ رزّاقِ مطلق برابر روزی عنایت فرماتا رہا ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ دیکھو پارہ ۱۲ کا پہلا رکوع۔ شروع آیت۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ مسلمانو! جب تمھارا کلام الٰہی پر ایمان ہے تو تم اس کے وعدے پر کیوں یقین نہیں رکھتے اور اس قدر روزی کی فکر میں لگ گئے کہ روزی رساں کو بھی بھُول گئے۔ حضرت بیدل نے کیا خوب کہا ہے

چرا در رزق امروزہ اسیرِ فکر و غم داری ‌ ‌ ‌ ‌ که نگزارد ترا محتاج ایزد تا که دم داری
رساند رزق آں رزّاق مطلق غم مخور غافل ‌ ‌ ‌ ‌ بھروسہ کن برو بیدل خدا داری چہ غم داری

حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے کہ آپ پہاڑ میں یادِ الٰہی کے لئے جا بیٹھے۔ جب کئی روز کا فاقہ ہو گیا تو گھبرا کر ایک آبادی کی طرف رجوع کیا۔ ایک یہودی کے دروازے پر پہنچے۔ اور کھانے کے لئے دستِ سوال دراز کیا۔ یہودی نے دو روٹیاں دے دیں شیخ روٹی لے کر چلے تو یہودی کا کتّا پیچھے ہو لیا۔ کچھ دُور گئے تھے کہ اس نے بھونکنا شروع کیا اور کاٹنے کو آمادہ ہوا شیخ نے ایک روٹی کُتے کے آگے ڈال دی تاکہ اپنی جان بچائیں۔ کتّا اس روٹی کو کھا کر پھر لپکا۔ اور اسی طرح بھونکنا اور کاٹنا شروع کیا۔ شیخ نے دوسری روٹی بھی ڈال دی اور وہاں سے بھاگے۔ کتّے نے وہ بھی کھالی اور پھر پیچھا کیا۔ جب کُتّا نزدیک آگیا تو شیخ نے کہا "اوبے حیا! مجھے کئی دن کا فاقہ ہے۔ اس پر دو روٹیاں ملی تھیں۔ وہ دونوں تجھے دے دیں۔ تو پھر بھی بھونکنے کاٹنے سے باز نہیں آتا" اللہ تعالیٰ نے کتّے کو گویائی عطا کر دی۔ اس نے جواب دیا "اے شیخ! بے حیا میں نہیں ہوں، بے حیا تو ہے۔ کہ اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر اس کے دشمن، ایک یہودی، کے دروازے پر روٹی کے لئے آیا۔ مجھے دیکھ کہ میں سارے دن دھوپ میں اپنے مالک کی بکریاں چرا کر شام کو گھر آتا ہوں میرا مالک رات کو آرام سے سوتا ہے، اور میں رات بھر حفاظت کرتا رہتا ہوں۔ اور صبر و قناعت سے اپنے اسی مالک کے دروازے پر پڑا رہتا ہوں۔ جب کبھی میرے مالک کو خیال آجاتا ہے، وہ روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا ہے۔ میں اسی پر قناعت کرتا اور راضی برضا رہتا ہوں۔ کبھی کسی غیر کے دروازے پر نہیں جاتا۔ بے حیا تو ہوا یا میں؟"

حضرت شیخ کی آنکھیں کھُل گئیں اور ہوش آگیا۔ کاش انسان اپنے مالک کی رزّاقیت پر اتنا بھروسا ہی رکھتا، جتنا ایک نجس جانور کتّا اپنے مالک پر رکھتا ہے!

ایک پنجابی بزرگ کہتے ہیں۔

دِتا کھاندے رب دا کہون کھاندے کھٹ ستراں ہی گلاں ہویا چوڑ چپٹ

انسان کی بھُول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی کھاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ خود اپنے قوتِ بازو سے کما کر کھاتا ہے۔ کیا یہی کلمۂ طیبہ پر ایمان ہے؟ قوتِ بازو کہاں سے آئی؟ صحت وعافیت اور روزی کے اسباب کس نے پیدا کئے؟

وہی حقیقی دانا اور رازق ہے۔ ایک ہندو شاعر کہتا ہے اور خوب کہتا ہے۔

ع: داتا ہمرا رام ہے مودی سگل جہان

یعنی دینے والا تو ہمارا وہی اللہ ہے اور خزانچی سارا جہان ہے۔ جو اس بادشاہ حقیقی کے حکم سے شاہی خزانہ کا مودی بن کر مال تقسیم کر رہا ہے۔ افسوس ہے کہ بادشاہ حقیقی کو سب بھول گئے۔ اور خزانچی کو دینے والا اور خزانے کا مالک سمجھ بیٹھے۔ یہ تو بڑا شرک ہے۔ مسلمانو! تم کو روزی، خواہ کسی دروازے اور کسی راستے سے اور کیسے ہی ذریعے بہانے سے ملے، سچے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے اپنے مولیٰ پاک کی طرف سے سمجھیں۔ اور اس کا شکر ادا کریں۔ ظاہری طور پر پہنچانے والا تو ایک خزانچی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خزانچی کو شاہی خزانے پر ذاتی تصرف کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ بلا حکم شاہی اپنی ذات پر بھی ایک پیسہ نہیں خرچ کر سکتا۔ کسی شخص کو قبل از وقت اور بیش از قسمت کچھ نہیں مل سکتا۔ پھر فکرِ فردا کیوں؟ اور پریشانی کیسی؟ لاہور کے نزدیک ایک بزرگ شاہ کاکو گزرے ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک قوال نے ایسی خوش آوازی سے قوالی سنائی کہ شاہ صاحب خوش ہو گئے۔ اور فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ قوال نے عرض کیا کہ حضرت! نہ رتی گھٹے نہ تل بڑھے، آپ کب مجھے وہ چیز دے سکتے ہیں جو قضا و قدر نے میری قسمت میں نہیں لکھی۔ نہ آپ میری قسمت میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ اور ایسا نہیں کر سکتے تو پھر میں کیا طلب کروں۔ شاہ صاحب کو ہوش آ گیا۔ فرمایا "بھائی شاہ کاکو کا منہ کالا"۔ اب اس موضع کو ہی "کالا شاہ کاکو" کہتے ہیں۔

توحید کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مگر ہم صرف ایک ضروری مسئلہ اور سنا دیتے ہیں۔ جب انسان کا کوئی عزیز مر جاتا ہے تو وہ ہائے وائے کرتا ہے۔ اور سخت بے صبری ظاہر کرتا ہے۔ اس بے صبری کے کیا معنے؟ کیا یہی کلمہ طیبہ پر ایمان ہے؟ اگر کوئی آقا اپنے غلام سے کہتا ہے کہ لاؤ وہ روپے دیدو جو ہم نے تم کو دیے تھے، تو کیا کوئی سمجھدار غلام ایسے مطالبہ پر ہائے وائے کرے گا۔ اور پھر بھی وہ آقا کا سچا فرماں بردار غلام کہلائے گا۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر کسی کے مر جانے پر بے صبری کیسی!—

اپنی چیز کا وہ مالک ہے، جب چاہے لے لے۔ عذر کیسا! اگر عذر کرے اور بے صبری دکھائے تو اپنے ضعفِ ایمان کا اظہار کرے۔ زبان سے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی میرا معبود نہیں ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ اور چاہتا یہ ہے کہ خود مالک بن جائے۔ اور جو وہ چاہے وہی ہوتا رہے۔ کیا ایمان اسی کا نام ہے؟ افسوس صد افسوس! جب اس نے مان لیا کہ میرا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو اسے رضا پر رہنا چاہیئے۔

راضی ہیں ہم اسی پر جس میں تری رضا ہے   شکوہ تری رضا کا صبر و رضا نہیں ہے

اب دوسرے جزو رسالت کو لیجئے۔

کلمۂ طیبہ کا دوسرا جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایمان لائے کہ اللہ تعالےٰ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس جزو رسالت کے بھی دو جزو ہیں۔ ایک مُحَمَّدٌ دوسرا رَسُوْلُ اللّٰہ ۔ محمد اسم موصوف ہے اور رسول اللہ اس کی صفت ہے۔ اسم محمد کے معنی ہیں "سراہا گیا"۔ اس سراہے گئے پیارے حبیبؐ کی نسبت اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (ترجمہ کافی ہے اللہ شہادت دینے والا) اس کی شہادت سے زیادہ کس کی گواہی معتبر ہوسکتی ہے۔ قاعدہ کلّیہ ہے کہ جو چیز جس شخص نے بنائی ہو، وہ جب اپنی خود ساختہ چیز کی نسبت شہادت دے تو کسی دوسرے آدمی کا اعتراض قبول نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً آگرہ کے کسی کاریگر کی بنائی ہوئی ایک دری ہے جس کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی کسی کی بنائی ہوئی بتاتا ہے، اور کوئی کسی اور جگہ سے آئی ہوئی بیان کرتا ہے۔ اگر آگرہ کا وہ کاریگر خود شہادت دے کہ میرے کارخانے میں بنی، اور میں نے خود تیار کی ہے۔ تو کسی کو کسی اعتراض کا حق باقی نہیں رہتا۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ وہ دری اسی کاریگر کی بنائی ہوئی ہے۔ بھلا جب وہ خالقِ کل اللہ تعالیٰ خود شہادت دے رہا ہے تو اس میں کسی کو کیا کلام ہوسکتا ہے۔

ع: وصف خالق ہی جو فرمائے تو بندہ کیا ہے !

بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نعت شریف کا انکار کرتے اور معترض ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ کلمۂ طیبہ تو خود نعت ہے۔ اسمِ محمد خود نعت۔ اور اس کا اگلا حصہ رسول اللہ یہ بھی نعت۔ غرض سارے کلمۂ طیبہ میں نعت ہی نعت ہے۔ جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ ساری عمر میں ہر مسلمان کو ایک مرتبہ یہ نعت پڑھنی فرض ہے۔ اور اس فرض کو بار بار ادا کیا جائے تو اتنا ہی زیادہ مفید ہے۔ جس سے ایمان قوی ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت کی نعت تو پڑھو۔ مگر حد سے نہ بڑھاؤ۔ وہ ہمارے جیسے بشر تھے۔ افسوس! حد سے تو وہ بڑھائے جس کو حد معلوم ہو۔ کسی کو حد معلوم نہیں۔ جب حضورؐ کی حد ہی کسی کو معلوم نہیں تو وہ حد سے کس طرح بڑھا سکتا ہے۔

اس مسئلے کے متعلق ایک معتبر روایت سُنیئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام شبِ معراج میں ہم رکاب سعادت سرکارِ دوجہان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: سِرْ مَعِیْ یَا اَخِیْ جِبْرَائِیل (ترجمہ چلو میرے ساتھ اے بھائی جبرئیل) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور یہاں سے میں ایک قدم آگے بڑھاؤں تو تجلیاتِ الٰہی سے جل جاؤں۔ یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ میری حد آچکی۔ سعدیؒ نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

اگر یک قدم پیش برتر نہم   فروغِ تجلی بسوزد پرم

حضورؐ نے فرمایا کہ ہمارا تو یہ پہلا قدم ہے۔ اس روایت سے آپ کو حد کا پتہ چلا۔ جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے رہ جاتے ہیں، وہاں حضورؐ کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ اب سوچو کہ تم کون سی حد سے بڑھانے کی فکر میں گھل رہے ہو۔

یہاں معراج کا ذکر آگیا۔ اس لیے یہ ضروری مسئلہ بھی بیان کئے دیتے ہیں۔ کہ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی۔ بہت لوگ خیال کرتے ہیں کہ معراج روحانی ہوئی تھی جسمانی نہیں ہوئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضورؐ کو معراج جسمانی ہوئی۔ اس بات کے لیے ہمارے پاس قوی دلائل ہیں۔

اوّل یہ کہ جب شب اسریٰ میں حضورؐ کو معراج ہوئی تو حضورؐ کو خیال ہُوا کہ اس امر کے ظاہر کرنے پر کفارِ مکہ انکار کریں گے۔ ابوجہل جب حاضر ہُوا تو اس نے بطور استہزا پوچھا کہ فرمایئے آج کیا نئی بات سُنانی ہے۔ آپ نے معراج کی حقیقت ارشاد فرمائی۔ وہ سُن کر بہت خوش ہُوا اور سوچا کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو قائل کرنے کا آج اچھا موقع ہاتھ آیا۔ بھلا اِن واحد میں بیت المقدس اور آسمانوں، جنّت، دوزخ کی سیر کر کے واپس آجانا کس کے قیاس میں آسکتا ہے اس بارے میں تو ابوبکر بھی ہمارے ساتھ مل کر معراج کا انکار کر دیں گے۔ اس نے حضرت ابوبکر صدّیق سے جا کر کہا لو اب بھی اپنے صاحب کی باتوں کو مان لو گے۔ وہ کہتے ہیں ہم رات ہی رات میں بیت المقدس بھی ہو آئے۔ آپ نے بلا پس و پیش فرما دیا کہ وہ سچ فرماتے ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جب جبریل امین آسمانوں سے چشم زدن میں آجاتے ہیں اور وحی لاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کے لیے یہ سیر بعید العقل اور مافوق العادۃ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ابوجہل اور صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معراج جسمانی پر بحث کی۔ کیونکہ رُوحانی معراج میں تو ابوجہل کو کوئی انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ کسی دلیل کی حاجت تھی خواب میں یا روحانی سیر میں بیت المقدس پہنچ جانا تو ممکنات سے ہے۔ وہ تو جسمانی معراج میں متردّد تھا۔ جس کی تصدیق فرما کر حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ صدّیقِ اکبر ہو گئے۔

دوسری دلیل خود قرآن کریم کے پارہ ۱۹ ربع چوتھا رکوع تیسرا پڑھو۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ (ترجمہ۔ کہا جنوّں میں سے ایک نے کہ مَیں لا دیتا ہوں وہ آپ کو اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔ اور میں اس پر قوی اور معتبر ہُوں۔) قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۝ (ترجمہ۔ بولا وہ شخص جس کے پاس تھا علم کتاب کا۔ مَیں لا دیتا ہُوں وہ آپ کو اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے۔)

بلقیس و سلیمانؑ کا یہ قصہ مشہور اور معتبر ہے۔ مفسّرین کا اس پر اتفاق ہے کہ بلقیس کا وہ تخت اس قدر وزنی تھا کہ اس کو چار سو آدمی اٹھاتے تھے۔ اور وہ تخت دو ماہ کی راہ پر تھا۔ سلیمان علیہ السلام نبی تھے۔ ان کا ایک خادم اس تخت کو چشم زدن میں اتنے دُور دراز

فاصلے سے اٹھا لایا۔ اب سوال یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام تو نہ رسول تھے، نہ صاحب شریعت نہ اولوالعزم، نہ مصطفٰے تھے۔ ان کا ایک خادم تو اسی جسمِ عنصری کے ساتھ، اتنے بڑے وزنی تخت کو، اتنے فاصلے سے چشم زدن میں لے آئے۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراجِ جسمانی فرمائیں تو شکوک و اوہام پیدا ہو جائیں۔

تیسری دلیل بلقیس کے قصّے کو تو آپ بہت پُرانا کہتے ہیں۔ یہ لیجیے اِس زمانے کی شہادت سُنیئے۔ اخبار زمیندار میں پچھلے دنوں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ دورانِ جنگ جرمن نے ایک توپ ایسی ایجاد کی جس کا ایک گولہ دو سو من کا تھا۔ اور وہ تین سو میل کی مار کرتی تھی۔ اور اس کا گولہ تین سو میل پر ایسی جلدی پہنچ جاتا تھا کہ آواز پیچھے آتی تھی۔ اور گولہ پہلے پہنچتا تھا۔ افسوس ہے کہ آپ اس کو تو باور کر لیں کہ کافر اتنا وزنی گولہ آنِ واحد میں اس قدر فاصلے پر پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے، لیکن قادر و قیوم خدا، جس کی شان میں کلام پاک اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا اعلان کر رہا ہے۔ اس کی اس قدرت سے انکار کرتے ہو کہ اس نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں کرائی۔ بلکہ رُوحانی سیر کرائی۔ کیا یہی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تمہارا ایمان ہے؟

چوتھی دلیل۔ قرآن کریم کا پندرہ پارہ پہلا رکوع۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (ترجمہ) پاک ذات ہے وہ اللہ جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ادب والی مسجد سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں۔ کہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں۔ وہ ہے سُننے والا اور جاننے والا۔)

یہاں اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ سے صاف ظاہر ہے کہ معراج جسمانی ہوئی۔ کیونکہ لفظ عَبْد کا اطلاق رُوح مع الجسم پر کیا جاسکتا ہے۔ نہ صرف روح کو بندہ کہتے ہیں اور نہ صرف جسم بلا روح کو سیر کرائی جاتی ہے۔ "بندے کو سیر کرائی گئی" یعنی حضورؐ کو جسم اطہر و منوّر کے ساتھ معراج ہوئی۔ اگر روحانی سیر ہوتی تو عَبْد کا لفظ نہ ہوتا۔ اس سے صاف اور

روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے!۔ نہیں معلوم معراج جسمانی کو تسلیم کرنے میں کلام پاک کی قاطع حجت کے ہوتے ہوئے کیسے انکار کرتے ہیں۔

اب کلمۂ طیبہ کے باقی معنے سُنئے۔

جس طرح بعض آدمی نعتِ رسولؐ میں حد سے باہر ہونے نہ ہونے کی فکر کرتے ہیں جس کا ہم نے ابھی کچھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بعض گستاخی کرنے کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معاذ اللہ اپنے جیسا بشر کہنے سے نہیں چوکتے۔ یہ مسئلہ بڑا ضروری ہے۔ سُنیئے۔

قرآن کریم کے سولھویں پارہ، پہلے ربع، تیسرے رکوع، سورۂ کہف کی آخری آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (ترجمہ۔ یعنی اے ہمارے حبیب! فرما دیجئے کہ میرا ظاہر تمہاری مثل ہے۔ اور میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود خدائے واحد ہے)۔ اس آیت میں لفظ "لبشر" سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ عربی میں "بشر" ظاہر جسم کو کہتے ہیں۔ انھوں نے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو یاد کر لیا۔ لیکن يُوْحٰٓى اِلَيَّ پر نظر نہ ڈالی۔ معاذ اللہ! اس پیکر قدسی نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنا جیسا بشر سمجھتے ہیں۔

یہ تو وہ بات ہوئی کہ ایک بے نمازی تارک الصلوٰۃ سے جب نماز کے لئے کہا گیا تو اُس نے جھٹ قرآن کریم کی آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پڑھ کر سُنا دی جس کا ترجمہ ہے کہ نماز کے پاس نہ پھٹکو۔ یہ تو اس صورت میں حکم ہے جب کہ کوئی مخمور ہو۔ پوری آیت اس طرح ہے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (ترجمہ۔ کہ تم نماز کے نزدیک نہ جاؤ دراں حالیکہ تم سُکر کی حالت میں ہو۔)

یہی حال ان بے دینوں کا ہے۔ آیت کے ایک حصّے کو پڑھتے ہیں۔ اور اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مثلیت کا خیال کر لیتے ہیں۔ يُوْحٰٓى اِلَيَّ پر دھیان نہیں کرتے۔ وحی تو صرف حضورؐ پر آتی تھی۔ یہ تو خاصہ حضورؐ ہی کا ہے۔ ہاں! ایک بات حد مشترک ہے۔ وہ آگے ہے۔ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (ترجمہ۔ تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔)

حضرت امام اعظم صاحب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ ؟ - آپ نے فرمایا لَا كَالْبَشَرِ - بَلْ هُوَ يَاقُوتٌ فِي الْحَجَرِ - کہ حضور بشر جیسے نہیں ہیں - وہ تو ایسے ہیں جیسے یاقوت پتھروں میں - سب پتھر یاقوت نہیں ہو سکتے - پتھر کو کوڑی کو بھی کوئی نہیں پوچھتا - اور یاقوت انمول ہے - اگر پتھر یاقوت کو اپنا جیسا کہنے لگیں تو کیسی جہالت کی بات ہے - یہ لوگ تو حضورؐ کو اپنے جیسا بشر کہنے سے نہیں ڈرتے ، اور میں کہتا ہوں کہ کوئی بھی کسی کا مثل نہیں ہے - غور کیجیے کہ صورت شکل ، رونے ہنسنے ، آواز ، گفتار میں کوئی بھی کسی کا مثل نہیں ہے -

اگر بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کا ترجمہ ان لوگوں کے لفظوں ہی میں مان لیا جائے ، اور کہا جائے کہ "میں تو تمھارے جیسا بشر ہوں" کہہ دینے کا ارشاد ربّی ہے - تو بھی قابلِ غور یہ امر ہے کہ یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے - کہ آپ ان سے فرما دیجیے کہ "یہود عُزیر ابنُ اللہ - اور نصاریٰ مسیح ابن اللہ - کہکر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں - تم میری نسبت ایسا غلط عقیدہ مت قایم کر لینا - بلکہ میں تم جیسا ہی بشر ہوں - ہاں ! میری طرف وحی نازل ہوتی ہے" اس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ اپنے نائب سلطنت وایسرائے ہند کو حکم دے کہ آپ اعلان کر دیں - کہ "ہم تو تم سب آدمیوں کی طرح ملازم شاہی ہیں مطلق العنان بادشاہ نہیں ہیں" اس اعلان پر کیا کسی چوکیدار کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وایسرائے سے کہے کہ "تم تو میرے جیسے ہی ملازم سرکار ہو"

دوسری مثال سنیئے - ایک شخص کا نام نور محمد تھا - اس کا باپ بھی زندہ تھا اور بیٹا بھی موجود تھا - باپ نے اسے پکارا اور کہا "نور محمد ادھر آ" باپ کو اس طرح پکارنے کا حق ہے لیکن اگر اس شخص کا بیٹا بھی اسے اسی طرح پکارے اور کہے "نور محمد ادھر آ" تو کیا وہ بیٹا ناخلف نہیں ہے - اس کو اس طرح پکارنے کا حق حاصل نہیں ہے - تو اگر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو اس طرح فرما دیجیے - اور حضورِ انور خود بھی ایسا فرمائیں - تو بجا ہے لیکن امّت کا ایسا کہنا صریح گستاخی اور بے ادبی ہے -

اب ہم اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ اور دکھلاتے ہیں کہ جو لوگ مثلیت کے وہم میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ کہاں تک حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ صحیح عقاید کی رُو سے امت کے افراد میں حسبِ ذیل مدارج مانے گئے ہیں:- (۱) مومن (۲) ابرار (۳) صالحین (۴) متقین (۵) مقربین (۶) اولیاء (۷) اوتاد (۸) ابدال (۹) قطب (۱۰) غوث (۱۱) تبع تابعین (۱۲) تابعین (۱۳) صحابی (۱۴) اصحاب بدر (۱۵) خلفائے راشدین (۱۶) صدّیق (۱۷) نبی (۱۸) رسول (۱۹) اولوالعزم (۲۰) مصطفیٰ - ہم زیادہ سے زیادہ مومن ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ مدارج بلند ہوں تو بیس مدارج میں سے صرف دسویں درجے غوث تک پہنچنا ممکن ہے۔ مگر تبع تابعی کا درجہ ملنا بھی محال ہو گیا۔ چہ جائیکہ باقی مدارج۔ اور سب سے افضل اور اعلےٰ نبیوں اور رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مثل اپنے آپ کو سمجھنے لگیں ؏ : چہ نسبت خاک را با عالم پاک -

یہ بڑی گمراہی ہے۔ اور اس کی خود قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔ دیکھو پارہ اٹھارواں آخر ربع، سورۂ فرقان کا پہلا رکوع - وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ (ترجمہ۔ اور کہنے لگے یہ کیسا رسُول ہے۔ کھانا کھاتا ہے۔ بازاروں میں پھرتا ہے۔ کیوں نہ اُترا اس پر کوئی فرشتہ کہ اس کے ساتھ ڈرانے کو رہتا۔ یا اس کے پاس خزانہ ہوتا۔ یا اس کے پاس باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور ظالم کہنے لگے کہ تم ایک مردِ سحر زدہ کا ساتھ پکڑتے ہو۔ دیکھ تیرے ساتھ کیسی مثالیں دیتے ہیں۔ پس گمراہ ہو گئے۔ اور اب کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

مسلمانو! سوچو۔ صرف ایسی مثال دینے سے کہ "وہ ہماری طرح بازاروں میں پھرتے تھے۔ اور ہماری طرح کھانا کھاتے تھے" بحسب آیت مذکورہ بالا گستاخ گمراہ ہو گئے۔ اور کوئی راہ نہ پا سکے۔ تو تم اس گستاخی میں کیوں مبتلا ہوتے ہو۔ کیا تم نے کبھی

قرآن شریف پڑھا اور سُنا ہی نہیں ؟۔ یا تمھارا مذاق ایسا بگڑ گیا کہ صریح آیت قرآنی کے ہوتے ہوئے بھی تم نہیں سمجھتے ؟ اور اپنے ساتھ مماثلت کرنے میں گستاخ بے ادب ہو کر اپنی راہ مار رہے ہو؟ قرآن کا منکر کافر ہے۔ اب بھی اگر تم نے ایسی مماثلت اور مثلیت ڈھونڈی تو کہیں ٹھکانا نہیں ہوگا۔

اب اس نیتجے پر پہنچکر میں ایک سچّی اور صاف بات کہوں گا۔ چاہے گمراہ لوگ اسے سُن کر کیسے ہی حاشیے چڑھائیں۔ سنو! خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے الوہیت میں۔ اور حضرتؐ کو پیدا کیا تو آپ وحدہٗ لاشریک ہیں عبدیت میں۔ نہ اُس کا ثانی نہ اِس کا ہمسر۔

اَنۡتَ خَیۡرُ الۡخَلۡقِ خَیۡرُ الۡاَنۡبِیَاۤ خَیۡرُ الرُّسُلِ
مَصۡدَرُ الۡخَیۡرَاتِ مُقۡتَدَرُ الصِّفَاتِ مُحَمَّدٌ

تیسرے جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد بتاریخ ۲۸ نومبر ۱۹۲۴ء)

دین اسلام اپنی عالمگیر دل آویزی اور صداقت کے سبب سب دینوں پر غالب رہا۔ اور اللہ تعالیٰ خود اس کا محافظ ہے۔ جو شخص اسلام کی اعانت اور خدمت کرتا ہے وُہ جزا کا مستحق ہے۔ اور یہ خاصانِ خدا کا حصّہ ہے۔

در مطبخ عشق جز نکورا نکشند لاغر صفتان و حیلہ جو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز مردار بود کسیکہ او را نکشند

کم ہمت لوگ تبلیغ اسلام سے ڈرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ چالیس آدمی کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں دو چور ملے۔ اور انھوں نے ان کو مار پیٹ کر سب مال متاع لوٹ لیا۔ جب گھر پہنچے تو ان سے پوچھا گیا کہ کس طرح لُٹ گئے۔ تو وہ بولے چور اور لاٹھی دو جنے اور ہم چالیس اکیلے۔ کس طرح مقابلہ کرتے۔ یہی حال آگرہ والوں کا ہے۔ ان کے علاقہ میں ارتداد کا فتنہ بپا ہے۔ دنیائے اسلام میں تھلکہ پڑ گیا۔ اقصائے ہند میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ انسداد ارتداد کے لئے اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر دوڑ پڑے۔ اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ مگر آگرہ والے اسی طرح خوابِ خرگوش میں پڑے سوچ رہے ہیں۔ کہ شردھانند اور مالوی دو جنے، اور آگرہ والے ایک لاکھ اکیلے۔ کیا کریں اور کس طرح اپنے بھائیوں کو ارتداد سے بچائیں۔

آگرہ کے مسلمانو! یاد رکھو کہ اسلام کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔ اس کوہ وقار سے جس نے سر ٹکرایا وہ پاش پاش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین کسی کی اعانت کا محتاج نہیں ہے۔ مگر جو مسلمان خدمتِ اسلام کرے گا، اس کو دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہو گی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا غلام ہوں اور جو حضورؐ کا نام لیوا ہے اس کا بھی میں خادم ہوں۔ مجھے اس کے ساتھ محبّت ہے۔ مگر جو بے دینِ اللہ

تعالیٰ کے حبیب کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

دنیا میں جس قدر فرقے اور مذاہب ہیں وہ لاتعداد اور بے حساب ہیں۔ وہ سب بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ اور دوسرے گمراہ۔ ہر ایک شخص اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ مگر اس کا کچھ معیار ہونا چاہیئے۔ حق اور باطل کو جانچنے کے لئے کوئی کسوٹی ہونی چاہیئے۔ دیکھئے۔ ہیرا ایک رتی پانچسو روپے کو ملتا ہے۔ اسی رنگ کا کانچ ہوتا ہے۔ جو ایک پیسے کا دو تولہ آ جاتا ہے۔ بلّور کی بھی یہی شکل ہوتی ہے۔ بلّور پیسے کا اتنا آجاتا ہے کہ اتنا ہیرا ایک لاکھ روپے کا بھی نہیں آتا۔ اب دیکھو۔ ہیرا صرف ایک کے ہاتھ میں ہے۔ دوسروں نے بلّور کو ہیرا سمجھ کر تسلّی کر لی ہے کہ ان کے پاس ہیرا ہے۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہیرا صرف مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہم سچّے دل اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ سچّا مذہب مسلمانوں کا ہے۔ باقی سب کے ہاتھوں میں کانچ کا ٹکڑا ہے۔ ثبوت لیجئے۔

جس قدر فرقے ہیں سب کوئی نہ کوئی دلیل رکھتے ہیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ وید خدا کی طرف سے ہے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ وید کب نازل ہوئے؟ اور کس کے اوپر اُترے؟ اس وقت اس جگہ کون سی مخلوق آباد تھی؟۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ ساری دنیا اور آریہ اس کا جواب دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ وید انادی ہیں۔ قدیم ہیں۔ خیال کیجئے کہ جب مخلوق نہیں تھی تو وید کس کی ہدایت کے لئے آئے تھے۔ مسلمانوں کی کتاب قرآن کریم ہمارے حضرتؐ پر نازل ہوئی ہماری ہدایت کے لیے۔ اس کا ثبوت کہ وہ خدا کی طرف سے آئی۔ سنیئے۔

قرآن شریف کے نزول سے پہلے صرف دو زبانیں مذہبی تھیں۔ نزولِ توریت کے وقت تمام ملک کی زبان سریانی تھی۔ انجیل عبرانی زبان میں اُتری۔ مگر قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف نے نہ صرف توریت اور انجیل کو منسوخ کر دیا۔ بلکہ ان زبانوں کو بھی صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ اس سے زیادہ کیا ثبوت درکار ہے۔ اب دَور دَورہ قرآن شریف کا ہے۔ جن ملکوں میں سریانی اور عبرانی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ وہاں بھی اب عربی بولی جاتی ہے۔ اور قیامت تک بولی جائے گی۔

کوئی قوم اگر قرآن کریم کو صفحۂ عالم سے مٹانا چاہے گی تو خود مٹ جائے گی۔ ہندوستان

میں انگریز آئے تو پادریوں نے چاہا کہ کسی طرح قرآن شریف اکٹھے کر لیے جائیں۔ اور سارے قرآن تلف کر کے مسلمانوں سے ان کی مقدس کتاب لے لی جائے۔ ایک مولوی صاحب نے ایک پادری سے جو ان کا دوست تھا دریافت کیا کہ آخر اس تعداد کثیر میں قرآن شریف خریدنے کی کیا وجہ ہے۔ وہ پادری بہت صاف گو تھا۔ مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ مشن کی تجویز یہ ہے کہ مسلمانوں سے تمام قرآن شریف خرید کر دریا بُرد کر دیے جائیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا مسلمانوں کی کتاب کاغذوں پر نہیں ہے۔ وُہ تو ہمارے سینوں میں لکھی ہوئی ہے مسلمان تھوڑی دیر میں ہزاروں اور لکھ لیں گے۔

دُنیا میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی کتاب کی ایسی حفاظت کر سکے۔ ہمارے دس دس برس کے بچوں کے دلوں پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔ ایک تو میں ہی ثبوت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور بعض دفعہ پڑھتے پڑھتے اونگھ آ جاتی ہے۔ پیچھے سامعین میں حافظ قرآن موجود ہوتے ہیں۔ مگر قرآن شریف کی وہی آیتیں مُنہ سے خود بخود صحیح نکلتی رہتی ہیں۔ اس لئے کہ وُہ تو دل میں نقش ہو چکی ہیں۔ قرآن شریف میں تیس پارے۔ پانچسو چالیس رکوع۔ ایک سو چودہ سورتیں۔ پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو حرف اور چھ ہزار چھ سو چھ آیتیں ہیں۔ قرآن کریم کا ایک ایک حرف شمار کر لیا گیا ہے۔ کیا کوئی دوسرا مذہب یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ پانی پت یہاں سے زیادہ دُور نہیں۔ وہاں عورتیں تک قرآن شریف کی حافظ ہیں۔ دس دس برس کے تو بے شمار بچے حافظ قرآن ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سات برس کی عمر میں حافظ ہو گئے تھے۔

دُنیا میں جس قدر گمراہ اور بے دین فرقے ہیں وُہ بھی جانتے ہیں کہ سچّا دھرم مسلمانوں کا ہے۔ لاہور اور ہندوستان کے دوسرے اکثر شہروں میں دیکھا ہے کہ ہندو عورتیں اپنے بچوں کو لے کر اس جگہ کھڑی ہو جاتی ہیں جہاں مسجدوں میں نمازی اپنے جُوتے اتارتے ہیں۔ اگر ان ہندو عورتوں اور ان کے گھر والوں کو اسلام سچا مذہب نظر نہ آتا۔ تو وہ مسجدوں میں جوتیوں کی جگہ آ کر کیوں کھڑی ہوتی ہیں۔ ایک بیمار کے لئے میرے پاس پانی لائے اور کہا کہ اس کو دم کر دو۔ میں نے دم کرنے کے بجائے اس میں تھوک دیا۔

بیمار تو کچھ نہیں بولا مگر اس کے ساتھی نے کہا کہ اس پانی میں تو شاہ صاحب نے تھوک دیا ہے۔ بیمار نے جواب دیا کہ تھوک دیا تو کیا ہوا۔ اس میں شفا ہے میں پی لوں گا۔ کیا وہ ہندو اسلام کو سچا مذہب نہیں جانتا تھا؟ جانتا تھا تبھی تو اس کو ایسا پکا اعتقاد تھا۔

قرآن شریف میں صداقت اور برکت ہے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت اس میں جو برکت اور شفا تھی وہی اب تک ہے اور قیامت تک رہے گی۔ جو یہ کہے کہ قرآن شریف میں اب برکت اور شفا نہیں وہ کافر ہے۔ جس مرض کا کوئی علاج نہیں قرآن شریف اس کا علاج ہے جس کو ڈاکٹر لاعلاج بتا دیتے ہیں، ہم اس کو قرآن شریف پڑھ کر دیتے ہیں، وہ شفا پا جاتا ہے۔ قرآن شریف روحانی بیماریوں کا عمل کرنے سے، اور جسمانی عوارض کا محض دم کرنے سے شفا بخش نسخہ ہے۔ کوئی آدمی جس کی طحال بڑھ گئی ہو، وہ خواہ کسی بھی فرقہ کا ہو، آجائے اور ساتھ ایک تیز تلوار لیتا آئے۔ ہم اللہ کا کلام پاک پڑھ کر اس تلوار سے طحال کو دباتے ہیں بال تک نہیں کٹتا اور تلی کٹ کے مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سانپ گزیدہ اور سگ گزیدہ کے لئے گیلی مٹی کے ڈھیلے پر کلام پاک دم کر کے دیا جاوے گا۔ وہ اس کے بدن پر پھیر دو۔ جس رنگ کے کتے نے کاٹا ہوگا، اسی رنگ کے بال اس مٹی کے ڈھیلے میں سے نکلیں گے۔ اور مریض اسی وقت اچھا ہو جاوے گا۔ جس کو قرآن کریم کی برکت دیکھنی ہو وہ صبح ہی مریض کو لے آئے۔

میں یہ باتیں صرف اظہار حق کے لئے سناتا ہوں۔ تاکہ سب پر روشن ہو جائے کہ دوسرے مذاہب والوں کے ہاتھ میں فقط کانچ ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے انمول ہیرا ہے۔

پانچویں جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد بتاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۲۴ء)

بعض لوگ نہ صرف یہ گمان فاسد کرتے ہیں، بلکہ زبان سے بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت حبیبِ کبریا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی کرتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضور کے دشمن فوت ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ قدیم میں ایسا کہنے اور گمان کرنے سے منع فرماتے ہیں پڑھو پارہ دوسرا۔ پہلا ربع۔ تیسرا رکوع۔ دوسری آیت۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (ترجمہ۔ یعنی تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے مردہ مت کہو۔ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن بے شعوروں کو شعور نہیں ہے۔) یہاں مُردہ کہنے سے روکا گیا ہے۔

دوسری آیت سنو۔ پارہ چوتھا۔ ربع تیسرا۔ رکوع پہلا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (ترجمہ۔ یعنی تم ان لوگوں کی نسبت جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں یہ گمان بھی مت کرو کہ وہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دی جاتی ہے۔ خوش و خرم ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے۔ اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم ہے۔) اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ شہید زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی ملتی ہے۔ وہ خوش و خرم ہیں۔ پہلی آیت میں تو مُردہ کہنے سے منع کیا گیا تھا۔ یہاں ایسا گمان کرنے سے بھی روکا گیا اور ان کو زندہ کہا گیا ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مَوت کس کو کہتے ہیں۔

انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ اور روح و جسم کی مفارقت کا نام موت ہے۔ ایک پنجرے میں طوطا محبوس ہے۔ جب تک طوطا پنجرے میں ہے ہم کہتے ہیں طوطا زندہ ہے جب طوطا پنجرے کو چھوڑ دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ طوطے نے پنجرے کو چھوڑ دیا۔ مگر وہ مرا نہیں جب طوطا پنجرے کو چھوڑ دیتا ہے تو اس حالت میں اس کی پرواز پہلے سے بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور کوئی یہ بھی گمان نہیں کرتا کہ وہ مر گیا ہے۔ البتہ جو طوطا پنجرے میں مر جائے اسے پنجرے سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اب اس کے پنجرے میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ موت کی صورت ہے۔ موت کے بعد جو طوطا پنجرے سے جدا کیا جاتا ہے اس کی پرواز بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ پس پنجرے سے مراد جسم انسانی ہے اور طوطے سے مراد روح ہے جب انبیاء اور شہداء کی روحیں اس قفس عنصری سے پرواز فرماتی ہیں تو ان کے مدارج اور مراتب پہلے سے بھی بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور عام آدمی کی روح قفس عنصری سے جدا کی جاتی ہے ۔ یہ جدائی موت کہلاتی ہے۔ ورنہ روح کے لئے موت نہیں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۚ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ۚ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا پارہ پندرہ۔ ربع چوتھا۔ رکوع تیسرا۔ (ترجمہ۔ اے ہمارے حبیب مکرم! تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے)۔ اب یہ مسئلہ بھی باآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ دور ہونا یا نزدیک ہونا جسم کے لیئے ہے۔ روح کے لئے قرب و بعد نہیں ہے۔

ایک اور مثال سنئے۔ سورج ایک ہے۔ چین والے کہتے ہیں ہمارے یہاں سورج چمک رہا ہے۔ عرب کہتے ہیں سورج ہمارے گھر میں ہے۔ بظاہر ہزاروں میل کا فاصلہ ہے مگر سورج ہر شخص کو دکھائی دے رہا ہے مسئلہ زیر بحث پر غور کیجیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُوْرِیْ۔ (ترجمہ۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر میرے نور سے ساری خلقت کو پیدا کیا)۔ عالم امر اور عالم خلق سب حضورؐ کے نور سے بنے ہیں۔ سورج بھی منجملہ اسی کائنات کے ہے جو حضرت کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ اب دیکھئے کہ سورج میں تو یہ طاقت ہے

کہ ایک ہی وقت میں ہزاروں میل کے فاصلے پر گھر گھر میں موجود ہو۔ مگر اس کی نسبت انکار کیا جاتا ہے جس سے ساری کائنات پیدا ہوئی۔ اور خود سورج بھی اسی کے نور کا ایک ذرّہ ہے۔

لاکھوں آدمی ایک وقت میں مر کر دفن ہوتے ہیں۔ یہ مسلّمہ عقیدہ ہے کہ ہر قبر میں نکیرین مردے سے سوال کرتے ہیں کہ یہ شبیہہ مبارک کس کی ہے۔ یہ کون ہیں۔ مومن پہچان لیتا ہے۔ اور کافر انکار کرتا ہے۔ اس بات پر سب کا اتّفاق ہے کہ حضورؐ ہر قبر میں ایک ہی وقت میں پہنچتے ہیں۔ ملک الموت کی نسبت بھی یقینی عقیدہ ہے کہ لاکھوں آدمیوں کی روح ایک ہی وقت میں قبض کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک آدمی ہندوستان میں مرتا ہے دوسرا افریقہ میں۔ ایک ہی وقت میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کا سب جگہ پہنچنا قابلِ تسلیم ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک ہی وقت میں سب جگہ تشریف لانا معاذ اللہ شرک بتایا جاتا ہے۔ جب عزرائیل علیہ السلام بھی حضورؐ کے نور مبارک سے پیدا ہوئے اور وہ ہر جگہ حاضر ہو سکتے ہیں، تو اس نور مبارک کے ایک ہی وقت میں ہر جگہ تشریف لانے میں کیا قباحت ہے ؟۔

مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات تلاوت کی گئیں دونوں آیات شہیدوں کے حق میں نازل کی گئی ہیں۔ اور یہاں رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت گفتگو ہے۔ اس لئے ہم شہید کی تعریف کرتے ہیں۔ شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہادت صغریٰ دوسری شہادت کبریٰ۔ کافروں کے ساتھ جہاد کر کے شہید ہو جانا شہادت صغریٰ ہے۔ شہادت کبریٰ کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث شریف سے چلتا ہے۔ حضورؐ ایک بار جہاد فی سبیل اللہ فرما کے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔ (ترجمہ۔ کہ ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا۔) صحابہؓ کو خیال ہوا کہ شاید اب اس سے بھی کسی بڑی جنگ کی تیاری کرنی ہے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ "وہ یہ جہادِ نفس کے ساتھ ہے"۔

بات یہ ہے کہ شہید اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدمی کے ساتھ اپنا سر کٹوا لیتا ہے۔ اور آنِ واحد میں گزرنے والی صورت گزر جاتی ہے۔ لیکن جہادِ اکبر میں انسان ہر وقت اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرتا رہتا ہے۔ اور یہ بات ایک دفعہ نہیں، ہر دم اور آخر وقت تک جاری رہتی ہے۔

حوادثِ زمانہ، رنج، دکھ، سردی، گرمی، غم، الم، دن رات کوئی حالت اور وقت ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلوتہی کرے۔ ساری عمر کی اور ہر آن ہر ساعت میں نفس کی یہ پامالی جہادِ اکبر ہے۔ پس ثابت ہوُا کہ شہادت کبریٰ جس میں ہر ساعت نفس مرتا رہتا ہے، انسان کو آیتِ بالا کا مصداق بنا دیتی ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ شہید کا درجہ بلند ہے یا نبی کا۔ سُنیئے پانچواں پارہ۔ دوسرا ربع۔ تیسرا رکوع۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ

(ترجمہ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، پس وہ ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا: نبی، صدیق، شہید، اور صالحین اور اچھی ہے ان کی رفاقت)

اس آیت سے مدارج کی ترتیب ظاہر ہوتی ہے۔ اوّل نبی پھر صدّیق۔ اس کے بعد شہید۔ اور چوتھے درجے پر صالحین۔ مسلمانو! جب تیسرے درجے کے لوگوں کی نسبت مُردہ کہنے اور مُردہ سمجھنے کی ممانعت آئی، تو اوّل درجے کی جماعت اور اس کے بھی سردار کی شان میں کیوں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ تیسرے درجے کے لوگ یعنی شہید زندہ ہیں تو اوّل درجے کے برگزیدہ بندے یعنی نبی بدرجۂ اولیٰ زندہ ہیں۔

محقق اور فلسفی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ رُوح کے لئے موت نہیں ہے۔ اور جسم سے مفارقت کے بعد رُوح کی طاقت کئی گُنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ دیکھو! جب طوطا پنجرے میں تھا تو اس کی پرواز محدُود تھی۔ پنجرے سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی پرواز پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مسلمانو! گستاخی مت کرو اور ایمان پر قایم رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر یقین کرو۔ نبی ولی اور شہید کو مُردہ مت خیال کرو۔ چہ جائیکہ سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی شانِ اقدس میں گستاخی کا تصوّر بھی کرو۔



آٹھویں جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد آگرہ بتاریخ ۲ر دسمبر ۱۹۲۴ء)

کل کسی نے ہم سے کہا تھا کہ یہاں شیعوں کا بڑا زور ہے۔ اور اہل سنّت و الجماعت بھی ان کے ساتھ تعزیے نکالتے ہیں۔ اور بہت سی غلط رسموں اور بدعتوں میں گرفتار ہیں۔ تو آج ہم زیادہ تر گفتگو اسی موضوع پر کریں گے۔

میں ایک دفعہ علاقہ کشمیر میں جموں گیا۔ قاضی ضیاء اللہ شیعہ مع دس بارہ ساتھیوں کے ملنے کے لئے آئے اور شیعیت کی باتیں کرنے لگے۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ اس تحصیل میں پہلے کون تحصیلدار تھا۔ اس نے کہا فلاں۔ اسی طرح اور پہلے کے کچھ تحصیلداروں کے نام بتائے۔ میں نے کہا کہ اگر موجودہ تحصیلدار اب سے سو سال پہلے کی مسلیں نکال کر فیصلہ کرنے لگے تو لوگ ضرور اسے پاگل کہیں گے۔ کہ مدعی بھی مر کھپ گئے اور مدعا علیہم بھی فوت ہو چکے، کوئی گواہ بھی زندہ نہیں رہا۔ اب گڑے مُردے کیوں اُکھاڑے جا رہے ہیں، اور ان دیرینہ مقدمات کا فیصلہ کر کے دیوانہ پن کا اظہار کس لئے ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ (ترجمہ۔ وہ ایک گروہ ہے کہ گذر گیا۔) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان کے حال پر چھوڑو۔ اور اپنے حال کو سنوارو۔ انھوں نے دس روز کے بعد خط لکھا کہ میں نے رفض سے توبہ کر لی ہے۔ اور حیدر شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ گالی نکالنا اور بُرا کہنا ہر دانشمند کے نزدیک بُرا ہے۔ جس مذہب میں یہ کام عبادت ہو وہ مذہب ہی جھوٹا ہے۔ دیکھو شیعہ مذہب میں صحابہ کبارؓ کو گالیاں نکالنا اور بُرا کہنا ہی جزوِ ایمان ہے۔ اس لئے وہ مذہب ہی جھوٹا ہے۔

میرے پاس ایک مستری ہے۔ ہمارے گاؤں کے پاس ہی شیعوں کا ایک مجتہد رہتا ہے۔ ایک روز اس مستری اور مجتہد میں گفتگو ہوئی۔ مستری نے کہا کہ شہید تو زندہ ہیں۔

ان کی حیات کی آیت قرآن کریم میں موجود ہے۔ سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیات اس آیت کی رُو سے مسلّم ہے۔ پھر فرمائیے یہ ساری ساری رات شور اور واویلا کرنے کے کیا معنی۔ کیا کوئی زندہ پر بھی شور واویلا کرتا ہے۔ آپ ان کو شہید مانتے ہیں۔ شہیدوں کو زندہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اس نوحہ گری کا کیا سبب۔ کیا زندوں کا بھی نوحہ کیا جاتا ہے؟ مجتہد بولے کہ شاہ صاحب نے پڑھا کر بھیجا ہوگا۔

ایک دفعہ وہ مجتہد بیٹھا تھا اور بہت سے دوسرے شیعہ بھی موجود تھے۔ گفتگو ہونے لگی۔ مَیں نے کہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سب محبّت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر یہ صرف زبانی باتیں ہیں۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو صرف ایک مرتبہ شہید کرایا تھا۔ اور یہ سال کے سال شہید کرتے ہیں۔ اور اس پر دعوائے محبت ہے۔ یہ دیوانے ہیں۔ ان کو ہندوؤں ہی سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ ہندو راون کو مارتے ہیں۔ رام چندر کو نہیں مارتے۔ مگر شیعہ یزید کو نہیں مارتے۔ یہ تو امام حسین رضؓ کو ہر سال شہید کرتے ہیں۔ باقی رہا ان کا یہ واویلا کہ امام کو پانی نہیں ملا۔ اوّل تو دریائے فرات کے کنارے بالشت بھر زمین کھود دو تو پانی نکل آئے گا۔ اس کے علاوہ میرا ایمان ہے کہ امام آسمان کی طرف اشارہ کرتے، تو نو نیزے پانی کھڑا ہو جاتا۔ زمین کی طرف اشارہ کرتے تو پانی کے چشمے جاری ہو جاتے۔ ان کے غلاموں کی کرامت سے پنجاب میں دو تین واقعات ایسے ظاہر ہو چکے ہیں کہ پانی نکل آیا۔ یہ حضرت امام کی کرامت سے انکار کرتے ہیں مسلمانو! امام حسینؓ اور اہلِ بیت کی محبّت ہمارا ایمان ہے۔ مگر رافضیوں کی تقلید میں بدعتوں سے اپنا ایمان خراب مت کرو۔

دوسرا مسئلہ مرزائیت کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم تک تقریبًا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ سب کے اکہرے مفرد نام تھے۔ دوہرے مرکب نام نہ تھے۔ مثلاً آدم، شیث، نوح وغیرہ۔ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دہرا ہے۔ ایک غلام اور دوسرا احمد دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دہرا نہیں ہے تو غلام احمد دہرے نام کا آدمی پیغمبر کیسے بن گیا۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اُستاد نہ تھا۔ اگر کوئی استاد ہوتا تو اس کی تعظیم واجب ہوتی۔ مگر یہ خاصانِ خدا خود ہی سب سے زیادہ واجب التعظیم تھے۔ اس لئے کوئی اُن کا استاد ہی نہوا جس کی تعظیم کرتے۔ ہاں! غلام احمد کا استاد گل شاہ تھا۔ اس سے بھی ثابت ہوُا کہ اس کا دعوائے نبوّت جھوٹا اور باطل ہے۔

(۳) سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوّت کا دعویٰ کیا۔ اور ایک دم دعویٰ کیا۔ تدریجی دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد نے اوّل کہا میں محدّث ہوں۔ پھر مجدّد بنا۔ پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مسیح بن گیا اور نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ مسلمانو! یہ سب جھوٹے مذاہب ہیں۔ اور یہ لوگ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان ڈاکوؤں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

دسویں جلسے کا وعظ

(بمقام محلّہ نوری دروازہ بتاریخ ۳؍ دسمبر ۱۹۲۴ء)

ہر مسلمان پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ساری عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا اسی طرح فرض ہے، جس طرح دن رات میں پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔ سال بھر میں ایک ماہ رمضان شریف کے روزے رکھنا فرض ہے۔ چالیس روپیہ نقد یا زیور یا مال مویشی (یا اس سے زیادہ مالیت ہو) اور اس کی ملکیت کو ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔ اور ساری عمر میں بشرطِ استطاعت ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ سمجھ لو کہ جس طرح یہ فرائض ہیں اسی طرح ساری عمر میں ایک مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنا بھی فرض ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے۔ ایک شخص نے اپنی عمر کا زیادہ حصّہ شرک، کفر، فسق و فجور میں بسر کر دیا ہو۔ مگر جب وہ سچّے دِل سے توبہ کرتا ہے، اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نماز جیسا کہ ابھی بیان ہوُا دن رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ مگر شب معراج میں دن رات کی پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی اُمّت ضعیف ہے۔ اس قدر نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔ دوبارہ عرض کر کے تخفیف کرا لیجیے۔ چنانچہ حضرتؐ نے جناب باری میں عرض کیا۔ ارشادِ ربّی ہوُا کہ اچھا پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔ مگر حضرت موسیٰ سے پھر ملاقات ہوُئی تو آپ نے پھر وہی مشورہ دیا۔ اس طرح حضور سرورِ دو عالمؐ بار بار جناب باری میں عرض کرتے رہے۔ اور ہر درخواست پر پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی عرض کیا کہ یہ بھی بہت ہیں۔ اور بھی تخفیف کرائیے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا اب مجھے اور زیادہ تخفیف کے لئے عرض کرتے ہوُئے شرم آتی ہے۔ حضورؐ نے

یہ امرِ الٰہی اُمّت کو پہنچا دیا۔ اور خود اس پر عمل کر کے نمونہ قائم کر دیا۔ کہ سفر حضر صحت بیماری ہر حال میں فرض نماز کو ادا کرتے رہیں۔

مسلمانو! جب کوئی رعایا اپنے بادشاہ کی حکم عدولی کرتی ہے تو وہ بغاوت کی مجرم سمجھی جاتی ہے۔ شہنشاہ حقیقی کے اس حکم سے سرتابی کرنا کیا بغاوت کا جرم نہیں ہے؟ بے شک بندے کی یہ حکم عدولی بغاوت ہے۔ اور اسی لئے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ایک نماز قضا کرنے والے کو بھی جیل میں بند کر دو۔ اور امام شافعی رَضِیَ اللہُ عنہُ نے تارکِ صلوٰۃ کے لئے قتل کا فتویٰ دیا۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، جن کا کوئی شمار نہیں۔ پھر بھی بندہ اپنے مولیٰ کے حکم سے سرتابی کرے اور نماز بھی نہ پڑھے، تو بے شک وہ باغی ہے۔ اور باغی کی سزا قتل ہے۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکِ صلوٰۃ کے لئے سخت دردناک عذاب بتائے ہیں۔ مسلمانو! ڈرو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اور نماز کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لو۔

نماز کسے کہتے ہیں؟۔ دُنیا کے سارے تعلقات چھوڑ کر اپنے رب کی طرف خشوع وخضوع سے رجوع کرنے اور اس کی بارگاہ میں حاضری دینے کا نام نماز ہے۔ نمازی کو ایک نماز کے وقت سے دوسری نماز کے وقت تک فکر، اندیشہ اور لگن لگی رہتی ہے۔ کہ نماز کا وقت نہ گزر جائے۔ اور نماز قضا نہ ہو جائے۔ اس خیال میں لگا رہنا بھی نماز میں شامل ہے۔ اگر تم ساری دنیا کی بادشاہت رکھتے ہو، اور اسے کوئی چھین لے، تو اس سے بھی زیادہ غم تم کو ایک نماز اور تکبیرِ اُولیٰ فوت ہو جانے کا ہونا چاہیئے، تب تو تم نمازی ہو ورنہ نہیں۔ مَیں تم کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں کبھی نماز نہ چھوڑوں گا۔ تم بھی اقرار کرو کہ ہمیشہ نماز کے پابند رہو گے۔

لوگو! ذرا سوچو کہ ہم کو خدائے تعالیٰ نے دُنیا میں کیوں بھیجا ہے۔ کیا اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی دی ہوئی بے شمار نعمتیں اور پاک رزق کھا کر اس کو غلاظت بنا کے پھینک دیں اور بیوی بچوں میں مشغول رہ کر کولھو کے بیل بنے رہیں۔ سنو! انسان کی پیدائش کی عِلّتِ غائی خود اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ معجز نظام میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ

اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ۔ (ترجمہ۔ اور میں نے جنّ اور آدمی صرف اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔)
اس پیدائشِ انسان کا مقصد یہ ہے
کہ دُنیا میں جاکر عبادت کریں۔ اور اپنے دلوں کو پاک کرکے پھر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جائیں۔
اللہ تعالیٰ نے یہ جسم آپ کو عبادت کرنے کے لیے عطا کیا ہے۔ جو کام اس بدن سے لے لو وُہ تمہارا ہے۔ ورنہ یہ بدن تو مستعار ملا ہے، ایک نہ ایک دن تم سے جُدا ہو جائے گا۔

ایک جلاہے کو کپڑا بُننے کے لئے عاریت کے طور پر اَوزار مل گیا۔ اس کو احساس تھا کہ دو روز کے بعد یہ مستعار اوزار واپس لے لیا جائے گا۔ اس لئے اتنے وقت میں جس قدر ہو سکے کپڑا تیار کر لیا جائے۔ پس اس نے رات دن لگا کر پوری محنت سے اپنا کام کیا۔ کیا سمجھے؟۔ یہ بدن بھی ہم کو عاریتاً ملا ہے۔ اور کام میں لانے کے لئے دیا گیا ہے، پالنے کے لئے نہیں دیا۔ بعض مسلمان روزہ نہیں رکھتے، اس وجہ سے کہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو جائیں گے۔ روزہ سے جو فوائد و برکات، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو انعام عطا ہونے والے ہیں، ان پر وہی یقین کرے گا جس کو آخرت پر یقین ہے یقین کرو کہ ظاہری طور پر جس بیماری کا کوئی علاج نظر نہیں آتا، اور اطبا اور ڈاکٹر جس کے علاج سے عاجز ہیں، اس کا علاج روزہ اور صرف روزہ ہے۔

نماز روزہ کے ظاہری اور باطنی فوائد بے شمار ہیں۔ ایک چور نے کسی کے گھر سے کچھ چرایا۔ صاحب خانہ جاگ اٹھا۔ اور اس نے چور کا تعاقب کیا۔ چور بھاگ کر ایک جگہ پہنچا۔ اور قبلہ رُو کھڑے ہو کر اس نے نماز کی نیت باندھ لی۔ لوگ تعاقب میں اس جگہ پہنچے تو سمجھے کہ یہ کوئی شب بیدار شخص ہے، نماز پڑھ رہا ہے۔ فارغ ہو تو اس سے چور کو پوچھیں گے۔ جب چور نے سلام پھیرا تو انھوں نے پوچھا کہ کوئی چور تو ادھر سے نہیں گزرا۔ چور نے جواب میں ہُوں ہُوں کیا۔ لوگ سمجھے کہ اب وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ اسے چھوڑ دیا اور چور کی تلاش کرنے آگے چلے گئے۔ دیکھو! نماز نے اس چور کو بچا لیا۔ حالانکہ یہ صرف دکھاوے کی اور جھوٹی نماز تھی۔ بتاؤ! کہ پھر سچّی نماز کیوں نہیں بچائے گی۔ دنیا میں بھی بچائے گی اور آخرت میں بھی بچائے گی۔ سب مسلمانوں کو نماز روزے کا پابند رہنا چاہیئے۔ یہ تو ہمارے ہی فائدے کی بات ہے۔ "ہم خرما و ہم ثواب"۔ نماز روزے کی پابندی ہی میں فلاحِ دارین کا راز مضمر ہے۔

بارھویں جلسے کا وعظ

(بمقام جامع مسجد آگرہ بتاریخ ۵ر دسمبر ۱۹۲۴ء)

پچھلے جمعہ کو کلمۂ طیبہ کے پہلے حصّے توحید کے متعلق بیان کیا گیا تھا۔ اب دوسرے حصّے رسالت کے متعلق سُنئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿﴾ (ترجمہ۔ تمہارے پاس تمھی میں سے رسُول آیا۔ تمھاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ تمھاری بہبُود کے حریص ہیں۔ اور مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں۔ تو اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دو کہ مجھے خدا بس کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور عرش عظیم کا مالک وہی ہے۔ (گیارہواں پارہ۔ سورۂ توبہ۔ آخری رکوع۔ آخری آیتیں۔)

خدائے تعالیٰ نے جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا کوئی حد و شمار نہیں ہے۔ مگر ہمارے لئے سب سے اعلےٰ اور سب سے افضل نعمت یہ ہے کہ اس نے ہم کو اپنے حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت میں پیدا کیا۔ کیسا پیارا رسُول ہے۔ ہمارا غمخوار۔ اور ہمارے ایمان پر حریص۔ نہایت شفیق اور نہایت مہربان۔ آپ کی رسالت پر ایمان لانے اور کلمۂ طیبہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صدق دل سے ایک مرتبہ پڑھ لینے سے ساری عُمر کے شرک و کفر، اور ہر قسم کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ایک آدمی کافروں کے گھر پیدا ہوا۔ ساری عمر کفر اور گناہ میں پھنسا رہا۔ ایک مرتبہ اس نے کلمۂ طیبہ پڑھ لیا تو سارے گناہ معاف۔ اور وہ ہمارا بھائی ہوگیا۔ ہمارا رشتہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اسلامی رشتہ ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے واسطے سے پختہ رشتہ ہے۔ جو حضور کا غلام ہے ہم اس کے خادم ہیں۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔ جو شخص حضور کی بے ادبی کرتا ہے، وہ خواہ کتنی ہی نمازیں

پڑھے ،کتنے ہی روزے رکھے ، اس کی کوئی عبادت قبول نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ایک آدمی دنیا بھر کی عبادتیں کرتا ہے، تب بھی ہمیں اس کی عبادت کی کوئی پروا نہیں جب تک اسے ہمارے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے عداوت نہیں، اس کی سب عبادتیں بیکار ہیں۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ کلمۂ طیبہ کے دونوں جز نہ پڑھے۔ پڑھنے میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پیچھے ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پہلے ہے لیکن ایمان میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پہلے ہے۔ معمولی سی بات ہے۔ دیکھو! آدمی پہلے حضرت کی رسالت پر ایمان لاتا ہے۔ پھر توحید تک اس کی رسائی ہوتی ہے تم کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کس نے سکھایا؟ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نے۔ پس پہلے تم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی رسالت پر ایمان لائے۔ تبھی تو تم نے کلمہ پڑھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضورؐ نے فرمایا قُلْ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ فَدَخَلَ الْجَنَّۃَ کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کہہ دو کہ جس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پس وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نہیں فرمایا۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تو وہی کہتا تھا، جو جزو رسالت پر ایمان لے آتا تھا۔

غور کرو۔ ان کے لئے سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش ان کے روبرو پیش کی جاتی تھی۔ پارہ تئیس ۲۳ سورۂ ص کے پہلے رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔ أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۔ (ترجمہ۔ کیا اس نے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود بنا دیا؟۔ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے)۔ ایک خدا کا ماننے والا کوئی نہ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وہی پڑھتا تھا جو پہلے حضورؐ کی رسالت کو مان کر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پڑھ لیتا تھا۔ نجات کا مدار صرف اعمال پر نہیں ہے۔ ایمان اور عقیدہ اعمال پر مقدم ہے۔ کوئی عمل بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوتا۔

آج کل مال و دولت اور علوم و فنون میں بہت ترقی ہو رہی ہے۔ مگر قوت ایمانی کم ہو گئی ہے۔ اس ایمانی دولت پر ڈاکہ ڈالنے والے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں بھی بہت

ہیں۔ان کا کام سوائے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے اور کچھ نہیں ہے۔پس مسلمانو! ان ایمان کے ڈاکوؤں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ان ڈاکوؤں سے بدتر وہ ہیں جو ان کے پاس جاتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ لاہور میں دو آدمی باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ایک نے کسی کی بابت کہا کہ یہ بڑا بے حیا فرقہ ہے۔دوسرا سمجھدار آدمی تھا۔اس نے کہا۔ان سے زیادہ بے حیا وہ لوگ ہیں جو ان کے پاس جاتے ہیں۔مسلمانو! یہ ایمان کے ڈاکو تو بے دین ہیں۔تم ان کے پاس جا کر کیوں ان سے زیادہ بے دین بنتے جاتے ہو۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ترجمہ۔نصیحت آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔) کہ ظالم قوم کے پاس بھی مت بیٹھو۔ان کا اثر ضرور بُرا پڑے گا۔ یہاں ظالموں کے پاس بیٹھنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔اور گیارھویں پارے میں حکم ہوتا ہوتا ہے۔وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کہ سچوں کے ساتھ رہو۔

ایک آدمی ہماری ماں کو گالی دے یا ہمارے باپ کو بُرا کہے۔تو کیا اس پر بھی ہم اس کے ساتھ محبت اور دوستی رکھ سکتے ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔تو ذرا سوچو۔ایک طرف تو ہم حضورؐ کے غلام کہلاتے ہیں۔اور دوسری طرف ہم اس شخص کو جو حضورؐ کی اہانت کرتا ہے، اور آپؐ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے لئے آمادہ رہتا ہے، اس کو کچھ نہ کہیں۔اور اس کے ساتھ دوستی رکھیں۔یہ کیسے ممکن ہے؟۔ پانچ سال کا بچہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اس کی ماں کو بُرا کہے اور وہ چپ رہے۔اس کی غیرت وحمیّت اجازت نہیں دیتی۔فطرتِ انسانی اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے بُرا کہنے والے کو اچھا نہ سمجھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا غَيْرَةَ لَهٗ۔جس میں غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فِرُّوْا مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّوْنَ مِنَ الْاَسَدِ۔ کہ کوڑھی سے ایسے دور بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔مسلمانو! جسم کے کوڑھی سے تو تم پرہیز کرتے ہو۔مگر روحانی کوڑھیوں سے پرہیز کرنا بھی ازبس ضروری ہے۔جسم کے کوڑھی کا اثر تو صرف جسم پر ہوتا ہے۔اور روحانی کوڑھیوں کی صحبت تمہاری روح کو کوڑھی بنا کر، دین و دنیا میں برباد کر دے گی۔

ایک دفعہ میں اپنے مولوی صاحب کے ہاں مہمان ہوا۔اُنھوں نے مجھے ایک مکان میں ٹھیرا

دیا۔ مجھے اس مکان میں سخت بے چینی اور تکلیف رہی۔ آگ سی لگی ہوئی تھی۔ میں اضطراب میں ٹہلنے لگا۔ ایک کونے میں ایک سوراخ تھا۔ اس میں مجھے کچھ بال نظر آئے۔ معلوم ہُوا کہ وہاں کوئی کنجری رہتی تھی۔ اس کی سیاہ کاریوں کا اثر اس جگہ پر باقی تھا۔ میں نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ آپ نے مجھے اس مکان میں کیوں ٹھیرایا، جہاں بدکاریاں ہوتی رہی ہیں۔ اور اس کی نحوست اس جگہ اب تک موجود ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو ایسا کیا گیا ہے۔ تاکہ آپ کے قدموں کی برکت سے یہاں کی نحوست دُور ہو جائے۔ میں نے کہا بھائی! اس وقت تو اس جگہ کی نحوست مجھے پریشان کر رہی ہے۔ مسلمانو! اگر اپنے ایمان کی حفاظت چاہتے ہو، تو ایسے فاسد العقیدہ لوگوں کے پاس بھی مت بیٹھو۔ دیکھو! تمھارے پاس اگر ایک اشرفی بھی ہو۔ تو تم اس کی کس قدر حفاظت کرتے ہو۔ کہاں کہاں چھپا کر رکھتے ہو۔ کیا ایمان کی حفاظت مال اور ایمان کو بچانا مال کے برابر بھی ضروری نہیں ہے۔؟

(فائدہ) آگرہ میں اس موقع پر حضور نے تین ہفتے سے زیادہ قیام فرمایا تھا۔ اس دوران انجمن خدام الصوفیہ کی طرف سے اکیس جلسے منعقد کئے گئے۔ کسی کسی دن دو دو جلسے ہُوئے۔ ایک دن میں، دو سہ اراات میں۔ حضور نے تمام جلسوں میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ حسبِ معمول اوّل دوسرے علمائے کرام کے مواعظِ حسنہ ہوتے تھے، اور آخر میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلمات طیبات سے فیض یاب فرماتے تھے۔ فرودگاہ پر بھی ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا تھا۔ صبح و شام حلقے ہوتے تھے اور سینکڑوں افراد سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوتے رہے۔ حضور کا خوانِ یغما بھی اس دوران عادت مبارکہ کے مطابق جاری رہا اور جملہ حاضرین کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ غرض حضور والا کے قدوم میمنت لزوم سے اہلِ آگرہ کو کامل فیض حاصل ہوا۔ صرف چند مواعظ حسنہ کی تلخیص بغرض افادہ ضبط تحریر میں لائی گئی۔



اخلاف کرام اور خلفائے عظام

اخلافِ کرام ـــ خلفائے عظام

اخلاف کرام

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ تینوں صاحب زادگان گرامی شان کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔

سراج الملت حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ ——— سجادہ نشین اوّل

آپ حضور کے خلفِ اکبر تھے۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش کہیں محفوظ نہیں ہے۔ غالباً ۱۸۸۰ء (مطابق ۱۲۹۷ھ) سے قبل ولادت پائی تھی۔ ابتدائے عمر ہی سے ذہانت و فطانت کے آثار پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور اہلِ بصیرت جانتے تھے کہ آپ مناصب بلند پر فائز ہوں گے۔

آپ دو تین مہینے کے تھے کہ باباجی حضرت فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ علی پور تشریف لائے۔ تو آپ کے چچا حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنی گود میں لے کر حضرت باباصاحب رحؒ کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کیا کہ "اس پر دم کردیجئے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے"۔ حضرت باباجی صاحب رحؒ نے دم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "یہ رونے والا بچہ نہیں ہے۔ یہ بڑا مرد ہوگا۔ اور ہمیشہ خوش و خرم رہے گا"۔

حفظِ قرآن مجید

جب عمر مبارک سوا چار سال کی ہوگئی تو آپ کو حضرت قاری حافظ شہاب الدین صاحب رحؒ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لئے بٹھایا گیا۔ آپ نے بڑی شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو پڑھانا شروع کیا۔ اور بہت چھوٹی عمر میں پورا کلام مجید حفظ کرادیا۔ رمضان کا مہینہ آیا تو حضرت قبلۂ عالم رحؒ کے حکم پر آپ نے تراویح میں سنانا شروع کیا۔ حافظ کی خامی تھی یا مسجد میں بہت سے حفاظ کے سامنے سنانے کی گھبراہٹ، بہرحال آپ نے سنانے میں بہت سی غلطیاں کیں۔ جس پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے۔ اور غصے میں حکم دیا کہ "یہاں سے نکل جاؤ۔ تم نے قرآن مجید اچھی

طرح حفظ نہیں کیا"۔ چنانچہ آپ صبح ہوتے ہی گھر چھوڑ کر چلے گئے۔

جب کئی دن ہو گئے تو حضرت قبلۂ عالمؒ کے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تشویش ہوئی۔ آپ نے ناراضی کے لہجہ میں حضرت قبلۂ عالم سے کہا کہ "تم نے میرے بچّے کو گھر سے نکال دیا ہے۔ اس کے بغیر میری طبیعت بہت اُداس رہتی ہے۔ اسے جلد سے جلد واپس بلاؤ"۔ مگر یہ کسی کو علم نہ تھا کہ آپ کہاں چلے گئے۔ اِدھر اُدھر ہرکارے دَوڑائے گئے۔ تفتیش کی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔

کچھ دن بعد میانوالی سے بابا نور عالم آیا۔ اس پر جن آتا تھا۔ دم درود کے لئے اسے دربار شریف لایا گیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس جن سے دریافت کیا کہ "محمد حسین کہاں ہے اور کیا کرتا ہے"۔ جن نے بتایا کہ وہ ضلع گجرات میں " فلاں مقام پر فلاں مدرسے میں" پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تایا حضرت سید نجابت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے لینے کے لئے بھیجا۔ آپ اس مقام پر تشریف لے گئے۔ اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے ساتھ واپس لائے۔

اس مدرسہ میں قاعدہ تھا کہ سب طلبہ باری باری آٹا مانگنے کے لئے دُور دُور کے دیہات تک جاتے تھے اور آٹا جمع کر کے لاتے تھے۔ صاحبزادہ کے ساتھی طالب علموں میں ایک کو خدا نے یہ توفیق دی کہ اس نے آپ کو دربدر آٹا مانگنے کے لئے نہیں جانے دیا۔ آپ کے ذمہ کا کام بھی خود انجام دیتا رہا اور آپ کا ویسے بھی خیال رکھتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے تایا صاحب سے عرض کیا کہ اس طالب علم نے میری بڑی مدد کی ہے۔ حضرت سید نجابت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طالب علم کو بہت شاباشی دی۔ اور اس کی کفالت کے لئے بڑی رقم عطا فرمائی۔

اس سال میں آپ نے کلام مجید کے حافظ کو پختہ کیا۔ اگلے سال تراویح میں سُنایا تو کہیں کسی کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ آپ نے نہایت عمدہ لہجہ میں تحمّل، سکون اور ترتیل کے ساتھ پُورا قرآن مجید سنایا۔ تمام نمازیوں نے بے حد پسند کیا اور حضرت قبلۂ عالمؒ نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد سے معمول تھا کہ آپ ہر سال تراویح میں سنایا کرتے

تھے ۔ اور حفظ وضبط اتنا عمدہ تھا کہ مدت العمر کبھی کوئی لغزش نہیں ہونے پائی۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تلاوت کی خاص طور پر تعریف وتحسین فرماتے اور ارشاد کرتے کہ "صاحبزادہ نہایت اچھا پڑھتا ہے ۔ دوسرا کوئی حافظ اتنا عمدہ نہیں پڑھتا ۔"

حضرت سراج الملت کا معمول تھا کہ روزانہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کھول کے سامنے رکھ لیتے۔ اور کم از کم سوا پارہ ہر روز پڑھتے ۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے خود مجھ سے کئی دفعہ فرمایا تھا کہ "شبینہ میں تیرے باپ نے کئی بار پہلی رکعت میں اکیس پارے اور دوسری رکعت میں نو پارے پڑھ کر سلام پھیرا ہے ۔"

ابتدائی تعلیم

جب آپ کلام مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے تو آپ کو اسکول میں داخل کرایا گیا۔ علی پور سیداں میں کوٹ والی مسجد میں پانچویں جماعت تک اسکول قایم کیا جا چکا تھا ۔ آپ بھی اسی میں پڑھتے رہے ۔ اسی کے ساتھ آپ مولوی عبدالرشید صاحب سے فارسی کا سبق لیتے رہے ۔ گلستان بوستان اور دوسری ابتدائی کتابیں آپ نے انھی سے پڑھی تھیں ۔ قلعہ سوبھا سنگھ میں آٹھویں جماعت تک یعنی مڈل اسکول کھل چکا تھا ۔ علی پور سیداں کے پرائمری اسکول کے بعد آپ قلعہ سوبھا سنگھ کے مڈل اسکول میں داخل ہوئے ۔ اور وہاں سے آٹھویں جماعت (مڈل) کا امتحان پاس کر کے سند حاصل کی ۔ مگر اس دوران بھی مولوی عبدالرشید صاحب سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہے ۔

حضرت سراج الملتؒ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے کہ حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحب پسروری حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضور نے مولوی صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ کا امتحان لو ۔ اُنھوں نے کچھ صیغے دریافت کئے جو صاحبزادہ صاحب نہ بتا سکے ۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ محنت نہیں کرتا ۔ مولوی صاحب نے جواب دیا ۔ "بچہ ذہین اور محنتی ہے ۔ قصور اُستاد کا ہے کہ ٹھیک ذہن نشین نہیں کراتا ۔" اس کے بعد مولوی صاحب نے الگ لے جا کر صاحبزادہ صاحب کو کچھ صرفی قواعد سمجھائے اور پھر حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ اب حضور ان کا امتحان لے لیں ۔ حضور نے جو سوالات

کئے صاحبزادہ صاحب نے صحیح جواب دیا۔ اس پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "مولوی صاحب آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں اور وہیں تعلیم دیں۔"

تحصیل علوم

حضرت الحاج مولانا نور احمد صاحب انجمن نعمانیہ کے صدر اور مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔ شیخ بڈھا کی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب، مولوی صاحب کے ہمراہ امرتسر گئے اور وہاں ان سے عربی کی درسی کتب پڑھیں۔ علوم و فنون، معقول و منقول کی اکثر کتابیں آپ نے مولوی صاحب ہی سے پڑھی تھیں۔

امرتسر کے قیام میں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور دلجمعی سے تحصیلِ علم میں وقت صرف کیا تھا۔ ہماری برادری کے نمبردار جناب سیّد قایم علی شاہ صاحب نے ایک دفعہ مجھے بتایا تھا کہ "ہم لوگ ذاتی کام سے امرتسر گئے ہوئے تھے تو صاحبزادہ صاحب سے ملنے شیخ بڈھا کی مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب ایک حجرہ میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ مٹی کے لوٹے کے اوپر روٹی رکھی ہے۔ روٹی کا لقمہ توڑ کر نمک مرچ لگا کر منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور مطالعہ جاری ہے۔ تھوڑی دیر باہر کھڑے ہم یہ شغل دیکھتے رہے۔ اور خوش ہوئے کہ ایسی محنت ہو تبھی اعلیٰ پڑھائی ہو سکتی ہے۔ اچانک صاحبزادہ صاحب کی نظر ہم پر پڑی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے محبت اور عزت سے پیش آئے۔ کھانے کی تواضع کی۔ مگر ہم کھانا کھا کے ان کے پاس گئے تھے۔ اس لئے معذرت کر دی۔ اور کہا کہ ہم تو صرف آپ سے ملنے اور آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے تھے۔"

سفر دہلی

امرتسر میں تحصیل علم کر چکنے کے بعد آپ دہلی گئے اور وہاں مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ درسِ نظامیہ کی تمام اعلےٰ کتابیں، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل آپ نے یہیں کی تھی۔ حضرت سراج الملت فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر حضرت مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے پڑھی ہے اور حدیث کی کتابیں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی ہیں۔"

مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورۂ حدیث ختم کیا تو دستار بندی کے لئے حضرت مولانا مولوی

محمود الحسن صاحب تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایک ایک طالب علم کی دستار بندی کی اور سندیں عطا کیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فطری تواضع وانکسار کے مطابق سب سے پیچھے تھے۔ جب آپ کی باری آئی تو دستاریں ختم ہو چکی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب کو معلوم ہوا کہ اب کوئی دستار نہیں رہی تو انھوں نے اپنی ٹوپی اور دستار اتار کر صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کی۔ اور آپ کی ذہانت وفطانت کی تحسین فرمائی۔ آپ کی سند پر اپنے دستخط ثبت کئے۔ اور آپ کے لئے دعا کی۔ (یہ دستار اور سند اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے)

ایک دفعہ مولوی محمد عالم صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملّت کی ہم رکابی میں دہلی گئے ہوئے تھے۔ آپ بازار سے گزرتے ہوئے ایک دوکان کے سامنے رُک گئے۔ تو مولوی صاحب نے توقف کا سبب دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران میں اکثر وبیشتر رات کو اس دوکان کے تختہ پر بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ بازار کی روشنی میرے پڑھنے کے لئے کافی ہوتی تھی۔ دیر تک مطالعہ جاری رکھنا اس لئے آسان ہوتا کہ میں سوچتا کہ اگر مجھے نیند آئی تو تھڑے (تختہ) سے نیچے سڑک پر گر پڑوں گا۔ اس اندیشہ میں نیند نہیں آنے پاتی تھی۔ اور میں رات گئے تک مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔

تحصیل علم طب

قیام دہلی کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کے طبیہ کالج میں داخلہ لے کر طب کی بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ حکیم اجمل خاں صاحب آپ کو اپنے لایق شاگردوں میں شمار کرتے تھے۔ دہلی کے یونانی طب سے تعلق رکھنے والے ادارے آپ کی طبیبانہ حیثیت سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ ہمدرد دواخانہ دہلی سے جو اشتہارات، فہرستیں اور کتابچے آتے رہتے تھے، ان پر آپ کے نام کے ساتھ حکیم بھی لکھا ہوتا تھا۔ حضرت کی خدمت میں جو بیمار تعویذ کے لئے آتے تھے، آپ انھیں تعویذ کے ساتھ دواؤں کا نسخہ بھی عطا فرماتے تھے۔ علاج پرہیز کی بابت تاکید فرماتے۔ اور ضروری ہدایت کی پابندی پر زور دیتے تھے۔ دیگر شدید امراض کے علاوہ اٹھرا جیسے موذی مرض کے لئے بھی آپ نسخہ تجویز کر کے دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ نارووال کے اسٹیشن پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دسترخوان پر سیالکوٹ

کا ڈپٹی کمشنر بھی دعوت میں شریک تھا۔ حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت فرمائی کہ "پلاؤ پہ دہی ڈال کے کھاؤ۔ دہی پلاؤ کا مصلح ہے۔" اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ "بھئی! صاحبزادے نے طب پڑھی ہے۔ مَیں نے نہیں پڑھی۔ سب لوگ ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ اور پلاؤ کے ساتھ دہی ضرور استعمال کرو۔"

آپ کے دیگر اساتذہ کے نام مجھے تحقیق نہیں ہو سکے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

عربی فارسی پر کامل عبور

حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ کو عربی فارسی پر ایسا کامل عبور حاصل تھا کہ تحریر و تقریر میں اہل زبان جیسی لسانی مہارت حاصل رہی۔ اور تمام عمر کبھی بول چال میں کوئی رکاوٹ نہ آئی۔ دوسرے مذہب والوں سے آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع حاصل ہوئے۔ ان کی تحریر میں آپ نے ہمیشہ غلطیاں نکالیں۔ اور وہ کبھی توجیہہ و تاویل نہ کر سکے۔ مگر آپ کی تحریر میں ان کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کی جسارت نہ ہوئی۔ آپ نے بارہا چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چپ سادھ جانے ہی میں عافیت نظر آئی۔

ایک دفعہ مولوی غلام رسول صاحب گوہر کے چچا صاحب کے گاؤں والے آپ کو اہل حدیث سے مناظرہ کرنے کے لئے اپنے گاؤں لے گئے۔ آپ نے ان کے اعتراضات کے جواب اور پھر اپنی طرف سے کچھ سوالات عربی زبان میں مدلل لکھ کر اس جماعت کے علماء کے پاس بھیجے۔ اور مطالبہ کیا کہ عربی ہی میں جواب لکھ کر دو۔ آپ کی فصیح و بلیغ عربی دیکھ کر وہ لوگ راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلے۔ آپ نے حسب عادت لوگوں کی ہدایت کے لئے مجمع میں تقریر فرمائی جس سے بہت لوگ صحیح العقیدہ بن گئے۔

ایک بار جامع ازہر کے ایک استاد مصر سے علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر ان سے اختلاف ہُوا تو مستقل بحث اور مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دَوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ محفل میں موجود ہوتے اور ان علمی مباحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت اور احادیث ثابت کی۔ اور ان مصری عالم کو قائل کر دیا۔ آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو

پر ان عربی عالم کو سخت حیرت تھی۔ آخر انھوں نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدّت گذاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ ان عرب کو حیرت تھی کہ پھر آپ ہندوستان میں رہتے ہوئے کیونکر اتنی عمدہ لسانی مہارت بہم پہنچا سکے ہیں۔

کتابوں کا شوق

۳۳-۱۹۳۲ء کے حج کے موقع پر آپ حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ تو جہاں دوسرے لوگوں نے ڈھیروں تبرکات اور تحفے خریدے، آپ نے لاتعداد عربی کتابیں خرید فرمائیں۔ اور پیٹیاں بھر کر علی پور لائے۔ جو کتابیں ہندوستان میں نایاب اور کمیاب تھیں خاص طور پر آپ نے انھی کی خریداری کا اہتمام فرمایا تھا مثلاً منصوص سرخسی۔ فتح القدیر۔ بحرالرائق۔ شیخ زادہ۔ عینی۔ قسطلانی (شروح بخاری) تفسیر روح المعانی۔ تفسیر روح البیان۔ تفسیر ابن جریر وغیرہ۔ پہلے مدرسہ کے کتب خانہ کی مختصر فہرست آ چکی ہے۔ یہ سب کتابیں آپ ہی کی جمع کی ہوئی ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز آپ کے اس شوق کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کئی بار تحسین و آفرین کے کلمات زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ ایک بار فرمایا تھا کہ "لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے"۔ حضرت سراج الملت خود بھی اپنی اس سعی مشکور کا تذکرہ فخر کے ساتھ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "میں نے ایسی کتابیں جمع کر دی ہیں جو باقیات الصالحات کی مصداق ہیں"۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ "صاحبزادہ نے تو مکّہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لئے ہیں"۔

مدرسہ نقشبندیہ

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دینی کارناموں میں ذکر آ چکا ہے کہ آپ نے علی پور سیداں میں مدرسہ نقشبندیہ قایم کیا تھا۔ جو بحمداللہ اب تک بخیر و خوبی خدمات دینی و علمی انجام دے رہا ہے۔

جب حضرت سراج الملت تحصیل علوم کے بعد علی پور سیداں واپس آئے تو آپ نے مدرسہ کا تمام انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آپ ہی اس کے مدرس اعلےٰ تھے اور آپ ہی مہتمم۔ ابتدا میں تن تنہا تمام طلبہ کو اعزازی طور پر درس دیا کرتے تھے۔ بتدریج یہ مدرسہ اس قدر مشہور و معروف

ہو گیا کہ بنگال، مدراس، دکن، ایران اور بخارا سے بھی طالب علم آنے لگے۔ جن طلبہ کی مادری زبان فارسی ہوتی تھی ان کو آپ فارسی ہی میں درس دیتے تھے۔

طلبہ کی تعداد بڑھ گئی اور کام زیادہ ہو گیا تو کانپور سے مولوی محمد یوسف صاحب کو بلوایا گیا۔ بعد میں دوتین اور مدرسوں کا بھی اضافہ ہوا لیکن دوسرے مدرسوں کے آجانے کے بعد بھی حضرت خود صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ عموماً اعلےٰ درسی کتب کا درس دیتے تھے۔ آپ کو تدریس کا ایسا ملکہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل بہت آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین فرما دیتے تھے۔ اسی لئے منتہی اسباق کے طلبہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے سبق لینے کے روادار نہ ہوتے تھے۔ حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، ہیئت، عقائد، معانی و بیان، ادبیات جملہ علوم کی تدریس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور یکساں مہارت و اعتماد کے ساتھ درس دیتے تھے۔

طلبہ کے قیام، طعام، صحت، ورزش وغیرہ کی تفصیلات پہلے آچکی ہیں اس لئے مزید تکرار سے احتراز کیا جاتا ہے۔

فتویٰ نویسی

حضرت سراج الملّت جلیل القدر عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ اس لئے فتویٰ نویسی کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی۔ آپ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے۔ حدیث و فقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل سے حوالہ جات کے مطابق مزّین ہوتے تھے جن سے انحراف کی مجال ممکن تھی۔ عدالتوں میں بھی ان پر اعتماد کیا جاتا اور ان سے سند لی جاتی تھی۔ علم الفرائض بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ میراث کے مسائل کا جواب برجستہ دیتے اور ترکہ کی تقسیم کے معاملات مدلّل طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فوراً حل فرما دیتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں دو اجنبی شخص حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے میراث کا ایک فتوائے پیش خدمت کر کے رائے معلوم کی۔ آپ نے فتویٰ پڑھ کر ارشاد کیا کہ ”مولوی یونس نے ترکہ کی تقسیم غلط کی ہے۔ صحیح تقسیم یوں نہیں یوں ہوگی“، قلم اٹھا کر اسی کاغذ پر تصحیح فرما دی۔

اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ مولوی یونس کو دکھا دو۔ مولوی یونس نے پڑھا تو دریافت کیا کہ "حضرت نے کتابوں سے دیکھ کر تصحیح کی ہے یا زبانی"، ان اشخاص نے جواب دیا کہ "وہاں تو کوئی کتاب بھی سامنے موجود نہ تھی"، مولوی یونس کو آپ کے فاضل اجل ہونے کی تائید کرنی پڑی۔

ایک بار حضرت کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ایک طلاق کے مسئلہ نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "اگر تو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ پر طلاق"۔ مفتیوں سے رجوع کیا گیا تو سب نے کہا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی۔ انھی دنوں آپ کلکتہ پہنچے۔ اس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی بیوی سے دریافت فرمایا "تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے"، اس نے جواب دیا "یوں۔ انگلی سے پونچھ پونچھ کر"۔ آپ نے فرمایا "جا تجھ کو طلاق نہیں ہوئی۔ تو نے اپنی انگلی چاٹی ہے۔ ہنڈیا نہیں چاٹی"۔ کلکتہ کے دوسرے علماء آپ کی فراست و ذہانت کی یہ مثال دیکھ کر حیران رہ گئے۔

تقویٰ

حضرت جتنے جلیل القدر عالم تھے اسی کے مطابق آپ کو اتباعِ شریعت اور پابندی سنّت کا اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ محرمات اور مکروہات کا تو ذکر ہی کیا ہے، آپ مباح چیزوں میں بھی شُبہہ کی صورت میں احتیاط برتتے تھے۔ کبھی کسی مشتبہہ کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور ہمیشہ تقویٰ پر کاربند رہے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے معمولات اور معاملات میں پابندی شریعت اور اتباعِ سنّت کا ذکر تفصیل سے آیا ہے، حضرت کے حیات طیبہ میں بھی اسی کا کامل پرتو نظر آتا تھا۔ شریعت و سنّت پر عمل آپ کی سرشت بن چکا تھا۔ اس سے سرمو انحراف کا کبھی تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

زمینوں کی دیکھ بھال اور اہتمام و انصرام حضرت سے متعلق تھا۔ کچہری دیوانی ہو یا مال کی۔ وہاں احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے۔ مگر آپ نے کبھی غیر شرعی عمل کا سہارا نہ لیا۔ آپ کو ان معاملات میں بڑی بڑی مشکلات بھی پیش آئیں مگر کبھی پیشانی پر بل نہ آیا۔ اور ہرگز کسی ناروا اقدام کو جائز نہ سمجھا۔

تحصیلدار، پٹواری اور دوسرے عملہ کے ساتھ روزانہ کام پڑتا تھا۔ یہ لوگ بغیر رشوت کے کب قابو میں آتے ہیں۔ مگر آپ نے پوری زندگی میں رشوت کو کبھی مقصد برآری کا ذریعہ

نہیں بنایا۔ بہت سے نیاز مند اکثر عرض کرتے کہ مقدمہ میں فلاں رکاوٹ دُور کرنے کے لئے رشوت بغیر چارہ نہیں۔ مگر آپ فرماتے کہ "مجھے حلال وحرام کی تمیز کا علم حاصل ہے۔ میں حرام تو کیا مشتبہ کام بھی نہیں کروں گا۔ آگے اللہ کارساز ہے۔" چنانچہ رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے تمام کام بخیر وخوبی تکمیل پاتے۔ اور لوگ حیران ہوتے کہ ایسا کیونکر ممکن ہوا۔

جب لائل پور والی زمین کا معاملہ بہت اُلجھ گیا۔ یہاں تک کہ علی اکبر خان وزیر تعلیم اور علی شیر خان ممبر اسمبلی سے مقابلہ آپڑا۔ تو مولوی قطب الدین جیسے بزرگ نے میرے سامنے حضرت سے عرض کیا کہ "رشوت دیکر اپنا حق حاصل کرنے کو فقہا نے جائز لکھا ہے۔" مگر آپ کئی گھنٹے تک مولوی صاحب سے بحث فرماتے رہے۔ ان کے دلائل رد کرتے اور صحیح مسئلہ بیان فرماتے۔ حوالہ جات نقل فرماتے، اور مولوی صاحب کو قائل کرتے کہ رشوت کا سہارا لینا ہر حال میں ناجائز ہے۔ آخر تنگ آکر مولوی صاحب نے عرض کیا "اگر آپ رشوت نہ دیں گے تو زمین ملنی ناممکن ہے۔" آپ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب اگر آپ دلائل سے رشوت دینی جائز ثابت کردیں تو بھی میں ہرگز ہرگز رشوت نہیں دوں گا۔" مولوی صاحب نے کہا "تو پھر زمین بھی آپ کو نہیں مل سکتی۔" آپ نے جواب دیا "زمین ملے یا نہ ملے۔ میں رشوت ہرگز نہیں دونگا۔" مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ انھوں نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کیا کہ "آپ کی زمین کہیں نہیں جاسکتی۔" حضرت نے فرمایا "مولوی صاحب یہ کیا۔ ابھی تو آپ کچھ اور کہہ رہے تھے اور ابھی زبان بدل لی۔" مولوی صاحب نے کہا "جب آپ کو اپنے اللہ پر اتنا اور ایسا اعتماد ہے کہ آپ اس کے بھروسے پر اپنی جدّی جائداد کو لات مارنے پر آمادہ ہیں۔ مگر رشوت کا سہارا کسی عنوان منظور نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی آپ کو جدّی جایداد سے محروم نہیں ہونے دیگا۔"

نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ باوجود ہر قسم کے اثرات اور مخالفانہ کارگزاریوں کے بالآخر حضرت ہی کو کامیابی ہوئی۔ اور لائل پور کی زمین ہماری ملکیت میں برقرار رہی۔

ڈاکخانہ کا سُود

حضرت نے قلعہ سوبھا سنگھ کے ڈاکخانہ میں مدرسہ کا روپیہ جمع کر رکھا تھا۔ اس رقم کو جمع کئے ہوئے مدّت گزر چکی تھی۔ ایک دفعہ حضرت

نے مولوی محمد اسمٰعیل سے کہا کہ ذرا قلعہ سوبھا سنگھ جاکر پوسٹ ماسٹر سے معلوم کر آؤ کہ اس وقت تحویل میں کتنی رقم ہے۔ پوسٹ ماسٹر نے مولوی صاحب کو بتایا کہ ابتدا میں حضرت نے گیارہ ہزار روپیہ جمع کئے تھے۔ اس پر ہر سال سُود چڑھتا رہا۔ اب سُود کی رقم بائیس ہزار ہوگئی ہے۔ اتنی بڑی رقم ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ضرور وصُول فرمالیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا میں یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ حضرت کے سامنے ایسا عرض کروں۔ پوسٹ ماسٹر نے کہا اچھا میں خود آکر عرض کروں گا۔

اس واقعہ سے اگلے روز پوسٹ ماسٹر مجھ سے ملا۔ حضرت لائل پور تشریف لے جا چکے تھے۔ اس نے مجھے تفصیل بتائی۔ تو میں نے جواب دیا کہ حضرت تحریر دے چکے ہیں کہ ہم سُود کی رقم نہیں لیں گے۔ اس نے کہا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب دوسری تحریر دیدیں کہ میں یہ رقم وصول کروں گا۔ میں لائل پور گیا تو میں نے ساری تفصیل حضرت سے عرض کی۔ آپ نے ساری گزارش سُنی مگر پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ "ہم ایک دفعہ لکھ کر دے چکے ہیں کہ ہمیں سود نہیں لینا ہے۔ بار بار اس لکھوا اس کی کیا ضرورت ہے"۔ چنانچہ ضرورت پڑنے پر آپ نے صرف اپنی جمع کردہ رقم وصول کی۔ اور سود کا ایک پیسہ بھی لینا گوارا نہیں کیا۔

مسجد نور کا پتھر سنگِ مرمر خریدنا

حضرت بذاتِ خود مکرانہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے مسجد نور کے لئے سنگِ مرمر پتھر خرید فرمایا۔ مکرانہ سے چھوٹی لائن آتی ہے اور پھر پنجاب کے لئے بڑی لائن بدلتی ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا کہ چھوٹی لائن سے بڑی لائن پر سامان اتارنے لادنے کا کام بغیر رشوت کے نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ ریل والوں کی ذمہ داری ہے۔ ہم اس کام کا کچھ بھی نہیں دیں گے۔ اس نے صاف جواب دے دیا کہ پھر پتھر بھی نہیں جائے گا۔ آپ نے فرمایا "یہ خانۂ خدا کا پتھر ہے ضرور جائے گا"۔

چنانچہ آپ پتھر چھوڑ کر دہلی چلے آئے۔ اور ریل کے بڑے افسروں سے مل کر تمام معاملہ ان کے گوش گزار کیا۔ افسران نے اس اسٹیشن ماسٹر کو فوراً وہاں سے تبدیل کر کے دوسرے کو وہاں تعینات کیا۔ اور ساتھ ہی حکم جاری کیا کہ ان کا خرید کردہ پتھر فوراً روانہ کیا جائے۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر کا پتھر بخیر و خوبی علی پور سیداں پہنچ گیا۔

جُود وسخا

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند آپ بھی بڑے سخی اور جواد تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ اور ان کی نقد و جنس کی تمام ضرورتیں فراہم کرتے رہتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ عام طور پر دوسروں کو خبر بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اسی طرح مدرسہ کے طلبہ کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے تھے۔ تاکہ طلب علم میں ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ان تمام کاموں میں جو روپیہ صرف ہوتا اس کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپ بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کو گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منوّرہ میں حضرت قبلۂ عالم نے ایک دن مولوی ضیاء الدین صاحب سے دریافت کیا کہ "آپ نے صاحبزادہ سے ملاقات کی؟" مولوی صاحب نے جواب دیا "جی ہاں! ملاقات ہوئی۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں۔ آپ کے صحیح جانشین ہوں گے۔" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مولوی صاحب! بعض باتوں میں وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک کے چار کر کے بتاتے ہیں۔ مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا۔"

بعض تفصیلات پہلے حضرت قبلۂ عالم کی سیرت طیبہ کے بیان میں آ چکی ہیں۔ اس لئے ان کے اعادے سے گریز کیا جاتا ہے۔

مِلّی خدمات

حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کی سیرت کے بیان میں دینی، ملّی، فلاحی خدمات کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام تحریکوں میں حضرت سراج الملّت برابر شریک رہے۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنۂ ارتداد، تحریک خلافت، سارداایکٹ، تحریک قیامِ پاکستان، اور دوسری تعلیمی، دینی، اور ملّی خدمات میں آپ ہی تمام انتظامات کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے۔ کسی تحریک کے ناظمِ اعلیٰ، کسی کے خازن اور کسی کے مہتمم بنتے۔ اور اپنے فرائض پوری تن دہی اور جاں فشانی سے انجام دیتے تھے۔

اس سلسلے میں آپ کو اطراف و اکناف ملک کے طویل دَورے بھی کرنے پڑتے تھے۔ آپ بخوشی دَوروں پر جاتے۔ دُور دراز علاقوں کے سفر فرماتے۔ ہر جگہ عام دینی تبلیغ اور پند و موعظت کے ساتھ دوسرے قومی کام بھی انجام دیتے۔ ہر جگہ سلسلۂ عالیہ کی توسیع اور توثیق

فرماتے اور یارانِ طریقت کی ظاہری و باطنی اصلاح کرتے۔ اس ذیل میں آپ نے بار بار مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک سارے ملک کے دَورے فرمائے ہیں۔ ان تمام سفروں میں اپنا ہی نہیں، ہمراہیوں کے سفر و حضر کے اخراجات کا بار آپ خود اٹھاتے تھے۔ اور کبھی کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ کس دَورے پر کتنی خطیر رقم خرچ ہوئی ہے۔

حسابِ فہمی میں اہتمام

دربار شریف کے کاروبار اور زمینوں کے انتظامات آپ سے متعلق تھے۔ مدرسہ کے اہتمام کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ اس کے بھی آپ پوری طرح کفیل ہوتے تھے۔ حساب کتاب کے معاملے میں اور لین دین میں آپ پوری احتیاط برتتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس بارے میں پُورا محتاط رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں آپ نے گھر کے لئے سبزی ترکاری خریدنے کے لئے ۱؎ روپیہ دیا۔ واپس آکر لانے والے نے آپ کو حساب نہیں بتایا۔ آپ نے حساب کیا تو معلوم ہُوا کہ ڈھائی آنے بچے ہوں گے۔ دریافت فرمایا کہ "بچے ہوئے پیسے کس کے پاس ہیں۔ لاکے دو۔ آج کل لوگ پیسے کے معاملے میں بے پرواہی کرنے لگے ہیں۔ حلال حرام میں تمیز لازم ہے۔"

ماموں صاحب پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی کچھ کاروباری شرکت تھی۔ آخری دفعہ جب ماموں صاحب نے حساب بیباق کیا اور کاغذات بھیجے تو آپ نے ان کی پڑتال کی۔ معلوم ہُوا کہ دو آنے زیادہ آ گئے ہیں۔ آپ نے ماموں صاحب کو واپس کئے۔ ماموں صاحب وہ دو آنے پاکر بہت خوش ہوئے۔ ان کو آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ "صاحبزادہ صاحب ہمیشہ سے پیسے کے معاملے میں بیحد محتاط ہیں۔ حساب میں کبھی ایک پیسے کی بھول چوک بھی ان کو گوارا نہیں ہوئی۔ یہ ان کے ولی اللہ ہونے کا پکا ثبوت ہے۔"

عاداتِ کریمہ

حضرت بڑے متواضع اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ ہر ایک سے شفقت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی جس کا اظہار لباس اور غذا وغیرہ میں ہوتا تھا۔ آپ نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ مگر گوشت اور انڈا مرغوب تھا۔ ویسے جو سامنے لایا جاتا بے تامل تناول کرتے۔ آپ کو غصّہ نہیں آتا تھا کسی نے کبھی آپ کو برا بھلا کہتے اور سخت الفاظ استعمال کرتے نہیں دیکھا۔

اگر آپ کو کسی کی کوئی بات بہت زیادہ ناگوار ہوتی تو صرف اتنا فرماتے "تو جانور ہے" یا کہتے "تو چوَل ہے۔"

قیافہ شناس سے ملاقات

حضرت کے خادم خاص سائیں محمد علی بیان کرتے تھے کہ "ایک دفعہ سفر میں جس ڈبے میں حضرت سفر کر رہے تھے ایک انگریز بھی بیٹھا تھا۔ وہ انگریز اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ پیر پادری ہیں۔ اس پر اس نے بتایا کہ "میں قیافہ شناسی میں بڑی مہارت رکھتا ہوں۔ آج کل سیاحت پر ہندوستان آیا ہوں۔ میں نے ان کے قیافہ سے سمجھا کہ یہ بڑے عالم، دانشمند، اور بزرگ آدمی ہیں۔ میں نے اس طرح کا قیافہ شاذ ہی دیکھا ہے۔"

حضرت نے سائیں محمد علی کو آواز دے کر پاس بلایا اور تنبیہ کی کہ کیوں باتوں میں وقت ضائع کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت کی آنکھ لگ گئی تو محمد علی پھر اس انگریز سے باتیں کرنے لگے۔ اس انگریز نے کہا "میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ یہ صاحب کرامات بزرگ ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو بہت فائدے پہنچیں گے۔"

شادی اور اولاد

حضرت کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر نجابت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ بڑی عابدہ اور متقی خاتون تھیں سلیم الطبعی اور خوش مزاجی سے آراستہ تھیں۔ گھر بھر میں سب کی خیر خبر رکھتی اور امداد و اعانت پر آمادہ رہتی تھیں۔ میں نے اپنے ہوش کے زمانے میں ان کو دو بجے رات کے بعد کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ عنفوان عمر سے آخر تک آپ نے کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حضرت کے کچھ بچے طفولیت میں وفات پا گئے تھے۔ جنہوں نے بڑی عمر پائی صرف تین تھے۔ سیّد اختر حسین۔ سیّد انور حسین اور سردار فاطمہ۔

برادرم حضرت الحاج سیّد انور حسین شاہ عالم دین، حافظ قرآن اور متقی پرہیز گار شخص تھے ہمیشہ مسجد جا کر جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہونے دی۔

اسی لئے سفر سے احتراز فرماتے اور زیادہ تر گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تاکہ نماز با جماعت اور تہجد کی ادائیگی میں خلل کا اندیشہ نہ آئے۔ چار دفعہ آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ نبویؐ کی سعادت حاصل کی۔ آپ زیادہ وقت روضہ شریف کی خدمت اور لوگوں کی مقصد برآری میں صرف کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں بیمار ہوئے۔ ابتدا میں آپ نے بیماری کی فکر نہ کی۔ آخر تکلیفیں بڑھتی گئیں۔ لاہور لے جائے گئے۔ پورے اہتمام سے علاج معالجہ کیا گیا لیکن وقت آگیا تھا۔ طویل بیماری کے بعد ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ اور علی پور سیداں لاکر روضہ شریف کے شمال مشرقی گوشہ کے حجرے میں والدہ صاحبہ کے برابر دفن کیے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی یادگار صرف ایک صاحبزادے سید منور حسین شاہ ہیں۔ آپ نے اپنا سارا نقد سرمایہ آخری وصیت کی رُو سے مدرسہ نقشبندیہ کو دے دیا تھا۔ اسی طرح اپنی زرخرید آٹھ ایکڑ زمین بھی مدرسہ کو عطا کر دی تھی۔

(اضافہ از محمد طاہر فاروقی) بڑے صاحبزادہ حضرت الحاج سید اختر حسین شاہ صاحب قبلہ جو ہر ملت جو اس کتاب کے مصنف ہیں جلیل القدر عالم دین اور فصیح البیان خطیب ہیں آپ نے عربی فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور درس نظامیہ کے بعد دورۂ حدیث ختم کیا۔ آپ دربار شریف میں امور خانہ داری اور زمینداری کے مہتمم اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے آپ کا زیادہ وقت انتظامات کی نذر ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بھی آپ کے تبلیغ و ارشاد کے مشاغل جاری رہتے ہیں۔ اور فتویٰ نویسی میں آپ مفتی مدرسہ کی رہنمائی بھی فرماتے رہتے ہیں۔

تبلیغی اور مذہبی جلسوں میں بھی آپ شرکت فرماتے ہیں۔ اور حاضرین بڑے شوق سے آپ کے عالمانہ اور مدلل خطبات سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہمراہ آپ کے سفروں کا جا بجا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح انجمن خدام الصوفیہ اور دوسری ملی اور دینی خدمات کے سلسلے میں آپ کی کارگزاریاں بیان میں آئی ہیں۔ ان سے آپ کے حالات کا کم و بیش اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ حلیم الطبع، متواضع اور مہمان نواز بزرگ ہیں۔ فیاض طبعی اور سیر چشمی کے ساتھ حزم و احتیاط، معاملہ فہمی اور دُور اندیشی کی صفات سے آراستہ ہیں۔ دور دور سے لوگ اپنی

مشکلات اور معاملات میں مشورہ اور رہنمائی حاصل کرنے آتے ہیں۔ اور آپ بڑی بردباری اور دانشمندی سے ان کو اپنے مشوروں سے سرفراز کرتے اور ان کی اعانت فرماتے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت تریسٹھ سال ہے۔ آپ نے دو حج کئے ہیں۔ (مدظلہ العالی)۔

آپ کی شادی آپ کے ماموں پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ صاحبزادہ سید اشرف حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید خورشید حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید ذاکر حسین شاہ صاحب اور صاحبزادہ سید مظفر حسین شاہ صاحب۔ عابدہ بی بی اور شاہدہ بی بی۔

حافظ پیر سید اشرف حسین شاہ صاحب کی شادی حضرت حاجی حافظ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کی صاحبزادی مسرت فاطمہ سے ہوئی ہے۔ صاحبزادہ اشرف شاہ صاحب دربار شریف کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارات خاص دلچسپی کے ساتھ انجام دیتے ہیں حضرت الحاج حافظ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب عالم دین فاضل اجل اور بڑے شیریں بیان خطیب ہیں نیز عابد و زاہد، خوش اخلاق، بلند کردار اور صفات حسنہ سے آراستہ جوان صالح ہیں۔ ایک بلند پایہ عالم اور دل پسند خطیب ہونے کے لحاظ سے آپ کو دور دور سے بلاوے آتے رہتے ہیں۔ اور آپ بھی اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو فیض یاب کرنے اور تبلیغ و ارشاد کے لئے طویل سفر فرماتے رہتے ہیں۔ آپ فارغ التحصیل اور عالم فاضل نوجوان ہیں۔ مدرسہ نقشبندیہ اور اس کا کتب خانہ آپ کی نگرانی میں ہے۔ آپ کتابوں کی حفاظت اور ترتیب وغیرہ میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں لیکن یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ ایسے قیمتی کتب خانہ کے لئے مناسب اور وسیع جگہ میسر نہیں ہے۔ خدا حالات سدھارے تو حضرت صاحبزادہ صاحب بھی کتب خانہ سے متعلق اپنی حیثیت اور صلاحیت کا پورا مظاہرہ فرماسکیں۔ حضرت افضل حسین شاہ صاحب کی ایک ہی صاحبزادی عزیزہ فاطمہ ہیں جو ۱۹۷۳ء میں پیدا ہوئی ہیں۔ سلمہا اللہ تعالیٰ۔ (اس مختصر اضافہ پر بس کرتا ہوں کہ آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔ فاروقی)

مولوی ضیاء الدین صاحب مدنی

مولوی ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی کہتے تھے کہ مختلف ممالک سے بڑے بڑے علماء اور فضلائ روضۂ نبوی ؐ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ میں ان سے ملتا رہا ہوں۔ مگر

مَیں نے کسی کو حضرت سراج الملّت رح جیسا متبحر عالم نہیں پایا۔ آپ کے علم کے بحرِ ذخّار کا اور چھور معلوم ہی نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جب حضرت مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے تو مَیں آپ کے ہمراہ روضۂ نبویؐ پر سلام کے لئے حاضر ہُوا۔ سلام پیش کرنے کے بعد میں نے عرض کیا کہ "حضرت آغا خلیل صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان سے بھی مِل لیجئے۔" جواب میں فرمایا "جن کی خدمت اقدس میں حاضری مقصود بالذّات ہے۔ پہلے اس بارگاہِ مقدّس میں حاضری دے لُوں تو پھر کسی اور سے بھی ملاقات کرلوں گا۔" چنانچہ آپ دیر تک روضہ شریف پر حاضر رہے اور پھر فرودگاہ پر واپس چلے آئے۔ جب حضرت آغا خلیل صاحب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر آئے تو وہ خود ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے کے لئے آپ کے پاس بھی آئے۔

مولوی محمد اسماعیل

مولوی محمد اسماعیل نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں میٹرک (انگریزی) کے امتحان میں کامیاب ہوجاؤں۔" ارشاد فرمایا پہلے اتنے امتحان دیئے تو کبھی دُعا نہیں کروائی۔ اب بھی بغیر دُعا کے کامیاب ہوجاؤگے۔"

جس روز نتیجہ آیا مَیں نے مولوی اسماعیل سے کہا کہ اپنا نتیجہ معلوم کرو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ "میں پاس ہوں۔ میرے ڈیڑھ سو میں سے چوراسی نمبر آئے ہیں۔" مَیں نے دریافت کیا تمھیں بغیر اخبار دیکھے کیسے معلوم ہوگیا۔ انھوں نے کہا "رات مَیں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "تُو پاس ہے۔ تیرے چوراسی نمبر ہیں۔" اس لئے مجھے اپنی کامیابی میں ذرا بھی شُبہ نہیں۔" میرے اصرار پر وہ قلعہ سوبھا سنگھ جاکر اخبار لائے تو تصدیق ہوگئی۔ بعد میں یونیورسٹی سے نتیجہ کا کارڈ آیا تو اس میں بھی چوراسی نمبر درج تھے۔

مولوی محمد اسماعیل نے ۱۹۵۵ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا وہ جب بھی حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لئے حاضر ہوتے، حضور فرماتے "یار تو نے منشی فاضل پاس کرلیا مگر محکمہ نے تیری تنخواہ میں اضافہ نہیں کیا۔" کبھی ارشاد ہوتا "یار یہ حکومت بڑی بے انصاف ہے تمھیں اب تک کوئی پیسہ نہیں دیا۔" اس زمانے میں یہ قانون نہ تھا کہ

منشی فاضل پاس کرنے پر بھی ایک ترقی زائد دی جائے گی۔حضرت سراج الملّت کے وصال کے بعد ۱۹۶۲ء میں نیا قانون بنا تو ترقی منظور کی گئی۔چنانچہ مولوی محمد اسماعیل کو ایک دم پانچ ترقیاں مل گئیں۔اور حضرت سراج الملّت کا فرمان پورا ہو گیا۔

نواب صاحب ریاست شاہ نور (دکن)

رانا شبیر احمد خان صاحب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ کی زبان مبارک سے یہ واقعہ خود سنا تھا۔آپ نے فرمایا کہ شاہ نور ریاست کے نواب صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی میں حضرت قبلۂ عالم کو مدعو کیا تھا۔اور تین سو روپیہ کا منی آرڈر بھی زادِ راہ کے لئے بھیج دیا تھا۔حضرت قبلہ عالم کی طبیعت کچھ ناساز تھی،اس لئے آپ نے حضرت سراج الملّت کو اپنی جگہ دکن کی اس ریاست کے سفر پر روانہ کر دیا۔حضرت کے ہمراہ صرف ایک درویش فقیر محمد گئے تھے۔نواب نے دیکھا۔ کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے بڑے صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہیں تو اسے تھوڑی سی مایوسی ہوئی مگر اس نے ظاہر نہ کیا۔

نواب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے قاضی کے ہاں جائداد کی وراثت کا ایک مسئلہ بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔بہت علماء جمع ہیں۔مگر کسی سے حل نہیں ہوتا۔آپ توجہ کریں۔آپ نے تفصیلات معلوم کیں۔اور قلم برداشتہ اس میراث کی تقسیم کا حل کاغذ پر لکھ دیا۔جس میں کتب فرائض کے حوالہ جات بھی درج تھے۔اور نواب صاحب سے کہا کہ علماء سے کہو کہ کتابوں میں حوالہ جات کا مطالعہ کر کے مسئلہ کو سمجھ لیں۔اور پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو یہاں آئیں،میں سمجھا دوں گا۔

نواب آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔اور ان کے دل میں آپ سے بغایت عقیدت پیدا ہو گئی۔انھوں نے آپ کو بڑے اعزاز و اکرام سے مہمان رکھا۔جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے وعظ فرمایا تو اس کا موضوع بھی "وراثت" تھا۔جس میں آپ نے اسلامی وراثت کی خوبیاں اور فضائل بیان کئے۔اور علم فرائض کی اہمیت اور فضیلت ثابت کی۔نواب صاحب خود بھی بہت متاثر ہوئے۔انھوں نے آپ کی رخصت کے وقت اپنے لڑکوں کے ساتھ خود بگھی چلائی اور پوری عزت و احترام سے آپ کو رخصت کیا۔

اولاد نرینہ پیدا ہونا : ایسی بہت سی روایات تصدیق کو پہنچی ہیں کہ لوگوں کے

یہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں، آپ نے تعویذ دیا تو لڑکے پیدا ہونے لگے۔ چک نمبر ۲۳۲ ضلع جھنگ میں نول سلطان کے یہاں تین لڑکیوں کے بعد آپ کے ارشاد کے مطابق لڑکا ہوا۔ جس کا نام پہلے ہی آپ نے محمد اسلم تجویز کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی اس کے ہاں جتنی اولاد ہوئی سب لڑکے ہوئے۔

ضلع جھنگ کے چک نمبر ۲۲۷ میں صالح محمد کے یہاں پانچ چھ لڑکیاں تھیں۔ لڑکا نہ ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا اب لڑکا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے گھر کوئی لڑکی نہیں ہوئی سب لڑکے پیدا ہوتے رہے۔

ضلع جھنگ ہی کا رہنے والا محمد بخش حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے سات لڑکیاں ہیں، دعا فرمایئے کہ لڑکا پیدا ہو۔ حضور نے فرمایا جاؤ بڑے صاحبزادہ سے تعویذ لے لو۔ آپ کے تعویذ کی برکت سے خدا نے اُسے لڑکا عطا کیا۔

ایسے بہت سے معتبر واقعات معلوم ہیں۔ مگر طوالت سے بچنے کے لیے انھی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بیماری اور وصال

حضرت کو موتیا بند کا عارضہ ہو گیا تھا۔ آپ نے گوجرہ میں آنکھ کا آپریشن کرایا۔ جس سے نگاہ ٹھیک ہو گئی۔ مگر اسی کے بعد سے آپ کی صحت خراب رہنے لگی۔ دل بہت کمزور ہو گیا تھا اور بلغم آنے لگا تھا۔ بہت سے حکیموں ڈاکٹروں کا علاج کیا گیا۔ ذرا بہت عارضی افاقہ ہو جاتا تھا۔ مگر صحت کلّی حاصل نہ ہو سکی۔

۱۹۵۵ء میں حضرت کی صحت زیادہ خراب ہو گئی تو ملتان کے سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر جو دوا میں تجویز کرتے آپ ان کے اجزا کی تفصیل معلوم کیے بغیر استعمال نہیں فرماتے تھے۔ ایک ایک ایسی دوا لکھی گئی جس میں ایک یا دو فی صد الکحل تھی۔ آپ کے انکار پر میں نے عرض کیا کہ اتنی کم مقدار سے سُکر پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کُلُّ مُسْكِرٍ قَلِيْلُهٗ وَ كَثِيْرُهٗ حَرَامٌ (جو بھی نشہ آور چیز ہے اس کی زیادہ اور کم ہر مقدار حرام ہے۔) چنانچہ آپ نے ہر توجیہ رد فرما دی اور وہ دوا استعمال نہیں کی۔

رانا شبیر احمد خان صاحب دن رات ہسپتال میں حاضر رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اس زمانے میں تین دن ایسا حال رہا کہ بظاہر ہوش نہ ہوتا تھا۔ مگر اس حال میں بھی جب نماز کا وقت

ہوتا حکم دیتے مجھے نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ تیمم سے نماز ادا کرتے۔ رانا صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے چودہ فرض نمازیں اسی طرح ادا کیں اور حد یہ ہے کہ ایک دن بھی تہجد کی نماز ناغہ نہ ہونے دی۔

آخری بیماری میں بھی نماز کا یہی اہتمام فرماتے رہے۔ انتہائی ضعف کے باعث ہم سمجھتے کہ حضور بیہوش ہیں۔ مگر نماز کے وقت آپ کو ہوش ہو جاتا اور تیمم کر کے جماعت سے فرض ادا فرماتے۔ برادرم عزیزم سید نذر حسین شاہ صاحب پانچوں وقت جماعت کراتے اور آپ اشاروں کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

مرض الموت میں حافظ نور احمد صاحب قصوری نے آپ کی بڑی خدمت کی گھر بار چھوڑ کر دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اسی طرح حاجی مہر عبدالحق صاحب، سائیں محمد علی درویش خاص، مولوی ادریس صاحب اور محمد صدیق صاحب مرحوم نے بھی آپ کی بڑی خدمت کی، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر اور فلاح دارین عطا فرمائے۔

آخر سولہ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو آپ نے وصال فرمایا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے جنازے میں ہزاراں ہزار خلقت تھی۔ آپ کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کے برابر دائیں طرف مغرب کی سمت دفن کیا گیا۔ وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر شریف پچاسی سال تھی۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفائے کرام کی صحیح تعداد اور نام مجھے بھی تحقیق نہ ہو سکے۔ یقین کے ساتھ جن حضرات کو خلافت و اجازت عطا کی گئی، ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ مولوی محمد عالم صاحب میرپوری (۲) ڈاکٹر غلام حیدر صاحب سانگلہ ہل (۳) ڈاکٹر محمد ظریف صاحب شیخوپورہ۔ (۴) مولوی محمد شریف صاحب خطیب جامع مسجد نور ڈسکہ (۵) مولوی محمد ادریس صاحب سکندر آباد۔ (۶) پیر حسام الدین صاحب۔ حیدر آباد سندھ۔ (۷) حکیم مبارک احمد صاحب۔ لاہور۔ (۸) کیپٹن محمد امین صاحب کنجاہ۔ (۹) مولوی ضیاء الدین صاحب نعمانی گجرات۔ (۱۰) حافظ محمد زکریا صاحب۔ گجرات۔ (۱۱) بابو محمد سلطان صاحب وزیر آباد۔ (۱۲) شیخ خورشید صاحب۔ وزیر آباد۔

ان سب حضرات نے اپنے طور پر ہدایت و ارشاد میں سعی بلیغ کی ہے۔ اور توسیع سلسلہ عالیہ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزا فی الدارین۔

خادم الملت حضرت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ منجھلے صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین، متقی اور پرہیزگار تھے۔ اتباعِ شریعت کا آپ کو ابتدا سے خاص اہتمام مدِ نظر رہتا تھا۔ آپ نے بھی حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم علی پور شریف ہی میں حاصل کی۔ مابعد تحصیل علم کے لئے آپ کو لاہور بھیجا گیا۔

تحصیلِ علم

آپ نے لاہور میں مسجد بٹو لیاں کے ایک حجرے میں قیام کیا۔ اور عربی علوم کی تحصیل میں سرگرمی سے کوشاں رہے۔ بعد میں اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہو کر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ انھی دنوں مرزائیوں نے آپ پر ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔ مقدمہ سے براءت کے بعد آپ تحصیل و تکمیل علم کے لئے کانپور تشریف لے گئے۔

کانپور میں آپ نے مدرسہ جامع العلوم میں باقاعدہ درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر معقولی علوم حاصل کئے۔ اور دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ اس زمانے میں گھر سے دور رہ کر آپ کو مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن حصولِ علم کے شوق و ذوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر واپس آئے۔

اخلاقِ حسنہ

آپ کی زبان میں معمولی سی لکنت تھی لیکن اس پر بھی علمی اور تبلیغی مشاغل میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہمیشہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تبلیغ و ارشاد کے لئے دور دور تک دورے فرماتے۔ اور لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے فیض یاب فرماتے رہتے۔ آپ گرمی کے موسم میں ہمیشہ کسی سرد مقام، کشمیر، کوئٹہ وغیرہ تشریف لیجاتے تھے۔ یارانِ طریقت کی خوشی اور غمی میں بالالتزام شرکت فرماتے اور ان کی دل جمعی اور ہدایت میں کوشاں رہتے تھے۔ آپ وسیع الاخلاق، خوش مزاج، بردبار اور اوصافِ حسنہ سے آراستہ تھے۔ آپ کی سخاوت اور دریادلی کے واقعات زبان زد عام و خاص ہیں۔ غربا و مساکین کی دستگیری

اور حاجت روائی آپ کا شیوہ اور ہر ایک کی امداد و اعانت آپ کا خاصہ تھا۔

شادی اور اولاد

آپ کی پہلی شادی اپنی پھوپھی صاحبہ کی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا حامد حسین پیدا ہوا۔ مگر سات آٹھ سال کا ہو کر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ چند سال بعد زوجۂ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی دوسری شادی آپ کے تایا حضرت پیر سید نجابت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا ہوا۔ جن کا نام نامی حضرت حافظ حاجی سیّد نذر حسین شاہ ہے۔ ان کی عمر اب تقریباً اڑتیس سال ہے۔ عالم دین، خوش اخلاق، متواضع، متقی اور پابند شریعت جوان صالح ہیں۔ اور دربار شریف اور یارانِ طریقت کی خدمت میں اپنا وقت صرف فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ نذر حسین شاہ صاحب کی شادی ان کے ماموں حضرت سیّد علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ان کے دو لڑکے سید منظر حسین شاہ اور سید اشتیاق حسین شاہ اور دو لڑکیاں فرحت بی بی اور عصمت بی بی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور صاحب علم و عمل بنائے (آمین) عزیزم پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب کئی بار حج کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

کُتب خانہ

حضرت منجھلے صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا قابل قدر ذخیرہ جمع کیا تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ آپ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی، دینی، ملّی اور فلاحی کاموں میں پوری مستعدی سے حصہ لیتے تھے۔ اور اس مقصد کے لئے دُور دراز مقامات کے دورے فرماتے رہتے تھے۔ آپ کو تین دفعہ فریضۂ حج کی بجاآوری کا شرف اور مدینہ منوّرہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

وفات

آپ ایک پیر بھائی کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کا گاؤں کچا کھوہ ریلوے اسٹیشن کے قریب تھا۔ یہاں گاڑی بہت کم وقت کے لئے رکتی تھی۔ آپ ریل سے اترنے نہ پائے تھے کہ گاڑی روانہ ہو گئی۔ آپ چلتی گاڑی سے اُترے تو گر پڑے اور دونوں پاؤں میں سخت چوٹ آئی۔ جس سے کافی خون بہا۔ اسی حالت میں آپ کو خانیوال کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ہسپتال والے بھی کچھ نہ کر سکے۔ اور وہیں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

اس طرح ۲۲ راکتوبر ۱۹۵۱ء کو آپ بھی خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

سب سے پہلے ملتان کے پیر بھائی حاجی خوشی محمد صاحب اور حکیم نذیر احمد صاحب کو آپ کے واصل بحق ہونے کا علم ہوا۔ وہ دوسرے یارانِ طریقت کے ساتھ فوراً خانیوال پہنچے۔ صندوق تیار کرایا۔ اور آپ کی میّت کو لے کر علی پور سیداں آئے۔ اس ناگہانی حادثے نے سارے خاندان اور متوسلین کو بے حد متاثر اور افسردہ کیا۔ ابھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم فرو نہ ہو چکا تھا کہ دو مہینے سے کم مدت میں یہ سانحہ پیش آگیا۔ سب سے پہلے آپ ہی حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے جوار مبارک میں پہنچے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم کے روضہ شریف میں مرقد منوّر کی بائیں طرف سمت مشرق میں قبر شریف سے ملحق ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شمس الملّت الحاج حافظ سیّد نور حسین شاہ صاحب

مدظلہ العالی — سجادہ نشین ثانی

حلیہ شریف

آپ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے تیسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا تاریخی نام اعظم شاہ ہے۔ جس سے ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتے ہیں (مطابق ۱۸۹۹ء) آپ نے خود بھی اپنا سال پیدائش یہی بتایا ہے۔ آپ شکل و صورت میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ جوانی میں حسین و جمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت خوش پوش، سیاہ شیروانی اور سفید بلند عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان و شوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں۔ اور دل آپ کی جانب کھینچے جاتے۔ اب کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی چہرۂ مبارک سے وجاہت اور شان ہویدا ہے۔

حصولِ علم

آپ نے سب سے پہلے حضرت قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولوی حافظ قاری عبدالرحمان صاحب سے کلام مجید حفظ کیا۔ اور اس کے بعد علی پور سیداں ہی میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدرسۂ نقشبندیہ میں کئی علماء و فضلا سے درس لیا ہے۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر مولوی عبدالغفور صاحب نے متوسط درجات کی کتابیں پڑھائیں۔ مولوی بخاری صاحب سے اعلےٰ کتب کا سبق لیا۔ اور آخر میں مولانا ہزاروی صاحب سے کتب تفسیر و حدیث

کی تکمیل کی۔ ابتدائی ایام میں علی پور سیداں کے اسکول میں آپ نے پرائمری جماعتوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جس کے بعد درس نظامی کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ کے اساتذہ کرام سے کی۔ اور یہیں سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔

اتباعِ شریعت وسنّت

حضرت شمس الملّت مدظلہ ابتدا سے پابندی شریعت اور اتباعِ سُنّت پر بڑی سختی سے کاربند رہے ہیں۔ تقویٰ، پرہیزگاری، دریا دلی، خوش طبعی، پاکیزگی اور خوش اخلاقی آپ کے اوصافِ حسنہ کی امتیازی صفات ہیں۔ بچپن سے آپ کو نمازِ فجر سے قبل غسل کرنے کی عادت ہے۔ گرمی ہو یا سردی عادت مبارکہ قائم ہے۔ ضیق النفس، جسمانی ضعف اور دیگر عوارض کی وجہ سے ڈاکٹروں اور طبیبوں نے لاکھ منع کیا مگر آپ نے یہ عادت نہ چھوڑی۔ اور نماز تہجّد کی ادائیگی کے بعد اب بھی ہمیشہ اول غسل فرماتے ہیں۔ تب نمازِ فجر ادا کرتے ہیں۔ آپ کے مزاج میں صفائی اور احتیاط بحد کمال ہے۔ ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو فوراً غسل فرماتے اور نئے کپڑے تبدیل کر لیتے ہیں۔ سفر اور حضر میں ہر جگہ اور ہر موسم میں یہ عادت مبارک قائم رہتی ہے۔

سخاوت اور دریا دلی

آپ کو اللہ تعالیٰ نے شاہانہ طبیعت عطا کی ہے۔ جود و سخا اور دریا دلی میں بے مثال ہیں۔ خود حضرت قبلۂ عالم رح آپ کا نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ "رب تعالیٰ نے اس کو میرے دل سے خاص حصّہ عطا فرمایا ہے۔" حج کے سفر میں خود مجھ سے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ "مَیں مدینہ منوّرہ اور مکہ معظّمہ میں معلموں کو سو سو روپیہ پیش کیا کرتا تھا۔ مگر اب کے نورحسین "بادشاہ" حج کرنے کے لئے آیا ہے۔ تو اس نے معلموں کو دو دو سو روپے پیش کئے۔ چنانچہ اب مجھے بھی دو دو سو روپے دینے پڑتے ہیں۔" حضرت شمس الملّت کا نام لے کر آپ نے پھر فرمایا کہ "رب تعالیٰ نے اس کو بہت بڑا دل عطا فرمایا ہے۔"

حج و زیارت

حضرت شمس الملّت مدظلہ کئی مرتبہ خود حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ عام طور پر تین ورنہ دو درویش سفر میں آپ کے ہم رکاب ہوا کرتے ہیں۔ حج و زیارت میں ہمراہیوں

کی تعداد اور بھی زیادہ ہو جایا کرتی ہے۔ اور آپ خود ان کے اخراجات کے کفیل ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تمام افراد کو باری باری سے ایک ایک دو دو مرتبہ حج وزیارت کی سعادت کے لئے بھیجا ہے۔ اور ان کے جملہ اخراجات کا بار خود برداشت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، راقم الحروف کو بھی دو مرتبہ خود آپ نے اخراجات سفر عطا کر کے حج کی ادائیگی کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ہمراہی درویشوں کے جملہ اخراجات سفر حج دو مرتبہ آپ نے جیب خاص سے عطا فرمائے تھے۔ خاندان کے افراد کو اس فریضہ مقدسہ کی ادائیگی میں اعانت فرمانے کے بعد اب آپ درگاہ شریف کے تمام درویشوں کو اس سعادت سے مشرف کرانے میں کوشاں ہیں۔ ہر سال کئی افراد کو اپنے صَرفہ پر حج وزیارت کے لئے بھیجتے ہیں اور بیس پچیس ہزار روپیہ ہر سال اس کار خیر میں جیبِ خاص سے صرف کرتے ہیں۔ اس سال بھی حضرت نے تین اصحاب کو اٹھارہ بیس ہزار روپیہ عطا فرما کر حج کے لئے بھیجا ہے۔ جن میں مولوی غلام رسول صاحب صدر مدرس مدرسۂ نقشبندیہ بھی شامل ہیں۔

حق یہ ہے کہ آپ کی فراخدلی، شاہ خرچی اور فیض رسانی بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی صفت جوادی سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کو پیسہ سے کوئی رغبت نہیں ہو آتا ہے آپ اللہ کی راہ میں خرچ فرما دیتے ہیں۔ اور اس کا اظہار واعلان بھی اپنی زبان مبارک سے نہیں کرتے۔ میرا یہ بیان بطور "تحدیث نعمت" کے ہے، اس میں افشائے راز کا کوئی شائبہ نہیں۔

تبلیغ وارشاد

حضرت مدظلہ کو تبلیغ وارشاد سے کامل دلچسپی ہے۔ اکثر طویل دورے فرماتے ہیں اور دور دراز مقامات پر پہنچ کر توسیع سلسلہ عالیہ اور تربیت یاران طریقت میں کوشاں رہتے ہیں۔ کبر سنی اور ضعف جسمانی بھی اس عادت مبارک میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ اس نیک مقصد کے لئے نوجوانی کے زمانے سے اطراف واکناف ہند کا سفر فرماتے رہے ہیں۔ خاص طور پر جنوبی ہند کے آپ نے بہت دورے کئے ہیں حیدرآباد، میسور، بنگلور، مدراس، بمبئی اور جنوبی ہند کے دور دراز علاقوں کے دورے تقسیم ملک کے بعد بھی جاری رہے ہیں۔ بھارت کی آمد و رفت بند نہ تھی اور ویزا میں دشواریاں تھیں تب بھی

آپ دکن تشریف لے جاتے، تو تین چار۔ بلکہ پانچ چھ مہینہ قیام فرما کے پاکستان واپس آتے تھے۔

پنجاب کے اضلاع کے دَورے آپ عموماً گھوڑے پر سوار ہو کر انجام دیتے تھے۔ دُور کے مقامات کے لیئے ریل کا سفر اختیار فرماتے تھے۔ دکن کے سفر کے لیئے عرصہ سے ہوائی جہاز کی سواری پسند کرتے ہیں۔ اب ضعف کے باعث اضلاع کے دَوروں کے لیئے ذاتی موٹر میں سفر فرماتے ہیں اور کراچی وغیرہ کے لیئے ہوائی جہاز استعمال کرتے ہیں۔ مگر تبلیغ وارشاد اور تربیت و اصلاح کے لیئے سفروں کا یہ سلسلہ پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ سفر و حضر میں مہمانوں اور ہمراہیوں کی ہر گونہ آسایش کا خیال رکھتے اور درویشوں کو تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ مہمانوں کی تمام ضروریات کا پوری طرح اہتمام رکھیں۔ مہمانوں کے لیئے آپ عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کراتے اور اپنے ساتھ ہی نہیں اپنے سامنے بٹھا کر کھلاتے ہیں۔ اور بار بار اس قدر اصرار سے کھلاتے ہیں کہ مہمان عاجز آجاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زائرین صبح کے ناشتے کے بعد ریل سے روانگی کی اجازت لے چکے ہوتے ہیں۔ مگر ناشتا آتا ہے تو تفصیل اور اصرار سے ایک ایک چیز کھانے کی تاکید فرماتے ہیں۔ بار ہا سب نے سُنا ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "پیٹ بھر کے کھاؤ۔ اتنا کھا لو کہ بس اس کے بعد شام ہی کو ضرورت پڑے"۔ لوگ بس کرنے لگتے ہیں تو بار بار فرماتے ہیں "خوب کھاؤ۔ سیر ہو کے کھاؤ۔ کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ریل نہیں جائے گی"۔ اور ہوتا یہی ہے کہ ناشتے میں زیادہ وقت صرف ہونے پر بھی ریل مل جاتی ہے۔

۱۳۹۳ھ کے رمضان شریف میں فاروقی صاحب پہلی سحری کو دربار شریف میں حاضر تھے۔ سائیں محمد علی نے کہا چلیئے سحری کے وقت میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ فاروقی صاحب نے جواب دیا "میں تو چالیس منٹ میں کھانا ختم کرتا ہوں"۔ سائیں نے ان کے بابِ رحمت میں پہنچنے سے قبل یہ بات حضرت کے گوش گزار کر دی۔ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے ٹٹول ٹٹول کے نرم پراٹھے ان کو دیئے تاکہ جلدی چاب سکیں۔ اسی دوران پتہ چلا کہ ابھی وقت میں نصف گھنٹہ باقی ہے تو فاروقی صاحب کو بھی تسکین ہوئی اور حضرت مدظلہ بھی عادت

مبارک کے مطابق اصرار کر کر کے مختلف کھانے کھلاتے رہے۔

فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ "حضرت شمس الملت مدظلہ کا ٹائم پیس سامنے ہی رکھا رہتا ہے۔ میں نے اکثر گھڑی دیکھ کر اندازہ کیا ہے کہ حضور خود اتنا کم تناول فرماتے ہیں کہ بمشکل شاید پانچ منٹ لگتے ہوں گے۔ مگر ہمارے لئے آپ کی تواضع اور تاکید مصیبت بن جاتی ہے۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ حوصلہ سے زیادہ کھا جاتے ہیں مگر سب ہضم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا وقت آنے سے پہلے بھوک لگنے لگتی ہے۔"

فیض رسانی

حضرت مدظلہ کی عالی حوصلگی اور فیض رسانی کا بیان جتنا بھی کیا جائے کم ہے آپ ضرورتمندوں اور سائلوں کی جو مالی اعانت فرماتے رہتے ہیں اس کا پوری طرح علم بھی نہیں ہوتا۔ صدقات جاریہ اور مصارفِ خیر میں آپ نے ہمیشہ سب سے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ روضہ شریف کی عمارت کی تکمیل کے لئے آپ ہمیشہ عطیات دیتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے پچاس ہزار روپیہ کی خطیر رقم اس کارِ خیر کے لئے عطا فرمائی (جزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدارین)

دینی و ملّی خدمات

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملّی اور رفاہی تحریکوں میں آپ نے بھی ہمیشہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح حصّہ لیا ہے۔ فتنۂ ارتداد، تحریک قیامِ پاکستان اور دوسری تحریکوں میں آپ سرگرمی سے مستعد عمل رہے اور اپنی جیبِ خاص سے زرِ کثیر صرف فرما کر طویل دَورے کئے۔ جن کا مختصر ذکر "سیرت" کے مختلف ابواب میں آچکا ہے۔

شادی اور اولاد

حضرت قبلہ مدظلہ، کی پہلی شادی آپ کے تایا زاد بھائی حضرت علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے برادرم عزیز حافظ حاجی سید بشیر حسین شاہ صاحب عالم فاضل شخص ہیں۔ دربار شریف میں قیام فرما رہتے ہیں۔ مگر تبلیغ وارشاد کے لئے دَورے بھی فرماتے ہیں۔ آپ خوش بیان خطیب بھی ہیں۔ دربار شریف میں منعقد ہونے والے جلسوں کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی لوگ بڑے شوق سے آپ کی تقریر دل پذیر سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ برادرم عزیزم سید بشیر حسین شاہ صاحب بھی کئی مرتبہ حج کی ادائیگی کے

لئے تشریف لے گئے ہیں۔

برادرم سید بشیر حسین شاہ صاحب کی شادی راقم الحروف کی بہن سے ہوئی ہے۔ ان کی اولاد دو لڑکیاں ہیں۔ زبیدہ بی بی اور طاہرہ بی بی۔ زبیدہ بی بی کی شادی برخوردار عزیزم حاجی حافظ سید افضل حسین شاہ سلمہٗ سے ہوئی ہے۔ جن کی ایک بچی عزیز فاطمہ ہے۔ جس کی عمر تقریباً ایک سال ہے۔

حضرت قبلہ مدظلہٗ کی صاحبزادی صوفیہ بی بی کی شادی برادرم عزیزم سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ سے ہوئی تھی۔ اور دوسری صاحبزادی سیدہ بی بی کی شادی میرے پھوپی زاد بھائی برادرم عزیزم حافظ حاجی سید حیدر حسین شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ دونوں بہنیں اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور دیندار تہجد گزار بیبیاں ہیں۔ صوفیہ بی بی صاحبہ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مہمانوں کی ہر طرح خاطر و مدارات کرتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کو کھانا کھلاکر خوش ہوتی ہیں۔

دعا ہے کہ رب تعالیٰ حضرت شمس الملت مدظلہٗ کو صحت و سلامتی کے ساتھ قایم و دایم رکھے۔ تاکہ آپ یارانِ طریقت اور خلقِ خدا کو اپنے فیوضات سے مستفید فرماتے اور ان کے اصلاحِ احوال میں سرگرمِ عمل رہ سکیں۔

ع: ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حضرت صاحبزادی بنت رسول عرف بوجی صاحبہ

(رحمۃ اللہ علیہا)

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک ہی لڑکی تھیں۔ آپ کا نام نامی بنتِ رسول اور عرف بوجی صاحبہ تھا۔ آپ کی دینداری، تقویٰ، خوش اخلاقی اور سیر چشمی زبان زد خاص و عام ہے۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کے حسن سلوک کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور آپ کے اوصاف حمیدہ کے باعث آپ کے زیادہ سے زیادہ عزت و احترام پر مجبور ہوتا تھا۔ آپ نے بھی فریضۂ حج ادا کیا ہے۔

آپ کی شادی حضرت قبلۂ عالم کے برادر خورد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب سے ہوئی تھی۔ آپ کی صرف ایک اولاد

ہُوئی۔ حضرت حاجی حافظ مولوی سید حیدر حسین شاہ صاحب آپ کے خلف الرشید ہیں۔ ان کی شادی حضرت شمس الملّت مدظلہ، کی صاحبزادی سعید فاطمہ صاحبہ سے ہوئی ہے۔ ان کا ایک لڑکا سید عابد حسین دو ڈھائی سال کا ہو کر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا تھا۔ اب ان کی صرف ایک بچی زاہدہ بی بی ہے۔ جو اس سال ان کے ہمراہ حج کو گئی ہے۔ آپ ہر سال حج کی ادائیگی اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اکثر اپنی اہلیہ کو بھی ہمراہ لے جاتے ہیں۔

اخلاقِ حسنہ

حضرت بوجی صاحبہ بڑی فراخدل اور غریب نواز خاتون تھیں۔ دنیوی مال و دولت میسر نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کسی کو دُکھی اور غمگین دیکھتیں تو اس کی ہر طرح امداد فرماتیں۔ اپنے تمام کپڑے اور زیورات تک آپ نے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دیے تھے۔ گاؤں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچیوں کی کفالت اور اعانت میں آپ کو خاص اہتمام مدنظر ہوتا تھا۔ خود بالکل سادہ لباس زیب تن فرماتی تھیں لیکن غریبوں اور یتیموں کی شادی میں ان کو اچھے سے اچھے کپڑے سلوا کر عطا فرماتیں اور زیورات سے بھی مدد کرتیں۔ مہمان نوازی میں بھی آپ یکتائے زمانہ تھیں۔ مہمانوں کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیتیں۔ خود کھڑی ہو کر ان کو کھانا کھلاتیں اور ان کا ہر طرح خیال رکھتی تھیں۔ آپ کے پاس کانوں میں جو ذرا بہت زیور باقی تھا، وہ آپ نے وفات سے قبل مجھے بلا کر روضہ شریف کی تعمیر کے اخراجات کے لئے عطا فرما دیا تھا۔

وفات

اپنے والد ماجد، دو بھائیوں اور اکلوتے پوتے کی وفات کے باعث آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا تھا جس سے ہمیشہ دلگیر و مغموم رہنے لگی تھیں۔ اس سے صحت بھی گرنی شروع ہو گئی۔ غذا کم ہو گئی۔ اور کمزوری بڑھتی گئی۔ اپنی ذات کے لئے آپ نے پہلے بھی کوئی اہتمام پسند نہیں کیا تھا، اس وقت بھی اپنی صحت کا مطلق خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ کہ اندر ہی اندر گھلتی چلی گئیں۔ اور آخر وقت مقررہ پر خاص عرس شریف کے دن ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو اعلیٰ علیین کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

عرس شریف کی وجہ سے آپکے جنازے میں بڑا اژدھام تھا۔ پورے اعزاز کے ساتھ آپکی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور روضۂ مبارک کے جنوب مشرقی گوشے کے حجرے میں آپ آسودۂ خاک کی گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

خلفائے عظام



جس طرح حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد کسی کو صحیح معلوم نہیں، اسی طرح آپ کے خلفائے کرام کی صحیح گنتی بھی کبھی سُننے میں نہیں آئی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ تبلیغ وارشاد اور ترویج سلسلۂ عالیہ کے لئے آپ مدت العمر کوشاں رہے۔ یہ بھی سب کے سامنے ہے کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے لاتعداد لوگ حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل کرتے۔ آپ کی مقبولیت اور شہرت قابلِ رشک حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ برِّ صغیر کا گوشہ گوشہ آپ کی فیض رسانی کا گواہ ہے۔ حج و زیارت کے ان گنت سفروں میں حرمین الشریفین میں بھی بے شمار لوگ داخل سلسلہ ہوتے رہتے تھے۔ افغانستان اور یاغستان کے علاقے بھی آپ کی فیض رسانی سے محروم نہیں رہے۔ اور یہ کام جوانی کے زمانے سے کہولت تک اسّی نوّے سال مسلسل جاری رہا ہے۔ اس لئے بے تکلف و تامّل قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔

یہ بھی بخوبی علم ہے کہ آپ ہر جگہ یارانِ طریقت کے لئے حلقے قائم کرتے تھے اور کسی مردِ صالح کو "امیر حلقہ" مقرر فرماتے تھے۔ یہ بھی واضح ہے کہ یارانِ طریقت اور امیران حلقہ میں سے منتخب حضرات کو آپ نے اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔ بعض محفلوں کی بابت اس کتاب میں ذکر آچکا ہے کہ آپ نے ایک ہی اجتماع میں کئی کئی حضرات کو دستارِ خلافت کا امتیاز بخشا تھا۔ ایسی صورت میں آپ کے خلفا کی تعداد یقیناً سینکڑوں تک پہنچی ہوگی۔ میں نے بار بار جلسوں میں اعلان کیا ہے کہ جو لوگ ذاتی طور پر حضور کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات اور خلفائے عظام کی تفصیلات سے باخبر ہوں، مجھ سے تعاون کریں۔ اور تحریری طور پر اپنی معلومات بھیجکر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ مگر معدودے چند یاران طریقت کے علاوہ کسی نے توجّہ نہ کی۔

ان حالات میں میرے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔ اور میں مجبور ہُوا کہ اب تک بعض کتابوں میں جو معلومات جمع ہو چکی ہیں یا جو باتیں میرے ذاتی علم میں ہیں، ان پر بھروسہ کروں۔ اس لئے اگر خلفائے کی فہرست ناقص ہو تو مجھے معذور گردانا جائے۔ اگر کچھ یارانِ طریقت اب بھی

معلومات میں اضافہ فرمائیں تو میں مشکور رہوں گا۔ اور آیندہ اشاعت میں اضافہ ممکن ہوگا۔
حضورؒ کے خلفائے عظام کے صرف یہ نام تحقیق ہو سکے ہیں۔

خلفائے عظام کے اسمائے گرامی

۱ حضرت سراج الملّت الحاج حافظ مولانا سیّد محمد حسین شاہ صاحبؒ سجادہ نشین اوّل۔
۲ حضرت خادم الملّت الحاج حافظ سیّد خادم حسین شاہ صاحبؒ (فرزند دوم)
۳ حضرت شمس الملّت الحاج حافظ سیّد نور حسین شاہ صاحب مدظلہٗ العالی سجادہ نشین ثانی۔
۴ حضرت الحاج مولانا محمد حسین صاحب قصوریؒ۔ بی۔اے۔
۵ حضرت الحاج حافظ ظفر علی صاحب پسروری۔
۶ حضرت الحاج مولانا محبوب احمد صاحب المقلب بہ خیر شاہ۔ امرتسری۔
۷ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری۔
۸ حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر امرتسری۔
۹ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری۔
۱۰ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب الہ آبادی۔
۱۱ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب یاغستانی۔
۱۲ حضرت مولانا میر محمد صاحب میسوری۔
۱۳ حضرت سید عبد اللطیف صاحب کابلی۔
۱۴ حضرت مولانا محمد عبد اللہ حسین صاحب بنگلوری۔
۱۵ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی (دکن)۔
۱۶ حضرت مولانا سید میر یحییٰ صاحب بنگلوری۔
۱۷ حضرت سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری۔
۱۸ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری۔
۱۹ حضرت پیر حیات محمد صاحب سیالکوٹی۔

۲۰ حضرت کریم بخش صاحب قصوری - بی اے -
۲۱ حضرت محمد ایوب صاحب مردانی -
۲۲ حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری -
۲۳ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی -
۲۴ حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی -
۲۵ حضرت مولانا قطب الدین صاحب جھنگی -
۲۶ حضرت ماسٹر کرم آلہی صاحب سیالکوٹی - بی اے - ایل ایل بی -
۲۷ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی -
۲۸ حضرت مولانا عبد المجید صاحب قصوری (جھجر)
۲۹ حضرت الحاج نصیب خان صاحب رہتکی -
۳۰ حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے ایل ٹی - پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ -
۳۱ حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری - پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ -
۳۲ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی -
۳۳ حضرت بخشی مصطفےٰ علی خاں صاحب بنگلوری بی اے ریٹائرڈ - ڈی ایس پی - مہاجر مدنی -
۳۴ حضرت سید محمود شاہ صاحب کشمیری -
۳۵ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاوری -
۳۶ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری -
۳۷ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی -
۳۸ حضرت سید عبد القاضی صاحب ھزاروی -
۳۹ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی -
۴۰ حضرت محمد اکبر خان صاحب ہزاروی -
۴۱ حضرت محبوب عالم صاحب بجنوری (بھارت) -
۴۲ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصوری -

۴۳ حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب ملتانی ۔

۴۴ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی ۔

۴۵ حضرت صوفی محمد عظیم صاحب فیروز پوری ۔ بی اے ۔

۴۶ حضرت مولانا محمد عالم صاحب خطیب کھاریاں چھاؤنی ۔ میرپوری ۔

۴۷ حضرت مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی ۔

۴۸ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری ۔

۴۹ حضرت مولانا محمد مقصود صاحب بنگالی ۔

۵۰ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری (درین)

۵۱ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری (درین)

۵۲ حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری (کلگام)

۵۳ حضرت بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی ۔ (کراچی)

۵۴ حضرت الحاج سرور خان صاحب کوہاٹی ۔

۵۵ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی ۔

۵۶ حضرت مولوی محمد شریف صاحب سیالکوٹی (کوٹلی لوہاراں)

۵۷ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری ۔

۵۸ حضرت حافظ عبدالحمید صاحب (روپوچک ضلع سیالکوٹ)

۵۹ حضرت صوفی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان)

۶۰ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدر آبادی ۔

۶۱ حضرت مولانا محمد واصل صاحب جھنگوی ۔

۶۲ حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی ۔

۶۳ حضرت بابا فیروز الدین صاحب ۔

۶۴ حضرت الحاج منشی احمد الدین صاحب ۔ گجرات ۔

● مذکورہ بالا ناموں میں سے ابتدائی اکسٹھ نام وہ ہیں جو خود حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے

تصدیق و توثیق حاصل کر چکا ہوں۔ اور ان میں سے بیشتر حضرات سے میں خود بھی بخوبی واقف ہوں۔

برادرم عزیز الحاج حافظ سید حیدر حسین شاہ صاحب نے اپنی تصنیف "تذکرۂ شاہ جماعت" میں کچھ زائد نام درج فرمائے ہیں۔ ان میں سے حکیم سید قمر احمد صاحب (آگرہ) کے متعلق پروفیسر زاہد حسن صاحب فریدی (پرنسپل گورنمنٹ کالج۔ ٹلہ گنگ) نے بیان کیا کہ "جب ہم نے حکیم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا حال سنا تو اکمل بھائی (الحاج اکمل علی صاحب صدیقی جماعتی) سے دریافت کیا۔ انھوں نے بذات خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے رہتک کے قیام کے دنوں میں تصدیق چاہی۔ حضور نے اثبات میں جواب دیا اور توثیق فرمائی"۔ اس لئے حکیم سید قمر احمد صاحب کا نام فہرست بالا میں شامل کر لیا گیا۔ باقی دو حضرات کی خلافت کا بھی مجھے ذاتی طور پر علم ہے۔ مولانا محمد عالم صاحب میر لوری کو حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔

دوسرے جو نام "تذکرہ شاہ جماعت" میں پائے گئے، ان میں سے حسب ذیل پانچ ناموں میں جزئی فرق پایا جاتا ہے۔ جس سے التباس کا قوی شبہ ہوتا ہے۔

(۱) فہرست بالا میں نمبر ۱۲ پر حضرت مولانا میر محمد صاحب میسوری کا نام آیا ہے۔ غالباً انھی کو "تذکرہ" میں میر محمد حسین لکھا گیا ہے۔

(۲) فہرست بالا میں نمبر ۱۴ پر حضرت مولانا محمد عبداللہ حسین کو بنگلوری لکھا گیا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ انھی کو "تذکرہ" میں "مولانا حافظ سید عبداللہ صاحب حیدر آبادی" لکھا گیا ہے۔

(۳) فہرست بالا میں نمبر ۱۵ پر حضرت مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی (دکن) کا نام آیا ہے۔ "تذکرہ" میں جو نام "حضرت مولانا غلام احمد صاحب المخاطب بہ نواب محاسب جنگ" بیان ہوا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔

(۴) فہرست بالا میں نمبر ۴۷ پر مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی کا نام لکھا ہے۔ "تذکرہ" میں اغلباً انھی کو "مولانا شاہ امین اللہ ناروی" تحریر کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا پورا نام "محمد امین اللہ" ہو۔ نارہ الہ آباد کے قریب مشہور موضع ہے۔ اس لئے ناروی اور الہ آبادی دونوں نسبتیں قابل فہم ہیں۔

(۵) فہرست بالا میں نمبر ۵۲ پر حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کو کشمیری لکھا ہے۔ انھی کو

"تذکرہ" میں ہزاروی بیان کیا گیا ہوگا۔

اس تنقیح کے بعد "تذکرۂ شاہ جماعت" میں حسبِ ذیل چودہ نام اور زائد پائے جاتے ہیں۔ جن کی میں ذاتی طور پر کوئی تصدیق کرنے سے قاصر ہوں۔ یا تو یہ اصحاب میرے ہوش سے پہلے گزرے ہیں یا پھر مجھے ان کا مطلق علم نہ ہو سکا۔

۱۔ حضرت مولانا محمد غوث صاحب سیکھو چک ضلع سیالکوٹ
۲۔ حضرت مولانا پروفیسر ابوالحامد میر محمود صاحب میسوری
۳۔ حضرت مولانا نوازش علی صاحب حیدرآبادی (دکن)
۴۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی مرادآبادی
۵۔ حضرت مولانا سید محمد محمود صاحب (عدن)
۶۔ حضرت مولانا محمد انصر صاحب مدراسی
۷۔ حضرت مولانا منظور شاہ صاحب ناگپوری
۸۔ حضرت مولانا حسن بیگ صاحب لاہوری
۹۔ حضرت مولانا رجب علی صاحب جھنگوی
۱۰۔ حضرت مولانا سید محی الدین صاحب کولاری (دکن)
۱۱۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نیل گری (دکن)
۱۲۔ حضرت مولانا محمود خان صاحب صفی (گنجام۔ دکن)
۱۳۔ حضرت الحاج نبی بخش صاحب قصوری
۱۴۔ حضرت مہر امیر اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ (کلانور ضلع گورداسپور)

حسبِ ذیل خلفائے کرام کے حالات مجھے مطلق تحقیق نہ ہو سکے۔ اسلئے انکے محض اسمائے گرامی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا عبدالقیوم صاحب الہ آبادی
۲۔ مولانا میر محمد صاحب میسوری
۳۔ سید عبداللطیف صاحب کابلی
۴۔ مولانا محمد عبداللہ حسین صاحب بنگلوری
۵۔ مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی
۶۔ مولانا سید محمد یحییٰ صاحب بنگلوری
۷۔ سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری
۸۔ مولوی محمد ایوب صاحب مروانی
۹۔ سید محمود شاہ صاحب کشمیری
۱۰۔ مولوی محبوب عالم صاحب بجنوری
۱۱۔ مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی
۱۲۔ پروفیسر ابوالحامد میر محمود صاحب میسوری
۱۳۔ مولانا نوازش علی صاحب حیدرآبادی
۱۴۔ مولانا رجب علی صاحب جھنگوی
۱۵۔ مولانا حسن بیگ صاحب لاہوری
۱۶۔ مولانا منظور شاہ صاحب ناگپوری
۱۷۔ مولانا سید محمود صاحب (عدن)
۱۸۔ مولانا محمد انصر صاحب مدراسی
۱۹۔ مولانا سید محی الدین صاحب کولاری
۲۰۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب۔ نیلگری (دکن)

۲۱۔ مولانا محمود خان صاحب صفی دگنجام۔ دکن، ۲۲۔ مولانا نبی بخش صاحب قصوری

جن خلفائے گرامی قدر کے حالات کم و بیش تحقیق ہو سکے آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیے جائیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی اے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اجداد کا وطن موضع مرال میں تھا۔ وہاں سے آپ کے اجداد میں سے میاں نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور آ کر آباد ہو گئے تھے۔ میاں صاحب کے صاحبزادے میاں احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی شہر تھے۔ سارا خاندان زہد و ریاضت میں مشہور تھا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت بلھے شاہ صاحب کے احاطہ میں دفن ہیں۔ حضرت میاں احمد دین صاحب نے کوچہ جھگیاں میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو اب تک مسجد میاں احمد مرالی کے نام سے معروف ہے۔ میاں احمد دین صاحبؒ کے صاحبزادے میاں غلام احمد صاحب امرتسر میں فارسی کے مدرس تھے۔ اور دینداری اور نیکوکاری میں مشہور تھے۔

حضرت میاں غلام احمد صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حسین صاحب تھے۔ مولانا صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ نے صرف چھ ماہ میں قرآن مجید ختم کر لیا تھا۔ آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت پوری توجہ سے کی۔ آپ کے والد صاحب فرمایا کرتے تھے:

"میں نے اپنا سارا دماغ ان کی تعلیم و تربیت میں خالی کر دیا اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوسرا بیٹا دیتا تو اس کے لئے ایک اور دماغ بھی عطا فرماتا۔"

قصور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ امرتسر چلے گئے۔ اور وہاں آپ کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔ جب آپ ایف۔ اے میں تھے تو والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور تعلیم جاری رکھی۔ آخر ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے پاس کیا۔ اس کے بعد ایم۔ اے (فلسفہ) میں داخلہ لیا تھا۔ مگر مجبوریوں کے باعث چھوڑنا پڑا۔ اور ایس۔ اے وی پاس کر کے مدرسی کا پیشہ اختیار فرمایا۔

حضرت مولانا صاحب ابتداء میں دو سال ڈیرہ غازی خان میں مدرس رہے۔ اس کے بعد آپ کا تبادلہ قصور کے ہائی اسکول میں ہو گیا۔ جہاں دس سال سکینڈ ماسٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ جب آپ ڈیرہ غازی خان میں تھے تبھی آپ کی شادی ہو گئی تھی۔ آپ کی زوجہ

محترمہ قصور کے مشہور رئیس میاں غلام فرید صاحب ممبل کی صاحبزادی تھیں۔ بڑی عابدہ، زاہدہ اور مہمان نواز تھیں۔ حضرت کے فرزند ارجمند الحاج حافظ نور احمد صاحب خلیفہ مجاز فرماتے ہیں کہ "میری والدہ ماجدہ مہمانوں کی آمد سے بہت خوش ہوتیں۔ اور جتنے مہمان آتے۔ ہر ایک کے شکرانے میں دو دو نفل پڑھتیں" نیز فرمایا کہ "جب ہم سوتے تو وہ مصلّے پر ہوتی تھیں، اور جب ہم اُٹھتے تب بھی انھیں مصلّے ہی پر دیکھتے"۔

جب حضرت مولانا صاحب بی اے کی تیاری میں مصروف تھے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ چُورہ شریف سے لاہور تشریف لائے۔ آپ اسی وقت بعیت ہوئے تھے ——— اور اس طرح آپ کو شرف بعیت حاصل کرنے میں دوسروں پر سبقت حاصل تھی۔ اور بقول حضرت مولانا عبد المجید صاحب خلیفہ مجاز "حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر آن واحد میں اپنا کام کر گئی تھی"۔ بہت تھوڑے عرصہ میں حضرت قبلۂ عالم نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ کے شیخ حضرت قبلہ بابا جی فقیر محمد صاحب چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دستار خلافت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا صاحب کو قدرے ثقل سماعت تھا۔ اس کی آڑ لے کر ایک متعصب ہندو انسپکٹر نے رپورٹ کر دی۔ چنانچہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو محکمہ تعلیم سے آپ کو سبکدوش کر دیا گیا۔ آپ "فارغ البال" ہو کر علی پور شریف حاضر ہو گئے۔ اور ارادہ تھا کہ باقی عمر یہیں صرف فرما دیں گے۔ مگر حضور نے حکم دیا کہ آپ رہتک جا کر قیام کریں۔ تعمیل ارشاد میں آپ کو رہتک جانا پڑا۔ جہاں آپ حضرت الحاج حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔

انھی دنوں ڈسٹرکٹ جج رہتک کی عدالت میں "کلرک آف دی کورٹ" کی نئی اسامی نکلی۔ آپ نے بھی عرضی دیدی۔ مقابلہ سخت تھا مگر آپ امتحان میں اوّل آئے۔ اور ۱۱ جولائی ۱۹۰۳ء کو آپ کا تقرر ہو گیا۔ تقریباً چودہ سال رہتک میں گزارنے کے بعد آپ کا کرنال تبادلہ ہو گیا۔ اور باقی عمر مبارک کرنال ہی میں گزری۔ رہتک کے قیام کے دوران ۱۹۰۹ء میں آپ نے فریضۂ حج اور زیارت مدینہ منورہ کا شرف حاصل کیا۔ فروری ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۶ء تک آپ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کرنال کی عدالت میں بحیثیت مترجم کے مامور رہے۔ ۱۹۲۶ء میں پنشن پانے کے بعد بھی آپ کرنال ہی میں قیام فرما رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

رہتک اور کرنال کے قیام کی تمام مدّت آپ نے فرائض منصبی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ و

ارشاد اور توسیع سلسلۂ عالیہ میں صرف فرمائی۔ چنانچہ ہریانہ کے علاقے میں ہزاروں کو آپ نے مشرف باسلام کیا۔ اور ہزاروں ہی آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔

آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جاری کردہ تمام دینی، ملّی اور علمی تحریکوں میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لیا ہے۔ اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح شرکت فرمائی ہے۔ بلقان فنڈ، سمرنا فنڈ، حجاز ریلوے، تحریک خلافت اور فتنہ ارتداد وغیرہ میں آپ نے بذات خود دَورے فرمائے۔ چندے جمع کئے۔ اور پورے انہماک اور جوش کے ساتھ ان تحریکوں کو کامیاب بنانے میں سرگرم رہے۔

فتنۂ ارتداد کے زمانے میں جب آپ آگرہ علی گڑھ وغیرہ کے اضلاع کا دَورہ فرما رہے تھے تو آپ کو شدید درد قولنج کا دَورہ پڑا تھا۔ کچھ مدّت علاج کے بعد دور ہو گیا تھا۔ مگر تقریباً دو سال بعد خاص عید الفطر کے دن عید گاہ میں پھر اسی درد کا اعادہ ہوُا۔ آخر اسی میں ۳ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۶ اپریل ۱۹۲۷ء کو بروز چہار شنبہ آپ نے وفات پائی۔ اور اگلے دن کرنال ہی میں حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ پاک کے قریب جرنیلی سڑک پر آپ کا مرقد مبارک تعمیر ہوُا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام عبادات و معاملات میں اتباع شریعت اور پیروی سُنّت پر شدّت سے عمل فرماتے تھے۔ رفتار و گفتار، نشست و برخاست ہر بات میں آپ کی ذات بابرکات ایک مومن کامل کا نمونہ پیش کرتی تھی۔ آپ مریدین کو "بھائی" اور "یار طریقت" کے نام سے یاد کرتے تھے اور ان میں اسلامی اخوت اور دینی محبّت کی رُوح پیدا کرنے کی کامل سعی فرماتے تھے۔

آپ دوسروں کی خدمت کر کے بے حد خوش ہوتے تھے۔ جود و سخا آپ کا خاصہ تھا۔

حافظ نور احمد صاحب کا بیان ہے کہ "ایک دفعہ آپ ہم سب کو لینے قصور آئے تو دادی صاحبہ نے فرمایا کہ بیٹا کپڑے بدل لو۔ مگر معلوم ہوُا کہ آپ کے پاس دوسرا جوڑا ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ سارے کپڑے محتاجوں کو دیدیے تھے۔ پھر جب ہم لوگ رہتک پہنچے تو گھر میں چائے کے برتن نہیں تھے معلوم ہوُا کہ وہ بھی آپ نے کسی ضرورت مند کو دے دیے تھے"۔

ایک مرتبہ ایک متعصب ہندو جج نے جمعہ کے دن اپنی عدالت کے اوقات کار بڑھا دیے اور مسلمان عملہ کو جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے بھی روک دیا۔ نماز جمعہ کا وقت آیا تو حضرت مولانا صاحب نے نماز کے لئے جانے کی اجازت چاہی مگر جج نے انکار کر دیا۔ جب بار بار کے کہنے سے بھی فائدہ نہ ہوا تو مولانا صاحب

نے استعفا لکھ کر جج کی میز پر رکھ دیا۔ اور گرجدار بارعب آواز میں ارشاد فرمایا "ملازمت جاتی ہے تو جائے، نماز نہیں جا سکتی"۔ حضرت کے ان الفاظ پر ہی وہ ہندو جج لرز گیا اور اس نے ہیبت زدہ ہو کر نمازِ جمعہ کو جانے پر سے پابندی اُٹھالی۔

تبلیغی دورے فرمانا آپ کی سرشت بن گیا تھا۔ اسکول اور کچہری کی ملازمت کے دوران خالی وقت تبلیغ میں صرف فرماتے تھے۔ ہفتہ کی شام کو دیہات کی طرف چلے جاتے تھے۔ اسی طرح تعطیلات کا سارا زمانہ گاؤں گاؤں میں تبلیغ کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ اس مقصد کے لئے کبھی کبھی کئی کئی مہینہ کی رخصت بھی لیتے تھے۔ اور مختلف قصبات اور دیہات میں پہنچکر دن اور رات میں کئی کئی وعظ فرماتے، مجلس میلاد منعقد کرتے اور تبلیغ وارشاد کا کام بحسن وخوبی انجام دیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ دینی مدارس اور جدید تعلیم کے اسکول، جن میں قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہوتی تھی، قایم کرنے میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ ہریانہ کے علاقہ میں کئی مقامات پر آپ نے اس طرح کی درسگاہیں جاری کیں۔ کلانور ضلع رہتک کا مسلم راجپوت ہائی اسکول اور رہتک کا نصرت الاسلام پرائمری اسکول خاص طور پر مشہور ہوئے۔ اسی طرح آپ مذہبی اور اسلامی مضامین لکھ کر رسائل اور اخبارات میں چھپواتے رہتے تھے۔ نیز اپنے خطوط میں مکتوب الیہم کو دینی امور کی خصوصیت سے تعلیم دیتے تھے۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور آپ کو حضور کے خلفائے کرام میں "خلیفۂ اوّل" کی حیثیت حاصل تھی۔ آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ سلبِ مرض آپ کے لئے ادنیٰ کام تھا۔ آپ کی توجّہ بہت قوی ہوتی تھی۔ اور زبان مبارک سے جو نکل جاتا ہو کر رہتا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر سے ہزاروں کی اصلاح ہوئی اور بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

پروفیسر منشاد علی صاحب نے آپ کے حالات وکرامات "خزینۂ فیض قصوری" میں جمع کردیے ہیں۔ صاحبان ذوق کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا۔

۲۔ حضرت حافظ ظفر علی صاحب لسپروری رحمۃ اللہ علیہ

آپ لسپرور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے عشق مجازی کا واقعہ "سیرت" میں بیان ہو چکا ہے۔

اسی واقعہ اور ضرورت نے آپ کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچایا تھا۔ آپ پہلی نظر ہی میں ایسے گرویدہ ہو گئے کہ پھر مستقل خدمت والا میں رہنے لگے۔ سفر و حضر میں حضور کے ہم رکاب رہتے۔ اٹھارہ سال تک بسرور کا منہ نہ دیکھا۔ حالانکہ دربار شریف سے بسرور فقط نو میل ہے۔ آپ علی پور سیداں میں رہ کر حضور کے مویشیوں کی خدمت کرتے اور دوسرے کام سرانجام دیتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز فصل پر خود ہی ان کے گھر پر اناج اور دوسری ضروری اشیا ارسال فرما دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز نے بتایا کہ ایک بار انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضور قبلۂ عالم نے مختلف علماء کے نام لے کر فرمایا کہ ان سے کہو وعظ بیان کریں۔ آپ نے جن علماء کا نام لیا وہ اس وقت تک جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آخر آپ نے حکم دیا۔ "حافظ ظفر علی کو بلاؤ"۔ دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھ دی۔ اور فرمایا "جاؤ وعظ بیان کرو"۔ اس دن سے آپ ایسے فصیح البیان خطیب بن گئے کہ بڑے بڑے جلسوں میں لوگ بڑے شوق و ذوق سے ان کا وعظ سنتے تھے۔

جیسا کہ بیان ہوا آپ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں آپ کے ہم رکاب رہتے تھے۔ حضور کے ارشاد پر جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ انگریزی بھی جانتے تھے اس لئے کہ آپ نے ایف اے تک تعلیم پائی تھی۔ مناظرہ کے ماہر تھے۔ مخالف جماعتوں کے سربراہ آپ کی موجودگی میں مناظرہ سے گھبراتے تھے۔ اور بارہا انھوں نے پیشگی راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھی۔ تبلیغی دوروں میں آپ دکن تک تشریف لے گئے ہیں۔ اور مخالفین کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ مگر آپ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے اور تبلیغ و ارشاد میں خلل واقع نہیں ہونے دیتے تھے۔

آخر میں آپ حضرت قبلۂ عالم کی اجازت سے بسرور ہی میں رہنے لگے تھے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ حضرت مولانا محبوب احمد الملقب بہ خیر شاہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خاص امرتسر کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ آپ نے

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بکثرت تبلیغی دورے کئے اور گاؤں گاؤں جاکر تبلیغ وارشاد کی خدمت انجام دی۔ "سیرت" میں ذکر آچکا ہے کہ کس طرح آپ حضور کے فرمان کے مطابق دکن تشریف لے گئے تھے اور باوجود معاندین کی ہر قسم کی مخالفت اور دشمنی کے کس طرح آپ نے ان پر فتح حاصل کی۔ آپ فن مناظرہ میں طاق تھے۔ بیسیوں مناظروں میں آپ نے مخالفین کو شکستِ فاش دی ہے۔ اور پنجاب اور دکن میں ہزاروں آدمی آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوکر سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے ہیں۔
آخری عمر میں آپ امرتسر آگئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری وکیل رحمۃ اللہ علیہ

آپ ریاست بیکانیر میں وکالت کا پیشہ کرتے تھے۔ کامیاب وکیل اور معززین شہر میں سے تھے۔ بڑے دیندار، نیکوکار، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ علی پور سیداں آتے تو طویل قیام فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کئی دفعہ باصرار دعوت دے کر بیکانیر لے گئے۔ جب حضور بیکانیر تشریف لے جاتے تو مولوی ابراہیم صاحب مہاراجہ سے ہاتھی مستعار لے کر حضور کو ہاتھی پر سوار کر کے جلوس کی صورت میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ شہر میں گشت کراتے۔ اور پھر اپنے گھر لے جاکر مہمان رکھتے۔ اور حضور کی خدمت گزاری کی سعادت حاصل کرتے۔

آپ نے بیکانیر کے علاقے میں تبلیغ وارشاد کی روشن خدمات انجام دی ہیں۔ سلسلۂ عالیہ کی توسیع میں بڑی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ اور بہت لوگوں کو پکا دیندار بنایا ہے۔ آپ نے بیکانیر ہی میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین۔ واعظ ومناظر۔ بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ابتدائی زمانہ میں آپ اکثر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں ہمراہ رہتے تھے۔ جلسوں میں تقریریں کرتے۔ اور اپنے وعظ ونصیحت سے خلقِ خدا کو فیض یاب کرتے تھے۔ بہت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔

امرتسر میں جماعت اہل حدیث کا اخبار "اہل حدیث" حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی کرتا رہتا تھا۔ مولانا غلام احمد صاحب اخگر اور مولانا خیر شاہ صاحب اخبار "الفقیہ" میں مفصل اور مدلل جوابات شائع فرماتے تھے اور علمائے اہل حدیث کو قائل کرتے تھے۔ حضرت مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بھی آپ دونوں حضرات کے اکثر مناظرے ہوئے ہیں۔ جن میں فتح آپ ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اکثر ہدایت فرماتے کہ "جوابِ جاہلاں باشد خموشی"۔ مگر ان دونوں بزرگوں کی دینی حمیت اور شیخ کی محبت و حمایت ان کو مجبور کرتی کہ مخالفین کے چیلنج کا جواب دیں۔ اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ آنے دیں کہ وہ میدان سے ہٹ گئے۔

آپ بڑے عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ "مولوی غلام احمد اخگر امرتسری نے بچپن میں ایک مرغ خریدا تھا۔ ان کے والد صاحب بڑے بزرگ آدمی تھے انھوں نے دریافت کیا مرغ کا کیا کرو گے۔ عرض کیا کہ یہ اذان دے گا تو جلد آنکھ کھل جائے گی اور نوافل بآسانی ادا کر سکوں گا۔ نیت نیک اور خیال پاکیزہ تھا، مگر آپ کے والد بلند رتبہ شخص تھے فرمایا" انسان ہو کر حیوان کا محتاج ہوتا ہے"! مولوی صاحب کو ہوش آگیا۔ مرغ کو اسی وقت ذبح کر دیا۔ اور خدا کا فضل و کرم یہ کہ ساری عمر نماز تہجد کے لئے از خود بیدار ہو جایا کرتے تھے۔"

مولوی صاحب بڑے عالمِ دین ہونے کے ساتھ ذوقِ سخن بھی رکھتے تھے۔ اخگر تخلص فرماتے تھے اور زیادہ تر نعت کے مضامین کہتے تھے۔ امرتسر ہی میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سری نگر مہاراج گنج کے رہنے والے تھے۔ بہت نیک، پارسا، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ سیف زبان بھی تھے۔ جو زبان مبارک سے نکل جاتا ہو کر رہتا۔ میں ۱۹۳۸ء میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے ہمراہ کشمیر گیا تو آپ وفات پا چکے تھے۔ سرینگر کے لوگ آپ کے کشف و کرامات کے بہت واقعات سناتے تھے۔ جن کا اس مختصر تحریر میں سمونا ممکن نہیں۔

اکثر آپ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمرکاب رہے ہیں۔ اور از خود بھی تبلیغ و ارشاد اور توسیع سلسلۂ عالیہ کی خدمات انجام دی ہیں۔ اور

بہت لوگوں کو بیعت میں لے کر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا ہے۔ آخری عُمر میں آپ پر جذب غالب آگیا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی فرائض مذہبی کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہونے پائی۔ سرسنگیہی میں آپ واصل بحق ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کھبل کے رہنے والے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز کھبل تشریف لاتے تو بڑھ چڑھ کر حضور کی خدمت کرتے تھے۔ اور لوگوں کو حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت کراتے تھے۔ اپنے وعظ و نصیحت اور اخلاق کریمانہ سے گرد و نواح کے لوگوں کو فیض یاب فرماتے اور ان کو پابندِ شریعت بناتے تھے۔ بہت لوگ آپ سے بیعت کر کے داخلِ سلسلہ ہوئے۔ میں نے بھی آپ کی زیارت کی ہے۔ بڑے بزرگ، خدارسیدہ اور ولی اللہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت سیّد جعفر شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا سے علم دین حاصل کرنے ہندوستان تشریف لائے تھے اور علی پور سیداں آکر یہیں کے ہو رہے۔ درسِ نظامیہ کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ علی پور میں کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے مشرّف ہوئے۔

آپ بڑے عالم متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ علی پور سیداں سے دستارِ فضیلت باندھ کر رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ اور ہدایت فرمائی کہ بخارا واپس جا کر دین کی تبلیغ اور سلسلۂ عالیہ کی توسیع کی خدمت انجام دیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت مولوی محمد مقصود صاحب بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگال سے تحصیلِ علم کے لئے علی پور سیداں آئے تھے۔ یہاں قیام کر کے مدرسۂ نقشبندیہ سے درسِ نظامیہ کی سند حاصل کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر، حدیث، فقہ علوم دینیہ حاصل کئے۔ بڑے عالم، پارسا، سادہ مزاج، دیندار اور متقی بزرگ تھے۔

واپسی کے وقت حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ تاکہ بنگال جاکر تبلیغ دین اور سلسلۂ عالیہ کی ترویج فرماتے رہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم۔ نیک۔ متقی۔ اور پارسا بزرگ تھے۔ بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور داخل سلسلہ کر کے پکا دیندار بنایا۔ میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت پیر حیات محمد شاہ صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباؤ اجداد کشمیر میں بیج وہاڑہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے بزرگ کشمیر سے منتقل ہو کر پنجاب آ گئے تھے۔ اور سیالکوٹ کے دیہات میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ دیہات کے بہت لوگوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ نواحی دیہات میں آپ نے سلسلۂ عالیہ کی ترویج کا خوب کام کیا اور بہت لوگوں کو دینداری اور تقویٰ کے شرف سے مالامال کیا۔

آپ کو حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کے معتمد علیہ ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت قبلۂ عالم آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ آپ بڑے بزرگ، متقی، شب زندہ دار اور صاحب کشف و کرامت ولی اللہ تھے۔ مگر جب علی پور رسیداں حاضر ہوتے تو دوسرے معمولی درویشوں کی طرح پوری جاں فشانی کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم رح کی خدمت میں مصروف ہو جاتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں آپ اکثر ہمراہ ہوتے۔ اور آپ کے مواعظِ حسنہ کا کشمیری زبان میں ترجمہ کرتے رہتے تھے۔ خود بھی اکثر کشمیر کے دوروں پر تشریف لے جاتے اور اپنے وعظ و نصیحت سے خلقِ خدا کو فیض یاب فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر خلیل احمد صاحب جو خود بھی عالم و خطیب، متقی و صالح بزرگ ہیں، تبلیغ و ارشاد میں سرگرمی سے کوشاں ہیں۔

مولوی محمد شفیع صاحب خطیب کاموں کے حضرت پیر حیات محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے خلفاء میں سے ہیں۔ عالم اور متقی بزرگ ہیں اور تبلیغ وارشاد میں سرگرم ہیں۔ آپ نے حضرت پیر صاحب کے حالات اپنی تصنیف "راحت القلوب" میں جمع کر دیے ہیں۔ جس کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۲۔ حضرت کریم بخش صاحب قصوری بی اے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ پرانے زمانے کے بی اے پاس، روشن خیال اور دیندار بزرگ تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ کے اتباع میں تبلیغ دین اور توسیع سلسلہ میں سعی بلیغ فرمائی۔ اور بہت لوگوں کو پکا دیندار اور پابند شریعت بنایا۔ بڑے نیک متقی، روشن ضمیر اور بزرگ آدمی تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین، اعلے پایہ کے خطیب اور فن مناظرہ میں یکتا تھے۔ اوصافِ پسندیدہ اور اخلاق کریمانہ کے حامل تھے۔ پابندی شریعت اور اتباع سنت میں مستعد اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اعلے امتیاز رکھتے تھے۔ عرصہ تک آپ رسالہ انوار الصوفیہ کے مدیر رہے ہیں۔ اور دینی و علمی خدمات خوش اسلوبی سے انجام دی ہیں۔

ریاست جموں اور اطراف ہند میں آپ نے تبلیغ وارشاد کے لئے بہت دورے کئے اور بہت سے لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے تبلیغی دوروں میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور اپنے پند و موعظت سے ہزاروں بندگانِ خدا کو فیضیاب کیا۔ فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں راجپوتانہ اور یوپی کے اضلاع میں گاؤں گاؤں پہنچے۔ آریوں اور مرزائیوں سے مناظرے کئے۔ اور شدھی کی لعنت کو روکنے میں بڑے نمایاں کارنامے انجام دیے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع رائے وال ضلع گجرات کے رہنے

والے تھے۔ آپ بہت بزرگ، متقی، خدارسیدہ اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تحصیل فرمائی تھی۔ اور جلیل القدر عالم و فاضل بزرگ تھے۔

گجرات میں مسجد حاجی پیر بخش مرحوم بالکل ویران پڑی تھی۔ آپ گجرات تشریف لائے تو آپ نے اس مسجد کو آباد کیا اور خود امامت کی ذمہ داری ادا فرمانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد یہیں قرآن مجید کی تدریس کا کام شروع کیا۔ تدریسی کام کو ترقی دی۔ اور اپنی مدد کے لئے کئی استاد متعین کئے۔ آپ نے گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ قائم کی۔ اور مدرسہ کو مدرسہ نقشبندیہ کے نام سے منظم فرمایا۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت و اجازت عطا کی تو آپ نے اپنے دینی اور تدریسی کاموں کے ساتھ توسیع سلسلۂ عالیہ کی خدمات بھی پورے شد و مد سے انجام دینی شروع کر دیں۔ دیہات میں جا کر تبلیغ فرمائی۔ لوگ بڑی تعداد میں آپ سے بیعت ہونے لگے۔ اور آپ بھی ان کو پابند شریعت بنانے اور تعلیمات مذہبی پر کاربند بنانے میں سرگرم ہو گئے۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ بحمداللہ خوب وسیع ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑی شفقت اور خصوصیت فرماتے تھے۔

گجرات میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت سجادہ نشین صاحب ثانی مدظلہ العالی اور دیگر صاحبزادگان خصوصیت سے شرکت فرماتے ہیں۔ حاجی منشی احمدالدین صاحب ساکن کارہ کلاں (گجرات) حضرت پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے ابتدائی مریدین میں سے ہیں۔ ان کو حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ نے بھی خلافت عطا فرمائی ہے۔ انجمن اور عرس وغیرہ کے انتظامات میں منشی صاحب بہت خدمات انجام دیتے ہیں۔ بڑے نیک اور متقی انسان ہیں۔ اور بہت مدت سے تبلیغ دین کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بھی آپ نے بہت مذہبی اور تبلیغی خدمات انجام دی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت شمس الملت مدظلہ العالی (سجادہ نشین ثانی) نے ان کے بڑے فرزند ارجمند جناب مولانا سید محمود شاہ صاحب کی دستار بندی کرائی اور حضرت پیر صاحب رح کا جانشین بنایا۔ نیز دوسرے دو صاحبزادگان جناب سید حامد شاہ

صاحب اور جناب سید احمد شاہ صاحب کی بھی دستار بندی کرائی تاکہ تینوں صاحبزادگان باہم مل کر انجمن، مدرسہ اور سلسلۂ عالیہ کی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔ یہ حضرات اہل علم، باحوصلہ اور صاحب توفیق اشخاص ہیں۔ چنانچہ کثیر مخلوق ان سے فیض حاصل کرتی ہے۔ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کو دینی خدمت، رفاہ عام اور توسیع سلسلہ کی اور زیادہ ہمت و توانائی میسر آئے تاکہ وہ شریعت و طریقت کی خدمات اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر انجام دیتے رہیں۔

۱۵۔ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر میں موضع درین کے رہنے والے تھے۔ بہت ہی بزرگ اور نیک انسان تھے۔ تبلیغ اور توسیع سلسلہ عالیہ میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ سینکڑوں آدمیوں کو راہ راست پر لگایا۔ اور پابند شریعت بنایا۔ ان کے مرید بھی بہت تھے۔ کشمیر میں مذہب اور تصوف کی بڑی خدمت کی ہے۔ وفات پاچکے ہیں۔ ان کی اولاد بھی دیندار اور صالح ہے۔ ان کے بڑے لڑکے تبلیغ کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

۱۶۔ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری

آپ پیر افضل شاہ صاحب کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ جوانی سے نیکوکار اور صالح شخص تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی طرح انھوں نے بھی دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور بہت لوگوں کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کیا۔ اور شریعت و طریقت کا پابند بنایا ہے۔

۱۷۔ حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری

کشمیر میں پہل گام کے قریب موضع کلگام کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے بھی شریعت اور طریقت کی بہت خدمت کی ہے اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا ہے۔ بہت نیک اور پرہیزگار شخص تھے۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے جاتے تھے تو یہ تینوں حضرات (پیر افضل شاہ

صاحب۔ پیر گل شاہ صاحب اور پیر عبدالرحمان صاحب) خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ شب و روز خدمت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ جو کشمیری زن و مرد اپنی حاجتیں لیکر حاضر خدمت ہوتے، انھی میں سے کوئی صاحب ان کی ترجمانی کیا کرتے تھے۔ اگر کچھ لوگ سلسلۂ عالیہ میں حضور سے بیعت ہوتے تو کشمیری زبان میں اسباق کی ترجمانی بھی یہی کرتے تھے۔ غرض ان میں سے کم از کم ایک صاحب ہمہ وقت حضور کے قریب ہوتے تھے۔ تاکہ زبان کی اجنبیت کاربرآری میں رکاوٹ نہ بنے۔

تقسیم ملک کے بعد بھارت نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو ان حضرات کے حالات کا بھی کوئی علم ممکن نہیں۔

۱۸۔ حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کنجاہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اور فوج میں ملازم تھے۔ بہت خوبصورت جوان تھے۔ کالی داڑھی آپ کے چہرے پر خوب سجتی تھی۔ دین اور تصوّف کی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آخر اسی بدولت ذی علم، خطیب، صوفی اور مبلغ بن گئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی تو ارشاد فرمایا کہ "اب دین کی خدمت کیا کرو" آپ نے ملازمت چھوڑ کر خود کو ہمہ تن دینی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ دورے فرماتے۔ وعظ کہتے اور سلسلۂ عالیہ کی توسیع میں لگے رہتے تھے۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ جن میں ریلوے کے ملازمین زیادہ تعداد میں تھے۔

بابا فیروز دین صاحب ریلوے میں ملازم تھے اور ڈاکٹر صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی وجہ سے ریلوے کے بہت سے ملازمین حضرت ڈاکٹر صاحب سے داخل ہوئے۔ بابا فیروز دین صاحب بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھی خلافت سے نوازا تھا۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کے وصال کے بعد شریعت و طریقت کی بہت زیادہ خدمت انجام دی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مریدین میں بی اے۔ ایم اے پاس اشخاص کی خاصی تعداد تھی۔ اور وہ سب ڈاکٹر صاحب کی تربیت سے پابند شریعت اور صالح بن گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے جناب محمد امین صاحب کو دستارِ خلافت سے نوازا اور ڈاکٹر

صاحب کا جانشین بنایا۔ امین صاحب بہت بزرگ اور صالح انسان ہیں۔ پیر خانہ سے والہانہ محبت ہے۔ فوج میں ملازم تھے۔ کیپٹن کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اور دین کی خدمت میں منہمک رہتے ہیں۔

جناب نعمانی صاحب بھی ڈاکٹر صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ صالح اور بزرگ انسان ہیں۔ ایم اے پاس اور بہت عمدہ مقرر ہیں۔ گجرات میں قیام ہے۔ سلسلہ عالیہ کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی ہے۔

جناب بابو سلطان صاحب وزیر آباد کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ملنے والے تھے اور پیر خانہ سے والہانہ الفت و عقیدت رکھتے تھے۔ بڑے نیک، متواضع اور خلیق آدمی تھے۔ اسی طرح شیخ خورشید صاحب ڈاکٹر صاحب کے حلقہ کے لوگوں میں سے تھے۔ ان دونوں حضرات کو بھی حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب محمد امین صاحب، جناب نعمانی صاحب اور دیگر حضرات کو شریعت و طریقت کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

۱۹- حضرت ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب سیالکوٹی بی اے، ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ

سیالکوٹ کے قریب بڈیانہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انٹرنس پاس کر کے محکمہ تعلیم میں مدرس ہو گئے اور کوہاٹ تقرر ہوا۔ پھر آپ نے پرائیویٹ طور پر ایف اے اور بی اے کیا۔ اور ایل ایل بی کرنے کے بعد سیالکوٹ میں وکالت شروع کی۔ اور سیالکوٹ ہی میں رہائش اختیار کر لی۔ مدرسی میں وقت گزارا تھا۔ اس لئے ماسٹر کا لفظ آپ کے نام کا گویا ایک جزو بن گیا تھا۔

حافظ ظفر علی صاحب پسروری کی وفات کے بعد ماسٹر صاحب کو انجمن خدام الصوفیہ کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ اور آپ تاحین حیات سکریٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مولوی امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کئی برس تک رسالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز کی تمام تحریکوں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دامے، درمے، قدمے ہر طرح کی خدمات انجام دیں۔ بعض تبلیغی دوروں میں بھی شریک رہے۔

مرزائیوں یا دوسرے معاندین نے جو مقدمات دائر کئے۔ آپ ان سب میں بطور وکیل پیش ہوتے رہے۔ اور بڑی قابلیت اور محنت سے پیروی کی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ نے آپ کو خلافت عطا کی تو چورہ شریف سے بھی آپ خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے حاجی مہر عبدالحق صاحب سے فرمایا تھا کہ "ماسٹر صاحب بہت بزرگ آدمی ہیں"۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دربار شریف میں فروکش ہوتے تو آپ پابندی سے ہر ہفتہ کی شام حاضری دیتے تھے اور اتوار کا دن یہیں گزار کر سیالکوٹ واپس جاتے تھے۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری بیماری میں ہفتے کے دن ماسٹر صاحب کو بہت یاد کرتے رہے۔ مگر بعض مجبوریوں کے سبب اس دفعہ ماسٹر صاحب اتوار کی صبح حاضر ہوئے تو حضور نے برجستہ یہ شعر پڑھا۔

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانب در دیکھ لے ہے جب کہ ہوش آجائے ہے

ماسٹر صاحب تڑپ گئے اور قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ آپ کو حضور کی ذات بابرکات سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ اور حضور بھی آپ پر خاص کرم فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۰۔ حضرت الحاج مولانا قطب الدین صاحب جھنگی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چک ۲۳۲ جوتیاں والا ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ آپ بڑے عالم دین، خطیب، مبلغ اور فن مناظرہ میں طاق تھے۔ سند یافتہ طبیب بھی تھے اور تین سال مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب دہلویؒ کی معیت میں گزارے تھے۔ آپ نے مدت العمر کوئی ملازمت نہیں کی۔ عمر بھر تبلیغ دین کرتے رہے۔ غیر مذہب والوں کے ساتھ بے شمار مناظرے کئے اور ہر معرکہ میں کامیاب رہے۔ آپ کو اپنے پیر خانہ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں کئی بار فریضۂ حج ادا کیا تھا۔

حضرت مولانا صاحب بڑے صالح، متقی، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ مدتوں آپ کی یہ عادت رہی کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانا کھا کر سو جاتے۔ دس بجے کے قریب بیدار ہو کر باجماعت

عشاء کی نماز ادا کرتے۔ پھر اسی مصلّے پر بیٹھے رہتے اور درود شریف اور وظائف پورے کرتے۔ اسی وضو سے تہجد کی نماز ادا کرتے اور فجر کی نماز تک درود شریف اور اوراد میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۲۔ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کامل درویش اور بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ آپ کے سلوک میں جذب شامل تھا۔ اور جذب کی یہ کیفیت تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر چیخیں مارنے اور تڑپنے لگتے تھے۔ ذرا کسی کا ہاتھ چھو جائے، کوئی بلند آواز کان میں پڑ جائے، کوئی نعرہ سن لیں، شیخ کا ذکر کان میں پڑ جائے، غرض ذرا ذرا سی بات پر جذب کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور بعض دفعہ بڑی دیر تک قایم رہتی تھی۔ کشف بہت بڑھا ہوا تھا تصرف اور فیوضات کے عجیب عجیب واقعات لوگ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے۔

آپ کی طبیعت میں بڑی سادگی تھی۔ سادہ لباس سادہ کھانا۔ عام طور پر سفید لباس ہوتا تھا۔ اور سر پر سفید عمامہ کبھی کبھی گول کھڑی ٹوپی بھی پہنی ہے۔ باہر جاتے تو واسکٹ اور قبا بھی پہنتے جس سے عالمانہ شان ظاہر ہوتی تھی۔ قد بلند، رنگ سانولا اور آواز شیریں اور دلکش تھی۔

فتنۂ ارتداد کا حال "سیرت" میں درج ہو چکا ہے۔ جب آگرہ میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ مرکز قایم فرمایا تو حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگر کو ناظم، حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب کو نائب ناظم اور حضرت مولانا عبد المجید خان صاحب کو انسپکٹر مدارس مقرر فرمایا تھا۔ حضرت مولانا انگر صاحب کے واپس آجانے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے ناظم کے فرائض سنبھال لئے تھے۔ اسی لئے یاران آگرہ آپ کو مستقل ناظم صاحب کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فتنۂ ارتداد کے زمانے میں دین اور سلسلہ کی بڑی قابل قدر اور یادگار خدمات انجام دی ہیں، جن کا ذکر آچکا ہے۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ مکاشفات اور تصرفات کے بھی بہت واقعات ہیں۔ یاروں کی امداد کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے اور ان کی مشکلات حل فرماتے تھے۔ "پنج گنج علی پوری" میں تفصیل درج ہے۔ شائقین مطالعہ کریں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۱ء میں حج و زیارت کے لئے پہلے تشریف لے جاچکے تھے حضرت شمس الملّت مدظلہ العالی نے حضرت قاضی صاحب کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپ نے مدینہ منورّہ تار دے کر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کی۔ اور حج و زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت ذاکر علی صاحب رہتکی اور حضرت نصیب خاں صاحب بھی اس سفر مبارک میں حضرت شمس الملّت مدظلہ العالی کے ہمراہ گئے تھے۔

۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک سے فارغ ہوکر آپ حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کرنال سے رہتک تشریف لائے۔ ان دنوں آپ سخت بیمار تھے۔ حاجی مصطفیٰ خاں صاحب کہتے تھے کہ میں، صوفی ذاکر علی صاحب اور چند دوسرے احباب حاضر خدمت تھے، عشا کے وقت فرمایا "آپ لوگ نماز پڑھیں میں بھی پڑھتا ہوں" تیمم کر کے نماز کی نیت باندھی اور نماز ہی میں رحلت فرمائی۔ اس دن ۱۲ ذلیقعدہ ۱۳۶۳ ہجری تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۲۔ حضرت مولانا عبدالمجید خاں صاحب جھجری رَحمۃُ اللہ عَلیہ

آپ جھجر کے لال خانی افغانوں میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد غلام محمد خان صاحب بڑے عابد وزاہد اور نقشبندی بزرگ تھے۔ فرماتے تھے کہ عبدالمجید خان بچپن ہی سے لہو ولعب سے دور رہتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے غلام محمد خان صاحب سے فرمایا تھا کہ "خان صاحب آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدالمجید جیسا ہونہار فرزند عطا کیا ہے"۔

آپ نے جھجر سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ اور جھجر کی جامع مسجد کے مدرسہ عربیہ میں فارسی عربی کی تحصیل کی۔ آپ کو جملہ علوم عربی پر عبور حاصل تھا۔ جفر اور کیمیا وغیرہ سے علمی دلچسپی تھی۔ اور شائقین کو ان علوم کے نکات سے بہرہ ور فرماتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور فی البدیہہ و برجستہ بہت خوب اشعار کہتے تھے۔ آپ کے شیخ حضرت مولانا صاحبؒ قصور کے رہنے والے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنا تخلص "قصوری" اختیار فرمایا تھا۔

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ (۱) "تحیات الکمالات" میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احوال قلمبند فرمائے ہیں۔ (۲) "چودھویں صدی کا فتنہ"۔ مختصر کتاب ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کے حالات میں۔

(۳) "حرزِ حقانی بجواب حربۂ قادیانی" میں ایک قادیانی کے پچپن سوالات واعتراضات کا مدلّل و مفصّل جواب تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد خود پچپن سوالات قایم کئے ہیں۔ آپ کے اعتراضات ایسے مضبوط ہیں کہ اب تک کوئی اُن کا جواب دینے کی ہمّت نہ کر سکا۔ (۴) "قومی کارنامے" مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وملّی خدمات بڑی خوش اسلوبی سے شمار کرائی ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے فارسی کے مشہور شعر پر اضافہ کر کے یہ قطعہ ترتیب دیا تھا۔ اور خیال ظاہر کیا تھا کہ یہی قطعہ کندہ کرا کے آپ کے مزار پر لگا دیا جائے تو بہتر ہے

قصوری دفن شد ایں جا سرِ راہ   سراپا نادم از جرم و خطائے
"مگر صاحبدلے روزے بہ رحمت   کند در حق ایں مسکیں دعائے"

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کی اطلاع کی گئی تو ساتھ ہی قطعہ تاریخ کی فرمایش کی گئی۔ اور یہ قطعہ بھی خط میں لکھ دیا گیا۔ مولانا قادری صاحبؒ نے جواب میں لکھا کہ "خدا جانے کتنا عرصہ ہوا جب انھوں نے وہ قطعہ فرمایا تھا۔ لیکن ان کی کرامت دیکھیئے کہ اس کے پہلے مصرع میں گویا اپنی تاریخ وفات ارشاد فرمادی تھی۔ مَیں نے آپ کا کارڈ پڑھتے ہی کھڑے کھڑے اس کارڈ کو دیکھ کر زبانی اس مصرع کے عدد نکالے تو پورے ۵ ،۱۳۷ھ نکلے"۔

آپ کی نسبت عالیہ سراپا جمال تھی۔ کبھی آپ کی زبان سے اللہ بالجہر کسی کے سننے میں نہیں آیا۔ جب نسبت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا —— آپ ہر وقت سلطان الاذکار کے شغل میں محو رہتے تھے۔ آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور کرامات بے شمار ہیں۔ تفصیل کے لئے "پنج گنج علی پوری" کا مطالعہ مفید مطلب ہو گا۔

حضرت مولوی صاحب کا قد درمیانہ اور جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی اور چہرہ گول تھا۔ داڑھی میں مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔ بینائی آخر تک درست رہی۔ خود فرمایا تھا کہ "ایک دفعہ جمعہ میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب خطبہ پڑھنے لگے تو چشمہ موجود نہ تھا۔ تمام جیبیں ٹٹولیں نہ ملا۔ مَیں نے بڑھ کر اپنا چشمہ پیش خدمت کیا۔ جمعہ کے بعد واپس فرمانے لگے مگر مَیں نے قبول نہیں کیا۔ اس وقت تک پڑھنے کے لئے مجھے چشمے کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ چاندنی کی روشنی میں لکھ پڑھ لیتا ہوں۔ گویا مجھ سے چشمہ لیکر حضرت قبلہ نے مجھے بینائی عنایت فرمادی"۔

حضرت کے صاحبزادے عبدالحمید خان صاحب کا بیان ہے کہ "۱۳ جون ۱۹۵۶ء کو آپ کو بخار ہُوا۔ ڈاکٹر نے دوا دی اور کہا کہ ملیریا ہے۔ جاتا رہے گا۔ مگر بخار تیز ہوتا گیا۔ اور غفلت رہنے لگی۔ ۱۴ جون کو دو بجے دن کے آپ نے لیٹے لیٹے نماز کی نیت باندھ لی۔ مَیں نے سمجھا غفلت میں ایسا کیا ہے۔ ہاتھ کھول دیے۔ تین بار ایسا ہی ہُوا۔ تیسری دفعہ میں نے ہاتھ کھولنے کا ارادہ کیا تو نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ مَیں نے ہاتھ ہٹا لیے۔ چند لمحوں کے بعد رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی"۔ سرگودھا میں اہلِ جھجر نے قبرستان میں لبِ سڑک نئی مسجد بنائی ہے۔ اس سے ذرا آگے بڑھ کر حظیرے میں آپ پختہ مزار میں آسودہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۳۔ حضرت الحاج نصیب خان صاحب رہتکی نعت خوان۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کاہنی ضلع رہتک کے رہنے والے تھے۔ فوج میں ملازم تھے۔ جب آپ کی تعیناتی سیالکوٹ میں تھی تو حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہ العزیز سے بیعت ہوئے تھے۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد اکثر علی پور شریف میں حاضرِ خدمت رہتے تھے۔ یا پھر تبلیغی دوروں میں حضور کے ہم رکاب ہوتے تھے۔ بلند آواز اور خوش الحان تھے۔ نعت خوانی بڑے شوق و ذوق سے فرماتے تھے۔ خود کہتے تھے کہ "جوانی میں میری آواز میل میل بھر تک سُنائی دیتی تھی"۔ بڑے نیک متقی اور بزرگ آدمی تھے۔ کئی بار آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہمراہ حج اور زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۴۔ حضرت الحاج بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی مدظلہ العالی

آپ حضرت حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت حافظ انور علی صاحب کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ خصوصیت اور عقیدت تھی۔ اور حضور بھی آپ کی بڑی عزت کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔ حافظ صاحب کے گھرانے کے سب افراد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضرت قبلۂ عالمؒ رہتک تشریف لے گئے۔ بھائی ذاکر علی صاحب نے میزبانی کی سعادت حاصل کی اور خدمت سے فیض یاب ہوئے۔

آپ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ ہیں۔ کئی دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے شرف یاب ہوئے

ہیں۔ دو حج انھوں نے میری معیت میں کئے تھے۔ ۱۹۴۶ء کے حج کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے بھائی جی سے فرمایا کہ "تم نے اور اختر نے حاجیوں کی بڑی خدمت کی ہے۔ میں تمھیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم دونوں کے حج مقبول و مبرور ہوئے"۔

اب آپ کراچی میں رہتے ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ کی خدمت میں دن رات سرگرم رہتے ہیں ہفتہ کے معین دنوں میں تو وہاں ختم شریف اور حلقہ ہوتا ہی ہے لیکن بھائی جی کہتے تھے کہ ہفتہ کا کوئی دن مشکل سے خالی جاتا ہوگا۔ ورنہ کبھی ایک کے اور کبھی دوسرے کے گھر ختم شریف ہوتا رہتا ہے۔ جب حضرت بخشی مصطفےٰ علیخاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے حکم پر کراچی سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے لگے تو انھوں نے میرے ذریعے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ میرے چلے جانے کے بعد کراچی میں کون کام کرے گا۔ تو حضور نے ادنیٰ تامل کے بعد فرمایا کہ "ذاکر علی سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے"۔ چنانچہ توسیع سلسلہ کے لئے آپ بہت قابل قدر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ ہمت اور صحت عطا فرمائے۔

۲۵۔ حضرت الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے ایل ٹی ایم آر اے ایس رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا خاندان بچھراؤں ضلع مراد آباد (یوپی) میں آباد تھا۔ آپ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ کی نسل سے ہیں۔ آپ کا خاندان "مولویوں" کا خاندان کہلاتا تھا۔ آپ کے بزرگوں میں سبھی متداول عربی علوم حاصل کرتے تھے اور بعض بڑے بلند پایہ عالم گزرے ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولوی احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ریاست رام پور میں وکالت کرتے تھے، بلند رتبہ عالم اور "محدث" کے لقب سے مشہور ہیں۔

فریدی صاحب کی تاریخ ولادت ۷ المحرم ۱۳۰۷ھ (مطابق ۱۸۸۹ء) ہے۔ آپ نے مدرسہ کی رسمی تعلیم کے بعد رام پور کے اسٹیٹ ہائی اسکول سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور کالج کی تعلیم ایم اے او کالج علی گڈھ میں حاصل کی۔ انٹرنس ۱۹۰۹ء میں بی اے ۱۹۱۳ء میں پاس کیا۔ آپ بی اے کے آخری سال میں تھے کہ آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ مگر آپ نے تعلیم جاری رکھی۔ اور الہ آباد سے ۱۹۱۴ء میں ایل ٹی کی سند حاصل کی۔

اس کے بعد آپ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ میں تھرڈ ماسٹر ہو گئے۔ اور یہیں سے ۱۹۱۷ء میں حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور میں ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر چلے گئے۔ اٹاوہ اور کانپور کی ملازمت کے دوران آپ نے ایم اے فارسی (پریویس) ۱۹۱۷ء میں اور فائنل ۱۹۱۸ء میں پاس کیا۔ ۱۹۲۰ء کے سال تعلیمی کے آغاز میں آپ سینٹ جانس کالج آگرہ میں فارسی کے پروفیسر اور صدر شعبہ بن کر آ گئے۔ اور وفات تک اسی خدمت پر فائز رہے۔

جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نومبر ۱۹۲۴ء میں فتنۂ ارتداد کے انسداد کے لئے آگرہ تشریف لائے ہیں تو حضور نے تین ہفتے سے زیادہ آگرہ میں قیام فرمایا تھا۔ حضرت فریدی صاحبؒ اسی وقت سلسلہ عالیہ میں بیعت ہوئے تھے۔ حضور نے اس کے بعد بھی آگرہ کے کئی دورے فرمائے۔ ابتداء میں انجمن خدام الصوفیہ کے دفتر میں قیام فرماتے تھے۔ بعد میں حضرت فریدی صاحبؒ کی درخواست پر ان کے گھر قیام ہوتا تھا۔ حضور تقریباً ہر سال دکن کے دورے پر تشریف لیجایا کرتے تھے۔ واپسی پر بالالتزام آگرہ میں چند روز قیام فرماتے۔ اور ہر بار فریدی صاحب میزبانی کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ایسے موقع پر فریدی صاحب پہلے سے یارانِ طریقت کو اطلاع کر کے دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ دہلی۔ رہتک۔ جھجر۔ بہادر گڈھ اور اطراف یوپی سے اکثر پیر بھائی آگرہ حاضر ہو جاتے تھے۔ اور حضور کی خدمت میں باریابی سے مشرف ہوتے تھے۔

پہلے ذکر آ چکا ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب گرمیوں میں باہر کھوہ والی مسجد میں تشریف لے جاتے تھے تو تمام یارانِ طریقت بھی ہمراہ ہوتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ فریدی صاحب کو حکم دیتے کہ "ان کو مسئلہ سناؤ"۔ حضرت فریدی صاحب تقریباً ایک گھنٹہ تقریر فرماتے۔ اور دعا کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بوسی کرتے تھے۔ ایسے موقع پر کئی بار حضور نے اپنی خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا۔ اور یہ مصرع پڑھا "اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی"۔ حضور نے انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ میں اپنی تقریرِ دل پذیر سے پہلے جو کلماتِ تحسین ارشاد فرمائے تھے وہ پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

فریدی صاحب کا معمول تھا کہ دسمبر کی تعطیل میں اکثر و بیشتر اور گرمیوں میں کالج بند ہو جانے کے بعد ہمیشہ دربار شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ دسمبر میں آٹھ دس دن اور مئی میں پچیس دن سے مہینہ بھر تک قیام کیا کرتے تھے۔ دورانِ قیام حضور سے وعدہ لے لیتے تھے کہ سفرِ دکن میں

آگرہ کو بھی نزولِ اجلال سے فیض یاب فرمائیں گے۔ آگرہ کی دریاں اور جانماز مشہور ہیں۔ بہت عمدہ، خوبصورت اور دیرپا ہوتے ہیں۔ فریدی صاحب کے پیش کئے ہوئے بعض جانماز، دریاں اور صفیں اب تک آستانۂ عالیہ میں موجود ہیں۔

فریدی صاحب کو حضرت قبلۂ عالمؒ نے آگرہ میں "امیر حلقہ" مقرر فرمایا تھا۔ ۳۰؍ دسمبر ۱۹۴۰ء کو دربارِ عالی میں حضورؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اس کو اخفا میں رکھنا چاہا۔ مگر حضور کے تاکیدی حکم پر مجبوراً لوگوں کو داخل کرنے لگے ورنہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ طالبانِ حق کو حضرت قبلۂ عالمؒ یا صاحبزادگان کی آمد تک بیعت کے لئے انتظار کراتے تھے۔

آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا مگر اس کے اظہار سے گریز کرتے تھے۔ احکامِ شریعت کی پابندی کے ساتھ آپ کو اتباعِ سنّت کا خاص التزام ملحوظ رہتا تھا۔ آپ بڑے خوش مزاج، بذلہ سنج، مہمان نواز اور بردبار طبیعت کے مالک تھے۔ اپنے کسی بچہ پر آپ نے کبھی غصہ نہیں کیا۔ مگر فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ فرمانِ مصطفویؐ کی تعمیل میں اپنے بڑے صاحبزادے احمد حسن فریدی کو ان کے بچپن میں نماز نہ پڑھنے پر قمچیوں سے مارا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے یا بعد نہ ان کو سزا دی نہ کسی اور بچے کو۔ اتباعِ سنّت کی ایک اور دلچسپ مثال آپ کے مرض الموت میں دیکھنے میں آئی۔

حضرت مولانا الحاج محمد سعادت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، محدّث اور ولی اللہ تھے۔ وہ اپنے بڑے صاحبزادے پروفیسر مفتی محمد حبیب صاحب کے پاس اجمیر شریف میں تھے۔ فریدی صاحب بیمار ہوئے تو فاروقی صاحب سے خط لکھوا کر مولوی صاحب کو اجمیر سے بلایا۔ مولوی صاحب اجمیر سے آکر اپنے گھر میں مقیم ہوئے اور روزانہ فریدی صاحب کو دیکھنے آتے رہے۔ فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ "میں نے مولوی صاحب قبلہ سے عرض کیا فریدی صاحب کو اتنا تیز بخار ہے۔ اور اندر گرمی بھری ہوئی ہے۔ مگر وہ بار بار کہتے ہیں کہ "مجھ پر پانی چھڑکو۔" کوئی ایسی دوا بتا دیجئے جس سے تسکین حاصل ہو۔ مولوی صاحب قبلہ نے سر جھکا لیا۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر الگ ہٹ کر مجھ سے کہا "ان کی اس گرمی اور اس فرمائش کا کوئی دوا

تدارک نہیں کرسکتی۔ وہ تو اتباعِ سنّت انجام دے رہے ہیں۔" (حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مرضِ مبارک میں اپنے جسم اطہر پر پانی کے چھینٹے دینے کا حکم دیا تھا۔")

فریدی صاحب نے تقریباً اکتیس ۳۱ سال معلّمی کے فرائض انجام دیے تھے۔ آپ کے طلبہ آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ کے بے حد مدّاح ہوتے تھے۔ اور آپ بھی علاوہ تدریسی فرائض انجام دینے کے ان کی اصلاح احوال میں کوشاں رہتے تھے۔ فریدی صاحب کے ایک شاگرد جو بہت بڑے عہدے پر فائز ہیں، جب پشاور میں کمشنر تھے، تو خود انھوں نے فاروقی صاحب کو اپنا یہ قصّہ سُنایا کہ

"ہماری ایم اے کی جماعت کالج کے آخری اوقات میں ہوتی تھی۔ فریدی صاحب کا پیریڈ نہایت دلچسپ ہوتا تھا۔ خبر بھی نہیں ہوتی تھی کہ کتنی دیر ہوگئی۔ ایک جمعرات کو کلاس سے فارغ ہوکر مولانا نے (وہ فریدی صاحب کو ہمیشہ مولانا ہی کہتے چلے آئے ہیں) مجھ سے فرمایا کہ "چلو۔ آج سیدنا چلتے ہیں۔" (آگرہ کے عرف عام میں حضرت سیدنا میر ابو العلا رحمۃ اللہ علیہ کو صرف سیّدنا کہا جاتا ہے) میں کہاں مزارات کی حاضری کا شوقین تھا۔ میں نے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشے۔ مگر مولانا نہ مانے اور مجھے ساتھ لے کر سیّدنا کے روضہ شریف پر جا پہنچے۔ اب مجبوراً مجھے وضو کرکے عصر کی نماز پڑھنی پڑی۔ نماز کے لئے مولانا نے فرمایا "آؤ۔ جماعت سے پڑھتے ہیں۔" میرے پاس ٹوپی بھی نہیں تھی۔ رومال باندھ لیا تھا۔ نماز پڑھ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھی۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی۔ مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر مولانا کے ساتھ واپس آگیا۔

"اس دن مولانا کے پیچھے عصر کی نماز کیا ادا کی کہ اس دن سے آج تک خدا کے فضل سے میری ساری نمازیں ہوتی رہی ہیں۔ ایسا تو ہو جاتا ہے کہ کام میں نماز قضا ہو جاتی ہے۔ مگر بحمداللہ میں دوسرے وقت قضا نماز کو ادا کرلیتا ہوں۔ عجیب بات ہے۔ مولانا نے مجھے کبھی نماز پڑھنے کی بابت کوئی نصیحت نہیں فرمائی۔ مگر اس شام ان کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے۔ نیز مغرب کے وقت صف میں ساتھ کھڑے ہونے کا یہ فائدہ میرے سامنے ہے کہ خدا کے فضل سے ادا یا قضا

نماز پڑھتا رہا ہوں۔"

فریدی صاحب بڑے خدا رسیدہ ولی اللہ تھے۔ فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ "رات کو ساڑھے گیارہ بجے سے کچھ پہلے آپ نے وصال فرمایا تھا۔ حضرت مولانا سعادت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے اور ساری رات وہیں رہے۔ صبح تک سب لوگ ذکر اور تلاوت میں مشغول رہے۔ رات ہی میں اکثر دوستوں اور یاروں کو مطلع کر دیا گیا تھا۔ فریدی صاحب کا تصرف یہ تھا کہ اس وقت یا اس کے بعد کسی کے رونے کی آواز بھی کسی دوسرے کے کان تک نہ گئی۔ چیخ پکار کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ نماز فجر کے بعد جب ذرا روشنی ہونے لگی تو آپ کے جسم پر سے چادر ہٹائی کہ اب غسل کی تیاری کی جائے۔ چادر ہٹائی تو سب نے دیکھا کہ آپ کا قلب مبارک اتنے زور زور سے "ذکر" کر رہا ہے کہ صاف اسم "اللہ" سمجھ میں آتا تھا۔ نصف جسم پر سے چادر ہٹائی جا چکی تھی۔ یہ دیکھ کر سب رک گئے۔ بتدریج یہ آواز کم ہوتی گئی اور کچھ دیر میں بالکل جاتی رہی۔ حضرت مولانا مولوی محمد سعادت اللہ صاحب قبلہ آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔ ان سے نہ رہا گیا۔ بے اختیار جھک کر فریدی صاحب کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا "یہ حال تھا آپ کا — اور ساری عمر اپنے آپ کو پوری طرح چھپائے رہے۔"

فریدی صاحب کے ایک اور شاگرد ریاض الحسن صاحب فاروقی مرحوم و مغفور بی اے بی ٹی، نقشبندی سلسلہ میں داخل، بڑے عابد و زاہد، متقی اور خدا رسیدہ شخص تھے۔ انھوں نے جون ۱۹۵۳ء میں فاروقی صاحب کو سنایا کہ "حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ پاک پر روشنی کا انتظام مطلق نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار میں بعد مغرب حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھ کر وہیں مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو میں نے دیکھا کہ مزار مبارک سے آسمان تک نور کا ایک ستون قایم ہے۔ قریب ہی کوئی صاحب اور تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران ہوا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ فیضان ہو رہا ہے۔ مگر اندھیرے میں مجھے مطلق معلوم نہ ہو سکا۔ اتنے میں نماز عشا کے لئے اقامت ہونے لگی۔ میں اٹھ کر مسجد کی طرف آنے لگا۔ دوسرے لوگ بھی اندر دالان کی طرف جا رہے تھے۔ کسی نے یونہی میرے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ "مولانا فریدی صاحب آئے ہوئے ہیں۔" میں نے سمجھ لیا کہ یہ خطاب خاص طور پر میرے لئے ہے۔ اور یقیناً فریدی صاحب قبلہ ہی اس وقت مزار مبارک

پر حاضر تھے۔ میرا جی بھی چاہا کہ استاد محترم کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔ مگر مسجد میں صرف ایک چھوٹا سا بلب روشن تھا۔ جس میں کسی کو تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔ حسرت لیئے واپس آگیا۔"

اسی صحبت میں ریاض صاحب نے فاروقی صاحب کو دوسرا واقعہ یہ سنایا کہ "اگلے دن چاندنی چوک سے گزرتے ہوئے میں ٹرام میں سوار ہوا۔ جب سیٹ پر بیٹھ گیا تو دیکھا کہ میرے بالکل سامنے کی سیٹ پر حضرت مولانا فریدی صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں نے اُٹھ کر سلام کیا۔ بڑی شفقت سے مصافحہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ "خوب ہوا آپ مل گئے۔ میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا مگر مجھے نہ تو آپ کی قیام گاہ کا علم تھا اور نہ اس ہائی اسکول کا نام یاد تھا جہاں آپ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ آپ کے والد صاحب کے انتقال کا حال معلوم کر کے بہت افسوس ہوا۔ آیئے ابھی فاتحہ پڑھ لیں"۔ یہ کہہ کر فریدی صاحب قبلہ نے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے بھی تقلید کی۔ تو میں یہ دیکھ کر سخت حیران تھا کہ یہ فاتحہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ ہم دونوں کے درمیان والد صاحب کی قبر صاف نظر آ رہی تھی۔"

جیسا کہ ذکر ہوا مئی ۱۹۴۵ء میں آپ بیمار ہوئے تھے۔ نو دس دن علیل رہ کر، ۱۷ مئی ۱۹۴۵ء (مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ) کو خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اور سیدنا میر ابوالعلا رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ کے باہر حضرت شاہ نور الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے بالمقابل سڑک کی دوسری جانب دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے سفر دکن سے واپسی میں آگرہ میں قیام فرمایا۔ اور مزار شریف پر تشریف لیجا کر فاتحہ پڑھی۔ اور بہت دیر وہاں رُکے رہے۔

فریدی صاحب کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سنبھلی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک فرزند پروفیسر الحاج مولوی زاہد حسن فریدی ایم اے (پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ) ہیں۔ یہ خاتون بڑی نیک، پارسا اور متقی تھیں۔ بچہ کی ولادت ہی میں انھوں نے انتقال فرمایا۔ مرحومہ کی چھوٹی بہن نے زاہد کو پالا۔ بعد میں اُنھی سے فریدی صاحب کی دوسری شادی ہوئی۔ جن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں حیات ہیں۔ عارف حسن فریدی گورنمنٹ ہائی اسکول کوئٹہ میں اسسٹنٹ ماسٹر ہیں۔ صادق حسن فریدی نون شوگر انڈسٹری میں چیف اکاؤنٹنٹ ہیں۔ اور حافظ الحاج ظفر حسن فریدی راولپنڈی میں حبیب بنک کی ایک شاخ کے مینجر ہیں۔ بڑی لڑکی حضرت قادری صاحبؒ کے بڑے لڑکے ساجد حسن قادری سے منسوب ہیں جو کوئٹہ میں ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین ہیں۔ اور چھوٹی اپنے ماموں زاد بھائی زبیر عالم چشتی سے

منسوب ہیں جو اسپنسر کے مرکزی دفتر کراچی میں چیف اکاؤنٹنٹ ہیں۔ سب افراد داخل سلسلہ ہیں۔ فریدی صاحب کی اہلیہ دو بار شرفِ حج و زیارت حاصل کر چکی ہیں۔ بڑی پارسا، متقی، عابدہ اور بزرگ خاتون ہیں۔ پیر خانہ سے والہانہ محبت ہے۔ اور سال میں کئی دفعہ باوجود بیماری اور ضعف کے حاضر ہوتی رہتی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔

۲۶۔ حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ

آپ فریدی صاحب کے حقیقی بڑے بھائی ہیں۔ آپ کے والد صاحب کے دو لڑکے ہوئے مگر دونوں زندہ نہ رہے۔ ان دونوں کا نام حامد حسن تھا۔ آپ پیدا ہوئے تو بہت نحیف و لاغر تھے۔ سب کو یقین تھا کہ یہ بھی حیات نہ رہیں گے۔ سب نے اصرار کیا کہ یہ نام ٹھیک نہیں۔ اب کے کچھ اور نام رکھا جائے۔ مگر آپ کے والد ماجد عالم و محدث بزرگ تھے ضعیف الاعتقادی کی ایسی باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کا نام بھی حامد حسن ہی رکھا۔ اور خدا کا فضل و کرم کہ باوجود عمر بھر نحیف الجثہ اور دائم المرض رہنے کے آپ نے طویل عمر پائی۔

آپ کی ولادت ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ (مطابق ۱۰ مارچ ۱۸۸۷ء) کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر اور مدرسہ میں حاصل کر کے اسٹیٹ ہائی اسکول رام پور میں داخل ہو گئے۔ لیکن اس قدر نحیف الجثہ اور دھان پان تھے کہ ۱۹۰۹ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد بزرگوں نے کالج کی پڑھائی کو مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ آپ مدرسہ عالیہ رام پور میں داخل ہو کر فارسی اور عربی کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ صرف انگریزی میں ایف اے کیا۔ مگر اس کے بعد بی اے کی نوبت نہ آئی۔

آپ کو بچپن سے مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ آپ کی والدہ صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ "میری جب بھی آنکھ کھلتی، دیکھتی کہ حامد پڑھ رہے ہیں۔ میں تاکید کرتی کہ اب بہت رات ہو چکی ہے لالٹین گل کرو اور سو جاؤ۔ میں تو پھر سو جاتی اور یہ کبھی دو بجے رات سے قبل نہ سوتے۔ حالانکہ ان دنوں چھٹی جماعت کے طالب علم تھے"۔ مطالعہ کا یہ شوق اور عادت ساری عمر قائم رہی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انگریزی ادب اور تنقید کا وسیع مطالعہ اپنے شوق سے کیا تھا۔ جیسا کہ ان کے علمی اور تنقیدی مقالات

سے ثابت ہے۔ انگریزی ادب کے پروفیسر تک آپ کی دقت نظر اور وسعت علم سے حیران رہ جاتے تھے۔ یہی حال فارسی عربی ادب اور دینی علوم کا تھا۔ کہ آپ نے مدرسہ میں جس قدر علم حاصل کیا تھا۔ عمر بھر کے مطالعہ سے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا تھا۔ اور جلیل القدر عالم بن گئے تھے۔

غالباً ۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلما لکھنؤ کا سالانہ جلسہ حلیم مسلم ہائی اسکول کان پور میں منعقد ہوا تھا۔ حکیم اجمل خان صاحب مرحوم صدارت فرما رہے تھے۔ اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسرے ممتاز علما شریک جلسہ تھے۔ قادری صاحب ان دنوں حلیم اسکول میں ہیڈ مولوی تھے۔ آپ نے اس جلسے میں "عربی لسانیات" پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا تھا۔ جس میں عربی زبان کی معجزانہ خصوصیات کے عجیب عجیب نکتے بیان کئے تھے۔ مقالہ ختم ہوا تو ان اکابرین نے آگے بڑھ کر تحسین و آفرین کہی۔ نواب صدر یار جنگ بہادر نے جوشِ طرب میں آپ کی پیشانی چوم لی۔ حکیم اجمل خاں صاحب نے کرسئ صدارت سے اُٹھ کر بے اختیار گلے لگا لیا اور پُرجوش الفاظ میں داد دی۔ اور مولانا سلیمان ندوی نے فرمایا کہ "جزاک اللہ۔ آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے۔"

تحصیل علم کے بعد آپ اپنے چھوٹے چچا پروفیسر محمد محسن صاحب فاروقی مرحوم کے پاس اندور چلے آئے۔ جہاں وہ کینیڈین مشن کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر تھے۔ آپ کی ملازمت کی ابتدا مہو چھاؤنی کے ایک اسکول سے ہوئی۔ جس کے بعد آپ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ آ گئے۔ یہاں سے بڑودہ کالج کی پروفیسری پر گئے۔ یہاں آپ طلبہ کو انگریزی زبان میں درس دیا کرتے تھے۔ یہیں آپ نے علم البیان اور علم البدیع پر انگریزی زبان میں بڑے معرکہ کی کتاب تصنیف کی جس میں عربی۔ فارسی۔ اردو اور انگریزی چار زبانوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ امثلہ و شواہد عربی میں بیشتر کلام مجید سے دی ہیں۔ اور دوسری زبانوں میں ان زبانوں کے مستند شعرا و علما کے کلام اور تصنیفات سے جمع کی ہیں۔

۱۹۱۷ء میں مولانا فریدی صاحب کا تقرر حلیم مسلم ہائی اسکول کان پور کی ہیڈ ماسٹری پر ہوا تو ساتھ ہی آپ بھی ہیڈ مولوی ہو کر یہاں تشریف لے آئے۔ فریدی صاحب تو تین سال بعد آگرہ چلے گئے آپ دس سال کان پور میں رہے۔ خدا کا فضل یہ کہ ۱۹۲۷ء میں آپ کو بھی آگرہ کے اسی کالج میں پروفیسری مل گئی۔ ۱۹۴۵ء میں فریدی صاحب کے وصال پانے کے بعد آپ سینٹ جانس کالج ہی میں ان کی جگہ صدر شعبہ فارسی و اردو بن گئے۔ اور ۱۹۵۱ء میں ریٹائر ہوئے۔

جیساکہ اوپر ذکر ہُوا حضرت فریدی صاحب ہر تعطیل میں علی پور شریف حاضر ہُوا کرتے تھے۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں قادری صاحب بھی آپ کے ہمراہ دربار شریف گئے اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اس کے بعد سے دونوں بھائی ہمیشہ ساتھ ہی حاضر ہوتے رہے۔ فریدی صاحب کے وصال کے بعد جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ خوانی کے لئے آگرہ تشریف لائے ہیں، تو ۷ر جولائی ۱۹۴۵ء کو آپ کو خلافت سے نوازا تھا۔ فریدی صاحب کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ کی میزبانی کی سعادت آگرہ میں قادری صاحب ہی کو حاصل ہوتی رہی۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں جب دونوں بھائی دربار شریف حاضر ہوئے تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اب کے آپ بھی ہمارے ہمراہ حج کو چلئے" دونوں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ مگر زادِ راہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ انھوں نے نیت کر لی کہ اپنی والدہ صاحبہ کو بھی ضرور ہمراہ لے جائیں گے۔ فریدی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس طرح جانے والے تو دو سے چار ہو گئے۔ اور زادِ راہ ایک کے لئے بھی مہیا نہ تھا۔ مگر منجانب اللہ انتظام ہو گیا۔ ایک ناشر پر کئی سال کی رقم واجب الادا تھی۔ اس نے کئی ہزار روپے آپ کے حصہ رسدی کے پیش خدمت کئے۔ اور بڑے اطمینان سے ۱۹۳۲ء میں ان سب نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہم رکابی میں حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔

لوگوں کو اکثر تعجب ہُوا ہے کہ ایک ہی خاندان میں ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ فاروقی ہیں۔ کچھ فریدی اور کچھ چشتی۔ حضرت قادری صاحب نے بتایا کہ اس صدی کے آغاز میں جب یہ شوق عام ہُوا کہ اپنے نام کے ساتھ اس طرح کی نسبتیں لگائی جائیں۔ تو آپ کے حقیقی چچا مولوی محمد محسن صاحب فاروقی نے اپنے لئے "فاروقی" اختیار کیا۔ اور فریدی صاحب نے "فریدی"۔ یہ دونوں نسبتیں باعتبار نسب ہیں۔ اُس وقت تک ان کا سارا خاندان چشتی قادری سلسلے میں بیعت تھا۔ اس لئے قادری صاحب "قادری" اور ان کے ماموں زاد بھائی مولوی ظہیر عالم صاحب چشتی مرحوم نے "چشتی" نسبت اختیار کی۔ بعد میں یہ سبھی حضرات اور ان کے تمام افراد خاندان نقشبندی سلسلہ سے وابستہ ہو گئے مگر ان نسبتوں کی حیثیت اب بطور روایت کے جزو نام بن چکی ہے۔ اس لئے بدستور باقی ہے۔

حضرت قادری صاحبؒ عالم فاضل ہونے کے ساتھ بلند رتبہ شاعر بھی تھے۔ غزل تو آپ نے صرف اوائل عمر میں کہی۔ اس کے بعد نظم، نعت اور منقبت کہتے رہے۔ حضرت قبلۂ عالم کی منقبت میں آپ نے کئی

غزل نما نظمیں کہی ہیں۔ آپ کا تصنیف کردہ "شجرہ طیبہ" اور حضور کی رحلت پر" ترکیب بند" اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ آپ اس زمانے کے باکمال استاد، مصنّف اور لسانیات و تنقید میں استناد کے درجہ پر فائز تھے۔ فن تاریخ گوئی اب بالکل اُٹھ گیا ہے۔ مگر قادری صاحب کو اس میں بھی استادی کے درجہ کی مہارت حاصل تھی۔ کلام مجید اور حدیث شریف سے بے مثال اور برجستہ تاریخ نکالتے تھے۔ آپ نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے نکالی ہے:۔ یاایتھاالنفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربّك ۔ آپ کی لکھی ہوئی تاریخوں کی کئی جلدیں ابتک غیر مطبوعہ حالت میں ہیں۔

آپ کی علمی اور تنقیدی تصنیفات کی تعداد بہت ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ داستان تاریخ اردو۔ نقد و نظر۔ کمال داغ ۔ انتخاب مومن ۔ تاریخ و تنقید ۔ تاریخ مرثیہ گوئی۔ منظوم ترجمہ رباعیات خیام"۔ منظوم ترجمہ رباعیات ابوسعید ابوالخیر"۔ وغیرہ وغیرہ ۔ بیان و بدیع کی کتاب کا ذکر پہلے آیا۔ دوسری بہت سی کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں ۔ آپ کے علمی اور تنقیدی مقالات بلند پایہ رسائل کی زینت بنتے رہے ہیں کیسی کو طباعت کی توفیق ہو تو کئی جلدوں میں سمائیں گے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے آپ پر ایم اے کے امتحان کے لئے علمی مقالہ لکھا تھا۔ اب سندھ یونیورسٹی میں ایک صاحب پی ایچ ڈی کے لئے آپ پر مقالہ لکھ رہے ہیں ۔

آپ کے دو صاحبزادے ساجد حسن قادری اور خالد حسن قادری پہلے پاکستان آچکے تھے۔ ان کے اصرار پر آخر ۱۹۵۵ء میں آپ بھی آگرہ سے کراچی آگئے۔ آپ مدّت العمر پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا رہے تھے مگر آپ نے فرمایا کہ "جب سے کراچی آیا ہوں صحت بہت اچھی رہتی ہے"۔ یہاں آکر آپ نے تصنیفات کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا تھا۔ اور صرف عبادت و ریاضت میں وقت صرف فرماتے تھے۔ توسیع سلسلہ عالیہ کے سلسلے میں آپ بڑی خدمت انجام دیتے رہے۔ اور کراچی میں ہر ہفتہ باقاعدہ آپ کے گھر حلقۂ ذکر ہوا کرتا تھا۔

آپ خاموش مزاج اور کم گو شخص تھے۔ تواضع، مہمان نوازی، بردباری، انکسار اور راستبازی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ شاگردوں یا بچوں پر کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔ گھروں میں ملازم یا بچہ سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ جس پر دوسرے ناراض ہوتے تھے۔ آپ سامنے ہوتے تو ہنستے اور انھیں

منع فرماتے تھے۔ اگر کسی سے چینی یا شیشے کا برتن گر کر ٹوٹ جاتا تو دوسروں کو تو غصہ آتا تھا۔ اور آپ ہنس ہنس کر بار بار یہ مصرع دہرایا کرتے تھے۔ "شگون نیک ہے شیشے کا چکنا چور ہو جانا"

بھائی ذاکر علی صاحب، قادری صاحب کے تصرفات اور کرامات کے واقعات سناتے ہیں۔ مگر آپ خود اخفا کے قائل تھے۔ اور یہ بھی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ اہلِ دل، روشن ضمیر، صاحب کشف، اور ولایت کے بلند رتبہ پر فائز ہیں۔

آپ نے کراچی میں ۶ جون ۱۹۶۴ء (مطابق ۲ محرم ۱۳۸۴ھ) کو وفات پائی — اور پاپوش نگر کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادگان اور عقیدت مند ہر سال آپ کے عرس پر قرآن خوانی اور فاتحہ کراتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی شادی آپ کی منجھلی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی۔ بڑی نیک، پارسا، حلیم الطبع اور متقی بی بی تھیں۔ حال میں ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء کو وفات پائی ہے۔ آپ کے بھی چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بڑے لڑکے ساجد حسن قادری کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ دوسرے ڈاکٹر خالد حسن قادری ہیں، جو لندن یونیورسٹی میں اردو کے استاد ہیں۔ تیسرے ماجد حسن فریدی ہیں۔ آپ اس سال چوتھی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت حاصل کرنے گئے ہیں۔ اور کراچی میں سیکنڈری اسکول کے پرنسپل ہیں۔ چھوٹے راشد حسن قادری ایم کام بینک میں کنٹرولر کے عہدے پر فائز ہیں۔ بڑی لڑکی کی شادی فریدی صاحب کے بڑے صاحبزادے زاہد حسن فریدی سے ہوئی تھی اور چھوٹی کی شادی ان کے ماموں زاد بھائی ناصر عالم چشتی سے ہوئی ہے۔ جو بینک میں افسری کے عہدے پر ملازم ہیں۔ خدا ان سب کو سعادت و فلاحِ دارین سے نوازے۔

۲۷۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم، نیک، متقی اور بزرگ شخص تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے لڑکپن ہی میں بیعت ہو گئے تھے۔ علی پور سیداں پابندی سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے دس سال تک مسلسل سفر و حضر میں حضور کی خدمت فرمائی ہے۔ گجرات (بھارت) کے علاقے میں تبلیغ اسلام اور توسیع سلسلہ کے لئے بہت کام کیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد بھی یہ کام جاری رہا۔ آپ نے بہت لوگوں

کو براہِ راست حضور سے بیعت کرایا۔ اور بہت سے افراد کو خود بیعت میں لیا۔ تبلیغی جلسوں اور عرسوں میں اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور اصلاحِ احوال میں سعی بلیغ فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کئی دفعہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ کئی سال ہوئے وہیں احمد آباد میں آپ کا وصال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۸۔ حضرت الحاج بخشی مصطفےٰ علی خاں صاحب بنگلوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگلور کے رہنے والے تھے۔ بی اے کو کے محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے۔ اور ڈی ایس پی کے عہدے تک ترقی کی۔ بڑے دیندار، متقی، صالح، پرہیزگار بزرگ تھے۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز آپ پر بہت شفقت فرماتے اور آپ کے ظاہر و باطن کی اصلاح و ترقی میں توجہ فرماتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے شیخ اور سارے پیر خانہ سے کمال عقیدت اور محبت تھی۔ اگر کسی سے کوئی بات ایسی سرزد ہو جاتی جو بخشی صاحبؒ کے خیال میں توہین کا شائبہ بھی رکھتی تھی، تو اس کے بہت سختی سے پیش آتے تھے ــ سرزنش فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کے لئے علیک سلیک تک بند کر دیتے تھے۔

آپ بڑے نڈر، بے باک، متدین اور فرض شناس پولیس افسر تھے۔ جس کام میں دوسرا کوئی افسر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتا تھا، آپ بے تکلف اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی اعانت کے بھروسے پر اس خطرناک مہم کو سر کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خود اپنا ایک واقعہ مدینہ منوّرہ سے لکھ کر رسالہ انوار الصوفیہ میں طباعت کے لئے بھیجا تھا۔ لکھا تھا کہ "میں مدراس کے علاقے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لگا ہوا تھا۔ ایک مقام پر ہندوؤں کے دو فرقوں میں فساد ہو گیا۔ عوام مندر کے مہنت کے خلاف ہو گئے تھے اور یاترا کے رتھ کے جلوس میں مزاحم تھے۔ دونوں کے مددگاروں کا اژدھام ہو گیا۔ بھاری تعداد میں پولیس بھیجی گئی۔ مگر ہجوم اور فساد بڑھتا ہی گیا۔ اور پولیس اور حکام کو بیس تیس ہزار کے مجمع نے محاصرہ میں لے لیا۔

"تحصیل دار، تھانیدار اور سپاہی سب اپنی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ فقط میں اور دو سپاہی رہ گئے۔ ان دو سپاہیوں میں بھی ایک ہندو تھا اور ایک مسلمان۔ ہر طرف خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ ہمیں بھی اپنی جان کا سخت اندیشہ تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ تشریف لائے اور میری پشت پر ہاتھ رکھ کر حکم دیا کہ "گھبراؤ مت۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو"۔ اب تو

میں شیر ہوگیا میں نے پبلک کو منتشر ہوجانے کا حکم دیا اور کہہ دیا کہ اگر چند منٹ میں منتشر نہ ہوئے تو گولی چلادی جائیگی۔ مگر مجمع بہت زیادہ مشتعل ہوچکا تھا کسی نے پروانہ کی۔ چنانچہ ہم نے اللہ کے بھروسے پر فائرنگ شروع کردی۔ پانچ سات آدمی زخمی ہوگئے تو سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ہمیں کسی قسم کا خطرہ نہ رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تحصیلدار اور دوسرے افسروں کے ڈیروں کو مجمع نے لوٹ کھسوٹ کے برباد کردیا تھا۔ مگر میرا ڈیرہ جوان کے قریب ہی تھا بالکل محفوظ رہا۔"

آپ کی ملازمت کے دوران جب حضور قبلہ عالمؒ دکن کے تبلیغی سفر پر تشریف لے جاتے تھے۔ تو بخشی صاحب حاضر خدمت ہوکر دعوت دیتے تھے۔ اور اصرار پیہم کے بعد اپنی تعیناتی کے مقام پر لیجانے میں کامیاب ہوتے تھے۔ اس طرح آپ کو کئی دفعہ حضور کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل آپ نے خود اپنی تصنیف کردہ کتاب "آفتاب عالم تاب" میں لکھی ہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آپ حضور کے ہمراہ تبلیغی دوروں میں دور دور تک ہم رکاب رہے۔ ایک دفعہ کشمیر کے سفر میں بھی ہمراہی سے مشرف ہوئے۔ میں بھی اس دفعہ حضور کے ساتھ تھا۔

بخشی صاحبؒ نے کئی بار فریضۂ حج و زیارت بھی حضور کی معیت میں ادا کیا ہے۔ ۱۹۴۲ء کے حج میں حضرت قبلۂ عالمؒ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ "رب تعالیٰ نے بخشی صاحب کو بہت بڑا دل عطا کیا ہے۔ بادشاہوں سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔" اسی طرح ارشاد فرمایا کہ "مہر حاکم دین لائل پوری کا دل بھی بخشی صاحب کی طرح بہت وسیع ہے۔ جتنا خرچ ان دونوں نے حج میں آکر کیا ہے، کوئی بادشاہ بھی مشکل ہی سے کرسکتا ہے۔"

حضرت بخشی صاحب بڑے متقی، پابند شریعت اور اتباع سنّت میں سرگرم شخص تھے۔ حضور کے فرمان مبارک پر آپ نے مدینہ منوّرہ ہجرت کی۔ اور وہیں کی مقدّس سرزمین میں پیوند خاک ہوئے۔ آپ نے خود جولائی ۱۹۷۰ء میں مدینہ منوّرہ میں فاروقی صاحب سے کہا تھا کہ "جب حضور نے ہجرت کا حکم دیا تو میں بہت پریشان تھا کہ اخراجات کا کیا ہوگا۔ پنشن کیسے ملے گی۔ پاکستان کا ابتدائی دور تھا۔ دفاتر کا حال ابتر تھا۔ اس لئے اور زیادہ تشویش تھی۔ مگر فرمان مبارک کی تعمیل فرض تھی۔ اس لئے دوڑ دھوپ شروع کردی۔ اور حضور کا کرم یہ کہ جو کام برسوں میں نہیں ہوا کرتے، وہ ہفتوں اور دنوں میں ہوگئے۔ پنشن کی منتقلی کا سخت مرحلہ بھی بآسانی انجام پاگیا۔ اور میں اس ارض پاک میں حاضر ہوگیا۔

یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بھی دی کہ یہ مکان جس میں آج کل فروکش ہوں خود خرید لیا۔ اور جوار مقدس میں رہنے کی مستقل صورت پیدا ہو گئی۔"

حضرت بخشی صاحبؒ نے مدینہ منورہ میں حضور کے نام پر "جماعت منزل" تعمیر کرانی شروع کی اور آپ کی اپیل پر یاران طریقت نے بھی کثیر رقمیں پاکستان سے ارسال کیں۔ بحمد اللہ یہ عمارت دو منزل کی پختہ اور مستحکم طیار ہو چکی ہے۔ جس میں مساکین، یتامیٰ اور بے گھر افراد آباد ہیں۔ بخشی صاحب نے ایک اور زمین دوسری "جماعت منزل" کے لئے خریدی تھی۔ اور اس کی تعمیر کا اہتمام فرما رہے تھے کہ داعی اجل نے آپ کو دربارِ الٰہی میں پہنچا دیا۔ اور آپ نے اسی سال ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ (مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۷۴ء) کو رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسری "جماعت منزل" کی تعمیر کی حکومت سے اجازت مل چکی ہے اور ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں۔ مولوی علاء الدین صاحب عمائد مدینہ منورہ میں سے ہیں اور ہجرت کے بعد یہیں عرصہ سے اقامت گزیں ہیں۔ بخشی صاحب کے آپ سے خصوصی مراسم تھے۔ بڑے راسخ العقیدہ اور دیانت دار بزرگ ہیں۔ بخشی صاحب نے "جماعت منزل" کی تعمیر سے متعلق تمام کاغذات اور رقوم آپ کو امانت میں سونپ دی ہیں۔ خدا نے چاہا تو اس دوسری عمارت کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچے گی اور بخشی صاحب کی آرزو پوری ہو کر رہے گی۔

لوگ عام طور پر بخشی صاحب قبلہ کو نذر نیاز۔ حج بدل۔ تعمیر جماعت منزل اور دوسرے مصارف خیر کے لئے بڑی رقمیں بھیجا کرتے تھے۔ فاروقی صاحب کہتے ہیں کہ "میں نے خود دیکھا کہ آپ ان تمام مدات کا حساب الگ الگ رجسٹروں میں باقاعدہ لکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اب آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ اور لکھنے پڑھنے کے لئے آپ کو آتشی شیشے کی مدد لینی پڑتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ "اس حساب کتاب کی کیا ضرورت ہے۔ ہم میں سے جو کوئی آپ کو زحمت دیتا ہے اسے آپ پر اعتماد ہے۔ آپ خود بھی محتاط ہیں۔ اس لئے اس بیکار مشقت سے اپنی جان کو بچایئے" بخشی صاحب نے فرمایا "یہ سب بجا و درست۔ مگر مجھے خود بغیر لکھے تسکین نہیں ہوتی۔ لکھ لینے پر پورا اطمینان ہو جاتا ہے کہ کوئی پیسہ اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔" اس کا میں کیا جواب دیتا۔ چپ ہو جانا پڑا۔

حضرت بخشی صاحب صرف ایک وقت دن میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں ترکی سے واپس آتے ہوئے فاروقی صاحب آپ کے دولت کدے پر مہمان ہوئے تو ان کا بیان ہے کہ

"ایک تو حضرت بخشی صاحب قبلہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو چکے تھے۔ دوسرے اُن کے رفیق اور خادم جناب غلام رسُول صاحب (آستانہ مبارک کے جاروب کش) خود بہت کمزور اور کوزپشت تھے۔ میں نے لاکھ عرض کیا کہ مجھے بھی رات کو کھانا کھانا فرض نہیں ہے۔ پھر یہ کہ آپ نے ہر طرح کے پھل جمع کر رکھے ہیں، ضرورت ہوئی تو ان میں سے کچھ کھا لیا کروں گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روضۂ مقدسہ سے واپسی میں بازار میں کچھ کھاؤں۔ آپ ہرگز زحمت نہ فرمائیں۔ اس لئے بھی کہ رات کے کھانے کے وقت ہی حضرت غلام رسول صاحب کو مسجد مقدس کی جاروب کشی کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں، ان میں خلل پڑے گا"۔ مگر میری اس طویل اور نیازمندانہ عرضداشت کا یہ مختصر جواب تھا کہ "نہیں۔ غلام رسول درمیان میں اتنا وقت نکال سکتا ہے کہ ہمیں کھانا کھلا جائے۔ اور اس طرح میں بھی آپ کے ساتھ کچھ کھا لیا کروں گا"۔ اب میں لاجواب تھا۔ چنانچہ دس دن یہی تواضع اور کرم جاری رہا"۔

آپ بڑی خوبیوں کے حامل اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے ہیں۔ جو پاکستانی فوج میں میجر جنرل کے عہدے سے سبکدوش ہو کر کراچی میں فروکش ہیں۔ انھوں نے ساری عمر شادی ہی نہیں کی۔ اللہ بس باقی ہوس۔

۲۹۔ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم اور حافظِ قرآن تھے۔ چائے کی تجارت فرماتے تھے۔ جس میں خدا کے فضل سے بڑی برکت تھی۔ حضور قبلۂ عالمؒ اور صاحبزادگان والاشان کی میزبانی کی سعادت آپ نے کئی بار حاصل کی۔ دربار شریف میں عرس کے موقع پر بھی آپ مہمانوں کی بڑی خدمت انجام دیتے تھے۔ پیر خانے سے کمال عقیدت اور شیفتگی رکھتے تھے۔ بڑے نیک، متقی، مہمان نواز اور وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔ آپ کے فرزند اکبر محمد نواز حضرت حافظ سلطان احمد صاحب خلیفہ مجاز کے ہمراہ عرس شریف میں کھانا کھلانے کی خدمت میں بدل دجان سرگرم رہتے ہیں۔ اور صالح نوجوان ہیں۔ خدا ان کو اور سب اہل خاندان کو دین و دنیا میں فلاح و عافیت عطا کرے۔

۳۰۔ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاوری مدظلہ العالی

آپ بہت نیک، متقی، خوش اخلاق اور بزرگ آدمی ہیں۔ پشاور کے سرکٹ ہاؤس میں

ہیڈ مستری تھے۔ اپنے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیتے تھے۔ افسران آپ کی دینداری اور دیانتداری کے سبب آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ پشاور میں آپ ہی "امیر حلقہ" ہیں اور ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب پابندی سے یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ یارانِ طریقت کی خدمت اور خبر گیری آپ کا شیوہ ہے۔ اور توسیع سلسلہ عالیہ میں ہمہ وقت منہمک رہتے ہیں۔ عرس شریف کے دنوں میں یاران طریقت کو کھلانا کھلانے کے مہتمم ہوتے ہیں۔ اور دیگر یاران طریقت کے تعاون سے یہ خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ سلّمہ اللہ تعالیٰ وجزاہ خیر الجزا فی الدارین۔

۳۱۔ حضرت سیّد محمود شاہ صاحب ھزاروی مدظلہ العالی

آپ بڑے عالم دین اور اعلیٰ خطیب ہیں۔ فوج میں ملازم تھے۔ وہاں سے ریٹائر ہو کر اپنے گھر حویلیاں میں قیام پذیر ہیں اور شریعت و طریقت کی خدمت میں سرگرمی سے منہمک رہتے ہیں۔ آپ چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے۔ مگر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ آپ سلسلۂ عالیہ کی شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اور کثیر تعداد آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہے۔ جن کے احوال کی اصلاح اور تربیت فرماتے رہتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

۳۲۔ حضرت سیّد عبد القاضی صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی کے بڑے بھائی تھے۔ آپ بھی عالم دین اور چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھی خلافت سے نوازا تھا۔ بہت لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور آپ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی۔

۳۳۔ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے نیک متقی اور دیندار شخص تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت انجام دی ہے۔ عموماً حضور کے دست حق پرست

پر لوگوں کو بیعت کراتے تھے۔ مجھے صحیح علم نہیں کہ خود بھی بیعت لیتے تھے یا نہیں۔

۳۴۔ حضرت حاجی سرور خان صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی بڑے صالح اور متقی شخص تھے۔ حضور قبلۂ عالم رحؒ سے بڑی عقیدت تھی عرس شریف پر کھانا کھلانے اور پانی بھرنے کا انتظام آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔ بڑے منتظم شخص تھے یارانِ کوہاٹ کی رفاقت میں بڑی خوش اسلوبی سے سب کام انجام دیتے تھے۔ بڑی ہمت کے آدمی تھے۔ جب حضور کو کوہاٹ کی دعوت دینی مقصود ہوتی تو دربار شریف حاضر ہو جاتے۔ کئی کئی ہفتے سفر حضر میں حضور کے ہمرکاب رہتے۔ آخر حضور کو ہمراہ لے کر کوہاٹ واپس جاتے۔ اور بڑی تندہی اور جاں فشانی سے حضور کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے۔ یارانِ کوہاٹ آپ سے کامل محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ بھی ان کے احوال کی اصلاح میں پوری توجہ فرماتے تھے۔ یارانِ کوہاٹ پر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاص کرم تھا جس کا ذکر آپ کے نامۂ مبارک میں آچکا ہے۔

۳۵۔ حضرت حاجی اکبر خان صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

کوہاٹ کے پیر بھائیوں میں اکبر خان نام کے دو بزرگ تھے۔ دونوں فوج میں ملازم تھے اور دونوں صوبیدار کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ دونوں حضرات نے حج و زیارت کی عزت حاصل کی تھی۔ دونوں حضرات شریعت کے پابند حضور کے شیدائی اور صالح انسان تھے۔ مجھے صحیح نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون خلافت سے نوازے گئے تھے۔ خدا دونوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

۳۶۔ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصوری مدظلہ العالی

آپ بہت نیک، متقی، متواضع، مہمان نواز اور فراخدل بزرگ ہیں۔ آپ حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر شریعت و طریقت کی خدمت میں کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے "پہلے خلیفہ" تھے اور آپ حضورؒ کے "آخری خلیفہ" ہیں۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی بڑی نیک اور پارسا بی بی ہیں۔ اور مہمانوں کی خدمت کر کے بہت خوش ہوتی ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان محمد اختر صاحب اور محمد اقبال صاحب صالح اور خدمت گذار جوان ہیں۔ تجارت کرتے اور والدین کی خدمت میں سرگرم رہتے ہیں۔

حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اوّل) کی بیماری میں جب حضرت حافظ صاحب حال کہنے اور دوا لینے کے لئے حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سیالکوٹ گئے۔ تو حافظ صاحب کے چلے آنے کے بعد حکیم صاحب نے کسی سے پوچھا کہ "یہ کون صاحب تھے"؟ مخاطب نے جواب دیا کہ "یہ قصور کے رہنے والے ہیں۔ اور اب ماسٹر کرم الٰہی صاحب کے انتقال کے بعد انجمن خدام الصوفیہ کے سیکرٹری بھی ہیں"؟ تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ "یہ بہت بزرگ آدمی ہیں"۔ لطف کی بات ہے کہ جب حضرت سراج الملّتؒ نے حافظ صاحب کو سیکرٹری مقرر فرمایا تھا تو آپ نے بھی یہی الفاظ استعمال فرمائے تھے کہ "حافظ صاحب بہت نیک اور موزوں آدمی ہیں"۔

حافظ صاحب سلسلۂ عالیہ اور انجمن خدام الصوفیہ کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے محمد اقبال صاحب عرس شریف میں جلسوں کے اہتمام اور انصرام میں آپ کی زیادہ سے زیادہ معاونت کرتے ہیں۔ خدا ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فلاحِ دارین کی سعادت نصیب کرے۔ (آمین)

۷۳۔ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب اور عالم شخص تھے۔ سادہ طبیعت، روشن ضمیر، اخلاق پاکیزہ کے مالک اور بزرگ آدمی تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کامل عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ یارانِ طریقت میں سے کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیر تک حضور کی ہی باتیں کرتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے "ہر فن مولیٰ" کا فقرہ پڑھا تو تھا مگر اس کی مثال صرف حضور کی ذات مبارک میں دیکھی کہ آپ کو ہر علم اور ہر شے میں کامل درک حاصل تھا۔

آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضور کی بہت سی کرامتیں مشاہدہ کیں اور لوگوں کو سنائی ہیں۔ آپ بلند مرتبہ شاعر تھے اور آپ نے حضرت قبلہ عالم رح کی منقبت میں بہت سے قصیدے کہے ہیں۔ آپ کا ایک قصیدہ اس کتاب میں شامل ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

جماعت علی شاہ فرخ نہاد　　　که مانند او بطن گیتی نزاد

آپ حضرت قبلہ عالم رح کے طبیب خاص تھے۔ جب بھی حضور بیمار ہوتے تو آپ روزانہ بلاناغہ سیالکوٹ سے علی پور سیداں حاضر ہو کر علاج معالجہ میں سرگرم رہتے تھے۔ اور ضرورت ہوتی تو رات کو بھی یہیں رُک جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہُوا کہ تو نے دنیا میں کیا کام کیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ تیرے ایک بندے کی نبض دیکھی ہے۔ اور میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔" رحمۃ اللہ علیہ۔

یُوں تو آپ ساری عمر خدمت خلق انجام دیتے رہے۔ مگر آخری عمر میں آپ نے بہت لوگوں کو داخل سلسلہ کیا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائی۔ آپ کے اکلوتے فرزند حکیم عبدالحی صاحب آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ بہت نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے نوازے۔ اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر دین اور تصوّف کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔

۳۸۔ حضرت الحاج سیّد ولی محمد صاحب شاہ آبادی مدظلہ العالی

آپ شاہ آباد کے رہنے والے اور اب ملتان میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کے والد صاحب چشتی سلسلہ میں داخل تھے۔ مگر آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر سلسلۂ نقشبندیہ میں آ گئے۔ متقی، صالح، مہمان نواز، حلیم الطبع، سادہ مزاج اور سادہ لباس، بڑے بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔ گویا اسم بامسمّٰی ہیں۔ علیحدگی اور تنہائی پسند کرتے ہیں۔ مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں۔ ڈھونڈ نکالتے ہیں اور ہر وقت گھیرے رہتے ہیں۔

ہر کجا چشمۂ بود شیریں　　　مردم و مرغ و مور گرد آیند

آپ شریعت وطریقت کی بہت خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کو شریعت وسنّت

کا پابند بناتے ہیں۔ اور بہت لوگوں کو فیض یاب فرماتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کیا ہے۔ آپ بہت سیف زبان ہیں۔ آپ کا دسترخوان کافی وسیع ہے۔ پیر خانہ کے ساتھ آپ کو بہت محبت اور خاص تعلق ہے۔ آپ کی سخاوت کا شہرہ ملتان میں ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اللّٰھم زِدفزِد۔

۳۹۔ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ میر سعید اللہ صاحب امرتسری کے بڑے بھائی تھے۔ ان کا سارا خاندان حضرت قبلۂ عالم رح کے عقیدت مندوں میں تھا اور سب پیر خانہ کی خدمت میں سرگرم رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے نیک، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت قبلۂ عالم رح کے ہمراہ کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔ حضور سے والہانہ محبّت و عقیدت رکھتے تھے اور حضور بھی ان کے حال پر خاص شفقت فرماتے تھے۔

۴۰۔ حضرت مولانا صوفی ماسٹر محمد عظیم صاحب فیروزپوری بی اے رحمۃ اللہ علیہ

آپ صالح، متقی، شب بیدار اور بزرگ شخص تھے۔ طالب علمی کے زمانے ہی میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے تھے۔ اور خلافت بھی آپ کو بہت ابتدائی زمانے میں عطا ہوئی تھی۔ بے حد سادہ طبیعت، متواضع اور سیف زبان بزرگ تھے۔ جن باتوں کا لوگوں کو مطلق علم نہ ہوتا تھا، آپ بتا دیا کرتے تھے۔ بعد میں معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے بجا فرمایا تھا۔ آپ کے دوسرے بھائی بھی سلسلۂ عالیہ میں داخل تھے۔ آپ عرصہ تک رسالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔

۴۱۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب میرپوری خطیب کھاریاں چھاؤنی مدظلہ العالی

آپ میرپور (آزاد کشمیر) کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے ابتدائی زمانے میں دینی تعلیم اوّل علی پور سیداں کے مدرسہ نقشبندیہ میں حاصل کی۔ پھر بریلی (یو پی) جا کر علم حدیث پڑھا اور سند حاصل کی۔ آپ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرصہ تک رہے ہیں۔ اور حاجی بوٹا صاحب کی طرح

بڑی مستعدی سے سفر وحضر میں حضور کی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے کئی بار حج وزیارت کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سراج الملتؒ نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ بڑے نیک، متقی اور بزرگ آدمی ہیں اور سلسلۂ عالیہ کی توسیع میں سرگرم رہتے ہیں۔

آپ ابتدا میں بمبئی کے قریب بساور میں خطیب تھے۔ پھر نہرہ چک جنوبی بھلوال کے قریب خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اب عرصہ سے کھاریاں چھاؤنی میں خطیب ہیں۔ اور خلقِ خدا کی فیض رسانی میں منہمک رہتے ہیں۔ ربّ زِد فزد۔

۴۲۔ حضرت الحاج حافظ عبد الحمید صاحب ساکن رودپوچک ضلع سیالکوٹ مدظلہ العالی

آپ نے بھی مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ بہت نیک آدمی اور اچھے خطیب ہیں۔ علم طب کی تعلیم بھی حاصل کی ہے اور فوج میں عرصہ تک خطیب رہے ہیں۔ فتنۂ ارتداد میں آپ نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور اب بھی خلقِ خدا کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور تصوّف کی اور زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۳۔ حضرت الحاج خوشی محمد صاحب فیروزپوری متوطن ملتان رحمۃ اللہ علیہ

آپ صالح، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت وقت گزارا اور فیض حاصل کیا تھا۔ کئی دفعہ حج اور زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضور سے کامل عقیدت اور محبت تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی محمد شفیع صاحب ان کے جانشین ہیں۔ بلاناغہ عرس شریف میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمت اور فیض رسانی کی توفیق بخشے۔

۴۴۔ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے نیک، عقیدت مند، متقی، عابد و زاہد اور بزرگ آدمی تھے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، ابتدا میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد میں "نبی خانہ" میں قیام فرماتے تھے۔ اِس

کے بعد قاری صاحب کو میزبانی کی عزت حاصل ہوتی رہی۔ اور حضور ہمیشہ آپ ہی کے گھر قیام کرتے رہے۔ آپ کو حضورؒ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ حضور کی ضیافت میں بڑا اہتمام اور وسیع پیمانے پر دعوتیں کیا کرتے تھے۔ ہر سال علی پور شریف عرس پر حاضر ہوتے اور یہاں سے ایک بوری چاول اور ایک بوری گندم اپنے استعمال کے لئے ساتھ لے جاتے تھے۔

آپ بڑی کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ اور کئی سال ایسے گزارے ہیں کہ تول کر ایک چھٹانک آٹے کی روٹی ایک وقت اور ایک چھٹانک چاول دوسرے وقت کھایا کرتے تھے۔ دربار شریف سے جو جنس لے جاتے وہی تمام سال کفایت کرتی تھی۔ آخر عمر میں پانی پینا بالکل بند کر دیا تھا۔ تقریباً پچیس سال یا زیادہ عرصہ بالکل پانی نہیں پیا۔ ہر مہینہ گیارھویں شریف کا ختم کیا کرتے تھے۔ اور بڑی گیارھویں پر سو سو دیگ بریانی کی پکواتے۔ جس میں سب کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ واضح ہو کہ حیدر آباد دکن کی بریانی میں سیر بھر چاولوں میں دو سیر گوشت ڈالا جاتا ہے اور اسی تناسب سے گھی بھی بہت ہوتا ہے۔ غرض بڑی گیارھویں پر قاری صاحب ہزارہا روپیہ خرچ کیا کرتے تھے۔

آپ نے کئی شادیاں کی تھیں مگر کسی سے اولاد نہیں ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد صرف ایک دفعہ علی پور شریف حاضر ہو سکے تھے۔ حیدر آباد (دکن) ہی میں وفات پائی اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک بار حضرت مولانا فریدی صاحب بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حیدر آباد کے قیام کے زمانے میں قاری صاحب کے مہمان ہوئے تھے۔ وہ یہ لطیفہ سناتے تھے کہ جب دستر خوان بچھا اور کھانا چن دیا گیا۔ تو حضرت قاری صاحب نے حکم دیا کہ "فریدی صاحب کے لئے میٹھا سالن تو لاؤ"۔ فریدی صاحب بہت گھبرائے کہ میٹھا سالن کیا معنی۔ جب آپ کے لئے الگ پلیٹ آئی اور آپ نے کھایا تو سالن بالکل قاعدے سے پکا ہوا تھا۔ بعد میں قاری صاحب سے اس معمے کو حل کرنا چاہا تو قاری صاحب بہت ہنسے۔ اور فرمایا کہ "ہمارے سالن میں اتنی زیادہ ترشی پڑتی ہے کہ آپ اسے مطلق نہیں کھا سکتے۔ اس لئے میں نے آپ کے طریقہ کا سالن الگ پکوایا تھا۔ اسے ہماری اصطلاح میں "میٹھا سالن" کہتے ہیں کیونکہ اس میں ترشی بالکل نہیں ڈالی جاتی"۔

۴۵۔ حضرت الحاج مولانا محمد واصل صاحب جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

جھنگ کے رہنے والے اور بڑے متقی اور صالح بزرگ تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی آخری بیماری میں حاضر ہوئے تو حج و زیارت کے سفر پر جانے کی اجازت چاہی۔ حضور نے اجازت دی۔ خلافت سے نوازا۔ اور تلقین فرمائی کہ خلقِ خدا کو اللہ کا نام بتایا کرو۔ اور باقی عمر سلسلہ عالیہ کی خدمت میں صرف کرو۔

۴۶۔ حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا خاندان قدیم سے آگرہ میں آباد تھا۔ آپ یہاں کے گڑھیا حکیمان کے حکیموں کے خاندان سے تھے۔ آپ کے والد حکیم سید مقبول حسین صاحب بڑے درویش اور صاحبِ دل صوفی تھے۔ گلاب خانہ میں رہتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۳ ہجری میں ہوئی۔ فنِ طب کی باقاعدہ تعلیم اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی جو گلاب خانہ میں مطب کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ دہلی رہ کر حکیم اجمل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ بہت اچھے نبّاض اور معالج تھے۔ بہت سے معرکے کے علاج کئے اور رؤسا سے بڑے انعام و اکرام پائے۔

آپ کی طبیعت میں سادگی اور قلندری تھی۔ خوش اخلاقی، مروت، خدمتِ خلق، اور فیض رسانی آپ کی فطرت بن چکی تھی۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی دُنیا اور عاقبت سنوارنے میں کوشاں رہتے تھے۔ بہت سے پیر بھائیوں کو وعظ و نصیحت میں لگائے رہتے تھے۔ جب بارہ بج جاتے تو تہجد پڑھوا کر گھر جانے دیتے۔ اس طرح آپ نے بہت لوگوں کو تہجد گزار بنا دیا۔ آگرہ کے یاروں میں سب سے پہلے آپ ہی نے حضرت قبلہ عالمؒ سے شرفِ بعیت حاصل کیا تھا۔

بھائی مہدی حسن صاحب جماعتی مرحوم سے آپ کا نسبتی تعلق نہ تھا۔ مگر مدّتوں ان کے گھر رہے اور سب بچوں اور بیبیوں کی اصلاح احوال کی کوشش فرمائی ــــــ

مہدی حسن صاحب کے گھر رہتے ہوئے کبھی ان پر بار نہ بنے۔ صمد ہوٹل میں آپ کا مستقل کھانا کھلا رہتا تھا۔ ہوٹل کا کھانے اور چائے کا بل عموماً ڈھائی تین سو روپے کا ہر مہینہ ادا کرتے تھے۔ جس میں اپنے ذات سے زیادہ دوستوں اور یاروں کی ضیافت کا خرچ شامل ہوتا تھا۔

ایک جگہ بیٹھ کر کبھی مطب نہیں کیا۔ مگر جاننے والے آتے رہتے تھے اور آپ ان کو نسخہ لکھ کر دے دیتے تھے۔ جو دوائیں خود بنا کر دیتے ان کی آمدنی واحد ظاہری ذریعہ تھی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ جب علی پور شریف حاضر ہوتے تو اسٹیشن سے جوتا اتار دیتے۔ اور دربار شریف میں مستقل ننگے پاؤں رہتے تھے۔ واپسی کے وقت ریل میں سوار ہو کر دوبارہ جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لاتے تو آپ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت گھر ہی سے جوتا اتار کر باہر نکلتے تھے حضور سے والہانہ شیفتگی کی بدولت حکیم صاحب میں جذب اور کشف کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضور نے وصال فرمایا ہے اور آپ کو اطلاع ہوئی تو اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ تین دن تک نہ کسی سے بات کی۔ نہ کچھ کھایا پیا۔ حالانکہ آپ طبعاً بڑے صابر و شاکر بزرگ تھے۔ حکیم صاحب بڑے عابد و زاہد اور ریاضت گزار بزرگ تھے۔ دوسروں کی مقصد برآری کے لئے آپ مشکل قسم کے روحانی عمل بھی فرماتے تھے۔ مقصد فیض رسانی اور خدمتِ خلق ہوا کرتا تھا۔ آپ عام طور پر مغرب اور عشا کی نمازیں اکبری مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز کے بعد جو یار یا احباب مل جاتے ان کو پند و موعظت سے فیض یاب کرتے تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بھی خاصی تھی۔

ایک دفعہ جامع مسجد میں اعلان ہوا کہ "ایک لاوارث نابینا عورت ہے۔ کوئی اس سے شادی کر لے تو بیچاری کی دنیا و عاقبت سدھر جائے"۔ حکیم صاحب کی پہلی بیوی موجود تھیں۔ مگر آپ فوراً اس معذور اور نادیدہ بی بی سے نکاح کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپ کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ خدا نے یہ فضل کیا کہ اس نابینا عفیفہ سے ان کے دو لڑکے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے نور محمد ایم اے بی ٹی۔ اسلامیہ کالج کراچی میں لیکچرر ہیں۔ اور چھوٹے نور احمد کراچی ہی میں زردوزی کا کام کرتے ہیں۔ بحمد اللہ دونوں صالح نوجوان ہیں۔ خدا ان کو

فلاحِ دارین عطا فرمائے۔

حکیم صاحب پاکستان بننے کے بعد آگرہ ہی میں رہے۔ وہیں ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کو وفات پائی اور حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے حظیرے سے متصل چبوترے کے نیچے جانب مشرق دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ہر سال آپ کے خلیفہ مجاز مولوی عبد السبحان شاہ صاحب جماعتی آپ کے عرس مبارک کا اہتمام کرتے ہیں۔ "مشاہیر اکبر آباد" میں مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی نے آپ کا تذکرہ قلم بند فرمایا ہے۔

۷۴۔ حضرت مہر امیر اللہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کلانور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ بڑے نیک، دیندار اور بزرگ آدمی تھے۔ ذیلدار ہونے کے علاوہ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے اور معززین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ بڑے عابد و زاہد شخص تھے۔ نماز اشراق سے فارغ ہو کر ان لوگوں کی حاجت روائی کرتے جو تعویذ لینے یا دم کرانے کے لئے روزانہ جمع ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی برکت سے مریضوں کو شفا عطا فرماتے اور لوگوں کی مشکلات حل فرماتے تھے۔ اس طرح مہر صاحب کا فیض عام جاری رہتا۔ اور لوگ دعائیں دیتے ہوئے واپس جاتے تھے۔



اختتامیہ

از پروفیسر محمد طاہر فاروقی۔ ایم اے ڈکتور ادب
سابق پروفیسر و صدر شعبۂ زبان اردو و مطالعہ پاکستان انقرہ یونیورسٹی۔ انقرہ (ترکی) و سابق مؤسس رجسٹرار
جامعہ اردو (اردو یونیورسٹی)، علی گڑھ (بھارت)

(۱)

فدائے قبلۂ عالمؒ کہ از رہِ تمجید
عطا شدست بہ طاہر سعادتِ تسوید
زہے شرافتِ بخت و خہے جلالتِ کار
"کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید"

(۲)

جنابِ جوہرِ ملت کے حکم کی تعمیل
ہے میرے واسطے ضامن برائے اجرِ جزیل
نہیں ہے کم یہ خوشی بھی کہ فضلِ باری سے
جنابِ قادریؒ کے وعدے کی ہوئی تکمیل

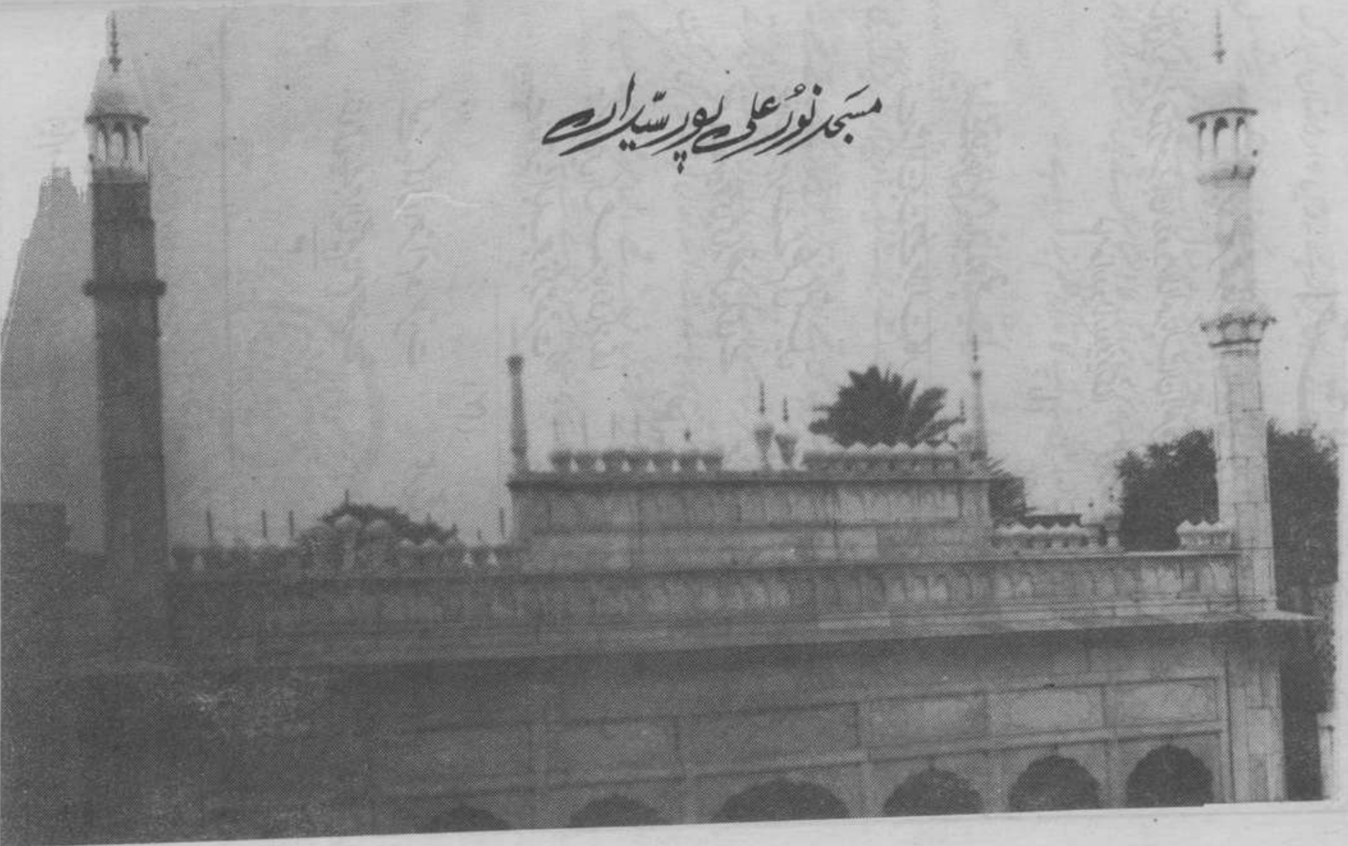
(۳)

تدریس میں اک عمر ہماری گزری
خدمت میں ادب کی جو گزاری۔ گزری
ہے خاتمۃ الباب جو ذکرِ حضرتؒ
سمجھا۔ کہ بخیر عمر ساری گزری

(۴)

لکھئے بہ کمالِ احترام و عزت
تاریخِ طباعت کتابِ سیرت
شامل ہے جمالِ جیم نامِ حضرتؒ
۳
کہہ دیجئے۔ سیرتِ امیرِ ملتؒ
۱۳۹۱ + ۳ = ۱۳۹۴

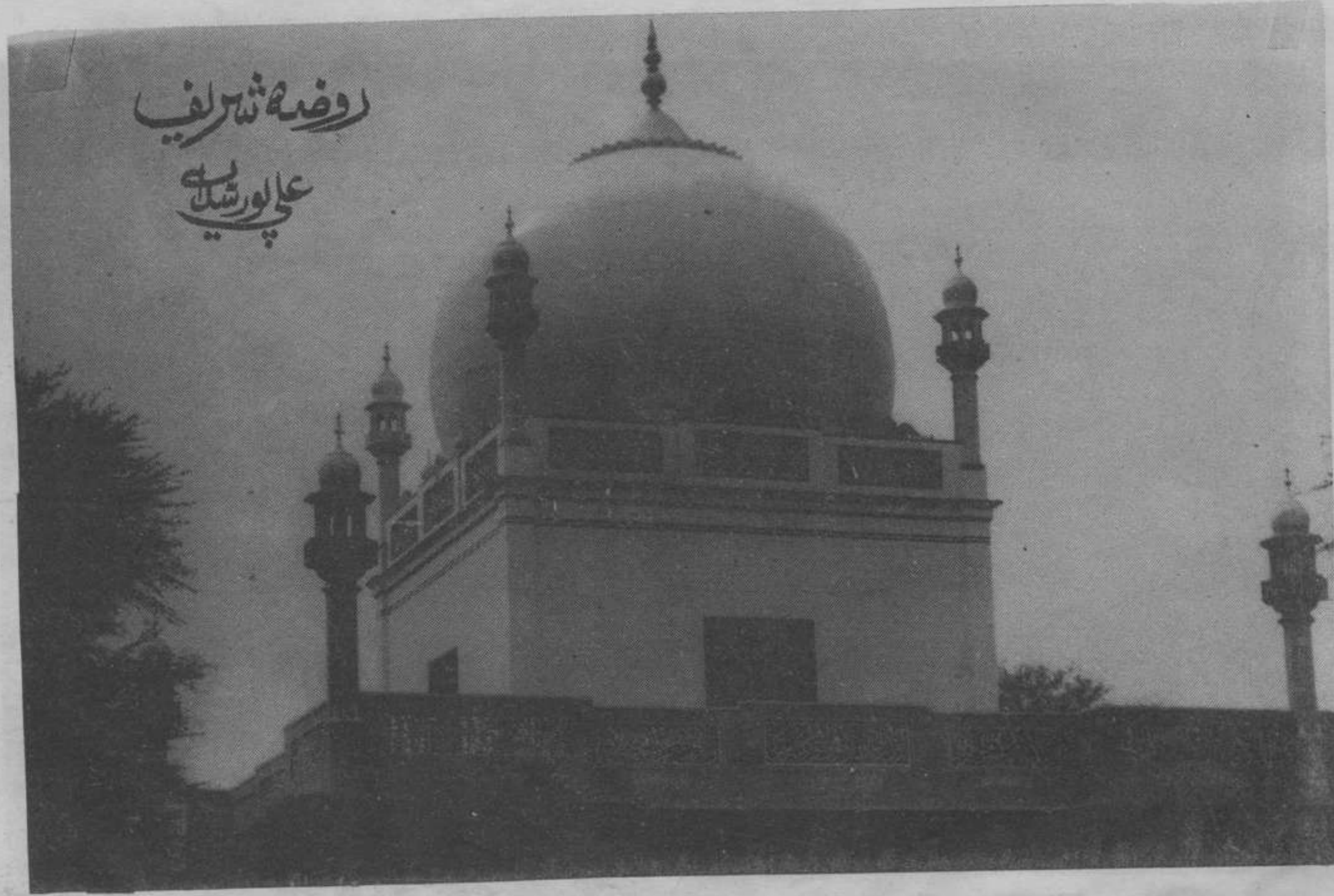
ل حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادریؒ نے حضرت جوہر ملت صاحبزادہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے عرض کیا تھا کہ آپ سیرت طیبہ کے لئے تمام مواد اور یادداشتیں جمع فرما لیجئے۔ پھر میں تسوید کی خدمت انجام دے دونگا میں نہوا تو اور کوئی یہ خدمت و سعادت حاصل کرے گا۔ بہرحال کتاب سیرت مکمل ہو جائیگی۔



مسجد نور علی پور سیداں



مسجد نور کا اندرونی منظر (قدیم اعلیٰ گلکاری اور فانوس)


روضہ شریف
علی پور شریف